فیودر دستوئفسکی

Ф. Достоевскій

فیودر دستوئیفسکی

ایڈیٹ

ایک ناول
چار حصّوں میں

دارالاشاعت ترقی
ماسکو

ترجمہ : ظ انصاری

ڈیزائن : گونچاروف

Ф. М. Достоевский
ИДИОТ
на языке урду

سوویت یونین میں شایع شدہ

Д $\frac{70301-243}{014(01)-81}$ 724—81 4702010100

فہرست

صفحہ

پیش لفظ

فیودر دستوئیفسکی (۸۱ — ۱۸۲۱ء) روسی نثر کے دور عروج کی پیداوار ھے؛ سیاسی اور سماجی خلفشار کے زمانے کا بہترین ترجمان ھے۔ اپنے زمانے کی اھم تحریکوں کے گہرے مطالعے اور تحریروں میں انھیں ریکارڈ کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے فرد کے باطن کا دشوار سفر کیا اور ھمیں انسانی فطرت کی بےتابیوں اور تضادوں کا شعور بخشا۔ آج ھم اس کے نظریوں سے، نعروں، استعاروں اور پیش گوئیوں سے چاھے کتنا ھی اختلاف کرلیں، لیکن دکھی آتماؤں کا درد جاننے، انسان کی دکھتی رگ ٹٹولنے میں، مستقبل کے خطروں اور خوابوں سے آگاہ کرنے میں وہ ھمارے زمانے کے بہترین ادب کا پیش‌رو ھے۔

اس نے صرف روسی زبان یا صرف یورپ کو نہیں، پورے عالمی ادب کو چند شاھکار افسانے اور ناول دئے ھیں۔ مغرب میں جب اس کی تصانیف کی دھوم مچی تو نیتشے اور فرائڈ سے لے کر لوکاچ اور سارتر تک نے اسے دنیا کا ایک عظیم ناول نگار اور آدم‌شناسی کا بلند مینار تسلیم کیا۔ یہاں تک کہہ دیا گیا کہ تخلیقی ادب کا زمانی‌فاصلہ شکسپیئر کے بجائے دستوئیفسکی سے ناپنا چاھئے — یعنی یوں کہ دستوئیفسکی سے پہلے کا ادب اور اس کے بعد کا ادب۔ کیونکہ اس ایک قلم نے افسانے اور ناول کا پچھلا تصور یکسر قلمزد کردیا ھے۔ اس نے دنیا کو پہلی بار فلسفیانہ ناول دئے ھیں اور دور تک خواب و حقیقت کی متوازی لائنیں بچھائی ھیں۔

زیر نظر ناول ''ایڈیٹ،، («Idiot») کم‌وبیش ڈیڑھ سال کی مدت (۶۸ — ۱۸۶۷ء) اور دو قسطوں میں لکھا گیا جب مصنف اپنی بیوی کے ساتھ، جنیوا میں پیسے پیسے کو محتاج زندگی بسر کر

رہا تھا، بار بار ناول کی بساط بچھاتا، پھر الٹ پلٹ دیتا۔ پردیس کی بے کسی، مفلسی اور مرگی کی بیماری کے باوجود اسے یہ لگن تھی کہ نئی قسم کا ناول اور اپنے آدرش کا ایک صاف ستھرا ہیرو دنیائے ادب کو پیش کرے۔ ۱۲ جنوری ۱۸۶۸ء کے ایک خط میں اپنے پبلشر دوست مائیکوف کو لکھتا ہے:

''... بڑی مدت سے ایک خیال مجھے ستا رہا ہے۔ مگر میں اسے ناول میں ڈھالتے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ خیال نہایت نازک اور دشوار ہے۔ میں اسے سنبھال نہیں پاؤں گا، اگرچہ دل اسی میں اٹکا ہوا ہے اور مجھے پسند بہت ہے۔ آئڈیا یہ کہ ایک مثالی انسان کی بھرپور تصویر کشی کی جائے؛ میرا اندازہ ہے کہ اس سے زیادہ دشوار اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا، خصوصاً ہمارے زمانے میں...''

دستوئیفسکی کا کہنا تھا کہ اوروں نے بھی اپنے اپنے طور پر ایسے ایک لاجواب انسان کی تصویر کشی کی ضرور ہے، لیکن تھوڑی بہت۔ بھرپور کسی کے ہاں نہیں۔ اور جن حالات میں ہم جی رہے ہیں، ان میں اگر کوئی ایک نیک نفس، راستباز، صاف گو، صاف دل، بےریا اور بےغرض فرد اعلا انسانی آدرشوں کے ساتھ سماج میں اتر آئے تو اس کا کیا حشر ہوگا، یہ دیکھنا چاہئے۔ دستوئیفسکی نے بار بار پلان بدلے، سخت ذہنی اور جسمانی اذیت سہی، تب جا کے اس ہیرو نے یہ آخری شکل پائی جو ناول میں موجود ہے اور جسے اپنے ارد گرد کی دنیا سے ''ایڈیٹ'' یا گاؤدی کا خطاب ملتا ہے۔

یہ مرکزی کردار ایک خاندانی آدمی ہے، موروثی رئیس‌زادہ، لیکن ماں باپ کے سائے سے محروم۔ لڑکپن سے ہی کسی ذہنی بیماری کے کارن اپنے خاندانی ماحول اور وطن سے دور سوئٹزرلینڈ بھیج دیا جاتا ہے علاج کے لئے۔ وہ بیماریوں، ہمدردیوں، قدرتی منظروں اور چھل کپٹ سے دور معصوم بچوں کی دنیا میں برسوں رہ کر جوانی میں وطن واپس آتا ہے۔ بڑی تمنائیں لئے ہوئے آتا ہے؛ ماضی کا درد، مستقبل کے خواب، انجانی دنیا کی تلاش، بھلمنساہت سے پیار، بیر کسی سے نہیں۔ وہ جہاں، جس محفل میں بیٹھتا ہے، دل اس کی طرف کھنچتے ہیں، لیکن وہ کہیں بھی پوری طرح فٹ نہیں ہوتا؛ جہاں اس کی عزت کی جاتی ہے وہیں مذاق بھی اڑتا ہے، دنیا جسے

ہوشیاری اور دنیاداری کہتی ہے، وہ اسے نہیں آتی، نتیجہ یہ کہ ہر جگہ بالآخر اسے ایک احمق اور اناڑی شمار کیا جاتا ہے۔ اور صورت سوال سوسائٹی کے منظر سے خالی ہاتھ گم ہوجاتا ہے۔

یہ ہیرو ہے پرنس میشکن۔ روسی زبان کا لفظ ''کنیاز،، جسے ہم نے ''پرنس،، لکھا، اس کے اعلا خاندان کی نشان‌دہی کرتا ہے اور بس۔ دکھی، بدنصیب، آبروباختہ اور مجرمانہ ذہنیت کے مردوزن کو وہ غیر نہیں سمجھتا، انھیں اپناتا ہے اور سربلند دیکھنا چاہتا ہے۔ آدم کی گم‌شدہ جنت آدمی کے حوالے کرنے میں اسے کسی حیلے حوالے سے عار نہیں۔ اور ایسا آدمی طبقوں، فتنوں، سازشوں میں کٹے پھٹے سماج کو درکار نہیں۔

یہ ہیرو، یہ ناکام اور ستم‌زدہ شہری میشکن دستوئیفسکی کا مثالی آدمی ہے جس کا پیکر اس نے بڑے چاؤ سے، بڑی نزاکت اور احتیاط سے تراشا ہے اور جس کی قسمت میں پسپائی لکھ دی ہے۔

ہمارے زمانے کے ایک اہم سوویت مصنف فیدن نے لکھا ہے کہ:

''... بچپن میں بے کس، تنہا اور مریض لڑکے کی زندگی بتا کر یہ پرنس خود اپنے تجربے سے جان گیا ہے کہ بے‌رخی اور بے‌عزتی کے ہاتھوں انسان کیا کیا دکھ جھیلتا ہے۔ اب وہ ہر ایک دکھیا اور ستم‌زدہ شخص کا دکھ شدت سے محسوس کرتا ہے۔ مصنف نے ہیرو (میشکن) کی زبان سے اس غیرانسانی برتاؤ کے خلاف آواز بلند کی ہے جو مجرم، آبروباختہ عورت، روگی اور بچے کے ساتھ سوسائٹی روا رکھتی ہے...،،

میشکن کے پردے میں دستوئیفسکی نے زبان کھولی اور وہ خیالات جن پر بعد میں آکر ٹھیرا، پہلی بار یہیں ظاہر ہوئے۔

جب یہ ناول ۱۸۶۸ء اور ۱۸۶۹ء کے دوران رسالے میں قسطوار چھپا تو دستوئیفسکی دور، پردیس میں بیٹھا اہل وطن کی توجہ اور قدردانی کا سخت آرزومند تھا، مگر یہاں بھی ناکامی رہی۔ ناول نے فوری مقبولیت نہیں پائی — پیٹرسبورگ اور ماسکو، دو بڑے ادبی مرکزوں میں جو نظریاتی نزاع چل رہا تھا، اس میں ''ایڈیٹ،، نہ پوری طرح اس فریق کے آرکسٹرا میں کھپ سکتا تھا، نہ اس فریق کے اکسٹراز میں۔ یوں بھی مصنف کی نازک مزاجی،

بلکہ بددماغی نے اپنے ہمسروں سے بگاڑ مول لے رکھا تھا۔ پھر ناول میں کئی واقعات خود مصنف کی ذاتی زندگی اور واقعی تجربوں سے نکل کر آئے تھے۔ (مثلاً پھانسی کے تختے پر چڑھنے کے وقت کی ذہنی حالت یا مرگی کا دورہ جسے لفظوں کا جامہ پہنانے میں دستوئیفسکی نے کمال کر دیا ہے، پھر اس کے ان سیاسی سماجی خیالات کی جھلک، جو اپنے وقت کے انقلابیوں کو اسی طرح ناگوار گزرے جس طرح مغربی تہذیب کے دل دادہ حلقوں کو۔) اور یہ ناول اپنی بناوٹ میں ڈرامائی ایکشن اور معمول کی دلچسپ رومانی روش سے بھی ہٹا ہوا تھا۔ غرض کہ پٹ گیا۔ اور دستوئیفسکی

''دیکھ کر طرز تپاک اہل دنیا، جل گیا''۔

اس کے لئے قدردانی کے دروازے دیر سے کھلے جب وہ ان سے بےنیاز ہوچکا تھا۔ اور ابھی انیسویں صدی کا آخری کیلنڈر پرانا نہیں ہوا تھا کہ ''ایڈیٹ'' کے ٹائپ کو ''دان کوئی کزوت'' («Don Quixote») اور ''پک وک پیپرز'' کا عہدآفریں ہمسر مان لیا گیا۔ مصنف کے ہمعصر لیو تالستائی نے اسے جوہری کی نظر میں بیش قیمت ہیرا قرار دیا تھا۔

* * *

وہ سماج، جس کی جھلکیاں دستوئیفسکی کے ناولوں، خصوصاً زیر نظر ناول میں دکھائی دیتی ہیں، روس کی موجودہ نسل کےلئے اجنبی اور کہیں دورپار کی سنی سنائی بات معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہم ہندستانیوں کےلئے جانا پہچانا ہے، اور شہریت کے پورے حقوق لئے شان سے دندناتا پھر رہا ہے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ دستوئیفسکی کی آواز اور الفاظ ہمیں کسی غیرملکی ساز کا تاثر نہیں دیتے۔ اس کے تاثرات میں بھی ہمیں اپناپن ملتا ہے۔ اور اس اپنےپن کے سہارے ہم انیسویں اور بیسویں صدی کے بعض تاریک سماجی گوشوں میں جھانک لیتے ہیں اور انسان کی تہ در تہ کیفیت کو ہمدردی سے سمجھنے میں ہمارے شعور کو روشنی ملتی ہے۔

* * *

ترجمہ براہ‌راست روسی متن سے کیا گیا ھے اور اس پہلو کا خاص خیال رکھا گیا ھے کہ اردو عبارت اتنی سلیس، رواں اور بامحاورہ نہ ھونے پائے کہ مصنف کی اصل عبارت کے مدھم اور پنچم سر، ھلکے اور تیز رنگ، پیچیدہ اور سلیس جملے، سب کے سب خلط ملط ھو جائیں — اصل کا مزہ ھی جاتا رھے۔ عبارت کو بنانا سجانا تورگینف کا ھنر تھا۔ اور دستوئیفسکی اور تورگینف کی کبھی نہیں بنی۔ نہ ان کے آرٹ کی آج تک بنی ھے۔

* * *

اس سے پہلے دستوئیفسکی کے ناول ''بیچارے لوگ''، ''ذلتوں کے مارے لوگ''، اور تین ناولٹ ''کہانیاں'' کے نام سے براہ‌راست روسی سے اردو کا لباس اختیار کرکے ماسکو سے شائع ھوچکے ھیں۔ یہ چوتھا ھے اور اسی کے انجام پر باقی دو اھم ناولوں کی تقدیر کا مدار بھی ھے۔ فقط۔

ظ انصاری
ماسکو ۱۹۸۰ء

حصّہ اوّل

۱

نومبر کے آخری دن تھے، برف نرم پڑی تھی، صبح کے ۹ بجے ہوں گے، کہ پیترسبورگ وارسا لائن پر ٹرین دھویں کے بادل اڑاتی پیترسبورگ کی طرف چلی جا رہی تھی۔ کہرے اور دھند کے مارے دن کا اجالا دبا ہوا تھا۔ راستے کے دائیں بائیں دس قدم کے فاصلے پر بھی ڈبے کی کھڑکیوں میں سے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ مسافروں میں پردیس سے واپس آنےوالے بھی تھے۔ لیکن تیسرے درجے میں، جو کھچا کھچ بھرا تھا، لمبے سفر کے لوگ نہیں تھے۔ اکثروبیشتر چھوٹے موٹے اور کاروباری مسافر رہے ہوں گے۔ حسب معمول تھکے تھکائے، سردی کھائے ہوئے، نیند سے بوجھل آنکھیں اور جماهیاں، چہرے پھیکے اور کہرے کی سی پیلاھٹ لئے۔

اجالا سا ہوا تو تیسرے درجے کے ایک ڈبے میں کھڑکی کے برابر، دو مسافروں نے خود کو آمنے سامنے پایا۔ دونوں خاصے جوان آدمی تھے، ھلکا پھلکا سامان سفر لئے، سادہ کپڑوں میں ملبوس، دونوں کے ناک نقشے میں کوئی خاص بات تھی، اور بالآخر ان کا جی چاها کہ آپس میں کچھ بات کریں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے کی بابت خبر ہوتی کہ عین اس لمحے کونسی بات ان میں کھٹکنےوالی ہے تو وہ اس اتفاق وقت پر حیرت‌زدہ رہ جاتے کہ دونوں ایک ہی ٹرین میں تیسرے درجے کے ایک ہی ڈبے میں کیسے ایک دوسرے کے مقابل پائے جاتے ہیں۔ ان میں ایک شخص تھا میانہ قد کا، عمر کوئی ۲۷ سال، لہریا اور کسی قدر سیاہ بال، بھوری، چھوٹی چھوٹی لیکن انگارے سی چمکتی آنکھیں۔ ناک اس کی چوڑی اور پھیلی ہوئی تھی۔ چہرے کی هڈیاں ابھری ہوئی، پتلے ہونٹوں پر رہ رہ کر کچھ گھٹیا سی، گستاخ، طنزیہ بلکہ

زہریلی مسکراہٹ بکھر جاتی تھی۔ البتہ اس کی پیشانی کشادہ اور خوش وضع تھی جو چہرے کے نچلے حصے کی عیب‌دار اٹھان پر آڑ کئے رہتی تھی۔ اس چہرے پر خصوصیت سے ایسی مردنی چھائی ہوئی زردی نمایاں تھی کہ صورت سے مریل نظر آتا تھا، حالانکہ خاصی مضبوط کاٹھی کا آدمی تھا اور ساتھ میں دلی ملال کی حد تک کوئی والہانہ کیفیت بھی طاری تھی جو اس کی گستاخ اور روکھی مسکراہٹ سے، تیز اور خودپسند نظروں سے میل نہیں کھاتی تھی۔ اس شخص کے بدن پر کافی گرم لباس تھا۔ کالے رنگ کا ڈھیلا اونی کوٹ، بھیڑ کی کھال کا روئیں‌دار استر لگا ہوا جس نے رات بھر اسے ٹھٹھرنے نہیں دیا۔ مگر سامنےوالے کی حالت دگرگوں تھی۔ روسی نومبر کی ٹھنڈی مرطوب ہوا تمام رات اس کی پیٹھ سہلاتی رہی، غالباً وہ اس لذت کا سامنا کرنے کو تیار ہوکر نہیں نکلا تھا۔ اس کے شانوں پر کافی کشادہ اور دبیز، بےآستین کی برساتی جھول رہی تھی جس پر سرپوش لگا تھا، قطعی ویسی برساتی جیسی ان مسافروں کے پاس ہوتی ہے جو ہمارے ملک سے بہت دور کہیں سوئٹزرلینڈ یا شمالی اطالیہ کی سردیوں میں گھر سے نکلتے ہیں اور ایسے لمبے سفر کےلئے تیار نہیں ہوتے جیسے ایڈکونین مقام سے پیترسبورگ تک۔ جس چیز سے اطالیہ میں کام چل جائے یا تسلی ہو جائے وہ روس میں قطعی ناکافی رہتی ہے۔ سرپوش‌والے برساتی کوٹ کا یہ مالک بھی جوان ہی تھا، عمر یہی کوئی ۲۶ یا ۲۷ کے لگ بھگ۔ قد ذرا اوسط سے نکلتا ہوا۔ گھنے اور سنہرے بال، پھیکے گال پچکے ہوئے، ڈاڑھی چھدری اور تکونی، ایسی خاکستری گویا بالکل سفید ہو چکی ہو۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی، نیلی اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھنےوالی تھیں۔ ان نگاہوں میں کوئی ایسی خاموش مگر گمبھیر کیفیت تھی، ان سے ایسی عجیب شعاعیں پھوٹتی تھیں کہ پہلی نظر میں ہی کوئی قیاس کرے کہ ہونہو ان آنکھوں والا مرگی کا مریض ہوگا۔ البتہ اس شخص کا چہرہ خوشگوار تھا۔ اس میں نزاکت تھی، خشکی بلکہ بے رنگی تھی اور اب تو سردی کے مارے نیلاہٹ بھی چھا گئی تھی۔ اس آدمی کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی پوٹلی تھی پرانے اور میل کھائے ہوئے ریشمی کپڑے کی جو بظاہر اس کا تمام سامان سفر سنبھالے ہوئے

ہوگی۔ اس کے پیروں میں موٹے تلے کے جوتے اور گھٹنوں تک لمبے موزے تھے جن کا روس میں کہیں چلن نہیں۔ کالے بالوں‌والے ہمسائے نے کچھ اس وجہ سے کہ ٹھالی بیٹھا تھا، اس کے سراپا پر نگاہ دوڑائی اور آخر ایک اجڈپن کے ساتھ، جس میں بےتکلفی اور بےلحاظ لہجہ بعض اوقات ٹھوکا دے کر سامنےوالے کی پریشانی سے مزا لینے کا موڈ ظاہر کر دیتا ہے، اس سے پوچھ لیا:

''ٹھٹھر گئے؟''

سوال کرتے وقت کندھے بھی اچکائے۔

''بہت'' جواب دینےوالے نے انتہائی راضی برضا انداز میں جواب دیا ''اور دیکھئے ابھی تو برف پگھلی ہوئی ہے، جب پالا کٹےگا تو کیا حال ہوگا؟ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ ہمارے یہاں ایسی سردی ہوگی۔ عادت جاتی رہی۔''

''پردیس سے آرہے ہیں کیا؟''

''جی ہاں، سوئٹزرلینڈ سے۔''

''واہ — آپ بھی کہاں سے...'' کالے بالوں‌والا سیٹی بجا کر زور سے ہنس پڑا۔

بات‌چیت کا سلسلہ چھڑ گیا۔ سوئٹزرلینڈ کے برساتی کوٹ میں لپٹا ہوا سنہرےبالوں‌والا اپنے سانولے ہمسائے کے سوالات کا جواب دینے میں اتنا مستعد تھا کہ بعض سوالوں کی بےاحتیاطی، منہ پھٹ بےتکلفی اور پھوہڑپن پر چونکتا بھی نہیں تھا، خود یہ بات چونکانےوالی تھی۔ جواب دیتے وقت ضمناً اس نے بتا دیا کہ برسوں پردیس میں رہ کر آیا ہے، چار سال سے کچھ اوپر باہر رہا، علاج کےلئے باہر بھیجا گیا تھا۔ کوئی عجیب سا اعصابی مرض تھا — مرگی کا یا وہ جو کہلاتا ہے سینٹ‌وائٹ کا ناچ کہ اس کا بیمار لرزنے اور تڑپنے لگتا ہے۔ سانولا سنتا گیا اور بار بار مسکراتا گیا، خاص طور پر جب اس سنہرےبالوں‌والے نے پوچھنے پر بتایا کہ علاج کامیاب نہیں ہوا تو وہ منہ پر ہنس دیا۔

''ہا — روپیہ بھی، پانی کی طرح بہایا ہوگا، مگر فضول، ہم لوگ خواہ‌مخواہ ان پر اعتقاد میں مرے جاتے ہیں'' سانولے نے کٹیلےپن سے کہہ دیا۔

''حقیقت تو یہی ہے!'' پاس بیٹھا ایک بدوضع سا مسافر آپ ہی

آپ بول پڑا۔ دیکھنے میں وہ کافی گھسا ہوا معمولی قسم کا سرکاری اهلکار معلوم ہوتا تھا، عمر کوئی چالیس کے قریب، بدن گٹھا ہوا، ناک لال اور چہرہ مسوں بھرا۔ ''بالکل حقیقت ہے جی، روس کی تو مفت میں جان نکال لیتے ہیں یہ۔''

''میرے معاملے میں ایسا کہنا درست نہیں ہوگا''، سوئٹزرلینڈ سے واپس آنےوالے مریض نے نرم سبھاؤ سے جواب دیا۔ ''دیکھئے میں بحث تو کر نہیں سکتا کیوں کہ ساری حقیقت معلوم نہیں، البتہ میرے ڈاکٹر نے جو برتاؤ مجھ سے کیا ہے کہ اپنی آخری رقم میں سے بھی یہاں آنے کا سفر خرچ دے دیا اور کوئی دو سال تک اپنے خرچ پر وہاں رکھا۔''

''کیوں کیا کوئی اور دینےوالا نہیں تھا؟''، سانولے نے پوچھ لیا۔

''ہاں ــ پاولیشیف صاحب، جو میرا وہاں خرچ اٹھا رہے تھے، دو سال ہوئے چل بسے۔ تب میں نے مسز جنرل یپانچین کو لکھا، وہ میری دور کی رشتہ‌دار ہیں، لیکن ادھر سے کوئی جواب نہ آیا۔ چنانچہ میں واپس آ رہا ہوں۔''

''واپسی کدھر اب؟''

''آپ کا مطلب ہے کہ کہاں رہوں‌گا؟ مجھے خود نہیں معلوم... یوں ہے بس...''

''تو ابھی کچھ طے نہیں ہے؟''

سنتے ہی پھر دونوں ہم‌سفر بے اختیار ہنس پڑے۔

''میں جانوں آپ کا سارا سامان لے دے کے اسی پوٹلی میں ہوگا؟''، سانولے نے سوال کر ہی لیا۔

''شرطیہ کہہ سکتا ہوں کہ ہے تو ایسا ہی''، لال ناک‌والے اهلکار نے جھٹ سے کہہ دیا اور اس کی صورت پر بھرپور اطمینان برسنے لگا۔ ''یہ بھی بتادوں کہ سامان کے ڈبے میں بھی آپ نے کچھ نہیں رکھوایا ہے۔ مفلسی کوئی عیب نہیں، بہرحال یہ تو ماننا پڑیگا۔''

پتہ چلا کہ اصلیت یہی تھی۔ جوان‌العمر مسافر نے ہاتھ کے ہاتھ اور غیر معمولی سرعت کے ساتھ یہ بات بھی مان لی۔

''جو بھی ہو، آپ کی اس گٹھری یا پوٹلی میں کوئی خاص بات ہے''، اهلکار نے بات جاری رکھی، جب پیٹ بھر کے دونوں ہنس

لئے (دلچسپ بات یہ تھی کہ خود پوٹلی‌والا بھی انہیں دیکھ کر ہنسی میں شریک ہو گیا اور یوں ہنسی مذاق کا لطف دو بالا کر دیا)۔
''اگرچہ جان کی بازی لگا کر کہا جا سکتا ہے کہ پوٹلی میں نہ نپولین‌ڈوروں اور فریڈرکس‌ڈوروں سے بھرے غیر ملکی سنہرے پیکٹ ہیں بلکہ ہالینڈ کی اشرفی تک نہ ہوگی جس کا خیال صرف آپ کے غیرملکی موزے‌دار جوتے دیکھتے ہی اخذ ہوتا ہے، اور پھر... اس گٹھری کے ساتھ اگر آپ کے اس بیان کو بھی جوڑ لیا جائے کہ مثلاً مسز جنرل یپان‌چین آپ کی رشتہ‌دار ہوتی ہیں تب تو اس سامان سفر کی معنویت کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے، بشرطے کہ، اصلیت میں، میرا مطلب ہے کہ مسز جنرل واقعی آپ کی رشتہ‌دار ہوں اور آپ کے حافظے نے غلطی نہ کی ہو... انسان ہے آخر، بھول چوک ہو ہی جاتی ہے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ تخیل کی جولانی ہو محض۔''
''پھر آپ کا قیاس درست نکلا''، سنہرے بالوں والے آدمی نے فوراً اتفاق کیا ''سچ تو یہ ہے کہ قریب قریب غلطی ہوئی مجھ سے۔ یعنی یہ کہ انہیں رشتہ‌دار کہنا تقریباً غلط ہوگا؛ یہاں تک کہ میں انہیں بار بار خط لکھتا رہا اور جب ایک کا بھی جواب نہ آیا تو مجھے قطعی تعجب نہ ہوا۔ یہی ہونا تھا۔''
''ڈاک خرچ بھی مفت میں گیا۔ خیر کم از کم اتنا تو ہے کہ آپ آدمی سیدھے اور سچے ہیں۔ اس بات کی تعریف کرنی پڑے‌گی ۔ ہوں — رہے جنرل یپان‌چین — تو ان کے بارے میں سن رکھا ہے۔ وجہ یہ کہ جنرل صاحب ہیں کافی نامور آدمی۔ مرحوم پاولی‌شیف، جو سوئٹزرلینڈ میں آپ کا خرچہ دیا کرتے تھے، ان کا نام بھی کان میں پڑا ہوا ہے۔ اگر ان کا پورا نام یہی ہے نکولائی آندرئےوچ پاولی‌شیف، کیونکہ اس نام کے دو چچا زاد بھائی گزرے ہیں۔ دوسرے جو تھے وہ اب بھی کرائمیا میں رہتے ہیں۔ البتہ نکولائی انتقال کر گئے۔ بڑے رتبے تھے صاحب ان کے۔ اثر رسوخ تھا اور اپنے وقتوں میں چار ہزار رعایا کی جاگیر رکھتے تھے...''
''بالکل درست! نکولائی آندرئےوچ پاولی‌شیف وہی تھے''، سنہرے بالوں‌والے آدمی نے تصدیق کی اور حیرت سے اس ''ہمہ‌داں'' کی صورت تکتا رہ گیا۔

اس طرح کے ''ہمہ‌داں،، صاحبان بعض اوقات بلکہ اکثر ایک خاص سماجی حلقے میں نظر آتے ہیں۔ انھیں ہر بات کا علم ہوتا ہے۔ ان کے دماغ کو جو کرید لگی رہتی ہے اور ٹوہ لینے کی صلاحیت، وہ بےتابی سے اسی ایک سمت میں پھیل پڑتی ہے، قطعی وجہ اس کی یہ کہ، آجکل کے مفکروں کی زبان میں، ایسے لوگوں کا ذہن زندگی کی زیادہ ٹھوس اور اہم دلچسپیوں اور خیالات سے بے بہرہ رہتا ہے۔ ''ہمہ‌دانی،، کے لفظ کے تحت، ظاہر بات ہے کہ معلومات کا ایک تنگ دائرہ ہی آسکتا ہے، مثلاً فلاں شخص کہاں ملازم ہے، کس کس سے اس کی شناسائی ہے، مالی حالت کیسی ہے، کہاں گورنر رہا، کس سے شادی ہوئی، بیوی کتنا جہیز لائی، کون کون اس کا نزدیک سے، دور سے رشتے کا بھائی لگتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بس اسی طرح کی معلومات۔ اس قبیل کے اکثر ہمہ‌داں جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں اور سترہ روبل ماہوار تک کمالیتے ہیں۔ جن لوگوں کی تفصیل ان ہمہ‌دانوں کو معلوم رہتی ہے، ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں کہ آخر ان صاحبان کی دلچسپی کا باعث کیا ہے — حالانکہ یہ صاحبان اپنی ان معلومات پر، جو اپنی جگہ پوری سائنس کے ہم پلہ ہوتی ہیں، اطمینان کا سانس لیتے ہیں، خود اپنی نظر میں اونچے ہو جاتے ہیں، بلکہ انھی میں مگن رہتے ہیں۔ واقعی، کیا دلفریب سائنس ہے یہ بھی! میں نے عالم فاضل لوگ دیکھے ہیں، اہل ادب، شاعر، سیاسی رہنما دیکھے ہیں جو اسی سائنس کی طرف لپکتے ہیں اور اسی میں ان کو اپنی منہ مانگی مراد ملتی ہے — یہاں تک دیکھا کہ واقعی اسی علم کی بدولت وہ کیرئیر بنا لیتے ہیں۔ اس گفتگو کے دوران تمام وقت سانولا آدمی جماہیاں لیتا اور کھڑکی کے باہر بےخیالی میں دیکھتا رہا۔ اسے سفر تمام ہونے کا بےصبری سے انتظار تھا۔ وہ کھویا کھویا سا تھا، بری طرح بےخیالی میں مبتلا۔ بات بن بات چونک پڑتا۔ عجب طبعیت پائی تھی اس نے: کسی کسی وقت یوں ہوتا کہ کان لگے ہوئے ہیں مگر سنتا کچھ نہیں، نظر لگی ہے مگر دیکھتا ہی نہیں، یوں ہی ہنس پڑتا مگر پوچھو تو یہ بھی ہوش نہیں کہ کب ہنسا، کس بات پر ہنسی آئی۔

''دریافت کرنے کی اجازت ہے کہ میں کن صاحب سے

ہمکلام...،، مسوں بھرے چہرےوالے نے سنہرے بالوں اور پوٹلی‌والے ہمسفر سے دریافت کر ہی لیا۔

''مجھے پرنس لیو نکولائی‌وچ میشکن کہتے ہیں،، سوال کے مخاطب نے بھرپور مستعدی سے فوراً جواب دیا۔

''پرنس میشکن؟ لیو نکولائی‌وچ؟ معلوم نہیں جی، کبھی سننے میں نہیں آیا یہ نام تو،، اہلکار دماغ پر زور ڈالتے ہوئے بولا۔ ''میں اس نام کو نہیں کہتا۔ نام تو خیر تاریخی ہے، کرامزین * کی تاریخ میں شائد مل جائے۔ اس میں ہونا ہی چاہئے۔ میں تو میشکن نام کے آدمی کو کہتا ہوں کہ آجکل کہیں اس نام کے آدمی دیکھنے میں نہیں آتے۔ دیکھنا کیا، جی، میشکن کا ذکر بھی زبان پر نہیں آتا۔ ،،

''اور کیا!،، فوراً پرنس نے تائید کر دی۔ ''میشکن‌والے اب رہے کہاں، میں اکیلا بچا ہوں، شائد میں اس خانوادے کا آخری آدمی ہوں۔ جہاں تک آبا و اجداد کا تعلق ہے تو وہ نام کے جاگیردار رہ گئے تھے۔ خود میرے والد فوج میں سیکنڈ لفٹننٹ تھے، کیڈٹ کور میں۔ ہاں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ مسز جنرل یپان‌چین کا میشکن‌والوں سے کیا واسطہ ہوگا۔ وہ بھی اپنے سلسلے کی آخری ہیں...،،

''ہا، ہا، قہ، قہ، اپنے سلسلے کی آخری — یہ بھی ایک ہی رہی! ،، اہلکار قہقہے مارتا رہا۔

سامنے کا سانولا مسافر بھی ہنس دیا۔ سنہرے بالوں‌والا میشکن سٹپٹا گیا کہ بھولے سے ایسی بات کہہ گیا جس کے دو معنی — بلکہ ذم کا پہلو نکلتا ہے۔

''خیال فرمائیے — میرے منہ سے بےخیالی میں یہ بات نکل گئی،، پرنس نے تعجب سے کہا۔

''خیر، کوئی بات نہیں، سمجھ گئے۔ جی، سمجھے ہم،، اہلکار مزے میں گردن ہلا ہلا کر بولا۔

---

* کرامزین، نکولائی (۱۷۶۶ء — ۱۸۲۶ء) — عظیم روسی مصنف اور تاریخ داں۔ (ایڈیٹر)

''کیوں پرنس صاحب، آپ نے وہاں کیا کیا علم حاصل کئے، اپنے پروفیسر سے کیا تعلیم؟،، ایک دم سانولے نے پوچھ لیا۔
''جی ہاں۔ کچھ... سیکھا تو تھا...،،
''مجھے دیکھئے کہ بالکل تعلیم نہیں پائی۔ ،،
''خود مجھے بھی کیا تعلیم ملی — تھوڑی بہت یونہی سی،، پرنس نے گویا معذرت پیش کی۔ ''بیماری کے سبب مجھے باقاعدہ تعلیم نہیں دلوائی گئی۔ ،،
''رگوژین خاندان‌والوں کو جانتے ہیں؟،، سانولے نے جھٹ سے پوچھا۔
''جی نہیں، قطعی نہیں۔ ویسے بھی روس میں بہت کم کسی سے واقف ہوں۔ کیا آپ ہی رگوژین ہیں؟،،
''جی ہاں — میرا یہی نام ہے پرفیون رگوژین۔،،
''کیا کہا، پرفیون؟ خاص رگوژین‌والوں میں سے، نا؟،، اہلکار ان الفاظ پر زور دے کر، اترا کر بولا۔
''وہی، وہی،، فوراً اور ایک حد تک بےصبری سے سانولے نے جواب دیا۔ حالاں‌کہ اب تک اس نے مسوں بھرے اہلکار کو منہ نہیں لگایا اور صرف پرنس سے بات کرتا رہا تھا۔
''یہ کیسے؟..،، اہلکار سناٹے میں آ گیا، حیرت سے اس کی آنکھیں قریب قریب نکل پڑیں۔ چہرے پر ایک دم احترام یا تعظیم کے آثار ابھرے بلکہ ایک حد تک جھجک آ گئی۔ ''یعنی یہ وہی سیمیون پرفیونووچ رگوژین کا سلسلہ ہے جس کے بزرگ خطاب یافتہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ کوئی مہینہ بھر پہلے انتقال کر گئے اور پچیس لاکھ کی وراثت چھوڑ گئے؟،،
''تمھیں کہاں سے خبر ہے کہ مرحوم پچیس لاکھ نقد چھوڑ گئے ہیں؟،، سانولے نے روکھے‌پن سے اسے ٹوکا، اور اس بار بھی اہلکار کی طرف نظر اٹھانا گوارا نہ کیا۔ ''دیکھئے ذرا!،، (پرنس کو آنکھ کا اشارہ کر کے کہنے لگا) ''یہ ان لوگوں کو سروکار کیا ہے کہ خواہ مخواہ ہر طرف سونگھتے پھرتے ہیں؟ یہ درست ہے کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا اور میں پسکوف سے اپنے گھر جا رہا ہوں، مہینہ بھر پھٹے حالوں گزرا۔ نہ بھائی بدمعاش نے، نہ ماں نے رقم بھیجی، نہ خیرخبر لی، جیسے آدمی نہیں کتے سے پیش آتے ہیں۔

پسکوف میں سارا مہینہ بخار میں پڑے پڑے گزر گیا۔،،
''اور اب دس لاکھ سے اوپر رقم یک مشت ملنےوالی ہے۔ پروردگار تو جس پر مہربان ہو جائے!،، اہلکار نے دونوں ھاتھ آسمان کی طرف اٹھا دئے۔
''مگر اسے کیا پڑی ہے! فرمائیے آپ!،، رگوژین نے تیور بدل کر جھلاہٹ میں اس کی طرف سر ھلایا۔ ''تمھیں تو ایک کاپک نہیں دینےوالا — چاھے تم میرے سامنے ٹانگیں اوپر سر نیچے کر کے چلو۔،،
''چلوں گا، ضرور چلونگا۔،،
''بکو مت، کچھ نہیں ملنےوالا، کچھ نہیں دوں گا۔ میری بلا سے پورے ھفتے ناچتے پھرو!،،
''نہ دینا! میں اسی قابل ھوں، مت دینا کچھ۔ پھر بھی ناچوں گا تمھارے سامنے، بیوی بچے، سب چھوڑ چھاڑ تمھاری پیشی میں حاضر۔ خوشامد کروں گا، جی بھلاؤں گا!،،
''تف ہے تم پر،، سانولے نے یہ کہتے وقت تھوک ھی دیا۔ ''ابھی پانچ ھفتے ھوئے کہ میرا کیا حال تھا، آپ جیسا،، اس نے پرنس کو پھر مخاطب کیا۔ ''باپ کے گھر سے صرف ایک پوٹلی لےکر پسکوف بھاگا تھا اپنی چچی کے گھر۔ پہنچا تو بخار آگیا۔ والد صاحب میری غیرحاضری میں سدھار گئے۔ اچانک سانس کا تار ٹوٹا۔ خدا ان کی مغفرت کرے، مجھے تو انھوں نے موت کے گھاٹ اتار ھی دیا تھا، یقین مانئےگا پرنس، خدا کی قسم، اگر میں جان بچاکر نکل نہ گیا ھوتا تو وہ میری جان لے لیتے۔،،
''آپ نے انھیں کسی وجہ سے ناراض کیا ھوگا،، پرنس نے کسی قدر دریافت طلب لہجے میں اس پوستین پوش لکھ پتی پر اوپر سے نیچے تک نظر ڈال کر سوال کیا۔ اگرچہ دس لاکھ کی رقم میں اور اتنی بڑی وراثت پانے میں بھی کوئی نہ کوئی غیرمعمولی قابل غور بات ھوگی، تاھم پرنس کو جس بات نے شوق و حیرت میں مبتلا کیا وہ کوئی اور ھی سبب تھا، مزید یہ کہ رگوژین بھی نہ جانے کیوں، خاص کر پرنس سے کھل کر باتیں کرنے لگا، اگرچہ بظاھر گفتگو کی ڈور تھامنے کا سبب اتنا اخلاقی نہیں تھا جتنا میکانکی — یعنی اس میں نیک‌دلی کے بجائے خودفراموشی زیادہ تھی، اندرونی اضطراب

کو ٹال جانے کی ایک کوشش، تا کہ کوئی آدمی ہو جس پر نظر رہے، کوئی ہو جس سے خواہ مخواہ بات کرکے جی ہلکا کیا جائے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی رگوژین کا بخار اترا نہیں ہے — بلکہ سرسامی حالت میں مبتلا ہے۔ اہلکار کا معاملہ یہ تھا کہ وہ رگوژین کو چمٹ گیا۔ سانس بھی زور سے نہیں لیتا تھا اور اس کے ایک ایک لفظ کو یوں لپکتا اور تولتا گویا لفظ نہیں ہیرے جواہرات ڈھونڈھ رہا ہے۔

''ناراض کی بات یہ کہ ناراض تو ہوں گے ہی، وجہ بھی تھی شائد،، رگوژین نے پرنس کو جواب دیا ''مگر ٹانگ کھینچنے میں میرے بھائی کا ھاتھ تھا۔ ماں کو کیا الزام دوں، بوڑھی عورت۔ دعاؤں کی پرانی کتاب پڑھتی رھتی ھیں یا اپنی بوڑھیوں سے باتیں کئے جاتی ھیں۔ البتہ بھائی سینکا جو کہہ دے اسی پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ اور اس نے کیوں کسی بات کا بھی مجھے بروقت پتہ نہیں چلنے دیا، بےخبر رکھا؟ تو وجہ معلوم۔ درست ہے کہ میں ان دنوں غفلت میں تھا۔ کہتے ھیں کہ ٹیلی گرام بھیجا تھا۔ وہ بھی میرے نام نہیں، چچی کے نام آیا۔ چچی کو بیوگی میں بسر کرتے تیس برس ہو گئے، صبح سے رات گئے تک فالتو دیوانوں میں پڑی رھتی ھیں۔ دنیاداری چھوڑ کر بیراگن ہو گئی ھیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ تار ملا تو بدحواس ہو گئیں۔ کھولا تک نہیں۔ تھانے میں جا کر دے دیا۔ اب تک وھیں پڑا سڑتا ہے۔ صرف کونیف، نام واسیلی واسیلیچ، اس نے مجھے سارا حال لکھ کر بھیجا۔ کونیف کے خط سے پتہ چلا کہ بھائی نے باپ کے کفن میں سے خالص زری گوٹا تک رات میں نکال لیا۔ سونے کے مہرے کاٹ کر نکالے کہ 'ارے یہ تو بڑے قیمتی ھیں'۔ یہ ایسی حرکت کی ہے کہ میں چاھوں تو اسی پر سزا ہو جائے، سائبیریا بھیج دیا جائے۔ کیوں کہ، آپ جانیں یہ مردے کی بےحرمتی ہے۔ ارے او، سنتے ہو عقل کے تھیلے!،، اس نے اہلکار کو پکارا۔ ''کیا کہتا ہے قانون: یہ بے حرمتی ہے نا؟،،

''بےحرمتی، بالکل بےحرمتی!،، اہلکار نے فوراً ھاں میں ھاں ملائی۔

''اس پر سائبیریا ہو جائے گا نا؟،،

''جی ھاں، قطعی سائبیریا، فوراً سائبیریا!،،

''وھاں وہ لوگ سمجھے بیٹھے ھیں کہ میں بیمار پڑا ھوں،'' رگوژین پرنس سے کہتا چلا گیا۔ ''میں نے ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا۔ چپکے سے کھسک گیا اور بیمار ھی گاڑی میں سوار ھو گیا۔ جارھا ھوں: دروازہ کھولو برادر سیمیون سیمیونوچ! باپ کے کیا کیا کان بھرے ھیں میرے خلاف، سب معلوم ھے مجھے۔ بس، یہی تھا کہ میں نے باپ کو غصہ دلا دیا تھا نستاسیا فلیپوونا کی بدولت۔ سچ بات! وہ قصور میرا۔ گناہ سر پر سوار ھو گیا۔''

''نستاسیا فلیپوونا کی بدولت؟'' فرط شوق میں اھلکار کے منہ سے نکلا جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش میں ھو۔

''دیکھا، تمھیں نہیں معلوم!'' رگوژین اسے جھٹک کر بولا۔

''نہیں کیسے! معلوم ھے'' اھلکار نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

''بڑا آیا جاننےوالا، اس نام کی عورتیں کچھ کم ھیں کیا؟ تو بھی کیا لیچڑ آدمی ھے! یہ لو، مجھے پہلے ھی خبر تھی کہ ھونہو کوئی ایچڑ چپکےگا ضرور مجھے!'' پرنس کی طرف رخ کرکے وہ کہہ گیا۔

''مگر، صاحب، میں جانوں۔ خبر ھے مجھے! لیبیدیف کو خبر ھے یہ! حضوروالا تو مزا لیتے ھیں مجھے ڈانٹ کر لیکن اگر میں سارا قصہ سنا دوں تو؟ یہ وھی نستاسیا بیگم ھیں جن کی خاطر آپ کے والد مرحوم نے کانٹوں‌دار چھڑی سے آپ کی خبر لی تھی۔ ان نستاسیا فلیپوونا کا خاندانی نام ھے براشکووا۔ کہنا چاھئے کہ بڑی خاندانی خاتون ھے اور اپنے حساب سے خود بھی کچھ کم نواب زادی نہیں۔ کوئی توتسکی تھے، افاناسی ایوانووچ نام کے، ان سے واسطہ تھا، اور کسی سے نہیں۔ صاحب‌جائداد اور بڑے مالدار، کمپنیوں اور اسٹاک سوسائٹیوں کے ممبر۔ اسی سلسلے میں جنرل یپان‌چین سے ان کی بڑی رسم‌وراہ تھی...''

''اُفوہ رے، کیا آدمی ھو تم بھی!'' رگوژین اس بار سچ مچ حیرت میں رہ گیا۔ ''شیطان سمجھے اس آدمی سے، واقعی اسے سب معلوم ھے۔''

''سب معلوم ھے! لیبیدیف کو خبر ھے! خدا آپ کو سلامت رکھے، حضور، لیخاچیف الیکساشکا میاں کے ساتھ دو مہینے سفر میں رہ چکا ھوں، وہ بھی اس وقت جب ان کے باپ گزر چکے تھے،

گلی گلی، کونہ کونہ چھان چکا ہوں۔ ایسی گاڑھی چھنی کہ لیبیدیف کے بغیر وہ ایک قدم نہ اٹھاتے۔ اب آج کل قرضوں کی مار میں جیل کی ہوا کھا رہے ہیں۔ تب ایک وقت تھا کہ آرمانس، کورالیا اور پرنسس پاتسکایا، اور نستاسیا فلی‌پوونا سبھی سے ملنے کا موقع ملا۔ ان کی بابت بہت کچھ جاننے کا موقع مل چکا ہے۔''

''کیا کہا نستاسیا فلی‌پوونا؟ لیخاچیف سے وہ...،'' رگوژین نے غصے میں اہلکار کو گھورا۔ اس کے ہونٹ پیلے پڑ گئے تھے اور لرز رہے تھے۔

''کچھ نہیں، کوئی بات نہیں! ایسی کوئی بات نہیں!'' اہلکار نے رگوژین کا جملہ پورا نہیں ہونے دیا اور جلدی سے بول پڑا ''لیخاچیف ایسا آدمی ہے کہ کتنی ہی بڑی رقم سے اس کا کام نہیں نکلنے والا۔ یہ وہ آرمانس‌والا معاملہ نہیں ہے۔ اس میں صرف توتسکی رہا۔ شام ہوئی اور بالشوئی میں یا فرانسیسی تھیٹر میں اپنے ذاتی باکس میں براجمان ہے۔ فوجی افسر آپس میں کچھ بھی کہتے پھریں، ثبوت کسی بات کا ان کے پاس بھی نہیں ہو سکتا: زیادہ سے زیادہ یہی‌نا 'دیکھو وہ رہی نستاسیا فلی‌پوونا — وہی، — اس کے آگے کوئی کیا کہے گا۔ کچھ ہے بھی نہیں اس کے آگے۔''

''اصلیت بھی بس اتنی ہی ہے،'' رگوژین چوٹ کھائے ہوئے لہجے میں ناگواری سے بولا۔ ''تبھی مجھ سے زلیوژیف نے یہ بات کہی تھی۔ پرنس صاحب، تب میں اپنے والد کے تین‌سال پرانے کوٹ میں نیوسکی پراسپکٹ پار کررہا تھا کہ اتنے میں نستاسیا بیگم دوکان سے نکلی فٹن میں سوار ہونے کے لئے۔ دیکھتے ہی بدن میں شعلہ سا اٹھا۔ زلیوژیف سے مڈبھیڑ ہوئی۔ وہ مجھ سے بالکل دوسری طرح کا آدمی، حجام کی دوکان کے ملازم جیسا گھومتا پھرتا ہے، ایک آنکھ کا چشمہ یا دوربین لگائے۔ اور ہم ہیں کہ اپنے والد کے ہاں فل‌بوٹ پہنے رہتے اور گوبھی کے شوربے پر بسر کیا کرتے تھے۔ کہنے لگا یہ تیرے جوڑ کی نہیں۔ نواب‌زادی ہے، اس کا نام ہے نستاسیا فلی‌پوونا براشکووا۔ توتسکی کے ساتھ رہتی ہے۔ اور توتسکی جو ہے، وہ اس سے جان چھڑانے کی فکر میں ہے۔ کیونکہ اب عمر ہو گئی، پچپن سال کا آدمی ہے اور سوچ رہا ہے کہ ایک عورت سے شادی کرکے بیٹھ جائے — جو پیٹرسبورگ کی نمبر اول حسینہ ہے۔

اس نے ڈھوکا دیا کہ نستاسیا فلی‌پوونا کو دیکھنا چاہو تو آج ہی بالشوئی تھیٹر میں دیکھ لو - بیلے کے وقت وہ اپنے ذاتی باکس میں بیٹھی ہوگی - باپ ہمارے ایسے کہ ذرا ان سے بیلے جانے کی اجازت تو مانگ لو جان سے مار دیں - میں، پھر بھی، آہٹ کے بغیر گھر سے نکل بھاگا اور دوبارہ نستاسیا فلی‌پوونا کے دیدار کر آیا - اس رات نیند اڑ گئی - صبح کو والد مرحوم نے پانچ پانچ ہزار کے دو سرکاری بونڈ پانچ فیصد سودوالے دئے کہ یہ لے جاؤ، فروخت کردو، رقم میں سے ساڑھے سات ہزار روبل آندرئیف کے دفتر میں دے دینا، باقی گھر لے کر سیدھے آجانا، کہیں اور نہ چل دینا - انتظار کروں گا - میں نے بونڈ دونوں بیچ دئے، رقم نقد کرلی، لیکن آندرئیف کے دفتر نہیں گیا، منہ اٹھائے سیدھا چلا انگریزی دوکان کی طرف - دوکان میں دو جڑاؤ بندے چنے، دونوں بالیوں میں قیمتی ہیرے، یہ بڑے بڑے، اخروٹ کے برابر، چار سو روبل کی پھر بھی کمی پڑتی تھی، نام بتایا، مان گئے - بندے لئے ہوئے میں زلیوژیف کے دروازے پر - ماجرا یوں اور یوں ہے، چلو نستاسیا فلی‌پوونا کے یہاں - ہم دونوں روانہ ہوئے - آگے پیچھے کا کچھ ہوش نہیں - آنکھ کہیں پڑے، پاؤں کہیں - خدا جانے کیسے وہاں تک پہنچے - ہم نے ہال کمرے میں قدم رکھا اور وہ خود نکل کر آگئی - میں نے زبان تک نہ کھولی کہ میں ہوں - زلیوژیف نے ہی کہا 'یہ پرفیون کی طرف سے ہے، پرفیون رگوژین — کل کے دن جو آپ سے ملاقات ہوئی اس کی یاد میں پیش کرتے ہیں، قبولیت سے نوازیئے، - اس نے ڈبیہ کھولی، نذرانے پر نظر ڈالی، مسکرا کر کہا 'اپنے دوست مسٹر رگوژین کا میری طرف سے شکریہ ادا کیجئے کہ مجھ پر اتنی نظر عنایت فرمائی، - رخصت لینے کے انداز میں ذرا جھکی اور چلی گئی - میں وہیں کیوں نہ مر رہا — کیا کہوں! گیا تھا تو دل میں ٹھان کر ہی گیا تھا 'کچھ بھی ہو جائے وہاں سے زندہ نہیں پھروں گا!، یہ بات اور بھی ناگوار گزری کہ میرا کیا دھرا اس پاجی زلیوژیف نے اپنے نامہ' اعمال میں لکھوا لیا - ایک تو میرا قد چھوٹا، پھر کپڑے برے، غلاموں کے سے، اور کھڑا ہوں، ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم، شرم آرہی ہے - میرے مقابلے میں زلیوژیف پورا فیشن ایبل، بنا سنورا، پوڈر لگائے، گھونگریالے بنوائے، چہرے پر سرخی، چیک کی ٹائی - لچک

رہا ہے، بچھا جا رہا ہے۔ کچھ تعجب نہیں اگر نستاسیا نے میرے بجائے اسی کو نذرانہ لانےوالا شمار کیا ہو۔ وہاں سے نکلتے وقت میں نے کہا 'دیکھنا زلیوژیف، کہیں تم اپنی گوٹ بٹھانے کی فکر نہ کرنا یہاں!'، ہنسنے لگا 'یہ سوچو کہ اب جاکر باوا جان کو کیا حساب دوگے؟'، اور میرا یہ حال کہ پانی میں ڈوب مروں۔ گھر واپس آنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ پھر سوچا، جو بھی گزرے، چلو۔ چنانچہ خانہ برباد کی طرح گھر چلا آیا۔''

''اوھو!'' اھلکار نے ترچھی نظر کرکے کہا، یہاں تک کہ اسے جھرجھری آگئی۔ ''مرحوم تو اس طبیعت کے آدمی تھے کہ دس ہزار تو درکنار، دس روبل کے لئے آدمی کی جان نچوڑ لیتے'' اس نے یہ جملہ کس کر پرنس کی طرف آنکھ جھپکائی۔ پرنس نے رگوژین کا تاثر جاننے کے لئے ایک نظر دوڑائی۔ دیکھا کہ اس کے چہرے پر اور بھی ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔

''جان نچوڑ ھی لی۔ تمھیں کیا خبر!'' رگوژین کے منہ سے نکلا۔ وہ پرنس کو مخاطب کرکے کہتا چلا گیا۔ ''فوراً والد صاحب کو ساری بات معلوم ہو گئی۔ اور ادھر زلیوژیف نے ہر ایک میل ملاقاتی کے کان میں یہ واقعہ پھونک دیا۔ والد نے مجھے بالا خانے پر لے جاکر آگے سے تالا ٹھونک دیا۔ اور پورے گھنٹہ بھر مجھ پر برستے رہے۔ 'ابھی کیا ہے بیٹا، یہ تو صرف مالش کی ہے، رات کو آؤں گا تمھیں اچھی طرح خدا حافظ کہنے۔'، جانتے ہو پھر کیا ہوا؟ بڑے میاں نستاسیا فلی‌پوونا کے ھاں پہنچے۔ گھٹنے ٹیک کر التجائیں کرنے لگے۔ آنسو تک بہا دئے۔ آخر وہ مان گئی اور جاکر بندوں بالیوں کی ڈبیہ اندر سے لے آئی۔ اور منہ پر مار دی۔ 'لو، بڑے میاں، اٹھاؤ، اپنے یہ بندے بالی۔ اب میری نظر میں ان کی قدر دس گنی ہو گئی کہ اتنا بڑا خطرہ مول لےکر پرفیون نے یہ میری خاطر لئے تھے، اور سنو، میری طرف سے پرفیون میاں کا بہت بہت شکریہ ادا کرنا۔'، اتنے میں ماں کی شہ پاکر میں نے سریوژکا پروتوشین سے بیس روبل ادھار لئے، پہلی گاڑی سے پسکوف روانہ ہو گیا۔ پہنچا تو دماغ کو گرمی چڑھی تھی۔ یہ حالت اور اوپر سے نشہ، بڑی بوڑھیوں نے دعائیں دم کرنی شروع کردیں، گویا کوئی آسیب اتار رہی ھیں۔ پھر میں نکل کھڑا ہوا اور شراب کے ایک

ایک ٹھیکے پر گیا، آخری پیسہ تک اڑا دیا اور ساری رات نشے میں بےسدھ کسی سڑک پر لوٹتا رہا۔ صبح ہوتے ہوتے بخار اور تیز ہو گیا۔ رات میں کتوں نے میری ٹانگ چچوڑی۔ بڑی مصیبت سے مجھے ہوش آیا۔ ''

''خیر، چلئے، اب نستاسیا فلیپوونا کی بنسری بجےگی!'' اہلکار نے ہتھیلیاں مل مل کر ہی ہی کرتے ہوئے حاشیہ چڑھایا ''اب تو سرکار، بندے بالی کیا چیز، ایسے بندے ان پر سے صدقے کردیں گے...''

''اب اگر تم نے ایک لفظ بھی نستاسیا کے بارے میں زبان سے نکالا تو'' رگوژین اہلکار کا بازو کس کر پکڑتے ہوئے چیخ پڑا ''تو، خدا گواہ، میں تمھاری کھال ادھیڑ دوں‌گا۔ بڑا آیا لیخاچیف کا ہم‌سفر!''

''کھال ادھیڑ دوگے—تو مطلب یہ کہ دھتکاروگے نہیں۔ نکالو ہنٹر، ادھیڑو کھال، تمھارا ایک ٹھپہ تو رہےگا مجھ پر... لو، سفر تمام ہوا!''

واقعی ٹرین اسٹیشن میں داخل ہو رہی تھی۔ رگوژین کا بیان تھا کہ وہ چپ‌چاپ چلا آیا ہے، لیکن دیکھا تو کافی آدمی اسے لینے آئے تھے۔ پکار پکار کر، ٹوپ ہلا کر اشارہ دے رہے تھے۔

''ارے، زلیوژیف بھی ٹپک پڑا!'' رگوژین زیرلب بدبدایا۔ وہ اپنے منتظر لوگوں کو بڑی شان سے بلکہ کسی قدر زہرخند کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ اچانک پرنس کی طرف مڑکر بولا ''پرنس، معلوم نہیں کیوں، مگر تم مجھے پسند آئے۔ ممکن ہے، وجہ یہ کہ ایسے وقت میں ملنا ہوا۔ لیکن ایسے ہی وقت (لیبیدیف کی طرف اشارہ کرکے) اس سے بھی ملا ہوں۔ دل نہیں ملا۔ تم آنا میرے پاس۔ یہ موزے اتروا لیں‌گے ہم اور اول درجے کا پوستین‌والا کوٹ، فرسٹ کلاس فراک کوٹ، سفید واسکٹ یا جس رنگ کی بھی پسند ہو، سلوا کر پہنائیں‌گے۔ روپیے سے جیبیں ٹھساٹھس بھر دوں‌گا... اور پھر چلیں‌گے نستاسیا فلیپوونا سے ملنے۔ بولو، آؤگے یا نہیں؟''

''غور سے سنئے پرنس لیو نکولائی‌وچ!'' لیبیدیف نے زور دے کر بڑی شان سے بات پکڑی۔ ''واہ وا، یہ موقع ہاتھ سے مت جانے دیجئے۔ جانے نہ پائے!''

پرنس میشکن اٹھ کھڑا ہوا۔ تمیزداری سے اس نے رگوژین کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ اور نرم لہجے میں کہا:

''انتہائی خوشی سے میں حاضر ہوں گا۔ آپ کا احسان ہے کہ مجھ کو پسند فرمایا۔ اگر وقت ملا تو ممکن ہے، آج ہی آؤں۔ وجہ یہ کہ منہ پر کہہ دوں، آپ بھی مجھے بہت پسند آئے۔ خاص کر ہیروں کے جڑاؤ بندوں والا واقعہ آپ کی زبانی سننے سے۔ بلکہ سچ تو یہ کہ واقعہ سنانے سے پہلے ہی آپ نے میرے دل میں جگہ کرلی تھی۔ اگرچہ صورت پر افسردگی برستی ہے۔ شکر گذار ہوں کہ آپ نے میرے لئے کپڑے اور پوستینی کوٹ سلوانے کا وعدہ کیا۔ دراصل اس لباس کی ضرورت بھی فوراً پڑنے والی ہے اور فی الحال جیب میں ایک کاپک تک نہیں۔''

''روپیہ کی فکر نہ کرنا، ہو جائے گا۔ شام تک ہو جائے گا۔ آنا ضرور!''

''ضرور ہوگا۔ ضرور ہو جائے گا'' اہلکار نے بھی دھرا دیا ''شام تک بلکہ دن چھپے تک ہوگا!''

''عورت ذات کے شکار میں بہت تیز ہیں کیا؟ پہلے ہی بتا دیجئے!''

''نہیں، نہیں۔ میں تو... شاید آپ کو معلوم نہیں۔ جنم کا بیمار ہوں، اس لئے آج تک واسطہ نہیں پڑا عورتوں سے۔''

''یوں ہے تو، پرنس صاحب، تم تو بالکل ہی اللہ والے ہو! ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں خدا کے پسندیدہ انسان!'' رگوژین نے بے اختیار کہا۔

''ایسے ہی لوگ خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں!'' اہلکار نے بھی وہی بات دھرا دی۔

''اور تم منشی جی، میرے پیچھے چلے آؤ'' رگوژین نے اہلکار کو ہدایت کی اور ذرا کی ذرا میں ڈبہ خالی ہو گیا۔

لیبیدیف خوش کہ مراد برآئی۔ تھوڑی دیر میں شور مچاتی برات وزنےسینسکی پراسپکٹ کی طرف نکل گئی۔ پرنس کو لیتے ئنایا روڈ کی طرف مڑنا تھا۔ ہوا میں ٹھر تھی، رطوبت تھی۔ پرنس نے راہگیروں سے پوچھ پوچھ کر اندازہ کیا کہ اسٹیشن سے تین کوس کا فاصلہ ہے۔ سوچ لیا کہ گھوڑا گاڑی سے چلا جائے۔

جنرل یپان‌چین اپنے ذاتی مکان میں رہتے تھے، لیتے‌ئنایا روڈ سے ذرا ہٹ کر ری‌ڈیمر چرچ کی طرف۔ اس (عالیشان) مکان کے علاوہ جس کا پانچ بٹا چھ حصہ کرائے پر اٹھا رکھا تھا، جنرل صاحب کا ایک اور زبردست مکان سادوویا میں تھا اور اس سے بہت بڑی آمدنی تھی۔ ان دو مکانوں کے علاوہ شہر پیترسبورگ کے باہر بھی ان کی زمینیں تھیں، کافی موقع کی اور منافع بخش جائداد۔ اسی ضلع میں کوئی فیکٹری بھی چلاتے تھے۔ عام طور سے لوگ کہتے تھے کہ کسی زمانے میں جنرل یپان‌چین سرکاری محصول وصولنے کا ٹھیکہ لیا کرتے تھے۔ فی‌الحال کئی نامی گرامی جائنٹ اسٹاک کمپنیوں میں ان کا حصہ بھی تھا اور وزن و وقار بھی۔ وہ بڑی دولت‌والے، بڑی حیثیت‌والے اور بڑے رسوخ‌والے آدمی شمار ہوتے تھے۔ بعض جگہوں پر ان کا وجود لازم و ملزوم تھا — اور ان کے علاوہ سرکاری عہدے پر تو اہم تھے ہی۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ جنرل یپان‌چین نے کہیں تعلیم نہیں پائی۔ کسی سولجر کی اولاد ہیں۔ آخرالذکر صفت سے یقیناً جنرل صاحب کی عزت آبرو اور بڑھ جاتی، لیکن جنرل میں ساری قابلیت اور ذہانت کے باوجود بعض چھوٹی چھوٹی کمزوریاں ایسی تھیں جن سے اگرچہ در گزر کیا جا سکتا تھا مگر جنرل کو ان کی طرف اشارہ کنایہ تک گوارا نہ تھا۔ ہوشیار اور ذہین آدمی ہونے میں تو خیر، کوئی شبہ نہیں۔ مثلاً ایک طریقہ یہ بنا رکھا تھا کہ خود کو آگے مت لاؤ، جہاں ضرورت دیکھو، اپنے آپ کو بچھا دو۔ بہت لوگ تو ان کی اس سادگی پر فدا تھے، خاص اس بات پر کہ وہ اپنے مقام سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ کاش ان مردم شناسوں کو خبر ہوتی کہ بعض اوقات خود ایوان یپان‌چین کے باطن کا کیا رنگ رہتا ہے — ان صاحب کا، جو اپنے مقام سے غافل نہیں ہوتے۔ اگرچہ جنرل کو دنیاوی معاملات کی پریکٹس بھی خوب تھی اور تجربہ بھی بہت تھا، ان میں بعض غیرمعمولی صلاحیتیں بھی پائی جاتی تھیں، لیکن خود کو وہ اس حیثیت میں پیش کرنا پسند کرتے تھے گویا کسی اور کے خیال کی صرف تعمیل کر رہے ہیں، نہ اپنا کوئی خیال ہے، نہ اسے منوا رہے ہیں۔ ''بے خوشامد وفاداری،، اور — اس میں تعجب

کی کیا بات؟ بالکل روسی اور سچے دل کا آدمی۔ اس آخری صفت میں تو کئی لطیفے بھی ان سے منسوب ہو گئے تھے۔ مگر جنرل صاحب نے سخت سے سخت لطیفوں اور پھبتیوں سے بھی اپنا دل میلا نہیں کیا تھا۔ اور تو اور تاش کی میز پر بھی قسمت ان کی یاوری کرتی رہی۔ بڑی سے بڑی بازی لگاکر پتے کھیلتے تھے اور اپنی اس عادت کو، یا یوں کہئے کہ کمزوری کو ارادتاً چھپانے سے بھی گریز کرتے تھے ــ جو اکثروبیشتر ان کے حق میں فائدہمند ثابت ہوتی تھی، بلکہ اسے منظر عام پر لانے کے عادی تھے۔ سوسائٹی ان کی پچ میل تھی تاہم ''بڑے آدمیوں،، کے دائرے میں۔ ابھی کیا تھا۔ اچھے دن آگے آنےوالے تھے، وقت کٹ رہا تھا، وقت ہر طرح کٹ جاتا ہے، جو کچھ ہونا ہے، وقت کے ساتھ اپنی باری میں پیش آجائےگا۔ جنرل کی عمر بھی جیساکہ کہتے ہیں ساٹھے پاٹھے، کل ملاکر چھپن سال ہی ہوئی تھی، اس سے زیادہ نہیں۔ بہرحال عمر کا یہ ایسا دور ہے جس میں آدمی پر بہار آتی ہے، عمر کے اس دور کو آجکل صحیح معنی میں زندگی کی شروعات کہا جاتا ہے۔ جنرل صاحب کلے ٹھلے کے آدمی تھے، خوش رنگ، دانت پکے، اگرچہ ان پر کالک آ گئی تھی، گٹھا ہوا بدن، ڈیوٹی پر صبح کے وقت فکرمند اور مصروف تیور، شام کے وقت تاش کی میز پر یا حضور عالی کی پیشی میں خوب ہشاش بشاش ــ یہ ساری خصوصیات ان کی موجودہ اور آئندہ کامیابیوں کی راہ ہموار کئے ہوئے تھیں اور جناب جنرل صاحب بہادر کی سیج پر انہوں نے پھول ہی پھول بچھا رکھے تھے۔

جنرل کو خوش و خرم خاندان نصیب تھا۔ یہاں پھولوں کی سیج نہ سہی، پھر بھی ایسی بہت سی باتیں یکجا تھیں جن پر جنرل صاحب بہادر ایک زمانے سے سنجیدگی اور مکمل یکسوئی کے ساتھ اپنی بڑی سے بڑی آرزوئیں لگائے ہوئے تھے اور جن سے ان کے مقاصد وابستہ تھے۔ زندگی میں ماں باپ کے ارمانوں سے بڑھ کر اہم اور پاکیزہ مقصد کونسا ہوگا؟ انسان اپنے کنبے سے زیادہ اور کسے چاہےگا، کس سے لو لگائےگا؟ جنرل صاحب کے اہل و عیال میں ایک ان کی بیوی تھیں، تین بڑی بیٹیاں۔ جنرل کی شادی کو بہت زمانہ گزر چکا تھا۔ ابھی وہ فوج میں سینیر لفٹننٹ تھے کہ تقریباً انہی کی ایک ہمعمر لڑکی سے بیاہ ہو گیا۔ دلہن کو نہ حسن ملا تھا، نہ

تعلیم - البتہ جہیز میں وہ صرف پچاس جانوں کی جاگیر لائی — وہی سہی - یہ بھی سچ ہے کہ اسی جہیز کی بنیاد پر جنرل نے آگے چل کر جائداد کھڑی کی تھی - مگر جنرل کو اپنی کم‌عمری کی شادی کا کوئی شکوہ بھی نہیں تھا، نہ یہ ملال کہ نوجوانی کی نادانی تھی جو وہ گرہستی کے جھنجھٹ میں پڑ گئے - اپنی بیوی کا اتنا ادب کرتے تھے، بلکہ بعض اوقات اتنا ڈرتے تھے کہ محبت تک کرنے لگتے - بیگم صاحبہ میشکن نام کے نوابی خاندان سے تھیں - اگرچہ یہ کوئی بڑا نامور گھرانہ نہیں تھا، لیکن تھا قدیم عزت داروں میں سے — اور اپنی اصل نسل پر اسے فخر بھی تھا - ان وقتوں کے کوئی صاحب اثر بزرگ تھے، اس قسم کے سرپرست جن کی سرپرستی مفت کی ہوا کرتی ہے، نوعمر نواب زادی کی شادی بیاہ کے معاملے میں دلچسپی لینے پر راضی ہو گئے تھے - انھوں نے نوجوان فوجی افسر کو راہ دکھائی، بلکہ اسے آگے قدم اٹھانے کا بڑھاوا دیا — وہاں کیا دیر تھی، بڑھاوا دینا تو درکنار، صرف ایک نظر التفات کافی تھی - کام بن جاتا - سوائے چند موقعوں کے، دونوں میاں بیوی میں ازدواجی زندگی کی اتنی لمبی مدت بنی رہی، سکھ چین سے گزری - نواب‌زادی نے بالکل ابتدائی زندگی میں ہی، کچھ تو نوابی خاندان کی آخری نشانی ہونے کی بدولت، اور کچھ غالباً اپنے ذاتی سلیقے سے، بہت ہی اونچی ہستیوں میں کرم فرما بنا لئے تھے - آگے چل کر جب شوہر کو مال دولت اور عہدہ نصیب ہو گیا تو وہ ان بڑے آدمیوں کے حلقے میں کسی حد تک اپنا پن محسوس کرنے لگی -

زندگی کے اس آخری دور میں جنرل گھرانے کی تینوں بیٹیاں پروان چڑھیں : الیکساندرا، ادےلائیدا اور اگلایا - تینوں کا خاندانی نام یپانچین ہی سہی، مگر ماں کی طرف سے نوابی سلسلہ، اچھے خاصے جہیز کی حیثیت اور پھر باپ کا عالی مرتبہ، جنھیں آئندہ اور بھی اونچے عہدے کی امید تھی، ان سب کے علاوہ ایک اور اہم بات یہ کہ تینوں بہنیں اچھی صورت شکل کی تھیں — بڑی، الیکساندرا جو پچیسواں سال گزار چکی تھی، وہ بھی کسی سے کم نہ تھی - منجھلی نے ۲۳ اور سب سے چھوٹی اگلایا نے ابھی بیس بہاریں دیکھی تھیں - چھوٹی سراپا حسن تھی اور محفلوں میں اسی پر نظریں زیادہ،

اٹھتی تھیں - اسی پر بس نہیں - تینوں کی تینوں بہنیں تعلیم میں، ذہانت میں، لیاقت میں بھی آگے آگے تھیں - سب کو معلوم تھا کہ بہنوں کے آپس میں بڑا پیار ہے اور ایک دوسری کا سہارا بنتی ہیں - بیان کیا جاتا تھا کہ کسی موقع پر دونوں بڑی بہنوں نے چھوٹی کی خاطر، جو سارے گھر کی آنکھ کا تارا تھی، قربانی دے ڈالی تھی - سوسائٹی میں انہیں یہ بھی پسند نہ تھا کہ کوئی ایک دوسری سے نمبر لے جائے، بلکہ شرم و حیا کا بہت لحاظ رکھتی تھیں - کسی کی مجال نہ تھی کہ انہیں غرور یا خودبینی کا الزام دے سکے اور یہ حقیقت سب پر روشن تھی کہ خوددار لڑکیاں ہیں اور اپنی قدر خوب پہچانتی ہیں - بڑی لڑکی کو موسیقی میں دخل تھا اور منجھلی مصوری میں طاق تھی مگر برسوں تک اس ہنر کی اطلاع ہی کسی کو نہ ہوئی - بالکل آخری وقت میں یہ راز کھلا، وہ بھی محض اتفاقاً - مختصر یہ کہ ہر طرف ان بہنوں کی تعریف کے پل باندھے جاتے تھے - لیکن بدخواہ بھی ہوتے ہیں - یہ لوگ دہشت سی جتا کر کہتے کہ ان لڑکیوں نے ڈھیر ساری کتابیں پڑھ رکھی ہیں - شادی کی انہیں کوئی جلدی ہی نہیں ہے - سوسائٹی کے خاص حلقے کا اگرچہ وہ خیال رکھتی تھیں لیکن بہت نہیں - یہ بات اور بھی اس لئے نظر میں آئی تھی کہ ان لڑکیوں کے باپ کا رجحان، طبعیت، مزاج، مقصد و منشا سب کو خوب معلوم تھا -

دن کے گیارہ بجے ہونگے کہ پرنس نے جنرل یپانچین کے فلیٹ کی گھنٹی بجائی - جنرل صاحب مکان کی دوسری منزل پر رہتے تھے اور اپنی رہائش کی جگہ میں کفایت شعاری کو ملحوظ رکھا تھا، اگرچہ اتنی جگہ بھی ان کی پوزیشن کے عین مناسب تھی - گھنٹی بجی تو خدمتگار نے دروازہ کھولا - اسے دیر تک سمجھانا پڑا کیوں کہ چھوٹتے ہی وہ پرنس کو اور ہاتھ کے تھیلے کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگا - آخر جب اسے بار بار سمجھایا اور قطعی جتایا گیا کہ آنے والا اجنبی واقعی پرنس میشکن ہے، اور ایک نہایت ضروری معاملے میں جنرل صاحب سے ملنا ضروری ہے، ملے بغیر نہیں ٹلے گا تو وہ گڑبڑایا ہوا آدمی اسے نزدیک ہی چھوٹے سے پیش‌دالان تک پہنچا گیا جو ملاقات کے کمرے کے عین سامنے تھا اور جنرل کے دفتری کمرے کے پاس - یہاں سے اس نے دوسرے ملازم کے حوالے

کیا۔ یہ ملازم صبح کی ڈیوٹی کا اردلی تھا اور صاحب خانہ کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا کرتا تھا۔ فراک کوٹ کی وردی کسے ہوئے چالیس سے اوپر کا یہ ملازم چہرے پر مصروفیت کا بوجھ لئے، خاص ذمہ‌داری انجام دیا کرتا تھا۔ وہ صاحب کے دفتری کمرے کا خدمتگار بھی تھا اور باہر سے آنےوالوں کا نام پہنچانےوالا بھی۔ اس حیثیت میں وہ اپنی اہمیت جانتا تھا۔

''ملاقات کے کمرے میں ٹھیرئے اور اپنی یہ پوٹلی یہیں چھوڑ دیجئے،، اس نے اپنی آرام کرسی میں رکھ رکھاؤ اور شان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے، ناگواری اور حیرت کی نظر پرنس پر ڈالتے ہوئے ہدایت جاری کی۔ پرنس اس درمیان میں پوٹلی ہاتھ میں تھامے پاس کی ایک کرسی سے ٹیک لگا چکا تھا۔

''اگر اجازت ہو تو میں یہیں آپ کے پاس بیٹھ کر انتظار کرلوں، وہاں، اندر اکیلا کیا کروں گا ؟،،

''نہیں، آپ کو پیش دالان میں نہیں ٹھیرنا، وجہ یہ کہ ملاقات کے لئے آئے ہیں، مہمان ہیں۔ کیا آپ کو خاص جنرل صاحب سے ہی ملنا ہے؟،،

ظاہر تھا کہ اردلی کے گلے یہ بات نہیں اتر رہی ہے کہ اس طرح کا آدمی اور اسے جنرل سے ملنے دیا جائے۔ چنانچہ دوبارہ دریافت کرلیا۔

''ہاں، مجھے ضروری کام ہے...،،

''میں آپ سے یہ نہیں پوچھ رہا ہوں کہ کیا کام ہے۔ میری ڈیوٹی ہے کہ جو آئے اس کی اطلاع اندر پہنچا دوں۔ اور میں کہہ چکا کہ پرائیویٹ سکرٹری کے بغیر آپ کا نام پہنچانے نہیں جاؤں گا۔ ،،

اس شخص کا شک و شبہ برابر بڑھتا جا رہا تھا۔ روز آنےوالے وزیٹروں کی صف میں اس اجنبی کا جوڑ نہیں بیٹھ رہا تھا۔ اگرچہ جنرل صاحب سے اکثر بلکہ قریب قریب روزانہ ہی ایک مقررہ وقت میں لوگ اپنے اپنے کام سے ملنے آیا کرتے تھے، بعض اوقات الگ الگ قماش کے آدمی ہوتے تھے، اردلی کا یہ معمول تھا اور اسے اوپر سے تفصیلی ہدایات بھی تھیں، تاہم قوی شبہ تھا اور اسی لئے اردلی نے طے کیا کہ سکرٹری سے پوچھے بغیر صاحب کو ہرگز خبر نہیں کرے گا۔

''اچھا تو آپ واقعی... باہر ملک سے آئے ہیں؟،، آخر اس نے بلاارادہ سوال کر ہی لیا اور پھر خود ہی گڑبڑا گیا۔ وہ غالباً یہ پوچھنا چاہتا تھا ''تو کیا آپ واقعی پرنس میشکن ہیں؟،،

''ہاں — میں گاڑی سے اتر کر سیدھا آرہا ہوں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پوچھنا چاہتے تھے، کیا واقعی میں پرنس میشکن ہوں؟ مگر تہذیب نے اجازت نہ دی۔،،

''ہونہہ،، حیرت‌زدہ اردلی منہ میں لفظ چبا کر رہ گیا۔

''میری بات کا یقین کیجئے کہ جھوٹ نہیں کہا ہے اور آپ کو میری خاطر جواب‌دہی نہیں کرنی پڑےگی۔ اور یہ کہ میرا حلیہ ایسا ہے، ہاتھ میں گٹھری ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں: فی الحال میرے حالات نامناسب ہیں۔،،

اس نے ہنکارا بھر کر کہا ''مجھے اس کا ڈر نہیں۔ دیکھئے نا، صاحب کو اطلاع پہنچانا تو میری ڈیوٹی ہے۔ سکرٹری صاحب آئیں‌گے آپ سے بات کرنے — اور اگر آپ، وہ بات یہ ہے کہ، مطلب یہ تھا، معاف کیجئے تو — اصل میں۔ چھوٹا منہ بڑی بات... کہیں آپ جنرل صاحب سے روپیہ وغیرہ مانگنے کے سلسلے میں تو..؟،،

''نہیں — نہیں۔ ادھر سے جمع خاطر رکھئے۔ یہ نہیں۔ مجھے کچھ اور کام ہے۔،،

''آپ مجھے معاف کیجئےگا، لیکن آپ کو دیکھ کر یہ سوال لب پر آگیا۔ فی الحال تو وہ کرنل صاحب کے ساتھ مصروف ہیں۔ ان کے بعد سکرٹری آئےگا... کمپنی کا۔،،

''مطلب یہ کہ کافی دیر انتظار کرنا پڑےگا تو کوئی ایسی جگہ بتادیں‌گے جہاں میں پائپ سلگا سکوں۔ پائپ اور تمباکو میرے پاس موجود ہے۔،،

''کیا کہا، تمباکو پینا؟،، حقارت بھری نافہمی کے ساتھ اردلی نے پرنس کو گھور کر دیکھا گویا اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو — ''تمباکو کے کش؟ نہیں، یہ وہ جگہ نہیں جہاں دھواں اڑانے کی اجازت ہو۔ اس طرح کا خیال دل میں آیا کیسے، آپ کو شرم آنی چاہئے تھی۔ واہ جی — حد ہوگئی!،،

''میں نے خاص اسی کمرے میں پائپ سلگانے کی اجازت نہیں چاہی تھی۔ مجھے معلوم ہے۔ میں تو یہ چاہتا تھا کہ آپ اشارے

سے دکھلا دیں، میں وہاں نکل کر تمباکو پی لوں۔ عادت کی مجبوری ہے، کوئی تین گھنٹے سے پائپ نہیں پیا۔ خیر، جیسے آپ کی مرضی، معلوم تو ہوگا، کہاوت ہے کہ جیسا دیس ویسا بھیس...،،

''بھلا بتائیے، میں ایسے آدمی کے بارے میں کیسے خبر دوں؟،، اردلی بےاختیار بڑبڑاتا چلا گیا۔ ''اول تو یہ کہ آپ کا اس جگہ پر پایا جانا ہی غلط، ملاقات کے کمرے میں بیٹھنا چاہئے تھا۔ پھر آپ ٹھیرے ایک وزیٹر، مطلب یہ کہ مہمان کے درجے میں۔ مجھ سے جواب طلب ہو سکتا ہے... کہیں ایسا تو نہیں کہ یہیں، ہمارے یہاں رہ پڑنے کے ارادے سے..؟،، اس نے بات آگے بڑھائی اور پھر ایک بار پرنس کی گٹھری کو ترچھی نظر سے دیکھنے لگا۔ گٹھری نے اس کے دل کا قرار چھین لیا تھا۔

''نہیں، ایسی کوئی نیت نہیں۔ بلکہ اگر مجھ سے یہاں رہنے کو کہا جائے تب بھی نہیں ٹھیروں گا۔ میں تو جنرل صاحب سے صرف تعارف کی خاطر آیا ہوں — اور کچھ نہیں۔،،

''کیا کہا، صرف تعارف کی خاطر؟،، اردلی نے حیرت سے پوچھا، اب اس کا شبہ تین گنا ہو چکا تھا۔ ''شروع میں تو آپ نے کہا تھا کہ کسی کام سے ملنا چاہتے ہیں؟،،

''قریب قریب کوئی ایسا کام تو ہے نہیں۔ مطلب یہ کہ چاہو تو کام بھی ہے۔ ویسے محض مشورہ کرنا ہے۔ مگر خاص کام جو ہے مجھ کو، وہ ان کی نظرعنایت۔ کیونکہ میں پرنس میشکن ہوں اور جنرل صاحب کی بیگم صاحبہ میشکن‌والوں میں سے بس آخری رہ گئی ہیں۔ مجھ پر اور ان پر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔،،

''اوھو، تو یوں کہئے، رشتہ‌دار ہیں آپ؟،، اردلی نے اب تو بالکل ہی سہم کر جھرجھری لی۔

''اتنا بھی نہیں۔ البتہ اگر دور تک کھینچئے تو ہم میں رشتہ نکل آتا ہے — وہ بھی اتنی دور کا رشتہ کہ فی الحال اسے شمار میں لانا ہی بےجا ہوگا۔ میں نے ایک بار بیگم صاحبہ کو پردیس سے خط لکھا تھا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر بھی میں نے سوچا کہ وطن کو واپسی پر ان سے ربط قائم کروں۔ میں یہ ساری داستان آپ کو اس لئے سنانے بیٹھا تاکہ شک و شبہ دور

کردوں - مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ آپ بےچین ہیں - صرف اتنا کہہ دیجئے کہ پرنس میشکن ملنے آیا ہے، اتنے میں ہی میری آمد کا سبب انہیں معلوم ہو جائےگا- اگر بلا لیتے ہیں، خوب، نہیں بلاتے تو غالباً بہت خوب- معلوم ہوتا ہے کہ ملنے سے انکار نہیں کریںگے - جنرل صاحب کی بیگم اپنے آبائی خاندان کے سن رسیدہ اور بچے کھچے اکلوتے فرزند سے ملنا ضرور چاہیںگی- ان کی بابت یقین سے کہا جاتا ہے کہ اپنی اصل نسل کا بہت لحاظ کرتی ہیں - ''

ظاہرا پرنس کی یہ گفتگو نہایت سادہ تھی، لیکن اس میں جس قدر سادگی یا سادہ دلی تھی، اتنی ہی وہ اس موقع پر بےتکی ہو گئی تھی - پرانے گھاگ اردلی کو اس بیان میں کوئی بات کھٹکی- وہ سوچ میں پڑگیا کہ جو بات ایک آدمی دوسرے سے کہے سنے تو نہایت معقول ہے، وہی نہایت نامعقول اور بےڈھنگی ہے جب ایک باہر کا آدمی اردلی سے بات کرنے لگے - چوں کہ نوکر چاکر اس سے کہیں زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں جتنا ان کے مالکوں نے سمجھ رکھا ہے، لہذا اردلی نے دماغ دوڑایا اور سمجھ لیا کہ یہاں معاملے کے دو رخ ہیں: یا تو یہ پرنس کوئی قلاش پرنس ہے اور جنرل صاحب سے امداد مانگنے آیا ہے، یا پھر وہ قطعی بےعقل ہے، اپنی حیثیت بھی نہیں جانتا، ورنہ ایک عقلمند پرنس، جسے اپنی حیثیت کا ذرا بھی خیال ہوتا، وہ یوں پیش‌دالان میں کیوں بیٹھ جاتا اور اپنی کہانی نوکر کو سنانے لگتا - تو چاہے یوں ہو یا ووں، سوال یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں صاحب سے ملانے پر کہیں اس سے بازپرس تو نہیں ہوگی؟

''بہتر یہی تھا کہ آپ ملاقات کے کمرے میں تشریف رکھیں،'' اردلی نے، جس قدر اصرار ممکن تھا، خرچ کر دیا-

''ہاں، اگر میں وہاں جا بیٹھتا تو آپ کو یہ ساری تفصیل کیسے سناتا؟'' پرنس زندہ دلی سے مسکرا دیا - ''اور اگر نہ سناتا تو آپ کی بےچینی اب تک برقرار رہتی، میرا حلیہ اور یہ گٹھری دیکھ کر - اب غالباً آپ کو سکرٹری کی راہ دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں رہی- بس خود اندر جاکر اطلاع دینی ہے - ''

''میں آپ جیسے شخص کی اطلاع سکرٹری کے بغیر اندر نہیں پہنچا سکتا - پھر اوپر سے خاص آرڈر ہے کہ جب تک کرنل صاحب

اندر ہیں، کوئی بھی ملنے آئے اس کی اطلاع لے کر مت آؤ۔ البتہ گاوریلا اردالیونچ آجائیں تو بغیر اطلاع اندر آسکتے ہیں۔،،

''یہ شخص کوئی سرکاری عہدہدار ہیں؟،،

''نہیں، گاوریلا صاحب اردالیونچ — نہیں، وہ تو کمپنی کے عہدہدار ہیں۔ اور دیکھئے، اپنی یہ گٹھری ذرا ہٹ کر ادھر رکھ دیجئے!،،

''میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ اگر اجازت ہو تو یہ برساتی اوورکوٹ بھی اتارے دیتا ہوں؟،،

''قطعی — صاحب کے سامنے برساتی پہن کر نہیں جاتے۔،،

پرنس اپنی جگہ سے اٹھا، جلدی جلدی برساتی کوٹ اتارا تو اندر بدن پر سلیقے کا سلا ہوا کوٹ پہنے تھا، جو اگرچہ گھس چکا تھا، پھر بھی موزوں نظر آ رہا تھا۔ واسکٹ کی جیب میں گھڑی کی چمکتی ہوئی آہنی زنجیر لگی تھی اور زنجیر جنیوا کی چاندیوالی جیبی گھڑی سے بندھی تھی۔

''پرنس ہے تو بےعقل ہی،، اردلی نے دل میں طے کرلیا۔ تاہم جنرل کے خاص خدمتگار کو زیب نہیں دیتا کہ خود اس وزیٹر سے باتیں کئے جائے۔ اگرچہ پرنس، بلاوجہ اسے اچھا لگا تھا، لیکن دوسری طرف سے دیکھئے تو پرنس قطعی طور پر اس کی نظر سے گر چکا تھا۔

''جنرل صاحب کی بیگم کب ملاقات کے لئے بلاتی ہیں؟،، پھر اپنی جگہ لیتے ہوئے پرنس نے دریافت کیا۔

''اس کا مجھ سے کوئی سروکار نہیں۔ بلا لیتی ہیں، وقت کا کچھ طے نہیں، آنےوالے پر منحصر ہے۔ فیشن کرانےوالی کو گیارہ بجے بھی اندر آنے کی اجازت ہے۔ گاوریلا اردالیونچ کو بھی اوروں سے پہلے داخلہ ملتا ہے — بلکہ سویرے چھوٹی حاضری میں بھی وہ شریک ہو جاتے ہیں۔،،

''یہاں کمرے زیادہ گرم ہیں، باہر ملکوں میں سردی کے موسم میں اتنے گرم نہیں ہوتے،، پرنس نے خیال ظاہر کیا ''مگر وہاں، اس کے بدلے گھر کے باہر اتنی ٹھنڈ نہیں پڑتی۔ لیکن سردیوں میں گھر ٹھنڈے رہتے ہیں۔ روسی آدمی کو جب تک اس کی عادت نہ ہو، وہاں سردی میں رہنا مشکل ہے۔،،

''گھر کو گرم نہیں کرتے؟''
''نہیں کرتے، اور گھر دوسری وضع کے بنے ہیں — یعنی آتش‌دان اور کھڑکیاں۔''
''ہونہہ، آپ بہت عرصے باہر رہے؟''
''ہاں، چار سال۔ مگر ایک ہی جگہ جم کر بیٹھے گزار دئیے — گاؤں میں۔''
''تو یوں کہئے کہ اپنے ہاں کی عادت چھوٹ گئی؟''
''سچ تو یہی ہے۔ مجھے خود عجیب لگتا ہے کہ اب تک روسی زبان کیسے نہیں بھولا۔ آپ سے بات کرتا جا رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ 'ارے میں تو اچھا خاصا بول لیتا ہوں'۔ شاید اسی سبب سے زبان کو زیادہ حرکت بھی دے رہا ہوں۔ واقعی کل کے دن سے برابر جی چاہ رہا ہے کہ روسی میں بات کئے جاؤں۔''
''ہونہہ — ہا۔ تو پیترسبورگ میں پہلے رہ گئے ہیں کیا؟''
(اردلی نے لاکھ ضبط کیا لیکن ایسی گوارا اور تمیزدار گفتگو کا سلسلہ توڑ دینا ممکن نہ ہوا۔)
''پیترسبورگ میں؟ رہنے کا تو نہیں، البتہ آتے جاتے ٹھیرنے کا اتفاق ضرور ہوتا رہا۔ پہلے بھی یہاں کا کچھ علم نہیں تھا، اور اب کہتے ہیں کہ اتنا کچھ نیا ہو گیا ہے کہ جن لوگوں کو علم تھا، وہ بھی پہچان نہیں پاتے، نئے سرے سے جاننا ضروری ہو گیا ہے۔ آجکل یہاں عدالتوں کا بہت چرچا ہے۔''
''ہاں جی، عدالتیں ہیں بس، ٹھیک ہے، جیسی ہوتی ہیں، عدالتیں۔ باہر کیسا ہے، وہاں کی کچہریوں میں انصاف کی حالت یہاں سے بہتر ہے کیا؟''
''معلوم نہیں۔ میں نے تو اپنے یہاں کی کچہریوں کے بارے میں اچھی خبریں سنی ہیں۔ اب دیکھئے نا، ہمارے ہاں سزائے موت نہیں رہی۔''
''وہاں موت کی سزا ہے؟''
''ہاں، میں نے فرانس میں دیکھا، لیون میں۔ مجھے وہاں شنیڈر لے گیا تھا اپنے ساتھ۔''
''پھانسی پر لٹکاتے ہیں؟''
''نہیں، فرانس میں تو گردن اڑا دیتے ہیں۔''

"کیا چیخ نکلتی ہے؟"

"کہاں! پلک جھپکنے میں کام تمام۔ آدمی کو لٹا دیتے ہیں اور یہ بڑا سا چاقو کا پھل مشین کے ذریعے گردن پر گرتا ہے۔ اسے 'گلوٹین' کہتے ہیں — بھاری، زور کا وار ہوا اور پلک جھپکنے کی دیر ہے، سر دھڑ سے کٹ کر الگ۔ گردن مارنے کی تیاری بڑی بھیانک ہوتی ہے۔ جب سزائے موت سناتے ہیں، مجرم کو تیار کرتے ہیں، باندھتے اور تختے پر چڑھاتے ہیں، وہ قیامت کا منظر ہے۔ ایک ھجوم لگ جاتا ہے، عورتیں تک نکل آتی ہیں، اگرچہ عورتوں کا اس منظر کو دیکھنا برا سمجھتے ہیں۔"

"ان کا وہاں کیا کام!"

"قطعی نہیں، بالکل نہیں! ایسا اذیت ناک ہوتا ہے!.. مجرم کو میں نے دیکھا، ذہین آدمی، بےخوف، جاندار، خاصی عمر کا تھا، نام لیگرو بتایا گیا۔ یقین آئے، نہ آئے آپ کو، مگر بتاؤں کیا ہوا۔ جب اسے قتل گاہ پر لائے، رو دیا، کاغذ کی طرح سفید پڑ گیا۔ کیسی انہونی بات ہے، کیسی ہولناک! خوف کے مارے کون روتا ہے؟ میں تو نہیں سمجھتا کہ وہ موت کے ڈر سے رویا ہوگا۔ کوئی بچہ نہیں تھا، ۴۵ برس کا پورا آدمی تھا جس کی آنکھ سے پہلے کبھی آنسو نہ ٹپکا ہوگا۔ روح پر کیا عذاب گزرتا ہوگا اس لمحے میں، کیا غضب کی لہریں آئی ہونگی؟ یہ انسانی روح کی ہتک کرنا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں! حکم خدا ہے کہ 'قتل نہ کرو'، تو کیا کسی شخص کو انسانی جان لینے کی پاداش میں قتل کر دیا جائے؟ نہیں، غلط! میں نے یہ منظر آج سے کوئی مہینہ بھر پہلے دیکھا تھا، اب تک آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے۔ پانچ دفعہ تو خواب میں دیکھ چکا ہوں۔"

بات کرتے کرتے پرنس کو جوش آ گیا۔ پھیکے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی، اگرچہ لہجے میں اب بھی پہلے کی طرح آہستگی تھی۔ اردلی ہمدردانہ دلچسپی کے ساتھ اس کو دیکھتا رہا کیونکہ بظاہر اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ بات کی ڈور ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ ممکن ہے وہ بھی تخیل کی دنیا رکھتا ہو، ممکن ہے غوروفکر کی کوشش کرتا ہو۔

''چلو، یہ اچھا ہے کہ اذیت بھی کم ہوتی ہوگی،، وہ بولا ''جب سر اڑ جاتا ہے تو۔،،

''خبر ہے آپ کو؟،، پرنس نے اسے لقمہ دیتے ہوئے کہا ''آپ نے جو سوچا، اور لوگ بھی عین اسی طرح سوچتے اور کہتے ہیں۔ اسی غرض سے مشین ایجاد ہوئی ہے 'گلوٹین' نام کی۔ مگر تبھی میرے دماغ میں ایک خیال آیا تھا: خیال یہ کہ کہیں قتل کا یہ طریقہ بدتر تو نہیں ہے؟ ممکن ہے آپ اس کا مذاق اڑائیں، آپ کو یہ وحشیانہ نظر آئے لیکن ذرا ذہن پر زور دے کر دیکھئے، خود بخود یہ خیال ابھر کر آئے گا۔ غور کیجئے، اگر، مثال کے طور پر، اذیت دی جائے تو یہی نا کہ تکلیف ہوگی، زخم دکھے گا، جسمانی عذاب ہوگا، اس طرح جتنی بھی تکلیف جسم کو پہنچے گی وہ روحانی کرب کی طرف سے توجہ ہٹالے گی۔ اور جب تک سانس باقی رہے گا آدمی صرف زخموں سے ھی کراھتا اور دکھ سہتا رہے گا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ بڑے سے بڑا کرب کیسا ہوتا ہے، وہ بدن کے زخموں سے نہیں بلکہ اس احساس سے کہ گردن زدنی کو خوب معلوم ہے کہ بس، ایک گھنٹے بعد، اب دس منٹ بعد، اب آدھے منٹ میں، اور اب، ٹھیک ابھی بدن سے روح اڑنے والی ہے۔ لمحہ گیا اور پھر جان و تن میں ہمیشہ کی جدائی — فنا ہونا یقینی۔ اصل میں یہی اہم ہے کہ موت یقینی ہے۔ جب تیز دھار کے تلے سر رکھا جاتا ہے اور سر کے عین اوپر اس کے اترنے کی سرسراہٹ ہوتی ہے، یہ لمحہ، خاص یہی چوتھائی سیکنڈ انتہائی خوفناک ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے؟ یہ صرف میرا وہم نہیں، بلکہ اور بہت لوگ یہی کہتے تھے۔ یہ بات میرے دماغ میں اس قدر بیٹھ گئی ہے کہ آپ کو بےلاگ اپنی رائے بتاتا ہوں۔ قتل کے جرم میں قتل کرنا ایسی سنگین سزا ہے جو خود جرم سے بڑھ کر مجرمانہ ہے۔ عدالت سے سزائے موت دیا جانا کسی قاتل کے ہاتھوں مرنے سے کہیں زیادہ خوفناک ہے۔ کسی شخص کو جب ڈاکو قتل کرتے ہیں تو رات گئے اندھیرے میں، جنگل میں یا کسی اور طرح حملہ کرتے ہیں۔ زخم کھا کر بھی آس لگی رہتی ہے کہ شاید جان بچ جائے، جان نکلنے تک زندگی کی امید باقی رہتی ہے۔ ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ آدمی کا گلا کٹ چکا، پھر بھی بچنے کی آس رکھتا ہے، یا بھاگنے لگتا ہے

یا منت سماجت کئے جاتا ہے۔ یہ جو امید کی آخری رمق ہے، جس کے ساتھ مرنا دس گنا آسان ہو جاتا ہے، اسی کو موت کا یقینی ہونا چھین لیتا ہے۔ سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ اب جان کی امان کہیں نہیں۔ کوئی مفر نہیں۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر عذاب، اس سے زیادہ کرب اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ فوجی کو میدان جنگ میں لے جائیے، توپ کے سامنے کھڑا کر دیجئے۔ اور اس پر توپ داغ دیجئے، تب بھی جوان کو کچھ نہ کچھ آس رہتی ہے، لیکن اسی کو سزائے موت سنائیے، یقینی موت۔ اور وہ ہوش و حواس کھو بیٹھے گا، رو پڑے گا۔ کون کہتا ہے کہ انسان سخت جان ہے، وہ اس ستم کو حواس کھوئے بغیر سہار سکتا ہے؟ اس بد سلوکی، بیہودگی، فضول اور عبث فعل کی ضرورت کیا ہے؟ ممکن ہے کوئی ایسا آدمی ہو جسے پہلے تو سزائے موت سنائی گئی، تڑپنے کی مہلت دی گئی اور پھر حکم صادر ہوا 'جا، تجھے آزاد کیا!'، ایسا ہی کوئی شخص بتا سکتا ہے شاید کہ کیا گزر جاتی ہے۔ اس عذاب اور ایسے کرب کے بارے میں حضرت عیسی فرما گئے ہیں۔ نہیں، انسان کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں ہونا چاہئے۔''

اگرچہ اردلی اس بات کو پرنس کی سی خوبی کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا تھا اور وہ من و عن سمجھا بھی نہیں، پھر بھی اصل نکتہ سمجھ میں آ گیا کیوں کہ دکھائی دے رہا تھا کہ پسیج گیا ہے۔

''اگر ایسے ہی بہت جی چاہ رہا ہو آپ کا پائپ سلگانے کو''، اس کے منہ سے بالآخر نکلا ''تو خیر، پی لیجئے، لیکن اتنا خیال رہے کہ ذرا جلدی سے۔ کیوں کہ ممکن ہے، اندر سے بلاوا آ جائے اور آپ موجود ہی نہ ہوں۔ ادھر، زینے کے نیچے دروازہ دیکھتے ہیں آپ؟ اس دروازے میں چلے جائیے، داہنے ہاتھ پر چھوٹی سی جگہ ہے: وہاں دھواں کر سکتے ہیں لیکن کھڑکی کا آدھا پٹ کھلا رکھئے، اجازت نہیں ہے یہاں اس کی۔''

پرنس کو، بہرحال، اس کی مہلت نہیں ملی۔ پیش دالان میں اچانک ایک نوجوان شخص ہاتھوں میں کاغذات لئے داخل ہوا۔ اردلی ادب سے اس کا پوستینی کوٹ اتارنے لگا۔ نوجوان نے اچٹتی نظر پرنس پر ڈالی۔

''گوریلا اردالیونچ،، اردلی نے رازدارانہ اور گویا اپنے پن کے ساتھ بتایا ''ان صاحب کا بیان ہے کہ یہ پرنس میشکن ہیں اور بیگم صاحبہ کے رشتہ‌دار ہوتے ہیں۔ باہر ملک سے، ریل سے آکر اترے ہیں۔ سامان کی گٹھری خود لئے ہوئے ہیں، صرف...،،

آگے کیا کہا، پرنس نہیں سن سکا کیونکہ اردلی سرگوشی کے لہجے میں کچھ بتا رہا تھا۔ گاوریلا اردالیونچ نے توجہ سے پوری بات سنی اور پرنس کو نظروں سے ٹٹولتے ہوئے۔ بالآخر اس نے سننا بند کیا اور جھٹ سے پرنس کی طرف بڑھا۔

''آپ ہی پرنس میشکن ہیں؟،، اس نے انتہائی دلجوئی اور تہذیب کے ساتھ دریافت کیا۔ یہ بہت وجیہ جوان تھا، عمر ہوگی کوئی ۲۸ سال۔ چھریرا بدن، سنہرے بال، میانہ قد، چھوٹی سی نپولین طرز کی ڈاڑھی، ذہین اور نہایت دلفریب ناک نقشہ۔ صرف ایک مسکراہٹ تھی، جو اپنی تمام تر دلنوازی کے باوجود ذرا زیادہ ہی نازک تھی۔ مسکراتے وقت جو دانت جھانکتے تھے وہ موتیوں کی طرح بےحد چمکیلے اور ہموار نظر آتے تھے۔ آنکھوں سے اگرچہ خوش مزاجی اور ظاہرا نیک دلی بھی ٹپکتی تھی، تاہم ایک جگہ گڑنےوالی اور کریدنےوالی کوئی بات ان نظروں میں ضرور تھی۔

دیکھتے ہی پرنس کو آپ سے آپ محسوس ہوا کہ یہ صاحب اکیلے میں ایسے ہرگز نہیں دیکھتے ہوں گے، ممکن ہے کہ کبھی ہنستے بھی نہ ہوں۔

پرنس نے جلدی میں جتنا کچھ کہہ سکتا تھا بیان کر دیا، تقریباً وہی جو ذرا دیر پہلے اردلی کو سنا چکا تھا، اور اس سے بھی پہلے رگوژین کو۔ گاوریلا اردالیونچ اس دوران دماغ پر زور دے کر کچھ یاد کرتا رہا۔

''آپ ہی ہیں نا، جنھوں نے کوئی ایک سال ہوا بلکہ ابھی سال بھر نہیں ہوا کہ خط لکھا تھا غالباً سوئٹزرلینڈ سے بیگم صاحبہ کے نام؟،،

''جی ہاں۔ بالکل درست!،،

''پھر — آپ کو تو یہاں جانتے ہیں، یاد بھی ضرور ہوگا۔ جنرل صاحب سے ملنے آئے ہیں نا؟ میں ابھی جا کر اطلاع کرتا ہوں۔ انھیں ابھی فرصت ہو جائےگی۔ مگر آپ... یہاں، بہتر ہوتا کہ

ملاقات کے کمرے میں تشریف رکھتے۔ یہاں کیوں ہیں یہ صاحب؟،، اس نے درشت لہجے میں اردلی کی طرف رخ کیا۔

''میں نے تو پہلے ہی کہا تھا نا کہ وہ خود راضی نہ ہوئے۔،،

اتنے میں دفتری کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی فوجی افسر، ھاتھ میں بیگ سنبھالے، زور زور سے بولتا ہوا، رخصتی انداز میں گردن جھکاتا برآمد ہوا۔

''گانیا، ارے تم موجود ہو؟،، کمرے کے اندر سے پکار بلند ہوئی۔ ''فوراً چلے آؤ!،،

گاوریلا اردالیونچ نے سر خم کرکے پرنس سے اجازت لی اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

کوئی دو منٹ بعد پھر دروازہ کھلا اور گاوریلا کی کھنکھناتی اور خوش آمدید کہتی ہوئی آواز سنائی دی:

''پرنس صاحب، تشریف لائیے!،،

۳

جنرل صاحب ایوان پیانچین کرسی سے کھڑے ہو گئے، غیرمعمولی استعجاب سے پرنس کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا بلکہ دو قدم آگے بڑھ کر پاس بلالیا۔ پرنس نے قریب پہنچ کر اپنا تعارف کرایا۔

''تو فرمائیے، کیا خدمت کر سکتا ہوں؟،،

''مجھے کوئی فوری کام تو ہے نہیں۔ میری حاضری کی غرض صرف اسی قدر تھی کہ آپ سے نیاز حاصل کرلوں۔ ناوقت آپہنچا، معاف کیجئے، مجھے آپ کے اوقات کا علم نہیں تھا... ابھی گاڑی سے اتر کر سیدھا چلا آیا ہوں... سوئٹزرلینڈ سے واپسی ہوئی...،،

جنرل نے سنا، ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کچھ سوچا مگر زبان پر لانے سے ھچکچائے۔ پھر سوچ میں پڑے، آنکھیں جھپکائیں، گھمائیں، اپنے نووارد مہمان کو سر سے پاؤں تک پھر ایک بار دیکھا اور جلدی سے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، خود ذرا ہٹ کر پرنس کے برابر ہی بیٹھ گئے اور کسی بات پر متفکر

ہو کر پرنس کی طرف رخ کرلیا۔ اتنے وقت گانیا کمرے کے ایک کونے میں، میز کے پاس کاغذات لگانے میں مصروف رہا۔

''جہاں تک جان پہچان کرنے کا تعلق ہے، اس کی فرصت تو کم ہی ملتی ہے،، جنرل صاحب بولے ''لیکن چونکہ آپ بہرحال بے وجہ نہیں آئے، کوئی مقصد ہے تو...،،

''مجھے پہلے ہی سے اندیشہ تھا،، پرنس نے بات کاٹی ''کہ آپ کو میری اس آمد میں کوئی نہ کوئی خاص غرض نظر آئے گی۔ جی نہیں، خدا گواہ کہ ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے سوا مجھے آپ سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ،،

''ملاقات کی خوشی تو مجھے بے انتہا ہوئی۔ لیکن صرف تفریح یا دل بہلاوے سے تو بات بنتی نہیں۔ کبھی دنیاداری کے معاملات کو بھی دیکھنا پڑتا ہے... اسی ضمن میں یہ بھی جتا دوں کہ اب تک تو مجھے کوئی ایسی بات نظر آئی نہیں جو ہمارے درمیان مشترک ہو — یعنی وجہ ملاقات بنے...،،

''بے شک، بجا فرمایا ایسی کوئی وجہ نہیں۔ مشترک تو یونہی برائے نام ہوگی۔ رہا یہ کہ میں پرنس میشکن ہوں اور آپ کی بیگم صاحبہ بھی میشکن والوں میں سے ہیں تو یہ کوئی وجہ نہ ہوئی۔ میں یہ خوب سمجھتا ہوں۔ تاہم فی الحال یہی ایک بہانہ تھا ملنے کا۔ چار سال سے کچھ زائد میں ملک سے باہر رہا، جب یہاں سے گیا تھا، تب بھی حالت یہ تھی کہ دماغ ماؤف۔ تب بھی مجھے کچھ معلوم نہ تھا اور اب تو بالکل ہی لا علم ہوں۔ اچھے لوگوں کا ضرورت مند ہوں۔ سردست ایک کام بھی درپیش ہے اور نہیں معلوم کہ کہاں سے سلسلہ شروع کیا جائے۔ جن دنوں برلن میں تھا تو سوچا کرتا تھا کہ 'یہ لوگ تقریباً اپنے عزیز ہیں، انھی سے ابتدا کروں۔ ممکن ہے بات بن جائے، وہ میرے کام آئیں، میں ان کے — اگر اچھے لوگ نکلے تو'۔ سن رکھا تھا کہ آپ کا شمار اچھے لوگوں میں ہوتا ہے۔،،

''آپ کا بہت شکریہ،، جنرل صاحب کسی قدر تعجب سے بولے ''اجازت ہو تو دریافت کروں کہ آپ ٹھیرے کہاں ہیں؟،،

''ابھی تو کہیں قیام نہیں کیا۔،،

''تو یوں کہئے کہ آپ سیدھے ریلوے اسٹیشن سے یہیں آ رہے ہیں؟ سامان ساتھ ہے؟،،

''سامان میرا کچھ نہیں۔ لے دے کر چھوٹی سی گٹھری ہے جس میں اندر پہننے کے کپڑے ہیں۔ عام طور سے خود ہی اٹھائے رہتا ہوں۔ شام تک کسی ہوٹل میں کمرے کا بندوبست کرلوں گا۔،،

''اب بھی آپ کا ارادہ ہوٹل میں کمرہ لینے کا ہے؟،،

''جی ہاں — یقیناً۔ ،،

''آپ کے لفظوں سے تو میں یہ سمجھا تھا کہ آپ سیدھے ہمارے یہاں آئے ہیں۔ یہیں قیام ہوگا۔ ،،

''ممکن تھا، مگر آپ کی دعوت کے بغیر نہیں۔ صاف مان لوں کہ آپ دعوت دیتے تب بھی مہمان بن کر رہنے کا ارادہ نہیں تھا۔ وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ طبیعت ہی ایسی پائی ہے۔،،

''مطلب یہ کہ میں نے آپ کو دعوت نہیں دی اور اب بھی نہیں کہتا — تو ٹھیک ہوا۔ معاف کیجئے گا، پرنس، یہ معاملہ ایک بار ہم صاف کرلیں: جہاں تک ہمارے آپ کے درمیان عزیزداری کا تعلق ہے تو ہم طے کرتے ہیں کہ اس کا ذکر زبان پر کبھی نہیں لائیں گے۔ اگرچہ آپ کا رشتہ‌دار ہونا میرے لئے فخروعزت کی بات ہے — لیکن، مطلب یہ کہ...،،

''مطلب یہ کہ میں اٹھوں اور یہاں سے چل دوں؟،، پرنس کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اٹھتے وقت اس کے لبوں پر کچھ مسکراہٹ سی پھیل گئی تھی حالانکہ وہ اپنے موجودہ حالات کی دشواریوں سے خوب واقف ہوگا۔ ''خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں جنرل صاحب، اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ عملی طور پر مجھے نہ یہاں کے حالات کا علم ہے، نہ آداب کا، نہ یہ کہ یہاں کا طرز زندگی کیا ہے، پھر بھی ہوا بالکل وہی جو میں نے قیاس کر رکھا تھا — قطعی یہی میرا اندازہ تھا کہ یہ صورت ہمارے درمیان پیش آئے گی جو ابھی پیش آئی ہے۔ خیر، کوئی بات نہیں، ایسا ہی شاید ہونا بھی چاہئے۔ تبھی تو میرے خط کا جواب آپ کی طرف سے نہیں گیا... بہرحال جو ہونا تھا ہوا، اب اجازت دیجئے اور گستاخی معاف کیجئے گا کہ ناوقت زحمت دی۔،،

عین اس منٹ پرنس کی آنکھوں سے ایسی شرافت اور خوش دلی

ٹپک رہی تھی، اس کی مسکراہٹ ایسی بےداغ تھی، کسی بھی طرح کی درپردہ ناگواری کے اثر سے مطلق پاک صاف، کہ جنرل صاحب ٹھٹک کر رہ گئے اور اپنے مہمان کو بالکل دوسرے انداز سے دیکھنے لگے۔ لمحہ بھر میں کچھ سے کچھ ہو گیا۔

''معلوم ہے آپ کو پرنس،، جنرل نے قطعی بدلی ہوئی آواز میں کہا ''میں تو آپ کے بارے میں باخبر ہوں نہیں۔ البتہ میری بیوی ایلیزاویتا پروکوفیونا شاید اپنے ہم‌نام والے سے ملنا چاہیں... ذرا ٹھیر جائیے، اگر آپ چاہیں تو — دیکھئے، آپ کو کہیں کی جلدی تو نہیں؟،،

''جی ہاں، مجھے کیا جلدی ہے! وقت میرے اختیار میں ہے،، (پرنس نے وہیں کے وہیں اپنا گول فیلٹ ہیٹ میز پر رکھ دیا) ''صاف اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ہوبہو اسی طرح قیاس کیا تھا کہ ممکن ہے ایلیزاویتا صاحبہ کو خیال آجائے کہ میں نے انہیں خط لکھا تھا۔ ابھی ذرا دیر پہلے، جب آپ تک پہنچنے کے انتظار میں باہر ٹھیرا تھا تو آپ کے خدمتگار کو شبہ ہوا، وہ سمجھا کہ کہیں میں بھی کچھ امداد مانگنے تو نہیں آیا ہوں۔ میں نے یہ بات نوٹ کی اور لازمی ہے کہ اس سلسلے میں آپ کی طرف سے اردلی کو خاص ہدایات ہوں‌گی۔ مگر میں، سچ مانئے گا کہ اس غرض سے آیا ہی نہیں، بلکہ صرف اس لئے حاضر ہوا کہ لوگوں سے ملوں، جلوں۔ ایک ہی چیز کھٹک رہی ہے کہ ناوقت آیا اور آپ کا وقت خراب کر دیا۔،،

''تو سنئے، پرنس صاحب!،، جنرل نے پرلطف مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''اگر آپ درحقیقت ایسے ہی ہیں جیسے نظر آتے ہیں تو بہت خوب، آپ سے ملاقات خوشگوار رہےگی۔ دیکھتے ہیں آپ، میں ایک مصروف آدمی ہوں۔ ابھی پھر مجھے بیٹھنا ہے اپنے کاغذوں میں، کاغذات دیکھوں‌گا، دستخط کروں‌گا، ان سے نمٹ کر حضور عالی کی خدمت میں جانا، وہاں سے اپنی ڈیوٹی پر۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یوں ملنے کو تو مجھے لوگوں سے مل کر — مطلب یہ کہ اچھے لوگوں سے مل کر خوشی ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے... مگر ایک بات ضمناً... دل کہتا ہے کہ آپ نہایت تہذیب‌یافتہ آدمی ہیں، اور... بھلا کیا عمر ہوگی آپ کی، پرنس؟،،

3*

''۲۶ سال۔ ''

''اوھو — میں اس سے بہت کم سمجھا تھا۔ ''

''جی ھاں، کہتے ھیں کہ میرے چہرے پر عمر نہیں برستی۔ آپ کے کاموں میں خلل نہ ڈالوں، یہ میں سیکھ لوں گا، عنقریب جان جاؤں گا کیونکہ مجھے خود کسی کا حرج کرنا پسند نہیں۔ اور آخر میں یہ کہ مجھے محسوس ھوتا ھے کہ ھم دیکھنے میں ایک دوسرے سے اتنے مختلف ھیں، بہت وجہوں سے، کہ ھم میں ربط ضبط کے کئی رشتے نکل بھی نہیں سکتے۔ البتہ یہ ھے کہ جو بات ابھی کہی، اس پر خود مجھے میرا ایمان نہیں ھے۔ کیونکہ اکثر و بیشتر نظر تو یہ آتا ھے کہ ربط ضبط کی بنیادیں ھئی نہیں اور وہ ھوتی ھیں، بہت کچھ موجود ھوتی ھیں... یہ صرف تن آسانی ھے لوگوں کی، کہ وہ ایک نظر میں تول کر آدمی کو قسموں میں بانٹ دیتے ھیں اور انھیں کوئی بات نہیں ملتی۔ مگر... خیر، یہ میں نے غیر ضروری، بےلطف گفتگو چھیڑ دی؟ آپ، گویا کہ...''

''دو لفظ اور... یہ بتائیے آپ کے پاس گزر بسر کی کوئی صورت موجود ھے؟ یا اب ارادہ ھے کوئی کام شروع کرنے کا؟ معاف کیجئیے گا، میں نے یوں سوال کر لیا۔ ''

''عنایت ھے آپ کی۔ اس سوال کی قدر ھوئی مجھے اور میں اس کے معنی سمجھتا ھوں۔ فی الحال تو میرے پاس کوئی سروسامان ھے نہیں اور نہ ذریعۂ معاش کی صورت ھے۔ مگر ھاں، اس کی ضرورت تو پڑےگی فوراً۔ رھا نقد رقم کا معاملہ، تو جو روپیہ تھا وہ دوسرے آدمی کا دیا ھوا۔ شنیڈر، میرے پروفیسر نے، میں جن کے زیر علاج تھا اور جن سے تعلیم پا رھا تھا سوئٹزرلینڈ میں، چلتے وقت اپنی طرف سے سفر خرچ دے دیا، مگر دیا تھا نپا تلا اتنا کہ اب میری جیب میں لے دے کر صرف چند کاپک رہ گئے ھیں۔ کام، البتہ مجھے ایک درپیش ھے اور مشوروں کی ضرورت پڑےگی — مگر...''

''کہہ ڈالئے، آپ نے ذریعۂ معاش کی کیا سہیل سوچی ھے فی الوقت؟ کیا کرنے کا ارادہ ھے؟''، جنرل نے دوٹوک سوال کیا۔

''کوئی محنت کا کام کرنا چاھتا ھوں۔ ''

''واہ، آپ تو فلسفی ھیں۔ ضمناً یہ دریافت کراوں کہ اپنے

اندر وہ کونسی قابلیت یا ہنر پاتے ہیں آپ تھوڑی بہت، جس سے روٹی کا بندوبست ہو سکے؟ معاف کیجئے پھر...''

''معافی طلب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں - میں جانوں، نہ کوئی قابلیت ہے مجھ میں نہ کوئی خاص ہنر، بلکہ اور الٹی مشکل یہ کہ بیمار آدمی ہوں- تعلیم بھی قاعدے کی نہیں ملی - اب جہاں تک روٹی کا مسئلہ ہے تو مجھے یوں لگتا ہے کہ...''

جنرل صاحب نے پھر بات کاٹی اور پھر سوال جواب شروع کر دیا - پرنس نے پھر وہی کہہ ڈالا جو پہلے کہہ چکا تھا - گفتگو سے نکلا کہ جنرل نے مرحوم پاولی‌شیف کے بارے میں سن رکھا تھا بلکہ وہ ذاتی طور پر ان سے واقف تھے - پاولی‌شیف کو اس لڑکے کے پال پوس کی کیوں فکر تھی، یہ بات پرنس اپنی زبان پر نہ لاسکا، ممکن ہے اس کی سیدھی سی وجہ والد مرحوم سے ان کے پرانے مراسم تھے - والدین کے انتقال کے بعد پرنس بچپن میں تنہا رہ گیا - اسے گاؤں میں رکھا گیا، وہیں پلا بڑھا کیونکہ صحت کا تقاضا تھا کہ گاؤں کی آب وہوا میں رہے - پاولی‌شیف نے وہاں دیہات میں اپنی کسی بوڑھی رشتہ‌دار کے پاس اسے چھوڑا تھا جس کی وہاں کچھ زمین تھی - شروع میں ایک استانی مقرر کی گئی، پھر ایک اتالیق کے سپرد رہا - پرنس کا بیان تھا کہ اگرچہ اسے اپنی تمام سرگزشت یاد ہے لیکن تسلی بخش طریقے سے وضاحت نہیں کر سکتا کیونکہ کئی ایسی چیزیں ہیں جن کا تال میل سمجھ میں نہیں آتا - بیماری کے بار بار دورے پڑنے کے کارن وہ قریب قریب بالکل ہی احمق ہوکر رہ گیا (پرنس نے ایڈیٹ کا لفظ استعمال کیا) - آگے چل کر اس نے بیان کیا کہ ایک بار پاولی‌شیف کی ملاقات برلن میں سوش پروفیسر شنیڈر سے ہوئی جو خاص اسی قسم کی بیماری کے معالج ہیں اور اپنے وطن سوئٹزرلینڈ میں نرسنگ‌ہوم چلاتے ہیں - یہ مقام ہے Canton of Wallis - طریق علاج میں وہ ٹھنڈے پانی اور جمناسٹک سے کام لیتے ہیں اور نہ صرف دماغ کی بےقاعدگی بلکہ دیوانگی کا بھی علاج کیا کرتے ہیں - اسی کے ساتھ وہ مریض کی ذہنی ترقی کا بھی خیال رکھتے ہیں اور اس کی تعلیم بھی دیتے ہیں - پاولی‌شیف نے پرنس کو تقریباً پانچ سال پہلے سوئٹزرلینڈ، پروفیسر کے پاس روانہ کیا اور دو سال ہوئے ہیں کہ وہ انتقال

کر گئے۔ اچانک آنکھ بند ہوئی، کوئی انتظام کرنے کی مہلت بھی نہ ملی۔ تب شنیڈر نے اسے اپنے خرچے پر وہاں رکھا، علاج کرتے رہے اور دو سال تک۔ اگرچہ علاج پورا نہیں ہو سکا، پھر بھی افاقہ بہت ہو گیا۔ بعد میں خود مریض کی اپنی مرضی سے اور ایک خاص صورت حال پیش آجانے کی وجہ سے پروفیسر نے اسے اب روس روانہ کر دیا ہے۔

جنرل نے سنا اور تعجب میں رہ گیا۔

''تو کیا روس میں آپ کا کوئی نہیں؟ قطعی کوئی نہیں؟''

''اب کوئی نہیں۔ تاہم کچھ امید ہوئی ہے... ایک خط یہاں سے گیا تھا...''

''کم از کم یہی سہی'' جنرل نے کہنے کی جلدی میں خط کا لفظ تک نہیں سنا ''آپ نے کوئی نہ کوئی علم تو حاصل کیا ہوگا؟ آپ کا مرض رکاوٹ تو نہیں بنے گا آپ کی ملازمت میں، اگر مثال کے طور پر کوئی ہلکی سی ملازمت مل جائے تو؟''

''اوہ، غالباً نہیں۔ جہاں تک ملازمت کا تعلق ہے، میں خود بھی اسی کا آرزومند ہوں کیونکہ میرا بھی دل چاہتا ہے، دیکھوں تو سہی، کس کام کا اہل ہوں۔ ان چار برسوں میں تعلیم مستقل جاری رہی۔ اگرچہ یہ ہے کہ باضابطہ تعلیم نہیں تھی لیکن پروفیسر کے سسٹم کے مطابق ضرور تھی اور اس دوران بہت سی روسی کتابیں میں نے پڑھ ڈالیں۔''

''روسی کتابیں؟ مطلب یہ کہ زبان کا خاصا علم ہو گیا اور اب غلطیاں کئے بغیر لکھ سکتے ہیں؟''

''جی ہاں، اچھی طرح۔''

''بہت خوب، اور آپ کا خط؟''

''خط بہت عمدہ ہے۔ اس معاملے میں البتہ قدرتی صلاحیت ملی ہے، خوش نویسوں کی طرح لکھتا ہوں۔ کچھ دیجئے مجھے، ابھی لکھ کر دکھاتا ہوں نمونے کے طور پر'' پرنس نے کسی قدر جوش سے کہا۔

''ہاں، اچھا ہے، عنایت کیجئے! بلکہ اس کی ضرورت بھی ہے... آپ کی یہ آمادگی کی ادا مجھے پسند آئی۔ پرنس صاحب، حقیقت یہ ہے کہ آپ خوبیوں کے آدمی ہیں۔''

''آپ کے ھاں، اس کمرے میں اسٹیشنری اس قدر نفیس ہے، کتنی ساری پنسلیں ھیں! کتنے سارے قلم، کیا دبیز، عمدہ کاغذ ہے... اور خود یہ کمرہ کس قدر نفیس ہے! یہ جو قدرتی منظر کی تصویر لگی ہے میں اسے جانتا ھوں، سوئٹزرلینڈ کا منظر ہے۔ یقین ہے کہ مصور نے اصل منظر سامنے رکھ کر تصویر بنائی ہے... اور ھونہو، یہ جگہ میری دیکھی ھوئی ہے۔ یہ کینٹن اوری کا منظر ہے...''

''عین ممکن ہے، اگرچہ تصویر یہاں کی خرید ہے۔ گانیا، ذرا پرنس کو کاغذ دینا۔ یہ لیجئے قلم ہے کاغذ ہے۔ اس چھوٹی میز پر آجائیے براہ کرم۔ یہ کیا ہے؟'' جنرل صاحب گانیا سے مخاطب ھوئے جس نے اس درمیان میں اپنے بیگ کے اندر سے بڑے سائز کا ایک فوٹو پورٹریٹ نکالا اور وہ جنرل کی طرف بڑھا دیا ''ھو — نستاسیا فلی‌پوونا؟ یہ اس نے خود تم کو بھیجا ہے، یہ اپنا فوٹو، بذات خود تم کو؟'' ذرا چمک کر اور نہایت دریافت طلب انداز میں انھوں نے گانیا پر سوال کی بوچھار کر دی۔

''ابھی، جب میں مبارکباد دینے گیا تھا تو اس نے مجھ کو یہ فوٹو دیا۔ بہت پہلے کبھی مانگا تھا میں نے۔ معلوم نہیں، کہیں یہ ادھر سے طعنہ تو نہیں ہے اس بات کا کہ میں ایسے دن مبارکباد دینے پہنچا — وہ بھی خالی ھاتھ بغیر کسی تحفے کے؟'' گانیا نے بات پوری کی اور پھیکی ھنسی ھنسا۔

''نہیں — نہیں'' جنرل صاحب پورے وثوق سے بولے ''واقعی، تمھیں بھی کیسے کیسے خیال آتے ھیں! بھلا وہ اور طعنہ پھینکے‌گی؟.. وہ اتنی خود غرض ہے بھی نہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ آخر تم تحفہ دیتے بھی تو کیا دیتے؟ وھاں تو ھزاروں روپیے کا کھیل ہے! صرف پورٹریٹ ھی دے آتے! ھاں، اتفاق سے، اس نے کہیں تمھارا پورٹریٹ تو نہیں مانگ لیا؟''

''جی نہیں — ابھی تک تو ایسا اتفاق نہیں ھوا؛ شاید کبھی ھوگا بھی نہیں۔ ایوان فیودرووچ صاحب، آپ کو خیال ہے نا کہ آج شام دعوت ہے۔ آپ کو تو خاص طور سے بلاوا آیا ہے؟''

''یاد ہے، یاد ہے۔ ضرور جانا ہے۔ سالگرہ کا موقع، پچیسویں سالگرہ! ھوں — معلوم ہے گانیا، ایک راز کی بات کہوں؟ تیار ھو

جاؤ سننے کےلئے۔ افاناسی ایوانووچ سے اور مجھ سے اس نے وعدہ کر رکھا ہے کہ آج اپنے یہاں شام کو حرف آخر بتادےگی۔ ہاں یا نا کا فیصلہ آج دیکھ لینا تم۔ سمجھے؟''

گانیا کے چہرے پر یہ سنتے ہی ہوائیاں اڑنے لگیں۔ وہ بےتاب ہو گیا۔

''اس نے کیا واقعی یوں کہا ہے؟'' گانیا نے پوچھا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔

''آج تیسرا دن ہے جب اس نے کہا تھا۔ ہم دونوں ایسے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ تنگ آ کر وعدہ کرلیا۔ البتہ یہ تاکید کی تھی کہ وقت سے پہلے تمھارے کان تک یہ بات نہ پہنچنے پائے۔''

جنرل صاحب گانیا کو ایک ٹک تکے جا رہے تھے۔ اس کی پریشانی کھلے طور سے انہیں ناگوار تھی۔

''ایک بات ذہن میں رکھئے جنرل صاحب'' گانیا نے بےقراری سے ذرا جھجکتے ہوئے کہا ''اس نے تب تک مجھے فیصلے کی پوری آزادی دے رکھی ہے جب تک خود معاملات ٹھکانے نہ لگا دے اور اس کے بعد بھی میری بات رائگاں نہیں جانےوالی...''

''اوھو... تم... ارے یہ ہو تم...'' جنرل صاحب ایک دم سہم سے گئے۔

''میں کیا، میں اس میں کچھ نہیں۔''

''براہ کرم، اتنا تو بتا دو کہ تمھاری نیت کیا ہے؟''

''میں پیچھے نہیں ہٹنےوالا۔ شاید میں اظہار کا صحیح پیرایہ نہیں اختیار کر سکا۔''

''بڑے آئے پیچھے ہٹنےوالے!'' جھلاہٹ میں جنرل کے منہ سے نکلا۔ اب وہ اپنی جھلاہٹ دبانا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ''تو برادر معاملہ اب یہ نہیں رہا کہ تم انکار نہیں کرنےوالے، بلکہ اب یوں ہے کہ تم کہاں تک تیار ہو، تمھارے دل کا چین، تمھاری وہ خوشی جس سے تم اس کی ہاں قبول کروگے... اچھا، یہ تو بتاؤ، تمھارے گھر میں کیا گزر رہی ہے؟''

''گھر میں کیا گزرتی! گھر میری مرضی پر چلتا ہے۔ صرف ایک والد بزرگوار ہیں — حسب معمول حماقت کئے جا رہے ہیں۔

دیکھئے نا، بالکل حد سے گزر چکے ہیں بیہودگی میں۔ میں اب ان سے بات بھی نہیں کرتا تاہم قابو سے باہر بھی نہیں جانے دیتا۔ اور سچ یہ ہے کہ اگر والدہ کا واسطہ نہ ہوتا تو بڑے میاں کو دروازہ دکھا دیتا۔ ماں ہیں کہ برابر آنسو بہائے جاتی ہیں، بہن طیش کھاتی ہے۔ تنگ آ کر میں نے آخر میں کہہ دیا کہ میں اپنی تقدیر کا مالک آپ ہوں۔ اور گھر میں وہ ہوگا جو میں چاہوں۔ بہن کو میں نے صاف صاف جتا دیا ماں کے منہ پر۔''

''اور میں تو، برادر، اب تک سمجھ ہی نہیں پایا،'' پیچ و تاب کھاتے ہوئے، جنرل نے دونوں ہاتھ پٹک کر اور کاندھے جھٹک کر کہا۔ ''تمھاری والدہ نینا الیکساندرو‌ونا جو اس دن یہاں آئی تھیں، یاد ہے تم کو؟ 'ہائے وائے!'، میں نے پوچھا 'کیا ہو گیا؟'، تو پتہ چلا کہ ان لوگوں کو یہاں بدنامی ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ دریافت کیا کہ فرمائیے تو آخر اس میں کونسی بدنامی کی بات ہے؟ کس کی مجال ہے کہ نستاسیا فلی‌پوونا پر انگلی اٹھائے یا کوئی برا لفظ کہہ جائے؟ بس یہی نا کہ وہ توتسکی کے ساتھ رہ چکی ہے۔ یہ بالکل بکواس ہے، جن حالات میں وہ تھی انھیں نظر میں رکھتے ہوئے! کہنے لگیں کہ 'آپ خود اپنی بیٹیوں سے اسے ملنے نہیں دیں گے؟'، بس، میں قائل ہو گیا، آگے کیا کہتا۔ کیا بات ہے نینا الیکساندرو‌ونا کی! وہ کیسے یہ بات نہیں سمجھتی، کیسے نہیں سمجھتی...''

''اپنی صورت‌حال کو؟'' گانیا نے اقمہ دیا یہ دیکھ کر کہ جنرل الجھ گئے ہیں۔ ''وہ خود ہی خوب سمجھتی ہیں۔ آپ ان پر ناراض نہ ہوں۔ میں نے تبھی ان کو سمجھایا تھا کہ دوسرے کے معاملے میں ٹانگ نہ اڑائیں۔ بہرحال گھر میں اس وقت تک معاملہ ٹھنڈا ہے، اور وہیں اٹکا ہوا ہے جب تک آخری لفظ منہ سے نہیں نکلتا۔ ادھر وہ نکلا اور ادھر طوفان پھٹ پڑے گا۔ اگر آج اس کی نوبت آ گئی تو بس آج ہی سب کچھ فیصل ہوجائے گا۔''

پرنس اپنی خوش خطی کی آزمائش میں مصروف یہ دوطرفہ گفتگو سنتا رہا۔ لکھ چکا تو میز کے پاس پہنچا اور اپنا کاغذ جنرل صاحب کے سامنے رکھ دیا۔

''تو، یہ ہے نستاسیا فلی‌پوونا؟'' عورت کے فوٹوگراف کو

غوروتجسس سے دیکھتے ہوئے پرنس کے لبوں پر یہ جملہ آگیا۔
''حیرت انگیز حسینہ ہے!،، اس نے فوراً جوش میں آکر کہا۔
پورٹریٹ میں واقعی ایک ایسی عورت کا جلوہ تھا جو غیرمعمولی حسن کی مالک تھی۔ سیاہ ریشمی لباس میں تصویر کھینچی گئی تھی۔ لباس انتہائی سادہ اور نفیس وضع کا۔ زلفیں دیکھنے میں گھرے رنگ کی، دھنی ہوئی سی — جنھیں یوں ہی سادگی سے، گھریلوپن سے سنوارا گیا تھا۔ آنکھیں سیاہی مائل اور گھری، پیشانی محو خیال۔ چہرے پر جذباتی شدت کا اور غرور حسن کا رنگ۔ فوٹو میں اس کا چہرہ ذرا ستا ہوا اور شاید پھیکا سا لگ رہا تھا... گانیا اور جنرل نے سخت حیرت سے پرنس کی صورت دیکھی۔

''کیا کہا — نستاسیا فلی‌پوونا! تو مطلب یہ کہ آپ اس سے بھی واقف ہیں؟،، جنرل نے سوال کیا۔

''جی ہاں۔ ابھی روس آئے ہوئے چوبیس گھنٹے گزرے ہیں اور ابھی سے ایسی حسینہ کو بھی جان گیا،، پرنس نے جواب دیا اور فوراً رگوژین سے اپنی سفر کی ملاقات کا حال اور اس کا ماجرا سنا ڈالا۔

''لیجئے، یہ ایک اور تازہ خبر!،، جنرل نے ساری داستان بڑی توجہ سے سنی تو انھیں پھر بےچینی لگ گئی۔ نظروں سے بھانپنا چاہا کہ گانیا پر کیا گزر رہی ہے۔

''یقیناً یہ ایک بیہودہ حرکت ہے،، گانیا، جو خود بھی ذرا گڑبڑا گیا تھا، بےاختیار بڑبڑایا۔ ''بیوپاری کے بیٹے کو عیش کی سوجھی ہے۔ میں اس کے بارے میں پہلے کچھ سن چکا ہوں۔،،

''ہاں، برادر، میرے کان میں بھی بھنک پڑی تھی،، جنرل نے گانیا کو سہارا دیا۔ ''تبھی جب یہ کانوں کے بندےوالا واقعہ ہوا، نستاسیا فلی‌پوونا نے سارا لطیفہ ہمیں سنایا تھا۔ مگر اب یہ مذاق نہیں رہا۔ شاید یہاں تو اب دس لاکھ کی رقم بیٹھی ہوئی ہے... اور پھر جوش جوانی دیوانی مان لیا۔ مگر ہے تو جنون ہی۔ ظاہر بات ہے کہ ایسے جنونی اگر کرنے پر آجائیں تو مدھوشی میں جانے کیا کر گزریں! کہیں ایسا نہ ہو کہ ہنسی میں کھنسی ہو جائے!،، جنرل نے فکر میں مبتلا ہوکر انجام جتایا۔

''آپ دس لاکھ کے نام سے ڈر گئے؟،، گانیا نے مسکراتے ہوئے چھیڑا۔

''تمھیں تو کوئی خوف نہیں، جیسے!،،

''آپ کو کیسا معلوم ہوا پرنس؟،، گانیا نے ایک دم پرنس کی طرف رخ کیا ''یہ کوئی سنجیدہ قسم کا آدمی ہے یا بس، یونھی، لفنگا سا؟ خاص اپنی رائے بتائیے!،،

گانیا نے جب یہ دوٹوک سوال پیش کیا، اس کے اندر کوئی خاص ھلچل ہو رہی تھی۔ ضرور کوئی اچھوتا اور بڑا ھی نرالا خیال سوجھا تھا جس کی بیقرار چمک آنکھوں میں اتر آئی تھی۔ جنرل صاحب اگرچہ خلوص اور سادگی کے ساتھ بیقرار ہو رہے تھے، انھوں نے بھی پرنس کو ترچھی نظروں سے دیکھنا شروع کیا، حالانکہ پرنس کے جواب سے وہ بہت توقع وابستہ نہیں کر رہے تھے۔

''معلوم نہیں مجھے کیا جواب دینا چاہئے،، پرنس نے کہنا شروع کیا ''مجھے تو ایسا معلوم ہوا کہ اس شخص میں جوش بہت ہے۔ ممکن ہے دیوانگی کی حد تک ہو۔ وہ خود بالکل بیمار سا لگتا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ پیترسبورگ میں وارد ہوتے ھی پھر اس چکر میں پڑ جائے، خاص کر اگر اس پر ہوس سوار ہو گئی تو۔ ،،

''یہ بات؟ تو آپ کو ایسا لگا؟،، جنرل کو یہ خیال کھٹکا۔

''جی ھاں — ایسا۔ ،،

''تب تو یوں ہے کہ اس ڈھب کے جو فتنے برپا ہونےوالے ھیں، ان میں اب چند روز کی بھی دیر نہیں لگنےوالی، بلکہ وہ آج ھی شام کو، بلکہ رات ہونے سے پہلے ھی اٹھ سکتے ھیں،، گانیا نے جنرل کی طرف زہرخند پھینکا۔

''ہونھ!.. ھاں، قطعی۔ صرف یہ دیکھنا ہے کہ اس لڑکی کے دماغ میں کیا سماتی ہے؟،، جنرل نے کہا۔

''آپ تو جانتے ھیں کہ بعض اوقات اسے کیا ہو جاتا ہے؟،،

''کیا ہو جاتا ہے اسے؟،، جنرل انتہائی بپھر کر تڑ سے بولا۔ ''سنو، گانیا، آج تم اس کی کسی بات کی کاٹ نہ کرنا، اور کوشش کرنا کہ، اب تم سے کیا کہوں، سمجھتے تو ہو، کوشش یہ کرنا... مختصر لفظوں میں کہ بات بنی رہے... ہونھ! یہ منہ کیسا بنا رہے

ہو تم؟ سنو، گاوریلا اردالیونچ، یہی وقت ہے، لمحہ آ گیا ہے کہہ دینے کا کہ آخر ہم لوگ کاہے کی خاطر اپنا سر کھپا رہے ہیں؟ خوب سمجھ لو کہ جہاں تک میرے ذاتی فائدے کا تعلق ہے تو جو کچھ یہاں مہیا ہے وہ میرے لئے بہت کافی ہے۔ پانسہ الٹا پڑے یا سیدھا، معاملے کا تصفیہ میں اپنے حق میں کروں گا۔ ادھر توتسکی اپنی طرف ایک بات طے کر چکا، مطلب یہ کہ میں اس کی طرف سے بالکل نچنت ہوں۔ اب اگر میں کچھ چاہتا ہوں تو وہ محض تمھارے فائدے کے لئے۔ خود سوچو۔ کہیں یوں تو نہیں کہ تمھیں مجھ پر اعتبار نہ رہا ہو؟ بھلے آدمی... تم انسان ہو... انسان ہو، ایک لفظ میں کہوں تو عقلمند انسان ہو۔ مجھے تم پر بڑا تکیہ تھا۔ اور یہ تو، اس معاملے میں تو تم...،،

''یہی تو اصل معاملہ ہے،، گانیا نے جنرل کے منہ کی بات پوری کردی اور گویا مشکل میں پھر ان کے کام آیا۔ گانیا کے ہونٹ نہایت زہریلی مسکراہٹ میں آڑے ترچھے ہو گئے تھے، اور وہ اس کو راز بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے جنرل کی آنکھوں میں اپنی دھکتی ہوئی آنکھیں ڈال دیں شاید اس نیت سے کہ جنرل ان آنکھوں میں اس کے خیالات پڑھ لے۔ جنرل کا چہرہ تمتمانے لگا اور وہ بھڑک اٹھا۔

''ہاں، ہاں، عقل بڑی بات ہے!،، اس نے کٹیلی نگاہ گانیا پر گاڑ کر کہا۔ ''کیا مضحکہ‌خیز آدمی ہو تم بھی! کھری بات تو یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں، تم خوش ہو رہے ہو، اس بیوپاری بچے کی آمد میں تمھیں اپنے بچ نکلنے کی راہ دکھائی دے رہی ہے۔ ہاں، شروعات میں ہی یہاں عقل سے کام لینا تھا۔ یہاں سمجھ لینا ہی چاہئے اور... اور فریقین اس معاملے میں ایمان‌داری اور کھرے‌پن سے کام لیں۔ بات صاف کر دیں۔ نہیں تو... وقت سے پہلے آگاہ کر دیں تاکہ فریق ثانی کی، دوسروں کی پوزیشن نازک نہ ہو جائے۔ خاص کر اس لئے بھی کہ غور کرنے کا وقت بہت پڑا تھا — بلکہ اب بھی، عین اس لمحے بھی کافی وقت ہے،، (جنرل نے بھویں اوپر اٹھائیں جو معنی‌خیز اشارہ تھا) ''کچھ نہیں بگڑا اگرچہ شام ہونے میں صرف چند گھنٹے باقی ہیں... سمجھے، کیا کہہ رہا ہوں؟ صاف بتا دو، چاہتے ہو دل سے، یا نہیں چاہتے؟ اگر تمھاری مرضی

نہیں ہے تو ابھی بتا دو، بڑی عنایت ہوگی۔ گاوریلا صاحب، آپ کو کوئی پکڑے ہوئے نہیں ہے، کوئی آپ کو زبردستی جال میں نہیں پھانس رہا ہے... اگر آپ کو جال نظر آتا ہو تو...‘‘

’’میری مرضی ہے‘‘، گانیا نے آدھ سری آواز میں، لیکن زور دے کر کہا، آنکھیں جھکالیں اور بجھ کر خاموش ہو گیا۔

جنرل نے سنا، انھیں تسلی ہوئی۔ شروع میں وہ گرم ضرور ہوئے تھے لیکن اب معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈے پڑ گئے اور اپنے حد سے گزر جانے پر پشیمان ہیں۔ ایک دم وہ پرنس کی جانب متوجہ ہوئے اور صاف نظر آنے لگا کہ ان کے چہرے پر بےچینی کی لہر آئی اور گئی، انھیں یہ دھڑکا لگا کہ یہاں پرنس موجود تھا اور اس نے سب سن لیا ہے۔ مگر لمحہ بھر میں انھیں اطمینان ہو گیا۔ پرنس پر ایک نظر ڈالتے ہی دل کو قرار آجانا ممکن تھا۔

’’اوھو‘‘، جنرل صاحب پرنس کے دئے ہوئے خوش خطی کے نمونے کو دیکھتے ہی اچھل پڑے ’’کیا ترشے ہوئے نگینے ہیں! اس قدر نایاب نگینے! گانیا، ذرا دیکھنا، کیا فنکاری ہے!‘‘

اعلا درجے کے دبیز کاغذ پر روسی تحریر کے طرز قدیم میں پرنس نے یہ ایک پرانا جملہ لکھ دیا تھا: ’’پیر خانقاہ پافنوتی نے یہاں دستخط ثبت کئے۔‘‘

’’یہی ہے‘‘ پرنس نے انتہائی خوشی اور جذبے سے کاغذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وضاحت کی ’’دیکھئے یہ خاص پیر خانقاہ پافنوتی کے دستخط ہیں جو چودھویں صدی کی ایک کاپی سے نقل کئے ہیں۔ یہ لوگ کیا عالی‌شان دستخط کیا کرتے تھے ہمارے پیر خانقاہ اور بڑے پادری، اور بعض اوقات بڑی نفاست پسندی سے، محنت صرف کر کے! جنرل صاحب، پگودین ایڈیشن تو آپ کے پاس ہوگا نا؟ دیکھئے، یہاں میں نے دوسرے خط میں یہی لکھا ہے: یہ پچھلی صدی کا فرانسیسی طرز تحریر ہے، موٹے موٹے مدور حروف۔ بعض حروف تب دوسری طرح لکھے جاتے تھے۔ اعلان عام‌والا طرز تحریر ہے، جیسا اعلان نویس لکھا کرتے تھے، یہ انھی کے مخطوطات سے لیا گیا ہے (میرے پاس ایک نمونہ تھا)۔ آپ اتفاق کریں گے کہ یہ طرز بھی کوئی خوبی رکھتا ہے۔ یہ مدور D اور A ملاحظہ کیجئے۔ میں نے فرانسیسی خط سے انداز لے کر روسی حرفوں میں

ڈال دیا ہے، بہت مشکل تھا لیکن بہرحال ایک شکل بن گئی۔
دیکھئے گا، ایک اور لاجواب اور اچھوتا طرز تحریر ہے۔ یہ جملہ
ملاحظہ ہو: 'من کی لگن ہر ایک چیز پر غالب آجاتی ہے'۔
یہ روسی طرز ہے، منشیانہ طرز بلکہ آپ چاہیں تو فوجی دفتر انشا
کا طرز کہہ لیں۔ اہم لوگوں کو جو سرکاری مراسلات جاتے تھے،
وہ اس خط میں لکھے ہوتے تھے۔ یہاں بھی حرفوں کے دائرے سے
بنے ہیں، بہت عمدہ سیاھہ۔ یعنی سیاہ روشنائی سے لکھا جاتا تھا،
بہت ہی نفاست کے ساتھ۔ اس طرز میں جو حروف کی گول کشش
ہے، یا یوں کہئے کہ یہ جو کشش دینے اور حرف کو رواں بنانے
کی یا آخر میں، دیکھئے نا، دم سی چھوڑ دینے کی ترکیب ہے، اسے
باقاعدہ خوش نویس ہرگز گوارا نہیں کرتے۔ مگر اب ذرا مکمل
تصویر اس عبارت کی ملاحظہ فرمائیے، اس میں کردار ابھرتا ہے۔
فوجی دفتر انشا کی روح الفاظ کے روپ میں اتر آئی ہے۔ طبیعت
جولانی پر ہے اور ھاتھ میں ہنر ہے، مگر وردی کے کوٹ کا کالر
خوب کسا ہوا ہے، ڈسپلن کی پابندی لکھاوٹ میں بھی جھلک آئی۔
واہ، کیا خوب! کچھ عرصہ ھوا اس کا نمونہ اتفاق سے میرے ھاتھ
لگا، میں حیرت زدہ رہ گیا — ملا بھی کہاں، سوئٹزرلینڈ میں! اور
یہ جو ہے تو بالکل سادہ، معمولی اور خالص انگریزی طرز تحریر
ہے۔ لطافت و نفاست کی یہاں اور گنجائش نہیں۔ موتی سے ٹانک
دئے ہیں۔ خوبی ہی خوبی ہے۔ اس پر تکمیل ہو گئی۔ ایک
اور قسم بھی ہے، پھر فرانسیسی طرز۔ میں نے یہ ایک فرانسیسی،
تجارت پیشہ مسافر سے حاصل کی: ہونے کو یہ بھی انگریزی لکھاوٹ
ہے، لیکن ایک فرق کے ساتھ۔ سیاہ سطر یہاں ذرا زیادہ سیاہ اور
جلی حروف میں آتی ہے۔ سیاہی اور سفیدی کا تناسب یہاں بدلا
ہوا ہے۔ اور دیکھئے آپ، حرفوں کی بیضاوی صورتیں بھی بدل گئی
ہیں، بیضاوی کے بجائے ذرا مدور۔ اور خط شکست کی سی چھوٹ
دے دی گئی ہے۔ یہ بڑی خطرناک چھوٹ ہے! خط شکست کی سی
کشش دینے کو غیرمعمولی ذوق درکار ہے۔ اگر حروف کی مکمل
شکل اور شکست کی روانی میں صحیح تناسب قائم کرنے میں کامیابی
ہو گئی تو پھر اس طرز تحریر کا تو جواب ہی نہیں۔ وہ حسن
ٹپکتا ہے کہ آدمی اس کے عشق میں مبتلا ہو جائے۔ ''

''اوھو، کن کن باریکیوں پر نظر ہے آپ کی،، جنرل صاحب مسکرا دئے ''ہاں، واقعی، میاں، آپ صرف خوش‌نویس نہیں بلکہ فنکار ہیں — کیوں گانیا؟،،

''حیرت‌ناک!،، گانیا نے کہا ''بلکہ آپ کو اپنی اہمیت کا بھی احساس ہے،، جنرل کے بیان کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ چھیڑنے کے انداز میں مسکرا دیا۔

''ہنس لو جتنا ہنسنا چاہو — مگر دیکھنا ترقی کا زینہ ہے اس میں،، جنرل صاحب بولے۔ ''خبر ہے آپ کو پرنس، کس کے نام آپ خط لکھنے پر مامور ہو سکتے ہیں؟ پہلے قدم پر ہی ۳۵ روبل مہینہ تنخواہ تو کہیں گئی نہیں۔ لیجئے، اتنے میں ساڑھے بارہ بج گئے،، گھڑی کو دیکھ کر بات پوری کی۔ ''اب میرے جانے کا وقت ہوا۔ جلدی ہے۔ آج غالباً ہماری آپ کی ملاقات نہ ہو سکے گی۔ ایک منٹ کو ذرا تشریف رکھئے! یہ تو میں آپ پر واضح کر چکا کہ اکثر ملاقات کی فرصت نہیں ہوتی۔ لیکن ہاں، دل سے چاہتا ہوں کہ تھوڑا بہت آپ کے کام آؤں۔ تھوڑا بہت کا مطلب آپ سمجھتے ہیں کہ جو کم سے کم ضروریات ہیں انسان کی، ان میں مدد کردوں، اس کے بعد جیسی آپ کی مرضی۔ کوئی چھوٹی سی ملازمت سرکاری دفتر میں آپ کےلئے نکال لوں‌گا، بھاری کام نہیں بلکہ ایسا جس میں صرف قاعدے کی پابندی ہو۔ اب آگے دیکھیں۔ یہ جو میرے نوجوان دوست، جن سے میں چاہتا ہوں کہ آپ کا تعارف ہو جائے، گاوریلا اردالیونچ ایولگین، ان کے یہاں، ان کی والدہ اور بہن نے اپنے فلیٹ میں دو تین کمرے فرنیچر لگے ہوئے صاف کرائے ہیں، ان کا ارادہ ہے کہ ایسے کرایہ‌دار جن کی معقول سفارش ہو، ان کمروں میں بسا دیں۔ کھانے اور ملازم کی سہولت بھی دی جائےگی۔ اگر میں کسی کا نام بھیجوں تو یقین ہے کہ ان کی والدہ نینا الیکساندروونا اسے منظور کر لیں‌گی۔ آپ کےلئے، پرنس یہ ایک غیبی سہولت ہے کیونکہ اول تو آپ وہاں تنہائی نہیں محسوس کریں گے، یوں کہنا چاہئے کہ ایک خاندان کے درمیان، دیکھ ریکھ میں رہیں گے۔ مجھ سے پوچھئے تو آپ کو شروع شروع میں تنہا نہیں رہنا چاہئے، پیترسبورگ جیسے پائے تخت میں تنہا رہنا مناسب نہیں ہوگا۔ گاوریلا صاحب کی والدہ نینا اور ان کی بہن

واروارا اردالیونوونا، دونوں کی میرے دل میں بہت عزت ہے۔ نینا الیکساندرووونا کے شوہر اردالیون الیکساندرووچ ایک ریٹائرڈ جنرل ہیں - جب میں نے ملازمت شروع کی تو میرا ان کا ساتھ تھا۔ لیکن بعض حالات ایسے پیش آئے کہ میں نے بعد میں تعلقات کا سلسلہ منقطع کر دیا، جس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میرے دل میں ایک طرح سے ان کی وقعت جاتی رہی - آپ سے اس لئے کھول کر ساری بات کہہ رہاہوں تاکہ آپ سمجھ لیں کہ ذاتی طور پر میں نے سفارش کی اور خود ذمہ لیتا ہوں - یہاں خرچ میں کفایت رہےگی اور جو تنخواہ آپ کو ملنےوالی ہے وہ عنقریب اس خرچ کو کفایت کرنے لگےگی - درست ہے کہ آدمی کو جیب خرچ بھی درکار ہوتا ہے، بہت نہ سہی، کچھ نہ کچھ، لیکن اگر آپ برا نہ مانیں تو کہوں پرنس کہ آپ جیب خرچ رکھنے، بلکہ یوں بھی جیب میں رقم رکھنے سے بچئے! آپ کو دیکھ کر یہ بات کہہ رہا ہوں۔ مگر چونکہ فی‌الحال آپ کا بٹوا بالکل ہی خالی ہے، تو اجازت دیجئے کہ ابتدا کے طور پر یہ پچیس روبل پیش کردوں۔ آئندہ حساب کر لیں گے۔ اور اگر آپ اتنے ہی نیک دل اور صاف گو آدمی نکلے جیسے کہ آپ کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے تو روپیے پیسے کے معاملے میں آپ کے ساتھ کوئی الجھاؤ نہیں پڑےگا۔ اگر مجھے آپ سے اتنی دلچسپی ہے تو یہ بےوجہ نہیں، میرا کوئی مقصد ضرور ہے۔ آئندہ آپ پر خود ہی روشن ہو جائےگا۔ دیکھا آپ نے، کتنی سیدھی صاف بات کی آپ سے۔ کیوں گانیا، کیا خیال ہے؟ امید رکھوں کہ پرنس کو اپنے هاں جگہ دینے میں تمھیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟،،

''بلکہ خوشی سے - کیونکہ ماں بھی اس تجویز پر خوش ہوں‌گی،، گانیا نے خوش اخلاقی اور آمادگی سے تصدیق کردی۔

''تمھارے هاں، غالباً ایک کمرہ پہلے ہی جا چکا ہے — کیا نام ان کا، وہ رہتے ہیں‌نا، فرد... فیر...،،

''فردی‌شینکو۔ ،،

''هاں، وہی۔ مجھے یہ تمھارا فردی‌شینکو پسند نہیں۔ چھچھورا سا مسخرا کہیں کا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ نستاسیا فلی‌پوونا نے اسے کیوں سر چڑھا رکھا ہے؟ کیا، سچ‌مچ، وہ اس کا رشتہ‌دار لگتا ہے؟،،

''جی نہیں، یہ سب مذاق ہے۔ رشتہ‌داری تو دور دور نظر نہیں آتی۔''

''لعنت ہو کم‌بخت پر! خیر تو، پرنس آپ بتائیے، سطمئن ہیں اس تجویز سے یا نہیں؟''

''جنرل صاحب، میں آپ کا احسانمند ہوں۔ آپ نے میرے ساتھ انتہائی کرم فرما کا سلوک کیا، خاص طور پر اس صورت میں کہ میں نے اس کی درخواست بھی نہیں کی تھی۔ میں کوئی فخر جتانے کو نہیں کہتا، واقعی مجھے معلوم نہ تھا کہ کہاں سر چھپاؤں۔ سچ بات یہ کہ رگوژین نے اپنے ہاں کا بلاوا دے دیا تھا۔''

''رگوژین؟ نہیں، چھی! میں آپ کو بزرگانہ مشورہ، بلکہ زیادہ پسند خاطر ہو تو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ مسٹر رگوژین کا خیال دل سے نکال دیجئے! اور ہاں عموماً آپ کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ جس خاندان میں رہنے جا رہے ہیں اسی سے بنائے رکھیئے!''

''اگر آپ میرے حال پر ایسے ہی مہربان ہیں تو'' پرنس نے بات چھیڑی ''تو مجھے ایک کام درپیش ہے کہ ایک نوٹس آیا تھا میرے نام...''

''خیر اس وقت تو معاف کیجئے'' جنرل صاحب نے بات کاٹی ''اب منٹوں کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ اندر بیگم صاحبہ لیزاویتا کو آپ کی اطلاع دئے دیتا ہوں: اگر وہ ملنا چاہیں، آپ کو ابھی بلوا لیں تو (میں خود ہی آپ کی طرف سے کہہ لوں‌گا)، میرا مشورہ یہ ہے کہ موقع سے فائدہ اٹھائیے اور خوشگوار اثر چھوڑیے، کیونکہ لیزاویتا بیگم چاہیں تو آپ کے بہت کام آ سکتی ہیں۔ آپ کا خاندانی نام تو ایک ہی ہے۔ اگر وہ اس وقت ملنا نہ چاہیں تو آپ ٹال جائیے، پھر کسی اور وقت۔ اچھا، تو دیکھنا گانیا، تم ذرا ان اکاؤنٹس پر نظر ڈال لو۔ میں نے فدوسیئف کے ساتھ بہت سر مارا۔ اس روز ٹھیک نہیں ہوئے، ان کا اندراج مت بھولنا...''

جنرل صاحب باہر چل دئے اور پرنس کو اپنا کام بتانے کا موقع ہی نہیں ملا جس کا ذکر شاید وہ چوتھی بار چھیڑ چکا تھا۔ گانیا نے لمبی سگرٹ سلگائی اور دوسری پرنس کی طرف بڑھائی۔ پرنس نے سگرٹ قبول کر لی لیکن بات نہیں چھیڑی تاکہ گانیا کے کام میں حرج نہ پڑے۔ پرنس اس دفتری کمرے پر نظریں ڈالتا

رہا ۔ گانیا کا دل کاغذوں میں نہیں تھا، اس نے حسابات کے اس کاغذ پر نگاہ تک نہ کی جس کے بارے میں جنرل صاحب خاص ہدایت کر گئے تھے ۔ وہ بے خیالی کے عالم میں تھا ۔ پرنس نے دیکھا کہ جب وہ دونوں تنہا اس کمرے میں رہ گئے تو اس کی مسکراہٹ، نگاہیں اور ذہنی ادھیڑ بن اور بھی گمبھیر ہو گئی ۔ وہ ایک دم اٹھ کر پرنس کے پاس آیا عین اس وقت جب وہ نستاسیا فلی پوونا کی تصویر دیکھنے میں محو تھا ۔

''تو آپ کو اس قسم کی عورت پسند آئی نا پرنس؟،، اس نے اچانک سوال کر لیا اور اندر تک اتر جانے والی نظروں سے اسے دیکھنے لگا ۔ قطعی کوئی غیرمعمولی منشا اس سوال کے پیچھے محسوس ہوتا تھا ۔

''حیرت انگیز چہرہ ہے!،، پرنس نے جواب دیا ۔ ''مجھے یقین ہے کہ اس عورت کی تقدیر معمولی نہیں ہو سکتی ۔ چہرے پر تو بشاشت کھیل رہی ہے لیکن خود نہایت ستم زدہ ہے ۔ ہے نا؟ اس کی آنکھیں صاف جتا رہی ہیں یہ ۔ دونوں طرف گالوں کی ہڈی دیکھئے، آنکھوں کے نیچے، گال سے اوپر کے دو ابھرے ہوئے نقطے ۔ بڑا خوددار چہرہ ہے! مگر معلوم نہیں، اچھی طبیعت کی بھی ہے یا نہیں؟ اگر ایسا ہو تو کیا بات ہے! سب ٹھیک ہو جاتا ہے ۔ ،،

''آپ اس عورت سے شادی کر لیتے؟،، گانیا نے بات جاری رکھی اور اپنی دھکتی ہوئی نظریں پرنس پر جمائے رکھیں ۔

''میں تو کسی سے بھی شادی نہیں کر سکتا ۔ بیمار آدمی ہوں،، پرنس نے جواب دیا ۔

''رگوژین کر لیتا اس سے شادی؟ کیا خیال ہے؟،،

''ہاں، شادی کرنے میں کیا ہے ۔ میں جانوں، کل ہی ممکن ہے ۔ شادی تو ضرور کرلے، لیکن ہفتہ بھر میں اسے قتل بھی کر ڈالے ۔،،

ابھی پرنس کے منہ سے یہ جملہ نکلا ہی تھا کہ گانیا سارے بدن سے تھرتھرا اٹھا ـ ایسے کہ پرنس کی چیخ نکل جاتی ۔

''آپ کو یہ ہوا کیا؟،، گانیا کا ہاتھ زور سے پکڑتے ہوئے پرنس کی زبان سے بےاختیار نکلا ۔

''جناب عالی! سرکار فرماتے ہیں کہ اندر حضور بیگم صاحبہ کی طرف تشریف لے چلیں،، ایک اردلی نے دروازے میں نمودار ہوکر اطلاع دی۔ پرنس اس اردلی کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

۳

یپان‌چین والدین کی تینوں بیٹیاں نہایت تندرست، پھول کی طرح کھلتی ہوئی، خوش اندام، شانے غیرمعمولی سڈول، ہاتھ تقریباً مردوں جیسے جاندار، جوبن پھٹا پڑتا تھا۔ لازمی بات ہے کہ اسی قوت و صحت کی مناسبت سے خوش خوراک بھی واقع ہوئی تھیں اور اس شوق پر انھیں کوئی عار بھی نہیں تھا۔ ان کی پیاری اماں لیزاویتا بیگم کبھی کبھی ترچھی نظروں سے کھانے کے اس ہوکے پر ٹوک بھی دیتی تھیں۔ لیکن ان کی بعض رائیں یا ہدایات، یوں ظاہری رکھ رکھاؤ کی خاطر کتنی ہی سعادت‌مندی سے قبول کی جاتی ہوں، لیکن دراصل ان لڑکیوں کی نظر میں وہ پہلی سی وقعت، بےچون و چرا منوا لینے کی صلاحیت ایک زمانہ ہوئے کھو چکی تھیں۔ اب نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ تینوں کی ٹولی باہم اتفاق کرکے فوراً ہی نصیحت کے برخلاف زبردستی عمل کرنے پر تل جاتی اور حاوی ہو جاتی تھی۔ اپنی پوزیشن کے خیال سے بیگم جنرل بھی اسی میں عافیت سمجھتی تھیں کہ لڑکیوں سے تکرار نہ کریں اور انھی کی ضد پوری ہونے دیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان کی افتادطبع معقولیت کا فیصلہ سننے اور اس کے سامنے سر جھکانے پر راضی نہیں تھی۔ چنانچہ لیزاویتا پروکوفیونا سال بہ سال نازک‌مزاج اور زودرنج ہوتی جا رہی تھیں، بالکل ہی سنکی ہو چلی تھیں۔ مگر غنیمت ہوا کہ سردست بہرحال ایک شوہر موجود تھا، راضی برضا اور سدھا ہوا شوہر، لہذا رہا سہا غصہ اور دل کا غبار عموماً اسی کے سر جاتا تھا۔ طبیعت ہلکی ہو جاتی تو گھریلو ہم‌آہنگی پھر لوٹ آتی — سارے کام نہایت عمدگی سے چلنے لگتے۔

خود بیگم صاحبہ غذا کے شوق سے محروم نہیں ہوئی تھیں۔ ان کا معمول تھا کہ دن کے ساڑھے بارہ بجے بھرپور ناشتے کی میز پر، ناشتہ بھی ایسا جو لنچ کے برابر ہو، اپنی بیٹیوں کی شریک

رهتی تھیں - هر ایک صاحب زادی اس سے پیشتر دس بجے، بستر میں آنکھ کھلتے هی کافی کی پیالی طلب کر لیتی تھیں - یه ان کا من پسند دستور بن گیا تھا - جہاں ساڑھے بارہ بجے که اماں جان کے کمروں کے نزدیک چھوٹے سے ڈائننگ روم میں ایک میز لگا دی جاتی اور خاندانی زندگی کے اس بےتکلف ناشتے میں کبھی کبھی خود جنرل صاحب بھی، اگر وقت میں گنجائش هوتی تو شریک هو جایا کرتے تھے - یہاں چائے، کافی، پنیر، شہد، مکھن، خاص مال پورے، جن کا شوق تھا بیگم صاحبه کو، کٹلس وغیرہ کے علاوہ گرم گرم ترتراتی یخنی بھی دسترخوان پر حاضر کی جاتی تھی -

جس صبح کا یه قصه هے، اس روز کھانے کی میز پر خاندان جمع تھا اور جنرل کا انتظار تھا که وہ حسب وعدہ ساڑھے بارہ بجے آنےوالے تھے - اگر وہ ایک منٹ بھی لیٹ هوتے تو آدمی بھیج کر انھیں بلوا لیا جاتا - لیکن وہ ٹھیک وقت پر آپہنچے - بیوی سے سلام دعا کرکے اور ان کے هاتھ کو بوسه دے کر انھیں محسوس هوا که بیگم صاحبه کے تیور کافی بدلے هوئے هیں - اگرچه کل کی شام هی ان کا ماتھا ٹھنکا تھا که ایک خاص ''لطیفے،، کے مطابق (وہ عادتاً هر ایک فتنے کو لطیفه کہا کرتے تھے) آج یه کچھ هونےوالا هے، رات کو آنکھ لگنے سے پہلے انھیں اس طرف سے دھڑکا لگا هوا تھا، لیکن اب پھر وہ کسمسانے لگے - بیٹیاں آگے آئیں، باپ کو بوسه دیا؛ اگرچه ان سے بھی کوئی ناراضی ظاهر نہیں هوئی، تاهم یہاں بھی کوئی خاص بات ضرور تھی - یه سچ هے که جنرل کو بعض حالات کے سبب خواہ مخواہ بات بات پر شبه هونے لگا تھا، مگر چونکه وہ ایک هوشیار، آزمودہ‌کار باپ اور شوهر تھے، انھوں نے تغافل نہیں کیا بلکه فوری کارروائی شروع کر دی -

ممکن هے هماری کہانی کی روانی میں یه بات بہت بےمحل نه هو اگر یہاں ٹھیر کر هم بعض ایسی وضاحتیں کرتے چلیں جو ایسے معاملات اور حالات کو ٹھیک ٹھیک اور صاف طور پر سامنے لانے میں مفید هوں جن سے جنرل پیان‌چین کا خاندان ان دنوں گزر رہا هے جب هماری کہانی شروع هوئی هے - پہلے هم لکھ آئے هیں که جنرل صاحب اگرچه کوئی خاص تعلیم یافته آدمی نہیں بلکه بقول خود ''آپ سے آپ پڑھے هوئے،، تھے، پھر بھی وہ ایک تجربه‌کار

شوهر اور هوشیار باپ ضرور بن چکے تھے۔ ضمناً یہ بتا دیا جائے کہ انھوں نے اپنا شعار بنا رکھا تھا کہ لڑکیوں کی شادی میں جلدی نہ مچائی جائے، یعنی ہر وقت ''ان کے سر پر سوار،، ہونے کی اور بیٹیوں کی خوشی کی خاطر، پدرانہ شفقت کے مارے بار بار انھیں ٹھوکے دینے اور تنگ کرنے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ اکثر ان خاندانوں میں بھی ہوتا آیا ھے جو بڑے عقلمند کہلاتے ھیں اور جن میں اوپر تلے کئی سیانی بیٹیاں بیٹھی ہوتی ھیں۔ اس اصول کی پابندی میں وہ یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ بیگم صاحبہ کو بھی اسی میں رنگ لیا تھا اگرچہ تھا یہ بہت دشوار کام — دشوار اس لئے کہ قدرتی نہیں تھا۔ مگر جنرل صاحب نے ایک سے ایک بڑھ کر دلیل اور ٹھوس واقعات کے ثبوت دے کر لڑکیوں کی ماں کو قائل معقول کر لیا۔ لڑکیوں کو پوری طرح ان کی مرضی اور پسند پر چھوڑ دیا جائے تو بالآخر وہ اپنی عقل سے کام لینے پر مجبور ہوں گی اور تب اس معاملے میں آنچ کی کسر نہیں رہے گی کیونکہ وہ خواہ مخواہ کے نخروں اور چونچلوں سے، نازک مزاجی کے تقاضوں سے ہٹ کر خود اپنی خوشی کا کام کریں گی؛ ماں باپ کے لئے صرف یہ کرنا رہ جاتا ھے کہ ممکن حد تک ان پر چپکے سے نظر رکھیں، کوئی غلط قدم اٹھانے یا بھٹکنے سے روکیں تاکہ بے ڈھنگا انتخاب نہ ہونے پائے یا بے جوڑ حرکت سرزد نہ ہو، اور جب مناسب موقع آئے تو پوری قوت سے شریک ہو کر، پورا اثر کام میں لا کر معاملے کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ آخر یہ تو تھا ہی کہ سال بہ سال اس خاندان کی دولت اور سماجی حیثیت، اقلیدسی حساب سے دن دونی رات چوگنی ہوتی جا رہی تھی۔ لازمی نتیجہ یہ کہ جتنا وقت گزرے گا اتنا ہی دلھن کے روپ میں لڑکیوں کی مانگ بڑھے گی۔ مگر ان تمام ناقابل تردید حقیقتوں کے درمیان ایک حقیقت اور ابھر کر سامنے آئی: بڑی لڑکی الیکساندرا کو بیٹھے بٹھائے انجانے میں پچیس سال پورے ہو گئے (انجانے میں ہمیشہ یہی ہوتا آیا ھے)۔ عین اسی وقت افاناسی توتسکی نے، جو بہت اعلا سوسائٹی کا فرد تھا، اونچے سے اونچا اثر و رسوخ اور غیرمعمولی دولت رکھتا تھا، پھر اپنی پرانی نیت باندھی کہ شادی رچائی جائے۔ توتسکی تب کوئی پچپن سال کا ہوگا، طبیعت سے بہت نفیس، خوش ذوق، نکتہ سنج۔

4—2195

وہ غیرمعمولی حسن شناس آدمی تھا اور شادی بھی اچھی ہی کرنا چاہتا تھا۔ اب چونکہ جنرل یپانچین اور توتسکی میں کچھ زمانے سے خوب گاڑھی چھننے لگی تھی، اور بعض مالیاتی کاروبار کے سلسلے میں ان دونوں کی شرکت دوستی بڑھانے میں اور بھی سازگار ہوئی تھی، لہذا توتسکی نے جنرل صاحب کو اپنی نیت بتائی اور ہمراز بنا کر ان سے مشورے اور رہنمائی کا طلب گار ہوا: معلوم کیا کہ آیا تینوں بیٹیوں میں کسی سے رشتہ دینا مناسب ہوگا؟ جنرل صاحب کی گھریلو زندگی کے پرسکون اور نہایت پرلطف بہاؤ میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔

سب سے چھوٹی لڑکی اگلایا، جیسا کہ کہا جا چکا ہے، خاندان بھر میں حسن کا ایک بےمثل پیکر تھی۔ لیکن توتسکی نے بھی، جو اپنی پسند کے معاملے میں انتہائی ضدی آدمی تھا، سمجھ لیا کہ ادھر کا رخ نہیں کرنا ہے، اگلایا پر اس کا داؤ نہیں چلنے والا۔ ممکن ہے بہنوں کے درمیان بےتحاشا محبت اور بڑی مضبوط رفاقت نے بھی معاملے کو ہوا دی ہو، تاہم یہ ضرور ہے کہ اگلایا کے مستقبل پر ان بہنوں میں پورے خلوص کے ساتھ اتفاق رائے تھا کہ وہ صرف قسمت کی دھنی نہیں نکلےگی بلکہ روئے زمین پر فردوس کا آئڈیل پیش کر دےگی۔ اگلایا کو جو شوہر ملے وہ ہر ایک گن میں پورا ہو، اور دولت کا تو ذکر کیا، باقی تمام اوصاف میں بھی کسی سے کم نہ ہو۔ بہنوں میں، گویا بغیر کہے سنے، یہ بات طے ہو چکی تھی کہ اگر ضرورت پیش آئی تو وہ اگلایا کی خاطر اپنے حق کی قربانی دے ڈالیں‌گی۔ بہن کا جہیز بھی طے تھا کہ بےپناہ اور بےمثال ہونا چاہئے۔ والدین کو دونوں بڑی بیٹیوں کے اس عندیے کی خبر تھی، لہذا جب توتسکی نے جنرل صاحب سے مشورہ طلب کیا، تو ان دونوں کے درمیان یہ بات شک و شبہ سے بالاتر تھی کہ بڑی والی دونوں میں سے کوئی ایک غالباً ان کی خواہش کے آگے سر جھکا دےگی، خصوصاً اس لئے بھی کہ افاناسی توتسکی جیسا شخص جہیز کے معاملے میں حجت نہیں کرےگا۔ جنرل کو زندگی کے نشیب و فراز کا خوب علم تھا، ادھر توتسکی نے رشتہ دیا، ادھر اس نے مان لیا۔ مگر چونکہ توتسکی نے، فی الحال اپنے ذاتی حالات کے پیش‌نظر، قدم بڑھانے میں انتہائی احتیاط ملحوظ رکھی

تھی اور صرف بات چھیڑ کر ٹھیر گیا تھا تو والدین نے بھی لڑکیوں کے سامنے اس کا تذکرہ یوں چھیڑا گویا آئندہ کبھی یہ امکان موجود ہے۔ جواب میں لڑکیوں نے بھی قطعیت کے ساتھ نہ سہی، تاہم یہ اظہار کرکے تشفی کا سامان کر دیا کہ تجویز آئی تو بڑی الیکساندرا اسے ٹھکرائےگی نہیں۔ یہ الیکساندرا اگرچہ تھی ارادے کی پکی، لیکن ساتھ ھی خوش مزاج، معاملہ فہم اور نباہ کرنےوالی لڑکی تھی۔ وہ توتسکی سے شادی کرنے کو بخوشی تیار ہو جاتی اور اگر ایک بار زبان سے ھاں کر لیتی تو جی جان سے پورا کرکے دکھاتی۔ اسے چمک دمک پسند نہیں تھی۔ دنیاداری کی فکریں اور پریشانیاں بڑھانے کے بجائے وہ اپنے رفیق حیات کی زندگی میں سٹھاس گھولنے اور سکون پہنچانے کی اھل تھی۔ بذات خود وہ صورت شکل کی اچھی تھی البتہ سادگی کے ساتھ۔ بھلا توتسکی کے لئے اس سے بہتر اور کیا تھا؟

بہرحال معاملہ دھیرے دھیرے رینگے جا رہا تھا۔ توتسکی اور جنرل کے درمیان بے کہے سنے دوستانہ مفاہمت سی تھی کہ صحیح وقت آنے تک معاملے کو رسمی رنگ دینے، یا قطعی قدم بڑھانے سے پرہیز کیا جائے۔ یہاں تک کہ والدین نے بھی بیٹیوں سے کھلے لفظوں میں بات نہیں کی تھی۔ اتنے میں اختلاف نے سر اٹھایا۔ بیگم یپانچین، گھر کی مالکن، کسی وجہ سے اکھڑنے لگیں۔ ان کا یوں اکھڑنا بہت ھی اھم تھا۔ ایک ایسی رکاوٹ کھڑی ھونے لگی، فکر میں ڈالنےوالی ایک ایسی الجھن، جس کے کارن سارا معاملہ چوپٹ ھوسکتا تھا۔

فکر میں ڈالنےوالی یہ ''الجھن،، (بقول توتسکی) بہت زمانے پہلے، قریب قریب ۱۸ سال ھوئے، تب شروع ھوئی تھی۔ موصوف کی ایک نہایت مالا مال جاگیر کے پڑوس میں، جو ایک وسطی صوبے میں واقع تھی، اتفاق سے ایک غریب سا، چھوٹی حیثیت کا جاگیردار زمانے کی گردش میں آ گیا۔ یہ شخص پےدرپے بدقسمتی کا شکار ھوتا رھا، مسلسل ناکامیوں کی حماقت کرتے رھنے میں اس نے نام پیدا کر لیا تھا۔ ریٹائرڈ فوجی افسر تھا، منصبداروں کے اعلا خاندان سے، بلکہ خاندانی ھونے میں خود توتسکی سے بھی بلند مرتبہ تھا۔ اس کا نام فلپ الیکساندرووچ براشکوف بتاتے ھیں۔ جب وہ قرض اور

رھن کے انبار میں بالکل ھی دب چکا تو جان توڑ محنت کر کے، کسان کی طرح دن رات لہوپسینہ ایک کر کے، بالآخر اس نے اپنی چھوٹی سی حیثیت کی زمین بچالی اور اطمینان کا سانس لیا۔ تھوڑی بہت کامیابی ملنے پر وہ پھولا نہیں سماتا تھا۔ ایک بار وہ اپنے ضلع کے صدر مقام کو چند روز کے لئے روانہ ھوا، بہت خوش خوش اور بڑی امیدیں لئے ھوئے شہر گیا تھا۔ نیت یہ تھی کہ اپنے ایک بڑے قرض خواہ سے مل آئے اور اگر بات بنتی ھو تو لین دین کا معاملہ خاطر خواہ انجام دے آئے۔ شہر پہنچے ابھی تیسرا دن تھا کہ گاؤں سے اس کا ایک مکھیا گھوڑا دوڑاتا ھوا پہنچا، اس کا ایک گال جھلسا ھوا اور ڈاڑھی کچھ جلی ھوئی تھی۔ وہ یہ خبر لایا کہ ''کل دو پہر آپ کے گھر میں آگ لگی، گھر جل کر راکھ ھو گیا، بیوی بھی اسی میں جل مری۔ بچوں پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ بچ گئے ھیں''۔ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ براشکوف جیسا سخت جان، جو گردش ایام کے طمانچے جھیل چکا تھا، اس غم کی تاب نہ لا سکا: دماغی توازن کھو بیٹھا اور مہینہ بھر گزرا ھوگا کہ سرسامی حالت میں مر گیا۔ آگ کے شعلوں سے جو کچھ املاک بچی تھی، جس میں خانہ برباد مزارع بھی تھے، بیچ کھونچ کر قرض خواھوں کو نمٹایا گیا۔ دو کم عمر لڑکیاں تھیں، چھ اور سات سال کی، افاناسی توتسکی نے فیاضی کے ساتھ ان کا سارا بار اپنے ذمے لے لیا۔ انھیں بھی دیہات میں اپنے منشی کے گھرانے میں پال پوس کے لئے رکھ دیا۔ منشی پنشن یافتہ آدمی تھا اور وہ بھی جرمن — اس کے بال بچے بھی بہت تھے۔ دونوں لڑکیاں انھی میں پلنے لگیں۔ تھوڑے دنوں میں ایک لڑکی کالی کھانسی سے چل بسی، صرف بڑی رہ گئی نستاسیا۔ توتسکی ملک سے باھر گیا ھوا تھا، ان لڑکیوں کا وجود پردیس میں بالکل بھول بھال گیا۔ کوئی پانچ سال بعد دوران سفر میں اسے خیال آیا کہ لاؤ اپنی جائداد دیکھتے چلیں، گاؤں پہنچا تو اپنے دیہاتی گھر میں، اسی جرمن منشی کے بال بچوں میں اچانک ایک بارہ برس کی بچی نظر پڑی بہت دلکش، چنچل، خوش اندام، ھوشمند اور اتنی ھونہار کہ آگے چل کر چاند کا ٹکڑا نکلنےوالی تھی۔ اس پہلو پر افاناسی توتسکی کی نظر خطا نہیں کر سکتی تھی۔ اس مرتبہ اپنی جاگیر پر اس نے

صرف چند روز قیام کیا مگر چلنے سے پہلے پورا بندوبست کر دیا۔ لڑکی نستاسیا کی دیکھ ریکھ میں زبردست تبدیلی آگئی: ایک معزز اور عمر رسیدہ سوئس خاتون اتالیقی کےلئے طلب کی گئیں جو خاندانی لڑکیوں کی اعلا تعلیم و تربیت کا پورا تجربہ رکھتی تھیں، خود تعلیم یافتہ تھیں، گھر پر رہ کر ، نہ صرف فرانسیسی زبان بلکہ اور بھی کئی علم پڑھا چکی تھیں۔ وہ اسی دیہاتی مکان میں آکر ٹھیریں اور کمسن نستاسیا کی تعلیم زوروں میں چلنے لگی۔ ادھر چار سال پورے ہوئے ادھر تعلیم تمام ہوئی۔ استانی صاحبہ رخصت ہوئیں اور نستاسیا کو لینے کےلئے ایک اور شریف‌زادی آپہنچیں، وہ بھی کوئی زمیندار تھیں اور توتسکی صاحب کی جاگیر کے نزدیک ہی، کہیں دور کے صوبے میں ان کی زمینیں بھی لگی ہوئی تھیں، اس نو عمر لڑکی کو افاناسی توتسکی کی ہدایات اور اختیارات کے مطابق انہوں نے اپنی تحویل میں لےلیا۔ ایک چھوٹی سی بستی تھی مگر یہاں بھی وہی لکڑی کا بنگلہ ملا۔ یہ بنگلہ ایسا بڑا تو نہیں تھا مگر حال میں ہی بن کر تیار ہوا تھا، بڑے سلیقے اور نفاست سے سنوارا گیا تھا اور اس گاؤں کا نام گویا چن کر رکھا تھا ''آترادنویے،، یعنی آنند نگر۔ یہ شریف‌زادی، جن کی اپنی زمین وہاں سے کوئی ایک کوس پر تھی، لڑکی کو لئے ہوئے سیدھی اسی نوتعمیر مکان پر اتریں اور خود چونکہ بیوہ تھیں، بال بچے تھے نہیں، وہ بھی یہیں رہ گئیں۔ ایک اور بڑی بی، گھر کی دیکھ بھال کرنےوالی اور ایک نو عمر مگر تجربہ‌کار خادمہ بھی نستاسیا کے پاس آپہنچی۔ مکان پر ساز سنگیت کا سامان لگا ہوا تھا، لڑکیوں کے شوق کا ایک نفیس کتب‌خانہ تھا، تصویریں، نقاشی کے کام، پنسلیں، مصوری کے برش، رنگ اور ایک لاجواب چھوٹا سا کتا تھا۔ دو ہفتے بعد خود افاناسی توتسکی بھی وارد ہو گئے... تب سے توتسکی کو اپنے اس دورافتادہ گاؤں سے پیار ہوگیا۔ گرمیوں میں ادھر کا پھیرا پابندی سے ہونے لگا، دو دو تین تین مہینے یہیں بسر ہونے لگے اور اسی معمول پر کافی زمانہ گزرتا گیا، کوئی چار سال ہنسی خوشی، لطف و لطافت کے ساتھ یہاں کاٹ دئے۔

ایک بار کیا ہوا کہ افاناسی توتسکی اپنے اس آنند نگر میں گرمیاں گزارنے آیا اور صرف دو ہفتے رہ کر واپس گیا تو چار مہینے

بعد، سردیوں کے شروع میں یہ افواہ پھیلی، یا یوں کہنا چاہئے کہ نستاسیا فلی‌پوونا کے کان میں بھنک پڑی کہ افاناسی پیترسبورگ کی کسی حسینہ سے، دولت‌مند اور نامور خاندانی لڑکی سے شادی رچانے کی فکر میں ہے۔ مختصر یہ کہ اپنے لئے کوئی بہت کارآمد اور شاندار جوڑی چنی ہے۔ اس خبر کی تمام تفصیلات اگرچہ قابل اعتبار نہیں نکلیں، ابھی صرف تجویز ہی تجویز تھی، کوئی ٹھوس بات طے نہیں پائی تھی، تاہم نستاسیا کی قسمت میں اسی وقت سے انقلاب برپا ہوگیا۔ سنتے ہی وہ تن گئی اور اس کے مزاج میں انہونی کیفیت کھل کر سامنے آ گئی۔ اونچ نیچ سوچے بغیر وہ اپنا یہ دیہاتی بنگلہ چھوڑ کر سیدھی پیترسبورگ روانہ ہوئی اور تن تنہا توتسکی کے مکان پر جا پہنچی۔ وہ دم بخود رہ گیا۔ شروع میں اس نے بات بنائی، مگر فوراً ظاہر ہو گیا، زبان کھولتے ہی — احساس ہوا کہ اب اسے اپنا لب و لہجہ، آواز کا اتار چڑھاؤ، اگلے دنوں کی پیاری پیاری دلنواز باتیں، جن سے اب تک کام نکلتا رہا تھا، وہ سمجھانے بجھانے کی منطق، سبھی کچھ بدلنا ہوگا، سبھی کچھ! اب اس کے سامنے بالکل دوسری عورت بیٹھی تھی — یہ وہ تھی جسے اب تک اس نے پہچانا نہیں تھا، یہ اس لڑکی سے بالکل مشابہ نہیں تھی جسے جولائی کے مہینے میں اپنے دیہاتی بنگلے میں چھوڑ آیا تھا۔

یہ نئی عورت، اول تو، بڑی تیز نکلی۔ اس کے علم اور آگاہی کو دیکھ کر توتسکی حیرت میں پڑ گیا کہ اتنا بہت سا اس نے کہاں سے جان لیا، اتنی معلومات فراہم کر کے ان سے دوٹوک نتیجے کیسے نکال لئے۔ (کہیں ایسا تو نہیں کہ لڑکیوں والی لائبریری جو لگائی تھی یہ اسی کی دین ہو؟) اور تو اور قانونی چارہ جوئی کے پہلو تک اس پر روشن ہو گئے تھے۔ اور دنیاداری کی مثبت باتوں کا علم اگر پورا نہیں تو کم از کم اتنا ضرور آ گیا تھا کہ دنیاداری کی زندگی میں بعض معاملات کیسے چلتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ طبیعت کی افتاد پہلے کی سی قطعی نہیں رہی تھی، یعنی بورڈنگ کی لڑکی‌والی حیا، لحاظ، کبھی نرالی شوخی و شرارت سے، کبھی معصومیت سے دل لبھانا، کبھی اداس ہونا، سوچ میں پڑ جانا، کبھی تعجب سے، کبھی بےاعتباری سے، آنکھوں میں آنسو بھر لانا، مچل جانا۔ ان اداؤں کا اب کہیں پتہ نہ تھا۔

نہیں : اب ایک کوئی بےپناہ اور انجانی ہستی اس پر قہقہے لگا رہی تھی، طعنے تشنے سے کچوکے دے رہی تھی اور صاف منہ پر جتا رہی تھی کہ توتسکی کے لئے اس کے دل میں کوئی جگہ کبھی تھی ہی نہیں، سوائے گہری نفرت کے کوئی جذبہ تھا ہی نہیں ، پہلے پہل کی حیرت‌انگیز واردات کے بعد اسے توتسکی سے گھن آنے لگی تھی۔ اس نئی عورت نے صاف صاف جتا دیا کہ اس کی بلا سے، وہ ابھی اسی وقت اپنی شادی رچالے، جس سے جی چاہے رچالے، مگر وہ آئی ہے جی میں یہ ٹھان کر کہ یہ شادی ہونے نہیں دےگی، اپنی ہٹ دھرمی کے سبب نہیں ہونے دےگی۔ وجہ صرف یہ کہ اب اس پر یہ دھن سوار ہے، اور دیکھ لینا یوں ہی ہوکر رہےگا کہ ''ایک بار دل کھول کر تم پر قہقہے لگاؤں‌گی کیونکہ آخر اب میری باری ہے تمہارا مذاق اڑانے اور بےآبرو کرنے کی۔ ''

یہ بات تھی جو اس نے کہہ ڈالی۔ جی میں کیا ٹھانی تھی، ممکن ہے، پورا بتایا ہی نہ ہو۔ لیکن جتنی دیر یہ نئی نستاسیا فلی‌پوونا قہقہے لگاتی رہی اور اپنی ترنگ میں زبان چلاتی رہی، افاناسی توتسکی دل ہی دل میں معاملے کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا اور ممکن حد تک بکھرے ہوئے خیالات کی شیرازہ بندی کرتا رہا۔ یہ ذہنی خلفشار کافی وقت چلا۔ قریب قریب دو ہفتے ناپ تول اور آخری فیصلے تک پہنچنے میں گزر گئے۔ آخر دو ہفتے بعد اس نے قطعی فیصلہ کر لیا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ افاناسی ایوانووچ توتسکی اب عمر کے کوئی پچاس سال پورے کر چکے تھے۔ اعلا پائے کے وضعدار، رکھ رکھاؤوالے اور پختہ عادتوں کے آدمی تھے۔ دنیا کے سامنے، سوسائٹی میں ان کا مقام نہایت پائدار بنیادوں پر، کبھی کا قائم ہو چکا تھا۔ جیسا کہ اعلاپائے کے شرفا کو زیب دیتا ہے، اپنی ہستی، اپنی راحت و آسائش انہیں دنیا میں ہر شے سے زیادہ عزیز تھی۔ جو قرینہ زندگی بھر چلتا رہا اور ایسے نفیس روپ میں پہنچ کر قائم ہوا تھا، اب اس میں کسی قسم کا رخنہ پڑ جائے، اس میں ذرا سا تذبذب راہ پا جائے، یہ کسی طرح گوارا نہیں کرسکتے تھے۔ دوسری طرف سے، دنیا کے وسیع تجربے اور گہری نظر نے انہیں فوراً اور قطعاً یقینی طور پر آہستہ سے آگاہ کر دیا کہ ایسی ہستی سے واسطہ پڑا ہے جو عام شمار قطار میں نہیں آتی، یہ

وہ ہے جو صرف دھمکیوں پر قناعت نہیں کرنے والی بلکہ اپنی من مانی کر گزرے گی اور بڑی بات یہ کہ کسی ایک حد پر پہنچ کر تھمے گی نہیں کیونکہ دنیا میں کوئی بھی چیز اسے عزیز نہیں ہے، اگر عزیز ہوتی تو اس کا واسطہ دے کر بہلایا پھسلایا جا سکتا تھا — وہ بھی یہاں ممکن نہیں ہوگا۔ ظاہر تھا کہ یہاں کوئی اور ہی بات ہے، مراد یہ کہ کوئی دلی اور روحانی قسم کی سنک سوار ہے، یعنی کوئی رومانٹک بیزاری ہے، خدا جانے کس سے اور کیوں؟ نفرت کا کوئی اتھاہ جذبہ ہے جس پر کہیں کوئی بند نہیں — مختصر یہ کہ اول درجے کی مضحکہ خیز کیفیت جسے شریفوں کی محفل میں بار نہیں دیا جا سکتا اور جس کے ساتھ رو رعایت کرنا کسی عزت دار آدمی کے لئے خدا کا قہر نازل ہونے کے برابر ہے۔ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ توتسکی جیسا دولتمند اور صاحب اثر آدمی لگے ہاتھوں کوئی چھوٹی سی ایسی چال چل سکتا تھا، کوئی معصوم سی شرارت کر سکتا تھا کہ اسے نستاسیا کے شر سے نجات مل جاتی۔ دوسری جانب یہ بھی ظاہر تھا کہ خود نستاسیا اس پوزیشن میں نہیں تھی کہ اسے نقصان پہنچا سکے، مثلاً یہ کہ قانونی چارہ جوئی کرسکے۔ اور تو اور ، وہ کوئی بڑا فتنہ بھی کھڑا نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس صورت میں آسانی سے اسے بےبس کیا جا سکتا تھا۔ یہ سب کچھ تبھی پیش آتا اگر نستاسیا فلی‌پوونا قدم اٹھانے کا فیصلہ کر بیٹھتی ، جیسا کہ عام طور پر ایسی صورت حالات میں لوگ کر بیٹھتے ہیں — سنکی‌پن میں مقررہ حدوں سے گزرے بغیر۔ بس یہیں قیاس کی نپی‌تلی درستی توتسکی کے کام آئی: اس نے صحیح اندازہ کر لیا کہ نستاسیا خود بھی اچھی طرح سمجھتی ہے کہ عدالت کا دروازہ کھٹکٹا کر وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، البتہ اس کے دماغ میں کوئی اور خیال سمایا ہے، ان جلتی ہوئی آنکھوں میں کوئی اور شرارہ ہے۔ اس لڑکی کو کچھ بھی عزیز نہیں، اپنی جان تو خیر ، پیاری ہئی نہیں (اس لمحے یہ اندازہ کرنے کے لئے کہ نستاسیا بہت پہلے اپنی طرف سے بےفکر اور بےنیاز ہو چکی ہے اور توتسکی جیسے وہمی، شکی مزاج کے دنیادار آدم بیزار کو اپنے اس خیال پر تکیہ کرنے کےلئے بلا کی ذہانت اور نشتر کی سی نگاہ درکار تھی)، ایسی حالت میں نستاسیا خود کو بالکل ہی

تباہی و بربادی کے منہ میں جھونک دیتی، سائبیریا میں جلاوطنی اور قید بامشقت بھی گوارا کر لیتی صرف اس طیش میں کہ اس آدمی کی آبرو اتار لے جس سے وہ اتنی حیوانی نفرت کی بھٹی سینے میں سلگائے ہوئے ہے۔ افاناسی توتسکی نے کبھی اس بات کا پردہ نہیں رکھا تھا کہ وہ کسی قدر بزدل واقع ہوا ہے۔ یا بہتر لفظوں میں یوں کہیں کہ اعلا درجے کا قدامت پسند۔ فرض کیجئے، اگر اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ سہرا بندھوائے عین شادی کے وقت اسے قتل کر دیا جائے گا، یا اور کوئی ایسا ہی انتہائی نا معقول حادثہ پیش آجائے گا، جو سماج میں ہنسی اڑوانے یا ناک بھوں چڑھانے کا سبب بنے تو وہ یقیناً خوف‌زدہ ہو جاتا۔ خوف کا سبب یہ نہیں کہ کوئی اس کی جان لے لے گا یا خون بہادے گا، یا بھرے مجمع میں اس کے منہ پر تھوک دیا جائے گا، وغیرہ وغیرہ، بلکہ محض اس وجہ سے کہ یہ ناشدنی اسے پیش آئے اور وہ بھی اتنی بھدی، بیہودہ صورت میں۔ نستاسیا کی طرف سے ایسی ہی کسی حرکت کا اندیشہ تھا، اگرچہ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا تھا۔ اسے خوب اندازہ تھا کہ یہ لڑکی میری رگ رگ پہچانتی اور سمجھتی ہے، لہذا اسے معلوم ہے کہ کہاں ضرب لگائی جائے۔ چونکہ شادی ابھی صرف نیت تک محدود تھی تو افاناسی توتسکی نے ڈھیل دے دی اور نستاسیا فلی‌پوونا کی ضد مان گیا۔

ایک صورت حال اور پیش آگئی تھی جس نے اس فیصلے کی راہ ہموار کی۔ اس نستاسیا سے حسن میں اس دیہاتی لڑکی کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا جسے وہ برسوں سے جانتا تھا۔ تب وہ محض ایک سندری تھی اور اب؟ اسے اپنے اوپر غصہ آتا تھا کہ چار برس مسلسل اس لڑکی کو دیکھتا رہا، پھر بھی اس کے گن نہ پہچان پایا۔ سچ ہے کہ بہت کچھ موقوف ہوتا ہے اس پر کہ فریقین میں اچانک کوئی داخلی تبدیلی راہ پا جائے۔ اسے رہ رہ کر یاد آتا تھا کہ وہ بھی وقت تھا جب بعض اوقات اس لڑکی کو دیکھ کر، یا مثلاً اس کی آنکھوں میں جھانک کر عجیب عجیب خیالات آتے تھے: ان آنکھوں میں اسے کوئی گہری اور پراسرار اداسی کی جھلک مل جایا کرتی تھی۔ جب اس سے نظر چار ہوتی تو گویا کسی معمے کا، سربستہ راز کا سامنا ہوتا۔ قریب کے دو برسوں میں اسے یہ

دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ نستاسیا کے چہرے کا رنگ کیسا بدل گیا ہے۔ وہی حال تھا کہ ''رنگ کھلتا جائے ہے، جتنا کہ اڑتا جائے ہے،،۔ رنگ اڑنے سے وہ اور بھی بھلی لگتی تھی۔ توتسکی بھی ان شریف‌زادوں کی طرح جو اپنے وقت میں رنگ رلیاں منا چکتے ہیں، شروع میں تحقیر سے دیکھتا تھا نستاسیا کے معاملے کو، کہ یہ الھڑجان اتنی آسانی سے اس کے ہاتھ لگ گئی، مگر بعد میں، آجکل اسے اپنے تصور میں کچھ خاصی نظر آنے لگی تھی۔ بہرحال پچھلے سال کی جاتی سردیوں میں ہی اس نے تجویز سوچ لی تھی کہ بھرپور، دان دھیز کے ساتھ عنقریب نستاسیا فلی‌پوونا کا ہاتھ کسی ایسے معقول، مہذب اور شریف آدمی کے ہاتھ میں دے کر رخصت کرےگا جو کسی اور صوبے میں سرکاری ملازم ہو۔ (اب اس خیال کا نستاسیا کس بےرحمی سے، کتنے زہر بھرے انداز سے مذاق اڑاتی تھی!) مگر اب نرالے پن کے لطف میں اسے سوجھی کہ وہ ازسرنو اس عورت سے فیض‌یاب ہو سکتا ہے۔ چناں‌چہ طے کیا کہ نستاسیا فلی‌پوونا کو پیترسبورگ میں ہی مکان دلواکر، راحت و آسائش کے تمام سروسامان مہیا کرکے رکھ لیا جائے۔ یوں نہیں تو یوں سہی: نستاسیا فلی‌پوونا کو ایک خاص حلقے میں ساتھ لئے پھرنے میں اس کا تعارف ہوگا اور اپنی شان بڑھےگی۔ اس پہلو سے افاناسی توتسکی کو اپنی ناموری بہت عزیز تھی۔

پیترسبورگ میں یہ زندگی پانچ سال گزرتی رہی اور اس عرصے میں بہت سے اور واقعات بھی پیش آنے ہی تھے۔ توتسکی کی پوزیشن تسلی بخش نہیں تھی۔ بد سے بد تر یہ کہ ایک بار جب وہ دب گیا تو دل کا اطمینان تو جاتا رہا۔ نستاسیا فلی‌پوونا کی طرف سے اسے ڈر لگا رہتا تھا، کس بات کا ڈر، یہ خود بھی نہیں معلوم تھا۔ شروع کے دو برس تک وہ اسی شبہ میں مبتلا رہا کہ نستاسیا خود اسی سے شادی کرنے کی خواہش‌مند ہے، لیکن غیرمعمولی نخوت کے مارے زبان سے نہیں کہتی، ضد یہ ہے کہ افاناسی کی طرف سے پہل ہو۔ عجب دعویدار سے واسطہ پڑا تھا؛ افاناسی ناک بھوں چڑھاتا، دیر تک سوچتا رہ جاتا کہ کیا کیا جائے! مگر ایک موقع پر جب اسے اچانک پتہ چلا کہ اگر واقعی وہ پہل کرے اور رشتہ دے بھی تو نامنظور کر دیا جائےگا، یہ جان کر وہ ھکابکا رہ گیا بلکہ کسی

قدر ناگوار بھی گزرا (ایسا ہے انسان کا دل!)۔ بہت عرصے تک یہ بات عقل میں نہیں آئی کہ ایسا کیوں! صرف ایک ہی سبب سامنے آتا تھا کہ ''بےآبروئی کا شکار اور خیالی دنیا میں رہنےوالی عورت،، کی اکڑ اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب اسے رشتہ ٹھکرا کر اپنی نفرت کا بھرپور اظہار کرنے میں زیادہ مزا آتا ہے بہ‌نسبت اس کے کہ ہمیشہ کے لئے اپنا ٹھکانا کرلے اور اس مقام تک پہنچ جائے جہاں رسائی نہیں ہوا کرتی۔ بدترین بات یہ ہوگئی کہ اب نستاسیا کو بہت بالادستی حاصل تھی۔ دلچسپی کی خاطر سہی، مگر کوئی بڑی سے بڑی ترغیب بھی اس کا دامن کھینچنے میں کامیاب نہیں تھی۔ اگرچہ جو آسائشیں اسے مہیا کی گئیں، وہ قبول تھیں لیکن رہن سہن میں وہ اعتدال سے کام لیتی اور اس پانچ برس کی مدت میں اپنے لئے کچھ بچاکر نہیں رکھا۔ افاناسی توتسکی نے بڑی چابکدستی سے داؤ کھیلے کہ کسی بہانے وہ اپنی زنجیریں تڑالے: بہت سنبھال کر، ناپ تول کر اس کی راہ میں ترغیبات بچھائیں، اس کام میں ہاتھ کی صفائی دکھانے والوں سے بھی مدد لی، ایک سے ایک عمدہ دل موہنے کا اہتمام کرتا رہا، تاہم جتنے دلفریب نمونے وہ قریب لایا، پرنس، شاہی دستے کے جوان، سفارت خانوں کے سکرٹری، شاعر، رومانٹک لوگ، یہاں تک کہ سوشلسٹ، ان میں سے کوئی بھی نستاسیا کا دل نہ موہ سکا۔ گویا دل کی جگہ اس عورت کے سینے میں پتھر تھا جسے جونک ہی نہ لگتی تھی، اس کے سارے احساسات ہمیشہ ہمیش کےلئے خشک ہوچکے تھے۔ نستاسیا اپنا زیادہ‌تر وقت تنہائی میں بسر کرتی تھی، پڑھتی رہتی تھی، کچھ سیکھتی اور موسیقی کا شوق کرتی تھی۔ میل ملاقات بھی کم ہی تھی۔ اہلکاروں کی بعض غریب سی، بےتکی سی عورتوں میں آنا جانا تھا، کوئی دو ایکٹریسیں تھیں، ان سے مل لیتی، چند بوڑھی عورتوں سے رسم و راہ تھی، اور ایک عمررسیدہ اسکول ماسٹر کا بڑا سا کنبہ تھا اسے بہت پسند کرتی تھی۔ یہی بھرا پرا خاندان تھا جہاں اس سے بہت محبت بھی کی جاتی اور آؤ بھگت بھی ہوتی۔ شام کو البتہ جان پہچان کے بس پانچ سات آدمی اس سے ملنے آجایا کرتے تھے۔ توتسکی کا پھیرا اکثر ہوتا اور وقت کی پابندی سے ہوتا۔ ادھر کے دنوں میں جنرل یپان‌چین نے بھی تعارف حاصل کرلیا تھا، اگرچہ ذرا دشواری

پیش آئی تھی ۔ اسی وقت میں فردی‌شینکو نام کے ایک نوجوان سرکاری عہدہ‌دار نے بڑی آسانی سے، اور بے‌تکلفی میں نستاسیا کے ہاں آمدورفت شروع کردی تھی ۔ یہ شخص بہت ہی بدقماش اور چھچھورا مسخرا تھا، جو خوش باش بننے اور پینے کا شوقین بھی تھا ۔ ملاقاتیوں میں ایک عجیب سا نوجوان تھا پتیتسن نام کا، تمیزدار، قاعدے قرینے کا پابند اور صاف ستھرا، سخت مفلسی سے نکل کر اب وہ ایک ساہوکار بن گیا تھا ۔ آخر جان پہچان ہوئی گوریلا اردالیونچ سے... نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ نستاسیا فلی‌پوونا کو عجب طرح کی شہرت نصیب ہوگئی: اس کے حسن کے سوا، کسی کے پاس اور کوئی بات کہنے کو تھی ہی نہیں اور نہ کوئی شخص کسی پہلو سے شیخی مار سکتا تھا ۔ اس کے نام سے وابستہ یہ صفات، اس کی تعلیم، تہذیب، سلیقہ اور بذلہ‌سنجی، ان سب باتوں نے مل کر افاناسی توتسکی کےلئے عمل کی راہ متعین کردی ۔ یہیں وہ لمحہ آتا ہے جب خود جنرل یپان‌چین نے اس کہانی میں اتنا عملی اور غیرمعمولی حصہ لینا شروع کیا ۔

جب توتسکی نے خوش اخلاقی کے ساتھ دوستانہ مشورے کی خاطر جنرل صاحب سے رجوع کیا اور ان کی ایک بیٹی کے لئے گفتگو چھیڑی تو انتہائی شرافت یہ برتی کہ فوراً اپنے سارے معاملے کا کھلے لفظوں میں اعتراف بھی کرلیا ۔ اس نے صاف بتا دیا کہ اب اپنی آزادی کی راہ میں کسی طرح کی رکاوٹ قبول نہیں ہوگی ۔ اگر خود نستاسیا فلی‌پوونا اپنی زبان سے کہہ دے کہ آئندہ اس سے ہاتھ دھو لےگی اور بالکل اپنے حال پر چھوڑ دےگی، تب بھی توتسکی کے دل کو قرار نہیں آنےوالا ۔ صرف لفظ کافی نہیں، پوری گارنٹی چاہئے ۔ دونوں نے اونچ نیچ دیکھ‌کر فیصلہ کیا کہ مل کر قدم اٹھائیں‌گے ۔ طے پایا کہ شروع میں نرم سے نرم تدبیریں اختیار کی جائیں اور صرف تار چھیڑ کر، یا یوں کہئے کہ ”دل کے سب سے شریفانہ تار“، چھیڑ‌کر دیکھا جائے ۔ دونوں نستاسیا کی قیام‌گاہ پر پہنچے اور توتسکی نے دوٹوک لفظوں میں شروعات یہیں سے کی کہ موجودہ پوزیشن اب اس سے برداشت نہیں ہوسکتی ۔ خود کو ہر بات کا قصوروار ٹھیرایا ۔ صاف صاف کہہ ڈالا کہ ابتدا میں جو سلوک اس نے کیا، جو حرکت سرزد ہوئی اس پر وہ پشیمان نہیں کیوں‌کہ اپنی فطرت

سے وہ پکا عیش پسند رہا ہے اور ایسے معاملے میں اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ لیکن اب شادی کرکے گھر بسانا چاہتا ہے اور شایان شان، آبرومندانہ شادی کی تقدیر کا فیصلہ نستاسیا کے ہاتھ ہے۔ لے دے کر اب اسی کے شریفانہ جذبے کا سہارا کہ وہ کیا جواب دیتی ہے۔ توتسکی کہہ چکا تو جنرل یپانچین نے، پدرانہ حیثیت میں بات کا سرا تھاما۔ جنرل صاحب نے جذباتی التجا سے ہٹ کر ٹھنڈے طریقے سے معاملے کا ہر پہلو ابھارا اور بار بار جتاتے گئے کہ اس میں شک نہیں کہ نستاسیا کو افاناسی توتسکی کی تقدیر فیصل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہوشیاری سے انھوں نے اپنی ذاتی حیثیت کو نیازمندانہ پیش کیا اور صاف بتا دیا کہ ان کی اپنی بیٹی، بلکہ ممکن ہے دوسری دو بیٹیوں کی قسمت بھی اسی کے فیصلے پر اٹکی ہوئی ہے۔ جب نستاسیا نے سوال کیا ”تو پھر مجھ سے کیا چاہتے ہیں آپ لوگ؟“، توتسکی نے پہلے کی سی، بالکل ہی بےحجاب صفائی کے ساتھ اقرار کرلیا کہ پانچ سال پہلے یہ مسئلہ چھیڑ کر وہ اتنا خوفزدہ ہوگیا تھا کہ اب تک دل کو قرار نہیں آیا ہے، اور جب تک نستاسیا فلیپوونا خود ہی کسی سے شادی نہ کرلے، قرار نہ آئےگا۔ یہاں اس نے اتنا اور بڑھا دیا کہ اپنی زبان پر یہ تجویز لانا اگرچہ ہے گری ہوئی بات، اور وہ کبھی نہ کہتا مگر نستاسیا کے تعلق سے اس تجویز میں کچھ دم ہے، کوئی بنیاد موجود ہے اس لئے کہہ بھی دیا۔ اس کی نظر میں یہ بات آچکی ہے اور دل نے یہ اطلاع قبول بھی کرلی ہے کہ بہت اچھے خاندان کا ایک نوجوان، جو گھربار سے بھی خوش‌حال ہے — گاوریلا اردالیونچ ایولگین، جس سے نستاسیا واقف ہے اور یہاں آمدورفت بھی رکھتا ہے، وہ ایک زمانے سے دیوانہ‌وار اس کی محبت میں مبتلا ہے اور ایک نظر عنایت کی خاطر اپنی آدھی زندگی قربان کرنے پر آمادہ ہے۔ خود گاوریلا اردالیونچ افاناسی توتسکی کے سامنے اپنی زبان سے اس عشق کا اقرار بہت پہلے کرچکا ہے۔ اقرار میں دلی تعلق، جذباتی رشتہ اور نوجوانی کا خلوص دل شامل تھا، یہی نہیں بلکہ ایک زمانہ ہوا تب سے اس نوجوان گاوریلا کے خیر خواہ اور ہمدرد ایوان فیودرووچ تک کو یہ راز معلوم ہے۔ توتسکی نے تان یہاں توڑی کہ اگر میں غلطی نہیں کررہا ہوں تو خود نستاسیا فلیپوونا

پر بھی اس نوجوان کے دل کا حال روشن ہے، بلکہ یہاں تک محسوس ہوا کہ وہ اس محبت کی مدارات سے غافل نہیں رہی - بہرحال اس کے بارے میں زبان کھولنا بہ‌نسبت اوروں کے میرے لئے بہت دشوار ہے - توتسکی نے کہا کہ اگر بالفرض اس میں میری صرف خود غرضی اور اپنا گھر بار بنانے کے ارمان دیکھنے کے علاوہ نستاسیا کو اپنے لئے تھوڑی سی مروت یا شریفانہ جذبہ بھی نظر آجائے تو وہ یہ اندازہ کرسکتی ہے کہ ایک زمانے سے مجھے اس کی تنہائی کھٹکتی اور تکلیف‌دہ رہی ہے، ایسی تنہائی سے سوائے بےسبب غم کے اور کیا حاصل! سوائے اس کے کہ انسان اپنی زندگی کو تازہ دم کرنے کے خیال سے بالکل ہی ھاتھ دھو لے، حالانکہ اگر کسی کی محبت اور خانہ‌داری کی راحت میسر ہو تو کایاپلٹ ہوسکتی ہے، زندگی میں پھر سے جان پڑ سکتی ہے اور اس صورت میں نئی مرادیں جاگ سکتی ہیں - اب جو حالت ہے وہ یہ کہ عین ممکن ہے بہترین صلاحیتیں برباد ہوجائیں، اپنی مرضی سے غموں کو سینے سے لگائے دن کٹ رہے ہیں، یعنی اس میں کوئی ایسی رومانویت ہے جو نستاسیا جیسی معقول، ذہین اور نیک دل خاتون کو زیب نہیں دیتی - پھر اس نے دھرایا کہ میری زبان سے یہ نکلنا مناسب نہیں، تاہم ساری گفتگو کا نچوڑ یہ کہ اب بھی امید باقی ہے کہ نستاسیا نفرت و تحقیر سے رد نہیں کرےگی اگر میں نہایت خلوص قلب کا اظہار کرتے ہوئے یہ چاہوں کہ نستاسیا کے مستقبل کا پکا بند و بست کرنے کی خاطر پچھتر هزار روبل کی رقم اس کے حوالے کردوں - اس نے وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی جتا دیا کہ پچھتر هزار کی یہ رقم یوں بھی وصیت نامے میں نستاسیا کے نام لکھ چکا ہے؛ اس رقم کو ہرگز کسی اور بات کا صلہ انعام نہ سمجھا جائے... اور اگر اس میں بھی انسانی خواہش جاگی ہے کہ اپنے ضمیر کا بوجھ کسی نہ کسی بہانے ھلکا کرلے تو آخر حرج کیا ہے، اس سے درگزر کیوں نہ کیا جائے! وغیرہ وغیرہ، غرض اس نے وہ سب کہہ ڈالا جو اس قسم کے حالات میں ایسے معاملے میں کہا جا سکتا تھا - توتسکی نے دیر تک کیا کیا باتیں بنائیں اور سب کا نچوڑ جو نکلا، بلکہ یوں کہئے کہ ضمناً جو انجانی بات اس کی زبان پر آگئی، وہ پچھتر هزار کی رقم والی بات تھی، جو بالکل پہلی مرتبہ اس کے منہ سے نکلی تھی،

اس کی خبر، اور تو اور، خود جنرل صاحب کو نہیں تھی جو سامنے بیٹھے تھے۔ مختصر یہ کہ آج تک کسی کو اس بات کی ہوا نہیں دی تھی۔

اس پر نستاسیا فلی‌پوونا نے جو دونوں دوستوں کو جواب دیا ہے، دونوں سٹپٹا کر رہ گئے۔

نہ اس کے جواب میں پہلے کی طرح چھیڑخانی کی ہلکی سی جھلک تھی، نہ بغض و عناد کا شائبہ تھا، نہ اس قہقہے کا دور دور پتہ تھا، جس کی اگر یاد بھی آجاتی تو آج تک توتسکی کو کپکپی چھوٹتی تھی، بلکہ اس کے برعکس گویا اس کی باچھیں کھل گئی تھیں کہ چلو، آخر ایک موقع تو آیا جب وہ کسی سے جی کھول کر برابر سے بات تو کرسکتی ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ خود بھی ایک زمانے سے دوستانہ مشورے کی آرزومند تھی مگر اپنی عزت کا پاس حائل ہوتا رہا۔ البتہ یہ بہت اچھا ہوا کہ برف پگھل گئی ہے۔ اول تو پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اور پھر بڑے مزے میں بلکہ شوخ تبسم کے ساتھ وہ بولتی چلی گئی۔ کہا کہ پہلے جیسے وہ بات بات پر طوفان برپا کیا کرتی تھی اب ایسا نہیں ہوگا؛ بہت زمانہ ہوا کہ اس کی سوجھ بوجھ میں بڑا فرق آچکا ہے، اگرچہ دل نہیں بدلا تاہم جو واقعات آنکھ کے سامنے موجود ہیں انہیں جوں کا توں تسلیم کرلینے پر وہ خود کو مجبور پاتی ہے۔ جو ہو چکا، بس ہوچکا، گزری ہوئی بات گزر چکی، اس کا کیا ذکر! تعجب ہے کہ افاناسی توتسکی آج تک ان باتوں کا دغدغہ دل میں لئے ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ جنرل صاحب کی طرف متوجہ ہوئی اور انتہائی احترام کے انداز میں بولی کہ میں آپ کی بیٹیوں کے بارے میں بہت پہلے سن‌چکی ہوں اور دل سے ان کی بےحد عزت کرنے کی عادی ہوچکی ہوں۔ صرف یہ تصور بھی میرے لئے کچھ کم فخرومسرت کا سبب نہیں ہوگا کہ میں ان لڑکیوں کے کسی پہلو سے کام آسکوں۔ یہ صحیح ہے کہ مجھ پر وقت اب بھاری گزر رہا ہے، زندگی بےلطف ہوچکی ہے۔ کہنے لگی کہ افاناسی توتسکی نے اس کی ذہنی کیفیت کا ٹھیک قیاس کیا، واقعی وہ نئی زندگی شروع کرنا چاہتی ہے، محبت میں نہ سہی، خانہ‌داری کی زندگی میں مل جائے — نئے ارمان تو ہوں‌گے۔ مگر جہاں تک گاوریلا ارداليونچ کا تعلق ہے، وہ کچھ بتا نہیں

5*

سکتی ۔ یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ گاوریلا صاحب اس سے محبت میں مبتلا ہیں اور اگر اسے ان کی تعلق خاطر کی پختگی کا یقین آجائے تو ممکن ہے وہ خود بھی ان سے محبت کرنے لگے ۔ مگر مشکل یہ کہ خلوص ہو تب بھی گاوریلا کی عمر ابھی کم ہے، ان کے معاملے میں فیصلہ دشوار ہوگا ۔ اس نوجوان میں اسے سب سے بڑی خوبی یہ نظر آتی ہے کہ کام کرتا ہے، محنت کرتا ہے اور اکیلا پورے خاندان کا بار اٹھائے ہوئے ہے ۔ کان میں یہ بات پڑچکی ہے کہ گاوریلا ایک مستعد آدمی ہے، خوددار ہے، اپنی محنت سے، تدبیر سے زندگی سنوارنا، ترقی کرنا چاہتا ہے ۔ یہ بھی سنا ہے کہ اس کی والدہ نینا ایولگین اعلا درجے کی خاتون ہیں اور بڑی باعزت بزرگوار ہیں ۔ اس کی بہن واروروا نہایت قابل تعریف اور مستعد لڑکی ہے، پتیتسن کی زبانی اس کے بارے میں بہت کچھ سن چکی ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گاوریلا گھرانے کے لوگ اپنے برے وقت کو ہنسی خوشی گزار رہے ہیں ۔ ان سے ملنے جلنے کو بہت جی چاہتا تھا مگر یہی سوال روک لیتا ہے کہ نجانے وہ اپنے یہاں اس سے کس طرح پیش آئیں! ویسے وہ یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ گاوریلا سے اس کی شادی ناممکن ہے، البتہ ابھی یہ تجویز بہت غورطلب ہے ۔ اس کی رائے ہے کہ اس معاملے میں جلدی کرنے کو نہ کہا جائے ۔ اب رہا پچھتر ہزار روبل کا سوال، تو افاناسی توتسکی نے خواہ مخواہ اس کا اظہار کرنے کی زحمت اٹھائی ۔ روپے کی قدر و قیمت اسے معلوم ہے اور وہ شوق سے یہ رقم قبول کرلے گی ۔ وہ توتسکی کا احسان مانتی ہے کہ اس نے بڑی احتیاط برتی، اور یہ کہ گاوریلا تو کیا، خود جنرل کے سامنے بھی کبھی یہ بات زبان پر نہ لایا ۔ پھر بھی کیا حرج تھا اگر گاوریلا کو پہلے سے بتا دیا جاتا؟ رقم دینے کا معاملہ اس سے راز رکھنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی ۔ رقم لینے میں کیا شرم کی بات ہے اگر وہ خود ان کے خاندان میں دی جارہی ہے ۔ بہرحال وہ کسی طور سے، کسی سے بھی معافی کی خواستگار نہیں اور چاہتی ہے کہ یہ بات ایک بار ذہن نشین کرلی جائے ۔ وہ گاوریلا اردالیونچ سے تب تک شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہوگی جب تک پورا یقین نہ ہو جائے کہ خود اس نوجوان کے، اور اس کے گھروالوں کے دل میں نستاسیا کی طرف سے کوئی ایسی

ویسی بات تو نہیں ہے۔ جو بھی ہو لیکن وہ کسی پہلو سے خود کو قصوروار نہیں شمار کرتی اور بہتر یہی ہوگا کہ گاوریلا اردالیونچ کو پہلے سے آگاہ کردیا جائے کہ پیترسبورگ میں یہ پانچ سال اس نے کس طور سے گزارے ہیں، افاناسی توتسکی صاحب سے کیا رشتہ رہا ہے اور جمع پونجی کیا ہے اس کے پاس۔ آخر میں اس نے جتا دیا کہ اب اگر میں یہ بھاری رقم لینے پر آمادہ ہوں تو اپنی عصمت کی قیمت جان کر نہیں، کیونکہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا، میں تو اسے صرف اپنی بگڑی ہوئی تقدیر کا ہرجانہ سمجھ کر قبول کروں گی۔

بات ختم کرتے کرتے وہ گفتگو کی کڑیاں جوڑنے میں اتنی گرم ہوگئی، اس قدر لرزنے لگی (ایسا ہونا قدرتی تھا) کہ جنرل یپان‌چین بہت مطمئن ہوئے اور سمجھ لیا کہ معاملہ نمٹ گیا، مگر دودھ کا جلا توتسکی اب بھی ڈرا ہوا تھا کہ کہیں پھولوں کی تہہ میں سانپ نہ نکل آئے۔ بہرحال فریقین میں بات‌چیت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ وہ پوائنٹ جس پر دونوں دوستوں نے مل کر قضیے کی بنیاد رکھی تھی، یعنی نستاسیا فلی‌پوونا کا گاوریلا کی جانب مائل ہونا، وہ بھی رفتہ رفتہ کھلنے اور رنگ لانے لگا۔ یہاں تک کہ خود توتسکی کو یقین آچلا کہ یہ بیل منڈھے چڑھ جائےگی۔ اس اثنا میں نستاسیا نے گانیا (گاوریلا) سے کھل کر بات کرلی۔ گفتگو صرف چند الفاظ تک محدود رہی، یقیناً حجاب مانع رہا ہوگا۔ تاہم اس نے گانیا کی محبت تسلیم کرلی اور آئندہ کے لئے اسے قبول بھی کرلیا مگر اس بات پر اصرار کیا کہ وہ خود کو کسی بندش میں نہیں رکھ سکتی۔ جب تک شادی نہ ہو جائے (اگر شادی ہونی ہے تو) ''نہیں،، کہنے کا حق اپنے اختیار میں رکھےگی، بالکل ہی آخری لمحے تک یہ اختیار حاصل رہےگا، نستاسیا کو بھی اور قطعی طور سے گانیا کو بھی۔ کچھ دن بعد گانیا کو اتفاقاً ٹھیک ٹھیک پتہ چل گیا کہ نستاسیا فلی‌پوونا نے تفصیل وار معلوم کرلیا ہے کہ اس رشتے کے خیال کو اور خود نستاسیا کو گانیا کا خاندان سخت ناپسند کرتا ہے اور اس کے سبب گھر میں آفت برپا ہے۔ سب جان کر بھی اس نے کوئی ذکر نہیں کیا حالانکہ گانیا کو ہر روز اس کی توقع رہتی تھی۔ اس رشتے کے اور جو گفت‌وشنید چل رہی تھی

اس کے سلسلے میں جو واقعات و حالات ابھر کر سامنے آئے، ان کا بیان بہت تفصیل طلب ہے لیکن ایک تو ہم ویسے ہی بہت آگے نکل آئے ہیں اور دوسرے یہ کہ بعض حالات محض افواہوں کی حد تک تھے، ایسی افواہیں جن کا اور چھور نہیں ملتا۔ مثلاً توتسکی کو کہیں سے پتہ لگا کہ نستاسیا نے جنرل یپان‌چین کی لڑکیوں سے رازدارانہ اور بے‌تکے‌پن کی رسم و راہ پیدا کرلی ہے ــ اس افواہ میں کوئی دم نہیں تھا۔ پھر ایک اور افواہ کان میں پڑی اور بےاختیار اس کا یقین بھی کرلیا، اس یقین نے توتسکی کو ہلا ڈالا: لوگ وثوق سے کہتے تھے کہ نستاسیا کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ گانیا صرف موٹی رقم کی خاطر شادی کررہا ہے۔ وہ ایک بدطینت آدمی ہے، لالچی ہے، بےصبرا ہے، جلن کا مادہ بہت ہے اور اس کی خودپسندی تمام حدوں سے گزری ہوئی ہے۔ اور اگرچہ گانیا نے واقعی، جی‌جان سے اسے چاہا تھا اور نستاسیا کے دل میں راہ کرلی تھی، مگر جب دو (بزرگ) دوستوں نے اس کی محبت کو بھنانے کا فیصلہ کیا اور دونوں نے گانیا کی محبت میں اپنی اپنی غرض پوری کرنے کی ٹھانی، سوچا کہ نستاسیا کو بیوی کے بھاؤ دے کر گانیا کو خرید لیا جائے، تب سے وہ نستاسیا کی صورت سے بیزار ہوگیا تھا، اس کے وجود پر جھلانے لگا تھا۔ اس کی روح میں دونوں جذبے شدت سے اتر گئے تھے، بےتحاشا محبت اور سخت نفرت، اور اگرچہ اس نے روز روز کے تذبذب کی ذہنی کوفت سے تنگ آکر آخر میں اس ''بگڑی ہوئی عورت،، سے شادی کی رضامندی دے دی تھی لیکن اپنے دل میں عہد کرچکا تھا کہ اس سے بری طرح انتقام لے کر رہے گا اور ''گھر تک پہنچا کر چھوڑے گا،، ــ گویا یہ خود گانیا کے ہی الفاظ تھے۔ افواہ تھی کہ یہ تمام باتیں نستاسیا کو معلوم ہیں اور اندر ہی اندر وہ کسی تیاری میں ہے۔ توتسکی یہ سب سن سن کر اتنا سہم گیا تھا کہ اب جنرل صاحب پر بھی اپنا اندرونی اضطراب ظاہر نہیں کرتا تھا۔ لیکن ایسی گھڑیاں بھی آجاتی تھیں جب وہ ایک کم‌ہمت آدمی کی طرح پھر سے تازہ دم ہوجاتا اور اس میں خوشی کی نئی لہر دوڑ جاتی۔ مثلاً اس دن وہ بہت موڈ میں تھا جب نستاسیا نے دونوں دوستوں سے آخری وعدہ کیا کہ اپنی سالگرہ کے دن، شام کو ہاں اور نہیں کا قطعی فیصلہ سنا دے گی۔ پھر یہ بھی ہوا

تھا کہ ایک نہایت عجیب اور ناقابل یقین افواہ چلی جس کا تعلق خود جناب جنرل صاحب محترم کی ذات سے تھا، توبہ! یہ افواہ زیادہ سے زیادہ پکی ہوتی چلی گئی۔

پہلی نظر میں سارا قصہ من گھڑت معلوم ہوتا تھا۔ عقل نہیں مانتی تھی کہ ایوان فیودرووچ پیان‌چین اس بزرگی کی عمر کو پہنچ کر، اتنی زبردست ذہانت کے مالک ہوکر، زندگی کے نشیب و فراز کا ایسا تجربہ رکھتے ہوئے، اور بہت سے گنوں کے باوجود نستاسیا فلی‌پوونا کو دل دے بیٹھیں‌گے، اور یہ بات یہاں تک، گویا اس حد تک پہنچ جائےگی کہ بوڑھاپے کا یہ خبط اچھا خاصا جنون شوق بن جائےگا۔ یہ انھیں سوجھی کیا؟ کس توقع پر؟ تصور مشکل تھا۔ ممکن ہے گانیا سے ملی بھگت ہو یہ! توتسکی کے ذھن میں تو کچھ اسی قسم کے شبہ نے سر اٹھایا۔ اسے پورا شک ہوگیا کہ جنرل اور گانیا کے درمیان، باھمی دوراندیشی کی بنیاد پر، بے کہے سنے، ضرور کوئی نہ کوئی طے شدہ بات موجود ھے۔ اور ھاں، مانی ہوئی حقیقت ھے کہ ایک شخص جو شدت آرزو میں بےقابو ھوجاتا ھو، خاص کر ڈھلتی عمر کو پہنچ کر، اسے بالکل سجھائی نہیں دیتا اور وہ ایسی جگہ امیدیں جوڑ لیتا ھے جہاں دور دور کوئی امکان نہیں ھوتا۔ حد یہ کہ جا و بےجا کی تمیز کھو بیٹھتا ھے اور نادان بچے کی سی حرکتیں کرنے لگتا ھے، چاھے اور معاملوں میں کتنا ھی گھاگ ھو۔ یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ جنرل صاحب نے خاص نستاسیا فلی‌پوونا کی سالگرہ کی تقریب پر دینے کے لئے ایک بہت ھی نایاب موتی کا تحفہ تیار کیا تھا، اس تحفے پر بہت بڑی رقم خرچ کی تھی، اپنے اس تحفے پر وہ بہت اترائے ہوئے تھے، اگرچہ خوب واقف تھے کہ نستاسیا بالکل بےغرض عورت ھے۔ سالگرہ والے دن ان کے دماغ کو گرمی چڑھی ہوئی تھی لیکن رکھ رکھاؤ میں خود کو چھپا رکھا تھا۔ اس موتی‌والے تحفے کی بھنک مادام پیان‌چین کے کان میں پڑگئی۔ اگرچہ یہ صحیح ھے کہ بیگم صاحبہ اپنے شوھر کی من موجی طبیعت کے کرتوت ایک زمانے سے بھگت رھی تھیں اور اب اس کی عادی ھوچکی تھیں — مگر اب کی بار وہ یہ موقع نظر انداز کرنے کو تیار نہیں تھیں: موتی منگوانے کی خبر سنتے ھی وہ بےتاب ھوگئیں۔ جنرل کو بھی اچھے وقت سے اس کا

سراغ مل گیا۔ ابھی کل شام اشاروں کنایوں میں اس کا ذکر نکلا اور جنرل کا ماتھا ٹھنکا کہ بڑی بڑی صفائیاں دینی پڑیں گی۔ اندیشہ لاحق ہوگیا۔ یہ وجہ تھی کہ اس دن جب ہماری کہانی شروع ہوئی ہے، صبح کے ناشتے پر وہ اپنے گھروالوں کے نرغے میں ناشتہ کرنے سے جان چرا رہا تھا۔ پرنس کی آمد سے پہلے ہی اس نے سوچ لیا تھا کہ کاموں میں گھرے ہونے کا بہانہ کرکے صاف کترا جائے گا۔ کترا جانے کا مطلب جنرل کے ہاں کبھی کبھی یہ ہوتا تھا کہ صاف صاف (گھر سے) بھاگ نکلنا۔ یہ ایک دن ہی سہی، وہ بھی خاص آج کی شام، جی چاہتا تھا کہ بغیر کسی ناگواری کے بسر ہوجائے۔ اتنے میں دیکھا تو پرنس موقع پر موجود، جیسے ''غیبی امداد،، ہو۔ جنرل نے اپنی رفیقہ' حیات کے پاس جاتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا: ''غیبی امداد،، اتری ہے۔

٥

بیگم جنرل اپنے حسب نسب کے بارے میں بڑی کٹر تھیں۔ ان پر کیا گزر گئی ہوگی جب پہلے سے کسی تیاری کے بغیر براہ راست خبر ملی کہ خاندان کا یہ آخری فرد پرنس میشکن، جس کا ذکر کبھی سنا تھا، ایک قابل رحم بے عقل کے سوا کچھ نہیں، مفلس و قلاش ہے اور گزر بسر کے لئے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہے۔ جنرل نے پرنس کی ایسی تصویر کھینچی، مقصد یہ کہ بیگم کو ایک دم چونکا دیا جائے اور کسی صورت سے ان کی توجہ دوسری طرف پھیر دی جائے۔

جب کوئی انتہائی واقعہ ہوجاتا تو بیگم جنرل بڑے زوروں میں غیرمعمولی طور سے دیدے گھماتیں اور پورے دھڑ سے ذرا پیچھے کو جھٹکا دیتیں، سامنے خلا میں گھورنے لگتیں اور زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا۔ بیگم صاحبہ قدآور عورت اور جنرل کی ہم عمر خاتون تھیں، گہرے رنگ کے بالوں میں سفیدی کی لہریں پڑگئی تھیں، پھر بھی بال گھنے تھے اور ناک کسی قدر (طوطے کی سی) خمدار، بدن سوکھا مارا، گال پیلے، پچکے ہوئے اور ہونٹ پتلے،

مرجھائے ہوئے۔ پیشانی اونچی تھی مگر تنگ۔ بھوری اور خاصی بڑی آنکھوں سے بعض اوقات عجب کیفیت جھانکتی تھی۔ اگلے وقتوں کی اس کمزوری نے اب بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا کہ اپنی نگاہ کو نہایت اثرانگیز شمار کرتی تھیں۔

''مل لوں؟ آپ کہتے ہیں کہ ابھی اندر بلالوں؟،، یہ کہتے ہوئے بیگم صاحبہ نے پوری قوت سے دیدے گھما کر جنرل کو گھورا جو پرنس کو اندر بلوانے پر بضد نظر آتے تھے۔

''اس میں تکلف برتنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، بشرطے کہ، میری عزیز، آپ اس شخص سے ملنا پسند کریں،، اور پھر جلدی سے اضافہ کیا ''بالکل بچہ ہے — دیکھ کر ترس آئے۔ کوئی بیماری ہے جس کے دورے بھی پڑتے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ سے آیا ہے، ریل سے اتر کر سیدھا یہیں پہنچا۔ لباس بھی عجیب سا ہے، جرمن وضع کا، اور اس پر طرہ یہ کہ جیب بالکل خالی، معلوم ہوتا ہے کہ بس رو دے گا۔ میں نے اپنی طرف سے پچیس روبل دئے ہیں اور سوچتا ہوں کہ اپنے ہاں دفتر میں منشی کی کوئی جگہ دلوا دوں گا۔ اور ہاں برخوردار، دیکھنا، اسے کچھ کھلا دینا کیونکہ، میرے خیال میں، اس کا پیٹ خالی ہے...،،

''آپ تو مجھے بوکھلائے دے رہے ہیں!،، بیگم جنرل بولیں۔ ''بھوکا ہے اور دورے پڑتے ہیں! کس قسم کے دورے؟،،

''اوہو! ہر وقت تھوڑی پڑتے ہیں دورے! اور پھر بالکل بچہ سا لگتا ہے، مگر ہاں تعلیم‌یافتہ ضرور ہے۔ دیکھنا، لڑکیو!،، وہ پھر بیٹیوں کی طرف مخاطب ہوا ''تم سے یہ کہنا ہے کہ ذرا بات‌چیت کرکے نکالنا، پتہ چلانا کہ بہرحال معلوم کرلینا بہتر رہتا ہے کہ کس کام کی لیاقت ہے اس میں۔،،

''پ۔ تہ چ۔ لا۔ نا؟،، ایک ایک حرف توڑ کر بیگم صاحبہ نے کہا اور انتہائی سخت حیرت سے دیدے باہر نکال کر کبھی بیٹیوں کو دیکھیں، کبھی شوہر کو — دیدے گھومتے رہے۔

''افوہ، عزیز من، معمولی سی بات کا بتنگڑ بنانے کی کیا ضرورت ہے... بہرحال کرو، جیسے تمھاری مرضی ہو۔ میرا منشا صرف اتنا تھا کہ ذرا دلجوئی سے کام لینا، اپنے ہاں جگہ دینا۔ یہ تو اب کا کام ہے!،،

''اپنے ہاں جگہ دینا؟ سوئٹزرلینڈ سے آیا ہے؟''
''سوئٹزرلینڈ سے یہاں کیا مطلب! خیر، پھر کہے دیتا ہوں، جیسے تمھاری مرضی! میں نے تو صرف اس خیال سے کہ اول تو وہ خاندانی نام میں شریک ہے۔ ممکن ہے رشتہ‌دار ہی نکلے، دوسرے یہ کہ اس کے پاس کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں۔ یہاں تک خیال تھا کہ چونکہ آدمی بہرحال اپنا ہم‌خاندان ہے، شاید تمھاری دلچسپی کا سامان رہے!''
''ہاں، ٹھیک تو ہے اماں، اگر تکلف نہ کرنا پڑے تو کیا حرج ہے۔ سفر سے آئے ہیں وہ، بھوک لگی ہوگی۔ کھانا کھلا دیں۔ سر چھپانے کا ٹھکانا بھی نہیں ہے کوئی تو...'' بڑی بیٹی الیکساندرا نے کہا۔
''پھر ہے بھی لڑکا سا، اچھا رہے گا، آنکھ مچولی کھیلیں گے!''
''وہ کیسے؟''
''اماں جی، اب یہ بال کی کھال نکالنا چھوڑئے'' چھوٹی اگلایا نے چڑکر ماں کو ٹوکا۔
منجھلی ادےلائیدا ہنسوڑ تھی۔ اس سے نہ رہا گیا، زور سے ہنس پڑی۔
''پاپا، آپ انھیں اندر بلوا لیجئے۔ اماں کی اجازت ہے!'' اگلایا نے فیصلہ کردیا۔ جنرل نے گھنٹی بجائی اور حکم دیا کہ پرنس کو اندر لے آؤ۔
''مگر ایک شرط ہے کہ جب وہ میز پر کھانا کھانے بیٹھے تو گردن میں نیپکن (رومال) ضرور باندھے'' بیگم صاحبہ نے حکم نافذ کیا۔ ''فیودر کو، یا بہتر ہے کہ ماور کو بلاؤ — وہ حاضر رہے اور کھانے کے وقت نظر رکھے۔ دورہ پڑتے میں وہ ہاتھ پاؤں تو نہیں مارتا؟ قابو میں رکھتا ہے خود کو؟''
''توبہ کرو، وہ تو بہت ہی تمیزدار شخص ہے، ادب آداب میں منجھا ہوا۔ بعض وقت بہت ہی سادہ، معصوم... لو، وہ صاحب آپہنچے! ملئے، یہ ہیں پرنس میشکن، اس خاندان کے آخری آدمی، آپ دونوں خاندانی نام میں شریک ہیں! ممکن ہے رشتہ‌داری بھی ہو۔ ملئے، پیار سے ملئے۔ ناشتے کا وقت ہوگیا ہے، پرنس، لہذا تکلیف کیجئے!.. میں تو اجازت چاہوں گا، دیر ہوگئی، چلتا ہوں...''

''معلوم ہے ہمیں، کہاں کی جلدی ہے آپ کو،، بیگم صاحبہ نے معنی‌خیز اشارہ کیا۔
''جلدی ہے، بہت جلدی میں ہوں، دیر ہو گئی! ہاں، دیکھنا بٹیا اپنا البم انھیں دے دینا۔ اس میں لکھ دیں گے کچھ۔ کیا عمدہ خط ہے! لاجواب! ہاتھ میں ہنر ہے! انھوں نے پرانے خوشنویسی طرز میں بیل بوٹے سے بنا کر، لکھ کر دکھایا 'پیر خانقاہ پافنوتی نے یہاں دستخط ثبت کئے!'، اچھا خدا حافظ!،،
''پیر خانقاہ؟ پافنوتی؟ ذرا ٹھیرئے تو... ٹھیرئے۔ کدھر چلے؟ یہ پافنوتی کون؟،، لپکتے ہوئے جنرل کو روکتے بلکہ ٹوکتے ہوئے ذرا دکھی لہجے میں بیگم صاحبہ قریب قریب چیخ پڑیں۔
''ہاں، ہاں، عزیز من، ایک بزرگ پادری گزرے ہیں اس نام کے... فی‌الحال مجھے نواب صاحب کی خدمت میں پہنچنا ہے۔ دیر سے انتظار میں ہوں گے۔ خود انھوں نے وقت دیا تھا... اچھا، پرنس، خدا حافظ!،، جنرل جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے نکل گئے۔
''معلوم ہے سب، کونسے نواب کی طرف گئے ہیں!،، بیگم صاحبہ نے ترشی سے زیرلب کہا اور کسی قدر چڑچڑے‌پن سے پرنس کی طرف نظر گھمائی۔ ''ہاں تو کیا بات تھی وہ؟،، انھوں نے بدمزاجی اور نیم بےخیالی میں ذہن پر زور ڈالا ''کیا تھا وہ؟ کیا نام کہ؟ وہ کون تھا پیر خانقاہ؟،،
''اماں!،، الیکساندرا پکاری اور اگلایا نے تو پاؤں تک پٹکا۔
''الیکساندرا ایوانوونا، خبردار، دخل نہ دینا،، بیگم جنرل نے بیٹی کو جھڑک دیا ''میں بھی جاننا چاہتی ہوں۔ پرنس، آپ یہاں بیٹھ جائیے۔ ادھر، اس آرام کرسی پر۔ وہاں نہیں، یہاں، دھوپ میں، ذرا اجالے کی طرف کھسک آئیے۔ اجالے میں۔ دیکھ تو سکوں۔ ہاں تو وہ کونسے پیر خانقاہ کا...،،
''پیر خانقاہ پافنوتی،، پرنس نے سنجیدگی اور توجہ سے جواب دیا۔
''پافنوتی؟ — واہ، کیا خوب! کیا خاص بات تھی اس میں؟،، بیگم صاحبہ اضطراب میں جلدی جلدی اور تیز لہجے میں پوچھے جارہی تھیں اور پرنس کو برابر تکے جا رہی تھیں۔ پرنس جواب دیتا تو وہ اس کے ایک ایک لفظ پر گردن ہلا دیتی تھیں۔

''پیرخانقاہ پافنوتی — چودھویں صدی عیسوی میں ہوئے ہیں۔ والگا کے کنارے جہاں آجکل ہمارا وہ کستروما صوبہ ہے، وہاں خانقاہ چلاتے تھے۔ پاکیزہ زندگی بسر کرنے میں نام پایا۔ کئی بار منگول فوجی حاکموں کے پاس گئے، ان سے معاملات درست کرنے میں بڑا کام کیا اور ایک دستاویز پر دستخط کئے تھے۔ میں نے اسی دستخط کی نقل مطابق اصل دیکھی تھی۔ خط پسند آیا۔ دماغ میں محفوظ کرلیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے، جنرل صاحب نے خواہش فرمائی کہ اپنے خط کا نمونہ دکھاؤں تاکہ وہ میرے لئے کوئی مناسب ملازمت سوچیں تو میں نے چند جملے لکھ کر پیش کردئے، جدا جدا طرزوں سے لکھے تھے۔ اور یہ جو لکھا کہ 'پیر خانقاہ پافنوتی نے یہاں دستخط ثبت کئے، یہ خاص انھی پیرخانقاہ کے خط میں لکھ دیا۔ انہیں یہ تحریر بہت پسند آئی۔ چنانچہ وہی جملہ ان کی زبان پر آیا۔''

''اگلایا یاد رکھنا''، بیگم جنرل بولیں، ''پافنوتی نام تھا، بلکہ اچھا ہے، لکھ لو۔ ورنہ، تم جانو، میں بھول بھول جاتی ہوں۔ ارے ہاں، مجھے خیال آیا کہ دیکھیں تو، زیادہ لطف آئے گا۔ کہاں ہے بھلا وہ دستخط؟''

''شاید، صاحب کے کمرے میں رہ گیا میز پر۔''

''ابھی آدمی بھیجو، منگوالو۔''

''کیا ضرورت ہے، آپ چاہیں تو میں پھر ویسا ہی لکھ دوں۔''

''ہاں، ہاں ضرور، اماں!'' الیکساندرا مچل گئی۔ ''مگر فی‌الحال تو ناشتہ ہوجائے۔ بھوک لگی ہے۔''

''ہاں، واقعی!'' اماں بولیں۔ ''چلئے پرنس۔ آپ کو تو بہت بھوک لگی ہوگی نا؟''

''جی ہاں، بہت۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کروں۔''

''کیا اچھا ہوا کہ آپ اس قدر سعادتمند ہیں۔ جیسا تعارف کرایا گیا تھا، ایسے... بے تکے بالکل نہیں ہیں۔ آئیے، یہاں تشریف رکھئے میرے سامنے، میں چاہتی ہوں کہ آپ آنکھ کے سامنے ہوں''، بیگم جنرل نے اس کی فکر کرتے ہوئے اور پرنس کو بٹھاتے ہوئے کہا جب وہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئے۔ ''الیکساندرا، ادےلائیدا،

تم دونوں ذرا پرنس کا خیال رکھنا۔ ایسے تو یہ نہیں ہیں... بیمار، ہے نا؟ میں جانوں، نیپکن کی کوئی ضرورت نہیں... پرنس، آپ بتائیے، کھانے کے وقت گردن میں رومال لگانے کے عادی ہیں کیا آپ؟،،

"پہلے، جب میری عمر ہوگی کوئی سات سال، تب تو گردن پر رومال لگا دیا کرتے تھے، مگر اب عموماً میں کھاتے وقت گھٹنوں پر ڈال لیتا ہوں۔"

"یہی مناسب بھی ہے۔ مگر وہ دورے کیسے ہیں؟"

"دورے؟"، پرنس نے حیرت‌زدہ ہوکر پوچھا۔ "اب تو کبھی اتفاق سے ہی دورے پڑتے ہیں۔ معلوم نہیں، کہتے ہیں کہ یہاں کی آب و ہوا مضر ہوگی۔"

"ان کی بات چیت عمدہ ہے!"، بیگم جنرل نے اپنی بیٹیوں سے مخاطب ہوکر کہا اور پرنس کے ایک ایک لفظ پر گردن ہلاتی جھلاتی رہیں۔ "مجھے اس کی امید نہیں تھی۔ مطلب یہ کہ وہ سب فضولیات تھیں اور غلط تھیں عموماً۔ پرنس، آپ کھانے سے شوق فرمائیے اور ہاں یہ بتاتے جائیے کہ کہاں آپ کی ولادت ہوئی، کہاں تعلیم پائی؟ سب باتیں بتائیے، مجھے آپ کے بارے میں جاننے کا اشتیاق ہوگیا۔"

پرنس نے شکریہ ادا کیا اور بڑے شوق سے کھانا کھاتے ہوئے پھر وہی سب داستان سناتا چلا گیا جو آج صبح سے کئی بار مجبوراً دہرا چکا تھا۔ بیگم جنرل اس سے مطمئن اور خوش ہوتی چلی گئیں۔ لڑکیاں بھی کافی توجہ اور اشتیاق سے سن رہی تھیں۔ رشتہ‌داروں کا ذکر آیا، پتہ چلا کہ پرنس کو اپنے رشتے ناتے والوں کا خاصا علم تھا۔ بہت سے مشترک واقفکاروں کا نام آیا، رشتے جوڑے گئے لیکن بیگم جنرل اور پرنس کے درمیان کسی خاص رشتے کا سراغ نہیں ملا سوائے اس کے کہ کہیں اوپر جاکر دادیوں، نانیوں میں کوئی دور کی عزیزداری رہی ہو۔ بیگم کو یہ خشک موضوع خاص کر پسند آیا حالانکہ یہ ایسا موضوع سخن تھا کہ وہ دل میں کتنا بھی چاہتی ہوں مگر شاید کبھی اتفاق سے ہی حسب نسب پر لب کشائی کا موقع آیا ہوگا۔ ان باتوں کے بعد جب وہ میز سے اٹھی ہیں تو اچھے موڈ میں تھیں۔

"چلیں، اپنے بڑے کمرے میں چلتے ہیں - کافی وہیں آ جائے گی - ہمارے یہاں اس نام کا ایک عام کمرہ ہے"، وہ پرنس سے مخاطب ہوئیں ادھر کا رخ کرکے "یوں کہہ لیجئے کہ وہ میرا چھوٹا سا ملاقاتی کمرہ ہے - ہم وہیں بیٹھتے ہیں جب باہر کا کوئی نہیں ہوتا - اور ہم سب اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں: یہ ہے الیکساندرا، میری بڑی لڑکی، پیانو بجاتی ہے، کتاب پڑھتی ہے یا سلائی میں پڑی رہتی ہے - ادےلائیدا، یہ قدرتی منظروں اور چہروں کی تصویریں بنایا کرتی ہے (مگر سب ادھورے چھوڑ دیتی ہے) - یہ اگلایا ہے، چھوٹی — اسے دنیا کا کوئی کام نہیں، بیٹھی رہتی ہے - میرا بھی یہی ہے کہ کام میں ہاتھ نہیں لگتا: کچھ بنتا ہی نہیں - لیجئے، آ گئے! پرنس، آپ تشریف رکھئے، یہاں ادھر، آتشدان کے پاس اور اب سنائیے - جاننا چاہتی ہوں کہ آپ کوئی بات بیان کیسے کرتے ہیں - میں پوری طرح اطمینان کرلینا چاہتی ہوں، تاکہ جب پرنسس بیلوکونسکایا سے ملاقات ہو، ان بڑی بی سے، تو انہیں آپ کی ساری داستان سنا دوں - جی چاہتا ہے کہ ان سب کو آپ سے دلچسپی ہوجائے - ہاں تو اب بتائیے!"

"ممی! بھلا ایسے کہیں بیان کیا جاتا ہے؟"، ادےلائیدا نے ٹوکا، وہ اس اثنا میں اپنا ایزل جما کر رنگوں کی پلیٹ اور برش سنبھال کر اس نقش کی تکمیل کے لئے بیٹھ گئی تھی جو بہت دنوں سے ادھورا چلا آرہا تھا - الیکساندرا اور اگلایا، دونوں بہنیں مل کر ایک چھوٹے صوفے پر بیٹھیں - دونوں نے ہاتھ اپنے زانو پر رکھ لئے گویا اب گفتگو سننے کےلئے آمادہ ہیں - پرنس نے محسوس کیا کہ اب ہر طرف سے وہ التفات خاص کا مرکز بن چکا ہے -

"اگر مجھ سے اس طرح کہا جائے تو میں کچھ بھی بیان نہیں کرسکتی"، اگلایا نے اپنا خیال ظاہر کیا -

"کیوں نہیں؟ اس میں عجیب بات کونسی ہے؟ بیان کرنے میں کیا روک ہے؟ زبان تو ہے ان کے منہ میں - صرف اتنا جاننا چاہتی تھی میں کہ یہ بیان کیسے کرتے ہیں - کوئی بات چھیڑو - اور نہیں تو — چلو سوئٹزرلینڈ کا قصہ سہی - پہلے پہل وہ ملک کیسا لگا - دیکھو تم لوگ! ابھی یہ بیان کرنے پر آئیں گے اور بہت خوبصورتی سے بیان کریں گے -"

''پہلا تاثر تو زبردست تھا،، پرنس نے بالآخر زبان کھولی۔
''لو ــ سن لو،، جھٹ سے بیگم صاحبہ نے بیٹیوں کو ٹھوکا دیا ''دیکھو، شروع ہوگئے نا!،،
''ممی، آپ خود بات کاٹتی ہیں۔ بولنے تو دیجئے انہیں،، الیکساندرا نے ماں کو ٹوکا۔ ''یہ جو پرنس ہے نا،، اس نے چھوٹی بہن سے سرگوشی کی ''ممکن ہے بڑا چالو آدمی ہو، لیکن بےعقل تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔،،
''عین ممکن ہے، میں نے دیکھتے ہی بھانپ لیا تھا،، اگلایا نے جواب دیا۔ ''یہ اتنی گری ہوئی حرکت کر کیوں رہا ہے؟ آخر اس کا منشا کیا ہے، نیت کیا ہے؟،،
''پہلے پہل کا تاثر زبردست تھا،، پرنس نے پھر وہیں سے شروع کیا۔ ''جب مجھے روس سے لے کر چلے، اور مختلف جرمن شہروں سے گزرتا گیا تو خاموشی سے سب دیکھتا رہا اور مجھے یاد ہے کہ کسی قسم کا کوئی سوال میں نے نہیں کیا۔ تب مجھے بیماری کے کئی سخت اور اذیت‌ناک دورے پڑچکے تھے، جب بھی بیماری کا شدت سے حملہ ہوتا اور یکے بعد دیگرے کئی دورے پڑجاتے تو دماغ بالکل پتھر کا ہوجاتا، حافظے میں کچھ بھی نہیں رہتا تھا۔ عقل اگرچہ کام کیا کرتی تھی لیکن خیالات کا منطقی تسلسل ٹوٹ جایا کرتا تھا۔ دو یا تین خیالات سے زیادہ دماغ میں ایک ساتھ بیٹھنے نہیں پاتے تھے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جہاں دوروں کا سلسلہ رکا، میں پھر تندرست اور توانا ہو جاتا تھا جیسے اب ہوں۔ یاد ہے: دل پر غم کی بدلیاں چھا جاتی تھیں، ناقابل برداشت۔ یہاں تک کہ رونے کو جی چاہتا تھا۔ وہاں ہر چیز دیکھ کر تعجب ہوتا، بےچینی بڑھتی: اس بات کا بڑا ہی ہولناک اثر ہوا کہ جو دیکھو وہ اجنبی، غیر۔ اتنا ہی سمجھ میں آیا۔ غیریت مارے ڈالتی تھی۔ غم کی اس گھٹا سے میں ایک بار چونک کر نکلا جب بازل کے مقام پر، یاد ہے کہ سوئٹزرلینڈ میں داخل ہوا، مجھے ایک چیخ نے چونکایا، بازار میں گدھا رینک رہا تھا۔ گدھے نے مجھے حیرت میں ڈال دیا، بلکہ نجانے کیوں، بےانتہا لطف آیا۔ اسی کے ساتھ میرے ذہن کا بوجھ اترا اور دماغ میں ہر چیز صاف ہو گئی۔،،

''گدھا؟ عجیب بات!،، بیگم جنرل چونکی۔ ''مگر ہاں ایسا بھی کیا تعجب! ہم میں سے کوئی کوئی تو گدھے سے بھی پیار کرسکتا ہے،، انھوں نے لڑکیوں کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ لڑکیاں ہنس پڑی تھیں۔ ''ایسا ہوچکا ہے۔ دینی قصوں میں بھی ذکر آیا ہے۔ ہاں تو آپ سناتے رہئے۔،،

''تبھی سے مجھے خود بھی گدھے سے پیار ہوگیا ہے۔ بلکہ کوئی ہمدردی سی ہے اس جانور سے۔ پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ دیکھا تو اس کے بارے میں لوگوں سے معلومات کیں۔ تب یقین ہوگیا کہ گدھا بڑا ھی مفید جانور ہے۔ محنتی ہے، جاندار ہے، بردبار ہے، کم‌خرچ ہے، سب سہار جاتا ہے۔ اس گدھے کے ذریعے پورا سوئٹزرلینڈ پسند آنے لگا یہاں تک کہ غم کے بادل چھنٹ گئے، مطلع صاف ہوگیا۔،،

''ہے بہت عجیب واقعہ، مگر خیر، اب گدھے کا ذکر جانے دیجئے، کوئی اور موضوع اٹھائیے۔ تم کیا دانت نکال رہی ہو اگلایا؟ اور تم ادےلائیدا؟ پرنس نے کس خوبی سے گدھے کا بیان کیا ہے، دیکھو! انھوں نے خود دیکھا تھا۔ اور تم نے کیا دیکھا ہے، کبھی ملک سے باہر گئی ہو؟ نہیں۔،،

''مگر، ممی، میں نے گدھا ضرور دیکھا ہے!،، ادےلائیدا بولی۔

''میں نے بھی سنا ہے اسے،، اگلایا نے لقمہ دیا اور تینوں بہنیں پھر بےاختیار ہنس پڑیں۔ پرنس بھی ان کی ہنسی میں شریک ہوگیا۔

''تمھیں یہ بیہودگی زیب نہیں دیتی،، ماں نے بیٹیوں کو جھڑکا۔ ''ان کی بات کا برا نہ مانئےگا پرنس۔ دل کی اچھی ھیں یہ لڑکیاں، ہمیشہ انھیں ڈانٹتی پھٹکارتی ہوں، مگر پیار بھی کرتی ہوں۔ موجی طبیعت ہے، ہوا میں رہتی ھیں — دیوانی کہیں کی!،،

''نہیں، ہنسنے میں کیا ہے۔ موقع ملتا تو میں خود بھی ہنسے بغیر نہ رہتا۔ خیر، میں پھر بھی گدھے کا حامی ہوں — بڑا نیک‌دل اور کارآمد شخص ہے گدھا،، پرنس نے ہنستے میں کہا۔

''آپ خود نیک دل ھیں پرنس؟ ایسے ھی معلوم کرنے کو پوچھتی ہوں،، بیگم جنرل نے فوراً پوچھ لیا۔

حاضرین، سب کے سب ایک دم پھر ہنس دئے۔
''یہ کم‌بخت گدھا پھر آگھسا۔ میرا تو خیال بھی ادھر نہیں گیا تھا!،، بیگم فوراً پکاری ''یقین کیجئے گا پرنس، میں نے تو — میرے منہ سے ویسے ہی...،،
''اشارہ نکلا؟ جی ہاں، جی‌ہاں، بے‌شک، مجھے یقین ہے،، پرنس پر ہنسی کا دورہ پڑگیا۔
''کتنی اچھی بات ہے کہ آپ ہنس رہے ہیں،، بیگم بولیں۔ ''میں جانوں آپ بے‌انتہا نیک دل نوجوان ہیں!،،
''کبھی کبھی ایسا نہیں ہوں،، پرنس نے جواب دیا۔
''مگر میں تو ہوں نیک دل،، بیگم جنرل نے خلاف توقع اپنی بابت زبان کھولی ''بلکہ آپ چاہیں تو کہوں کہ ہمیشہ ایسی ہی ہوں۔ یہی ایک عیب ہے مجھ میں، کیونکہ ہمیشہ، ہر موقع پر انسان کو نیک دل نہیں رہنا چاہئے۔ ویسے ان لڑکیوں پر، اپنے شوہر جنرل صاحب پر غصہ اکثر کرتی رہتی ہوں، مگر خرابی یہ ہے کہ جتنا غصہ آتا ہے اتنا ہی دل نرم رہتا ہے۔ ابھی آپ کے اندر آنے سے ذرا دیر پہلے میں غصے میں تھی اور خود کو ایسا بنا رکھا تھا جیسے نہ کچھ سانتی ہوں، نہ سمجھتی ہوں، نہ سمجھنے کو تیار ہوں۔ میرے ساتھ یہی ہوتا ہے، جیسے کوئی بچہ ہوں۔ اگلایا نے مجھے عقل دی، شکریہ تمہارا اگلایا! مگر یوں پوچھو تو ہے سب واہیات۔ میں اتنی احمق نہیں ہوں جتنی نظر آتی ہوں اور جیسی میری بیٹیاں مجھے دکھانا چاہتی ہیں۔ طبیعت ایسی پائی ہے کہ ضدی ہوں اور بہت شرماتی نہیں۔ بغیر کسی بغض و عناد کے کہہ رہی ہوں۔ اگلایا، دیکھتی کیا ہے، ذرا ادھر تو آ— ماں کو ایک پیار تو کر۔ بس بس... بہت پیار ہولیا،، جب بیٹی نے ماں کے ہونٹوں اور ہاتھ پر زور سے پیار کیا تو انہوں نے اسے روکا۔ ''اچھا تو پرنس، آپ جاری رکھئے۔ شاید کوئی بات، گدھے‌والی سے زیادہ دلچسپ بات یاد آجائے۔،،
''پھر وہی! میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آدمی یوں آپ سے آپ کیسے بیان کرنے لگے گا؟ مجھ سے تو کچھ بھی نہ کہا جاتا،، ادے‌لائیدا نے پھر ٹوکا۔
''مگر پرنس بیان کر سکتے ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ ذہین آدمی

ہیں - کم از کم تم سے تو دس گنا، بلکہ شاید بارہ گنا زیادہ ذہین ہیں - کہہ لینے دو، بعد میں تم بھی یہ مان لوگی- پرنس، آپ بیان جاری رکھئے، ان لڑکیوں کو دکھا دیجئے جو میں نے کہا ہے - البتہ گدھےوالی بات ٹال جائیے تو اچھا رہےگا- ہاں تو آپ نے گدھے کے علاوہ باہر کے ملک میں اور کیا دیکھا؟،،

''ہاں – گدھے کے بارے میں بھی بڑی عقل کی بات کہی،، الیکساندرا نے تبصرہ کیا- ''پرنس اپنی بیماری کے متعلق بہت دلچسپ بات بتا رہے تھے اور یہ کہ باہر کے ایک جھٹکے کی بدولت کیسے انہیں سب کچھ پسند آنے لگا- ہمیشہ سے مجھے یہ جاننے کا شوق رہا کہ لوگ عقل کھو بیٹھتے ہیں اور پھر صحت‌یاب ہوجاتے ہیں – خاص کر جب ایسا ایک دم ہوجائے - ،،

''کیوں؟ دیکھ لیا نا؟ کیا غلط کہتی ہوں؟،، بیگم جنرل چمک کر بولیں - ''میں دیکھتی ہوں کہ بعض اوقات تم بھی عقلمندی کرنے لگتی ہو - مگر بس، مذاق بہت ہوچکا- پرنس، آپ وہاں تک پہنچے تھے کہ سوئٹزرلینڈ کے مناظر، ہاں تو !..،،

''جی‌ہاں، تو ہم لوسرن پہنچے- وہاں مجھے جھیل دکھانے لے گئے، واہ، کیا حسن تھا! مگر میرا دم الٹنے لگا،، پرنس بولا-

''ایسا کیوں؟،، الیکساندرا نے سوال کیا-

''وجہ نہیں معلوم – البتہ ہمیشہ دل بھاری اور بےچین ہوجاتا ہے، جب بھی میں ایسا قدرتی منظر پہلی بار دیکھ لیتا ہوں- لطف بھی آتا ہے، بےچینی بھی ہوتی ہے - جن دنوں بیمار تھا، تب ایسا ہوا کرتا تھا- ،،

''نہیں – بالکل نہیں، میں تو ایسے منظر کےلئے مری جاتی ہوں - سمجھ میں نہیں آتا، کب ہم لوگ باہر کا سفر کریں‌گے - دو سال ہونے آئے کہ مجھے تصویر کے لئے کوئی نیا موضوع نہیں ملتا :

جنوب اور مشرق بہت کھینچ چکے...

پرنس، آپ ہی کوئی موضوع سجھائیے مصوری کے لئے،، ادےلائیدا نے منت کی-

''میں تو اس معاملے میں بالکل کورا ہوں۔ یوں لگتا ہے کہ نظر ڈالی جو دیکھا، تصویر میں اتار دیا۔''

''نظر ڈالنا ہی مجھے نہیں آتا۔''

''یہ نظر وظر کی کیا گفتگو ہے، میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا!''، خاتون محترم نے ٹوکا۔ ''تمھارا کیا مطلب ہے یہ کہنے سے کہ تمھیں نظر ڈالنا نہیں آتا؟ منہ پر آنکھیں ہیں، دیکھو۔ یہاں نظر ڈالنی نہیں آتی تو غیرملک میں بھی نہیں آنے کی۔ بہتر ہے آپ ہی بیان کیجئے پرنس، آپ نے نظر ڈالی تو کیا دیکھا۔''

''ہاں، بہتر تو یہی ہوگا''، ادےلائیدا نے اضافہ کیا۔

''دیکھئے، پرنس نے بھی باہر جاکر دیکھنا سیکھا۔''

''معلوم نہیں۔ میں نے تو وہاں اپنی صحت درست کی۔ کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے نظر ڈالنا آیا بھی یا نہیں۔ میرا تو قریب قریب سارا وقت خوش نصیبی میں بسر ہوا۔''

''خوش نصیبی! یعنی آپ آسائش کی زندگی بسر کرنا بھی جانتے ہیں؟''، اگلایا پکار اٹھی۔ ''تب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں آپ کہ نظر ڈالنا، دیکھنا نہیں آتا؟ ضرور آتا ہے، ہمیں بھی سکھا کر رکھ دیں گے۔''

''سکھا ہی دیجئے براہ کرم!''، ادےلائیدا ہنس دی۔

''میں کسی کو کچھ بھی نہیں سکھا سکتا''، پرنس بھی جواباً مسکرا دیا۔ ''جتنے عرصے ملک سے باہر رہا، زیادہ وقت اسی سوئس گاؤں میں پڑے پڑے گزار دیا۔ کبھی کبھار آس پاس چلا جاتا تھا۔ بھلا میں کیا سکھا سکتا ہوں آپ کو؟ شروع شروع میں تو بےلطفی جاتی رہی، صحت سدھرنے لگی۔ پھر ایک ایک دن قیمتی ہوتا چلا گیا، جتنا وقت گزرتا، اتنا ہی وقت کی قدروقیمت میری نظر میں بڑھتی۔ خود مجھے بھی یہ محسوس ہونے لگا۔ سونے کے لئے بستر پر جاتا تو دل خوش اور جاگتا تو اور بھی خوش۔ یہ سب کیوں تھا، کس سبب سے — اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔''

''تو کیا آپ کا جی نہیں چاہتا تھا کہیں اور جانے کو، کسی طرف کی امنگ نہیں اٹھتی تھی؟''، الیکساندرا نے سوال کیا۔

''شروع میں — بالکل ہی ابتدا میں تو ضرور۔ بڑی بیقراری رہتی تھی۔ سوچتا تھا، جیوں گا کیسے؟ اپنی تقدیر کو آزمانا چاہتا

تھا۔ کسی کسی وقت تو ہوک سی اٹھا کرتی تھی۔ آپ جانیں، ایسے لمحے آتے ہیں خاص کر جب آدمی تن تنہا ہو۔ وہاں، ہمارے ہاں، چھوٹاسا ایک آبشار تھا، اوپر پہاڑ سے پانی کی دھار گرتی تھی اتنی باریک جیسے تاگا، سیدھی لائن میں، سفید، شور کرتی، جھاگ اڑاتی۔ پانی بہت اونچائی سے اترتا تھا، دیکھنے میں ایسا گویا کافی نیچا ہو۔ کوئی آدھے کوس کا فاصلہ تھا، اور صرف پچاس قدم نظر آتا تھا۔ راتوں کو آبشار کا شور دل کو بھلا لگتا تھا۔ خاص انھی لمحوں میں کبھی کبھی طبیعت بےچین ہوجاتی۔ یا کبھی یوں ہوتا کہ بھری دوپہر میں کہیں پہاڑوں کی طرف نکل گیا ہوں، چاروں طرف پہاڑ، بیچ میں تنہا میں۔ ہر طرف شمشاد و صنوبر کے پرانے پرانے چھتنار درخت کھڑے ہیں گوند سے لپے ہوئے، اور ان کے درمیان میں ہوں۔ اوپر چٹان پر قرون وسطی کا کوئی محل تھا، کھنڈر پڑا ہوا، اور نیچے کافی دور، ہمارا گاؤں، صاف نظر بھی نہیں آتا تھا۔ سورج خوب درخشاں، آسمان نیلگوں، سناٹا ہی سناٹا۔ بس ایسے وقت میں، گویا کہیں دور کوئی بلا رہا ہے۔ اور مجھے یوں لگتا تھا کہ اگر میں ناک کی سیدھ میں چل دوں، چلے جاؤں، چلے ہی جاؤں اور جہاں، جس لائن پر زمین و آسمان ملتے ہیں، اسے پار کر جاؤں تو ہر چیز کی، ہر بات کی کنجی میرے ہاتھ آجائےگی اور ہاتھ کے ہاتھ نئی زندگی میسر آئےگی جس میں ہماری موجودہ زندگی سے ہزار گنا زیادہ ہمہمہ ہوگا، زیادہ زمزمہ ہوگا۔ ایسا بڑا سا شہر میرے خواب و خیال میں بسا ہوا تھا جیسے نیپلز کہ ہر طرف محل ہی محل، شور، ہماہمی، زندگی... خیر، خواب و خیال کی کیا بات ہے! بعد میں مجھے محسوس ہوا کہ جیل خانے میں بھی زبردست زندگی کا وجود، اور اس کا پانا ممکن ہے۔"

"یہ آخر میں جو کمال کی بات کہہ دی آپ نے، یہ میں جب بارہ سال کی تھی، کورس کی کتاب میں کہیں پڑھ چکی ہوں،" اگلایا نے داد دی۔

"فلسفے کی باتیں ہیں،" ادےلائیدا نے رائے ظاہر کی "آپ فلسفی ہیں اور اسی کی تعلیم دینے تشریف لائے ہیں!"

"ممکن ہے، آپ صحیح فرماتی ہوں،" پرنس نے مسکراکر

کہا ''واقعی، کہہ تو سکتے ہیں فلسفی۔ کیا خبر، شاید یہی درست ہو ۔ ممکن ہے درس دینا ہی میرے خیال میں ہو... کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ عین ممکن ہے۔''

''اور فلسفہ آپ کا بالکل ایسا ہے جیسا یولامپیا صاحبہ کا،'' اگلایا نے پھر بات کا سرا تھاما۔ ''ایک بیوہ ہیں، اہلکار کی بیوی ہمارے یہاں آتی جاتی ہیں۔ لیچڑ ہیں۔ زندگی کا سارا مسئلہ ان کا ایک ہی ہے سستا مل جائے بس، زندگی سستے میں بسر ہوجائے۔ جب آئیں‌گی پیسوں کی ہی بات کریں‌گی۔ پیسہ بچانے کی فکر ۔ روپیہ ان کے پاس کافی ہے، بڑی چلتی ہوئی عورت ہے ۔ ایسے ہی جناب کی زبردست زندگی رہی ہوگی، قید کی سلاخوں کے پیچھے ۔ ممکن ہے وہ جو چار سال شادمانی کے بسر کئے ہیں گاؤں میں جس گاؤں کی خاطر آپ نے نیپلز شہر بیچ بیچ ڈالا، تو بھی نفع میں رہے، غالباً کچھ کاپک بچا لئے نا۔''

''قید کی زندگی کا جہاں تک سوال ہے، آپ سے اتفاق کرنا مشکل ہوگا،'' پرنس نے جواب دیا۔ ''میں نے ایک شخص کی روداد سنی تھی جو بارہ برس کی جیل کاٹ کے آیا تھا۔ ایک مریض تھا اسی میرے پروفیسر کے پاس، زیر علاج ۔ اسے بھی دورے پڑا کرتے تھے، روتا تھا، ایک بار تو اس نے خود کشی کی بھی کوشش کی۔ قید میں اس کی زندگی نہایت غمزدہ گزری، مگر یقین کیجئے، اس میں پیسہ پیسہ جوڑنے بچانے کی سی کوئی بات نہ تھی۔ اس کی میل ملاقات لے دے کے تھی تو بس مکڑیوں اور جھاڑ جھنکاڑ سے، جو کھڑکی کے نیچے اگ آئے تھے... مگر بہتر ہو کہ میں آپ کو ایک اور شخص کا قصہ سناؤں جس سے پچھلے ہی سال ملاقات ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ بڑا عجیب ہوا تھا، عجیب سے میرا مطلب یہ کہ ایسا واقعہ کبھی شاذ و نادر ہی پیش آتا ہے۔ اس شخص کو ایک دفعہ اوروں کے ساتھ قتل گاہ تک لائے، وہاں لاکر سزائے موت سنا دی، کسی سیاسی جرم کی پاداش میں گولی ماری جانےوالی تھی۔ کوئی بیس منٹ گزرے ہوں‌گے کہ اوپر سے معافی کا فرمان آگیا اور موت کو سزائے قید میں بدل دیا گیا۔ لیکن ان دونوں سزاؤں کے درمیان جو بیس منٹ گزرے، یا کم از کم پاؤ گھنٹے کا وقفہ اس نے پورے یقین کے ساتھ بسر کیا کہ کوئی لمحہ جاتا

ہے کہ زندگی کا رشتہ ایک دم توڑ دیا جائے گا۔ جب کبھی وہ اپنی اس وقت کی ذہنی حالت بیان کرنے پر آتا تو مجھے سننے کی بےچینی لگی رہتی تھی، میں نے کئی بار اس سے کرید کرید کر پوچھا۔ اسے بھی ذرا ذرا تفصیل یاد تھی نہایت وضاحت کے ساتھ۔ کہا کرتا تھا کہ جیتے جی بھلا نہیں سکتا جو کیفیت مجھ پر ان چند منٹوں میں گزر گئی۔ اس کا بیان تھا کہ قتل گاہ سے جس کے پاس تماشائی اور سپاہی کھڑے تھے، کوئی بیس قدم کے فاصلے پر تین کھمبے گاڑے گئے تھے، کیونکہ مجرم بھی کئی ایک تھے۔ پہلے تین آدمیوں کو کھمبوں کے پاس لائے، باندھ دیا، موت کا کپڑا پہنا دیا (کپڑا کیا — لمبے لمبے سفید چوغے)، آنکھوں پر موٹی سفید ٹوپی سرکا دی کہ انہیں بندوق دکھائی نہ دے۔ پھر ہر ایک کھمبے کے سامنے کئی کئی فوجیوں نے کھڑے ہوکر نشانہ لیا۔ میری پہچان کا آدمی، مجرموں کی اس صف میں آٹھویں نمبر پر تھا، مطلب یہ کہ کھمبے کے پاس لائے جانے والی تیسری ٹولی میں لایا گیا اسے۔ پادری نے صلیب سمیت ان سب کا چکر لگایا۔ ظاہر تھا کہ اب زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ جو پانچ منٹ باقی تھے، لامتناہی مدت معلوم ہوتے تھے، بےپناہ دولت۔ یہ پانچ منٹ یوں لگے جیسے ابھی کئی زندگیاں جینی ہیں۔ وقت اتنا ہے کہ آخری لمحے کے بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس نے وقت کو الگ الگ کاموں کے حساب سے تقسیم کردیا: دوستوں سے آخری بار رخصت ہونا، اس کےلئے دو منٹ، پھر دو منٹ اس غرض سے رکھے کہ اپنے بارے میں آخری مرتبہ غور کیا جائے، اور پھر اس کے بعد آخری منٹ، جی بھر کر چاروں طرف نظر ڈالنے کے لئے۔ اسے خوب یاد تھا کہ وقت آخر کی تقسیم ٹھیک اسی طور پر کی تھی تین حصوں میں۔ ۲۷ برس کی عمر میں دنیا سے جارہا تھا، تندرست اور ہٹا کٹا۔ جب یار دوستوں سے رخصت ہونے لگا تو اسے یاد آیا کہ ایک دوست کو غیر متعلق سا سوال دیا تھا، جواب حاصل کرنے کی فکر لگی تھی اسے۔ جب سبھوں سے رخصت لے چکا تو وہ دو منٹ رہے جن میں خاص اپنے متعلق سوچنا تھا۔ پہلے ھی سے سوچ رکھا تھا کہ دو منٹ میں کیا غور کرنا ہے۔ غور کرنا یہ تھا کہ جتنا تیزی سے اور واضح طور پر ممکن

ہو تصور میں لانا چاہئے کہ یہ سب کیا ہے! کیوں کر ہے؟ ابھی وہ جی رہا ہے اور تین منٹ بعد وہ کوئی شے، کوئی ہستی یا کوئی چیز بن جائے گا — لیکن کون؟ اور کہاں؟ یہ سارا مسئلہ وہ ان دو منٹ میں فیصل کرنا چاہتا تھا۔ قریب ہی ایک چرچ تھا۔ چرچ کا کلس سنہرے ملمع کی وجہ سے بھری دھوپ میں چم چم کررہا تھا۔ اس نے اپنی یاد سے بتایا کہ وہ چرچ کی اس چمچماتی چھت کو اور اس سے نکلتی ہوئی کرنوں کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ کرنوں پر نظر جم کر رہ گئی، نگاہ نہ ہٹتی تھی۔ یوں محسوس ہوا گویا یہی شعاعیں ہیں جو اس کی نئی فطرت، نیا وجود ہیں — اور تین منٹ کے اندر وہ انھی میں جذب ہوجائے گا... نئی حالت، جو چند لمحوں میں پیش آنے والی تھی، اس کا نامعلوم ہونا، اس سے طبیعت کا تنفر، ہولناک تھا۔ مگر، وہ کہتا ہے کہ ایسے وقت میں کوئی بات بھی اتنی گراں نہیں گزری جتنا مسلسل یہ خیال کہ 'کیا ہو اگر موت نہ آئے تو؟ کیسا رہے اگر میری زندگی مجھے لوٹا دی جائے؟ کیسی بےپناہ، انتہاہ ہوگی وہ! سب کی سب میری اپنی ہوگی! یوں ہوجائے تو میں اپنی زندگی کے ایک ایک منٹ کو پوری ایک صدی میں بدل ڈالوں، کوئی وقت رائگاں نہ جانے دوں، ایک ایک منٹ کا حساب رکھوں اور بےسبب خرچ نہ کروں!'، وہ کہتا تھا کہ اس خیال نے دماغ پر ایسی شدت طاری کردی تھی کہ جی چاہتا تھا جلدی سے گولی لگے اور نجات ہوجائے۔"

یہاں تک کہہ کر پرنس کو چپ لگ گئی۔ سب لوگ آگے سننے کے منتظر تھے، انجام تک۔

"کیا بس؟ ختم؟" اگلایا نے سوال کیا۔

"کیا؟ جی ہاں قصہ تمام ہوا" پرنس لمحہ بھر کی محویت سے نکل کر بولا۔

"مگر آپ نے یہ سارا قصہ سنایا کس لئے؟"

"ایسے ہی، بس، یاد آگیا تھا۔ میں گفتگو کی خاطر..."

"آپ کے بیان میں بےربطی بہت تھی" الیکساندرا نے رائے زنی کی۔ "پرنس، غالباً آپ یہ جتانا چاہتے تھے کہ ایک لمحے کو بھی کاہک کے ساتھ نہ تولا جائے۔ بعض وقت پانچ منٹ پورے خزانے پر بھاری ہوتے ہیں۔ بات واقعی بہت خوب ہے! تاہم آپ یہ دریافت

کرنے کی اجازت دیجئے کہ یہ جو ملاقاتی تھا، جس نے ایسی شدید باتیں سنائیں... بعد میں سزائے موت بدل کر اسے، مطلب یہ کہ منہ مانگی مراد، یعنی 'اتھاہ زندگی، بخش دی گئی، تو پھر اس نے اس دولت بے بہا کا کیا کیا؟ کیا وہ ایک ایک منٹ کا حساب کر کے جیا؟،،

''جی نہیں۔ اس نے خود بتایا۔ میں نے بھی اس سے یہی پوچھا تھا۔ بہت سارے منٹ اس نے یونہی اڑا دئے۔،،

''تو مطلب یہ کہ آپ کے لئے یہ ایک تجربہ ہوگیا۔ یعنی ایسے نہیں جیا جاسکتا کہ آدمی 'لمحہ لمحہ کا حساب، کرے۔ وجہ کچھ بھی سہی، لیکن ایسے زندگی نہیں کٹا کرتی!،،

''ہاں، وجہ کچھ بھی سہی، ناممکن ھے یہ!،، پرنس نے بھی وہی جملہ دھرا دیا۔ ''مجھے خود بھی یہی محسوس ھوتا رہا لیکن عقل ھے کہ نہیں مانتی اسے...،،

''تو آپ کے کہنے کا مطلب یہ کہ آپ سوچتے ھیں، اوروں سے زیادہ دانائی کے ساتھ زندگی بسر کریں گے؟،، اگلایا نے پوچھا۔

''جی ہاں، کبھی کبھی خیال ادھر جاتا تو ھے!،،

''اب بھی یہی سوچتے ھیں؟،،

''سوچتا تو ھوں،، پرنس نے جواب دیا اور پہلے کی طرح اس بار پھر آھستہ سے بلکہ دبی دبی مسکراھٹ کے ساتھ اگلایا کو دیکھتا رہا۔ مگر عین اسی وقت بےاختیار ھنسی آگئی اور وہ اس لڑکی کو تکتے وقت موڈ میں تھا۔

''کیا انکسار ھے، واہ!،، اگلایا قریب قریب چڑ کر بولی۔

''مگر آپ بھی کتنی نڈر ھیں! آپ ھنس رہی ھیں اور جب میں نے یہ روداد سنی تھی تو سناٹے میں آ گیا تھا، اتنا اثر ھوا تھا کہ آنکھ لگی تو خواب میں بھی یہی پانچ منٹ نظر آئے...،، پرنس نے جواب دیا اور حاضرین پر ایک نظر ڈالی، گمبھیر اور ٹٹولنے والی نظر سے سب کا جائزہ لیا۔

''آپ لوگ مجھ پر کسی وجہ سے ناراض تو نہیں ھیں؟،، اس نے اچانک ایسے سوال کیا گویا گڑبڑا گیا ھے۔ تاھم سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا تھا۔

''بھلا کیوں؟،، تینوں بہنیں ایک ساتھ، چونک کر بولیں۔

''اس بات پر کہ — جیسے میں کچھ... سکھانے چلا ہوں۔ ''
سب کے سب ہنس پڑے۔

''اگر آپ ناراض ہیں تو، ناراض نہ ہوں،، وہ کہنے لگا۔ ''مجھے خود علم ہے کہ اوروں سے کم جیا ہوں، زندگی کو اوروں سے کم سمجھتا ہوں۔ شاید، کسی کسی وقت بے تکی باتیں کرنے لگتا ہوں...،، یہ کہتے ہوئے واقعی وہ گڑبڑا گیا تھا۔

''اگر آپ کہتے ہیں کہ خوش رہے تو مطلب یہ کہ اوروں سے کم نہیں، بلکہ زیادہ جئے، بھلا آپ کو پہلو بدلنے اور معذرت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟،، اگلایا نے ذرا سختی سے اور الجھتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں لکچر ہی دے رہے ہوں تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ آپ کی طرف سے شان جتانےوالی تو کوئی بات ہوئی نہیں۔ آپ کی جیسی ذہنی یکسوئی کے ساتھ تو آدمی سو سال ہنسی خوشی گزار سکتا ہے۔ کوئی آپ کو سزائے موت دکھا دے یا ایک انگلی — دونوں میں سے آپ یکساں، بلاتفریق کوئی نہ کوئی قابل تعریف خیال نکال لیں گے اور پھر بھی مطمئن رہیں گے۔ اس طرح جینے میں مزا ہے!،،

''میری سمجھ میں نہیں آتا، تم بات بات پر الجھ کیوں رہی ہو؟،، بیگم جنرل جو بولنے والوں کی صورت کافی دیر سے دیکھے جا رہی تھیں، اگلایا کے سر ہو گئیں۔ ''اور تم کاھے پر بول رہی ہو، یہ بھی میری عقل میں نہیں آتا۔ یہ انگلی والی بات، اور خرافات؟ پرنس بہت عمدہ بیان کرتے ہیں، بس اتنا ہے کہ ذرا دکھے ہوئے دل کے ساتھ۔ تم انھیں تنگ کیوں کرتی ہو؟ جب انھوں نے قصہ چھیڑا تھا، تو مسکرا رہے تھے اور اب دیکھو بالکل بجھ گئے۔ ''

''کوئی بات نہیں ممی! پرنس صاحب، افسوس کہ آپ نے کسی کو سزائے موت دئے جاتے ہوئے نہیں دیکھا، ورنہ میں ایک سوال کرتی آپ سے۔ ''

''کیوں نہیں — دیکھا ہے یہ منظر،، پرنس نے جواب دیا۔

''دیکھا ہے؟،، اگلایا چیخ پڑی۔ ''مجھے خود ہی قیافے سے کام لینا چاہئے تھا۔ دیکھا ہے، تب تو معاملے کی حد ہوگئی۔ سزائے موت دیکھنے کے بعد بھی آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ

سارے وقت ھنسی خوشی کی زندگی بسر کی؟ درست کہا نا میں نے؟،،
''آپ جس گاؤں میں تھے وھاں سزائے موت دی جاتی تھی؟،،
''جی نہیں، میں نے لیون کے مقام پر دیکھا۔ میں شنیڈر کے ساتھ وھاں گیا تھا۔ وہ مجھے ساتھ لے گئے تھے۔ پہنچتے ھی یہ منظر سامنے آ گیا۔،،
''بہت لطف آیا تھا آپ کو؟ کیا کوئی روحانی تعلیم مل گئی تھی، مفید تھا وہ منظر؟،، اگلایا نے سوال کیا۔
''جی، مجھے تو بالکل پسند نہیں آیا۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد کچھ روز تو میں بیمار رھا۔ البتہ مانتا ھوں کہ جب دیکھ رھا تھا تو وھیں جم کر رہ گیا تھا، آنکھ ھٹتی نہیں تھی۔،،
''میں بھی نظر نہ ھٹا سکتی،، اگلایا نے کہا۔
''وہ لوگ عورتوں کے وھاں آنے کا برا مانتے ھیں۔ بعد میں اخبار لکھتے ھیں ان عورتوں کے بارے میں۔،،
''مطلب یہ ھوا کہ پھانسی یا موت کی سزا کو نسوانی معاملہ نہیں سمجھا جاتا۔ یعنی خود اسی سے ظاھر کیا جاتا ھے (اور اسے بجا سمجھتے ھیں) کہ یہ معاملہ مردانہ ھے۔ مبارک ھو آپ کو یہ منطق! آپ بھی غالباً اسی طرح سوچتے ھوں گے؟،،
''ھمیں آپ سزائے موت کا حال سنائیے!،، ادےلائیدا بیچ میں بولی۔
''میرا جی نہیں چاھتا فی‌الحال،، پرنس نے الجھن میں پڑ کر اور منہ پھلا کر جواب دیا۔
''واقعی آپ کا دل دکھتا ھے ھمیں سناتے ھوئے،، اگلایا نے کچوکا دیا۔
''نہیں، وجہ یہ کہ ابھی ابھی سزائے موت کا ھی قصہ کسی کو سنا چکا ھوں۔،،
''کس کو سنایا؟،،
''آپ کے اردلی کو، جب میں وھاں انتظار کررھا تھا...،،
''کونسا اردلی؟،، سب طرف سے بیک وقت یہی سوال ھوا۔
''وھی، جو پیش‌دالان میں بیٹھا رھتا ھے۔ جس کے بال کھچڑی ھیں اور لال سا منہ ھے۔ میں وھاں بیٹھا تھا باھر، ایوان فیودرووچ سے ملنے کے انتظار میں۔،،

''عجیب بات ہے،، بیگم جنرل نے رائے زنی کی -
''پرنس صاحب ڈیماکریٹ ہیں!،، اگلایا نے طنز کیا -
''تو جب الیکسئی سے بیان کر چکے ہیں، پھر ہمیں سنانے سے انکار کیسے کر سکتے ہیں!،،
''میں تو سن کر ہی رہوں گی،، ادےلائیدا نے دھرایا -
''حقیقت امر یہ ہے کہ،، پرنس اسی لڑکی کی طرف رخ کرکے، پھر ذرا موڈ میں آکر بولا (معلوم ہوتا تھا کہ فوراً اور بھولپن سے اس میں امنگ پیدا ہوجاتی ہے) ''دراصل مجھے خیال آیا تھا ابھی، جب آپ نے مصوری کےلئے موضوع طلب کیا، تو سوچا تھا کہ یہی موضوع پیش کروں: ایسے چہرے کی تصویر کشی جسے دم بھر میں سزائے موت ملنے والی ہے - سر تن سے جدا کیا جائےگا، وہ قتل گاہ پر چڑھ چکا ہے، ابھی تختے پر لٹایا نہیں گیا — تب کا چہرہ -،،
''کیا کہا؟ صرف چہرہ؟،، ادےلائیدا نے سوال کیا -
''انوکھا موضوع ہوگا اور تصویر کیا بنےگی؟،،
''معلوم نہیں — مگر بنےگی کیوں نہیں؟،، پرنس نے کسی قدر گرم ہوکر اصرار کیا - ''میں نے بازل میں ایسا منظر خود دیکھا ہے - بیان کرنے کو بہت جی چاہتا ہے... کبھی سناؤں گا... میں دم بخود رہ گیا تھا - ،،
''ہاں، بازل والی تصویر آپ ضرور بعد میں بیان کر دیجئےگا، مگر،، ادےلائیدا بولی ''مگر فی الحال وہ سنائیے کہ جب سر تن سے جدا کیا گیا - جیسے آپ نے دیکھا، اپنے ذہن کی تصویر لفظوں میں دکھا سکتے ہیں آپ؟ بھلا اس چہرے کی تصویر کشی کیوں کر ہوگی؟ صرف چہرے کی؟ کیسا چہرہ ہوگا یہ؟،،
''موت سے صرف ایک منٹ پہلے کا چہرہ،، پوری مستعدی کے ساتھ پرنس نے بیان کرنا شروع کیا اور دیکھنے سے ہی ظاہر تھا کہ وہ اپنے حافظے میں سے کھود کر نکال رہا ہے، اس محویت میں باقی ہر طرف سے غافل ہو چکا ہے ''خاص اس لمحے جب آدمی تختے کی سیڑھی پر چڑھا اور اس نے سر قلم کئے جانے کی جگہ پر قدم رکھا - یہاں پہنچ کر اس نے میری طرف دیکھا - میں نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی اور سب سمجھ گیا... ذرا سوچئے، بیان کیسے کیا جائے! بہت ہی جی چاہتا ہے کہ آپ یا کوئی اور اس کیفیت کی

منظرکشی کردے! اچھا ہوتا، اگر آپ ہی کا برش چل جاتا! مجھے تبھی خیال آیا تھا کہ یہ تصویر بڑے کام کی نکلےگی۔ آپ جانتی ہیں، ایک ایک بات تصور میں قائم کرنی پڑےگی جو پہلے گزرچکی تھی، تمام کی تمام۔ وہ شخص جیل میں رہا تھا، موت کی راہ دیکھ چکا تھا کوئی ایک ہفتے تک۔ اس نے اپنے دل میں حساب لگایا تھا کہ لمبی چوڑی رسمی کارروائی ہوگی، حکم‌نامہ کسی اور جگہ بھی جائےگا، وہاں سے گزرے، تب جاکر آخری حکم ہوگا۔ مگر اچانک نجانے کیسے یہ کارروائی ایک دم مختصر ہوگئی۔ صبح کے پانچ بجے تھے، وہ ابھی سو رہا تھا۔ اکتوبر کے آخری دنوں کا ذکر ہے، جب سردی بھی ہوتی ہے پانچ بجے اور دن کا اجالا بھی نہیں ہوتا۔ جیلر اپنی گارد لئے، دبے قدموں آہستہ سے اندر داخل ہوا اور آہٹ کئے بغیر اس کا شانہ ہلایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور کہنی کے سہارے سر اٹھا کر دیکھا کہ سامنے روشنی ہے: 'کیا بات ہے؟'، جواب ملا 'دس بجے سے پہلے سزائے موت'۔ نیم‌خوابی کے عالم میں تھا، یقین نہ آیا، بحث کرنے لگا کہ ابھی تو کاغذ کو فائنل ہوتے میں ہفتہ بھر لگےگا۔ مگر جب نیند کا اثر کافور ہوچکا تو بحثابحثی بند کردی۔ چپ ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بعد میں بولا 'یوں اچانک — سخت مصیبت ہے!..'، پھر اسے چپ لگ گئی۔ تین چار گھنٹے یوں ہی معمولات میں گزر جاتے ہیں: پادری، ناشتہ، ناشتے میں انگوری شراب بھی، کافی اور گائے کا گوشت — یہ سب مہیا کیا جاتا ہے۔ (اچھا خاصا مسخراپن ہے! ذرا سوچئے، کیا بےدردی کا سلوک ہے، مگر دوسری طرف یہ بےضرر لوگ سچے دل سے یہ سب کرتے ہیں اور انھیں یقین رہتا ہے کہ اس سلوک میں بھلمنساھت ہے۔) اس کے بعد نہانا دھونا (آپ کو خبر ہے کہ مجرم کا نہانا دھونا کیا ہوتا ہے؟)، آخر میں اسے گھوڑا گاڑی میں شہر کے اندر گھماتے ہوئے قتل‌گاہ تک پہنچاتے ہیں... مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہاں بھی مجرم کو یہی لگتا ہوگا کہ ابھی بےحساب زندگی باقی ہے منزل آخر پر پہنچنے تک۔ غالباً، میرے خیال میں وہ راستے بھر یہی سوچتا گیا 'ابھی کافی دیر ہے۔ ابھی تین سڑکوں کا فاصلہ جینا ہے۔ یہ سڑک پار کروں‌گا، تو پھر وہ آئےگی، پھر وہ بعدوالی، جہاں داھنے

ہاتھ بیکری ہے... تب کہیں ہماری گاڑی بیکری والے کی دوکان تک پہنچے گی۔ ، ہر طرف ہجوم، شور، پکار، دس ہزار چہرے، ہزاروں آنکھیں، یہ سب سہنا ہے، خاص کر اس خیال کو سہنا کہ 'یہ دس ہزار ہیں، ان میں کسی کو موت کا سامنا نہیں — ایک میں ہوں، تنہا مجھے موت!'، مگر یہ سب پیش خیمہ ہوتا ہے۔ قتل گاہ کے تختے تک ایک سیڑھی جاتی ہے۔ سیڑھی کے پاس پہنچ کر وہ ایک دم رو پڑا۔ بڑا ہی مضبوط اور مردانہ شخص تھا، کہتے ہیں کہ بہت خبیث تھا۔ پادری تمام وقت اس کے ساتھ لگا رہا، گاڑی میں ساتھ بیٹھا تھا، برابر بولے جارہا تھا، شاید ہی مجرم نے اس کی بات سنی ہو ۔ کان بھی لگائے تو کیا، تیسرے لفظ کے بعد کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسا ہی ہوتا ہے۔ آخر اس نے سیڑھی پر چڑھنا شروع کیا۔ ٹانگیں بندھی ہوتی ہیں، اس لئے قدم آہستہ آہستہ رک رک کر اٹھتے ہیں۔ پادری کافی سمجھدار آدمی ہوگا کیونکہ اس نے اپنا وعظ بند کیا اور بوسہ دینے کےلئے صلیب اس کی طرف بڑھا دی۔ سیڑھی پر قدم رکھنے سے پہلے وہ پیلا پڑا ہوا تھا، مگر جوں ہی قتل گاہ کے تختے پر آیا، کاغذ کی طرح سفید ہوگیا۔ غالباً ٹانگوں کی جان نکل گئی، لکڑی کی ہوگئیں اور متلی آنے لگی۔ جیسے گلے میں کچھ پھنس گیا ہے، دم گھٹا جارہا ہے۔ کبھی آپ لوگوں نے ایسا محسوس کیا ہے خوف کے مارے، یا ہولناک لمحوں میں؟ کہ عقل تو سلامت ہے مگر اسے قابو نہیں رہتا کسی قسم کا۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر، مثلاً ایسی بلا سر پر آجائے کہ ٹالی نہ جا سکے، پورا گھر اوپر سے گر پڑے تو یہ حال ہوگا کہ بس آنکھیں میچ کر بیٹھ جائیں اور سوچ لیں کہ جو ہونا ہے ہوتا رہے!.. یہاں کیا ہوا کہ جب اس آدمی پر کمزوری چھانے لگی تو پادری نے فوراً جلدی جلدی، چلتے ہاتھوں، بن کچھ کہے سنے، صلیب اس کی طرف بڑھانی شروع کی، صلیب کو وہ ہونٹوں سے قریب قریب چھوا دیتا تھا۔ چھوٹی سی، چاندی کی صلیب تھی چار کونوں‌والی۔ ایک ایک منٹ پر وہ صلیب آگے کرتا، جیسے ہی صلیب ہونٹوں کو لگتی وہ آنکھیں پٹ سے کھول دیتا، اور کئی سیکنڈ تک زندگی کی لہر اس میں دوڑی رہتی، پاؤں چلنے لگتے۔ صلیب کو والہانہ چومتا تھا اور بوسہ دینے میں بےصبری

دکھائی دیتی تھی۔ گویا اسے جلدی پڑی تھی کہ (آخرت کا) توشہ کسی طرح تھام لے، بھول نہ جائے۔ نجانے آگے کیا صورت پیش آئے۔ اس حالت میں دور دور کہیں مذہبی شعور کا شائبہ نہ تھا۔ یہی حال رہا جب تک وہ تختے پر پہنچ نہیں گیا...
حیرت ہے کہ ان آخری سیکنڈوں میں مجرم ہوش و حواس نہیں کھوتے! بے ہوش ہوکر گرتے نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس دماغ جاگ اٹھتا ہے، کام کرتا ہے۔ چلتا ہے، خوب زور سے، بہت زور سے، جیسے مشین چل رہی ہو۔ میرا تخیل کہتا ہے کہ ان لمحوں میں طرح طرح کے خیال دماغ پر دستک دیتے ہیں، ادھورے، ممکن ہے مضحکہ‌خیز، بےربط خیالات کا ھجوم ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ: وہ آدمی جو مجھے دیکھ رہا ہے، ماتھے پر اس کے گومڑ ہے۔ جلاد کے کوٹ میں نیچے کا بٹن زنگ خوردہ ہے... یہ سب اور جو بھی دماغ میں آجائے، سب سمجھتا اور یاد رکھتا ہے۔ صرف ایک نقطہ ایسا ہے جس پر پورا دھیان لگا رہتا ہے۔ یہ کہ ہوش و حواس قائم رکھنا ہے۔ ہر چیز اسی کے نزدیک، اسی نقطے کے گرد گھومتی رہتی ہے۔ سوچئے تو اسی نقطے پر آخری چوتھائی سیکنڈ تک توجہ مرکوز ہے یہاں تک کہ سر اس جگہ رکھ دیا جاتا ہے جہاں گردن کٹے گی — اور آدمی انتظار میں ہے، اور... جانتا ہے، اور ایک دم اپنے سر کے اوپر لوہے کی دھار سرکتی محسوس کر لیتا ہے! لوہے کے نیچے سرکنے کی آواز ضرور بالضرور سنائی دے جاتی ہے۔ اگر میں نے خود وہاں سر رکھا ہوتا تو ارادتاً سنتا اور سن ہی لیتا! چاہے، وہ لمحہ بھر کا ایک بڑا دس وقت کیوں نہ ہو، اسی ایک آن میں وہ سن ضرور لیتا ہے۔ ذرا تصور کیجئے کہ آج تک اسی پر بحث چل رہی ہے کہ ممکن ہے، جب سر تن سے کٹ کے الگ ہوتا ہے، صرف ایک سیکنڈ ہی کٹنے کا، جدا ہونے کا احساس باقی رہتا ہو۔ واہ کیا سوچ ہے! اور اگر ایک نہیں، پانچ سیکنڈ یہ احساس باقی رہتا ہو تو؟.. آپ قتل‌گاہ کی تصویر کھینچئے اس طرح کہ صرف ایک، بالکل آخری سیڑھی نظر کے سامنے رہے، صاف صاف، نزدیک سے۔ مجرم نے اس پر پاؤں رکھا ہے۔ سر، چہرہ، کاغذ کی طرح سفید، پادری اس کے سامنے صلیب بڑھاتا ہے، وہ بےصبری سے اپنے ہونٹ، نیلے ہونٹ نکال دیتا ہے اور نظر ڈالتا ہے اور... سب کچھ

سمجھتا ہے۔ صلیب اور انسانی سر، یہ ہوئی تصویر۔ پادری کا چہرہ، جلاد کا، اس کے دونوں مددگاروں کے چہرے، نیچے سے کئی سر اور کئی آنکھیں — ان سب کو نمایاں نہ کیا جائے، پس منظر میں ڈالا جائے، دھندلکے میں، ضمنی حیثیت میں... اب ذرا ملاحظہ ہو کیا تصویر بنی!''

پرنس یہ کہہ کر خاموش ہوگیا اور حاضرین پر ایک نظر ڈالی۔

''اس میں ذہنی یکسوئی کی سی کوئی بات نہیں'' الیکساندرا نے دل ہی دل میں کہا۔

''اب ذرا آپ وہ سنائیے، اپنی داستان الفت'' ادے‌لائیدا نے سوال کیا۔

پرنس حیرت سے اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔

''سنئے!'' گویا ادے‌لائیدا کو جلدی پڑی تھی ''بازل کی تصویر کا بیان آپ کی طرف بقایا ہے۔ لیکن فی الحال مجھے آپ کی زبان سے سننا ہے کہ محبت میں کیا گزری۔ مجھ سے بنئے نہیں۔ محبت سے تو گزرے ہیں آپ۔ پھر یہ بھی ہے کہ جونھی یہ قصہ چھیڑیں گے، فلسفی نہیں رہ جائیں گے۔''

''اور جونھی قصہ تمام کریں گے، فوراً اپنے بیان پر شرما جائیں گے۔ بتائیے ایسا کیوں؟'' ایک دم اگلایا بول پڑی۔

''کیسی بےوقوفی کی بات کرتی ہو'' بیگم جنرل نے اگلایا کو ڈانٹ دیا اور بگڑ کر دیکھا۔

''ناسمجھی ہے!'' الیکساندرا نے ماں کی تائید کردی۔

''آپ اس کی بات کا خیال نہ کیجئے پرنس!'' بیگم صاحبہ نے پرنس کو مخاطب کیا۔ ''معلوم نہیں اسے کیا ضد ہوگئی ہے، ضد میں ایسی حرکت کررہی ہے۔ اتنی احمقانہ تربیت نہیں ملی ہے اسے۔ لڑکیوں کے تنگ کرنے کا برا نہ مانئے۔ غالباً انھیں کچھ شرارت سوجھی ہے، ورنہ سچ بات یہ ہے کہ آپ انھیں پسند آ گئے ہیں۔ میں ان کی صورتیں پہچانتی ہوں۔''

''اور میں بھی ان کی صورتیں پہچانتا ہوں'' پرنس نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا۔

''یہ کیسے؟'' ادے‌لائیدا نے کرید کر پوچھا۔

''آپ کو ہمارے چہروں کی کیا خبر؟،، دوسری دونوں بہنوں نے بھی اپنے تجسس کا اظہار کیا۔

مگر پرنس خاموش رہا۔ چہرے پر متانت تھی۔ سب اس کے جواب کا انتظار کرتے رہ گئے۔

''بعد میں کبھی بتا دوں گا،، اس نے زیرلب اور سنجیدگی سے کہا۔

''آپ نے طے کر رکھا ہے کہ ہمیں الجھائے رکھیں،، اگلایا چیخ پڑی۔ ''کیا شان گانٹھی ہے، واہ!،،

''چلو، اچھا ہے،، ادےلائیدا نے پھر جلدی سے اظہار خیال کیا ''اگر چہروں کی شناخت میں آپ اتنے ھی تیز ھیں تو گمان غالب ہے کہ آپ نے محبت بھی کی ھوگی۔ مطلب یہ کہ میں نے بھانپ لیا۔ چلئے، اب بیان کر ڈالئے۔ ،،

''میں نے کبھی محبت نہیں کی،، پرنس نے اسی طرح نیچی آواز اور متین لہجے میں جواب دیا ''بغیر محبت کے ھی مجھے مسرت حاصل تھی۔ ،،

''وہ کیسے؟ کس بات سے؟،،

''اچھا، تو سنا ھی دوں،، پرنس کی زبان سے نکلا، وہ گویا گہرے خیال میں ڈوب گیا تھا۔

٦

''دیکھئے آپ سب لوگ مجھے ایسے تجسس سے دیکھ رہے ھیں کہ اگر آپ کا تقاضا پورا نہ کروں تو بگڑ بیٹھنا قدرتی ہے،، پرنس نے کہنا شروع کیا۔ ''نہیں، میں نے مذاق میں کہا،، اس نے یہ جملہ بڑھانے میں جلدی کی اور مسکرا دیا۔ ''وہاں جہاں میں رہا، بچے ھی بچے تھے اور تمام وقت وھیں بچوں میں رہا — صرف بچوں کے ساتھ۔ گاؤں کے بچے تھے، ساری پلٹن انھی کی تھی، اسکول میں پڑھنےوالوں کی۔ یہ نہیں کہ میں انھیں پڑھاتا تھا، جی نہیں، اس کام کےلئے اسکول ٹیچر موجود تھا، ژیول طیبو۔ کہہ سکتے ھیں کہ میں بھی انھیں کچھ پڑھا دیا کرتا تھا، مگر

بس یونہی ان کا میرا ساتھ تھا اور میرے چار سال اسی طرح گزر گئے۔ کچھ اور کام دھام تو تھا نہیں۔ ہر بات ان سے کر لیتا تھا، کچھ بھی دل میں نہیں رکھتا تھا۔ ان کے والدین اور عزیز رشتہ‌دار مجھ سے سخت ناراض رہنے لگے کیونکہ آخرکار بچے مجھ سے بےحد مانوس ہو گئے تھے، میرے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اور مجھی کو گھیرے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اسکول ٹیچر تو سخت دشمن ہوگیا۔ وہاں میں نے بہت دشمن بنا لئے، وجہ اس کی صرف بچے۔ اور تو اور شنیڈر مجھے شرم دلایا کرتا تھا۔ ان لوگوں کو ڈر کس بات کا تھا؟ بچے کو سبھی کچھ بتا دینا چاہئے — ہر ایک بات! مجھے یہ سوچ کر حیرانی ہوتی تھی کہ بڑی عمر کے لوگ، یہاں تک کہ ماں باپ اپنے بچوں سے کتنے بےخبر ہیں، انہیں سمجھتے نہیں۔ بچوں سے کوئی بات چھپانی نہیں چاہئے یہ کہہ کر کہ ابھی وہ کم‌عمر ہیں، ابھی انہیں یہ اور وہ معلوم ہونے کا وقت نہیں آیا۔ کیسا افسوس‌ناک، المناک تصور ہے یہ! خود بچے کیسے تاڑ لیتے ہیں کہ والدین انہیں بہت ہی ننھا سا اور بالکل ہی ناسمجھ شمار کر رہے ہیں، حالانکہ وہ ہر بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ بڑوں کو خبر ہی نہیں کہ بچہ آڑے وقت میں نہایت اہم مشورہ دے سکتا ہے۔ اوف خدایا! جب یہ ننھی سی چڑیا، خوشی خوشی اور پورے اعتبار کے ساتھ آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتی ہے تو آپ کو شرم آتی ہے اس سے جھوٹ فریب کرتے ہوئے۔ میں انہیں اس لئے ننھی سی چڑیا کہہ رہا ہوں کہ میرے خیال میں چڑیا سے پیاری کوئی ہستی نہیں دنیا میں۔ ہاں تو میں سنا رہا تھا کہ گاؤں بھر میں لوگ جو مجھ سے خفا ہوئے تو زیادہ‌تر ایک خاص واقعے کے سبب... طیبو کو مجھ سے بس جلن ہو گئی تھی۔ شروع شروع میں وہ سر ہلا ہلا کر تعجب کیا کرتا تھا کہ میں سمجھاتا ہوں تو بچے سب سمجھتے ہیں، وہ سمجھاتا ہے تو تقریباً کورے رہ جاتے ہیں، بعد میں وہ میرا مذاق اڑانے لگا جب میں نے بتایا کہ میں اور وہ ہم دونوں انہیں کچھ نہیں سکھا سکتے، الٹا وہی ہمیں سکھا کر رکھ دیں گے۔ مجھ پر خار کھانے اور تہمت لگانے کی گنجائش ہی کہاں تھی جبکہ وہ خود ہر وقت بچوں کے ساتھ رہتا تھا! بچوں کی بدولت روح کے زخم بھرتے ہیں... وہاں شنیڈر کے یہاں ایک

بیمار تھا، ایک بہت ہی دکھی اور بدنصیب آدمی۔ وہ ایسے عذاب میں گرفتار تھا کہ شاید ہی ویسی کوئی اور مصیبت ہوتی ہو۔ خلل دماغ کے علاج کےلئے بھیجا گیا تھا۔ مگر میں جانوں اس کے دماغ میں کوئی خلل نہیں تھا، صرف روح پر شدید صدمہ تھا۔ بس اسی ایک روگ میں گرفتار تھا یہ شخص۔ کاش آپ اندازہ کر سکیں کہ ہمارے یہاں کے بچے آخر میں اس کے حق میں کیا نعمت ثابت ہوئے... مگر خیر، اس مریض کا قصہ آپ کو پھر کبھی سناؤں گا، فی‌الوقت یہ بتا رہا تھا کہ وہ واقعہ شروع کہاں سے ہوا۔

''شروع میں بچوں کو مجھ سے کوئی انسیت نہیں تھی۔ ایک تو عمر میں ان سے بڑا، پھر اول جلول۔ مجھے معلوم ہے کہ صورت‌شکل بھی اچھی نہیں ... یہ سب تو خیر، اوپر سے میں غیرملکی بھی تھا۔ بچے اول اول مجھ پر ہنسا کرتے تھے۔ اور پھر کنکر پتھر بھی مارنے لگے جب انہوں نے مجھے ماری کو پیار کرتے دیکھ لیا۔ لے دے کے صرف ایک بار میں نے اسے چوم لیا تھا... نہیں، نہیں، ہنسئے مت!،، پرنس نے اپنے سامعین کو طنزیہ مسکراتے دیکھ کر جلدی سے ٹوکا۔ ''یہ محبت کا معاملہ قطعی نہیں تھا۔ اگر کہیں آپ کو اندازہ ہوتا کہ ماری کیسی ستم‌زدہ مخلوق تھی تو آپ کو بھی، بری طرح سے، بہت ہی ترس آتا اس پر۔ وہ اسی گاؤں کی تھی۔ اس کی ماں ایک بوڑھیا کھوسٹ تھی، چھوٹی سی، بوسیدہ کٹیا میں، جہاں صرف دو کھڑکیاں بنی تھیں، ایک کھڑکی لوکل بورڈ کے حکم سے الگ کر دی گئی اور اس کھڑکی سے سرکاری اجازت تھی مال بیچنے کی، وہ اسی ایک کھڑکی میں سے رسی، تاگا، صابن، تمباکو وغیرہ پرچون کا مال پھٹکر میں بیچا کرتی تھی۔ انھی چند کوڑیوں کی آمدنی پر گزر بسر تھا۔ روگی عورت تھی، دونوں ٹانگیں پھولی ہوئی، اس لئے ایک ہی جگہ جم کر بیٹھی رہتی۔ ماری، اس کی بیٹی، کوئی بیس سال کی نہایت کمزور، دبلی پتلی لڑکی۔ کافی دنوں سے دق کی مریض، پھر بھی گھر گھر جاتی، محنت مشقت کے کام کرتی اور اجرت پر گھریلو خدمت انجام دیا کرتی، جیسے فرش دھونا، کپڑے، آنگن صاف کرنا، چمکانا، مویشیوں کو صاف رکھنا۔ ایک فرانسیسی تاجر نے جو اس مقام سے گزرتے ہوئے ٹھیرا تھا، لڑکی کو ورغلایا، بھگا لے گیا اور ہفتہ

پھر بعد راستے میں چھوڑ کر چلتا بنا۔ وہ تمام راستے مانگتی کھاتی اپنی جھونپڑی پر واپس آ گئی، کپڑے غلیظ، بال بکھرے، جوتے پھٹے ہوئے۔ پورے ہفتے پیدل چلتی ہوئی، کھیتوں میں راتیں گزارتی، مصیبت کی ماری گھر پہنچی تو بری طرح نزلہ زکام میں گرفتار تھی۔ پیروں میں زخم، ہاتھ سوجے ہوئے اور جابجا کھال پھٹنے سے لہو لہان۔ پہلے بھی صورت شکل یونھی سی تھی، صرف آنکھوں میں البتہ نرمی، شرافت اور معصومیت جھلکتی تھی۔ انتہائی گم‌سم، چپ چپ۔ پہلے صرف ایک بار ایسا ہوا کہ وہ کام کرتے کرتے گانے لگی اور مجھے یاد ہے کہ سب کے سب حیران رہ گئے، ہنسنے لگے 'ارے دیکھنا، ماری گا رہی ہے! یہ کیسے؟ ماری اور گانا؟'، اس نے یہ آوازیں سنیں تو اوسان خطا ہو گئے اور عمر بھر کےلئے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگ گئی۔ تب تک، خیر لوگ اس پر شفقت کی نظر رکھتے تھے، مگر جب وہ دکھیا، مظلوم، بیماری کی شکار اپنے گھر لوٹ کر آئی تو کوئی نہ تھا کہ اس کا غم بٹائے، دو بول ہمدردی کے کہے۔ لوگ بھی کتنے بےدرد ہوتے ہیں! ایسے معاملے میں کیسے کٹھور خیالات لئے پھرتے ہیں! پہلے تو بوڑھیا ماں نے اس کی خوب خبر لی، ڈانٹا، پھٹکارا کہ 'کم بخت تو نے مجھے اب رسوا کر دیا۔ بڑی بی نے بیٹی کو سب سے پہلے ذلیل و بدنام کیا: جب گاؤں میں اس کی واپسی کی خبر پھیلی تو سب کے سب دوڑے ہوئے آئے ماری کو دیکھنے۔ سارا گاؤں ہی ٹوٹ پڑا اس بوسیدہ جھونپڑی میں: بوڑھے، بچے، عورتیں، لڑکیاں سبھی دھکا پیل کرنے لگے، ہجوم لگ گیا، گھر میں گھسنے کی بےصبری تھی سبھوں کو۔ ماری زمین پر بوڑھی ماں کے قدموں میں پڑی تھی، بھوکی، پھٹے حالوں، روئے جا رہی تھی۔ جب اس نے لوگوں کا نرغہ دیکھا، اپنے الجھے، گندے بالوں میں منہ چھپا لیا اور جھک کر سرزمین پر ٹیک دیا۔ گاؤں‌والے اسے یوں تک رہے تھے جیسے وہ کوئی موری کا کیڑا ہو، بوڑھے اس کے جنم میں تھوک رہے تھے، جوان اوپر سے ٹھٹھے لگا رہے تھے، عورتیں گالی کوسنے میں مشغول تھیں، تھو تھو کر رہی تھیں اور ایسے حقارت سے دیکھ رہی تھیں جیسے لڑکی نہیں، کوئی مکڑی ہو۔ ماں یہ سب ہنگامہ دیکھتی رہی، خود وہیں بیٹھی بیٹھی گردن ہلاتی اور ان لوگوں کی ہاں میں ہاں

ملاتی رہی۔ ان دنوں بوڑھیا خود بہت بیمار تھی اور قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ دو مہینے مشکل سے گزرے ہوں گے کہ مر گئی۔ اسے خبر تھی کہ اب بچنے کی نہیں، پھر بھی مرتے دم تک اس نے بیٹی کو معاف کرکے نہیں دیا، بات چیت بند رکھی اور بھوکے پیٹ رکھ کر اسے ٹھنڈی ڈیوڑھی میں سونے کےلئے ڈال دیا کرتی تھی۔ بیمار بوڑھیا کو اکثر وقت گرم پانی میں پاؤں ڈالنا لازم تھا، ماری، اس حال میں بھی، روزانہ گرم پانی سے اس کے پاؤں دھلاتی اور ساری خدمت کرتی رہی۔ وہ کہے سنے بغیر بیٹی سے سب خدمت لےلیتی مگر کیا مجال جو پیار کا ایک بول منہ سے نکل جائے۔ ماری یہ سارے مصائب سہہ گئی اور بعد میں جب میں اس سے ملا ہوں تو دیکھا کہ وہ خود ہی انہیں حق بجانب گردانتی اور اپنی نظر میں خود کو سب سے گئی گزری چیز سمجھتی تھی۔ جب بوڑھیا بالکل ہی پلنگ سے لگ گئی تو اس کی خبر گیری کےلئے گاؤں کی بوڑھی عورتیں باری باری آنے لگیں، یہ گاؤں کا چلن تھا۔ انھوں نے ماری کا کھانا دانہ ایک سرے سے بند کر دیا۔ پہلے تو گھروں میں اوپر کا کام مل بھی جاتا تھا، اب کوئی اپنے گھر اس کا روادار نہ تھا، سب اسے دھتا بتاتے تھے، پھٹکارتے اور تھوک دیا کرتے تھے۔ مردوں نے تو اسے عورت شمار کرنا چھوڑ دیا تھا، گندی گندی باتیں اس کے منہ پر کر لیتے تھے۔ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ شرابی لوگ اتوار کو جب زیادہ پی گئے تو مذاق اڑانے کی نیت سے اس کی طرف کوڑی پیسہ پھینک دیا، ایسے کہ زمین پر گرے، ماری چپ چاپ وہ بھی جھک کر اٹھا لیتی تھی۔ مگر ایسے وقت میں وہ کھانستی تو منہ سے خون تھوکنے لگتی۔ آخر اس کے بدن پر، ہوتے ہوتے چیتھڑے لٹکنے لگے۔ یہاں تک کہ گھر سے باہر نکلتے، گاؤں میں جاتے اسے شرم آنے لگی۔ جب سے وہ گھر لوٹ کر آئی تھی ننگے پاؤں پھرا کرتی تھی۔ اس حال کو پہنچی تو گاؤں کے بچوں کی پوری پلٹن، اسکول کے کوئی چالیس سے اوپر بچے ہوں گے، اسے چڑانے چھیڑنے لگے، چلنے میں اس پر کیچڑ اچھالتے تھے۔ وہ گوالے کے گھر گئی کہ گائے بیل کی خدمت پر اسے رکھ لے، مگر گوالے نے اسے بھگا دیا۔ تب وہ مویشیوں کے گلے کے ساتھ، بغیر پوچھے گچھے چل دیتی اور سارے سارے

دن گھر سے باہر انھی میں گھوما کرتی۔ اب چونکہ اس نے مویشیوں کی بڑی دیکھ ریکھ کی، بہت فائدہ ہوا تو گوالے نے بھگانا دھتکارنا بند کر دیا اور کبھی کبھی اپنے کھانے کی جھوٹن، پنیر اور روٹی دینے لگا۔ وہ اپنی جگہ سمجھتا تھا کہ بڑی فیاضی برت رہا ہے۔ جب ماری کی ماں مری تو چرچ کے خاص پادری کو شرم نہ آئی اور اس نے بھرے مجمع میں ماری کو ذلیل کیا۔ ماری تابوت کے پیچھے کھڑی تھی خستہ حال، انھی چیتھڑوں میں کھڑی زار زار رو رہی تھی۔ بہت لوگ یہی تماشا دیکھنے آگئے تھے کہ اب وہ روئے گی، جلوس جنازہ میں جائےگی تو کیسے! تب پادری، جو خود ابھی نو عمر تھا اور اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ بڑا واعظ بن جائے، تمام حاضرین سے مخاطب ہوا اور ماری کی طرف انگلی اٹھا کر بولا 'یہ رہی وہ جو اصل سبب ہے اس بزرگ خاتون کی موت کا، (سچ پوچھئے تو بوڑھیا دو سال سے بیمار چلی آرہی تھی) 'آپ کے سامنے کھڑی ہے یہ اور نظر نہیں اٹھا سکتی۔ کیوں؟ کیونکہ عبرت کا نمونہ بنی ہوئی ہے۔ پا برہنہ، آشفتہ حال، ژولیدہ بال، ان لوگوں کےلئے ایک زندہ مثال جو اپنے محسن سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کون ہے یہ؟ مرحومہ کی دختربداختر!'، یہ اور اسی طرح کی باتیں۔ اور ذرا تصور کیجئے، یہ نیچ پن قریب قریب سبھی کو اچھا لگا — مگر اتنے میں ایک اور ہی تماشا ہو گیا۔ بچے آگے بڑھے۔ کیونکہ تب تک بچوں کو میں نے پرچا لیا تھا، وہ میرے حمایتی بن گئے تھے اور ماری کو پسند کرنے لگے تھے۔ تو اب سنئے، کیا ہوتا ہے! میرا بہت جی چاہتا تھا کہ ماری کےلئے کچھ کروں، کیا کروں؟ سخت ضرورت تھی کہ روپیے پیسے سے اس کی مدد کی جائے۔ لیکن روپیہ میرے پاس کبھی ہوا ہی نہیں — روپیہ کیا، کاپک تک نہیں۔ میرے پاس چھوٹی سی ہیرے کی پن رکھی تھی۔ میں نے وہ اٹھا کر ایک پھیری‌والے کے ہاتھ فروخت کردی۔ یہ شخص گاؤں گاؤں پھرتا اور پرانے کپڑوں کا لین دین کرتا تھا۔ اس نے مجھے صرف آٹھ فرانک دئے حالانکہ ہیرے کی پن چالیس فرانک کی تو یقیناً تھی۔ کافی دن میں کوشش میں رہا کہ ماری کہیں تنہا مل جائے۔ آخر ایک روز گاؤں کے باہر جنگلے کے پاس، جہاں پہلو سے پگڈنڈی پہاڑ کی طرف نکلتی ہے، درخت کے پیچھے وہ

مجھے مل گئی۔ میں نے فوراً وہ آٹھ فرانک اس کے حوالے کئے اور کہہ دیا کہ احتیاط سے رکھنا، کیونکہ میرے پاس آئندہ کچھ نہیں ہوگا۔ پھر میں نے اسے چوما اور کہا کہ یہ گمان نہ کرنا کہ کوئی بری نیت رکھتا ہوں۔ میں نے جو پیار کیا تو اس لئے نہیں کہ محبت ہو گئی ہے بلکہ اس لئے کہ دل دکھتا ہے، ترس آتا ہے۔ میں شروع سے ہی اسے ذرا بھی قصوروار نہیں سمجھتا بلکہ بس بدقسمتی کا شکار سمجھتا ہوں۔ بہت خواہش تھی کہ وہیں اسے تسکین دوں، دلاسا دوں، یقین دلاؤں کہ خود کو سب کے سامنے گرا ہوا شمار کرنے کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں، لیکن شاید وہ سمجھی ہی نہیں یہ بات۔ تبھی میں نے جان لیا تھا، اگرچہ وہ تمام وقت میرے سامنے کھڑی رہی، شرم سے گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کئے، بےزبان۔ جب میں کہہ چکا تو اس نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ میں نے بھی اس کا ہاتھ تھاما اور پیار کرنے ہی والا تھا کہ وہ جھٹکا دے کر ہٹ گئی۔ ایک دم نظر آیا کہ اس وقت بچوں نے ہمیں دیکھ لیا، پوری بچہ پلٹن نے۔ بعد میں پتہ چلا کہ بہت دن سے وہ میری ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ بچوں نے دیکھتے ہی سیٹی بجا دی، تالیاں پیٹنے لگے اور زور زور سے قہقہے مارے۔ ماری بےتحاشا وہاں سے بھاگی۔ میں کچھ کہنا سننا چاہتا تھا مگر بچے کہاں سننےوالے! کنکر پتھر مارنے لگے۔ اسی دن سب کو، گاؤں بھر کو واقعے کی خبر ہو گئی۔ ماری کی اور بھی شامت آئی، لوگ اس سے اور بھی بیزار ہو گئے۔ یہاں تک سنا ہے کہ اس کو عدالت میں گھسیٹ کر سزا دلوانے کی تیاری تھی، مگر خیر، خدا کا شکر ہے، وقت ٹل گیا۔ پھر بچے اس کا راستہ روکنے لگے، گزرنے نہیں دیتے تھے۔ اب انھوں نے اور زیادہ راستہ چلتے چڑانا اور کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔ اسے تنگ کرتے، دوڑاتے، وہ اپنے کمزور سینے کی طاقت سے دوڑتی، ان بچوں سے جان بچاتی، بےدم ہو جاتی اور یہ اس کا پیچھا کرتے، ہلڑ مچاتے اور گالیاں بکتے۔ ایک بار مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں بچہ پلٹن پر جھپٹ پڑا۔ پھر میں نے انھیں سمجھانا شروع کیا، روزانہ جب بھی موقع مل جاتا، کچھ نہ کچھ کہتا۔ کبھی کبھی وہ باز آجاتے، میری بات سن لیتے، اگرچہ گالیاں بکنا بند نہیں کرتے تھے۔ میں انھیں سمجھاتا تھا

که یه کتنی دکھیا ہے۔ تھوڑے دنوں میں وہ مان گئے۔ خاموشی سے گزر جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ مجھ میں اور ان بچوں میں بات‌چیت کا سلسلہ چل نکلا، میں ان سے کچھ نہیں چھپاتا تھا۔ ساری بات کہہ دیا کرتا تھا۔ وہ بڑے اشتیاق سے سنتے اور آخر انہیں بھی ماری پر رحم آنے لگا۔ بعضے بچے، جب ماری کا سامنا ہوتا تو نرمی کے ساتھ اس سے سلام دعا بھی کر لیتے۔ وہاں کی رسم ہے کہ آدمی کا سامنا ہو جائے، تو چاہے آپ اس سے واقف ہوں یا نہ ہوں، سر جھکا کر سلام کر لیتے ہیں۔ تصور کر سکتا ہوں کہ ماری اس سلام دعا پر کتنی حیران ہوتی ہوگی۔ ایک بار دو بچیاں کھانا لے کر ماری کے پاس گئیں، کھانا دیا، بعد میں مجھے آ کر بتایا۔ وہ بولیں کہ ماری رو پڑی۔ اور یہ کہ اب وہ بھی ماری کو بہت پسند کرنے لگی ہیں۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ سبھی اسے پسند کرنے لگے اور اس کے ساتھ ساتھ میں بھی ایک دم مقبول ہو گیا۔ بچے اکثر میرے پاس آنے جانے لگے اور مجھ سے اصرار کرنے لگے کہ انہیں کچھ بتایا کروں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے بیان کرنے میں کوئی خوبی تھی کیونکہ انہیں میری باتیں سننا بہت پسند آتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ میں پڑھنے اور معلومات فراہم کرنے لگا تاکہ بعد میں انہیں سنایا کروں۔ باقی کے تینوں برس اسی طرح پڑھتے، سناتے گزر گئے۔ بعد میں جب ہر طرف سے انگلیاں اٹھنے لگیں، یہاں تک کہ شنیڈر نے اعتراض کیا کہ میں بچوں سے اس طرح باتیں کیوں کرتا ہوں جیسے بڑوں سے کی جاتی ہیں اور بات کرنے میں کوئی پردہ نہیں رکھتا تو میں نے سب کو یہی جواب دیا کہ بچوں سے جھوٹ بولتے شرم آتی ہے کیونکہ بغیر بتائے ہی وہ سب جانتے ہیں، کتنا ہی چھپایا جائے وہ کہیں نہ کہیں سے پتہ چلا لیتے ہیں، غلط سلط، البتہ میں بتاؤں‌گا تو غلط سلط نہیں ہوگا۔ ہر ایک کو وہ وقت یاد کرنا، یاد رکھنا چاہئے جب وہ خود بچہ تھا۔ یہ میں کہتا رہا مگر کسی نے اتفاق نہ کیا... میں نے ماری کو اس کی ماں کی موت سے دو ہفتہ پہلے ہی پیار کیا تھا (اور بچوں نے دیکھا تھا)۔ جب پادری میت پر وعظ کہہ رہا تھا، اس وقت تک سارے بچے میرے حمایتی ہو چکے تھے۔ میں نے وہیں کے وہیں بچوں سے بات کی، انہیں پادری کی اس حرکت کا مطلب سمجھایا۔ سب کے

سب پادری پر بگڑ گئے - کئی بچوں کو تو اتنا غصہ آیا کہ انھوں نے پتھر مار مار کر کھڑکیوں کے شیشے توڑ ڈالے - میں نے بچوں کی روک تھام کی - پتھر مارنا بہت بری بات تھی، بچے مان گئے - لیکن فوراً یہ خبر گاؤں میں پھیل گئی، سب کو پتہ چل گیا - سارا الزام مجھ پر دھرا جانے لگا کہ میں نے بچوں کو بگاڑ دیا ہے - پھر سب کو پتہ چلا کہ بچوں کو ماری پسند ہے، اس پر اور بھی دہشت پھیلی - جو بھی ہوا سو ہوا — ماری کی بدنصیبی جاتی رہی - وہ خوش رہنے لگی - بچوں کو گھروالوں نے منع کر دیا کہ ماری سے نہ ملا کریں - مگر وہ چھپ چھپ کر اس مویشی خانے پر جانے لگے جہاں ماری کام کرتی تھی — یہ جگہ گاؤں سے کافی دور کوئی ڈیڑھ کوس پر تھی - کچھ بچے کھانے کی چیزوں سے اس کی خاطر کرنے پہنچتے، اور کچھ دوڑ کر جاتے کہ اسے گلے لگا کر، پیار کرکے ایک جملہ کہہ دیں : * 'Je vous aime, Marie!' اور یہ کہتے ہی بگٹٹ بھاگ نکلتے - ماری پر اس انجانی اور ناگہانی تبدیلی کا اتنا اثر ہوا کہ وہ خوشی کے مارے پاگل ہوتے ہوتے رہ گئی - کبھی اس نے خواب میں بھی یہ دن نہ دیکھا تھا - اسے یہ جملہ سن کر حیا بھی آتی تھی، خوشی بھی ہوتی تھی - بڑی بات یہ کہ بچوں کا جی چاہتا تھا، خصوصاً بچیوں کو شوق تھا کہ وہ اس کے پاس دوڑی دوڑی جاتیں اور اسے بتایا کرتیں کہ میں ماری سے محبت کرتا ہوں اور اس کے بارے میں بچوں سے اکثر بات کیا کرتا ہوں - بچوں نے اسے بتا دیا کہ میں نے ہی انھیں سکھا پڑھا دیا ہے کہ اب وہ ماری سے پیار کرتے ہیں، اس سے ہمدردی رکھتے ہیں اور آئندہ بھی یہی ہوگا - پھر وہاں سے بھاگے ہوئے میرے پاس آتے اور خوشی اور فکرمندی سے تمتماتے چہروں کے ساتھ مجھے بتاتے کہ ابھی ماری سے مل کر آ رہے ہیں - اس نے مجھے سلام کہلوایا ہے - شام کے وقت میں آبشار کی سیر کو جایا کرتا تھا - وہاں ایک خاص جگہ تھی گاؤں کی طرف سے ذرا آڑ میں، جس کے چاروں طرف poplar کے خود رو درخت کھڑے تھے - شام ہوئی کہ بچے وہاں دوڑ کر مجھ سے ملنے آجایا کرتے -

* ماری، مجھے تم سے محبت ہے!

بعضے تو چھپتے چھپاتے آیا کرتے تھے۔ شاید انھیں ماری سے میری محبت کا معاملہ بڑا ہی پرلطف معلوم ہوتا ہوگا۔ میں نے وھاں جتنی بھی مدت بسر کی ھے، اس کے دوران، بس یہی ایک معاملہ ایسا تھا جہاں انھیں دھوکے میں رکھا۔ کبھی یہ بات صاف نہ کی کہ مجھے ماری سے بالکل محبت نہیں، دور دور یہ بات نہیں۔ ان کے یقین کو صدمہ نہیں پہنچایا یہ بتا کر کہ مجھے تو صرف ترس آتا ھے اس کے حال پر، اس کے سوا کچھ نہیں۔ سارے آثار ایسے تھے کہ بچوں کا جی چاھتا تھا کہ ماری سے میری محبت کا یقین کئے جائیں، انھوں نے یہی تصور باندھ رکھا تھا اور آپس میں اس کی بات کرتے تھے، تو میں ٹال گیا، چپ رھا اور ظاھر یہی کیا کہ ان کا یقین اپنی جگہ درست ھے۔ اتنے نازک اور حساس دل تھے ان ننھے بچوں کے! ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ھے کہ ان کا پسندیدہ رحمدل لیون (یعنی میں) ماری سے پیار کرے اور ماری یوں پھٹے حالوں ننگے پاؤں پھرتی رھے! ذرا تصور فرمائیے کہ بچوں نے اسے جوتے، زنانے موزے اور اندر کے کپڑے مہیا کر دئے۔ اور تو اور وہ اوپر کا زنانہ لباس بھی اڑا لائے، کہاں سے اڑالائے، میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ساری کی ساری بچہ پلٹن اس میں لگ گئی۔ جب میں نے ان سے پوچھ گچھ کی کہ یہ کیسے ھوا تو وہ مزے لے کر ھنسنے لگے اور بچیوں نے خوب تالیاں بجائیں، مجھے پیار کرنے لگیں۔ کبھی کبھی میں چوری چھپے ماری سے ملنے جایا کرتا تھا۔ وہ بری طرح بیمار پڑ گئی تھی اور باھر آنا جانا بھی مشکل ھو گیا تھا۔ آخر وہ وقت آیا کہ گوالے کی نوکری بھی اس سے نہیں چل سکی، البتہ مویشیوں کے گلے کے ساتھ روز صبح جایا کرتی تھی۔ اور جا کر کہیں نزدیک بیٹھ جاتی۔ ایک کھڑی چٹان کے پاس کوئی کگارا نکلا ھوا تھا۔ وھیں ماری ایک پتھر پر، سب کی نظروں سے ھٹ کر کونے میں بیٹھ جاتی اور سارے سارے دن خود بھی پتھر کی طرح بےجنبش بیٹھی رھتی۔ صبح سے دھولی لگن کے وقت تک، جب مویشی گھروں کو لوٹتے، وہ بھی لوٹ آتی۔ اتنی کمزور و لاغر ھو گئی تھی تپ دق کے مارے، کہ آنکھیں بند کئے، چٹان کے سہارے سر ٹکائے بیٹھی بیٹھی اونگھ جاتی۔ اسے سانس لینا بھی دشوار ھو گیا

تھا۔ چہرہ مرجھا کر ڈھانچ ہو گیا تھا۔ ماتھے پر اور کنپٹیوں پر پسینہ ٹپکتا رہتا تھا۔ جب بھی اسے دیکھا، اسی حال میں پایا۔ منٹ بھر کو اسے دیکھنے جایا کرتا تھا اور خیال رہتا تھا کہ کوئی مجھے وہاں دیکھ نہ لے۔ جیسے ہی میں نظر آتا، ماری فوراً چونک اٹھتی، آنکھیں پٹ سے کھول دیتی اور بے تحاشا چومنے لگتی میرے ہاتھوں کو۔ میں بھی ہاتھ نہیں چھڑاتا تھا کیونکہ یہ اس کی خوشی کا سامان تھا۔ جتنی دیر میں وہاں ٹھہرتا وہ لرزتی اور روتی رہتی تھی۔ کئی بار اس کے ہونٹ ہلے، کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن بات سننا سمجھنا مشکل تھا۔ انتہائی بیقراری اور روحانی مسرت کے مارے وہ گویا دیوانی ہو جاتی تھی۔ بعض اوقات بچے بھی میرے ساتھ وہاں پہنچتے تھے۔ ایسے موقعوں پر بچے ذرا فاصلے سے رک جاتے اور پہرہ لگا دیتے، کہ کوئی چیز، کوئی شخص حائل نہ ہونے پائے۔ یہ ڈیوٹی ان بچوں کے لئے حد سے زیادہ خوشگوار ہوا کرتی تھی۔ جب ہم وہاں سے چل دیتے تو وہ پھر اکیلی رہ جاتی تھی، پہلے کی طرح پھر ایک جگہ بے جنبش، آنکھیں بند کئے اور پتھر سے ٹیک لگائے، شاید کچھ سوچا کرتی ہو، کسی بات کے خواب دیکھتی ہو۔ ایک بار صبح کو وہ مویشیوں کے ساتھ باہر نہ جاسکی اور اپنے ویران مکان میں ہی رہ گئی۔ بچوں کو فوراً پتہ چل گیا اور قریب قریب سبھی وہاں اس کی خیریت دریافت کرنے جا پہنچے۔ وہ اپنے پلنگ پر تن تنہا بے کسی میں پڑی ہوئی تھی۔ بچوں نے ہی دو دن تک اس کی خبر گیری کی۔ باری باری وہ اس کے پاس جاتے رہے، مگر جب گاؤں میں خبر پھیلی کہ ماری اب سچ سچ دنیا سے سدھارنے والی ہے تو گاؤں کی بڑی بوڑھیاں ایک ایک کرکے آنے لگیں، اور مرنے والی کے پاس بیٹھنے لگیں۔ شاید گاؤں والوں کو اب ماری پر رحم آنے لگا، کیونکہ اب انھوں نے بچوں کی روک ٹوک بند کردی، اور ماری کے پاس جانے کے الزام میں ڈانٹ ڈپٹ بھی چھوڑ دی۔ ماری پر غفلت طاری تھی، نیند آتی اور اچٹ جاتی۔ سخت کھانسی نے اسے بے حال کر رکھا تھا۔ بوڑھی عورتیں بچوں کو وہاں سے بھگا دیتیں، مگر وہ پھر آدھمکتے کھڑکی کے پاس، کبھی تو صرف منٹ

بھر کے لئے آتے محض ایک جملہ پکار کر کہنے کے لئے:
'Bonjour, notre bonne Marie'* اور وہ جونہی ان کی جھلک دیکھ لیتی یا کان میں بھنک پڑتی زندگی کی لہر اس میں دوڑ جاتی تھی اور بوڑھیوں کے منع کرنے کے باوجود پورا زور لگا کر کہنیوں کے بل سر اٹھاتی، سر ہلاہلا کر اپنی احسانمندی ظاہر کرتی۔ پہلے کی طرح اب بھی وہ اس کے لئے کھانے کا سامان لئے ہوئے آتے مگر کچھ کھانا اب اس کے بس سے باہر تھا۔ ان بچوں کی بدولت، آپ یقین کیجئے گا کہ وہ دنیا سے ہنسی خوشی سدھاری۔ ان کے دم سے اس نے یہ دن دیکھا کہ اپنے دکھ بھرے دن بھول گئی۔ گویا ان بچوں سے اپنی خطاؤں کی معافی مل گئی ہو کیونکہ آخری وقت تک وہ خود کو بڑی گناھگار شمار کرتی تھی۔ روز صبح اس کی کھڑکی کے پاس، چڑیوں کی طرح بچے منہ لگا کر چہکتے، شور مچاتے: ** 'Nous t'aimons, Marie'۔ بہت دن نہ گزرے تھے کہ وہ مر گئی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ابھی وہ بہت زندہ رہےگی۔ جس دن اسے مرنا تھا، میں دن چھپے سے ذرا پہلے اسے دیکھنے پہنچا۔ شاید اس نے مجھے پہچان لیا۔ میں نے آخری بار اس کا ھاتھ تھاما، ذرا دبایا، کیسا لکڑی سا ھاتھ تھا! دوسری صبح میرے پاس لوگ خبر لائے کہ ماری چل بسی۔ بچوں پر اب کوئی بھی روک لگانا ممکن نہ تھا۔ انھوں نے میت کو اوپر سے نیچے تک پھولوں سے ڈھک دیا اور سر پر گلدستہ رکھ دیا۔ پادری نے آخری رسوم کے وقت مرنےوالی پر کوئی چھینٹا نہیں مارا، تجہیز و تکفین کےلئے یوں بھی بہت کم لوگ آئے تھے، جو آئے، وہ بھی محض تماشائی کے جذبے سے۔ جب جنازہ اٹھانے کا وقت آیا تو یکبارگی بہت سے بچے دوڑ پڑے کہ خود اٹھائیں گے۔ مگر چونکہ خود نہیں اٹھا سکتے تھے تو دوسروں کو سہارا دینے لگے، جنازے کے ساتھ لپکتے ہوئے چلے، روتے ہوئے گئے۔ تب سے ماری کی قبر بچوں میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ھے۔ وہ اسے پھولوں سے سجاتے ھیں اور قبر کے چوطرفہ انھوں نے گلاب کی قلمیں لگا دی

---

* ھماری پیاری ماری، سلام!

** ماری، ھم تمھیں چاھتے ھیں!

ھیں ۔ اس کفن دفن کے بعد سے ھی، سارے گاؤں نے اپنے بچوں کے سبب مجھے غیظ و غضب کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ ان میں پادری اور اسکول ٹیچر پیش پیش تھے۔ بچوں پر قطعی طور سے بندش لگ گئی مجھ سے ملنے کی۔ اور شنیڈر نے نگرانی کی ذمہ‌داری اپنے سر لے لی۔ پھر بھی ھم ملتے رھے، دور دور سے اشاروں میں بات کرتے رھے۔ بچے مجھے اپنے ننھے ننھے پرزے بھی لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ بعد میں تو سب ٹھیک ٹھاک ھوگیا، لیکن تب تک بھی کام اچھا چل رھا تھا۔ اس کینے فساد نے بچوں کو اور بھی میرے نزدیک کر دیا۔ آخری سال میں تو میں نے ٹیچر طیبو اور پادری دونوں سے تقریباً صلح صفائی کرلی تھی۔ شنیڈر نے مجھے بہت سمجھایا بجھایا اور بچوں کے ساتھ میرے نقصان‌دہ 'طرز عمل' پر بڑی بحث کی، بھلا وہ طرز عمل کیا ھے میرا! آخر شنیڈر نے ایک روز، جب میں روانہ ھونےوالا تھا، اس سے ذرا پہلے اپنا ایک عجیب‌و غریب خیال مجھ پر آشکار کر دیا۔ وہ کہنے لگا کہ اسے پورا یقین ھو گیا ھے کہ میں خود بالکل ایک بچہ ھوں۔ یعنی ایک بچے میں، مجھ میں کوئی فرق نہیں، صرف قدو قامت اور صورت شکل میں بڑا لگتا ھوں ورنہ اپنے اٹھان میں، فطرت میں، اپنی روح میں اور عین ممکن ھے کہ عقل و فہم میں بھی بالغ نہیں ھوا ھوں اور آئندہ بڑھنے کی گنجائش بھی نظر نہیں آتی چاھے ساٹھ برس عمر پاؤں۔ مجھے اس بات پر بہت ھنسی آئی: ظاھر ھے کہ وہ غلطی پر تھا۔ کیا میں ننھا سا بچہ ھوں؟ صرف ایک بات برحق ھے، یہ مانتا ھوں کہ مجھے بڑوں کے ساتھ رھنا پسند نہیں۔ بہت زمانے سے یہ احساس ھے کہ بڑی عمر کے لوگوں میں رہ کے دل خوش نہیں ھوتا، کیونکہ مجھے ان میں رھنا نہیں آتا۔ چاھے وہ مجھ سے کیسی بھی باتیں کریں، چاھے کتنی ھی مہربانی سے پیش آئیں تاھم ان کے ساتھ نجانے کیوں نباہ دشوار ھوتا ھے۔ البتہ دل خوشی سے بھر جاتا ھے جتنی جلدی میں اپنے دوستوں کے حلقے میں پہنچ جاؤں — دوست کون؟ ھمیشہ میرے دوست ھیں بچے، وجہ یہ نہیں کہ خود بچہ ھوں بلکہ صرف اتنی سی بات ھے کہ میرا دل ان کی جانب کھنچتا ھے۔ ان دنوں، جب میں نے اس گاؤں میں رھنا شروع کیا تھا، اکیلے میں دم گھٹتا اور میں تن تنہا پہاڑوں کی طرف نکل جایا کرتا

تھا تو گھومتے پھرتے کبھی کبھی راہ میں، خاص کر دوپہر کے وقت اسکول سے نکلتے ہوئے بچوں کا سامنا ہو جاتا، پوری بچہ پلٹن، شور مچاتی، بھاگتی دوڑتی، اپنے بستے اور نقشے کی تختیاں سنبھالے، چیخیں اور کلکاریاں مارتی، قہقہے، کھیل کود میں محو سامنے سے گزرتی تو میرے اندر کا پورا وجود ان کی طرف لپکتا تھا۔ جب بھی بچوں سے ملاقات ہو جاتی، ہر ملاقات پر، معلوم نہیں کیوں، مگر کوئی بڑی زبردست اور روحانی مسرت کی لہر اپنے تن بدن میں دوڑتی محسوس کیا کرتا تھا۔ میں چلتے چلتے رک جاتا اور ان کے ننھے ننھے پاؤں، ہمیشہ لپکتے دوڑتے پاؤں دیکھ کر، بچوں اور بچیوں کو ایک ساتھ بھاگتے، ہنستے روتے دیکھ کر میں خوشی سے مسکرایا کرتا تھا (اسکول سے گھر جاتے وقت راستے میں انھیں لڑنے جھگڑنے کا، رونے بسورنے کا، روٹھنے اور فوراً من جانے کا اور پھر کھیل میں لگ جانے کا وقت ملتا تھا)۔ اس منظر کو دیکھتا تو اپنا سارا غم بھول جاتا تھا۔ پھر ان تین برسوں کے دوران میری تو عقل میں بالکل نہیں آیا کہ لوگ آخر غم کیسے پالتے ہیں، غمزدہ کس لئے رہتے ہیں؟ میری تقدیر ان بچوں سے وابستہ ہو گئی تھی۔ میں نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ یہ گاؤں چھوڑ کر چل دوں گا۔ عقل اس خیال کو گوارا ہی نہیں کرتی تھی کہ میں کبھی اس طرف کا، روس کا رخ بھی کروں گا۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ اب یہیں رہ جانا ہے۔ لیکن آخرکار میں نے دیکھا کہ شنیڈر پر بار بن کر رہنا غلط ہوگا۔ پھر حالات نے ایسا رخ اختیار کیا، شاید گمبھیر صورت حال پیش آئی کہ شنیڈر نے میری واپسی کےلئے جلدی مچائی اور میری طرف سے یہاں لکھ بھی دیا۔ اب میں دیکھوں گا کہ کیا معاملہ ہے اور کسی سے اس سلسلے میں مشورہ کروں گا۔ ممکن ہے میرا مستقبل بالکل بدل جائے مگر اصل بات یہ نہیں کہ میری تقدیر بدلے، اصل بات یہ ہے کہ میری پوری زندگی ایک سرے سے بدل چکی ہے۔ میں نے وہاں بہت کچھ چھوڑ دیا، بہت کچھ۔ جو چھوڑا تھا ناپید ہو گیا۔ سب چھوڑ چھاڑ جب گاڑی میں سوار ہوا تو سوچ رہا تھا 'اب میں دنیا والوں کی طرف جا رہا ہوں، ممکن ہے مجھے کچھ نہ آتا ہو، مگر یہ واقعہ ہے کہ اب نئی زندگی شروع ہوتی ہے'۔ دل میں طے کیا ہے کہ اپنا ہر ایک کام ایمانداری اور مستقل مزاجی

سے انجام دوں گا۔ لوگوں کا ساتھ شاید مجھے بھاری پڑے، ناگوار گزرے، مگر اولین قدم یہ طے کئے ہوئے ہوں کہ سب کے ساتھ شرافت کھلاپن برتوں گا۔ اس سے زیادہ کسی کو بھی مجھ سے توقع یا تقاضا نہیں کرنا۔ عین ممکن ہے کہ یہاں بھی مجھے بچہ ہی شمار کیا جائے۔ یونھی سہی! نجانے کیوں، بہت سے لوگ مجھے بالکل بےعقل (ایڈیٹ) گردانتے ہیں، حقیقتاً کسی وقت میں اتنا بیمار تھا کہ کسی بے عقل یا کوڑھ مغز میں اور مجھ میں فرق نہیں رہا تھا۔ مگر اب یہ کیسے ممکن ہے جب کہ مجھے خود یہ شعور آ گیا کہ مجھے بےعقل شمار کیا جاتا ہے۔ چلتے چلتے سوچا کرتا ہوں: 'لوگ مجھے ایڈیٹ سمجھتے ہیں، مگر میں خاصا دانا آدمی ہوں۔ مگر یہ لوگ سمجھ نہیں پاتے...، اکثر یہ خیال آتا رہتا ہے۔ جب برلن میں وہاں آتے ہوئے چھوٹے چھوٹے خط پرزے موصول ہوئے جو چند روز کے وقفے میں ان بچوں نے لکھ بھیجے تھے، تب صحیح معنی میں سمجھ سکا کہ مجھے ان سے کتنی محبت تھی۔ پہلا خط وصول کرنا بہت بھاری پڑتا ہے! بچے جب مجھے رخصت کرنے نکلے تو کتنے غمزدہ ہو رہے تھے! پورا ایک سہینہ پہلے ہی انہوں نے رخصتی الفاظ دھرانے شروع کر دئے تھے: 'Léon s'en va, Léon s'en va pour toujours!' * ہر روز شام کو ہم لوگ حسب معمول آبشار کے پاس جمع ہونے لگے اور یہ بات نکلتی کہ آخری بار کیسے رخصت ہوں گے۔ کبھی کبھی پہلے کی طرح ہم اچھے موڈ میں ہوتے، شام اچھی کٹ جاتی، رات ہوئے جب وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہونے لگتے تو بھینچ بھینچ کر گلے لگتے، گرمجوشی کے ساتھ مجھ سے لپٹ جاتے، ایسا پہلے نہیں ہوا کرتا تھا۔ بعض بعض بچے تو اوروں سے الگ چپکے سے دوڑے ہوئے میرے پاس آتے، ایک ایک کر کے آتے صرف اس غرض سے کہ گلے لگ کر مجھے خوب پیار کریں، اوروں کے سامنے نہیں، تنہائی میں۔ جب میں سفر پر روانہ ہوا تو سب بچے، پوری ٹولی بنا کر مجھے اسٹیشن تک پہنچانے آئے۔ ریلوے اسٹیشن ہمارے گاؤں سے اندازاً ایک کوس کے فاصلے پر تھا۔ انہوں نے بڑے ضبط سے

---

* لیون چل دئے، چل دئے ہمیشہ کے لئے!

کام لیا مگر بہتوں کے ضبط نے جواب دے دیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دئے — خاص طور سے بچیاں روئیں۔ ہمیں اسٹیشن پہنچنے کی جلدی تھی پھر بھی راستے میں کئی بار ھجوم میں سے کوئی نہ کوئی مجھ پر گرتا تھا کہ اپنے ننھے ننھے ھاتھوں سے مجھے گلے لگالے اور پیار کرلے اور اس کی خاطر ھم سب کو چلتے چلتے رکنا پڑتا تھا۔ ٹرین پکڑنے کی جلدی میں بھی سب کے سب تھم جاتے تھے اور جب تک وہ رخصت نہ ھولے، ٹھیرے رھتے تھے۔ جب میں گاڑی میں بیٹھ گیا اور گاڑی حرکت میں آئی تو سب نے میری طرف نعرہ لگایا 'ھوررا'، اور دیر تک، گاڑی کے نظر سے اوجھل ھونے تک وھیں ایک جگہ جمے رھے۔ میں بھی انھیں دیکھتا رھا...

''سنئے! ابھی ابھی جب میں یہاں داخل ھوا اور آپ کی پیاری صورتیں دیکھیں — آجکل میں چہرے بہت غور سے دیکھنے لگا ھوں — اور آپ کی زبان سے شروع کے بول سنے تو، روانگی کے وقت سے اب تک، پہلی بار دل ذرا ھلکا ھوا۔ مجھے معاً خیال آیا کہ ممکن ھے، واقعی، میں ایک خوش نصیب آدمی ھوں۔ مجھے خوب معلوم ھے کہ ایسے لوگ، جنھیں دیکھتے ھی آدمی پیار کرنے لگے، آسانی سے میسر نہیں آتے۔ اور میں تو ابھی اسٹیشن سے سیدھا یہاں آیا اور آپ سے ملاقات ھوگئی۔ مجھے اچھی طرح احساس ھے کہ اوروں سے اپنے جذبات بیان کرنا شرم کی بات ھے، مگر میں اپنے اندر کا حال آپ کو سنا رھا ھوں اور حیا، حجاب کچھ نہیں۔ میں طبیعت سے ملنسار آدمی نہیں ھوں، اور شاید بہت عرصے ادھر، آپ کی طرف، میرا آنا نہ ھو۔ مگر اپنے دل میں آپ کوئی برا خیال مت لائیےگا۔ یہ میں نے اس وجہ سے نہیں کہا کہ دل میں آپ کی قدر نہیں، یا یہ کہ کسی بات کا برا مان گیا ھوں۔ نہیں۔ ابھی آپ نے سوال کیا تھا اپنے چہروں کے بارے میں۔ یہ کہ میں نے ان میں کیا خاص بات نوٹ کی۔ بڑی خوشی سے جواب دینے کو تیار ھوں۔ ادےلائیدا ایوانوونا آپ کی صورت پر خوشی برستی ھے۔ تینوں چہروں میں یہ سب سے زیادہ دلکش چہرہ ھے۔ قطع نظر اس بات کے کہ آپ بہت خوبصورت ھیں، آپ کو دیکھ کر آدمی دل میں سوچےگا 'اس لڑکی کی صورت ایسی ھے جیسے نیک طینت بہن کی'۔ آپ سادگی سے اور خوش مزاجی سے پیش آتی ھیں مگر دل کا حال فوراً جان

سکتی ہیں - آپ کی صورت کے بارے میں یہ ہے جو مجھے محسوس ہوا - اور الیکساندرا ایوانوونا چہرہ آپ کا بھی لاجواب اور بہت پیارا ہے لیکن غالباً دل میں کوئی کانٹا چبھا ہوا ہے - آپ، اس میں شک نہیں کہ دل کی بہت اچھی ہیں لیکن اندر کی خوشی نصیب نہیں - چہرے پر ایک خاص ہلکی سی لہر ہے جیسے ڈریسڈن والی میدونا کی اس تصویر میں جو ہالبین (Holbein) نے بنائی تھی - تو یہ بات ہے آپ کے چہرے کی - کہئے، میرا قیافہ درست ہے نا؟ آپ نے خود ہی کہا تھا کہ میں چہرے پڑھنےوالا اچھا ہوں - اور اب آپ کا چہرہ لیزاویتا پروکوفیونا،، وہ ایک دم بیگم جنرل سے مخاطب ہوا ''آپ کے چہرے کے متعلق صرف اندازہ نہیں بلکہ پورا یقین ہے کہ آپ بالکل ہی بچوں جیسی ہیں، ہر بات میں، ہر معاملے میں، ہر پہلو سے، چاہے وہ اچھا ہو یا برا، اچھی بری سب باتوں میں آپ اس عمر کے باوجود ایک بچی ہیں - آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں کہ ایسا کہہ رہا ہوں - آپ جانتی ہیں کہ بچوں کے متعلق خود میرے احساسات کیا ہیں - یہ مت سوچئے گا کہ میں نے فی‌الحال جو آپ کے چہروں کے بارے میں، وہ یونھی سادگی میں، بلاتکلف کہہ گیا - جی نہیں، بالکل نہیں - عین ممکن ہے کہ اس میں میری نیت یا منشا شامل ہو - ،،

۷

پرنس نے خاموشی اختیار کی تو سب خوش خوش اس کی صورت دیکھنے لگے، اگلایا بھی، اور خاص کر لیزاویتا پروکوفیونا -

''لو، ہو گیا ان کا امتحان!،، بیگم صاحبہ جھٹکے سے بولیں - ''آپ لاڈلی سرکار، سوچ رہی تھیں کہ بچارے بےکس آدمی پر سرپرستانہ شان جتائیں‌گی، لیجئے! ان صاحب کا ہاتھ اوپر رہا، میل ملاقات پر بھی شرط لگا دی کہ آئے بھی تو کبھی اتفاق سے ہی آنا ہوا کرےگا - اچھے بےوقوف بنے ہم سب، مجھے خوشی ہے - اور سب سے زیادہ بےوقوف نکلے جنرل ایوان فیودرووچ - واہوا پرنس، واہ حکم تھا کہ آپ کو ٹھونک بجا کے دیکھیں، سو دیکھ لیا -

اور وہ جو آپ نے میرے چہرے کے بارے میں کہا تو وہ سو فیصد صحیح ہے۔ میں طبیعت سے بچہ ہوں، مجھے خود اس کا علم ہے۔ آپ کے کہنے سے قبل ہی مجھے یہ علم تھا۔ آپ نے میرے منہ کی بات چھین لی اور ایک لفظ میں کہہ ڈالا۔ آپ کی فطرت میری فطرت سے بالکل میل کھاتی ہے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ ہم دونوں، جیسے پانی کی دو بوندیں۔ البتہ یہ ہے کہ آپ مردذات ہیں اور میں عورت ہوں — سوئٹزرلینڈ بھی جانا نہیں ہوا۔ صرف اتنا فرق ہے۔''

''جلدی مت کیجئے ممی،'' اگلایا پکاری ''پرنس کا کہنا ہے کہ انھوں نے جو رائے ظاہر کی ہے، اس میں خود ان کی کوئی نیت شامل ہے، یونھی سادگی سے صاف صاف نہیں کہہ گئے۔''

''ہاں، ہاں!'' دونوں بہنوں نے مسکرا کر تائید کی۔

''اب انہیں زیادہ چھیڑو مت، بٹیا، یہ تم تینوں کو چلا کر رکھ دیں گے۔ تینوں مل کر جتنی ہوشیار بنتی ہو، اس سے زیادہ یہ اکیلے کافی ہیں۔ دیکھتی ہو نا! اچھا، ہاں پرنس آپ نے اگلایا کے بارے میں کچھ نہ کہا۔ اگلایا منتظر ہے اور میں بھی۔''

''فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا، بعد میں عرض کر دوں گا۔''

''ایسا کیوں؟ شاید نظر میں تو آتا ہوگا؟''

''جی ہاں، نظر میں تو ضرور، لیکن اگلایا ایوانوونا، آپ بےانتہا خوبصورت ہیں۔ آپ کے حسن کے سامنے نظر نہیں ٹھیرتی۔''

''بس، اتنا ہی؟ کچھ اور صفات؟'' بیگم جنرل نے اصرار کیا۔

''حسن کو جانچنا بڑا مشکل ہے۔ ابھی میں تیار نہیں ہوں۔ حسن ایک پہیلی ہوتا ہے۔''

''تو مطلب یہ کہ اگلایا کو آپ نے ایک پہیلی دے دی'' ادےلائیدا بولی۔ ''اچھا، اگلایا، اب تم اس پہیلی کو بوجھو تو سہی؟ ہے نا خوبصورت، پرنس، اگلایا ہے نا؟''

''بےانتہا!'' پرنس نے جوش میں آکر جواب دیا اور وہ اگلایا کو ریجھنے کے انداز میں دیکھتا رہا۔ ''تقریباً ویسی جیسے نستاسیا فلی پوونا، البتہ چہرہ بالکل مختلف پایا ہے۔''

سب نے حیرت زدہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''کیسے، کون سی؟،، بیگم جنرل نے آہستگی سے پوچھا ''کیا کہا جیسی نستاسیا فلی پوونا، آپ نے کہاں دیکھ لیا اسے؟ کونسی نستاسیا فلی پوونا؟،،

''ابھی ذرا دیر پہلے گاوریلا اردالیونچ نے جنرل صاحب کو اس کا فوٹو دکھایا تھا۔،،

''کیا؟ وہ خود جنرل صاحب کےلئے فوٹو لے کر آیا تھا؟،،

''دکھانے کو فقط۔ نستاسیا نے آج گاوریلا صاحب کو اپنی تصویر تحفے میں دی تھی، وہ دکھانے لے آئے۔،،

''میں بھی تو دیکھوں — ہے کہاں یہ تصویر؟،، بیگم صاحبہ کو بیقراری لگ گئی۔ ''اگر تحفے میں آئی ہے تو اسی کے پاس ہوگی۔ اور وہ ابھی اپنے دفتروالے کمرے میں ضرور ہوگا۔ بدھ کے دن وہ ہمیشہ کام سے آیا کرتا ہے اور چار بجے سے پہلے نہیں جاتا۔ بلایا جائے ابھی گاوریلا اردالیونچ کو! نہیں، نہیں، میں اس کے دیدار کےلئے مری نہیں جا رہی ہوں۔ آپ ذرا مہربانی کیجئے، پرنس عزیز من، دفتروالے کمرے میں چلے جائیے، گاوریلا صاحب سے وہ فوٹو مانگ لیجئے اور لے آئیے۔ کہئےگا کہ صرف دیکھنا ہے۔ تو ذرا تکلیف کیجئے!،،

''اچھا آدمی ہے، مگر ضرورت سے زیادہ بھولا،، ادےلائیدا نے پرنس کے اٹھ کر جانے کے بعد کہا۔

''ھاں، کچھ زیادہ ھی سیدھا ہے،، الیکساندرا نے تصدیق کردی۔ ''سیدھےپن میں بھوندوپن بھی...،،

نہ اس نے، نہ اسی نے، اپنا پورا خیال دونوں نے ظاھر نہیں کیا۔

''ھاں جی، ھماری صورتوں کے بارے میں کس صفائی سے بات بنا گیا، اور تو اور، ممی کو بھی مکھن لگایا،، اگلایا نے کہا۔

''زیادہ زبان مت چلاؤ،، بیگم برس پڑیں ''انھوں نے میری چاپلوسی نہیں کی، مگر ھاں، میرا دل ضرور خوش ھو گیا۔،،

''تم کیا سمجھتی ھو کہ یہ صاحب ھوشیاری کر گئے؟،، ادےلائیدا نے سوال کیا۔

''مجھے لگتا ہے کہ ایسے بھولے نہیں ھیں۔،،

''تمھاری زبان چل پڑی نا!،، بیگم جنرل کچھ خفا ھو گئیں۔

''میں جانوں تم لوگ اس سے زیادہ مضحکہ خیز ہو۔ سیدھے، بھولے آدمی ہیں۔ لیکن کوئی نہ کوئی نیت ہے ان کی۔ نہایت شریفانہ بھولپن ہے یہ۔ بالکل ایسے ہیں جیسے میں۔''

''یقیناً ہوئی بیہودگی کہ میں نے خواہ مخواہ فوٹو کا ذکر کر دیا،'' پرنس نے دل ہی دل میں سوچا، دفتروالے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اور کسی قدر پچھتاتے ہوئے۔ ''مگر، خیر، ممکن ہے میں نے اچھا ہی کیا ہو کہ کہہ دیا...'' اس کے دماغ میں ایک عجیب سا خیال جھلکا، مگر پوری طرح صاف نہیں تھا۔

گاوریلا اردالیونچ صاحب کمرے میں موجود اور اپنے کاغذات میں محو تھے۔ یہ بات طے تھی کہ وہ مفت کی تنخواہ نہیں لیتے تھے اسٹاک کمپنی سے۔ جب پرنس نے اس شخص سے نستاسیا کا فوٹو مانگا اور بتایا کہ اندر اس فوٹو کا ذکر کیسے پہنچا تو وہ سنتے ہی سخت الجھن میں پڑ گیا۔

''اوف، آپ کو خواہ مخواہ بک دینے کی ضرورت کیا تھی؟'' وہ طیش میں آکر چیخ پڑا۔ اور آہستہ سے بڑبڑایا ''آپ کو کچھ بھی خبر نہیں... ایڈیٹ!''

''خطا ہو گئی۔ بےسوچے سمجھے منہ سے بات نکل گئی۔ میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگلایا اتنی ہی خوبصورت ہے جتنی نستاسیا فلی پوونا۔''

گاوریلا (گانیا) نے تفصیل طلب کرلی۔ پرنس نے ساری تفصیلات سنا ڈالیں۔ گانیا نے پھر تحقیر سے پرنس کی صورت دیکھی۔

''نستاسیا کا نام پھوٹے منہ سے کیوں...'' وہ بڑبڑایا اور پھر کچھ سوچ کر جملہ ناتمام چھوڑ دیا۔

گانیا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ پرنس نے پھر فوٹو کا تقاضا کیا۔

''سنئے پرنس،'' گانیا اس طرح اچانک بولا، گویا اسے آناً فاناً کچھ سوجھ گئی ہو ''آپ سے ایک زبردست درخواست ہے میری... درخواست یہ ہے کہ... مگر کیا خبر!..''

وہ ایسے مخمصے میں مبتلا تھا کہ پھر بات ادھوری رہ گئی۔ پہلے کچھ طے کیا، پھر خود سے کشمکش کرنے لگا۔ پرنس خاموشی

سے اس کے جواب کا منتظر رہا۔ گانیا نے دوسری دفعہ اس پر یوں نظر ڈالی گویا وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تول رہا ہے۔

''پرنس،، اس نے پھر سلسلہ چھیڑا ''یہ لوگ مجھ پر... ایک انھونے معاملے کی وجہ سے... ایک احمقانہ وجہ سے... اس میں بھلا میرا کیا قصور... لیکن مختصر یہ کہ، مگر غیرضروری بات... خیر، تو، ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ مجھ پر، مجھ سے، کسی قدر خفا ہیں، اس لئے کچھ وقت، میرا اندر جانا، بن بلائے وہاں جانا نہیں چاہتا۔ مگر اب مشکل یہ آ پڑی کہ اگلایا بی‌بی سے میرا بات کرنا بےانتہا لازمی ہو گیا ہے۔ بہرحال تو، میں نے احتیاطاً ایک رقعہ لکھ رکھا ہے (اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا پرزہ نکلا مڑے ہوئے کاغذ کا)، یہ ہے وہ، معلوم نہیں، کیسے ان تک پہنچایا جائے۔ آپ اگر... ہے نا؟ آپ یہ ذمہ‌داری لےلیتے کہ پرنس، آپ اگلایا بی‌بی کو ابھی یہ کاغذ پہنچا دیتے، مگر خاص انھی کے ہاتھ میں یعنی سب کی نظر بچا کر۔ سمجھے آپ؟ خدا گواہ، کوئی ایسی بڑی راز کی بات نہیں، کوئی ایسی بات نہیں... مگر... آپ یہ کام کردیں‌گے نا؟،،

''میرے لئے یہ خوشی کا سودا نہیں ہوگا،، پرنس نے جواب دیا۔

''افوہ — پرنس صاحب، میرے لئے یہ انتہا سے بڑھ کے ضروری ہے،، وہ منت سماجت پر اتر آیا ''ممکن ہے اگلایا جواب بھی دے دیں... یقین کیجئے، حد درجہ مجبوری ہے۔ اتنی ہی بےبسی ہے جو آپ کا سہارا طلب کر رہا ہوں... بتائیے اور کسے نامہ بر بناؤں؟ انتہائی اہم... میرے لئے اس کے سوا اور کوئی صورت رہی نہیں، بہت ضروری...،،

گانیا پر خوف طاری تھا کہ پرنس نہیں ماننےوالا۔ اس نے دب کر، رحم طلب التجائیہ نظروں سے پرنس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

''اچھا، لائیے، پہنچائے دیتاہوں۔،،

''مگر صرف اس صورت میں کہ کسی کی نظر نہ پڑے،، خوش ہوکر گانیا نے اس سے التجا کی ''اور دیکھئے پرنس، آپ کی سچائی اور ایمانداری پر پورا بھروسہ کرکے یہ... ہاں؟،،

''کسی کو نہیں دکھاؤں گا،، پرنس نے کہا۔

''رقعہ کو مہر بند نہیں کیا ہے ۔ مگر ...،، بدحواسی کے عالم میں گانیا کے منہ سے یہ بات نکلی اور پھر وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''نہیں، میں نہیں پڑھوں گا،، پرنس نے قطعی سادگی سے جواب دیا۔ نستاسیا کا پورٹریٹ لیا اور کمرے سے نکل گیا۔

گانیا خلوت ہوتے ہی سر پکڑ کر رہ گیا۔

''وہ ایک لفظ کہہ دے، بس ایک لفظ ۔ اور میں... میں سارے جھنجھٹ کا خاتمہ کردوں گا!..،،

اب وہ اضطراب اور انتظار کے مارے اپنے کاغذات لے کر نہیں بیٹھ سکا اور کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتا رہا۔

پرنس واپس آیا تو خیالات میں غرق تھا۔ اسے جو کام سونپا گیا اس پر ناگواری سے دم بخود تھا اور یہ خیال کہ وہ گانیا کا پرزہ اگلایا کو پہنچائے اسے مبہوت اور بدمزہ کئے دے رہا تھا۔ ڈرائنگ روم سے دو کمرے پہلے اس نے ایک دم اپنے قدم روک لئے گویا کوئی بھولی ہوئی بات یاد آگئی، سب طرف دیکھا، کھڑکی کے پاس آیا جہاں اجالا تھا اور نستاسیا فلی پوونا کا فوٹو غور سے دیکھنے لگا۔

اسے کرید لگی ہوئی تھی یہ سراغ لگانے کی کہ آخر وہ کیا خاص بات ہے جو اس چہرے میں چھپی ہے اور اسے حیرت زدہ کئے ہوئے ہے۔ نقش اول ابھی دھلا نہیں تھا اور اب اسے پھر سے کسی بات کی تصدیق کی جلدی پڑی تھی۔ یہ چہرہ جو حسن میں بھی بےمثال تھا، اب نقش ثانی میں اور بھی حیرت انگیز ہو گیا۔ گویا بےپناہ غرور حسن کے ساتھ ایک بیزاری، بلکہ قریب قریب تنفر، اس چہرے میں نظر آیا، پھر اسی کے پہلو بہ پہلو اعتبار کر لینے کی اور انتہائی سادہ دلی کی صفت بھی موجود تھی۔ ان دونوں متضاد خصوصیات کو ایک ہی ناک نقشے میں جمع دیکھ کر اس کے دل میں کسی قسم کی ہمدردی کا جذبہ ابھرا۔ یہ حسن جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوجائیں، ایسا تھا کہ انسان تاب نہ لاسکے، یہ اس پھیکے چہرے کا حسن تھا جس کے گال کچھ بیٹھ گئے تھے اور آنکھیں دہک رہی تھیں۔ انوکھا حسن تھا یہ! وہ ٹھٹک کر اسے دیکھتا

رہ گیا اور پھر فوراً خود کو سنبھالا، گھوم کر چاروں طرف دیکھا، گھبرا کے فوٹو اپنے ہونٹوں کے پاس لایا اور اسے چوم لیا۔ ایک منٹ بعد جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو چہرہ پرسکون تھا۔

مگر جیسے ہی کھانے کے کمرے میں قدم رکھا (ڈرائنگ روم سے ایک کمرہ چھوڑ کر) دروازے میں سے نکلتی ہوئی اگلایا ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ وہ اکیلی تھی۔

''گوریلا صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ پرزہ آپ تک پہنچادوں،، پرنس نے وہ کاغذ اسے دیتے ہوئے کہا۔

اگلایا تھمی، کاغذ لیا اور ایک عجیب نگاہ سے پرنس کو دیکھا۔ اس کی نظر میں کہیں پریشانی یا الجھن کا شائبہ نہ تھا۔ البتہ ایک ہلکی سی جھلک تھی تعجب کی، اور وہ بھی کسی اور پر نہیں، شاید صرف پرنس پر، اکیلے اسی پر مرکوز رہی۔ اگلایا اس ایک نظر میں پرنس سے جواب طلب کر رہی تھی کہ اس معاملے میں گنیا کے ساتھ وہ خود کیوں، کس طرح دخیل ہو گیا۔ وہ بڑی متانت اور وقار کے ساتھ جواب کا تقاضا کر رہی تھی۔ دو تین لمحے وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے رہے۔ آخر ہلکا سا تحقیر کا جذبہ اس کے چہرے پر جھلکا اور وہ لطیف سی مسکراہٹ بکھیرتی پرنس کے پہلو سے گزر گئی۔

پورٹریٹ ملا تو بیگم جنرل تھوڑی دیر تک خاموشی سے اسے ہاتھ میں لئے ہوئے، کسی قدر ناک بھوں چڑھا کر دیکھتی رہیں، انھوں نے بازو آگے بڑھا رکھا تھا، آنکھوں سے کافی فاصلے پر، تکلف کے ساتھ اسے پکڑے ہوئے غور کر رہی تھیں۔

''ہاں، ہے تو خوبصورت!،، آخر ان کی زبان سے نکلا ''بلکہ بہت خوبصورت۔ میں نے اسے دو بار دیکھا ہے، کافی فاصلے سے۔ تو یہ ہے وہ حسن، جس کی آپ قدر کرتے ہیں؟،، وہ ایک دم پرنس سے مخاطب ہوئی۔

''جی ہاں، اس طرح کے حسن کی...،، پرنس نے ذرا دشواری سے یہ دو بول کہے۔

''یعنی ہو بہو یہی؟،،

''جی ہاں، ہو بہو، یہی!،،

''وجہ؟،،

''وجہ یہ کہ نقش فریادی ہے... بڑا دکھ چھپا ہے اس میں...،، گویا بےاختیار پرنس کی زبان سے نکلا۔ گویا یہ خود کلامی تھی، کسی سوال کا جواب نہ تھا۔

''کہیں آپ واہی تباہی تو نہیں بک رہے؟،، بیگم جنرل نے نخوت سے پورٹریٹ کو میز پر دور پھینکتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیا۔

الیکساندرا نے اسے اٹھا لیا۔ ادےلائیدا بھی قریب آگئی۔ دونوں اسے غور سے دیکھتی بھالتی رہیں۔ اسی لمحے اگلایا بھی اس کمرے میں لوٹ آئی۔

''افوہ، کیا طاقت ہے!،، ادےلائیدا نے اس فوٹو کو بڑے اشتیاق کے ساتھ اپنی بہن کے شانے کے اوپر سے دیکھتے ہوئے نعرہ لگایا۔

''کہاں؟ کیسی طاقت؟،، بیگم صاحبہ چمک کر بولیں۔

''اس طرح کا حسن – طاقت ہوتی ہے،، ادےلائیدا نے دبنگ لہجے میں جواب دیا ''ایسے حسن سے دنیا تہہ و بالا کی جا سکتی ہے!،،

وہ کسی سوچ میں گم اپنے ایزل کی طرف چل دی۔ اگلایا نے اس فوٹو کو آنکھیں چندھیا کر رواروی میں دیکھا اور نیچے کا ہونٹ (ناگواری سے) باہر نکال دیا۔ وہاں سے سرک گئی اور ایک کنارے زانو پر ہاتھ ڈال کر جابیٹھی۔

بیگم جنرل نے گھنٹی بجائی۔

نوکر اندر آیا تو انھوں نے حکم دیا ''گاوریلا اردالیونچ دفتر کے کمرے میں ہوں گے، انھیں بلاؤ۔ ،،

''ممی!،، الیکساندرا معنی‌خیز انداز میں پکاری۔

''کچھ نہیں۔ میں صرف دو لفظ اس سے کہوں‌گی اور بس کافی ہے!،، بیگم صاحبہ نے تیزی دکھائی اور زبان اعتراض کو وہیں کاٹ دیا۔ بظاہر وہ چڑی ہوئی نظر آتی تھیں۔ ''دیکھتے ہیں پرنس، آپ، یہاں ہر بات اب راز ہوگئی ہے۔ راز ہی راز! یہ تقاضہ ہے ان کا، پتہ نہیں کونسے وہ آداب ہیں احمقانہ۔ راز بھی ایسے معاملے میں جو زیادہ سے زیادہ صاف گوئی، کھلاپن اور ایمانداری

طلب کرتا ہے۔ شادیوں کی شروعات ہے، مجھے یہ شادیاں نہیں پسند...''

''ممی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' الیکساندرا نے پھر جلدی سے ماں کی روک تھام کی۔

''تمھیں کیا چاہئے صاحب زادی؟ مجھے نہیں پسند تو کیا تمھیں پسند ہیں؟ اور اگر پرنس سب سن رہے ہیں تو کیا حرج ہے! ہم لوگ دوست ہیں۔ میں تو ہوں ہی کم ازکم۔ خدا اچھے لوگوں کی جستجو کرتا ہے اور وہ جو برے ہیں، نک چڑھے ہیں ان کی اسے ضرورت نہیں۔ نک چڑھے خاص کر نہیں، جو آج ایک بات کہتے ہیں، کل دوسری۔ سمجھیں تم الیکساندرا ایوانوونا؟ یہ لوگ، پرنس، کہتے ہیں کہ میں سنکی ہوں، مگر میں اصل نقل کا فرق پہچانتی ہوں۔ وجہ یہ کہ دل ہے اصل چیز، باقی سب فضول۔ عقل بھی ضروری ہے، اس میں شک نہیں، بلکہ شاید عقل ہی سب سے بڑی۔ اگلایا یوں طنزیہ ہنسی مت ہنسو۔ میں اپنی بات کی کاٹ نہیں کر رہی: پرانے وقتوں کی ایک سچائی ہے کہ وہ پگلی جس کے پاس دل ہو اور عقل نہ ہو، اتنی ہی کم‌بخت احمق ہے، جتنی وہ پگلی جس کے پاس عقل تو ہو، دل نہ ہو۔ میں وہ دیوانی ہوں جس کے پاس دل ہے، عقل نہیں ہے، اور تم وہ پگلی ہو جس کے پاس عقل ہے، دل نہیں ہے۔ ہم دونوں کم‌بختی کی ماری، دونوں کی تقدیر میں غم لکھے ہیں۔''

''کم‌بختی کی ماری‌والی بات کونسی ہے ممی؟'' ادےلائیدا سے نہ رہا گیا تو وہ پوچھ بیٹھی۔ حاضرین میں شاید ایک وہی تھی جس نے اپنی بشاشت برقرار رکھی تھی۔

''اول تو لائق و فائق بیٹیاں'' بیگم جنرل نے ترشی سے جواب دیا۔ ''اور جب یہ ایک ہی کارن دکھ دینے کو کافی ہے تو باقی کا بستار کرنے کی کیا ضرورت! لفظوں کی ہیرا پھیری بہت ہو چکی۔ اب دیکھنا ہے کہ تم دونوں لڑکیاں (اگلایا کو میں درمیان میں نہیں لاتی) اپنی ساری عقل اور لفاظی کے ساتھ کیا سبیل نکالوگی۔ اور آپ، جناب محترمہ الیکساندرا صاحبہ کیا اپنے محترم حضرت کے ساتھ خوشی کے دن گزار لیں گی؟...ھا!'' وہ گانیا کو اندر آتے دیکھ کر پکاریں ''یہ لیجئے اور شادی کا جوڑا

آ رہا ہے! آداب عرض ہے!،، انھوں نے گانیا کے سر تسلیم خم ہونے کا جواب دیا مگر اس سے بیٹھنے کو نہیں کہا۔ ''کہئے، آپ شادی کی تیاری میں ہیں؟،،

''شادی؟.. کیسے؟.. کس قسم کی شادی؟..،، گاوریلا نے بدحواس ہوکر دبے لفظوں میں کہا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔

''میں نے پوچھا، کیا آپ شادی کر رہے ہیں؟ اگر آپ کو ان لفظوں میں پوچھنا پسند ہے تو یوں سہی!،،

''نہیں — جی... میں... نہیں تو'' وہ صاف مکر گیا اور جھینپ کے مارے چہرے پر ایک رنگ آیا، ایک گیا۔ اس نے ایک کنارے بیٹھی ہوئی اگلایا پر طائرانہ نظر ڈالی اور جلدی سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اگلایا نے سردمہری سے، صبروسکون سے، اس کو دوٹوک دیکھا، نظر نہیں پھیری اور اس کی بدحواسی کا منظر دیکھتی رہی۔

''نہیں، آپ نے کہا کہ 'نہیں'؟،، اپنی بات پر تنی ہوئی بیگم جنرل نے باصرار اسی سوال کا جواب مانگا۔ ''اچھا تو، میں یاد رکھوں گی کہ آپ نے آج کے دن، بدھ کی صبح کو میرے سوال کے جواب میں 'نہیں' کہا تھا۔ کونسا دن ہے آج، بدھ ہے نا؟،،

''ہاں، لگتا تو ہے کہ بدھ ہے ممی،، ادے‌لائیدا نے جواب دیا۔

''کبھی دن ٹھیک سے یاد نہیں رکھتے، اچھا کونسی تاریخ ہے؟،،

''۲۷ ویں تاریخ،، گانیا نے جواب دیا۔

''۲۷ ویں؟ یہ تو ایک حساب سے اچھی تاریخ ہے۔ خیر، اب رخصت، شاید آپ کو ابھی بہت سے کام ہوں گے۔ میرا بھی وقت ہوا۔ کپڑے بدلوں، باہر نکلوں۔ لیجئے، یہ فوٹو لیتے جائیے اپنا، اپنی والدہ بدنصیب نینا کو میرا سلام کہئے گا۔ خدا حافظ، پرنس، عزیز من۔ اکثر آتے رہنا ادھر۔ میں بڑی بی بیلوکونسکایا کے پاس ارادہ کرکے جاؤں گی کہ تمھارے بارے میں بات کروں۔ اور سنئے، مائی ڈیر، مجھے یقین ہے کہ آپ کو خداوند عالم نے خاص میری خاطر سوئٹزرلینڈ سے پیترسبورگ بھیجا ہے۔ ممکن ہے آپ کو اور بھی کام مقدر ہوں، لیکن خاص میرے لئے۔ خدا کی مشیت اسی

میں تھی - خداحافظ، عزیز من - الیکساندرا، پیاری بیٹی، ذرا یہاں آنا میرے پاس - ،،

بیگم جنرل کمرے سے چل دیں - گانیا پریشان، کھویا سا، غضب آلود گانیا میز کے پاس آیا، فوٹو اٹھایا اور کھسیانی مسکراھٹ کے ساتھ پرنس سے مخاطب ھوا:

''پرنس، میں اب گھر چلا - اگر آپ نے ھمارے مکان میں قیام کرنے کا ارادہ تبدیل نہ کیا ھو تو چلئے، میں آپ کو لے چلوں - ورنہ آپ کہاں پتہ پوچھتے پھریں گے !،،

''ٹھیرئے پرنس!،، اگلایا نے ایک دم اپنی آرام کرسی سے اٹھتے ھوئے کہا ''آپ کو میری البم میں کچھ لکھنا باقی ھے - پاپا بتا گئے ھیں کہ آپ پورے خطاط ھیں - میں ابھی البم لے آتی ھوں،، یہ کہہ کر وہ چل دی -

''اچھا، خدا حافظ، پرنس، میں بھی چلی،، ادے‌لائیدا نے کہا - اس نے پرنس کا ھاتھ گرم‌جوشی سے دبایا - اپنے پن سے مسکرائی اور چلی گئی - گانیا کو اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں -

''یہ ھیں آپ!،، جیسے ھی سب ہٹے، گانیا دانت پیس کر پرنس کی طرف جھپٹا - ''آپ نے وھاں، اندر جا کر بک دیا کہ میں شادی کرنےوالا ھوں!،، وہ دبی آواز میں جلدی جلدی بڑبڑایا - چہرے پر جنون کی اور آنکھوں میں شعلوں کی سی تپش تھی - ''بےشرم آدمی بکواسی!،،

''یقین کیجئےگا کہ آپ غلطی کر رھے ھیں،، پرنس نے سیدھے سبھاؤ اور تمیزداری سے جواب دیا ''مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ شادی کرنےوالے ھیں - ،،

''ابھی آپ نے سنا کہ جنرل صاحب کہہ رھے تھے، آج شام کو سارا معاملہ نستاسیا فلی‌پوونا کے ھاں طے پائےگا - وھی آپ نے جا کر لگا دیا - جھوٹے ھیں آپ! ورنہ انہیں کیسے معلوم ھو جاتا؟ آپ کے سوا اور کون تھا، یہاں کی وھاں پہنچانےوالا؟ لعنت ھو! کیا بڑی بی کا اشارہ میری طرف نہیں تھا؟،،

''آپ بہتر جانتے ھیں کہ کس نے کہا ھوگا، اگر آپ کو لگتا ھے کہ بڑی بی کا اشارہ آپ کی طرف تھا - میں نے تو ایک لفظ بھی اس بابت نہیں کہا،، پرنس نے جواب دیا -

''میرا پرزہ دے دیا تھا؟ جواب؟،، گانیا نے چڑھے ہوئے ٹمپریچر کی بےچینی میں پرنس سے سوال کیا۔ مگر عین اسی وقت اگلایا وہاں آپہنچی اور پرنس کو جواب کا موقع ہی نہیں ملا۔

''لیجئے پرنس، یہ رہی،، اس نے البم میز پر رکھ کر کہا۔ ''کوئی سا صفحہ نکال لیجئے اور جو جی چاہے لکھ دیجئے اس میں۔ یہ رہی نب، نئی نب ہے۔ کوئی حرج تو نہیں لوہے کی نب میں؟ میں نے سنا ہے کہ خطاط لوگ لوہے کی نب سے نہیں لکھتے۔،،

پرنس سے بات کرتے وقت یہ لڑکی گانیا کی موجودگی کو خاطر میں ہی نہیں لائی۔ اتنے پرنس نے نب ٹھیک کی، البم کا ورق چن کر نکالا اور تیار ہوا، گانیا اس آتشدان کے پاس پہنچا جہاں اگلایا کھڑی تھی — پرنس کے داھنی طرف۔ گانیا نے کانپتی ہوئی، دھچکی کھاتی ہوئی آواز میں ایسے بات کی جیسے کان میں کہہ رہا ہو:

''صرف ایک لفظ، آپ کا محض ایک لفظ اور میری نجات ہو جائے گی۔،،

پرنس تیزی سے مڑا اور ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ گانیا کے چہرے پر واقعی کرب کی کیفیت تھی۔ بظاہر اس نے یہ الفاظ سوچے سمجھے بغیر، شدت جذبات میں کہہ دئے تھے۔ اگلایا چند سیکنڈ اس کی صورت تکتی رہی اسی پرسکون تعجب کے ساتھ جس سے وہ ابھی پرنس کو دیکھ چکی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس پرسکون تعجب نے، بھکی بھکی نظروں نے، گویا جو کچھ اس سے کہا گیا وہ بالکل عقل و فہم سے بالاتر ہے، گانیا کو خاص اس وقت بڑی سے بڑی تحقیر سے بھی زیادہ آفت میں ڈال دیا۔

''مجھے کیا لکھنا ہے؟،، پرنس نے سوال کیا۔

''میں بولتی جاتی ہوں، آپ لکھئے،، اگلایا نے ادھر سے منہ موڑ کر پرنس کا رخ کیا ''تیار ہیں آپ؟ لکھئے! 'مجھے بھاؤ تاؤ کرنا نہیں آتا۔'، لکھ کر نیچے تاریخ اور مہینہ ڈال دیجئے۔ دکھائیے!،،

پرنس نے البم اس کے حوالے کیا۔

''کیا کہنے! کیا کمال کا لکھا ہے آپ نے! آپ کا خط لاجواب ہے! شکریہ۔ خداحافظ، پرنس... ذرا ٹھیرئیے،، اسے گویا کوئی بات یاد آگئی۔ ''آئیے میرے ساتھ، میں کوئی تحفہ دینا چاہتی ہوں نشانی کے لئے۔،،

پرنس اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ مگر جب وہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئے تو اگلایا نے قدم روک لئے۔

''ذرا یہ تو پڑھئے!،، اس نے گانیا کا رقعہ پرنس کی طرف بڑھا کر کہا۔

پرنس نے وہ رقعہ لیا، اور آنکھیں پھاڑے اگلایا کو دیکھتا رہ گیا۔

''ھاں، ھاں جانتی ھوں کہ آپ نے پڑھا نہیں ھوگا اور یہ شخص آپ پر اعتبار کرنے سے رھا۔ اب پڑھ لیجئے، میں چاھتی ھوں کہ آپ پڑھ لیں۔،،

یہ رقعہ، دیکھتے ھی، ظاھر تھا کہ جلدی میں گھسیٹ لکھا گیا ہے:

''آج میری تقدیر کا فیصلہ ھونے والا ہے، اور آپ جانتی ھیں کس طرح سے ھوگا۔ آج مجھے پکا وعدہ کرنا ھوگا جس سے مکر نہ سکوں۔ مجھے آپ کی نگاہ التفات پر کوئی حق نہیں، اور نہ کوئی امید رکھنے کی جسارت کر سکتا ھوں۔ مگر کبھی، کسی وقت آپ نے ایک لفظ ادا کیا تھا، صرف ایک لفظ۔ اس ایک لفظ نے میری زندگی کی سیاہ رات میں روشنی بکھیر دی تھی، وہ ایک لفظ میرے لئے چراغ راہ بن گیا تھا۔ اب پھر ویسا ھی ایک لفظ کہہ دیجئے اور مجھے بربادی سے بچا لیجئے! صرف اتنا اپنی زبان سے ادا کر دیجئے: 'سب سے قطع تعلق، اور میں آج ھی سب سلسلے منقطع کردوں گا۔ آپ کو صرف اتنا سا کہہ دینا کیا مشکل ہے! اس ایک لفظ میں آپ کی نظرالتفات کا اور مجھ سے ھمدردی کا جو اشارہ ملتا ہے، اس اشارے کا خواستگار ھوں۔ بس، اسی قدر! اس سے زیادہ کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں! میری یہ جرأت نہیں کہ کوئی امید باندھوں کیونکہ اس کے لائق نہیں ھوں۔ تاھم آپ کا ایک لفظ میسر آ جائے تو اپنی مفلسی پھر سے قبول کرلوں گا اور بخوشی مجھ کو اپنی ابترحالت گوارا ھو جائے گی۔ کشمکش کا سامنا کرلوں گا، اس میں خوش رھوں گا اور نئی قوت کے ساتھ اس میں حیات تازہ نصیب ھوگی!

'مجھے ھمدردی کا یہ ایک لفظ بھیج دیجئے (قسمیہ کہتا

ہوں کہ صرف ہمدردی کا بول)! آپ ایک بے کس و بس انسان کی سینہ‌زوری یا شوخی پر ناراض نہ ہوں۔ اس بات پر خفا نہ ہوں کہ وہ خود کو تباہی سے بچانے کی آخری کوشش میں یہ جرأت کر بیٹھا ہے۔

گ۔ ا۔ "

جب پرنس پڑھ چکا تو اگلایا نے تیزی سے کہا "یہ شخص مجھ سے منواتا ہے کہ ایک لفظ 'سب سے قطع تعلق کرلو، کہنے میں میری پوزیشن پر کوئی آنچ نہیں آئےگی اور مجھ پر کوئی فرض عائد نہ ہوگا۔ اور دیکھتے ہیں آپ، اپنی اس تحریر کے ذریعے تحریری گارنٹی بھی دے رہا ہے مجھے۔ ملاحظہ کیجئے، کتنے بھولپن سے چند الفاظ کو اس نے تھام لیا، انھی پر زور دینے کی جلدی ہے اور ان میں سے اس کی مراد کیسے بھدےپن سے جھانک رہی ہے۔ اس شخص کو خوب معلوم ہے کہ اگر وہ سب طرف سے قطع تعلق کرلے، خود اپنے طور پر، میرے قول کا انتظار کئے بغیر، بلکہ مجھے جتائے بغیر اور مجھ سے کسی طرح کی امید رکھے بغیر سب سلسلے منقطع کر ڈالے تو میں اس کے متعلق اپنے جذبات بدل ڈالوں‌گی اور عین ممکن ہے کہ اس کی دوستی میں شریک ہو جاؤں۔ غالباً اسے یہ علم تو ضرور ہے! مگر اس کی آتما گندی ہے: جانتے بوجھتے ہوئے بھی فیصلہ نہیں کر پاتا۔ جانتا ہے، پھر بھی گارنٹی طلب کرتا ہے۔ بھروسے پر فیصلہ کرنا اس کے بس کا روگ نہیں۔ چاہتا ہے کہ میں ایک لاکھ (کی رقم) کے بجائے صرف امید پر اسے لگائے رکھوں۔ رہا پہلےوالے لفظ کا معاملہ جس کا اس خط میں مذکور ہے، اور جس نے گویا اس کی زندگی کی سیاہ رات روشن کر دی تھی، یہ سفید جھوٹ ہے۔ صرف یہ کہ ایک مرتبہ مجھے اس پر رحم آگیا تھا، مگر وہ ہٹ دھرم اور بےشرم ہے۔ ادھر میرے منہ سے وہ لفظ نکلا، ادھر وہ ترنگ میں آگیا اور امید کی جھلک دکھائی دے گئی۔ میں نے تبھی پہچان لیا تھا۔ اور اسی وقت سے وہ مجھے الجھانے کی کوشش میں ہے۔ اب بھی وہی ہے۔ مگر، بس، حد ہو چکی۔ یہ پرزہ لیجئے اور اسی کو واپس کر دیجئے! ابھی، اسی

وقت، جونھی ھمارے گھر سے نکلیں، تب، ظاھر ہے کہ اس سے پہلے نہیں۔ ،،

''اور جواب کیا دوں؟،،

''کچھ نہیں۔ جواب صاف ہے۔ سب سے بہتر جواب۔ ھاں، تو مطلب یہ کہ آپ اس کے مکان میں قیام کرنےوالے ھیں؟،،

''ابھی ذرا دیر پہلے جنرل صاحب نے یہ تجویز کیا تھا،، پرنس نے کہا۔

''اچھا تو ھوشیار رھئےگا اس کی طرف سے۔ یہ جو آپ اس کا پرزہ واپس کریںگے نا، اسے وہ بخشےگا نہیں۔ ،،

اگلایا نے یہ کہہ کر ھولے سے پرنس کا ھاتھ دبایا اور نکل گئی۔ منہ پھلائے اور سنجیدہ چلی، مسکرائی تک نہیں جب اس نے رخصت کرنے کا اشارہ کیا سر ھلا کر۔

''ذرا ٹھیرئے، میں اپنی گٹھری اٹھالوں،، پرنس نے گانیا سے کہا ''چلتا ھوں۔ ،،

گانیا نے بےصبری میں اپنے پاؤں پٹکے۔ طیش کے مارے اس کے چہرے پر سیاھی سی پھر گئی تھی۔ آخر دونوں گھر سے باھر نکل آئے۔ پرنس ھاتھوں میں گٹھری سنبھالے ھوئے تھا۔

''جواب؟ جواب؟،، گانیا اس کے سر ھو گیا۔ ''وہ کیا بولی؟ آپ نے میرا رقعہ دے دیا تھا؟،،

پرنس نے کچھ کہے سنے بغیر وھی پرزہ لوٹا دیا۔ گانیا پتھرا گیا۔

''یہ کیا؟ یہ تو میرا ھی کاغذ ہے!،، وہ چیخ پڑا۔ ''آخر اس نے پہنچایا نہیں! مجھے پہلے سے اندازہ ھو جانا چاھئے تھا! ''او ... رے، مر ... دود... اب میں سمجھا، وہ بات سمجھی ھی نہیں! یہ کیسے، یہ کیا، کیوں آخر؟ آپ نے میرا پرزہ دیا کیوں نہیں اسے؟ مر ... دود...،،

''معاف کیجئے، مجھے تو فوراً موقع مل گیا تھا اور خط پہنچا دیا تھا آپ کا۔ اسی منٹ دیا۔ جیسے آپ نے تاکید کی تھی، قطعی ویسے ھی لے جا کر دیا۔ وہ پھر میرے پاس پہنچ گیا کیونکہ اگلایا ابھی لوٹا کر گئی ھیں۔ ،،

''یہ کب؟ کب دے گئیں؟،،

''تبھی، جب میں نے البم میں لکھنا تمام کیا ۔ اور وہ مجھے ساتھ بلا کر لے گئیں ۔ (آپ نے سن لیا تھا نا؟) ہم دونوں کھانے کے کمرے میں گئے ۔ انھوں نے پرزہ میرے ھاتھ میں دیا، کہا کہ پڑھ لوں اور حکم ھوا کہ واپس کردوں ۔ ''

''پڑھ لوں؟ کیا مطلب؟'' گانیا قریب قریب گلا پھاڑ کر چینچ پڑا ''پڑھ لوں؟ تو کیا پڑھ لیا آپ نے؟''

بیچ سڑک میں اس کے اوسان خطا ھو گئے ۔ اس قدر سناٹے میں آگیا کہ منہ کھلا کا کھلا رہ گیا ۔

''جی ھاں، پڑھا، ابھی پڑھا ھے ۔ ''

''اور اس نے خود، خود ھی آپ کو دیا پڑھنے کے لئے؟ خود دیا تھا؟''

''ھاں، خود ورنہ، یقین کیجئے، وہ نہ کہتی تو میں ھرگز پڑھنے والا نہیں تھا ۔ ''

گانیا منٹ بھر خاموش رھا، بڑی کوفت اور کوشش سے اس نے اپنے خیالات کو سمیٹا اور ایک دم پکار اٹھا :

''ناممکن! وہ ھرگز میری تحریر آپ سے پڑھنے کو نہیں کہہ سکتیں ۔ بالکل جھوٹ! آپ نے خود پڑھ لیا ھوگا!''

''میں سچ کہتا ھوں'' پرنس نے پہلے کے سے رواں اور ھموار لہجے میں جواب دیا ۔ ''اور اعتبار کیجئے کہ مجھے سخت افسوس ھے کہ اس قدر ناگوار تاثر ھے آپ کا!''

''ارے بدبخت، آپ سے کچھ تو کہا ھوگا اس بارے میں؟ کوئی نہ کوئی جواب تو دیا ھوگا نا؟''

''جی ھاں، کیوں نہیں!''

''اچھا تو بولئے، منہ کھولئے اپنا ــ ھت تیرے کی!''

گانیا نے کہا اور اپنا داھنا پاؤں، جس پر ربڑ کا جوتا پوش تھا، دو بار فٹ پاتھ پر پٹکا ۔

''جب میں خط پڑھ چکا تو وہ کہنے لگیں کہ آپ انھیں الجھانے کی فکر میں ھیں ۔ آپ ان کی پوزیشن اس طرح نازک کر دینا چاھتے ھیں کہ ان کی طرف سے آس رھے، اس غرض سے کہ اسی امید پر تکیہ کرکے آپ دوسری، ایک لاکھ والی امید سے قطع تعلق کرلیں اور آپ خسارے میں نہ رھیں ۔ اگر کہیں آپ نے یہی عمل

کیا ہوتا، اگلایا سے بھاؤ تاؤ نہ کرتے، اپنے طور پر ہی سلسلے منقطع کرلیتے، پیشگی گارنٹی ان سے نہ مانگتے تو شاید وہ آپ کی دوست بننا پسند کرتیں۔ لے دے کے بس اتنی بات ہے میرے خیال سے۔ ہاں، ایک بات اور: جب میں نے کاغذ ہاتھ میں لے کر ان سے پوچھا کہ جواب کیا دوں؟ تو وہ بولیں کہ جواب نہ دینا ہی صاف جواب ہے، اس سے اچھا جواب نہیں ہو سکتا۔ غالباً یہی تھا۔ اگر صحیح، انھی کے الفاظ ادا کرنے میں بھول ہوئی ہو تو معاف کیجئے گا۔ جیسا میں سمجھا تھا ویسا ہی آپ تک پہنچا دیا۔''

گانیا پر بے حد و بے حساب غیظ و غضب کا غلبہ ہوا اور دیوانگی کا ایسا دورہ پڑا کہ وہ آپے سے باہر ہو گیا۔

''اوفوہ، تو یہ بات ہے!'' وہ دانت پیس کر بولا ''میرے خط یوں کھڑکی سے باہر پھینکے جاتے ہیں! ہا! اسے بھاؤ تاؤ کرنا نہیں آتا — ایں؟ مجھے آتا ہے، میں کروں گا! دیکھ لوں گا! بہت بڑھایا چڑھ گیا ہے، دیکھ لوں گا! صاحب زادی کا دماغ ٹھکانے لانا ہے...''

وہ منہ بنائے جا رہا تھا، چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا، منہ سے جھاگ نکل رہے تھے، مٹھیاں بھینچے ہوئے۔ وہ اور پرنس دونوں چند قدم چلے۔ پرنس کو وہ خاطر میں ہی نہیں لایا — گویا ساتھ نہیں چل رہا تھا بلکہ اپنے کمرے میں تنہا تھا۔ وجہ یہ کہ پرنس کا وجود و عدم اس کے نزدیک یکساں تھا۔ اتنے میں خیال ایک دم کسی طرف گیا اور اسے کچھ یاد آیا۔

''یہ، بھلا کیسے ممکن ہوا، کیوں کر؟'' وہ فوراً پرنس کی طرف مڑا۔ ''یہ کیسے ممکن ہوا کہ آپ'' (دل میں کہا کہ آپ جیسے ایڈیٹ) ''دو گھنٹے کی ملاقات میں اتنے نزدیک ہوگئے، اتنا اعتبار حاصل کر لیا؟ کیسے آخر؟''

سب طرح کی اذیتوں میں ایک رقابت کی ہی کسر رہ گئی تھی۔ سو ایک دم رقابت نے بھی دل کھرچنا شروع کر دیا۔

''یہ بات تو میں خود بھی آپ کو نہیں سمجھا سکتا'' پرنس نے جواب دیا۔

گانیا نے جھلاہٹ سے اسے دیکھا۔

''کہیں یہی اعتبار تو نہیں تھا جو تحفے میں آپ کو دینے

کے لئے الگ ڈائننگ روم میں بلا کر لے گئی تھی؟ کچھ تحفے میں دینےوالی تھی نا آپ کو؟''

''اس کے علاوہ تو کچھ اور میری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہی ہوگا۔''

''مگر ایسی کیا وجہ ہو گئی؟ لعنت ہو۔ آپ نے وہاں ایسا کیا کمال کیا؟ کس بات سے پسند آگئے؟ سنئے!'' وہ گھبرایا گھبرایا سا کہہ رہا تھا (اس لمحے گانیا کے اندر ایک افراتفری مچی ہوئی تھی، تلاطم برپا تھا، اور اپنے خیالات کو ترتیب دینا بھی ممکن نہ تھا) ''یہ ممکن ہے کہ کسی صورت سے آپ یادداشت پر زور ڈال کر ایک ترتیب کے ساتھ سلسلہ‌وار مجھے بتائیں کہ وہاں اندر آپ نے کیا باتیں کیں۔ اول سے، لفظ بلفظ؟ آپ نے کچھ نوٹ نہیں کیا؟ یاد نہیں آجائے گا کیا؟''

''ہاں، بالکل، اچھی طرح یاد ہے'' پرنس نے جواب دیا ''شروع میں، جب میں اندر گیا، تعارف ہوا تو ہم سوئٹزرلینڈ کی باتیں کرنے لگے۔''

''لعنت ہو سوئٹزرلینڈ پر!''

''پھر سزائے موت کا ذکر چھڑا...''

''سزائے موت کا؟''

''جی ہاں، بات میں بات نکل آئی تھی... پھر میں انہیں سنانے لگا کہ وہاں تین سال کیسے بسر کئے اور ایک واقعہ، وہیں کی غریب لڑکی کا...''

''جہنم میں گئی غریب لڑکی، آگے چلئے!'' بے‌صبری میں گانیا غرانے لگا۔

''پھر یہ کہ شنیڈر نے میری فطرت کے بارے میں کیسے رائے ظاہر کی اور مجھ پر زور دیا کہ...''

''دور پھینکو شنیڈر کو اور اس کی رائے پر تھوک دو، آگے چلو!''

''آگے چلے تو کسی سلسلے میں چہروں کی بات آئی۔ میں بتانے لگا کہ چہرے بولتے ہیں اور کہا کہ اگلایا ایوانوونا کی صورت حسن میں قریب نستاسیا فلی‌پوونا سے ملتی ہے۔ یہیں میرے منہ سے فوٹووالی بات نکل گئی...''

''کہیں، وہ تو نہیں کہہ دیا، وہ تو نہیں بتا دیا جو یہاں کمرے میں سن کر گئے تھے؟ نہیں نا؟ نہیں نا؟،،

''پھر دھراتا ہوں کہ نہیں۔،،

''تو پھر کہاں سے؟ لعنت! چھی! کہیں اگلایا نے وہ خط بڑی بی کو تو نہیں دکھا دیا تھا؟،،

''اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ ہرگز نہیں دکھایا۔ میں تمام وقت وہاں موجود تھا۔ اسے وقت ہی اتنا کہاں ملا؟،،

''ممکن ہے، آپ کی نظر ہی نہ گئی ہو ادھر — اوہ، ایڈیٹ، مردود!،، اب وہ بالکل ہی آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا ''ٹھیک سے بیان کرنا بھی نہیں آتا!،،

گنیا، جب ایک بار بدتمیزی پر اتر آیا اور اسے ترکی بہ ترکی جواب ملا نہیں تو ایک ایک قدم کرکے صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھا، جیسا کہ ہمیشہ ایسے موقعوں پر بعض لوگوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ یہ حالت ذرا اور چلتی تو وہ طیش میں اتنا بےقابو ہو چکا تھا کہ راستے پر تھوتھو کرنے لگتا۔ اس دیوانگی نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ ورنہ بہت پہلے اس کی توجہ ادھر گئی ہوتی کہ یہ جو ''ایڈیٹ،، ہے، جسے وہ یوں کچوکے دے رہا ہے، بعض اوقات نہایت سرعت نظر کے ساتھ اور باریکی سے پوری بات ذہن نشین کر لیتا ہے اور انتہائی اطمینان قلب کے ساتھ نقل کرنا جانتا ہے۔ مگر آناً فاناً ایک انہونی بات پیش آگئی۔

''ایک بات آپ کو جتا دینا ضروری ہے گاوریلا صاحب!،، پرنس نے اچانک گاوریلا کو ٹوکا ''کچھ عرصہ پہلے مجھے بیماری تھی اور یہاں تک بیمار رہا کہ درحقیقت 'ایڈیٹ، سا ہو گیا تھا۔ لیکن اب مجھے صحت ہو چکی ہے، اس حالت سے نکل آیا ہوں، اب اگر کوئی منہ پر یہ لفظ کہہ دے تو ناگوار گزرتا ہے۔ یہ مانا کہ آپ کو معاف کیا جا سکتا ہے یہ سوچ کر کہ آپ اس وقت مشکلات کا شکار ہیں، مگر آپ نے غصے میں ایک نہیں، دو بار مجھے جھڑکا ہے۔ مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے۔ خاص کر ایسے میں، جبکہ آپ کے جیسے، کہ پہلی ملاقات سے ہی شروع ہو گئے۔ اور فی‌الحال جب کہ ہم چوراہے پر کھڑے ہیں، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم یہیں سے جدا ہو جائیں: آپ داھنے ہاتھ اپنے مکان

کی طرف جائیں اور میں بائیں طرف۔ میری جیب میں پچیس روبل موجود ھیں، کسی مہمان خانے میں کرائے پر جگہ مل جائے گی مجھے۔''

گانیا سنتے ھی سخت پریشان ھوا بلکہ اس پر جھینپ سوار ھو گئی۔

''معاف کیجئے پرنس، خدارا مجھے معاف کردیجئے!'' وہ جوش میں پکارا اور دشنام طرازی کے لہجے کو انتہائی خوش اخلاقی میں بدل کر بولا ''دیکھتے ھیں آپ، کس مصیبت میں مبتلا ھوں! آپ کو ابھی تک کچھ معلوم نہیں، سب کچھ معلوم ھوتا تو یقیناً مجھے ایک حد تک معذور سمجھتے۔ ظاھر ھے کہ خیر... اگرچہ معافی کے قابل نہیں ھوں میں...''

''میرے سامنے اتنی زیادہ معذرت کی ضرورت نہیں جناب!'' پرنس نے فوراً جواب دیا ''میں سمجھ رھا ھوں کہ آپ سخت مشکل سے گزر رھے ھیں اسی لئے منہ پر گالی آجاتی ھے۔ چلئے، یونہی سہی، آپ کی طرف، آپ کے مکان پر چلتے ھیں۔ میں خوشی سے...''

''نہیں، اس شخص کو فی‌الحال یوں جانے دینا ممکن نہیں'' گانیا نے راستے میں پرنس کو غصے سے دیکھتے ھوئے اپنے دل میں سوچا۔ ''اس چلتے پرزے نے میرا راز اگلوا لیا اور پھر اچانک اپنا نقاب اتار دیا... اس میں کوئی خاص مطلب ھوگا۔ دیکھتے ھیں، وہ کیا ھے! سب کچھ فیصل ھو جائے گا، سبھی کچھ، آج ھی ھے دن!''

دونوں چلتے چلتے آخر مکان پر آپہنچے۔

۸

گانیا کا فلیٹ، نہایت صاف ستھرے، روشن اور کشادہ زینے سے ھوکر دوسری منزل پر واقع تھا، اس میں چھ یا سات چھوٹے بڑے معمولی سے کمرے تھے، تاھم یہ مکانیت کسی بال بچوں والے سرکاری ملازم کی جیب سے مناسبت نہیں رکھتی تھی، چاھے اس کی تنخواہ دو ھزار روبل سالانہ ھوتی۔ مگر مکان میں یہ سہولت مدنظر رکھی گئی تھی کہ ملازم اور کھانے کے ساتھ کرایہ‌دار رکھ لئے جائیں۔ ابھی زیادہ سے زیادہ دو مہینے پہلے یہ مکان خود گانیا کی مرضی کے عین برخلاف، اس کی سخت ناگواری کے باوجود

ماں نینا اور بہن واروارا کی ضد پر لیا گیا تھا ـ دونوں دل سے چاہتی تھیں کہ بہت نہیں تو کسی قدر گھر کی آمدنی بڑھانے کی سبیل نکالیں، اس میں ھاتھ بٹائیں ـ گانیا کا اس بات پر منہ چڑھ گیا اور وہ گھر کے اندر باھروالوں کی رھائش کو بیہودگی بتانے لگا کہ اس کے بعد دنیا کے سامنے منہ دکھاتے، اس سوسائٹی میں جاتے شرم آئےگی جہاں وہ ایک ایسے نوجوان کی طرح شان بگھارا کرتا تھا جو چمکنے اور بڑی ترقی کرنےوالا ھو۔ تقدیر کے ساتھ یہ رعایت اور گھر کی یہ گھٹن ان سب نے اس کی روح میں گھاؤ ڈال دئے تھے ـ ادھر کچھ عرصے سے وہ بات بات پر چڑنے اور غصے کے مارے آپے سے باھر ھونے لگا تھا ـ تب اگر وہ عارضی طور سے مرضی کے خلاف صورتحال گوارا کرنے پر راضی ھوگیا تو صرف اس لئے کہ مستقبل قریب میں سب کچھ بدل ڈالنے اور الٹ پلٹ کرنے کی ٹھان چکا تھا ـ مگر بدل ڈالنے کی جو خاص سبیل اس نے سوچی تھی، جو راستہ متعین کیا تھا، خود اس میں ایک زبردست مسئلہ درپیش تھا، ایسا مسئلہ جس کے حل کے ساتھ فکروں اور مصیبتوں میں پھنس جانے کا اندیشہ لگا ھوا تھا، جو پہلےوالے مصائب اور مشکلات سے کہیں بڑھ‌کر ثابت ھوتیں ـ

فلیٹ کو ایک کوریڈور بیچوں بیچ تقسیم کرتا ھوا عین ڈیوڑھی سے آخر تک چلا گیا تھا ـ کوریڈور کے ایک جانب وہ تین کمرے تھے جو ''خاص تعلقات والے،، ان مہمانوں کے لئے رکھے گئے تھے جو قیام وطعام وغیرہ کا کرایہ ادا کریں ـ ان کمروں کے علاوہ اسی لائن کے بالکل آخر میں جاکر، باورچی‌خانے کے برابر میں چوتھا، اوروں سے چھوٹا ایک کمرہ تھا جس میں صاحب‌خانہ ریٹائرڈ جنرل ایولگین رھا کرتا تھا ـ ایک بڑے صوفے پر اس کا بستر تھا اور باھر سے آمد و رفت کا راستہ صرف ایک تھا : باورچی‌خانے میں ھوکر اندھی اور تنگ سیڑھیوں‌والا ـ اسی تنگ کمرے میں گانیا کا چھوٹا بھائی رھا کرتا تھا کولیا، تیرہ سال کا لڑکا جو ھائی اسکول میں پڑھتا تھا ـ وہ بھی مجبور تھا کہ یہیں جیسے تیسے لکھنا پڑھنا کرے، رات کو یہیں دوسرے چھوٹے سے تنگ اور پرانے صوفے پر، خستہ حال بستر میں سو جایا کرے، اور اس کے علاوہ باپ کی دیکھ ریکھ بھی کرتا رہے، کیونکہ باپ روزبروز اس کی امداد

کے محتاج ہوتے جا رہے تھے۔ پرنس کو رہنے کے لئے بیچ کا کمرہ ملا۔ داھنے ھاتھ کے پہلے کمرے میں کوئی فردی‌شینکو نام کا شخص پہلے سے رہتا تھا اور تیسرا کمرہ ابھی خالی تھا۔ لیکن گانیا اس نئے کرایہ‌دار کو لئے ہوئے پہلے اس آدھے مکان میں گیا جہاں گھروالے رہتے تھے۔ اس حصے میں ایک بڑا ھال کمرہ تھا، جو وقت ضرورت ڈائننگ‌روم بھی بن جایا کرتا تھا، ایک ملاقاتی کمرہ تھا جو صرف صبح کے وقت ملنے بیٹھنے کے کام آتا اور شام کو گانیا کے دفتری کمرے میں تبدیل ہوجاتا۔ یہی اس کے لئے شب خوابی کی جگہ تھی۔ آخر میں تیسرا کمرہ تھا، چھوٹا سا اور ہمیشہ دروازہ بند — یہ آرام‌گاہ تھی گانیا کی ماں نینا الیکساندرووونا اور بہن واروارا اردالیونوونا کی۔ مختصر یہ کہ مکان میں ہر جگہ ٹھونس ٹھانس تھی، جسے دیکھ‌کر گانیا دانت پیسا کرتا اور اگرچہ وہ ماں کے سامنے ادب و لحاظ سے پیش آتا اور پیش آنا چاھتا تھا، پھر بھی اول قدم پر نظر آجاتا کہ اس خاندان میں وہی ہے جو گھروالوں کو سختی سے دباکر رکھتا ہے۔

نینا الیکساندرووونا ملاقاتی کمرے میں اکیلی نہیں تھی، اسی کے ساتھ واروارا بھی بیٹھی تھی۔ دونوں کچھ بنائی میں مصروف تھیں اور ساتھ ساتھ باھر کے کسی شخص سے باتیں بھی کئے جا رہی تھیں۔ مہمان کا نام تھا ایوان پتیت‌سن۔ نینا الیکساندرووونا کوئی پچاس سال کے پیٹے میں ہوگی، ستا ہوا چہرہ، پچکے ہوئے گال اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے۔ صورت سے بیمار اور کسی حد تک دکھی نظر آتی تھی لیکن ناک نقشے اور نگاہ میں کافی دلکشی برقرار تھی۔ زبان کھولتے ھی پتہ چل گیا کہ کہنےوالی کی طبیعت میں سنجیدگی اور عالی ظرفی بھرپور ہے۔ دیکھنے میں غمزدہ سہی، مگر محسوس ہوتا تھا کہ ارادے کی پکی اور اپنی بات کی دھنی عورت ہے۔ نینا کا لباس بےانتہا معمولی تھا، گہرے رنگ کا اور بوڑھی عورتوں کا سا۔ لیکن طور طریقے، گفتگو کے سلیقے سے وہ اعلا صحبت‌یافتہ خاتون ظاہر ہوجاتی تھی۔

واروارا اردالیونوونا کوئی ۲۳ سال کی لڑکی تھی، میانہ قد، کافی دبلی پتلی، بہت خوبصورت تو نہیں، البتہ چہرے میں کوئی ایسی درپردہ صفت ضرور تھی کہ وہ حسن کے بغیر بھی دیکھنےوالے کی

نظر میں کھب جائے اور دامن دل شدت سے اپنی طرف کھینچتا رہے - بیٹی اپنی ماں سے بہت مشابہ تھی، یہاں تک کہ لباس میں بھی ذرا مشابہت قائم رکھی تھی کیونکہ اسے بننے سنورنے کا شوق بالکل نہیں تھا - اس کی بھوری آنکھوں میں خوش مزاجی اور جذباتی نرمی بھی بسی ہوئی تھی بشرطیکہ وہ اکثر سنجیدہ اور محوخیال نہ رہا کرتی، بعض اوقات تو بہت ہی زیادہ، خاص کر آجکل کے دنوں میں بہت کھوئی کھوئی اور گمبھیر رہنے لگی تھی - اپنی بات کی دھن اور ارادے کی پختگی اس کے چہرے پر بھی نمایاں تھی لیکن قیاس کہتا تھا کہ یہ عزم و استقلال ماں سے کہیں زیادہ سرگرمی اور صورت‌حال کے مطابق ڈھل جانے کی صلاحیت رکھتا ہے - وارورا کی طبیعت بھڑکیلی تھی اور بڑا بھائی اسی سے کتراتا تھا کہ وہ کہیں کسی بات پر بھڑک نہ اٹھے - فی‌الحال جو مہمان بیٹھا تھا ایوان پتیتسن، وہ بھی اسی سے ڈرتا تھا - یہ شخص کوئی تیس برس سے نیچے کا جوان تھا، سادہ لباس، مگر جامہ زیب، عادات و آداب میں خوش گوار، مگر ذرا زیادہ ہی رکھ رکھاؤ کے ساتھ - اس کی چھوٹی سی گہری بھوری ڈاڑھی بتاتی تھی کہ سرکاری ملازمت میں نہیں ہے - اسے ذہین اور دلچسپ گفتگو کا سلیقہ تھا لیکن اکثر خاموش رہتا - عموماً اسے دیکھ کر طبیعت پر خوشگوار اثر ہوتا تھا - وارورا کے معاملے میں غالباً وہ بےنیاز نہیں تھا اور اپنے احساسات چھپانے کی بھی اس نے کوشش نہ کی ہوگی - وارورا اس سے اپنا پن برتتی تھی لیکن اس کے بعض سوالوں کا جواب دینے سے ہچکچاتی بلکہ کتراتی تھی - پتیتسن بہرحال اس بات سے بالکل بدمزہ نہیں ہوتا تھا - نینا الیکساندرووونا کسی قدر لگاوٹ سے پیش آتی تھی بلکہ ان دنوں وہ اس کے ساتھ رازداری بھی برتنے لگی تھی - معلوم تھا کہ وہ اونچی شرح سود پر، اور کم و بیش پکا مال رہن میں لے کر روپیہ چلانے کا کاروبار کرتا ہے - گانیا سے اس کے نہایت بےتکلفانہ تعلقات تھے -

گانیا نے حسب ضرورت مگر اکھڑا اکھڑا تعارف کرا دیا (ماں سے اس نے روکھے‌پن سے سلام دعا کی، بہن سے بات ہی نہیں کی اور پتیتسن کو وہاں سے ہٹا کر کسی اور طرف لے گیا)، تعارف ہونے پر ماں نے پرنس سے شفقت آمیز لہجے میں چند رسمی الفاظ

کہے اور دروازے میں جھانکتے ہوئے کولیا سے کہا کہ اسے بیچ کے کمرے میں لے جائے۔ یہ لڑکا کولیا ہنس مکھ اور کافی خوش مزاج تھا، اس کے طور طریقے میں اوروں کا اعتبار اور سادہ‌دلی جھلکتی تھی۔

''آپ کا سامان کہاں ہے؟'' پرنس کو کمرے میں لے جاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''میرے پاس صرف ایک گٹھری ہے۔ کمرے سے باہر چھوڑ آیا ہوں۔''

''میں ابھی لائے دیتا ہوں۔ ہمارے ہاں نوکر بس یہی ہیں، باورچن اور ماتریونا۔ اس لئے مجھے بھی کام میں ہاتھ بٹانا پڑتا ہے۔ واریا اوپر کی دیکھ بھال کرتی ہیں اور خفا رہتی ہیں۔ گانیا کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی سوئٹزرلینڈ سے آئے ہیں۔''

''ہاں۔''

''سوئٹزرلینڈ میں اچھا ہے؟''

''بہت۔''

''پہاڑ ہیں؟''

''ہاں۔''

''میں ابھی آپ کی گٹھریاں اٹھا لاتا ہوں۔''

اتنے میں واروا اردالیونوونا اندر آگئی۔

''ملازمہ ابھی بستر ٹھیک کئے دیتی ہے۔ سوٹ کیس ہے آپ کے پاس؟''

''جی نہیں، ایک گٹھری ہے۔ آپ کا چھوٹا بھائی لانے گیا ہے۔ دروازے کے پاس رکھ دی تھی۔''

''وہاں تو، سوائے اس پوٹلی کے اور کوئی گٹھری وغیرہ نظر نہیں آئی۔ آپ کہاں رکھ آئے تھے؟'' کولیا نے کمرے میں گھستے ہی سوال کیا۔

''ہاں، یہی تھی، سوائے اس کے اور کوئی نہیں'' پرنس نے اپنی گٹھری سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

''ارے! ارے میں تو سمجھا کہیں فردی‌شینکو نے تو ہاتھ صاف نہیں کردیا۔''

''بکواس مت کرو'' واریا نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ وہ پرنس سے بھی رکھائی کے ساتھ اور محض رسمی خوش اخلاقی سے بات کررہی تھی۔

"Chère Babete*، مجھ سے ذرا نرمی سے بات کیجئے، میں کوئی پتیتسن نہیں ہوں۔"

"تمہاری تو کھال ادھیڑنی چاہئے کولیا۔ اتنے تم بےوقوف ہو۔ آپ کو جو کچھ درکار ہو، ماتریونا سے کہہ دیجئے گا۔ یہاں ساڑھے چار بجے کھانا ہوتا ہے۔ اگر پسند ہو تو ہمارے ساتھ، ورنہ اپنے کمرے میں الگ کھانا کھا سکتے ہیں۔ جیسے آپ کی مرضی۔ چلو، کولیا، ان کا وقت خراب مت کرو۔"

"چلئے، بات کی پکی بہن! چلئے!"

نکلنے میں وہ گانیا سے ٹکرا گئے۔

"ابا گھر میں ہیں؟" اس نے کولیا سے پوچھا اور جب تصدیق ہوگئی تو اس نے بھائی کے کان میں چپکے سے کچھ کہا۔

کولیا نے ہاں میں سر ہلا دیا اور واروا کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

"دو لفظ کہنے ہیں پرنس! میں آپ سے ان... مسئلوں کی وجہ سے کہنا ہی بھول گیا تھا۔ ایک درخواست ہے آپ سے۔ اگر آپ پر بہت بار نہ گزرے تو ایک مہربانی کیجئے، یہاں، براہ کرم ہرگز اس کا ذکر مت نکالئے گا جو اگلایا کے ساتھ ابھی ابھی پیش آچکا ہے، اور وہاں اس گھر کی بات نہ کہئے گا کیونکہ یہاں بھی بیہودگی کی کچھ کمی نہیں ہے۔ لعنت ہو... مگر زیادہ نہیں تو کم از کم آج کے ایک دن زبان پر قابو رکھئے۔"

"یقین کیجئے گا کہ جتنا آپ سوچ رہے ہیں اس سے کہیں کم میری زبان سے نکلا ہے" پرنس نے گانیا کے طنزآمیز جملے سے ذرا جزبز ہوکر جواب دیا۔ ان دونوں کے باہمی تعلقات بد سے بدتر ہوتے جارہے تھے۔

"خیر، یونہی سہی، مگر آج آپ کے سبب مجھ پر بری گزری۔ مختصر یہ کہ آپ سے درخواست کرنی تھی۔"

"ہاں، یہ بھی آپ ملحوظ رکھئے کہ میرا کیا فرض تھا گاوریلا صاحب! میں تصویر کا ذکر زبان پر کیوں نہ لاتا؟ کیا آپ نے مجھے منع کیا تھا؟"

---

* پیاری بابیت۔

''تھو، کیا برا کمرہ ہے،، گانیا نے تحقیر سے چاروں طرف نظر گھما کر کہا ''اندھیرا بھی ہے اور کھڑکیاں احاطے میں کھلتی ہیں - آپ بہرحال بےموقع آئے ہمارے یہاں - مگر میرا اس معاملے سے کوئی سروکار نہیں - میں نے نہیں رکھے ہیں یہ کمرے - ،،

پتیت‌سن کمرے میں جھانکا اور گانیا کو آواز دی - وہ آواز سنتے ہی پرنس کو چھوڑ چھاڑ باہر چل دیا حالانکہ اسے ابھی، شاید، کچھ اور کہنا تھا، مگر وہ ذرا جھینپ گیا - اور اسی کھسیانےپن میں کمرے میں بھی عیب نکال دئے، یہ بھی ذہنی پریشانی میں ہوا ہوگا -

ابھی پرنس نہا دھو کر کسی قدر تیار ہونے نہ پایا تھا کہ دروازہ پھر کھلا اور ایک نئی ہستی اندر جھانکی -

یہ کوئی تیس سال کا ایک شخص تھا، اچھا خاصا قدوقامت، چوڑے شانے، لال رنگ کے گھونگھریالے بالوں سے بھرا بڑا سا سر، چہرہ مسوں سے بھرا اور سرخ - موٹے موٹے ہونٹ، چپٹی چوڑی ناک، پھولے ہوئے پپوٹوں تلے دبی اور مسخرےپن کی چیاں سی آنکھیں، جو گویا مستقل جھپکے جاتی تھیں - پورے حلیے سے وہ پست فطرت نظر آتا تھا - کپڑے بھی میلے کچیلے پہنے تھا -

اس نے اول تو دروازہ اتنا کھولا کہ سر اندر ڈال سکے - پانچ سیکنڈ تک وہ اسی پوز میں کمرے کا جائزہ لیتا رہا - پھر دروازہ چرچرا کے کھلنے لگا اور اس شخص کا پورا وجود چوکھٹ پر نمودار ہوگیا - وہیں سے وہ آنکھیں چندھیائے پرنس کو تکتا رہا، اندر نہیں آیا - آخر اندر قدم رکھ کر دروازہ پیچھے سے بند کردیا، نزدیک آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا - پرنس کا ہاتھ زور سے تھاما اور اپنے سامنے صوفے پر بٹھالیا -

''فردی‌شینکو ہوں میں،، اس کے منہ سے نکلا اور پرنس کی صورت سوالیہ نظروں سے تکتا رہا -

''تو کیا ہوا؟،، پرنس نے قریب قریب مسکراتے ہوئے جواب دیا -

''رہتا ہوں یہاں،، فردی‌شینکو نے پھر پہلے کی طرح نظر گاڑے ہوئے کہا -

''ملنا چاهتے هیں نا؟''

''اے ہ!'' نووارد کے حلق سے نکلا۔ اس نے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور لمبی سی سانس لی۔ اب وہ سامنے کے کونے میں دیکھنے لگا۔ ''آپ کے پاس کچھ رقم ہوگی؟'' وهاں سے ایک دم پرنس کے چہرے پر نظر گھما کر پوچھا۔

''تھوڑی سی۔''

''ٹھیک ٹھیک کتنی نقدی؟''

''پچیس روبل۔''

''ذرا نکالئے تو۔''

پرنس نے واسکٹ کی جیب سے پچیس کا نوٹ نکالا اور فردی‌شینکو کو دے دیا۔ اس نے نوٹ کی تہہ کھولی، نظر ڈالی، اسے دوسری طرف سے تہہ کیا اور پھر اجالے کی طرف لے گیا۔

''عجیب بات'' اس نے گویا سوچ میں پڑتے ہوئے کہا ''یہ بھورے کیوں ہوجاتے ہیں؟ یہ پچیس والے نوٹ کبھی کبھی انتہائی بھورے ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ دوسرے نوٹوں کا صرف رنگ اڑتا ہے۔ لیجئے!''

پرنس نے وہ نوٹ واپس لے‌لیا۔ فردی‌شینکو کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں آپ کو خبردار کرنے آیا تھا اول یہ کہ آپ مجھے روپیہ ادھار نہ دیں۔ کیونکہ میں بہرحال مانگے بغیر نہیں رہنے کا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''کرایہ دینے کا ارادہ ہے آپ کا؟''

''ارادہ تو ہے۔''

''میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ شکریہ۔ میں آپ سے داهنی طرف ہوں، پہلا دروازہ۔ دیکھا ہے؟ میری طرف آنے کی باربار تکلیف نہ کیجئے۔ میں خود هی آتا رہوں‌گا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ جنرل سے ملے؟''

''نہیں۔''

''سنا بھی نہیں؟''

''نہیں تو۔''

''خیر، دیکھ بھی لیں‌گے، سن بھی لیں‌گے۔ اور تو اور، وہ

مجھی سے روپیہ قرض مانگتے رہتے ہیں * Avis au lecteur - اچھا، میں چلا - بھلا یہ بھی کوئی نام ہوا فردی‌شینکو؟ کیوں؟،،

''کیوں نہیں؟،،

''چلتا ہوں، رخصت!،،

یہ کہا اور دروازے کی طرف چل دیا - بعد میں پرنس کو بتایا گیا کہ یہ شخص اپنے سر یہ فرض لئے پھرتا ہے کہ سبھی لوگوں کو انوکھے‌پن سے، ہنسی مذاق کی بات سے حیران کرتا پھرے، لیکن کبھی کامیاب نہ ہوا - بعض لوگوں کے ذہن پر تو برے نقش چھوڑ چکا ہے، جس سے رنجیدہ بھی رہا لیکن اپنی خصلت نہیں چھوڑی - دروازے میں اندر آتے ہوئے کسی شخص سے ٹکراتے ٹکراتے سنبھلنے کا موقع مل گیا - کوئی اور نووارد تھا، پرنس کے لئے اجنبی، فردی‌شینکو نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا اور اس کی پیٹھ پیچھے آنکھیں ایسے مٹکائیں گویا نووارد سے خبردار کررہا ہو اور اس طرح وہ کمرے سے رخصت ہوا - مگر خود کو شاباش دئے بغیر نہیں -

جو صاحب داخل ہوئے کوئی پچپن، بلکہ اس سے زیادہ عمر کے درازقد آدمی تھے، خاصا گٹھا ہوا بدن، سرخی مائل بنفشئی، بھاری اور پھولا ہوا چہرہ، جس کے دونوں طرف گھنی سفید قلموں کی جھالر لگی تھی، منہ پر مونچھیں اور کافی باہر نکلی ہوئی آنکھیں - جسم بھی شاندار تھا بشرطیکہ تن و توش میں بھداپن، تھل تھل کرتا گوشت بلکہ داغ نہ لگ گیا ہوتا - وہ پرانا فراک کوٹ پہنے ہوئے تھے جو کہنیوں پر سے تقریباً نکل چکا تھا - اندر کے کپڑے بھی بوسیدہ سے تھے جیسے گھر میں لپیٹ لئے جاتے ہیں - قریب سے کسی قدر وادکا کی بو آتی تھی - مگر نشست‌وبرخاست، طور طریقہ رعب داب والا، سدھایا ہوا، اور اس ارمان میں ڈوبا ہوا تھا کہ دیکھنے والا اس کی آن بان سے حیرت میں رہ جائے - یہ صاحب سنبھلے ہوئے قدموں سے پرنس کے نزدیک آئے اور خاطردارانہ مسکراہٹ کے ساتھ خاموشی سے پرنس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، دیر تک یونہی لئے رہے اور اس کا چہرہ دیکھتے یا پڑھتے رہے گویا جانے پہچانے نقوش کی شناخت کر رہے ہیں -

---

* تنبیہ قبل از وقت -

''وهی — وهی!،، انھوں نے دبی آواز سے لیکن خاص شان کے ساتھ کہا ''ہو بہو، زندہ تصویر! سن رہا ہوں، ایک جانا پہچانا اور عزیز نام زبانوں پر آرہا ہے، اس نام کے ساتھ عہد رفتہ کی یادیں وابستہ ہیں... پرنس میشکن؟،،

''جی ہاں - یہی جناب!،،

''میں ہوں جنرل ایولگین، ریٹائرڈ اور بدنصیب - کیا میں آپ کا گھر کا نام اور ولدیت پوچھ سکتا ہوں؟،،

''لیو پسر نکولائی - ،،

''ہاں، ٹھیک، میرے دوست کے، بلکہ ہم جولی کے بیٹے ہیں آپ - یعنی نکولائی پترووچ کے فرزند؟،،

''جی، میرے والد کا نام تھا نکولائی لوووچ - ،،

''ہاں لوووچ،، جنرل نے غلطی درست کرلی مگر بڑے اطمینان کے ساتھ اور پورے اس اعتماد کے ساتھ کہ گویا غلطی حافظے کی نہیں، صرف زبان کی تھی، اتفاقاً زبان سے لفظ غلط نکل گیا - وہ بیٹھ گئے اور پرنس کا ہاتھ تھام کر اسے بھی اپنے برابر بٹھا لیا - ''میں آپ کو انھی ہاتھوں پر اٹھائے پھرا ہوں - ،،

''واقعی؟،، پرنس نے حیرت سے سوال کیا - ''میرے والد کو اب دنیا سے سدھارے کوئی بیس سال ہوئے ہیں - ،،

''ہاں، بیس تو ہو چکے، بیس سال اور تین مہینے- میں اور وہ مرحوم دونوں ہم سبق تھے - میں سیدھا فوج میں...،،

''اور والد مرحوم بھی فوج میں تھے، واسیلیفسکی رجمنٹ میں سیکنڈ لفٹننٹ - ،،

''نہیں، بیلومیرسکی رجمنٹ میں - مرنے سے ذرا پہلے ہی وہاں ان کا تبادلہ ہوگیا تھا - آخری وقت میں ان کے پاس موجود تھا اور دعائیں بھی میں نے ہی دم کی تھیں - آپ کی والدہ...،،

جنرل اتنا کہہ کر ٹھیر گئے، گویا المناک یاد انھیں ستا رہی ہے -

''وہ بھی والد کے چھ مہینے بعد انتقال کر گئیں سردی لگنے سے،، پرنس نے بتایا -

''نزلے سے نہیں، سردی زکام سے نہیں - اس بوڑھے کی بات مانئے - میں موجود تھا، میں نے ہی انھیں دفنایا تھا - اپنے شوہر کے غم

میں جان دے دی انھوں نے - سردی سے نہیں - مجھے وہ اچھی طرح یاد ہیں! ہا، نوجوانی! تمھارے والد اور میں بچپن کے دوست ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو مارنے مرنے پر تل گئے تھے - ،،
پرنس ان بزرگوار کی باتیں کسی قدر بےاعتباری سے سنتا رہا -
''میں آپ کی والدہ سے دیوانہ‌وار محبت کرتا تھا، جب وہ میرے عزیز دوست کی منگیتر بن چکی تھیں تب بھی - آپ کے والد پرنس کی نظر میں آئی یہ بات اور بھڑک اٹھے - صبح کوئی سات کا عمل ہوگا کہ گھر آئے، مجھے سونے سے اٹھایا - میں نے اضطراب کے عالم میں کپڑے پہنے، دونوں طرف خاموشی - معاملہ سمجھ گیا - انھوں نے جیب سے دو پستول نکالے - رومال لگایا درمیان میں - وکیل، گواہ کوئی نہیں - گواہ کی ضرورت بھی کیا جب ایک دوسرے کو ہم پانچ منٹ بعد ابدآباد بھیجنےوالے تھے - پستول میں گولی بھری، رومال ٹانگ دیا، آمنے سامنے تن کر کھڑے ہوئے، پستول سینے سے لگاکر بالکل تیار، ایک دوسرے کی صورت دیکھی - پھر کیا تھا، دونوں کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ، اولے برابر آنسو - ھاتھ کانپنے لگے - ایک ساتھ ہم دونوں کے، دونوں کے ھاتھ! بس، قدرتی بات کہ دوڑ کے لپٹ گئے اور ایک سے دوسرا بڑھ‌کر فیاضی پر تیار - پرنس پکارتے ھیں، جا وہ تیری، میں کہتا ھوں، نہیں تیری - غرض کہ — اب کیا کہوں، غرض کہ... تو آپ ھمارے یہاں رہنے آئے ھیں؟،،
''جی‌ھاں، کچھ عرصے کےلئے شاید،، پرنس نے ذرا ھکلاتے ہوئے جواب دیا -
''پرنس، اماں نے آپ کو بلایا ھے،، کولیا نے دروازے میں منہ ڈال‌کر صدا لگائی - پرنس جانے کے لئے اٹھنے ھی والا تھا کہ جنرل نے اپنا داھنا ھاتھ اس کے کندھے پر رکھا، اور دوستانہ انداز میں کھینچ کر پھر صوفے پر بٹھا لیا -
''آپ کے والد کے سچے دوست کی حیثیت سے میں خبردار کردینا چاھتا ھوں کہ،، جنرل بولے ''ایک بڑا سانحہ گزر گیا، میں اس کی زد میں آگیا - کوئی مقدمہ نہیں چلا! عدالت کچہری کچھ نہیں! نینا الیکساندروونا میری بیوی لاثانی عورت ھے - بیٹی واروراــ ایسی بیٹی ھونا بہت مشکل ھے! حالات کی مجبوری کہ کمرے کرائے

پر اٹھانے پڑتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ نہایت گری ہوئی بات ہے! مجھ جیسے شخص کی کسر شان، جسے اب تک کہیں کا گورنر جنرل ہونا چاہئے تھا... مگر، خیر، آپ آگئے، بڑی خوشی۔ یہیں بتا دوں کہ ہمارے یہاں آجکل ایک افسوس‌ناک واقعہ ہوگیا ہے۔،،

پرنس نے سوالیہ نظروں سے ان کی صورت دیکھی اور بڑا اشتیاق ظاہر کیا۔

''شادی کی تیاری ہے۔ شادی بھی کیا کہ عجوبہ۔ ایک عورت جس پر انگلیاں اٹھتی ہیں اس سے ایک ایسے نوجوان کی شادی، جو سرکار عالی میں حاضر باش کا عہدہ پا سکتا ہے۔ اس عورت کو یہاں گھر میں لایا جارہا ہے جہاں میری بیوی اور میری بیٹی رہتی ہیں! مگر جب تک میرے دم میں دم ہے، وہ یہاں قدم نہیں رکھ سکتی! میں چوکھٹ پر لیٹ جاؤں‌گا، آنا ہے تو مجھے پھلانگ کر آئے!.. گانیا سے آجکل بات‌چیت قریب قریب بند ہے میری۔ ملنے سے بھی کتراتا ہوں۔ میں عمداً آپ کو پہلے سے آگاہ کئے دے رہا ہوں۔ آپ یہاں رہنے‌والے ہیں تو سب کچھ بہرحال آپ کے سامنے آجائے گا۔ گواہ رہیں‌گے۔ آپ میرے دوست کے بیٹے ہیں اور آپ سے یہ امید رکھنا غلط نہ ہوگا...،،

''پرنس، مہربانی کیجئے، ذرا میرے پاس ڈرائنگ روم میں چلے آئیے،، اس بار خود جنرل کی بیوی نینا ہی دروازے تک بلانے چلی آئی۔

''ذرا تصور کرنا میری پیاری،، جنرل پکارے ''پتہ چلا کہ میں کسی وقت میں پرنس کو گود میں کھلا چکا ہوں!،،

نینا الیکساندرو‌ونا نے شوہر کو ملامت سے اور پرنس کو ٹٹولنے والی نظر سے دیکھا مگر ایک لفظ منہ سے نہ نکالا۔ پرنس اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ ابھی وہ ڈرائنگ‌روم میں آکر بیٹھے ہی تھے۔ نینا نے ادبدا کر دھیمی آواز میں کچھ بتانے کو زبان کھولی ہی تھی کہ اتنے میں جنرل بہ‌نفس نفیس وہاں آ پہنچا۔ نینا نے فوراً خود کو تھام لیا اور منہ بنا کر اپنی کڑھائی بنائی میں پھر سے لگ گئی۔ شاید جنرل نے بیوی کی اس ناگواری کو بھانپ لیا تھا مگر پروا کئے بغیر انھوں نے اپنا شاندار موڈ قائم رکھا۔

''میرے دوست کے صاحبزادے ہیں یہ!،، وہ نینا کو مخاطب

کرکے باآواز بلند کہنے لگے ''اور کیسی انہونی بات! مجھے ایک زمانے سے اس کا سان گمان تک نہ تھا۔ لیکن عزیزمن، تمھیں یاد تو ہوں گے مرحوم نکولائی لوووچ؟ تم ان سے وہاں مل چکی ہو... تویر میں نا؟''

''مجھے تو یاد نہیں آتے نکولائی صاحب، کیا وہ آپ کے والد بزرگوار تھے؟'' خاتون نے پرنس سے سوال کیا۔

''جی ہاں، والد۔ مگر ان کا انتقال ہو چکا، تویر میں نہیں یلیزاویت گراد میں ہوا تھا'' پرنس نے دبے لفظوں میں گویا جنرل کو ٹوکا ''میں نے یہ پاولی شیف کی زبانی سنا ہے۔''

''انتقال تویر میں ہی ہوا'' جنرل نے زور دے کر کہا ''بالکل آخری وقت میں ان کی بدلی تویر کو ہو گئی تھی، بلکہ تب تک ان کی بیماری نے زور نہیں پکڑا تھا۔ آپ اتنے کمسن تھے کہ آپ کو نہ ان کا ٹرانسفر یاد ہوگا، نہ وہ سفر۔ اور پاولی شیف کی یادداشت نے غلطی کی، اگرچہ آدمی وہ بڑا ہی لاجواب تھا۔''

''کیا آپ پاولی شیف سے بھی واقف ہیں؟''

''ایسے آدمی کہاں ہوتے ہیں! اس کے وقت آخر میں موجود تھا — بلکہ بستر مرگ پر دعائیں بھی پڑھی تھیں...''

''میرے والد پر مقدمہ قائم تھا جب وہ مرے ہیں تو'' پرنس نے پھر جتایا ''اگرچہ آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ کس سلسلے میں تھا یہ مقدمہ۔ ہسپتال میں انتقال ہوا ان کا۔''

''مقدمہ ایک عام فوجی کلپا کوف کے سلسلے میں تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ الزام سے بری ہوجاتے۔''

''اچھا یوں؟ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے؟'' پرنس نے خاص تجسس سے دریافت کیا۔

''اور کیا نہیں!'' جنرل نے چیختے ہوئے کہا ''مقدمہ فیصل ہوئے بغیر ہی خارج ہو گیا۔ ناقابل یقین کیس تھا۔ بلکہ یوں کہئے کہ بہت پراسرار۔ کمپنی کمانڈر کیپٹن لاریونوف مرجاتا ہے۔ پرنس عارضی طور پر اس عہدے کا چارج لے لیتے ہیں۔ خوب! فوجی سپاہی کلپا کوف چوری کرتا ہے۔ اپنے ایک ساتھی کا چرمی سامان چرا کر، بیچ کھونچ کے رقم پی جاتا ہے۔ خوب! پرنس صاحب اور ذرا خیال کیجئے گا کہ سرجنٹ میجر اور کارپورل کی موجودگی

میں، اس کی خبر لیتے ھیں اور کوڑوں کی مار سے ڈراتے ھیں - بہت خوب - کلپاکوف بیرک میں جاکر اپنے تختے پر لیٹ جاتا ھے اور ابھی پاؤ گھنٹہ نہ گزرا ہوگا کہ مرجاتا ھے - بہت خوب! لیکن بالکل انہونی بات! بلکہ ناممکن - جیسے تیسے کلپاکوف کو دفن کردیا جاتا ھے اور پرنس اوپر رپورٹ کردیتے ھیں، اس کا نام رجسٹر سے کٹ جاتا ھے - چلئے - یہ بھی ہوا - اس سے بہتر کیا! لیکن ٹھیک چھ مہینے بعد بریگیڈ کے معائنے کے وقت وھی کلپاکوف اچھا خاصا، صحیح سلامت، کمپنی نمبر ۳، بٹالین نمبر ۲، نوواز یملیانسکی پیدل رجمنٹ میں موجود ھے، اسی بریگیڈ، اسی ڈویژن میں!،،

''یہ کیسے؟،، پرنس حیرت سے بےقابو ہوکر چیخ پڑا۔

''ایسے نہیں ہوا تھا، غلطی کررھے ھیں یہ!،، نینا الیکساندرووونا نے ایک دم شوھر کی طرف رخ کیا، ان کے چہرے پر افسوس کی جھلک تھی - «Mon mari se trompe.» *

''مگر مائی ڈیر se trompe کہنا تو آسان ھے - ذرا اس جیسے کیس کو سلجھا کر دیکھو! سب کی عقل گم - سب سے پہلے میں ھی کہتا qu'on se trompe ** - لیکن بدقسمتی سے میں خود موقع پر موجود اور معائنہ کرنےوالے کمیشن کا ممبر بھی - تمام عینی علامتیں کہتی تھیں کہ یہ وھی شخص ھے، عین‌مین وھی فوجی کلپاکوف، جسے چھ ماہ ھی پہلے دفن کیا گیا تھا، حسب معمول پریڈ ہوئی تھی اور فوجی نقارے کی چوٹ پر جلوس جنازہ نکلا تھا - واقعہ ایسا تھا کہ شاید ھی کبھی ہوتا ہو، عقل سے تقریباً بالاتر - مجھے اتفاق ھے کہ...،،

''ابا آپ کا کھانا میز پر لگا دیا ھے'' وارورا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''یہ لاجواب کام کیا، بےمثال! مجھے بھوک بھی سخت لگی تھی... لیکن یہ جو واقعہ سنایا میں نے کہنا چاھئے کہ نفسیاتی کیس...،،

''سوپ پھر ٹھنڈا ہوجائےگا،، واریا نے جلدی مچائی۔

---

* میرے شوھر غلطی پر ھیں -

** غلط، در غلط -

''آتا ہوں، آتا ہوں،، جنرل کمرے سے نکلتے ہوئے بڑبڑایا۔ ''یہ ہوا حالانکہ ہر قسم کی اطلاع بہم...،، کوریڈور میں گزرتے ہوئے یہ الفاظ بھی کہتا گیا۔

''آپ ہمارے یہاں رہیں گے تو میرے شوہر اردالیون کی بہت سی باتوں سے درگزر کرنا پڑے گا،، نینا نے پرنس کو سمجھایا ''ویسے وہ آپ کو زیادہ پریشان نہیں کرنے والے۔ کھانا تنہا کھاتے ہیں۔ آپ اتفاق کریں گے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی خاص تو ہوتی ہی ہے، اور خاص خصلتیں بھی۔ اوروں میں، ممکن ہے، اس سے بھی زیادہ ہوں جتنی ان میں جن پر ہم انگلیاں اٹھانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ البتہ ایک بات آپ سے عرض کرنی ہے: اگر کبھی میرے شوہر آپ سے کرائے کا ذکر نکالیں، ادائگی کے لئے کہیں تو آپ کہہ دیجئے گا کہ مجھے ادا کرچکے۔ یعنی یہ کہ آپ انہیں جو کچھ بھی دیں گے، وہ آپ کے حساب میں ہی درج ہوگا۔ مگر میں صرف اس خیال سے کہہ رہی تھی کہ روپے پیسے کے معاملے میں باقاعدگی رہے... یہ کیا ہے، واریا؟،،

واریا کمرے میں واپس آئی اور خاموشی سے اس نے نستاسیا فلی پوونا کا فوٹو ماں کو دے دیا۔ نینا الیکساندروونا نے دیکھتے ہی جھرجھری لی اور دیر تک اسے غور سے دیکھتی رہی۔ شروع میں خوف و اندیشہ سے، اور پھر تلخی کے ساتھ ڈوبتے ہوئے دل سے۔ آخر اس نے بیٹی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''آج خاص اسی کی طرف سے بھائی کو یہ تحفہ آیا ہے۔ شام کو وہاں سب کچھ طے ہوجائے گا۔،،

''آج شام کو؟،، مری ہوئی آواز میں گویا مایوسی کے ساتھ ماں نے دہرایا ''پھر کیا؟ شک و شبہ کی گنجائش رہی نہیں اور اب کوئی امید بھی نہیں رہ گئی: تصویر نے سبھی کچھ کہہ دیا... اچھا یہ تو بتاؤ واریا، کیا اس نے خود تمہیں دکھائی یہ تصویر؟،، اس نے حیرت سے دریافت کیا۔

''آپ کو تو، اماں، معلوم ہے کہ مہینہ بھر ہوئے آیا، مجھ سے بول‌چال تک نہیں ان کی۔ پتیتسن نے مجھے یہ سب بتا دیا اور دیکھتی ہوں تو یہ فوٹو وہاں میز کے پاس فرش پر پڑا تھا۔ میں نے اٹھا لیا۔،،

''پرنس،، نینا الیکساندرو‌ونا ایک دم اس کی طرف متوجہ ہوئی ''میں آپ سے ایک بات پوچھوں (خاص اسی غرض سے میں نے آپ کو ادھر بلوایا بھی تھا): کیا میرے بیٹے سے آپ کی پرانی ملاقات ہے؟ شاید، وہ بتا رہا تھا کہ آپ آج ھی کہیں باہر سے آئے ھیں؟،،

پرنس نے مختصراً اپنے بارے میں بتا دیا اور آدھے سے زیادہ تفصیل پی گیا۔ دونوں ماں بیٹی نے توجہ سے سارا ماجرا سنا۔

''میں گانیا کے بارے میں آپ سے معلومات نکالنے کی کوشش نہیں کررھی ھوں،، نینا الیکساندرو‌ونا نے وضاحت کی۔ ''آپ میرا مطلب غلط نہ سمجھئےگا۔ اگر کوئی ایسی بات ھو جو وہ مجھے خود نہ بتانا چاھے تو میں بھی اس کی پیٹھ پیچھے کسی اور ترکیب سے معلوم نہیں کرنا چاھتی۔ میں نے اتنا بھی دریافت کیا تو صرف اس لئے کہ ابھی ابھی گانیا آپ کے سامنے اور بعد میں جب آپ باہر جا چکے تھے، میرے پوچھنے پر بتا رہا تھا کہ 'آپ کو سب معلوم ھے، تکلف کی کوئی ضرورت نہیں'۔ اس کا مطلب کیا ھے؟ یعنی میں صرف اتنا جاننا چاھتی ھوں کہ کس حد تک..؟،،

اتنے میں گانیا اور پتیتسن، دونوں آپہنچے۔ نینا فوراً چپ ھوگئی۔ پرنس برابر کی کرسی پر براجمان رھا، واریا پہلو بچاکر ایک طرف چل دی۔ نستاسیا کا فوٹو سب سے نمایاں جگہ، نینا کے کام والی میز پر، ٹھیک اس کی نظروں کے سامنے رکھا رہ گیا۔ گانیا نے دیکھا تو ناک بھوں چڑھاکر فوٹو وھاں سے اٹھا لیا، اور اپنے لکھنے پڑھنے کی میز پر، جو کمرے کے دوسرے کونے میں تھی، ھاتھ بڑھاکر ڈال دیا۔

''آج، گانیا؟،، نینا الیکساندرو‌ونا نے اچانک پوچھا۔

''کیا آج؟،، سنتے ھی گانیا گویا غصے سے اچھل پڑا اور ایک دم پرنس کی طرف پلٹا۔ ''اب میں سمجھا، یہاں بھی آپ ھی کی لگائی بجھائی ھے!.. یہ ھے کیا آپ کو، بیماری ھے کوئی؟ کیا بیماری ھے یہ؟ زبان نہیں رکتی؟ ایک بات اچھی طرح ذھن نشین کر لیجئے حضرت...،،

''یہاں قصور میرا ھے،، پتیتسن نے گانیا کی بات کاٹی ''کسی اور کو الزام نہ دینا!،،

گانیا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

''یہ تو بہتر ہی ہوا، گانیا، کہ اور نہیں تو کم‌ازکم ایک طرف سے معاملہ طےشدہ ہے،، پتیتسن ایک سمت کو سرک کر میز کے پاس بیٹھتے ہوئے منہ ہی منہ میں بولا - اس نے جیب سے کوئی کاغذ نکالا جو پینسل سے لکھا ہوا تھا اور اسے غور سے دیکھنے لگا - گانیا خاموش فکرمند کھڑا رہا، اس انتظار میں کہ اب خاندان میں کوئی ہنگامہ برپا ہونےوالا ہے - پرنس کے سامنے اس نے اپنی الزام‌تراشی پر معذرت کرنا بھی ضروری نہ سمجھا -

''اگر سب کچھ طےشدہ ہے تو پھر ایوان پتیتسن حق بجانب ہیں،، ماں نے کہا ''براہ کرم بگڑنے کی ضرورت نہیں - فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں گانیا - میرا یہ ہے کہ جو بات تم خود نہیں بتانا چاہتے، وہ میں کریدوں‌گی بھی نہیں - تم یقین کرنا کہ میں نے صبر کرلیا ہے، یہ مہربانی کرو کہ اپنا دل اور نہ دکھاؤ - ،،

نینا الیکساندروونا نے یہ الفاظ ادا کئے تو سر نہیں اٹھایا - کڑھائی بنائی پر اس کی انگلیاں چلتی رہیں گویا واقعی انہیں اب کوئی پریشانی نہیں ہے - گانیا کو حیرت تھی کہ یہ کیا ہوا - محتاط خاموشی کے ساتھ وہ ماں کی صورت تکنے لگا کہ شاید اب وہ صاف صاف منہ پر کہہ دےگی - گھروالوں میں جو فتنے اٹھتے ہیں انہیں وہ بھگتے ہوئے تھا - نینا الیکساندروونا نے بیٹے کے محتاط سکوت کو دیکھا اور زہرخند کے ساتھ اپنے بیان میں اضافہ کیا:

''ابھی تک تمہارا شبہ گیا نہیں - میرے کہنے کا اعتبار نہیں کرتے - پریشان نہ ہو، اب رونا دھونا، منت سماجت کرنا نہیں ہوگا - کم از کم میری طرف سے نہیں ہوگا - میری ساری خوشی اس میں ہے کہ تم خوش رہو - تم خود جانتے ہو - میں نے تقدیر پر صبر شکر کرلیا، میرا دل ہمیشہ تمہارے ساتھ رہےگا چاہے ہم لوگ ساتھ میں رہیں یا الگ ہوجائیں - مگر، تم جانو، میں صرف اپنی بات کہتی ہوں - بہن سے تم یہ تقاضہ نہیں کرسکتے...،،

''وہ پھر وہی!،، گانیا تحقیر اور تنفر کے ساتھ بہن واریا کو دیکھتے ہوئے چیخ پڑا - ''اماں! جس بات کا میں نے اپنی زبان سے آپ کے سامنے وعدہ کیا ہے، اس کی قسم پھر کھاتا ہوں، پابند رہوں‌گا - کسی کی مجال نہیں کہ جب تک میں موجود ہوں، میں زندہ ہوں، آپ پر انگلی اٹھا لے - چاہے روئے سخن کسی کی طرف ہو، مگر میں

آپ کی عزت میں فرق نہیں آنے دوں گا۔ چاہے کوئی بھی ہمارے درمیان حائل ہوتا رہے...،،

گانیا کے دل کا بوجھ اتنا ہلکا ہو گیا تھا کہ وہ ماں کو پسندیدگی بلکہ سعادتمندی سے دیکھنے لگا۔

''مجھے اپنی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا، گانیا تم جانتے ہو کہ میں اپنی خاطر پریشان نہیں رہی ہوں ان دنوں، کوفت میں مبتلا رہی ہوں۔ سنا ہے کہ آج وہ تمہارا قصہ ختم ہو جائے گا۔ کیا ہے وہ جو ختم؟...،،

''آج شام کو، اپنے مکان پر، وہ کھلے لفظوں میں بتا دینے کا وعدہ کرچکی ہے۔ راضی ہے یا نہیں،، گانیا نے جواب دیا۔

''بیس بائیس دن ہونے آئے۔ ہم اس پر کہنے سننے سے کترا رہے ہیں۔ مگر یہ اب بہتر ہوا۔ اور جب سبھی کچھ طے پا چکا ہے، میں صرف ایک بات معلوم کرنے کی اجازت چاہتی ہوں: یہ کیسے ہوا کہ اس نے اپنی رضامندی بھی ظاہر کردی، اپنا فوٹو بھی تمھیں دے دیا، حالانکہ تم اس سے محبت نہیں کرتے ہو؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اسے... ایسی، ایسی عورت کو؟...،،

''تجربہ کار عورت کو؟ ہے نا، یہی؟،،

''میں ان لفظوں میں نہیں کہنا چاہتی تھی۔ تم نے ایسی عورت کو کیسے الو بنا لیا؟،،

اس سوال میں ایک غیرمعمولی خلش دبی ہوئی تھی۔ گانیا بت بنا کھڑا رہا، سوچ میں گم۔ اور پھر تمسخر کا جذبہ چھپائے بغیر اس نے زبان کھولی:

''اماں، پھر اپنی رو میں آگئیں آپ، پھر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔ ہمیشہ یہی ہوتا ہے ہمارے ہاں کہ سلسلہ شروع اور پھر گرما گرمی۔ آپ نے ابھی کہا تھا کہ سوال جواب، اشارے کنائے سب بند۔ مگر پھر وہی کرنے لگیں! بہتر ہے کہ اب اسے چھوڑیے، چھوڑ ہی دیجئے یہ ذکر۔ دیکھئے نا، آپ کی نیت یہی تھی — مگر... میں کبھی، کسی حالت میں بھی آپ کو نہیں چھوڑوں گا، کوئی اور ہوتا تو ایسی بہن سے کبھی کا منہ پھیر چکا ہوتا۔ وہ دیکھو، کیسے میرا منہ دیکھ رہی ہے! بس، اب یہیں قصہ ختم! میں آپ کے کہنے پر اتنا خوش ہو گیا تھا... مگر یہ آپ نے کیسے سوچا کہ میں

نستاسیا فلی‌پوونا کو الو بنانے چلا ہوں؟ رہا واریا کا معاملہ تو جیسے اس کی مرضی۔ بس، بہت ہوچکا۔ اب ہر بات کی حد ہوچکی ہے!،،

گانیا ایک ایک لفظ کے ساتھ گرم ہوتا جارہا تھا اور بےسبب ادھر سے ادھر کمرے میں ٹہلے جارہا تھا۔ جب بھی اس طرح کی بات چھڑتی، فوراً پورے گھرانے کی دکھتی رگ دبنے لگتی۔

''میں کہہ چکی ہوں کہ وہ اس گھر میں آئی تو میں گھر چھوڑکر نکل جاؤں‌گی۔ میں اپنی بات پر قائم ہوں،، واریا نے زبان کھولی۔

''صرف اپنی ضد سے!،، گانیا چیخ پڑا۔ ''یہی ضد ہے جو تمھاری شادی نہیں ہونے دیتی! مجھ پر کیا دھونس جماتی ہو؟ میری بلا سے، صاحبزادی جو آپ نے جی میں ٹھانی ہو، ابھی کر ڈالئے۔ میری جان کو آگئی ہیں آپ! کیا بھلا؟ آخر آپ نے اٹھ جانے میں ہی خیریت سمجھی نا پرنس؟،، گانیا نے پرنس کو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھ کر باواز بلند کہا۔

گانیا کی آواز میں ویسا چڑچڑا پن جھلک رہا تھا جس سے آدمی خود ہی لطف اندوز ہونے لگتا ہے اور ضبط و احتیاط کا دامن تھامے بغیر اپنے آپ کو اسی رو میں بہنے دیتا ہے، چڑچڑےپن کا لطف دو بالا ہوتا جاتا ہے، چاہے انجام اس کا کچھ بھی ہو۔ پرنس دروازے تک پہنچ کر پلٹا تھا کہ اس طنزیہ جملے کا جواب دے مگر موذی کے چہرے پر مریضانہ کیفیت دیکھ‌کر سمجھ گیا کہ ایک بوند کی کسر ہے، اس کے صبر کا پیمانہ چھلکنے ہی والا ہے۔ منہ پھیرا اور خاموشی سے نکل گیا۔ چند منٹ گزرے ہوں‌گے کہ ڈرائنگ روم سے بلند ہوتی ہوئی آوازوں نے بتا دیا کہ اس کے چلے آنے کے بعد گفتگو شباب پر آئی، پرشور ہوئی اور کھل‌کر کہا سنا جانے لگا۔

وہ ہال میں سے ہوتا ہوا ڈیوڑھی میں آیا تاکہ کوریڈور میں پہنچ کر وہاں سے اپنے کمرے کی راہ لے۔ جب وہ سیڑھی‌والے بیرونی دروازے کے بالکل نزدیک سے ہوکر گزر رہا تھا اسے سنائی دیا اور محسوس ہوا کہ دروازوں کے پیچھے کوئی پورا زور لگاکر گھنٹی پر گھنٹی بجائے جارہا ہے۔ مگر شاید گھنٹی میں کوئی خرابی تھی،

وہ ذرا ہلتی تو تھی، بجتی نہیں تھی - پرنس نے چٹخنی کھولی - دروازہ کھولا تو ٹھٹک کر رہ گیا - سارے بدن میں سنسنی دوڑ گئی: آنکھوں کے سامنے نستاسیا فلی‌پوونا کھڑی تھی - فوٹو دیکھ چکا تھا، فوراً پہچان گیا: نستاسیا نے پرنس کو دیکھا تو اس کی آنکھیں ناگواری سے دمکنے دہکنے لگیں - وہ تیزی سے ڈیوڑھی میں داخل ہوئی، کاندھے سے ٹھوکا دے کر اسے راستے سے ایک طرف کیا اور اپنا روئیں‌دار قیمتی کوٹ جھٹکتے ہوئے تنک کر بولی:

''اگر گھنٹی کی مرمت کرانے میں سستی آتی ہے تو کم‌ازکم دروازے کے پاس بیٹھنا چاہئے کہ دستک سنائی دے - لو، میرا فرکوٹ ہی گرادیا گھامڑ نے!''

فرکوٹ واقعی زمین پر پڑا تھا - نستاسیا نے اندر آتے وقت اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ پرنس اس کا فرکوٹ سنبھال لیتا، خود ہی اس کے ہاتھ پر جھٹکے سے گراتی ہوئی چل‌دی اور دیکھا تک نہیں مڑکر - پرنس فرکوٹ کو سنبھال نہ پایا -

''تم جیسے کو کان پکڑکے باہر کرنا چاہئے - جاؤ، جاکے خبر کرو -''

پرنس کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ایسا بدحواس ہوا کہ زبان نے کام ہی نہ کیا اور فرش پر سے فرکوٹ اٹھاکر سیدھا اندر ڈرائنگ‌روم کی طرف چل دیا -

''یہ لو، فرکوٹ سمیت چلا! فرکوٹ اندر لے جانے کی ضرورت؟ ہا، ہا، ہا! کیا کچھ دماغ چل گیا ہے، کیا بات ہے؟''

پرنس لوٹ آیا - اسے دیکھنے لگا، بےحس و حرکت دیکھتا رہا - جب وہ زور سے ہنسی، پرنس بھی بےاختیار ہنس دیا - مگر زبان پر گویا تالا پڑا تھا - جس لمحے اس نے دروازہ کھولا اور اسے دیکھا تبھی رنگ فق ہوگیا تھا - اور اب سارے چہرے پر سرخی کی لہر آگئی -

''کیا ایڈیٹ آدمی ہے؟'' وہ الجھن میں پڑ گئی اور پاؤں پٹک کر بولی ''جا کہاں رہے ہو؟ کس کا نام بتاؤگے وہاں؟''

''نستاسیا فلی‌پوونا کا'' پرنس زیرلب بولا -

''ارے تمھیں کہاں سے معلوم ہوگیا؟'' اس نے فوراً پوچھا -

''میں نے تو تمھیں کبھی دیکھا تک نہیں! جاؤ، خیر، اندر اطلاع دو۔ یہ چیخ پکار کیسی ہے؟،،

''ڈانٹ ڈپٹ چل رہی ہے،، پرنس نے جواب دیا اور ملاقاتی کمرے کی طرف چلا گیا۔

جب اس نے اندر قدم رکھا تو وہ بڑا فیصلہ کن لمحہ تھا۔ نینا الیکساندرووِنا بالکل فراموش کرنےوالی تھی کہ وہ ''تن به تقدیر، راضی برضا،، ہوچکی ہے۔ اب وہ اپنی بیٹی واریا کی طرفداری کررہی تھی۔ واریا کے پہلو میں پتیتسن کھڑا تھا، جس نے وہ پینسل سے لکھا کاغذ ایک طرف رکھ دیا تھا۔ واریا خود بھی رعب میں نہیں آرہی تھی، وہ رعب داب ماننے والی، دب جانے والی لڑکی تھی ہی نہیں۔ لیکن بھائی کی بدسلوکی ایک ایک لفظ کے ساتھ برابر ناقابل برداشت بدتمیزی ہوتی جارہی تھی۔ جب کبھی ایسا اتفاق پیش آتا وہ حسب عادت اپنی زبان بند کرلیا کرتی تھی اور خاموشی کے ساتھ بھائی پر تمسخر و تحقیر کی نظر ڈالتی تھی اور برابر دوٹوک دیکھے جاتی تھی۔ اسے علم تھا کہ یہ ایک ایسا داؤ ہے جس کے سامنے وہ ٹھیر نہیں سکتا، بالکل ہی آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ ٹھیک اسی وقت پرنس نے اندر قدم رکھا اور بطور اعلان خبر دی:

''نستاسیا فلی‌پوونا آئی ہیں!،،

۹

کمرے میں سناٹا ہو گیا۔ سب نے پرنس کو یوں دیکھا گویا ان کے الفاظ سمجھ میں نہیں آئے یا سمجھنا نہیں چاہے۔ گانیا خوف سے پتھرا گیا۔

نستاسیا فلی‌پوونا کی آمد، وہ بھی ایسے وقت میں، سبھی کے لئے ایک انہونی اور بےجوڑ سی بات تھی۔ اول تو یہی کہ نستاسیا نے پہلی بار اس گھر میں قدم رکھا، آج تک تو خود کو اس قدر اوپر کھینچتی رہی تھی، کہ گانیا سے گفتگو میں بھی کبھی اس کے عزیزوں سے ملنے کی خواہش زبان پر نہ لائی اور ماضی قریب میں تو ان کا ذکر تک درمیان میں نہیں آنے دیا۔ گویا دنیا میں ان

کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ اگرچہ جزوی طور پر گانیا اس سے خوش تھا کہ اچھا ہے اس خلش سے نجات ملی، پھر بھی اپنے دل میں اسے نستاسیا کی نخوت شمار کرتا تھا۔ کچھ بھی ہو، یہ اندیشہ لگا ہوا تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ گانیا کے گھروالوں پر طعنے تشنے ضرور پھینکےگی، یہ گمان بھی نہ تھا کہ خود ہی آپہنچےگی۔ گانیا کو خبر تھی کہ نستاسیا کو اس رشتے کے سلسلے میں میرے گھر کی سب روداد معلوم ہو چکی ہے، اور یہ بھی کہ گھروالے لڑکی کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اب ایسے میں نستاسیا کا یہاں پہنچ جانا، سالگرہ کے دن فوٹو کا تحفہ اور یہ زبان دے چکنے کے بعد کہ وہ خاص آج کی شام اس کی تقدیر کا فیصلہ سنا دےگی، اس کا مطلب قریب قریب یہ تھا کہ خود فیصلہ ہی سنا دیا۔

هوش اڑنے کی وہ حالت، جس سے سب نے پرنس کو دیکھا، ذرا دیر رہی: نستاسیا فلی‌پوونا ملاقاتی کمرے کے دروازے پر خود ہی نمودار ہوگئی اور اندر آتے ہی اس نے پرنس کو پھر ہلکا سا ٹھوکا دیا۔

''بہر حال مکان کے اندر آنا تو ملا۔ آپ لوگوں نے دروازے پر گھنٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟،، گانیا اسے دیکھتے ہی تیزی سے لپکا تو نستاسیا نے خوشی خوشی اپنا ہاتھ اسے دیتے ہوئے کہا ''یہ آپ کا منہ کیوں لٹکا ہوا سا ہے؟ مجھے ان لوگوں سے ملائیے نا...،،

گانیا نے بالکل بدحواسی میں اسے پہلے تو واریا سے متعارف کرایا۔ دونوں عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف ہاتھ بڑھانے سے پہلے آپس میں اکھڑی ہوئی نظروں کا تبادلہ کیا۔ نستاسیا مسکرا دی اور چہرے پر مسرت کا نقاب ڈال لیا۔ لیکن واریا نے اس پردے کی پروا نہ کی بلکہ اسے ٹک ٹک دیکھتی رہی، بجھی ہوئی نظروں سے۔ مسکراہٹ کی وہ ہلکی سی پرچھائیں، جو معمولی تواضع اور خوش‌اخلاقی کا تقاضا ہوا کرتی ہے، وہ بھی اس کے چہرے پر نہ آنے پائی۔ گانیا کا دل بیٹھ گیا۔ ٹوکنے کا نہ موقع تھا، نہ کچھ حاصل، بس واریا کو اس نے یوں غصے سے گھورا کہ وہ نظر سے پہچان گئی کہ یہ لمحہ میرے بھائی پر کس قیامت کا گزرا ہے۔ شاید اسے فوراً خیال آیا کہ کسی قدر مروت سے کام لے اور مصلحتاً نستاسیا کی طرف

کچھ مسکرادی۔ (ابھی تک اس خاندان میں سب ایک دوسرے کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔) ماں نینا الیکساندرووونا نے بگڑی بات ذرا بنا لی۔ گانیا نے گھبراہٹ میں پہلے بہن کو اور پھر ماں کو متعارف کرایا، بلکه ماں کو اس سے ملانے کےلئے پاس لایا۔ ابھی نینا نے اسے دیکھ کر ''اپنی دلی مسرت،، کا اظہار شروع ھی کیا تھا که نستاسیا نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے آناًفاناً گانیا کو مخاطب کیا اور (حالانکه بیٹھنے کو ابھی کہا نہیں گیا تھا) چھوٹے سے صوفے پر جو کھڑکی کے پاس ایک کونے میں رکھا تھا، بیٹھتے ہوئے اس نے پکار کر پوچھا:

''آپ کا دفتری کمرہ کہاں ھے؟ اور وہ کرایه‌دار کہاں رہتے ھیں؟ آپ کرایه‌دار رکھتے ھیں نا اپنے گھر میں؟،،

شرم کے مارے گانیا کا چہرہ لال ھوگیا۔ زبان میں گرہ پڑ گئی۔ وہ جواباً کچھ کہنے کی کوشش میں تھا که نستاسیا اور آگے بڑھ گئی:

''یہاں جگه کہاں ھے مہمان کرایه‌دار رکھنے کی؟ آپ کا تو دفتری کمرہ تک نہیں ھے۔ اس سے کچھ نفع ھے آپ کو؟،، وہ جھٹکے کے ساتھ نینا الیکساندرووونا سے مخاطب ہوئی۔

''جھنجھٹ کا کام ھے ذرا،، وہ جواب دینے لگی ''ظاھر بات ھے که کچھ نه کچھ نفع بھی ھوگا ھی۔ دیکھئے نا، ابھی حال میں ھم لوگ یہاں...،،

نستاسیا نے پھر سنی ان سنی کر دی۔ وہ گانیا کی طرف دیکھتی، ھنستی اور اس کے منه پر چیخ رھی تھی:

''یه آپ کی صورت کو کیا ھوا؟ اف خدایا، اس منٹ آپ نے صورت کیسی بنا رکھی ھے!،،

اس ھنسی کو چند لمحے گزرے اور گانیا کا چہرہ بہت ھی بے کینڈے ھو گیا۔ اس کا دم بخود رہ جانا، مسخرےپن کی اور بزدلانه خود فراموشی کا اثر ایک دم جاتا رھا، لیکن چہرے پر ھوائیاں اڑ رھی تھیں۔ ھونٹ اندرونی اضطراب کے مارے ترچھے ھو گئے تھے۔ وہ چپ چاپ ٹکٹکی باندھے، بدحواسی سے اپنے مہمان کی صورت برابر تکے جارھا تھا اور مہمان کی مسکراھٹ تھمتی نہیں تھی۔

ایک اور مشاہد بھی یہیں موجود تھا، نستاسیا کو دیکھتے ہی اس کے اوسان بھی خطا ہو چکے تھے اور اب تک اگرچہ اس عالم سے نکلا نہیں تھا، ملاقاتی کمرے کے دروازے پر جوں کا توں ''لکڑی کے لٹھے،، کی طرح کھڑا رہ گیا تھا، تاہم اس نے گانیا کا چہرہ رنگ بدلتے اور تلخی پھیلتے دیکھ لیا تھا۔ یہ مشاہد تھا پرنس۔ گویا کسی قدر خوف سے اور مشین کی طرح بےارادہ اس نے قدم آگے بڑھایا۔

''پانی پی لیجئے، اور اس طرح سے مت دیکھئے...،، پرنس نے گانیا سے سرگوشی میں کہا۔

ظاہر تھا کہ پرنس کے منہ سے یہ بات بلا کسی غرض کے نکلی تھی، اس کے پس پشت کوئی خاص نیت نہیں تھی۔ جو فوری تدبیر سوجھی، وہی کہہ دی لیکن ان الفاظ کا اثر بےپناہ ہوا۔ گانیا کا سارا غیظ و غضب پرنس پر ہی پھٹ پڑا۔ اس نے پرنس کے شانے زبردستی پکڑ لئے اور آنکھیں نکال کر اسے انتقام و نفرت سے دیکھا، کہا کچھ نہیں، گویا منہ سے لفظ نکالنے کی سکت ہی نہیں تھی۔ سب پریشان سے ہو گئے: نینا الیکساندرووِنا کے حلق میں چیخ پھنس کر رہ گئی۔ پتیت‌سن اضطراب کے مارے آگے بڑھ آیا، کولیا اور فردی‌شینکو دروازے تک آگئے تھے، وہیں ٹھٹک کر رہ گئے، صرف ایک واریا تھی جو پہلے کی طرح اب بھی بھووں کے نیچے سے دیکھے جا رہی تھی، اس نے غور سے یہ منظر دیکھا۔ وہ بیٹھی نہیں تھی، ماں کے پاس کھڑی تھی سینے پر ہاتھ باندھے۔

مگر گانیا نے اسی لمحے، اس حرکت کے سرزد ہوتے ہی اپنے حواس بجا کئے اور اس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ اب وہ اپنے قابو میں آگیا تھا۔

''کون ہیں آپ، پرنس، ڈاکٹر ہیں یا کیا؟،، جس قدر خوش مزاجی اور بےتکلفی ممکن تھی، صرف کرتے ہوئے اس نے باآواز بلند پوچھا۔ ''مجھے ڈرا ہی دیا تھا آپ نے! نستاسیا فلی‌پوونا ان صاحب سے تعارف کراؤں، نہایت بیش قیمت چیز ہیں یہ۔ اگرچہ خود میری ملاقات آج صبح ہوئی ہے۔،،

نستاسیا فلی‌پوونا پرنس کو تکتی رہ گئی۔

''پرنس؟ کیا کہا، پرنس؟ ارے ذرا غور تو کیجئے، میں تو

کچھ پیشتر سمجھی تھی وہاں دروازے کے باہر کہ یہ کوئی خدمتگار ہیں - میں نے انہیں اندر اطلاع دینے بھیجا — ہا، ہا، ہا!،،

''کوئی آفت نہیں، کوئی آفت نہیں!،، فردی‌شینکو نے لقمہ دیا، جلدی سے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اور اس بات پر بغلیں بجاتے ہوئے کہ لوگ ہنسنے تو لگے- ''کوئی آفت نہیں * Se non è vero ...''

''میں تو ڈانٹ ڈپٹ کرتے کرتے رہ گئی، پرنس، معاف کیجئے براہ کرم - اور ہاں فردی‌شینکو، آپ یہاں کیسے؟ اس وقت؟ میں سوچ رہی تھی کہ ہونہو، اس وقت آپ سے یہاں سامنا نہیں ہوگا- کون؟ کونسے پرنس؟ میشکن؟،، اس نے گانیا سے پھر دریافت کیا- تعارف کراتے وقت بھی وہ پرنس کا گریبان اسی طرح پکڑے ہوئے اور اسے سامنے کئے ہوئے تھا-

''ہاں، ہمارے مہمان کرایہ‌دار ہیں،، گانیا نے دوہرایا-

بدیہی بات تھی کہ پرنس کو ایک عجوبے کے طور پر پیش کیا گیا تھا (جو ایک مصنوعی صورت‌حال سے نکلنے کا بہانہ بنا تھا)- پرنس کے کان میں تو یہاں تک بھنک پڑی کہ جب اسے متعارف کرایا گیا تو غالباً فردی‌شینکو نے پیٹھ پیچھے سرگوشی میں لفظ ''ایڈیٹ،، بھی اپنی طرف سے بڑھا دیا نستاسیا کو سنانے اور وضاحت کرنے کی خاطر -

''ذرا یہ تو بتائیے کہ ابھی کچھ دیر پیشتر، جب مجھ سے اتنی زبردست غلطی ہوئی تو ... آپ نے وہ دور کیوں نہ کردی؟،، نستاسیا فلی‌پوونا پرنس کو سر سے پاؤں تک بڑی بے‌تکلفی سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی- اسے بے‌صبری سے جواب کا انتظار تھا گویا یقین تھا کہ جواب اتنا احمقانہ ہوگا کہ اس پر خواہ مخواہ ہنسی چھوٹ جائے گی-

''میں آپ کو اچانک سامنے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا تھا،، پرنس نے دبی آواز میں جواب دیا-

''آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ میں ہی ہوں؟ آپ نے مجھے پہلے کہاں دیکھا تھا؟ عجیب بات، میں واقعی، پرنس کو کہیں دیکھ چکی ہوں جیسے؟ یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ جب دیکھا

---

* اگرچہ صداقت نہیں اس میں-

تو آپ وہیں کے وہیں جم کر کیوں رہ گئے، ایسی کون سی بات ہے مجھ میں انسان کو پتھرا دینے والی؟،،

''تو پھر — کیا دیر ہے، تو پھر ؟،، مسخرے پن کی صورت بنا کر فردی‌شینکو بولا۔ ''دیکھتے کیا ہو، اوف خدایا، اگر کہیں مجھ سے پوچھا ہوتا تو میں کیا کچھ جواب نہ دیتا! ہاں بول پڑو... پرنس، تم ہو عقل کے کولھو آخر!،،

''میں بھی آپ کی جگہ ہوتا تو کیا کچھ کہہ گیا ہوتا،، پرنس نے فردی‌شینکو کو چھیڑا۔ ''تھوڑی دیر قبل آپ کے فوٹو نے مجھے حیرت‌زدہ کردیا تھا،، اس نے نستاسیا فلی‌پوونا کے جواب میں کہا ''پھر جنرل یپان‌چین کے گھرانے میں بھی آپ کا تذکرہ کیا تھا میں نے۔ آج صبح پیترسبورگ اسٹیشن پہنچنے سے پہلے ریل میں پرفیون رگوژین کی زبانی بہت کچھ سننے میں آیا آپ کے بارے میں... اور ٹھیک اس لمحے جب میں نے دروازہ کھولا آپ ہی میرے دماغ میں گھوم رہی تھیں۔ دروازہ کھولا تو آپ موجود۔،،

''مگر آپ نے مجھے پہچانا کیسے کہ میں ہی ہوں؟،،

''فوٹو دیکھ چکا تھا...،،

''اور ؟،،

''اور ایسے کہ میرے تصور میں آپ عین‌مین ایسی ہی تھیں... معلوم ہوتا ہے، کہیں آپ کو دیکھ چکا ہوں۔ ،،

''کہاں بھلا؟،،

''یہ آپ کی آنکھیں ضرور میری دیکھی ہوئی ہیں۔ مگر کہاں دیکھتا! ناممکن! ایسے ہی کہہ دیا... میں تو یہاں کبھی آیا نہیں، کبھی رہا نہیں۔ ممکن ہے، خواب میں دیکھی ہوں...،،

''ارے واہ — پرنس! کیا بات! نہیں، میں اپنے لفظ: se non è vero واپس لیتا ہوں۔ دیکھو تو، دیکھنا، کیا کہہ گئے بالکل معصومیت سے!،، فردی‌شینکو افسوس کرتے ہوئے بولا۔

پرنس نے اپنے چند جملے گھبراہٹ میں، لفظ توڑ توڑ کر، سانس تھام تھام کر کہے تھے۔ شدید اضطراب کی تمام علامتیں اس پر طاری تھیں۔ نستاسیا فلی‌پوونا اسے دیکھتی رہی توجہ اور اشتیاق کے ساتھ لیکن ہنسی نہیں۔ ٹھیک اسی منٹ ایک اور بلند آواز ہجوم کی پشت پر سے سنائی دینے لگی جس نے بڑھ کر نستاسیا اور

پرنس کے درمیان چھیڑ کر دی اور مجمع کو، یوں کہنا چاہئے کہ، داھنے بائیں برابر دو حصوں میں بانٹ دیا۔ اب نستاسیا فلی‌پوونا کے روبرو اس خاندان کے سربراہ جنرل ایولگین موجود تھے۔ وہ فراک کوٹ پہنے، سلیقے کے لباس میں، مونچھوں کو تاؤ دئے حاضرین کے سامنے نمودار ہو چکے تھے۔

یہ بات گانیا کی برداشت سے باھر تھی۔

بدظنی کی، جنون کی حد تک خودپسند اور خودبین گانیا، جو گزشتہ دو ماہ سے ایسے امکان کی تلاش میں تھا جس کے بل پر وہ اپنی شرافت کا سکہ جما سکے؛ دل میں یہ پھانس لئے ہوئے کہ جو راہ چنی ھے، اس میں نوآموز ھے، کیا خبر ثابت‌قدم رہ سکے یا ڈگمگا جائے؛ تنگ آ کر یہ فیصلہ کئے ہوئے کہ اپنے گھر میں، جہاں من مانی کرتا تھا، رذالت پر اتر آئے گا، لیکن نستاسیا فلی‌پوونا کی موجودگی میں کچھ بھی کرگزرنے کی ھمت نہ پڑی، کہ نستاسیا آخری لمحے تک اسے دبدھے میں ڈالے ہوئے تھی اور بیدردی سے اس پر، بقول خود ''بےصبر قلاش،، پر اپنی بالا دستی قائم کئے ہوئے تھی، اپنے بارے میں اس عورت کا یہ قول خود گانیا کے کان میں پڑ چکا تھا؛ اور وہ پکی قسمیں کھا چکا تھا کہ وقت آنے پر ساری زیادتیوں کا بدلہ چکا دےگا، مگر بعض اوقات دل سے یہ طفلانہ سرگوشی بھی کر لیتا کہ شاید سارے بل نکل جائیں اور معاملات کی گتھی آسانی سے سلجھ جائے، — اب اسے یہ تلخ جام بھی اپنے گلے اتارنا پڑا، اور وہ بھی ایسے موقع پر! ایسی صورت‌حال جس کا سان‌گمان نہ تھا، خودنمائی کے شوقین آدمی کےلئے ایک عذاب ناگہانی — اپنے خاندان کے سبب، خود اپنے ھی گھر میں شرم سے پانی پانی ہونا اس کی قسمت میں لکھا تھا۔ ''ھاں، واقعی، جو صلہ ملنا ھے، وہ اتنی ساری مصیبتوں کا بھگتان کرنے کے قابل بھی ھے؟،، لمحہ بھر کو گانیا کے دماغ میں یہ خیال کوند گیا۔

ٹھیک اسی لمحے وہ واردات پیش آئی جو دو مہینے سے خواب پریشاں بنی ہوئی تھی، جس کے تصور سے ھی دل لرزنے لگتا تھا، اور وہ شرم سے بدحال ہو جاتا تھا: آخر وہ لمحہ آپہنچا، گانیا کے والد بزرگوار کی نستاسیا فلی‌پوونا سے ملاقات۔ کئی بار پہلے بھی اس نے عالم خیال میں یہ بھیانک منظر دیکھا تھا کہ شادی کی

تقریب میں جنرل کیسے پیش آئیں گے، مگر اس دردناک منظر کے تصور سے ہی دل کانپ اٹھتا، اور وہ تاب نہ لاتے ہوئے، اسے دماغ سے نکال پھینکتا۔ ممکن ہے گانیا نے آنے والی اس مصیبت کو خواہ مخواہ کا ہوا بنا رکھا ہو۔ خودپسند لوگوں کو یہ مرض ہمیشہ لگا رہتا ہے۔ گزشتہ دو مہینے اسی ادھیڑبن میں گزر گئے اور بالآخر ایک فیصلہ کیا، گانیا نے جی میں ٹھان لی کہ کوئی نہ کوئی جتن کر کے اپنے باپ کو، وقتی طور پر سہی، لیکن منظر سے خارج کر دیا جائے۔ اگر بس چلے تو انہیں شہر پیٹرسبورگ سے باہر رکھا جائے — چاہے والدہ اس پر ناراض ہوں یا رضامند، مگر یہ کرنا ہی پڑے گا۔ ابھی دس منٹ پہلے، جب نستاسیا نے اس گھر میں قدم رکھا تو گانیا ایسا سکتے میں آ گیا، اتنا بدحواس ہوا کہ اس منظر میں والد بزرگوار کی آمد سے غافل ہو گیا اور اس خطرے کی پیش بندی نہ کر سکا۔ اتنے میں جنرل آن پہنچے سب کی آنکھوں کے سامنے — بنے سنورے، سوٹ بوٹ میں ملبوس۔ وہ بھی عین اس موقع پر، جب (گانیا کو پورا یقین تھا کہ) نستاسیا فلی‌پوونا ''کسی نہ کسی بہانے اس پر اور اس کے گھروالوں پر تمسخر کی بوچھار کرنے،، آئی ہے۔ اور سچ بھی ہے کہ اگر نستاسیا اس نیت سے نہیں تو پھر کس لئے یہاں آئی؟ گانیا کی ماں اور بہن سے رسم و راہ پیدا کرنے یا خود انھی کے گھر میں ان کا مذاق اڑانے، تذلیل کرنے؟ مگر جس طرح دونوں فریق صف آرا تھے، اسے دیکھ کر تو شک‌وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ گانیا کی ماں اور بہن ایک طرف منہ لٹکائے بیٹھی تھیں اور نستاسیا فلی‌پوونا ان کے وجود سے بظاہر بےخبر اور بےنیاز کہ وہ بھی اسی کمرے میں موجود ہیں — یوں پیش آرہی تھی تو مطلب یہ کہ اپنے جی میں کچھ ٹھان کر آئی ہے۔

فردی‌شینکو نے جنرل کا بازو تھاما اور سہارا دیتا آگے لایا۔

''میں ہوں اردالیون الیکساندرووچ ایولگین،، سر کو ہلکا سا خم دے کر اور لبوں پر مسکراہٹ لا کر جنرل نے سلیقے سے اپنا تعارف کرایا ''بوڑھا بدقسمت فوجی، اور اس خاندان کا سرپرست ہوں جو خوش قسمتی سے آپ جیسی گلفام کو اپنے میں شریک کرنے کا آرزومند...،،

ابھی جنرل نے جملہ پورا نہ کیا تھا کہ فردی‌شینکو نے پیچھے

سے کرسی بڑھا دی اور خاندان کے سرپرست چونکہ کھانے پینے کے بعد ذرا بوجھل تھے تو اپنے قدموں پر سنبھل نہ سکے، بلکہ یوں کہئے کہ اس کرسی پر ڈھیر ہو گئے۔ پھر بھی انھوں نے اپنے حواس قائم رکھے۔ نستاسیا کے مقابل جم کر انھوں نے بڑے تکلف اور اہتمام کے ساتھ اس کی نازک انگلیاں تھامیں اور انھیں اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ ویسے بھی جنرل کو گڑبڑا دینا کچھ آسان کام نہیں تھا۔ وہ خود کو لئے دئے رہتے تھے۔ بدن میں کسی قدر جھول آجانے کے باوجود ان کے حلیے میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ خاصے ڈیل ڈول کے آدمی تھے اور اپنی اس خوبی سے خود اچھی طرح آگاہ بھی تھے۔ ایک سے ایک اعلا سوسائٹی میں ان کی عمر گزری تھی اور وہاں سے نکلے ہوئے ابھی دو تین سال سے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا۔ تب سے چند کمزوریوں نے ان کے معمول میں راہ پا لی تھی۔ تاہم پہلے کے سے آداب اور پسندیدہ طور طریق آج بھی برقرار تھے۔ جنرل کی آمد سے، بظاہر، نستاسیا کی منہ مانگی مراد برآئی۔ ان کے بارے میں وہ بہت کچھ سن چکی تھی۔

''سنتا ہوں کہ میرا فرزند...،، جنرل نے لب کشائی کی۔

''جی ہاں، آپ کے فرزند! اور ابا جی آپ بھی خاصے پاپی ہیں! کبھی آپ نے میرے ہاں آنے کی زحمت نہ فرمائی، کیا بات؟ آپ خود چھپتے رہے یا صاحبزادے نے چھپائے رکھا؟ کبھی تشریف لاتے تو آپ کے نام کو بٹا لگنے کا اندیشہ نہیں تھا۔ ،،

''ارے، یہ انیسویں صدی کی اولاد اور اس کے والدین...،، جنرل نے پھر آگے کہنا چاہا۔

''نستاسیا فلی پوونا! براہ کرم، آپ جنرل صاحب کو فی الحال اجازت دیجئے۔ انھیں جانا ہے، کوئی بلا رہا ہے،، جنرل کی بیوی نے باواز بلند کہا۔

''اجازت دیجئے، کیا مطلب؟ ان کے بارے میں اتنا کچھ سن چکی ہوں۔ ان سے ملنے کو اتنا جی چاہتا تھا۔ اور اب انھیں کاہے کی مصروفیت؟ ریٹائر ہو گئے، فرصت ہی فرصت ہے۔ کیوں جنرل صاحب، آپ مجھ سے منہ پھیر کر چل دیں گے؟،،

''وعدہ کرتی ہوں کہ وہ خود آپ کے پاس آجائیں گے لیکن فی الحال انھیں آرام کی ضرورت ہے۔،،

''جنرل اردالیون صاحب، دیکھئے، کہتے ہیں کہ آپ کو آرام چاہئے!،، نستاسیا نے منہ پھلا کر ناگواری سے اونچی آواز میں احتجاج کیا جیسے وہ ضدی بچے بگڑ کر چیختے ہیں جن کا کھلونا چھینا جا رہا ہو۔ جنرل نے سنا اور اپنی پوزیشن کو اور احمقانہ رنگ دینے میں رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔

''میری عزیز — میری عزیز!،، جھڑکنے کے انداز میں، لیکن خاص شان کے ساتھ جنرل نے بیوی کو ٹوکا اور دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

''آپ سرکیں‌گی نہیں یہاں سے اماں؟،، واریا نے ماں پر آواز لگائی۔

''نہیں — میں نہیں ٹلوں گی۔ آخر تک بیٹھوں‌گی۔،،

ممکن نہیں تھا کہ ماں بیٹی کا سوال جواب نستاسیا نے نہ سنا ہو، لیکن اثر یہ ہوا کہ وہ اور بھی مگن ہو گئی۔ چھوٹتے ہی اس نے جنرل پر سوالوں کی بوچھار کر دی اور پانچ منٹ کے اندر جنرل اپنی شان بگھارنے اور مزے مزے میں دوں کی لینے لگے، حالانکہ اس حرکت پر تمام حاضرین باآواز ہنسے جا رہے تھے۔

کولیا نے پرنس کی آستین کھینچ کر اشارہ کیا:

''سنئے، آپ ہی کوئی تدبیر کیجئے! کیوں، کچھ نہیں ہو سکتا کیا؟ کچھ سبیل کیجئے نا!،، بچارہ لڑکا پریشان تھا اور الجھن کے مارے اس کی آنکھوں میں بوندیں لرزنے لگی تھیں، آپ ہی آپ اس کے منہ سے نکلا ''یہ گانیا کم‌بخت!،،

''جنرل ایوان یپان‌چین سے واقعی بہت دوستی رہی میری،، جنرل موصوف نے نستاسیا کے پوچھنے پر بالآخر بےتکلف کہہ ڈالا۔ ''میں، جنرل یپان‌چین اور مرحوم پرنس لیو نکولائی‌وچ میشکن، جن کے صاحب‌زادے کو آج میں نے کوئی بیس برس کی جدائی کے بعد گلے لگایا ہے، ہم تینوں کا تن من سے ساتھ تھا۔ یوں کہئے کہ ایک نگڈم تھا ہمارا — Athos، Porthos اور Aramis * ۔ ہائے، افسوس! ایک تو قبر میں پہنچا، الزام اور گولی کھا کر، دوسرا یہ آپ کے سامنے ہے جسے آج بھی الزام اور گولیوں کا سامنا ہے...،،

---

* Athos, Porthos, Aramis — دوما کے ناول «Three musketeers» کے تین کردار جو رزم و بزم میں ساتھ رہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

''گولیوں کا سامنا؟،، نستاسیا حیرت سے پکاری -
''جی ہاں — گولیاں میرے سینے میں پیوست ہیں - قارص کے محاصرے میں لگی تھیں - موسم خراب ہو تو ٹیس اٹھنے لگتی ہے - یہ سب سہی، لیکن، اور معاملات میں فلسفی کی طرح دن کاٹ رہا ہوں - چلتا پھرتا ہوں، گھومتا ہوں، اپنے کیفے میں ڈرافٹ کھیلتا ہوں - جیسے کوئی بورژوا، ساری ذمہ‌داریوں سے آزاد - فرانسیسی رسالہ «L'Indépendance» پڑھ لیتا ہوں - اب رہے وہ تیسرے ہمارے Porthos، پپان‌چین، تو ریل کے سفر کے دوران ٹینی کتے کے چکر میں ایک دفعہ کوئی تین برس پہلے ان سے بات بگڑ گئی، اور قصہ ختم ہوا -،،
''ٹینی کتا! تو کیا ہوا تھا؟،، نستاسیا نے بہت کرید کر پوچھا - ''یہ جو آپ نے فرمایا ٹینی کتے کے چکر میں — ریل کے سفر کے دوران؟..،، نستاسیا کے سوال سے ظاہر تھا کہ وہ اپنی یادداشت پر زور دے رہی ہے -
''ہاں، احمقانہ واقعہ ہے، سنانے کے قابل بھی نہیں - ایک گورنس تھی مسز اشمڈتھ، پرنسس بیلوکونسکایا کے یہاں، اس پر بات بگڑ گئی، خیر، اب اسے دھرانا کیا، جانے دو !،،
''مگر آپ سنائیے ضرور !،، نستاسیا نے مزا لیتے ہوئے اصرار کیا -
''میں نے بھی آج تک نہیں سنا،، فردی‌شینکو نے تائید کردی - «C'est du nouveau!» *
''اردالیون الیکساندرووچ جناب!،، جنرل کی بیوی کی پکار میں ٹل جانے کی التجا تھی -
''پاپا، آپ کو ادھر بلایا جا رہا ہے،، کولیا بیٹے نے صدا لگائی -
''احمقانہ قصہ ہے، بس دو لفظوں میں،، جنرل نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا - ''دو سال ہوئے، ہاں دو سال کے قریب - نئی ریلوے لائن کھلی تھی - ایک بہت ہی اہم ڈیوٹی پر گھر سے نکلا، اپنے عہدے کا چارج دینا تھا - (شہری طرز کا اوورکوٹ پہنے) میں چلا اور فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لیا - ڈبے میں داخل ہوا -

---

* ہے کوئی ان‌سنی بات!

بیٹھا، سگار پئے جارہا ہوں۔ ڈبے میں اکیلا بالکل۔ گاڑی کے ڈبے میں تمباکونوشی کی ممانعت نہیں ہے، مگر اس کی اجازت بھی نہیں۔ بس، یوں سمجھئے کہ عام طور سے سگرٹ سگار پینے کی کوئی سخت مناہی نہیں ہوتی، پینےوالے کو دیکھتے ہیں کہ کون ہے۔ کھڑکی گری ہوئی تھی۔ گاڑی نے سیٹی دی۔ چلنےوالی تھی کہ اتنے میں دو لیڈیز داخل ہوئیں۔ ایک ٹینی کتا ساتھ میں۔ عین میرے سامنےوالی سیٹ پر آبیٹھیں؛ دیر سے آئی تھیں؛ دونوں میں سے ایک کا تو بڑا شوخ شاندار لباس تھا، ھلکا نیلا۔ دوسری ذرا متانت لئے ہوئے، سیاہ ریشم کے کپڑے اور مفلر۔ دونوں اچھی خاصی۔ آنکھ سے رعونت ٹپکتی تھی۔ دونوں انگریزی میں بات کئے جا رھی تھیں۔ خیر، مجھے کیا، میں بیٹھا سگار پیتا رھا۔ سوچا بھی کہ دھواں اڑانا روک دوں، مگر کوئی بات نہیں، کھڑکی تو کھلی تھی، ادھر دھواں چھوڑا۔ کتا نیلے اور شوخ لباس‌والی کے زانو پر چین سے بیٹھا تھا۔ چھوٹا سا تھا، میری مٹھی برابر۔ کتا کالا، پنجے اس کے سفید، اچھوتی چیز۔ گلے میں چاندی کا پٹہ پڑا ہوا، جس پر کتے کا نام لکھا تھا۔ مجھے کیا مطلب! اتنے میں دیکھتا ہوں تو وہ دونوں ناک بھوں چڑھا رہی ہیں، پوچھو، کیا وجہ؟ تو وہ میرا سگار پینا۔ ایک جو تھی، کچھوے کی کھال‌والی لورنیٹ میں سے مجھے گھورنے لگی۔ میں پھر ویسے ھی بےپروا۔ کیونکہ، دیکھو نا، زبانی تو کچھ کہا نہیں۔ اگر زبان ھلائی ہوتی، منہ سے بولتیں، روکتیں، ٹوکتیں، تو کچھ بات بھی تھی — آدمی کے منہ میں زبان کس لئے ہے! دونوں چپ... کہ اتنے میں، اور یقین کرنا کہ کچھ کہے سنے بغیر، نہ اشارہ، نہ کنایہ، نہ ایک بول، بس، ایک دم، جیسے دماغ چل گیا ہو، وہ جو نیلے شوخ کپڑوں‌والی تھی، اس نے میرے ہاتھ سے سگار نوچا اور کھڑکی کے باھر۔ گاڑی اڑی چلی جارھی، اور میں دم بخود نہ کشیدم۔ عورت جنگلی تھی، بالکل وحشی، سچ پوچھو تو جنگلی‌پن کی شکار۔ بہر حال، بڑی پکی، جاندار، بھرے بھرے بدن کی قدآور عورت، سنہرے بال، گال لال (کچھ زیادہ ھی لال تھے)، آنکھیں مجھ پر چمکائے جائے۔ اب میں کیا کروں! ایک حرف منہ سے نکالے بغیر، انتہائی تمیزداری کے ساتھ، حد درجہ شرافت اور لحاظ کے ساتھ،

بڑی نازک احتیاط کے ساتھ، میں نے اس ٹینی کتے کی طرف دو انگلیاں بڑھائیں، سلیقے اور صفائی سے اس کی گردن تھامی، جھٹکے سے اٹھا اور کھڑکی کے باہر جہاں میرا سگار گیا تھا، اسے بھی اڑا دیا۔ وہ ذرا ھاؤں کرکے رہ گیا — اور بس گیا۔ گاڑی فراٹے بھرے جا رہی تھی...،،

''آپ تو جن نکلے!،، نستاسیا نے قہقہہ مارتے اور بچیوں کی طرح تالی بجاتے ہوئے بےساختہ کہا۔

''واہوا، کمال!،، فردی‌شینکو پکارا۔ اور تو اور پتیت‌سن بھی ھنس پڑا جسے یہاں اس وقت جنرل کی آمد سخت ناگوار گزری تھی۔ کولیا کو بھی ھنسی آگئی اور وہ بھی پکارا ''شاباش!،،

''اور میں حق پر تھا۔ حق پر، تین گنا حق پر!،، جنرل نے بڑی شان سے خود کو تھپکا ''دیکھو، بھلا، اگر ریل کے ڈبے میں سگرٹ پینا منع ھے تو کتا لانا اور بھی منع ھوا۔،،

''شاباش، پاپا!،، کولیا کو بہت لطف آیا ''کیا شاندار بات ہوئی، واہ! میں بھی ضرور، بالضرور، یہی کرتا، ایسے ھی کرتا!،،

''پھر وہ لیڈی، اس نے؟،، نستاسیا کو آگے تک جاننے کی بےصبری تھی۔

''وہ؟ ساری ناگواری تو اسی سے شروع ھوتی ھے،، برا سا منہ بنا کر جنرل نے قصہ آگے بڑھایا۔ ''منہ سے ایک لفظ کہے سنے بغیر، ذرا بھی تیور بدلے بغیر اس نے پورا جھانپڑ، میرے منہ پر! جنگلی عورت، بالکل ھی جنگلی پن کا شکار!،،

''اور آپ نے؟،،

جنرل نے آنکھیں جھکا لیں، بھویں اٹھائیں، شانے اچکائے، ہونٹ سکیڑے، دونوں ھاتھ پھیلا دئے، کچھ سوچا اور ایک دم بولے:

''میں بےقابو ھوگیا!،،

''زور سے ھاتھ مار دیا کیا؟،،

''خدا گواہ، بالکل زور سے نہیں! رٹاکا ھوا مگر مارپیٹ نہیں۔ ایک بار میں نے دھکیل دیا اس طرف، صرف دھکیل کر ھٹا دیا، اور کچھ نہیں۔ لیکن شیطان بیچ میں کود پڑا۔ وہ جو ھلکے نیلے رنگ‌والی تھی، وہ کوئی انگریز عورت نکلی۔ یا تو گورنس ہوئی یا پرنسس بیلوکونسکایا کی سہیلی وغیرہ تھی۔ ایسا ھی کوئی رشتہ۔

وہ جو کالے ڈریس میں تھی وہ بیلوکونسکی والوں کی بڑی لڑکی، قریب قریب ۳۰ برس کی بن بیاھی بہن۔ اب آپ جانیں کہ بیگم جنرل پیان‌چین اور بیلوکونسکی‌والوں میں کس قدر گاڑھی چھنتی ہے۔ لڑکیوں کے گھر کہرام مچ گیا۔ رونا پیٹنا، مٹھی بھر کتے کے غم میں چھیوں بہنوں نے آنکھوں سے نالے بہا دئے، وہ انگریز عورت بھی بےحال ہو گئی۔ جیسے قیامت ٹوٹ پڑی۔ آخر میں خود پہنچا صفائی پیش کرنے۔ معافی طلب کی، خط لکھے۔ مگر وہ تو صورت دیکھنے کی روادار نہیں۔ پیان‌چین‌والوں سے ناچاقی، بےتعلقی، ذات باھر!،،

''مگر معاف کیجئے، یہ کیسے؟،، نستاسیا فلی‌پوونا چونک کر پوچھنے لگی ''پانچ چھ دن ہوئے، میں نے «L' Indépendance» میں دیکھا، میں یہ رسالہ مستقل پڑھتی ہوں، تو اسی میں یہ واقعہ نظر سے گزرا۔ بالکل، قطعی، یہی واقعہ! رائن دریا کے علاقے کی کسی ریلوے لائن پر یہ واقعہ پیش آیا، مرد فرانسیسی تھا اور عورت انگریز۔ سگار کا منہ سے نکالا جانا، اور پھر اسی نسل کے کتے کا کھڑکی سے باھر پھینکا جانا، عین‌مین اسی طرح درج ہوا ہے — بلکہ اور تو اور، اس واقعے کا خاتمہ بھی وھی ہے جو آپ نے سنایا۔ یہاں تک کہ عورت کا ڈریس بھی ہلکے نیلے رنگ کا تھا!،،

جنرل کا چہرہ بری طرح سرخ ہو گیا۔ کولیا کا بھی شرم کے مارے رنگ بدل گیا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ پتیتسن نے جلدی سے منہ پھیر لیا۔ فردی‌شینکو، البتہ ویسے ھی قہقہے مارتا رہا۔ گانیا کا حال بیان سے باھر تھا۔ وہ ساکت و صامت کھڑا ایک عذاب میں مبتلا تھا۔

''مگر آپ یقین کیجئےگا،، جنرل بڑبڑائے ''کہ عین یہی واقعہ میرے ساتھ پیش آیا تھا...،،

''پاپا سے مسز اشمڈتھ کا، وہ جو بیلوکونسکی‌والوں کے ھاں گورنس ھیں، جھگڑا تو ضرور ھوا تھا، مجھے یاد ہے'' کولیا نے قریب قریب چیخ کر تصدیق کی۔

''مگر بالکل ھو بہو وھی واقعہ، یورپ کے دو سروں پر ایک سا، اور تفصیلات بھی لفظ بلفظ وھی؟ یہاں تک کہ عورت کا لباس بھی وھی ہلکا نیلا!،، بیدرد نستاسیا نے باصرار کہا ''میں آپ

کو «Indépendance Belge» کی وہ کاپی بھیجونگی ضرور!''
''مگر، یہ نہ بھولئے کہ میری اس آپ‌بیتی کو تقریباً دو سال ہو گئے...''، جنرل کو اپنی بات کی پخ تھی۔
''اچھا، تو یہ فرق ہوا!''
نستاسیا فلی‌پوونا اتنا کہہ کر بےتحاشا ہنسنے لگی۔
''پاپا ــ آپ سے دو بول کہنے ہیں، ذرا باہر آ جائیے''، گانیا نے مشینی انداز میں باپ کا شانہ تھامکر کانپتی ہوئی، دکھی آواز میں بےاختیار کہا۔ اس کی آنکھیں نفرت سے دھک رہی تھیں۔
ٹھیک اسی لمحے دروازے کی گھنٹی اس زور سے بجی گویا بجتے بجتے ٹوٹ کر ناکارہ ہو جائےگی۔ ظاھر تھا کہ اس بار کوئی غیرمعمولی قسم کی آمد ھے۔ کولیا دروازہ کھولنے کےلئے لپکا۔

۱۰

دروازے کے اندر ایک دم چہل پہل ہو گئی، شور برپا ہوا۔ ملاقاتی کمرے میں سے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ فلیٹ میں ایک ساتھ کئی آدمی گھس پڑے ھیں اور داخلہ برابر جاری ھے۔ کئی آوازیں ایک ساتھ بلند تھیں اور غل غپاڑا سنائی دیتا تھا۔ زینے پر بھی آوازیں ھی آوازیں تھیں جس پر ڈیوڑھی کا دروازہ، معلوم ھوتا تھا کہ کھلا ہوا ھے۔ عجیب و غریب قسم کی آمد تھی یہ۔سب کے سب لوگ اسی طرف متوجہ ہو گئے۔ گانیا ہال کمرے کی جانب جھپٹا لیکن اس سے پہلے کہ وہ پہنچے کئی آدمی ہال میں داخل ہو چکے تھے۔
''لو، یہ رہا وہ یہودی!''، پرنس میشکن کی پہچانی ہوئی ایک آواز بلند ہوئی ''ھلو، ارے گانیا، بدمعاش!''
''یہی ھے، یہی''، دوسری آواز نے ھاں میں ھاں ملائی۔
اب پرنس کو شک‌وشبہ کی گنجائش نہیں رہی: ایک آواز رگوژین کی تھی، دوسری لیبیدیف کی۔
گانیا ھکابکا رہ گیا تھا اور ملاقاتی کمرے کی چوکھٹ پر دم بخود کھڑا تھا۔ دس بارہ آدمی جو پرفیون رگوژین کے پیچھے لائن لگائے اندر دھنسے آ رہے تھے، وہ انہیں روکنے سے بھی

معذور تھا۔ بھانت بھانت کے آدمی کی ٹولی تھی، اور صرف رنگ برنگ نہیں بلکہ بیہودہ اور بے‌تنگ ہونے میں بھی آنکھوں کو چبھ رہی تھی۔ ان میں بعض تو منہ اٹھائے ایسے ہی چلے آئے جیسے سڑک پر، کہ اوورکوٹ اور فرکوٹ تک نہیں اتارے۔ مدھوش ان میں کوئی نہیں تھا لیکن ترنگ میں سبھی تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ گھر کے اندر قدم رکھنے کےلئے ایک کو دوسرے کے سہارے کی سخت ضرورت تھی۔ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ! ایک دوسرے کو دیکھ کر شیر ہو رہا تھا اور دھکا پیل میں آگے بڑھا آرہا تھا۔ یہاں تک کہ خود رگوژین اس ہجوم کو آگے لانے میں پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا — مگر کسی خاص نیت سے اس طرح آیا تھا اور صورت سے اداسی، بیزاری اور جھلاہٹ ٹپک رہی تھی۔ دوسرے جو تھے وہ سرغنہ کی ہاں میں ہاں ملانے، یا یوں کہئے کہ ایک دوسرے کی ہمت بندھانے چلے آئے تھے۔ لیبیدیف کے علاوہ بانکا چھیلا زلیوژیف بھی موجود تھا جس نے اپنا فرکوٹ کوریڈور میں اتار پھینکا اور کھلے بندوں، نہایت بے‌تکلفانہ کمرے میں در آیا۔ اسی کی طرح دو تین صاحبان اور بھی آپہنچے غالباً بیوپاری بچے۔ کوئی شخص نیم فوجی اوورکوٹ میں ملبوس؛ کوئی ناٹا اور بےحد موٹا آدمی جس کی ہنسی کسی طرح تھمتی ہی نہیں؛ ایک اور ذات شریف بانس کی طرح لمبے، انتہائی موٹے، غیرمعمولی برے موڈ میں اور زبان پر تالا۔ غالباً ان صاحب کو اپنے گھونسوں پر بڑا ناز ہوگا۔ ڈاکٹری کا ایک طالب علم بھی تھا۔ اور انھی کے ساتھ ایک پچھ‌لگو پولستانی بھی تھا۔ کوئی دو عورتیں بھی شریک شورش تھیں، انھوں نے زینے سے منہ اندر ڈال کر جھانکا ضرور لیکن اندر قدم رکھتے ھچکچا گئیں۔ کولیا نے دھڑام سے ان کے منہ پر دروازہ بھیڑا اور اندر سے چٹخنی لگا دی۔

''سلام رے گانیا — بدمعاش! پرفیون رگوژین آجائےگا، یہ خیال نہیں تھا کیا؟،، رگوژین نے ملاقاتی کمرے تک بڑھتے ہوئے اور گانیا کے عین مقابل قدم روک کر اپنا نام دھرایا۔ نظر گھما کے چاروں طرف دیکھا تو اپنے سامنے نستاسیا فلی‌پوونا کو پایا۔ ظاہر تھا کہ اسے نستاسیا سے یہاں سامنا ہوجانے کا وہم و گمان تک نہ تھا کیونکہ اسے دیکھتے ہی رگوژین کی حالت دگرگوں

ہو گئی۔ رنگ ایسا فق ہوا کہ ہونٹوں پر نیلاہٹ ابھر آئی۔
''ہاں تو یہ بات! سچ نکلی!،، وہ زیرلب بولا گویا اپنے آپ سے کہہ رہا ہو۔ صورت سے ٹپک رہا تھا کہ حواس گم ہیں۔
''انتہا ہو گئی!.. اب اس کا جواب دینا پڑےگا میرے سامنے!،، اس نے دانت پیستے ہوئے اور طیش میں گانیا کو گھورتے ہوئے لفظ چبائے۔ ''ہوں، تو اب بول!،،

اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ لفظ بمشکل ادا ہو رہے تھے۔ ملاقاتی کمرے میں خود بخود قدم حرکت کر رہے تھے۔ مگر جونہی چوکھٹ سے اندر پاؤں رکھا کہ گانیا کی ماں نینا اور بہن واریا سے آنکھیں چار ہوئیں اور وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ قابو سے باہر ہو رہا تھا، پھر بھی کسی قدر الجھن میں پڑ گیا۔ رگوژین کے پیچھے لیبیدیف سائے کی طرح لگا ہوا تھا اور خوب پٹے ہوئے تھا۔ پھر وہ اسٹوڈنٹ، اس کے بعد اپنے گھونسے پر اکڑا ہوا آدمی، پھر زلیوژیف، جو داہنے بائیں سلام جھکا رہا تھا، سب کے آخر میں گھسٹنےوالا وہ ناٹا موٹا۔ کمرے میں معزز خواتین کی موجودگی نے ان سب پر کچھ نہ کچھ روک لگائی اور اصل واقعے کے شروع ہوتے تک وہ ٹھٹکے رہے۔ بس انھیں آوازہ کسنے اور شروعات کرنے کا پہلا بہانہ ہاتھ آگیا۔ ایک بار شروعات ہو گئی تو پھر عورتوں کے احترام وغیرہ کا خیال کسے اور کہاں کوئی روک یا لگام!

''اور یہ کیا؟ پرنس، تم بھی یہیں؟،، بےخیالی میں رگوژین کے منہ سے نکلا۔ پرنس سے یہاں ملاقات ہوگی اس بات پر وہ حیران تھا۔ ''اور ابھی تک وہی عجیب و غریب موزے؟ — افوہ!،، اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ اب وہ پرنس کے وجود سے غافل اور نستاسیا کی طرف متوجہ ہو چکا تھا، اسی کی صورت تک رہا تھا، اسی کی طرف بڑھتا جا رہا تھا جیسے کسی مقناطیس سے کھنچا جائے ہو۔

نستاسیا فلی‌پوونا بھی بےچین تجسس کے ساتھ ان نوواردوں کو تک رہی تھی۔

آخر گانیا نے اپنے حواس درست کر لئے۔

''ذرا معلوم تو ہو، کیا حرکت ہے یہ آخر؟،، اس نے نوواردوں کو تیکھی نظروں سے گھور کر بلند آواز سے ٹوکا، روئے سخن خاص

کر رگوژین کی طرف تھا۔ ''آپ کسی اصطبل میں نہیں آئے ہیں، یہاں میری ماں اور بہن...،،

''ماں اور بہن تو دیکھ رہے ہیں،، رگوژین نے بھنچے ہوئے دانتوں میں سے کہا۔

''ہاں، دکھائی دے رہا ہے ماں اور بہن...،، لیبیدیف نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے گویا اپنا فرض ادا کر دیا۔

گھونسے والے نے غالباً یہ سوچ کر کہ کارروائی کا وقت آگیا ہے، اول فول بکنا شروع کر دیا۔

''بہر حال، آپ لوگوں کو اول تو، سب کے سب ہال میں چلیں،، گانیا نے اتنی گرجدار آواز میں کہا جو قابو سے باہر ہوئی جاتی تھی ''ہال میں چلئے، آخر جاننا چاہوں...،،

''ھش، پہچانتے بھی نہیں،، رگوژین جھلاہٹ میں غرایا اور ٹس سے مس ہوئے بغیر بولا: ''رگوژین کو نہیں پہچانتے؟،،

''میں کہیں آپ سے مل تو چکا ہوں مگر...،،

''ھش، کہیں مل چکے ہو! ابھی تین مہینے پہلے، باپ کی رقم میں سے دو سو روبل تمھارے ہاتھوں ہارا ہوں میں۔ میرے باپ اس کی خبر ہونے سے پہلے ہی دنیا سے سدھار گئے۔ تم وہاں کھینچ کر مجھے لے گئے تھے اور کنیف نام کے آدمی نے پتےبازی کی۔ نہیں پہچانا اب بھی؟ یہ رہا پتیتسن گواہ! دکھا دوں میں تمھیں تین روبل کی رقم، جیب سے نکال کر اور تم شہر کے دوسرے کنارے واسیلیفسکی تک چار ہاتھ پاؤں پر رینگتے چلے آؤ گے — یہ ہے تمھاری اوقات! یہ ہے تمھاری فطرت! اور اب میں جو آیا ہوں تو روپیہ دے کر خریدنے آیا ہوں، سب کا سب! دیکھتے کیا ہو کہ میں ایسے خراب جوتوں میں ہوں؟ اس سے کیا ہوتا ہے! میرے پاس روپے کی کمی نہیں ہے۔ بہت ہے روپیہ۔ اتنا ہے کہ تمھیں اور تمھارے سارے گھربار کو خرید ڈالوں، جی میں ٹھان لوں تو تم سب کے دام چکا دوں کھڑے کھڑے!،، رگوژین بےتحاشا بولے جا رہاتھا، نشے کی لہر گویا چڑھتی جارہی تھی۔ ''ارے ہاں، نستاسیا فلی‌پوونا، بےرخی مت کرنا، بس ایک بات بتا دیجئے! آپ اس آدمی سے شادی کرنےوالی ہیں یا نہیں؟،،

رگوژین نے نستاسیا سے یہ سوال یوں کیا جیسے کوئی گم‌شدہ

روح آسمانی ہستی کے سامنے التجا کر رہی ہو ۔ سوال میں موت کے سزایافتہ شخص کی سی جرأت تھی جس کے پاس کھونے کو کچھ نہ ہو ۔ وہ اپنے سوال کا جواب پانے کے انتظار میں جان لیوا کرب سے گزر رہا تھا ۔

نستاسیا نے تمسخر اور نخوت بھری نظروں سے اسے تولا، پھر واریا پر اور نینا الیکساندرووںا پر باری باری نگاہیں گھمائیں، گانیا کو آنکھ بھر کے دیکھا اور لہجہ بدل کر تڑ سے بولی :

''بالکل نہیں، ہرگز نہیں — مگر آپ کون؟ آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے؟،، اس نے نیچی آواز میں اور گمبھیر ہو کر کہا اور سوال میں کسی قدر حیرت بھی تھی ۔

''نہیں؟ — نہیں!،، رگوژین اس کے جواب پر خوشی کے مارے سکتے میں آگیا ۔ ''تو یہ طے ہے — نہیں؟ اور انہیں دیکھو — یہ لوگ کہتے تھے کہ، واہ وا، نستاسیا، کمال ہے! کہتے تھے کہ گانیا سے بات پکی ہو گئی ۔ اس شخص سے؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ (میں نے ان سب سے کہا!) ارے میں سو روبل میں اسے خرید ڈالوں گا ۔ ہزار روبل منہ پر ماروں گا، ہزار نہ سہی، تین ہزار دے کر راستے سے ہٹا دوں گا ۔ اتنی رقم لے کر تو وہ عین شادی کے وقت بھاگ لے گا ۔ اور دلہن کو میرے لئے چھوڑ جائے گا ۔ ہے نا یہی بات! کیوں رے گانیا — بدمعاش! تین ہزار پر سودا پٹتا کہ نہیں؟ یہ لے رقم، کھری کرا لے ۔ اسی لئے تو آیا ہوں کہ فارغ خطی لکھوا لوں ۔ کہا تھا نا میں نے کہ خرید ڈالوں گا، سو، بس، خریدتا ہوں!،،

''دور ہو یہاں سے شرابی، مدھوش!،، گانیا نے ڈانٹ پلائی ۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آتا، ایک جاتا تھا ۔

اس کی ایک چیخ پر ایک دم کئی آدمیوں نے گلے پھاڑ دئے ۔ رگوژین کی پوری ٹیم پہلے نعرہ جنگ کی ہی منتظر تھی ۔ لیبیدیف نے انتہائی کوشش سے رگوژین کے کان میں کچھ پھونکا ۔

''ٹھیک ہے میاں منشی!،، رگوژین نے گویا مشورہ ٹال دیا ''درست ہے، شراب کے دھتی! جو ہونا ہے ہو جائے ۔ نستاسیا فلی پوونا!،، اس نے نستاسیا کو نیم بےخودی کی کیفیت میں نظر بھر کے دیکھا، پہلے جھجکا، پھر بےدھڑک ہونے کی حد تک مزے میں

آکر بولا ''یہ لو اٹھارہ ہزار!،، اتنا کہہ کر سامنے کی میز پر سفید کاغذ کا ایک پیکٹ سرکا دیا جو چوخانے ڈوری میں بندھا ہوا تھا۔ ''یہ لو، یہ ہے... اور بھی ہوگا!،،

آگے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا مگر منہ سے بول نہ نکلے۔

''نہیں، نی، نی!،، لیبیدیف نے جیسے سہم گیا ہو، رگوژین کے کان میں پھونکا۔ قیاس کہتا تھا کہ وہ اتنی بڑی رقم دئے جانے کے تصور سے سہم گیا اور پٹی پڑھائے جا رہا تھا کہ ذرا کم رقم سے شروع کیا جائے۔

''نہیں، نہیں۔ اس میں تو، احمق کہیں کے، نہیں سمجھتا، کہاں ٹانگ پھنسی ہے... میں بھی، تیرے ساتھ میں بھی گدھاپن کر گیا، نہیں سنوں‌گا،، نستاسیا کی گرم نگاہوں کی تاب نہ لاکر رگوژین نے جھرجھری لی۔ ''ایہہ! ہو گئی نا بےوقوفی، بری بات سن کر بھک گیا،، اس نے سخت پشیمانی کے ساتھ کہا۔

رگوژین کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر نستاسیا کو بےاختیار ہنسی چھوٹنے لگی۔

''اٹھارہ ہزار — میرے لئے؟ گنوار آگیا اپنی اصلیت پر!،، نستاسیا نے شرمائے بغیر بےتکلفی سے جڑ دیا اور صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی گویا اسے اب یہاں ٹھیرنا نہیں ہے۔ گانیا کا دل ڈوبا جا رہا تھا۔ وہ سارا منظر دیکھتا رہا۔

''اٹھارہ نہیں، چالیس ہزار، پورے چالیس!،، رگوژین پکارا۔ ''وانکا پتیتسن اور بیسکوپ نے وعدہ کیا ہے، شام کے سات بجے تک چالیس ہزار پہنچا دیں‌گے۔ پورے چالیس ہزار میز پر گن دوں‌گا۔ ،،

منظر انتہائی بیہودہ ہوتا جا رہا تھا لیکن نستاسیا فلی‌پوونا جو بظاہر چل دینے کو اٹھی تھی، گئی نہیں۔ گویا وہ دل سے اس قضیے کو طول دینا چاہتی تھی۔ نینا الیکساندرووونا اور واریا بھی اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ گئیں اور چپ چاپ سہمی ہوئی منتظر تھیں کہ دیکھیں بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ واریا کی آنکھیں چمک رہی تھیں لیکن ماں پر اس تمام ہنگامے کا اثر بہت مہلک ہوا تھا۔ وہ ایسی لرز رہی تھی کہ بظاہر بس، اب گری اور اب گر کر بےہوش ہو جائے گی۔

''اچھا، اگر یہی بات ہے تو چالیس نہیں، سو! آج کے آج ایک لاکھ کی رقم دیتا ہوں! پتیتسن آج مٹھی کھول دے، کل جھولی بھر دوں گا!''

''عقل ماری گئی تمھاری!'' پتیتسن نے سرگوشی میں اسے جھڑکا۔ جلدی سے وہ اس کی طرف بڑھا اور بازو تھام کر بولا ''نشہ چڑھ گیا تمھیں۔ پولیس بلا لیں گے یہ! سمجھ ہوش بھی ہے، کہاں ہو تم؟''

''نشے میں بنکار رہے ہیں'' نستاسیا نے اور جلتی پر تیل چھڑکا۔

''سچ کہہ رہا ہوں، رقم آئے گی۔ شام تک اتنی رقم پہنچے گی! پتیتسن، ارے سودخوار، جو چاہے بیاج لے لے، شام تک سو ہزار چاہئے۔ نکال۔ دکھا دوں گا کہ بات کا پکا ہوں!'' رگوژین پر اب دھن سوار ہو گئی۔

''پھر بھی، یہ کیا تماشہ لگا رکھا ہے؟'' بڑے میاں جنرل صاحب نے ایک دم غصے میں گرم ہوکر ڈانٹ پلائی اور رگوژین کی طرف بڑھے۔ اب تک وہ چپ چاپ سب کچھ دیکھتے رہے تھے اور یوں اچانک ان کا بیچ میں کود پڑنا مسخرے پن کا رنگ بکھیر گیا۔ بعضوں کو ہنسی آ گئی۔

''یہ کدھر سے نکل پڑا؟'' رگوژین بےاختیار ہنس کر بولا ''چلو، بڑے میاں، تمھیں بھی نہلا دیں گے!''

''کیا پاجی پن ہے!'' کولیا چیخا۔ شرم اور افسوس کے مارے اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

''کیا آپ لوگوں میں ایک بھی مائی کا لال ایسا نہیں جو اس بےحیا کو یہاں سے دفع کردے؟'' طیش میں کانپتی ہوئی واریا نے زور سے للکارا۔

''تو یہ مجھے کہا جا رہا ہے بےحیا!'' نستاسیا نے چمک کر، ٹھنک کر اس تذلیل کا سامنا کیا اور ترکی بہ‌ترکی جواب دیا ''لو، اور سنو! میں بےوقوف انھیں شام کی دعوت کا بلاوا دینے آئی تھی! گاوریلا صاحب، ملاحظہ ہو، آپ کی بہن نے مجھ پر کیا کیچڑ اچھالی ہے!''

کچھ دیر تک تو گاوریلا صاحب بہن کے یوں پھٹ پڑنے پر بےحس و حرکت کھڑا رہا جیسے بجلی گری ہو، لیکن جب دیکھا

که نستاسیا فلی‌پوونا اس بار واقعی گھر سے چلی تو وہ دیوانہ‌وار بہن کی طرف لپکا اور زور سے اس کا بازو پکڑ لیا۔

''یہ کیا حرکت تھی تمھاری؟،، وہ چیخ پڑا اور اسے یوں گھورنے لگا جیسے وہیں جلا کر خاک کر دے گا۔ قطعی طور پر اس کی عقل میں فتور آگیا تھا۔ نیک و بد کی تمیز جاتی رہی تھی۔

''کیا حرکت کی؟ مجھے کدھر کھینچ رہے ہو؟ کیا اس (عورت) کے آگے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگوں کہ اس نے تمھاری ماں کی تذلیل کی اور تمھارے گھر بھر کا مذاق اڑانے آئی ہے؟ تم نیچ آدمی ہو!،، واریا پھر اسی شدت سے چیخی۔ وہ بڑی شان سے بھائی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے تنی کھڑی تھی۔

کئی منٹ تک وہ دونوں اس طرح روبرو کھڑے رہے — عین بالمقابل۔ گانیا نے جو اس کا ہاتھ تھاما تھا، ویسے ہی تھامے رہا۔ واریا نے ایک بار جھٹکا، دوسری بار کھینچا، پھر پورا زور لگایا، جب خود کو چھڑا نہ سکی تو غصے میں آپے سے باہر ہو کر اس نے بڑے بھائی کے منہ پر تھوک دیا۔

''یہ ہوئی لڑکی!،، نستاسیا فلی‌پوونا زور سے پکاری ''شاباش! پتیتسن، مبارک ہو تمھیں!،،

گانیا کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آگیا۔ اسے تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ پوری قوت سے اس نے بہن پر ہاتھ اٹھایا۔ قریب تھا کہ لڑکی کا گال اس کا نشانہ بنے کہ اتنے میں دوسرا ہاتھ گانیا کے ہاتھ پر پڑا اور اسے روک لیا۔

پرنس میشکن درمیان میں حائل ہو گیا تھا۔

''بس، بس، بہت ہوا!،، پرنس نے دبنگ ہو کر بے‌اختیار ٹوکا۔ وہ بھی سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا گویا خود بھی ششدر رہ گیا تھا۔

''اچھا تو، یہ تم ہر بار میرا راستہ کاٹو گے؟،، گانیا غرایا اور بہن کا ہاتھ چھوڑ کر، اسی خالی ہاتھ سے، انتہا درجے کی دیوانگی میں بڑے زور سے پرنس کے منہ پر طمانچہ جڑ دیا۔

''ہائے!،، کولیا کے منہ سے بے‌اختیار آہ نکلی ''اوف خدایا!،،

ہر طرف ہا ہا کار مچ گئی۔ پرنس کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے عجیب و غریب اور ملامت بھری نظروں سے گانیا کی آنکھوں میں

گھورا۔ لرزتے ہونٹوں سے وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہ سکا۔ کسی ناقابل فہم اور قطعی بےتکی مسکراہٹ سے دونوں ہونٹ ترچھے ہوکر رہ گئے۔

''مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو اٹھایا، مگر اس لڑکی پر ... یہ نہیں ہونے دوں‌گا!..،، آخر بہت نیچی آواز میں اس کے منہ سے نکلا۔ اتنا کہہ کر اس نے گانیا کا ہاتھ چھوڑ دیا، دونوں ہتھیلیوں سے منہ ڈھک لیا، ایک کونے میں ہو رہا اور دیوار کی طرف منہ کرکے، ٹوٹی ہوئی آواز میں لفظ توڑ توڑ کر بولا:

''دیکھ لینا، آپ کو اپنی اس حرکت پر خود کتنی شرم آئے گی!،،

خود گانیا کی یہ حالت تھی کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ کولیا لپک کر آیا پرنس سے لپٹنے اور اسے پیار کرنے اور اس کے پیچھے رگوژین، واریا، پتیت‌سن، نینا الیکساندرووونا، سبھی، یہاں تک کہ بوڑھے جنرل پرنس سے محبت جتانے بڑھے۔

''کوئی بات نہیں، کچھ نہیں،، پرنس نے ان سب سے صرف اتنا کہا اور وہی بےتکی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں سے چپکی ہوئی تھی۔

''بعد میں پچھتائےگا!،، رگوژین پکارا ''ارے گانیا، تو پچھتائےگا ہاتھ اٹھاکر ایسے... گوسفند پر،، رگوژین کو اس موقع پر گوسفند سے بہتر لفظ سوجھا ھی نہیں۔ ''پرنس، میری جان، ان لوگوں پر ٹھوکر مارو۔ تھوک دو ان پر۔ چلیں یہاں سے! دیکھنا رگوژین کا پیار کیسا ہوتا ہے!،،

نستاسیا فلی‌پوونا بھی گانیا کی اس جسارت پر اور پرنس کے جواب پر حواس باختہ تھی۔ اس کا وہ چہرہ جو حسب‌معمول پیلا اور متفکر دکھائی دیتا تھا، جو فرمائشی قہقہے سے قطعی میل نہیں کھاتا تھا، اس وقت کسی اجنبی جذبے سے اضطراب کے عالم میں نظر آرہا تھا جسے وہ بہرحال اوروں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی — اور تمسخر کی کیفیت اس چہرے پر ٹھیرنے کےلئے ضد کر رہی تھی۔

''سچ تو ہے، کہیں نہ کہیں یہ صورت میں دیکھ چکی ہوں،، اچانک سنجیدہ ہوکر اس کی زبان سے نکلا اور بےاختیار اپنا پہلا سوال یاد آگیا۔

''آپ کو شرم نہیں آئی؟ بھلا آپ ایسی ہیں جیسی خود کو دکھا رہی ہیں؟ یہ ناقابل یقین ہے!،، پرنس نے دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی ملامت کے الفاظ بےساختہ ادا کر دئے۔

نستاسیا فلی‌پوونا کو سخت تعجب ہوا اور اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ مگر یہ ہنسی، معلوم ہوتا تھا، کسی بات کا پردہ بنائی جا رہی ہے۔ ذرا گھبراہٹ میں اس نے گانیا کو نظر بھر کے دیکھا اور ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔ جاتے جاتے وہ رکی، دروازے سے واپس آئی، لپک کر نینا الیکساندرووونا کی طرف بڑھی۔ بزرگ خاتون کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

''سچ یہ ہے کہ میں ویسی نہیں ہوں۔ پرنس پہچانتے ہیں،، اس نے زیرلب، جلدی سے اور شدت جذبات میں کہا۔ اس کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ کہتے ہی مڑی اور تیز قدموں سے یوں نکل گئی کہ سب دیکھتے رہ گئے۔ کسی کا خیال نہ گیا کہ وہ جاتے جاتے کیوں لوٹ آئی تھی۔ صرف یہ دیکھا گیا کہ نینا الیکساندرووونا سے چپکے چپکے کچھ کہا ہے اور شاید ان کا ہاتھ چوما ہے۔ البتہ واریا نے سب کچھ دیکھا اور سنا اور جب نستاسیا باہر جانے لگی تو واریا کی حیرت زدہ نظریں اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

گانیا نے اپنے حواس درست کئے اور نستاسیا کو پہنچانے کےلئے بڑھا۔ مگر تب تک وہ جا چکی تھی۔ لپک کر اس نے زینے پر نستاسیا کو جالیا۔

''مجھے پہنچانے مت آئیے!،، وہ پکار کر بولی ''خداحافظ! شام کو ملیں گے۔ آنا مت بھولئے گا!،،

گانیا واپس ہوا تو کوفت میں مبتلا تھا۔ فکروں میں ڈوبا ہوا۔ یہ معمہ اس کی روح پر پہلے سے بھی سوا بوجھ بن گیا تھا۔ پرنس کا خیال بھی آرہا تھا... وہ ایسا گم سم تھا کہ رگوژین کے ٹولے کو اپنے پہلو سے گزرتے اور اونگھتے ٹھیلتے، ایک ایک کرکے اپنے سرغنہ کے پیچھے باہر نکلتے بھی نہیں دیکھا۔ وہ سب اونچی آواز میں نجانے کس معاملے پر کہتے سنتے گزر رہے تھے۔ خود رگوژین بھی پتیتسن کے ساتھ نکلا اور جاتے وقت کوئی اہم بات زور دے دے کر کہتا گیا۔ ظاہر تھا کہ کوئی فوری معاملہ تھا۔

گانیا کے برابر سے گزرتے وقت اس نے آواز لگائی ''تم ہار گئے میاں گانیا!،،
اور گانیا چونک کر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔

۱۱

پرنس ڈرائنگ روم سے نکل کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ کولیا بھی تشفی دینے پیچھے پیچھے آپہنچا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بیچارہ لڑکا اب سائے کی طرح پرنس کے دم کے ساتھ لگا ہوا ہے۔
''اچھا کیا آپ نے کہ وہاں سے چلے آئے،، کولیا نے پرنس سے کہا ''اب وہاں اور بھی آفت مچےگی۔ یہ ہمارے گھر میں روز روز کی مصیبت ہے۔ اور یہ سب لائی ہوئی ہے اسی نستاسیا فلی‌پوونا کی۔،،
''یہاں، کولیا، تمہارے یہاں طرح طرح کی آفتیں کھڑی ہو گئی ہیں،، پرنس نے قیاس ظاہر کیا۔
''ہاں، ہے تو۔ ہماری حالت پر کوئی کچھ بھی تو کیا کہے! خود ہمارا ہی قصور ہے۔ میرا ایک بڑا اچھا دوست ہے، مگر ہے بہت بدقسمت۔ آپ چاہیں تو ملاؤں اس سے!،،
''ضرور ملوں گا۔ آپ کا ساتھی ہے؟،،
''ہاں، قریب قریب ساتھی ہی سمجھئے! بعد میں سب کھول کر بتاؤں‌گا... کیا خیال ہے آپ کا، نستاسیا ہے تو خوبصورت؟ آج تک میں نے انہیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ کوشش بہت کی تھی۔ دیکھا تو چکاچوندھ ہو گیا۔ میں تو گانیا بھائی کو سب کچھ معاف کر دیتا اگر وہ سچ مچ محبت کے مارے ایسا کرتے، مگر یہ کیا کہ روپیہ بھی لینےوالے ہیں۔ اصل مصیبت تو یہ ہے!،،
''ہاں، مجھے آپ کے بھائی پسند نہیں آئے۔،،
''تو اور کیا! آپ کو تو... اس کے بعد۔ ایک بات کہوں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتی یہ رائےعامہ نام کی چیز۔ ایک جنونی آدمی، کوئی بھی احمق یا خبیث اپنے پاگل‌پن میں کسی کے منہ پر طمانچہ مار دے تو عمر بھر کو اس شخص کی رسوائی تو ہو گئی۔ اب یا تو خون سے اس دھبے کو دھوئے یا وہ ہاتھ اٹھانےوالا دوزانو

ہو کر معافی مانگے۔ میں جانوں یہ گری ہوئی اور ظالمانہ حرکت ہے۔ اسی بات پر لیرمنتوف* نے اپنا مشہور ڈرامہ 'بہروپی ناچ، لکھا ہے۔ میرے خیال میں تو احمقانہ ہے۔ مطلب یہ کہ نیچرل نہیں ہے۔ ہاں، یہ کہئے کہ ڈرامہ اس نے بہت کم عمری میں لکھا تھا۔''

''مجھے آپ کی بہن بہت اچھی لگی۔''

''کیسے بڑے بھائی کے منہ پر تھوک دیا! بڑی دلیر ہے واریا۔ آپ نے نہیں تھوکا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بات نہیں کہ آپ میں جرأت کی کمی تھی۔ واریا تو، لیجئے وہ خود آ رہی ہے۔ خیال کرتے ہی آ پہنچی۔ میں جانتا تھا کہ وہ آئےگی ضرور۔ شریف طبیعت کی ہے، اگرچہ کمزوریاں بھی ہیں اس میں۔''

''تمھارا یہاں کوئی کام نہیں،'' واریا آتے ہی چھوٹے بھائی پر بگڑی ''چلو، بھاگو پاپا کے پاس۔ پرنس، یہ آپ کی جان کھا جائےگا۔''

''بالکل نہیں، بلکہ اس کے برخلاف۔''

''لو، آپا کو پھر وہی سوجھی۔ یہی تو ان میں عیب ہے۔ اچھا جی، میں تو سمجھا تھا کہ پاپا بھی رگوژین کے ساتھ چل دیں گے۔ اب بیٹھے پچھتاتے ہوں گے۔ ذرا جا کر دیکھوں تو — ہوا کیا،'' کولیا اتنا کہہ کر وہاں سے کھسک گیا۔

''خدا کا شکر ہے، اماں کو میں وہاں سے اٹھا کر لے گئی اور بستر پر لٹا دیا۔ کچھ اور مصیبت نہیں آئی۔ گانیا سخت کوفت میں مبتلا ہے۔ فکر میں پڑ گیا۔ فکر کی بات بھی ہے۔ کیسا سبق ملا!.. میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں اور ایک بات پوچھنی بھی تھی: یہ بتائیے، آپ نستاسیا کو پہلے سے جانتے تھے؟''

''نہیں، کوئی تعارف نہیں تھا۔''

''پھر آپ نے اس کے منہ پر کیسے کہہ دیا کہ وہ 'ویسی نہیں ہے،؟ شاید قیاس سے؟ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی وہ ویسی نہیں ہے (جیسی ہم سمجھے تھے)۔ سچ بات یہ ہے کہ میں تو اسے

---

* لیرمنتوف میخائیل (۱۸۱۴ء — ۱۸۴۱ء) — عظیم روسی شاعر۔ (ایڈیٹر)

سمجھی نہیں ۔ اتنا ضرور ہے کہ وہ ہماری تذلیل کی نیت سے آئی تھی ۔ پہلے بھی میں اس عورت کے بارے میں عجیب و غریب باتیں سن چکی ہوں ۔ لیکن اگر وہ ہمیں دعوت دینے آئی تھی تو پھر اماں کے ساتھ یوں پیش آنے کی کیا وجہ؟ پتیتسن کی اس سے بہت اچھی پہچان ہے، پھر بھی وہ کہتا ہے کہ میں آج نستاسیا کو ٹھیک طرح سمجھ نہیں سکا ۔ اور رگوژین کے ساتھ؟ اگر انسان کو اپنی آبرو پیاری ہو تو یوں زبان نہیں کھولنی چاہئے ۔ اپنے... منگیتر کے گھر میں تو... ہاں، اماں آپ کی طرف سے بہت فکرمند ہیں ۔''

''سب ٹھیک ہے'' کہہ کر پرنس نے ہاتھ ہلا دیا ۔

''اور آپ کی بات سن کر وہ کیسے پی گئی؟..''

''کونسی بات؟''

''آپ نے اس سے کہا نا کہ شرم آنی چاہئے ۔ سنتے ہی وہ ایک دم بدل گئی ۔ پرنس، آپ کی بات کا اس پر اثر ہوتا ہے''، واریا نے کسی قدر مسکرا کر جملہ کسا ۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور خلاف توقع گانیا داخل ہوا ۔

واریا کو وہاں پاکر وہ ذرا بھی نہیں جھجکا ۔ لمحہ بھر کو وہ چوکھٹ پر تھما اور پھر ایک دم دوٹوک انداز میں پرنس کے پاس آپہنچا ۔

''پرنس، مجھ سے ذلیل حرکت سرزد ہو گئی ۔ آپ، میرے عزیز، مجھے معاف کر دیجئے!'' گانیا نے نہایت جذباتی کیفیت میں معذرت طلب کی ۔ خدوخال پر سخت اذیت طاری تھی ۔ پرنس نے حیرت کی نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور فوراً جواب نہ دے سکا ۔ ''اب معاف کر دیجئے! خطا ہوئی، معاف کیجئے!'' بے صبری سے گانیا کہے جا رہا تھا ''لائیے، آپ کا ہاتھ چوم لوں!''

پرنس حیرت سے حواس باختہ ہو چکا تھا ۔ چپ رہا اور پھر دونوں ہاتھوں سے گانیا کو گلے لگالیا ۔ دونوں ایک دوسرے کو جی جان سے چومنے لگے ۔

''مجھے تو — میں نےتو سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ ایسے ہوں گے'' آخر پرنس نے بمشکل سانس تھامتے ہوئے کہا ''میں سمجھا تھا کہ آپ... آپ کے بس کی بات نہیں یہ ۔''

''اپنے قصور کی معافی مانگنا؟ بھلا یہ خیال میرے دماغ میں

آیا کہاں سے کہ آپ ایڈیٹ ہیں؟ آپ تو وہ دیکھ لیتے ہیں جہاں دوسروں کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ آپ ہیں وہ شخص جس سے بات ہونی چاہئے۔ لیکن... بہتر یہی ہوگا کہ فی‌الحال بات نہ کی جائے!،،

''وہ دیکھئے، کس کے سامنے قصور کی معافی مانگنی ہے،، پرنس نے یہ کہہ کر واریا کی جانب اشارہ کیا۔

''نہیں، نہیں — یہ لوگ تو میرے دشمن ہیں سب۔ پرنس آپ یقین کیجئے گا کہ بہت بار کوشش کر چکا۔ ہمارے یہاں دل سے کسی کو معاف نہیں کیا جاتا،، گانیا گرم ہوکر بےاختیار کہہ بیٹھا اور بہن کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

''نہیں، میں معاف کرتی ہوں،، ایک دم واریا بول پڑی۔

''تو، آج شام نستاسیا کے ہاں چلوگی؟،،

''چلوں‌گی، اگر تم کہوگے تو۔ ورنہ ویسے ذرا سوچو، اب میرے وہاں جانے کی گنجائش باقی ہے؟،،

''وہ ویسی نہیں ہے۔ کیسی کیسی پہیلیاں بجھواتی ہے! شعبدے!،، گانیا نے کہا اور اس کے لبوں پر زہرخند تھا۔

''خوب جانتی ہوں کہ وہ ویسی نہیں۔ شعبدے دکھاتی ہے، وہ بھی کیسے! ذرا سوچو بھائی، گانیا، تمھیں اس نے سمجھ کیا رکھا ہے؟ مانا کہ اس نے اماں کے ھاتھ کو بوسہ دیا۔ چاہے یہ سب حرکتیں شعبدے ہوں، مگر تم پر تو سارے وقت ہنستی ہی رہی۔ ۷۰ ہزار میں یہ سودا مہنگا ہے میرے بھائی، قسم خدا کی! تم میں پھر بھی شرافت کا احساس باقی ہے، اس لئے میں تمھیں یہ جتا رہی ہوں۔ میری مانو، خود بھی نہ جاؤ وہاں! اپنا خیال کرو! ٹھیک نہیں بیٹھے گا یہ معاملہ!،،

واریا، نہایت بیقراری کے عالم میں، اتنا کہہ کر، کمرے سے نکل گئی۔

''یہ سب ایسے ہی ہیں!،، گانیا ہنس کر بولا۔ ''انھوں نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ میں اس بات کو نہیں جانتا؟ مجھے تو ان لوگوں سے کہیں زیادہ معلومات ہیں۔،،

یہ کہہ کر گانیا صوفے پر بیٹھ گیا۔ مطلب یہ کہ گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتا تھا۔

''اگر آپ خود باخبر تھے،، پرنس نے بڑی مسکینی سے سوال

کیا ''تو پھر یہ دردسر کیوں مول لیا، یہ سوچ سمجھ کر کہ ۷۵ ہزار میں یہ سودا مہنگا پڑےگا، اس کی ضرورت کیا تھی؟''

''میں وہ نہیں کہہ رہا ہوں'' گانیا بڑبڑایا۔ ''اچھا، چلئے، ایک بات بتائیے۔ کیا خیال ہے آپ کا، یہ 'درد سر' مول لینا ۷۵ ہزار کے قابل ہے یا نہیں؟''

''میرے خیال میں تو نہیں ہے۔''

''چلئے، ایک بات صاف ہوئی۔ اور ایسے شادی کر لینا کیا شرم کی بات ہے؟''

''نہایت شرمناک!''

''اچھا، تو آپ جانئے، میں شادی کرنےوالا ہوں۔ اب تو ضرور بالضرور! آج کے دن تک تذبذب رہا، اب قطعی فیصلہ کر لیا۔ کچھ نہ کہئے، معلوم ہے، آپ کیا کہیں گے...''

''وہ جو آپ سوچ رہے ہیں، وہ نہیں کہنا تھا مجھے۔ حیرت تو اس پر ہے کہ آپ نے اپنے طور پر یہ پکا یقین کیسے کر لیا کہ...''

''کاہے کا پکا یقین؟''

''اس کا کہ نستاسیا فلی‌پوونا آپ سے شادی کرنا طے کئے بیٹھی ہے اور یہ کوئی طے شدہ بات ہے۔ اور پھر یہ کہ اگر وہ شادی کر بھی لے تو کیا یہ ۷۵ ہزار سیدھے سیدھے آپ کی جیب میں ہی ڈال دئے جائیں گے۔ البتہ یہ ہے کہ مجھے اس سلسلے میں بہت سی باتوں کا علم بھی نہیں۔''

گانیا بہت زور میں پرنس کی طرف پلٹا۔

''واقعی — آپ کو سب باتیں نہیں معلوم۔ ورنہ سوچئے، مجھے کیا پڑی تھی یہ مصیبت اپنے سر لینے کی؟''

''مجھے یوں لگتا ہے کہ ایسی مثالیں کافی ہیں: شادی کرتا ہے آدمی روپے سے اور روپیہ رہتا ہے بیوی کے ہاتھ میں۔''

''نہیں — یہاں... اس معاملے میں یہ نہیں ہوگا... یہاں صورت‌حال مختلف ہے...'' گانیا نے پریشانی میں دماغ دوڑاتے ہوئے بےاختیار کہا۔ ''اب رہا نستاسیا کی طرف سے جواب، تو اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں'' اس نے جلدی سے وضاحت کی۔

''ایسی کیا وجہ ہے کہ آپ کو اس کی طرف سے انکار کا خیال آیا؟،،

''جو میں نے دیکھا ہے، اس کے سوا اور کچھ علم نہیں۔ ابھی وارورا آپ کی بہن کہہ رہی تھی کہ...،،

''اچھا، یہ تو یونہی کہہ رہے ہیں، انہیں کیا خبر، کیا کہنا ہے۔ نستاسیا تو رگوژین کا مذاق اڑا رہی تھی۔ یقین کیجئے، میں برابر اسے دیکھ رہا تھا۔ صاف نظر آتا تھا۔ اب تک تو مجھے خدشہ تھا بھی، مگر اب سارا ماجرا دیکھ کر سمجھ گیا۔ شاید آپ سوچتے ہیں کہ میری ماں، باپ اور بہن سے وہ جس طرح پیش آئی؟،،

''اور آپ سے بھی۔،،

''خیر، وہ بھی سہی، مگر یہ سب عورت ذات کی انتقام پسندی ہوتی ہے، اور کچھ نہیں۔ وہ پرلے درجے کی وہمی، خودپسند اور چڑانےوالی عورت ہے۔ جیسے وہ اہلکار ہوتے ہیں جنھیں ترقی نہ ملی ہو۔ وہ جی میں سوچ کر آئی ہوگی کہ اپنے سامنے اوروں کو نیچا دکھا دے، اور میری بھی آنکھ نیچی کردے۔ یہ صحیح ہے، مانتا ہوں... جو بھی ہو، بہرحال شادی مجھی سے کرےگی۔ آپ گمان بھی نہیں کر سکتے کہ انسان کی خودپسندی کیا کیا طسم باندھتی ہے۔ وہ مجھے نیچ سمجھنے سے باز نہیں آئی، وجہ کیا؟ یہی کہ اسے، جو دوسرے کی داشتہ رہی، یوں کھلے بندوں، روپے کی خاطر اپنائے لے رہا ہوں۔ مگر یہ نہیں جانتی کہ میری جگہ دوسرا ہوتا تو اس سے بھی بدتر حرکتوں پر اتر آتا۔ سائے کی طرح پیچھے لگا رہتا، لبرل روشن‌خیالی کی تعریفوں کے پل باندھ دیتا، قسم قسم کے زنانہ سوالوں میں اسے الجھا لیتا اور پھر اسے یوں انگلیوں پر نچاتا جیسے سوئی کے ناکے میں سے دھاگا۔ اس خودپسند الٹی کھوپڑی کو تو جتاتا (یہ جتائے جانا کچھ ایسا مشکل نہیں!) کہ اسے محض 'نیک دلی اور بدقسمتی، کے باعث اپنا رہا ہے اور اصل میں نیت یہ ہوتی کہ اس شادی میں نقد رقم ہاتھ آجائے۔ میری یہاں قدر کیا خاک ہوگی کیونکہ مجھے منافقت کرنا نہیں آتا۔ حالانکہ ضرورت اسی کی ہے۔ اور وہ خود کیا کر رہی ہے؟ کیا یہی عمل نہیں اس کا بھی؟ تو پھر میری کیا خطا ہے! مجھے کیوں نظروں سے گرایا جائے؟ مجھ سے یہ چونچلے کس لئے؟ صرف اس لئے

"کہ میں نے گھٹنے نہیں ٹیکے، کچھ خودداری بھی قائم رکھی ہے۔ خیر، آگے آگے دیکھئے، ہوتا ہے کیا!"

"ایک بات پوچھوں، کیا آپ اب سے پہلے اس کی محبت میں مبتلا رہ چکے ہیں؟"

"شروع میں تو محبت ضرور تھی۔ مگر، بس کافی ہو چکی... ہیں ایسی عورتیں کہ داشتہ بن کر رہنے کے قابل ہوتی ہیں، باقی کسی کام کی نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ میری داشتہ رہ چکی ہے۔ اگر وہ بھلمنساھت سے رہی تو میں بھی ویسے رہوں گا، اگر اس نے طوفان اٹھایا تو ہاتھ کے ہاتھ چھوڑ دوں گا اور رقم اپنے قبضے میں کر لوں گا۔ مجھے اپنا مذاق نہیں اڑوانا۔ سب سے مقدم بات یہ کہ مجھے اوروں کے تمسخر کا نشانہ بننا نہیں ہے۔"

"بہرحال مجھے نظر آتا ہے" پرنس نے احتیاط سے کہا "کہ یہ عورت نستاسیا ہے عقلمند۔ جب اسے پہلے سے ہی مصیبت مول لینے کا کھٹکا لگا ہو، تو گڑھے میں کیوں گرے گی؟ کسی اور سے شادی کر سکتی ہے۔ یہ ہے جس پر میں حیران ہوں۔"

"یہی تو حساب جم رہا ہے! یہیں آپ کی معلومات میں کمی ہے، پرنس صاحب! یہاں... اس سے قطع نظر، وہ اپنی جگہ مانے ہوئے ہے کہ میں اس سے دیوانہ‌وار محبت کرتا ہوں۔ آپ سے قسمیہ کہتا ہوں۔ اور آپ جانتے ہیں، مجھے پورا پورا شبہ ہے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے، مگر اپنے طریقے سے، یعنی، آپ کو وہ کہاوت معلوم ہوگی: جس سے پیار ہے اسی کو پیٹتا ہوں۔ عمر بھر وہ مجھے اپنا بہنوا (اردلی) سمجھے جائے گی (غالباً یہی اسے درکار بھی ہے) اور پھر اپنے طرز کی محبت بھی کئے جائے گی۔ اسی کی تیاری میں ہے، کیرکٹر ہی ایسا پایا ہے۔ بے‌انتہا روسی عورت ہے، میں آپ سے کہتا ہوں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے بھی اس کے لئے ایک نادر تحفہ سوچ رکھا ہے۔ یہ جو تماشا آپ نے اس گھر میں دیکھا، واریا کے ساتھ جو گزری اگرچہ اتفاقی امر تھا، پھر بھی میرے حق میں ہے۔ اس نے دیکھ لیا اور یقین آ گیا ہوگا کہ میں اس پر کتنا فدا ہوں اور اس کی خاطر سارے رشتے ناتے توڑنے پر آمادہ ہوں۔ مطلب یہ کہ ہم کوئی احمق نہیں ہیں، یقین مانئے۔ ہاں، یہ جتا دوں کہ شاید اپنے دل میں سوچتے ہوں گے کہ دیکھو، یہ

کیسا باتونی ہے ۔ پرنس پیارے، ممکن ہے یہ حماقت سرزد ہوئی ہو مجھ سے کہ آپ کے سامنے دل کھول کر رکھ دیا۔ مگر وجہ بس ایک ہے ۔ وجہ یہ کہ شریف طبع لوگوں میں آپ پہلے آدمی ہیں جو میرے ہاتھ لگے، تو آپ پر ہی میں 'فدا ہوگیا'۔ یہ لفظ 'فدا ہو گیا'، کا مطلب آپ لفظی نہ لیں۔ ابھی جو ہوا اس پر آپ خفا تو نہیں ہیں؟ میں نے، شاید، دو سال کی مدت میں پہلی بار کسی کے سامنے یوں دل کھول کر رکھا ہے ۔ یہاں سچے کھرے آدمی کا ایسا قحط ہے ۔ پتیتسن سے زیادہ ایماندار آدمی تو میں نے دیکھا نہیں ۔ کیا، آپ ہنس رہے ہیں اس بات پر ؛ نہیں نا! بےایمان لوگ ایماندار کو دل سے چاہتے ہیں ۔ معلوم ہے نا؟ اور میں... اچھا دل پر ہاتھ رکھ کر یہ بتائیے، ایسا کیا نیچ پن ہے مجھ میں؟ یہ کیوں ہے کہ نستاسیا کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی مجھے نیچ یا پاجی کہنے لگے؟ آپ کو خبر ہے، اوروں کی اور نستاسیا کی زبانی سن سن کر میں بھی خود کو نیچ کہنے لگا۔ پاجی‌پن یا نیچ پن ہے تو یہی سہی!،،

''آج سے میں کبھی آپ کو ایسا شمار نہیں کروں گا،، پرنس نے جواب دیا۔ ''اس لمحے تک میں سمجھتا تھا کہ آپ کی فطرت میں عیب ہے ۔ مگر آپ نے اس وقت مجھے ایسی راحت بخشی۔ سبق یہ ملا کہ جب تک آدمی کو برتا نہ ہو، اس پر فتوی نہ دیا جائے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو نہ صرف یہ کہ عیبی سمجھنا غلط، بلکہ بالکل ہی بگڑا ہوا آدمی خیال کرنا بھی قطعی بے جا ہے ۔ میں جانوں، آپ بالکل ہی سادہ اور عام فطرت کے آدمی ہیں — یعنی ویسے غالباً، جیسے نہایت کمزور طبیعت کے اور عام ڈھرے پر چلنےوالے ہوا کرتے ہیں ۔ ،،

گانیا یہ سن کر دل ہی دل میں تلخ ہنسی ہنستا رہا۔ مگر زبان سے کچھ نہ بولا۔ پرنس نے نوٹ کیا کہ اس کی رائے مخاطب کو جچی نہیں۔ وہ کچھ گڑبڑا کر خود بھی چپ ہو رہا۔

''ہمارے والد بزرگوار نے آپ سے روپیہ تو نہیں مانگا؟،،

''نہیں ۔ ،،

''مانگیں گے ۔ دینا مت۔ وہ نہایت معقول آدمی تھے ۔ مجھے یاد ہے ۔ اچھی سوسائٹی میں ان کی جگہ تھی۔ مگر سب اٹھتے جا

رہے ہیں پرانی نسل کے عزت‌دار لوگ! ذرا حالات میں فرق آیا اور یہ گرے۔ پہلے کی سی کوئی بات نہیں رہی، خاک سی اڑ گئی ہے۔ پہلے وہ یوں من گھڑت باتیں نہیں کرتے تھے۔ یقین کیجئے۔ البتہ ذرا شان بگھارنے کا شوق تھا۔ مگر اب دیکھئے، کس نوبت کو پہنچ گئے! اس میں شک نہیں کہ شراب کا قصور ہے یہ۔ آپ کو خبر ہے وہ ایک داشتہ بھی رکھے ہوئے ہیں۔ اب وہ ایک بےضرر، بےقصور بڑ ہانکنےوالے آدمی ہی نہیں۔ اور کچھ بھی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا، ہماری ماں یہ سب کیسے سہہ جاتی ہیں۔ یہ بتائیے آپ سے پاپا نے قارص کے محاصرے کا قصہ تو بیان نہیں کیا؟ یا وہ کہ ان کا بھورا گھوڑا کیسے بولنے لگا تھا؟ اب ان کی یہ حالت ہو گئی ہے۔''

کہتے کہتے گانیا ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

''یہ آپ میری صورت کیا تک رہے ہیں؟'' اس نے پرنس سے پوچھا۔

''تعجب اس پہ آتا ہے کہ آپ یوں دل سے ہنس پڑے۔ واقعی آپ میں تو ابھی تک بچوں کی سی معصومانہ ہنسی زندہ ہے۔ ابھی آپ صلح صفائی کرنے یہاں آئے اور بولے 'لائیے، میں آپ کا ہاتھ چوم لوں'۔ بچے جب لڑائی کے بعد منتے یا مناتے ہیں تو اسی طرح کرتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ کہ آپ میں ایسے قول اور ایسے عمل کی صلاحیت اب بھی موجود ہے۔ اور دوسری طرف آپ ہیں کہ ان واہیات باتوں پر اور ۷۰ ہزار کی رقم پر پورا لکچر دینے لگتے ہیں۔ یہ دونوں انمل بےجوڑ باتیں، یہ کیسے ممکن ہیں؟''

''تو آپ اس سے کیا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں؟''

''یہ کہ آپ کہیں بن سوچے سمجھے تو یہ قدم نہیں اٹھا رہے ہیں؟ کیا پہلے سے اونچ نیچ سوچ لینا مناسب نہ ہوگا؟ شاید آپ کی بہن واروارا بجا کہتی ہو۔''

''تو اخلاقی نصیحت پر آ گئے آپ! میں لڑکپن کر رہا ہوں، یہ میں خوب سمجھتا ہوں'' گانیا نے گرم ہو کر ٹوکا ''آپ سے یہ گفتگو لے بیٹھا، یہ بھی ایک ثبوت ہے میری ناسمجھی کا۔ پرنس صاحب، میں جو یہ جھنجھٹ مول لے رہا ہوں تو روپے پیسے کی خاطر نہیں'' گانیا اس طرح بےاختیار کہے جارہا تھا جیسے وہ نوجوان

جس کی خودپسندی کو کسی نے صدمہ پہنچایا ہو۔ ''حساب میں تو شاید میں مار کھا جاتا کیونکہ دماغ اور کیرکٹر دونوں ابھی کچے ہیں۔ مگر مجھ پر تو دیوانگی طاری ہے، ایک رو ہے جو لئے جا رہی ہے — کیونکہ نظر کے سامنے ایک بڑا مقصد ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ بس، ادھر ۵۰ ہزار وصول ہوئے، ادھر میں نے سواری کےلئے فٹن خریدی - جی نہیں۔ تب میں تین سال پرانا کوٹ نکال کر پہنا کروں گا اور کلب کے یار دوستوں سے رشتہ توڑ لوں گا۔ ہمارے یہاں ایسے لوگ ہیں کتنے، جو دولت ملنے پر آپے میں رہیں، حالانکہ سودخوار ہیں سارے کے سارے۔ میں چاہتا ہوں کہ سنبھل کر چلوں۔ اصل کام یہ ہے کہ آخر تک آدمی اپنی رفتار سنبھالے رہے۔ پتیتسن کو دیکھئے۔ سترہ برس کا تھا بےخانماں۔ سڑکوں پر راتیں گزاریں۔ چاقو قینچی پر دھار رکھتا اور کوڑی کوڑی سنبھالتا۔ آج ساٹھ ہزار روبل کی حیثیت کا آدمی ہے۔ مگر کیسے کیسے جتن کرنے کے بعد! مجھے نہ ان جتنوں کی ضرورت، نہ کرتبوں کی۔ سب پھلانگ کر اچھے سرمائے سے شروعات کروں گا۔ پندرہ سال بعد لوگ کہا کریں گے 'وہ دیکھئے ایولگین صاحب! سلطان یہود!'، آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مجھ میں کوئی اپج نہیں۔ بھولئے مت، کہ آج ہمارے زمانے، ہمارے قبیلے کے آدمی کو یہ کہنا کہ اس میں اپج نہیں، وہ عام ڈھرے کا، کمزور طبیعت کا، عام قسم کا اور خاص قابلیت سے محروم آدمی ہے، اس سے بڑھ کر انسان کی توہین نہیں ہو سکتی۔ آپ نےتو مجھے اچھے درجے کا نیچ بھی شمار نہیں کیا، جی چاہتا تھا کہ آپ کا لہو پی جاؤں اسی بات پر۔ آپ نے جتنی میری توہین کی اتنی تو جنرل یپان‌چین نے بھی نہیں کی تھی جو یہ سمجھے بیٹھا ہے (بےقیل و قال، بے حیلہ و بے سوال، صرف اپنی سادہ‌لوحی میں، ذرا ملاحظہ ہو) کہ مجھ میں یہی صلاحیت ہے، اپنی بیوی کو اس کے ہاتھ بیچنے کی! برادر، یہ ہے وہ بات جو بھوت کی طرح دماغ پر سوار ہو گئی، اور اب مجھے نقد رقم چاہئے۔ روپیہ ہاتھ میں آجائے، سمجھے آپ، اعلا درجے کا اچھوتے خیالات والا آدمی بن جاؤں گا۔ مال دنیا میں یہی نیچ پن، یہی نفرت انگیز خاصیت تو ہے کہ وہ قابلیت بھی عطا کر دیتا ہے۔ یہ خاصیت تب تک برقرار رہےگی جب تک

دنیا قائم ہے۔ اب کہئے یہ ساری باتیں بچکانہ ہیں، یا جناب یہ شاعری ہے۔ ہوا کرے، مجھے کیا، روپیے کی بدولت میری خوشی تو بڑھےگی! میرا مطلب تو حاصل ہوگا نا! وہاں تک پہنچ کر تھموں‌گا اور ثابت قدم رہوں‌گا۔ Rira bien qui rira le dernier! * پیان‌چین مجھے اتنا کیوں ستاتا ہے؟ کیا کوئی کینہ یا عداوت ہے؟ ہرگز نہیں۔ اصل سبب یہ کہ میں بالکل بے حیثیت آدمی ہوں... مگر ذرا... پھر دیکھئے! بس، بہت ہوا، اب وقت ہو گیا۔ کولیا ادھر دو بار جھانک کر گیا ہے۔ شام کے کھانے پر بلانے آیا ہوگا۔ میں تو باہر چل دوں‌گا۔ کبھی کبھی آتا رہوں‌گا۔ آپ کو یہاں ہمارے گھر میں تکلیف نہیں ہوگی۔ گھر کے آدمی شمار ہوں‌گے۔ دیکھئے، ادھر کی ادھر مت لگائیےگا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا آپ سے لاگ یا لگاؤ کا رشتہ چلےگا۔ کیا خیال ہے آپ کا، اگر میں تب آپ کا ہاتھ چوم لیتا (سچے دل سے میں نے چاہا تھا) تو کیا اس کے بعد اپنی اس حرکت کے سبب دشمن ہو سکتا تھا؟،،

''ہاں، یقیناً دشمن ہو جاتے۔ ہمیشہ کےلئے نہیں، کیونکہ یہ دشمنی آپ سے دیر تک نبھائی نہ جاتی۔ اور پھر معاف کر دیتے،، پرنس نے ذرا سوچ کر جواب دیا اور بےاختیار ہنس دیا۔

''اوہو، آپ کے ساتھ تو بہت ہوشیار رہنا چاہئے۔ شیطان جانے، آپ نے یہاں بھی زہر کی بوند ٹپکاھی دی، کون جانے! شاید آپ میرے دشمن ھی نکلیں! چلو، خیر، ھا، ھا، ھا، ایک بات پوچھنا بھولا۔ کیا میں نے صحیح اندازہ کیا ہے کہ نستاسیا فلی‌پوونا آپ کے دل میں اتر گئی ہے؟،،

''ہاں، ہے تو۔،،

''عشق ہو گیا کیا؟،،

''نہیں — یہ نہیں۔،،

''چہرے پر تو رنگ آگیا، بے قراری تو لگ گئی۔ خیر، کچھ نہیں، جانے دیجئے! چھیڑ چھاڑ کا موقع نہیں۔ اب میں چلا۔ اچھا، آپ جانتے ہیں، بڑی نیک طینت عورت ہے وہ۔ یقین آسکتا ہے

---

* ہنسی اس کی جو سب کے آخر میں ہنسے!

آپ کو؟ آپ سوچتے ہوں گے کہ وہ اس کے ساتھ، توتسکی کے ساتھ رہتی ہے، جی نہیں۔ اس بات کو زمانہ ہوا۔ آپ نے نوٹ کیا کہ وہ خود بھی کچھ بہنگم ہو رہی تھی، ایک ایک لمحہ الجھن میں مبتلا؟ سچ! ایسی ہی عورتیں ہوتی ہیں جو دوسروں پر حکم چلانا پسند کرتی ہیں۔ اچھا، اب رخصت!''

گانیا جب کمرے سے نکلا تو آنے کے مقابلے میں اس کے سینے کا بوجھ کچھ ہلکا ہو چکا تھا۔ موڈ پہلے سے اچھا تھا۔ پرنس کوئی دس منٹ تک بےحس و حرکت بیٹھا سوچ میں گم رہا۔

کولیا نے پھر دروازے میں گردن ڈالی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے کولیا۔ میں نے آنے سے پہلے یپان‌چین کے ہاں بھاری ناشتہ کر لیا تھا۔''

کولیا سنتے ہی بالکل اندر آگیا اور پرنس کے ہاتھ میں ایک پرزہ دیا۔ جنرل کی طرف سے تھا۔ مہر بند لفافے میں۔ کولیا کے چہرے سے ظاہر تھا کہ یہ خط پہنچانا اسے کس قدر ناگوار گزرا۔ پرنس نے پڑھا، اٹھا اور ٹوپی اٹھا لی۔

''صرف دو ہی قدم کا فاصلہ ہے۔ پاپا وہاں بوتل لئے بیٹھے ہیں۔ انہیں قرضہ کیسے مل جاتا ہے، میری تو عقل میں نہیں آتا۔ اچھے پرنس، مجھ پر مہربانی کیجئے۔ ہمارےوالوں سے کوئی ذکر نہ کیجئےگا کہ میں نے پاپا کا پرزہ آپ کو پہنچایا تھا۔ ہزار بار قسمیں کھا چکا ہوں کہ پرزے ادھر ادھر نہیں پہنچاؤں‌گا، پھر بھی... ترس آجاتا ہے۔ ہاں، دیکھئے، پاپا کے ساتھ تکلف مت برتئے، بس تھوڑی سی ریزگاری دے دلا کر قصہ ختم۔''

''کولیا، مجھے بھی یہی خیال تھا۔ آپ کے والد صاحب سے میرا ملنا ضروری ہے... ایک خاص مطلب سے... چلئے، چلتے ہیں ان کی طرف...''

۱۲

کولیا نزدیک ہی پرنس کو لیتےئنایا اسٹریٹ پر ایک کیفے تک لے گیا جس میں بلیرڈروم بھی تھا اور دروازہ سڑک پر کھلتا تھا۔ اس کیفے کے اندر گئے تو داھنی طرف کونے والے ایک الگ کمرے میں ریٹائرڈ جنرل اردالیون، پرانے مستقل گاھک کے انداز میں میز پر

بوتل رکھے بیٹھے تھے۔ ان کے ھاتھ میں واقعی «Indépendance Belge» تھا۔ پرنس کا انتظار ہو رہا تھا۔ اسے دیکھتے ھی انھوں نے اخبار ایک طرف رکھ دیا اور لگے بڑی گرم‌جوشی سے، کثرت الفاظ کے ساتھ کچھ کا کچھ کہنے۔ ان کی باتیں پرنس کے سر سے گزرگئیں کیونکہ تب تک جنرل نشے میں دھت ہوچکے تھے۔

''دس روبل تو میرے پاس نہیں نکلیں گے،، پرنس نے ان کی بات کاٹ دی ''البتہ پچیس کا نوٹ ھے۔ بھنا کر پندرہ مجھے واپس کر دیجئے، ورنہ جیب بالکل خالی رہ جائےگی۔،،

''بےشک، بےشک! یقین مانئےگا، جوں ھی... بس فوراً۔،،

''میں، جنرل صاحب، آپ کے پاس ایک خاص عرض سے آیا ہوں۔ کبھی نستاسیا فلی‌پوونا کے ھاں نہیں گئے آپ؟،،

''میں؟ میرا جانا نہیں ہوا؟ مجھ سے کہتے ھیں آپ؟ ارے، میں تو کئی بار، پیارے، کئی بار!،، جنرل پر خود کو تھپتھپانے اور شان جتانے کا دورہ پڑا۔ ''میں اور وھاں نہ جاتا، بھلا کیسے ہوسکتا تھا، مگر یہ کہ آخر میں خود ھی یہ سلسلہ توڑ دیا۔ کیونکہ میں اس ناپسندیدہ رشتے کو بڑھاوا نہیں دینا چاھتا تھا۔ آپ نے ملاحظہ کر لیا نا! آج صبح کے تو آپ خود گواہ ھیں: میں نے وہ سب کچھ کیا جو ایک باپ کو کرنا چاھئے۔ لیکن ایسے باپ کو جو مسکین ھے، شفقت پدری کے ھاتھوں مجبور ھے۔ اب دوسری قسم کا باپ سامنے آئےگا۔ اور پھر دیکھئےگا، دیکھیں گے آپ کہ ایک بوڑھا فوجی اس تمام جوڑ توڑ پر قابو پاتا ھے یا وہ بےشرم چھنال پھر شریف گھرانے میں قدم رکھتی ھے۔،،

''میری تو آپ سے صرف ایک عرض تھی: کیا یہ ممکن ھے کہ آپ ایک ملاقاتی کی حیثیت سے مجھے آج شام نستاسیا کے گھر لے چلیں؟ مگر کچھ بھی ہو، ضرورت اس کی آج ھی ھے۔ خاص غرض ھے مگر معلوم نہیں، وھاں جاؤں تو کیسے جاؤں۔ اگرچہ ابھی ابھی تعارف ہوچکا ھے۔ پھر بھی وھاں آنے کی دعوت تو نہیں ملی۔ اور آج وھاں خاص دعوت ھے۔ آج کی شام بعض آداب محفل کو بھی پھلانگ‌جاؤں‌گا، میری بلا سے، مجھ پر ھنستے ھیں تو ھنسیں، مگر کسی نہ کسی طرح اندر جانا ھی ھے۔،،

''آپ نے تو، میاں صاحب‌زادے، میرے دل کی مراد جان لی بالکل، سو فیصدی!،، جنرل موج میں آتے ہوئے بولے: ''میں نے اس ادنا سی غرض سے آپ کو نہیں بلوایا ہے،، جنرل نے پھر بھی رقم مٹھی میں داب کر جیب میں ڈالی اور بیان جاری رکھا: ''میں نے اس نیت سے بلایا ہے کہ آج میں آپ ایک ساتھ نستاسیا فلی‌پوونا کے گھر، بلکہ یوں کہوں کہ خود نستاسیا پر دھاوا بول دیں! جنرل ایولگین اور پرنس میشکن! دیکھتے ہیں، اسے یہ بات کیسی لگتی ہے! میں اس حیثیت میں کہ سالگرہ کے دن ہمت افزائی کےلئے چلا آیا۔ اور وہاں اشارے کنائے میں اپنا فیصلہ سنا دوں۔ صاف لفظوں میں نہ سہی، مگر کھری کھری۔ پھر گانیا اپنی آنکھوں دیکھ لے، سامنے آجائےگا کہ یا تو حق دار باپ ہے اور... یوں کہنا چاہئے... وغیرہ وغیرہ، یا پھر... خیر، جو ہونا ہے ہوتا رہے! آپ کا خیال بڑا کارآمد نکلا۔ شام کو ۹ بجے یہاں سے نکلتے ہیں۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔،،

''رہتی کہاں ہے وہ؟،،

''کافی فاصلہ ہے: بالشوئی تھیٹر کے پاس۔ میتوفتسیوا کا مکان ہے۔ چوک کے بالکل نزدیک۔ پہلی منزل پر۔ دیکھنا، بہت لوگ نہیں آنےوالے۔ نام رکھائی کا دن ہے تو ہوا کرے۔ مہمان جلدی ہی چلے جائیں‌گے...،،

دن چھپے کافی دیر ہوچکی تھی۔ پرنس بیٹھا جنرل کی سلسلہ در سلسلہ گفتگو سنے جا رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک قصہ، جس کا کہیں انت ہی نہیں ہوتا تھا۔ جب پرنس اس کیفے میں داخل ہوا تو جنرل نے ایک بوتل کا اور آرڈر کردیا، گھنٹہ بھر میں وہ بھی پی ڈالی۔ پھر دوسری منگائی، وہ بھی ختم۔ اس اثنا میں، یوں کہنا چاہئے کہ جنرل نے اپنی ساری آپ بیتی پرنس کو سنا ڈالی۔ آخر پرنس، تنگ آکر اٹھا اور صاف کہہ‌دیا کہ اب اور نہیں ٹھیر سکتا۔ جنرل نے بوتل کی تلچھٹ تک صاف کی اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلے۔ ان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ پرنس کو سخت افسوس تھا کہ آخر یہ کیا حماقت تھی جو میں نے اس شخص کے کہے کا اعتبار کیا۔ یوں، وہ ہرگز اس کے کہنے میں نہ آتا، مگر نستاسیا فلی‌پوونا کے مکان کے اندر قدم رکھنا تھا، اس غرض سے وہ جنرل کے

وعدے پر بھروسہ کر بیٹھا۔ پرنس اس کےلئے تو آمادہ تھا کہ کچھ ناگوار خاطر واقعہ ہوتا ہے تو ہوجائے، لیکن یہ نہیں کہ سخت فتنہ برپا ہو۔ جنرل کی یہ حالت تھی کہ انہیں کچھ سدھ بدھ نہ رہی تھی — البتہ نشے کی ترنگ میں، شاندار الفاظ کے ساتھ لگاتار بولے جا رہے تھے، جوش میں، روح کے روھانسے پن سے اپنی داستان سنا رہے تھے۔ اس طول طویل سلسلۂ گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ خاندان کے ایک ایک فرد کی بگڑی ہوئی روش کی بدولت یہ نوبت پہنچی ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ آگے حد لگا دی جائے۔ پرنس اور جنرل باھر لیتے‌ئنایا سڑک پر نکلے۔ برف برابر پگھل رہی تھی۔ ہر طرف خزاں زدہ، اداس، نیم سرد اور ناگوار ہوا فراٹے بھر رہی تھی۔ گھوڑا گاڑیاں کیچڑ میں چھپ چھپ کرتی گزر رہی تھیں، پتھر کے کھرنجے پر گھوڑوں کے سم ٹھناٹھن بج رہے تھے۔ راھگیر گردنیں لٹکائے، بھیگے ہوئے ھجوم کی صورت میں فٹ پاتھ پر گھسٹ رہے تھے۔ کہیں کہیں کوئی بدمست نظر پڑجاتا تھا۔

"وہ دیکھتے ھیں مکانوں کی جگمگاتی پہلی منزلیں؟"، جنرل نے اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہاں میرے ساتھ کے لوگ رہتے ھیں۔ اور میں ہوں — جس کی خدمات ان سے زیادہ، قربانیاں ان سے زیادہ، میں پیدل گھسٹتا بالشوئی تھیٹر کی طرف جارھا ہوں، ایک مشتبہ چال چلن والی عورت کے گھر۔ اور جا کون رھا ہے، وہ جس کے سینے میں ۱۳ گولیاں پیوست ھیں۔ مانیں گے آپ؟ وہ جس کی خاطر پیراگوف * نے پیرس کو تار دیا اور محاصرے کے وقت سیواستوپول کو کچھ دن کےلئے چھوڑ دیا۔ وہ جس کی صحت کی خاطر پیرس کا نیلاتن ** سرجن، سائنس کے نام پر فری پاس پانے میں کامیاب ہوا اور محاصرے میں آئے ہوئے سیواستوپول پہنچ گیا تاکہ میرا ڈاکٹری معائنہ کرسکے۔ ھائی کمان تک کو اس واقعے کی خبر پہنچی تھی۔ حیرت سے مجھے تکا کرتے تھے کہ 'یہی ہے وہ ایولگین

---

* پیراگوف، نکولائی (۱۸۱۰ء — ۱۸۸۱ء) — روس کا نامور فوجی سرجن۔ (ایڈیٹر)

* * نیلاتن، اگستے (۱۸۰۷ء — ۱۸۷۳ء) — تمام یورپ میں شہرت‌یافتہ فرانسیسی سرجن جو نپولین سوم کا معالج تھا۔ (ایڈیٹر)

جس کے بدن میں ۱۳ گولیاں پڑی ھیں!..، دیکھتے ھیں پرنس، آپ یہ گھر؟ اس کی پہلی منزل پر میرا پرانا ساتھی جنرل سکولووچ رھتا ھے۔ بہت ھی بڑا، بھرا پرا اور انتہائی شریف خاندان ھے۔ ایک یہ مکان، پھر نیوسکی سڑک کے کنارے تین مکان اور دو مورسکایا والے، یہ میرے ملاقاتیوں کے، مطلب یہ کہ خاص میرے ذاتی تعلقات والوں کے ھیں۔ نینا الیکساندرروونا نے تو بہت پہلے ھی حالات کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے، مگر میں نے ان یادوں کو تازہ رکھا ھے... دوسرے لفظوں میں یہ کہ اب بھی اگلے وقتوں کے ساتھیوں کی اعلا تعلیم‌یافتہ سوسائٹی میں اور اپنے ماتحتوں میں، جو آج بھی میرے لئے آنکھیں بچھاتے ھیں، ذرا چین کے سانس لے لیتا ھوں۔ یہ جو جنرل سکولووچ ھے (اس سے اور اس کی بیگم آننا فیودرروونا سے ملے ایک زمانہ ھو گیا)... آپ کو معلوم ھے پیارے پرنس، جب آدمی اس حال میں ھو کہ لوگ اس سے ملنے نہ آئیں تو وہ خود بھی ملنا جلنا بند کردیتا ھے۔ اور پھر یہ کہ... شاید، آپ کو میرے کہنے کا اعتبار نہیں آرھا ھے... اس میں کیا مضائقہ ھے، میں اپنے بہترین دوست اور بچپن کے ساتھی کے فرزند کو اس نفیس اور دلکش خاندان میں کیوں نہ ملواؤں؟ جنرل ایولگین پرنس میشکن کو ملانے لایا ھے۔ کیا حرج ھے! دیکھنا، ایسی لڑکی ھے وھاں کہ دیکھتے رہ جاؤ۔ ایک نہیں، دو نہیں، تین تین، جن کے وجود سے پائےتخت اور سوسائٹی کو رونق نصیب ھو: حسن ھے، تعلیم ھے، رجحان... عورتوں کا مسئلہ، شاعری — ان ساری صفات کا مجموعہ، رنگارنگ۔ صرف یہی نہیں، ھر ایک لڑکی کےلئے کم‌ازکم اسی ھزار نقد رقم جہیز میں۔ ایسی رقم کہ کبھی حارج نہ ھو، عورتوں کے یا سماجی بکھیڑوں میں... مختصر یہ کہ میں آپ کو، ضرور بالضرور ان کے ھاں لے جاؤں‌گا، لے جا کر رھوں‌گا۔ کیوں نہیں! جنرل ایولگین اور پرنس میشکن!،،

''ابھی؟ اسی وقت؟ دیکھئے، آپ بھول گئے کہ،، پرنس نے ٹوکا۔

''کوئی بات نہیں، کچھ نہیں، میں کچھ نہیں بھولا، چلیں! ادھر، اس شاندار زینے کی طرف۔ تعجب، یہاں آج پہریدار کیوں نہیں؟ اچھا، وہ تیوھار کا دن ھے۔ چھٹی پر گیا ھوگا۔ شراب کا

دھتی ہے، اب تک دھتا نہیں بتائی اسے۔ یہ جو سکولووچ ہے نا، اسے جو کچھ مال منال، عہدہ منصب میسر آیا، وہ میری بدولت۔ صرف میری وجہ سے، میرے سوا کسی اور کا ھاتھ نہیں تھا اس کے بنانے میں... خیر، لو، آپہنچے۔ ،،

یوں سر راہے دوسرے کے گھر جانے میں پرنس نے دخل نہ دیا اور جنرل کے پیچھے پیچھے چلتا گیا تاکہ وہ کہیں چڑ نہ جائیں۔ پرنس کو پوری امید تھی کہ جنرل سکولووچ اور ان کا خاندان صرف بات کی بات ہے، سب ھوا ھوجائیں گے اور پتہ چلے گا کہ ان کا وجود فرضی تھا۔ پھر وہ دونوں بےحیل حجت اس عالی‌شان زینے سے اتر کر اپنی راہ لگ جائیں گے۔ مگر آفت یہ آئی کہ وہ توقع ھی دھندلائی جارھی تھی۔ جنرل اسے زینے پر لئے جا رہے تھے ایسے شخص کی طرح جس کے کئی ایک ملاقاتی یہاں رہتے ہوں۔ قدم قدم پر مکان اور مکین کی تفصیلات بھی بیان کرتے جاتے تھے۔ تفصیلات کے بیان میں علم حساب کی سی ناپ تول موجود تھی۔ آخر جب پہلی منزل پر پہنچے تو داھنے ھاتھ پر کسی دولتمند فلیٹ کے دروازے کے سامنے رک گئے۔ جنرل نے گھنٹی بجانے کےلئے ھاتھ بڑھایا ھی تھا کہ پرنس نے وھاں سے فرار کرنے کا قطعی فیصلہ کرلیا۔ لیکن عجیب صورت‌حال تھی جس نے اس کے قدم تھام لئے۔

''جنرل صاحب، آپ غلطی کر رہے ھیں،، پرنس نے ٹوکا ''دروازے پر کسی کولاکوف کا نام لکھا ہے اور آپ سکولووچ کے یہاں گھنٹی بجانے والے تھے۔ ،،

''کولاکوف؟ — یہ کیا ھوا؟ اس کا کچھ مطلب نہیں۔ فلیٹ یہ سکولووچ کا ہے اور میں انھی کو بلارھا ھوں۔ کولاکوف، جائے جہنم میں... لو دروازہ کھولنے آرہے ھیں۔ ،،

دروازہ واقعی کھلا۔ خدمتگار نے اندر سے منہ نکالا اور اطلاع دی کہ ''گھروالے گھر پر نہیں ھیں،،۔

''افسوس، بڑے افسوس کی بات ہے۔ گویا جان بوجھ کر غیر حاضر ھیں!،، جنرل نے یہ الفاظ انتہائی قلق کے ساتھ بار بار دھرائے۔ ''اچھا، میرے عزیز، انھیں بتا دینا کہ جنرل ایولگین اور پرنس میشکن حاضر ھوئے تھے۔ نیت تھی کہ بذات خود آداب بجا لائیں اور افسوس، بےانتہا مایوسی کے ساتھ واپس ھوئے...،،

عین اسی وقت دروازے کی جھری میں کمروں سے نکل کر ایک چہرہ اور جھانکا، بظاہر وہ دیکھ ریکھ کرنےوالی یا پھر گورنس کا چہرہ تھا۔ عورت ہوگی کوئی چالیس برس کی، گہرے رنگ کے ڈریس میں ملبوس۔ اس نے جنرل ایولگین اور پرنس میشکن کا نام سنا تو اتہ پتہ نکالنے کے خیال سے اور بے اعتباری سے دروازے کے نزدیک آئی۔

''ماریا الیکساندرووونا مکان پر موجود نہیں ہیں،، اس نے خصوصیت کے ساتھ جنرل پر نظر دوڑاتے ہوئے آگاہ کیا ''وہ صاحب‌زادی الیکساندرا میخائیلوونا کو ہمراہ لے کر نانی کے ہاں گئی ہوئی ہیں۔ ،،

''اچھا تو صاحب زادی صاحبہ بھی ہمراہ گئیں۔ یا خدا، کیا بدقسمتی ہے! ذرا ملاحظہ کیجئے، خاتون محترم، ہمارے ساتھ ہمیشہ ہی بداتفاقی پیش آتی ہے۔ نہایت ادب کے ساتھ میری ایک درخواست ہے کہ ان کی خدمت میں میرا آداب عرض کر دیں۔ صاحب‌زادی الیکساندرا کو یاد دھانی کرا دیں — بلکہ یوں کہوں کہ میری جانب سے ان تک پہنچا دیجئے کہ جو کچھ ان کا منشا تھا جمعرات کی شام کو جب شوپین کا نغمہ چھیڑا گیا، تو میں دل سے ان کی اس تمنا میں شریک ہوں۔ آپ، بس اتنا پہنچا دیجئے۔ باقی انھیں یاد آجائے گا... یہ کہ میری دلی تمنا بھی... جنرل ایولگین اور پرنس میشکن!،،

''جی، یاد کر کے کہوں‌گی،، اس خاتون نے ادب سے سر خم کیا، اب اسے اعتبار آگیا تھا۔

جب سیڑھیاں اترنے لگے تو جنرل اب بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ افسوس پر افسوس ظاہر کئے جا رہے‌تھے کہ ایک موقع تھا پرنس کو اس دلفریب خاندان سے ملانے کا، وہ موقع ھاتھ سے جاتا رہا۔

''آپ جانتے ہیں میرے عزیز، میں دل سے ذرا شاعر واقع ہوا ہوں۔ آپ نے یہ نوٹ کیا؟ ہاں تو، ہاں تو، اصل میں ہوا یہ کہ، ہم غلط نکل آئے،، جنرل نے اچانک آپ سے آپ کہا ''جنرل سکولووچ تو، اب یاد آیا، بالکل دوسری جگہ رہتے ہیں اور شاید آجکل ماسکو

میں ہیں۔ مجھ سے ذرا غلطی ہوگئی... خیر، ایسی کوئی بات نہیں۔ "

"صرف ایک بات جاننا چاہتا ہوں"، پرنس نے سخت اکتاہٹ کے ساتھ کہا "کیا میں آپ سے بالکل مایوس ہو جاؤں اور اکیلا اپنی راہ تلاش کروں؟"

"یہ کیا، مایوس؟ اکیلا؟ آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں جب کہ میں ایسی زبردست مہم پر نکلا ہوں جس پر میرے پورے خاندان کی تقدیر کا دارومدار ہے؟ میاں برخوردار، آپ ایولگین سے اچھی طرح واقف نہیں۔ جو لفظ 'ایولگین' کہہ دے، سمجھئے، اس نے کہا 'چٹان'۔ انسان ایولگین پر چٹان کی طرح تکیہ کر سکتا ہے۔ ہمارے اسکواڈرن میں جہاں میں نے ملازمت شروع کی تھی ہر شخص مانتا تھا یہ بات۔ راستے میں مجھے ایک مکان پر البتہ منٹ بھر کےلئے رکنا ہوگا جہاں میری روح کی راحت رہتی ہے۔ آج سے نہیں، بڑے جھٹکوں اور آزمائشوں کے بعد، کئی سال سے وہیں سکون..."

"یعنی آپ اپنے مکان جانا چاہتے ہیں؟"

"نہیں، میں تو کپتان تیرنتیف مرحوم کی بیگم سے ذرا... وہ کسی زمانے میں میرا ماتحت تھا، ماتحت کیا، دوست ہی سمجھو... یہاں اس مرحوم کی بیوہ کے پاس آکر مجھے حیات تازہ میسر آتی ہے۔ گھر بار کے، آئے دن کے غم یہیں آکر بھلاتا ہوں... آج چونکہ سینے پر زبردست اخلاقی بوجھ ہے تو میں ذرا..."

"محسوس ہوتا ہے کہ فی الحال بڑی حماقت سرزد ہوئی مجھ سے کہ آپ کو بیٹھے بٹھائے زحمت دی۔ اور پھر آپ اس وقت ایسے... خیر، میں رخصت ہوتا ہوں"، پرنس منہ ہی منہ میں بولا۔

"نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ میں آپ کو میرے عزیز نوجوان، یوں جانے نہیں دوں گا!" جنرل بےاختیار پکارے۔ "وہ بیوہ ہے۔ بال بچوں والی ہے۔ اور اپنے دل سے ایسے تار جھنجھناتی ہے جو میری روح میں گونجنے لگتے ہیں۔ صرف پانچ منٹ کو چلے چلتے ہیں۔ خانہ بےتکلف ہے میرے لئے۔ یہیں قریب قریب بسر ہوتی ہے۔ ہاتھ منہ دھوؤں گا، ضروریات سے فارغ ہوں گا اور پھر گھوڑا گاڑی بلا کر بالشوئی تھیٹر کی طرف چل دیں گے۔ میری مانئے، آج

آدھی رات تک میں آپ کا ضرورتمند رہوں‌گا... یہ لیجئے، آگئے! وہ رہا گھر - ارے کولیا، تو یہاں کیسے؟ اچھا، یہ بتا، مارفا باریسوونا گھر پر موجود ہیں؟ یا تو ابھی آرہا ہے؟،،

''نہیں، میں تو کافی دیر سے یہیں ہوں،، کولیا نے جواب دیا - مکان کے پھاٹک میں قدم رکھتے وقت اچانک اس سے مڈبھیڑ ہوگئی تھی - ''میں اپپولیت کے پاس تھا - حالت خراب ہے - صبح سے بستر پر پڑے ہیں - دوکان پر جارہا ہوں، تاش کی گڈی خریدنے - مارفا باریسوونا آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں - مگر پاپا، آپ نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے!..،، کولیا نے بات تمام کی اور جنرل کی چال ڈھال تکتا رہ گیا - ''خیر، چلئے اندر!،،

یوں اتفاقاً کولیا کا سامنا ہو جانے کے سبب پرنس مجبور ہو رہا تھا کہ اب جنرل کو مارفا باریسوونا کے پاس تک پہنچانے — مگر صرف منٹ بھر کو ان کا ساتھ دے - پرنس کو ضرورت تھی کولیا کی - جنرل سے گلو خلاصی کرنا اس نے طے کرلیا تھا اور پچھتا رہا تھا کہ اس شخص پر تکیہ ہی کیوں کیا - پیچھے کے زینے سے اٹک اٹک کر چوتھی منزل پر پہنچنے میں کافی دیر لگی -

''پرنس صاحب کو ان سے ملانا چاہتے ہیں؟،، کولیا نے درمیان میں دریافت کیا -

''ہاں، برخوردار، ملانا تو ہے - جنرل ایولگین اور پرنس میشکن - کیوں نہیں؟ مگر... بیگم صاحبہ کا حال کیا ہے؟..،،

''میں تو جانوں، پاپا، اچھا ہے کہ آپ اندر نہ جائیں! کھا جائیں‌گی! تین دن سے آپ نے صورت نہیں دکھائی اور انہیں روپیہ چاہئے - آپ نے روپیے کا وعدہ ہی کیوں کیا تھا ان سے؟ آپ سدا سے ایسے ہی ہیں، اب بھگتئے خود - ،،

چوتھی منزل پر پہنچ کر، ایک نیچے دروازے کے سامنے قدم رک گئے - جنرل آگے بڑھتے جھجک رہے تھے - انہوں نے میشکن کو اپنے سامنے کرلیا -

''میں یہاں ٹھیرتا ہوں،، جنرل نے دبی آواز میں کہا ''حیرت میں ڈالوں‌گا...،،

کولیا پہلے داخل ہوا - کوئی چالیس برس کی ایک بیگم صاحبہ پوڈر سرخی تھوپے، چپل پاؤں میں ڈالے، چوٹی پر چوٹی گوندھے،

البیٹیں ڈالے، فر کی جھالر والی جیکٹ پہنے دروازے سے جھانکی اور جنرل کا ارمان دل کے دل میں رہ گیا۔ جنرل پر نظر پڑنی تھی کہ وہ وہیں سے چیخ پڑی:

''آ گیا نا ذلیل، بدطینت۔ میرا دل پہلے سے کہہ رہا تھا!،،

''چلو، اندر چلیں۔ کوئی بات نہیں،، جنرل نے پرنس سے کہا۔ اب بھی وہ معصومیت سے مسکراتے جا رہے تھے۔

مگر کوئی بات نہ ہو، ایسا بھی نہ تھا۔ ابھی وہ نیچی چھت کی تاریک ڈیوڑھی میں سے ہوکر ایک تنگ ہال میں، جہاں کوئی آدھی درجن پرانی وضع کی کرسیاں پڑی تھیں اور تاش کھیلنے کی دو میزیں تھیں، داخل ہی ہو پائے تھے کہ مکان مالکہ نے اپنی اسی جھگڑالو، روھانسی چیخ پکار میں بکنا جھکنا جاری رکھا:

''شرم نہیں آتی۔ بےحیائی پر کمر باندھی ہے۔ ستمگر، میرا گھربار خاک میں ملا دیا۔ ظالم، بد روح! میرا سب کچھ لوٹ لیا، جلا کر کوئلہ کر ڈالا۔ پھر بھی چین نہیں پڑتا! کہاں تک تمھیں برداشت کروں میں؟ بےشرم، بےضمیر آدمی!،،

''مارفا بیگم، ارے مارفا بیگم! سنئے تو سہی، یہ پرنس میشکن آئے ہیں۔ جنرل ایولگین اور پرنس میشکن،، کانپتے ہوئے اور بدحواس جنرل نے دبی بھنچی آواز میں عرض کیا۔

''آپ یقین مانیں‌گے؟..،، بیگم صاحبہ اچانک پرنس سے مخاطب ہوگئیں ''یقین آئےگا آپ کو کہ اس بےشرم نے میرے یتیم بچوں تک پر رحم نہ کھایا۔ سارا گھر لوٹ لیا، ایک ایک چیز نوچ لی، بیچا، کھوچا، رهن رکھ دیا، کچھ نہیں چھوڑا میرے پاس۔ بتاؤ، اب میں تمھارے رهن ناموں اور دستاویزوں کو کیا چاٹوں؟ تم بڑے چنٹ اور چالو، بےشرم! جواب دو، تم چالباز، دھوکےباز، اب تم بولو، پوچھتی ہوں: اپنے بن باپ کے بچوں کو کیا کھلاؤں؟ شراب میں دھت، منہ دکھانے آئے ہو، پیروں پر کھڑا نہیں ہوا جاتا! خدایا، مجھ سے ایسا کیا گناہ ہوگیا تھا؟ میری کیا خطا ہے؟ جواب دے اے کم‌بختی مارے! بیہودے، مکار، بول اب!،،

جنرل نے سنی ان‌سنی کردی۔

''مارفا باریسوونا، یہ ہیں کل ۲۰ روبل۔ بس، یہی ہیں جو

میں دے سکتا ہوں، وہ بھی ایک انتہائی شریف دوست کی مدد سے۔ پرنس! مجھ سے فاش غلطی ہوگئی! کیا کیا جائے... زندگی ایسی ہے... اور اب، معاف کرنا، میں گرا جارہا ہوں،، جنرل نے کمرے کے بیچوں بیچ کھڑے ہوئے اور بار بار جھونک کھاتے ہوئے کہا ''مجھ میں طاقت نہیں۔ معاف کیجئے! اری لینا، سنیو! ذرا تکیہ دینا، میری بچی!،،

آٹھ برس کی بچی لینا جلدی سے دوڑی ہوئی گئی اور تکیہ لاکر کھردرے، میلے چیکٹ اور بوسیدہ صوفے پر رکھ دیا۔ جنرل اس پر بیٹھ گئے۔ نیت یہ معلوم ہوتی تھی کہ بہت کچھ کہنا ہے مگر ابھی صوفے کو چھوا ہوگا کہ ایک پہلو پر لڑھک گئے اور دیوار کی طرف منہ کرتے ہی ان کی آنکھ لگ گئی، گہری نیند سوگئے۔ مارفا باریسوونا ادب آداب کے ساتھ اور بے دلی سے پرنس کو تاش کی میزوالی ایک کرسی تک لائی، وہاں بٹھایا، خود اس کے سامنے بیٹھ گئی، داھنے ھاتھ پر گال ٹیک کر، ٹھنڈے سانس بھر بھرکر پرنس کو تکنے لگی۔ گھر کے تینوں بچے جن میں دو کم عمر لڑکیاں تھیں، لینا بڑی تھی، اور ایک بچہ، اسی میز کے پاس آگئے۔ تینوں نے میز پر ننھے ننھے ھاتھ رکھدئے اور وہ تینوں بھی پرنس کو غور سے دیکھنے لگے۔ دوسرے کمرے سے کولیا بھی وھیں آگیا۔

''مجھے بڑی خوشی ہے کولیا کہ آپ یہاں مل گئے،، پرنس نے لڑکے سے کہا ''مجھے بہرحال نستاسیا فلی‌پوونا کے ھاں پہنچنا ہے۔ کیا آپ میری مدد کرسکتے ہیں؟ میں نے جنرل صاحب سے درخواست کی تھی، مگر وہ تو سوگئے۔ آپ مجھے راستہ بتا دیں‌گے؟ مجھے اس گھر کا راستہ نہیں معلوم — ویسے پتہ میرے پاس موجود ہے — مادام میتوفتسیوا کا مکان ہے بالشوئی تھیٹر کے نزدیک۔،،

''کیا فرمایا نستاسیا فلی‌پوونا؟ وہ تو بالشوئی تھیٹر کے پاس کبھی رہی نہیں، سچ کہوں، پاپا ان کے گھر کبھی گئے ہی نہیں۔ بھلا آپ نے ان کے کہے پر اعتبار کیوں کرلیا؟ نستاسیا رہتی ہیں ولادیمیرسکایا اسٹریٹ پر پانچ راستہ کے پاس۔ وہ جگہ بہت نزدیک ہے۔ کیا آپ سیدھے یہیں سے چلیں‌گے؟ ساڑھے نو بج چکے ہیں۔ آپ کہیں تو میں لے چلوں۔،،

پرنس اور کولیا فوراً روانہ ہوگئے ۔ افسوس کہ پرنس کے پاس گاڑی کا کرایہ تک نہیں بچا تھا ۔ پیدل جانا پڑا ۔

''جی چاہتا تھا آپ کو ایپولیت سے ملا دوں،، کولیا نے راستے میں پرنس سے کہا ''وہ ان بلدار چوٹیوں والی بیگم کپتان کا بڑا بیٹا ہے ۔ دوسرے کمرے میں پڑا ہے بچارا بیمار ۔ آج سارے دن بستر پر ہی رہا ۔ مگر وہ ایسا عجب شخص ہے، بات بات پر ناراض ہونے والا ۔ پھر خیال آیا کہ آپ کو دیکھ کر وہ شرما جائے گا ۔ بات کیا کہ آپ ایسے نازک وقت میں یہاں آئے ہیں... میرے لئے ایسی شرمانے کی کوئی بات نہیں، کیونکہ میرے تو باپ کا معاملہ ہے، اور اس کی ہے وہ ماں ۔ اس میں بڑا فرق پڑجاتا ہے ۔ مرد ذات پر لوگ انگلیاں نہیں اٹھاتے ۔ یہ جو فرق کرتے ہیں ایسے معاملوں میں مرد عورت کا، یہ ممکن ہے تعصب ہو لوگوں کا ۔ ایپولیت بڑا شاندار لڑکا ہے، مگر کسی نہ کسی وہم یا تعصب کا غلام بنا رہتا ہے ۔ ،،

''آپ نے بتایا کہ اسے دق کی شکایت ہے؟،،

''جی ہاں، اس بیماری سے تو مرنا اچھا ۔ میں ہوتا اس کی جگہ تو مرنا پسند کرتا ۔ اس کو بہن بھائی کا، ان چھوٹی چھوٹی جانوں کا غم کھائے جاتا ہے ۔ اگر ہمارے بس میں ہو، روپیے کا انتظام ہوسکے تو ہم دونوں اپنے اپنے گھر چھوڑ کر الگ کرائے کے مکان میں ایک ساتھ رہنے لگیں ۔ ویسے یہ خواب و خیال کی باتیں ہیں ۔ آپ کو خبر ہے، ابھی ابھی میں نے اسے وہ آپ کا ماجرا سنایا تو سنتے ہی آگ بگولہ ہوگیا ۔ کہنے لگا کہ کوئی شخص طمانچہ کھا کر چپ ہوجائے اور ڈوئیل لڑنے کا چیلنج نہ کرے تو وہ ذلیل آدمی ہے ۔ ویسے ایپولیت ہر وقت اتنا الجھا ہوا رہتا ہے، میں نے اس کے ساتھ بحثابحثی بند کردی ۔ تو یہ ہے کہ غالباً نستاسیا فلی‌پوونا نے اسی واقعے کے وقت آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہوگی؟،،

''نہیں — ایسا بھی نہیں ہے ۔ ،،

''تو پھر کیسے جا رہے ہیں؟،، کولیا حیرت زدہ ہو کر بولا بلکہ چلتے چلتے ایک دم رک گیا ۔ ''وہ بھی... ان کپڑوں میں؟ وہاں تو آج خاص دعوت ہے ۔ ،،

''سچ کہوں، قسم لےلو، مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ مکان کے اندر قدم کیسے رکھوں گا۔ قبول کرلیا تو خوب، نہیں کیا تو نہیں سہی! معاملہ ختم۔ رہا میرے لباس کا معاملہ، تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ ''

''مطلب یہ کہ آپ کو وہاں کوئی معاملہ درپیش ہے؟ یا بس ایسے ہی، * Pour passer le temps 'شریفوں کی سوسائٹی' میں؟''

''نہیں، اصل بات یہ کہ... جا تو رہا ہوں ایک معاملے کے خیال سے۔ اسے بیان کرنا مشکل ہے، مگر یہ کہ...''

''خیر، ہوگا، مجھے کیا، جیسی آپ کی مرضی۔ میرے لئے اتنا ہی بہت ہے کہ آپ وہاں ایسی دعوت میں، جہاں بدچلن عورتیں، جنرل اور سودخور جمع ہوں گے، بلاوجہ خود کو نہیں لئے جارہے ہیں۔ اگر آپ خواہ مخواہ جا رہے ہوتے تو، پرنس صاحب، میرا کہنا معاف، تو میں آپ کا مذاق اڑاتا، میری نظروں سے گرجاتے آپ! سچے کھرے آدمیوں کی بڑی کمی ہے یہاں۔ کوئی نہیں، جس کے آگے سر جھکایا جائے۔ آپ سے آپ لوگ چھوٹے نظر آتے ہیں، مگر ہر ایک کو بڑا بننے کی ضد ہے۔ واریا کو سب سے اول۔ آپ نے ایک بات نوٹ کی، پرنس صاحب؟ جسے دیکھئے، اس پر تیس مارخاں بننے کی دھن سوار ہے، خاص کر ہمارے یہاں، ہمارے پیارے وطن روس میں۔ یہ چکر کیا ہے، میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ پہلے تو زندگی میں ایک جماؤ ہوا کرتا تھا، پھر اب کیا ہوگیا؟ اس بارے میں سب کہتے ہیں، سب لکھتے ہیں۔ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں سب لوگ بال کی کھال نکالنے میں لگے ہوئے ہیں۔ والدین گھٹنے ٹیکنے میں سب سے آگے ہیں۔ انہیں اپنے پہلے والے اخلاقی ضابطوں پر شرمندگی ہورہی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو، ماسکو میں ایک باپ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ دیکھئے، نصیحت کیا تھی کہ روپیہ بنانے کے معاملے میں کبھی کسی حرکت سے باز نہ آنا۔ یہ خبر چھپی مشہور ہوئی۔ اور چھوڑئیے، ذرا میرے جنرل پر نظر کیجئے! ان کی کیا حالت ہوگئی ہے؟ مگر جو بھی ہو،

---

* وقت گزاری کا مشغلہ۔

پرنس اور کولیا فوراً روانہ ھوگئے ۔ افسوس کہ پرنس کے پاس گاڑی کا کرایہ تک نہیں بچا تھا ۔ پیدل جانا پڑا ۔

''جی چاھتا تھا آپ کو ایپولیت سے ملا دوں،، کولیا نے راستے میں پرنس سے کہا ''وہ ان بلدار چوٹیوں‌والی بیگم کپتان کا بڑا بیٹا ھے ۔ دوسرے کمرے میں پڑا ھے بچارا بیمار ۔ آج سارے دن بستر پر ھی رھا ۔ مگر وہ ایسا عجب شخص ھے، بات بات پر ناراض ھونےوالا ۔ پھر خیال آیا کہ آپ کو دیکھ کر وہ شرما جائے گا ۔ بات کیا کہ آپ ایسے نازک وقت میں یہاں آئے ھیں... میرے لئے ایسی شرمانے کی کوئی بات نہیں، کیونکہ میرے تو باپ کا معاملہ ھے، اور اس کی ھے وہ ماں ۔ اس میں بڑا فرق پڑجاتا ھے ۔ مرد ذات پر لوگ انگلیاں نہیں اٹھاتے ۔ یہ جو فرق کرتے ھیں ایسے معاملوں میں مرد عورت کا، یہ ممکن ھے تعصب ھو لوگوں کا ۔ ایپولیت بڑا شاندار لڑکا ھے، مگر کسی نہ کسی وھم یا تعصب کا غلام بنا رھتا ھے ۔،،

''آپ نے بتایا کہ اسے دق کی شکایت ھے؟،،

''جی ھاں، اس بیماری سے تو مرنا اچھا ۔ میں ھوتا اس کی جگہ تو مرنا پسند کرتا ۔ اس کو بہن بھائی کا، ان چھوٹی جانوں کا غم کھائے جاتا ھے ۔ اگر ھمارے بس میں ھو، روپیے کا انتظام ھوسکے تو ھم دونوں اپنے اپنے گھر چھوڑکر الگ کرائے کے مکان میں ایک ساتھ رھنے لگیں ۔ ویسے یہ خواب و خیال کی باتیں ھیں ۔ آپ کو خبر ھے، ابھی ابھی میں نے اسے وہ آپ کا ماجرا سنایا تو سنتے ھی آگ بگولہ ھوگیا ۔ کہنے لگا کہ کوئی شخص طمانچہ کھاکر چپ ھوجائے اور ڈوئیل لڑنے کا چیلنج نہ کرے تو وہ ذلیل آدمی ھے ۔ ویسے ایپولیت ھر وقت اتنا الجھا ھوا رھتا ھے، میں نے اس کے ساتھ بحثابحثی بند کردی ۔ تو یہ ھے کہ غالباً نستاسیا فلی‌پوونا نے اسی واقعے کے وقت آپ کو اپنے ھاں آنے کی دعوت دی ھوگی؟،،

''نہیں — ایسا بھی نہیں ھے ۔،،

''تو پھر کیسے جا رھے ھیں؟،، کولیا حیرت زدہ ھو کر بولا بلکہ چلتے چلتے ایک دم رک گیا ۔ ''وہ بھی... ان کپڑوں میں؟ وھاں تو آج خاص دعوت ھے ۔،،

''سچ کہوں، قسم لےلو، مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ مکان کے اندر قدم کیسے رکھوں گا۔ قبول کرلیا تو خوب، نہیں کیا تو نہیں سہی! معاملہ ختم۔ رہا میرے لباس کا معاملہ، تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ ''

''مطلب یہ کہ آپ کو وہاں کوئی معاملہ درپیش ہے؟ یا بس ایسے ہی، * Pour passer le temps 'شریفوں کی سوسائٹی' میں؟''

''نہیں، اصل بات یہ کہ... جا تو رہا ہوں ایک معاملے کے خیال سے۔ اسے بیان کرنا مشکل ہے، مگر یہ کہ...''

''خیر، ہوگا، مجھے کیا، جیسی آپ کی مرضی۔ میرے لئے اتنا ہی بہت ہے کہ آپ وہاں ایسی دعوت میں، جہاں بدچلن عورتیں، جنرل اور سودخور جمع ہوں گے، بلاوجہ خود کو نہیں لئے جارہے ہیں۔ اگر آپ خواہ مخواہ جا رہے ہوتے تو، پرنس صاحب، میرا کہنا معاف، تو میں آپ کا مذاق اڑاتا، میری نظروں سے گرجاتے آپ! سچے کھرے آدمیوں کی بڑی کمی ہے یہاں۔ کوئی نہیں، جس کے آگے سر جھکایا جائے۔ آپ سے آپ لوگ چھوٹے نظر آتے ہیں، مگر ہر ایک کو بڑا بننے کی ضد ہے۔ واریا کو سب سے اول۔ آپ نے ایک بات نوٹ کی، پرنس صاحب؟ جسے دیکھئے، اس پر تیس مارخاں بننے کی دھن سوار ہے، خاص کر ہمارے یہاں، ہمارے پیارے وطن روس میں۔ یہ چکر کیا ہے، میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ پہلے تو زندگی میں ایک جماؤ ہوا کرتا تھا، پھر اب کیا ہوگیا؟ اس بارے میں سب کہتے ہیں، سب لکھتے ہیں۔ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں سب لوگ بال کی کھال نکالنے میں لگے ہوئے ہیں۔ والدین گھٹنے ٹیکنے میں سب سے آگے ہیں۔ انہیں اپنے پہلے والے اخلاقی ضابطوں پر شرمندگی ہورہی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو، ماسکو میں ایک باپ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ دیکھئے، نصیحت کیا تھی کہ روپیہ بنانے کے معاملے میں کبھی کسی حرکت سے باز نہ آنا۔ یہ خبر چھپی مشہور ہوئی۔ اور چھوڑئیے، ذرا میرے جنرل پر نظر کیجئے! ان کی کیا حالت ہوگئی ہے؟ مگر جو بھی ہو،

---

* وقت گزاری کا مشغلہ۔

مجھے آج تک یہی لگتا ہے کہ وہ آدمی ایماندار ہیں۔ سچے ہیں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو بھی خرابی ہے، بےقاعدگی اور شراب کے کارن ہے۔ قسمیہ، یہی بات ہے! دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ زبان پر لاتے ڈرتا ہوں کیونکہ لوگ مجھ پر ہنسیں گے۔ قسم خدا کی، ترس آتا ہے، ملال ہوتا ہے۔ اور یہ جو بڑے ہوشیار کہلاتے ہیں، ان میں کیا خوبی ہے؟ ایک سے ایک بڑھ کر روپیہ مارنےوالا، سب کے سب ایسے۔ اپپولیت سودخواری کے حق میں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یوں ہی چلنا چاہئے۔ اقتصادی زلزلے، روپیے کی تیزی مندی، چڑھاؤ، اتار۔ پتہ نہیں کیا بلا ہوتی ہے۔ جب وہ یہ بحث چھیڑتا ہے تو میرا دل بیٹھنے لگتا ہے، مگر وہ کڑوا ہوگیا ہے۔ ذرا سوچئے: اس کی ماں جنرل سے روپیہ لیتی ہے، یہ روپیہ اسے بھاری سود پر دیا جاتا ہے۔ کس قدر شرم کی بات ہے! آپ کو خبر ہے، اماں، یعنی میری ماں نینا الیکساندروونا روپیے پیسے سے، کپڑوں سے اور طرح طرح سے اپپولیت کی مدد کرتی رہتی ہیں، بلکہ اس کے ذریعے دوسرے بچوں کو بھی بھیجتی رہتی ہیں کیونکہ سگی ماں ان کی پروا نہیں کرتی۔ واریا بھی ان کی مدد کرتی رہتی ہے۔"

"دیکھا، آپ تو کہتے تھے کہ سچے کھرے آدمی، جاندار لوگ دنیا میں نہیں رہے، صرف روپیہ بنانےوالے رہ گئے ہیں۔ یہ رہے آپ کے سامنے جاندار، پکے سچے لوگ، آپ کی ماں اور واریا۔ ایسی حالت میں، وہ بھی ان معاملات میں دوسروں کے کام آنا کیا شرافت کی، اخلاقی مضبوطی کی نشانی نہیں ہے؟"

"واریا بہن تو خودپسندی کے، شیخی کے مارے کرتی ہے ایسا تاکہ کہیں اماں سے پیچھے نہ رہ جائے۔ اور اماں سچے دل سے، واقعی... ان کی میں عزت کرتا ہوں۔ میں اس بات کی قدر کرتا ہوں، صحیح سمجھتا ہوں۔ یہاں تک کہ اپپولیت بھی مانتا ہے۔ اگرچہ اس میں تلخی بھر گئی ہے۔ شروع شروع میں وہ مذاق اڑاتا اور اماں کی اس حرکت کو نیچ پن کہا کرتا تھا، مگر اب کبھی کبھی اس کا اثر دل پر لیتا ہے۔ ہاں! تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ اخلاقی قوت ہے؟ میں ذہن میں رکھوں گا۔ گانیا کو اس کی خبر نہیں۔ ہو جاتی تو وہ اسے تجاہل کہتے۔"

"کیا گانیا کو نہیں معلوم؟ شاید انہیں اور بھی بہت کچھ

نہیں معلوم،، سوچ میں ڈوبے ہوئے پرنس کی زبان سے نکلا۔
''اور آپ کو خبر ہے پرنس، آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ آج جو واقعہ آپ پر گزرا، وہ میرے دماغ سے نہیں نکلتا۔،،
''کولیا، تم بھی مجھے پسند آئے۔،،
''سنئے، آپ نے کیا سوچا ہے؟ کیسے رہیں گے یہاں؟ میں یوں کرتا ہوں کہ کوئی کام لے لوں، تھوڑی بہت آمدنی ہوجایا کرے گی۔ تو پھر ہم تینوں، آپ، اپیولیت اور میں، ہم ایک ساتھ رہا کریں گے کرائے کا مکان لے کر۔ جنرل صاحب کا ہمارے ہاں آنا جانا رہے گا۔،،
''بے حد خوشی کے ساتھ۔ مگر دیکھتے ہیں، کیا ہوتا ہے۔ فی الحال میں بہت پریشان ہوں۔ بہت زیادہ۔ کیا؟ ہم پہنچ گئے؟ اس مکان میں؟ کیا شاندار ڈیوڑھی ہے، واہ! دربان بھی ہے۔ پتہ نہیں، کولیا، اس کا انجام کیا ہوگا۔،،
پرنس اس دروازے پر گویا حواس باختہ کھڑا تھا۔
''کل بتائیے گا! ہمت نہ چھوڑیے۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔ وجہ یہ کہ آپ کے خیالات میں پوری طرح شریک ہوں میں۔ اچھا رخصت! وہیں واپس جاؤں گا اور اپیولیت کو یہ سناؤں گا۔ آپ کو اندر بلائیں گے، کوئی شبہ نہیں، بس، آپ گھبرائیے گا نہیں! بڑی انوکھی عورت ہے وہ۔ اسی زینے پر، پہلی منزل۔ دربان بتادے گا۔،،

۱۳

پرنس کو مکان میں قدم رکھتے وقت بڑی فکر تھی اور پوری قوت سے وہ دل کو تسلی دئے جا رہا تھا کہ ''زیادہ سے زیادہ کیا ہونے والا ہے، یہی کہ مجھے قبول نہ کیا جائے، میری بابت برا خیال کیا جائے، یا پھر یوں ہوگا کہ اپنی محفل میں جگہ تو دیں، مگر آنکھوں آنکھوں میں مذاق بھی اڑائیں... تو اس سے کیا بگڑتا ہے!،، واقعی اس اندیشے سے وہ خوفزدہ بھی نہ تھا، مگر سوال یہ کہ : ''وہاں جاکے کرے گا کیا؟ جا ہی کیوں رہا ہے؟،، اس سوال کا پرنس کے پاس کوئی قرار واقعی جواب نہ تھا۔ اگر یہ امکان بھی ہوتا کہ موقع پاکر وہ کسی نہ کسی ترکیب سے نستاسیا فلی پوونا کے کان میں بات ڈال دیتا کہ ''دیکھنا، اس آدمی سے

شادی مت کرنا، خود کو بربادی کی راہ پر نہ لے جانا، اسے تم سے پیار نہیں ھے، تمھارے روپیے سے ھے، خود وھی مجھے بتا چکا ھے، اس کے علاوہ اگلایا یپان‌چین بھی کہہ چکی ھے، اسی غرض سے آیا ھوں کہ تمھیں آگاہ کردوں،، تو یہ بات نہایت بےمحل اور بےجا ھوتی۔ ایک معمہ اور درپیش تھا اور وہ اس قدر زبردست کہ خود پرنس کو اس پر ذھن دوڑاتے ھوئے خوف آتا تھا، یہاں تک کہ فرض کرلینے تک کی جرأت نہ ھوتی تھی، اسے کوئی واضح شکل دینے کا تو ذکر ھی کیا! سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسئلے کو کس صورت میں ترتیب دیا جائے، جب کہ اس کا خیال آنے سے ھی پسینہ چھوٹتا اور بدن میں جھرجھری آجاتی۔ اس کیفیت کا خاتمہ یوں ھوا کہ سارے اندیشوں اور تذبذب کے باوجود پرنس نے قدم اندر رکھا اور نستاسیا فلی‌پوونا کو دریافت کیا۔

نستاسیا جس فلیٹ میں رھتی تھی، مکانیت کے لحاظ سے بڑا نہ سہی، مگر تھا شاندار اور لاجواب آرائشی والا۔ ان پانچ برسوں میں، جب سے وہ پیترسبورگ آگئی تھی، شروع میں ایسا وقت بھی گزرا کہ توتسکی نے نستاسیا پر خوب روپیہ بہایا، ھاتھ نہیں روکا۔ تب تک اسے خیال تھا کہ نستاسیا کی محبت برقرار رھےگی اور یہ کہ عیش و آسائش کے سامان فراھم کرکے وہ اس کا دل ھاتھ میں لئے رھےگا، کیونکہ عیش‌وعشرت کی زندگی کا عادی ھونا آسان ھے اور جب رفتہ رفتہ سامان عشرت زندگی کی ضرورت بن‌جائے تو پھر اس سے ھاتھ اٹھا لینا بہت دشوار ھوجاتا ھے۔ اس سلسلے میں توتسکی پرانے وقتوں کے اس چلن پر اب بھی یقین رکھتا تھا، اس میں کوئی ترمیم نہیں کی تھی اور انسانی خواھشات کی لازوال تاثیر کے سامنے سر تسلیم خم کئے رھتا تھا۔ نستاسیا فلی‌پوونا کو بھی آسائش کے سروسامان سے کچھ انکار نہیں تھا، بلکہ یہ سب اس کے پسندخاطر تھا، مگر یہ دل بستگی انتہائی عجیب تھی کہ کبھی نستاسیا نے خود کو اس کے سپرد نہیں کیا — گویا ان لوازمات کے بغیر بھی وہ ھمیشہ کام چلا سکتی ھے۔ بلکہ کئی بار تو یوں ھوا کہ اپنی اس طبیعت کا کھلے لفظوں میں اظہار بھی کر ڈالا، جس سے توتسکی کے دل کو ٹھیس لگی۔ صرف یہی نہیں، اور بھی کئی خصلتیں ایسی تھیں جو توتسکی صاحب کو عجیب معلوم ھوتی اور ناگوار

گزرتی تھیں (بعد میں ان سے گھن بھی آنے لگی تھی)۔ نستاسیا کی صحبت میں اول جلول قسم کے لوگوں کا موجود رھنا، نستاسیا کا ان سے میل جول، انھی کی طرف جھکنا، اس کے سوا اور بھی کئی عجیب و غریب حرکتیں ظاھر ھوتی گئیں۔ اس کی فطرت میں وحشیانہ میل دکھائی دینے لگا دو طرح کے ذوق کا، اور یہ صلاحیت کہ وہ ان چیزوں سے، ان ترکیبوں سے نباہ کرلیتی اور لطف اندوز ھوتی، جن کا وجود بھی، غالباً، ناقابل برداشت ھونا چاھئے ایک خوش مذاق اور نفاست پسند انسان کے لئے۔ فی‌الحقیقت، اگر ایسا ھوتا کہ، مثلاً نستاسیا فلی‌پوونا سے اس قسم کی لطیف اور دلکش بےخبری ظاھر ھوتی کہ دیہاتی عورتیں کیمبرک کا وہ اندر کا کپڑا پہننے کی سکت نہیں رکھتیں جو وہ خود زیب تن کئے رھتی ھے تو شاید توتسکی صاحب کو بےانتہا خوشی ھوتی۔ انھوں نے شروع سے ھی یہ نقشہ جمایا تھا اور نستاسیا کی تربیت میں یہ پہلو پیش‌نظر رکھا گیا تھا کہ اٹھان ویسی ھو، کیونکہ خود موصوف ان معاملات میں بڑے صاحب نظر تھے، مگر افسوس، سارے کئے دھرے پر پانی پھر گیا، نتیجہ خلاف توقع نکلا۔ تاھم نستاسیا میں کوئی ایسی صفت شروع سے اب تک چلی آرھی تھی کہ بعض اوقات خود توتسکی صاحب حیرت‌زدہ رہ جاتے تھے اس کے غیرمعمولی‌پن اور دلفریب انوکھے‌پن پر، ایسی مقناطیسی قوت جو آج تک رہ رہ کر دامن دل کھینچتی تھی — حالانکہ نستاسیا کے سلسلے میں ان کے پھیلائے ھوئے تمام نقشے ملیامیٹ ھو چکے تھے۔

پرنس کا پہلا سامنا ھوا ایک لڑکی سے (نستاسیا کے ھاں خدمتگار ھمیشہ عورت ذات ھوتی تھی) اور وہ تعجب میں رہ گیا جب اس کم عمر ملازمہ نے اول سے آخر تک اس کی بات سنی اور بغیر کسی الجھن کے اندر جاکر اطلاع دینا مان لیا۔ وہ نہ اس کے میلے جوتوں پر جزبز ھوئی، نہ چوڑے کنارےوالے ٹوپ پر، نہ بےآستین کے برساتی کوٹ پر، نہ چہرے کے مذبذب اتار چڑھاؤ پر۔ لڑکی نے اس کا برساتی کوٹ اتروایا، کہا کہ ذرا ملاقاتی کمرے میں انتظار کیا جائے، اور فوراً اندر اطلاع دینے لپک گئی۔

نستاسیا فلی‌پوونا کے مکان پر جو محفل جمی تھی، اس میں حسب معمول قسم کے اور سدا کے جانےپہچانے لوگ شامل تھے۔

ایسے دنوں میں جیسا مجمع پہلے کے برسوں میں ہوا کرتا تھا، اب کی بار ویسا بھی نہیں تھا، لوگ نسبتاً کم تھے۔ اول اور سب سے مقدم تو وہی حاضر تھے افاناسی ایوانووچ توتسکی اور ایوان فیودرووچ یپانچین ۔ دونوں خوش اخلاقی برتنے کے باوجود کسی اندرونی اضطراب کا شکار نظر آتے تھے۔ ان سے چھپائے نہیں چھپ رہا تھا گانیا کے سلسلے میں وعدے کی تعمیل کا انتظار ۔ ان دونوں کے علاوہ، ظاہر بات ہے کہ خود گانیا تھا، نہایت افسردہ، خیالوں میں گم، بلکہ قطعی ''اکل کھرا،' جو زیادہ وقت الگ تھلگ، لبوں پر مہر سکوت لگائے، کترایا ہوا سا پھر رہا تھا۔ واریا کو ساتھ لانے کا وعدہ تھا، مگر وہ ٹال گیا اور خود نستاسیا نے بھی اس کا ذکر نہ چھیڑا۔ البتہ یہ ہوا کہ جونہی گانیا نے اندر آکر نستاسیا سے سلام دعا کی، آج کا وہ واقعہ اس کی زبان پر آگیا جو گانیا اور پرنس کے درمیان گزرا تھا۔ جنرل جو اس واقعے سے لاعلم تھے، پوچھ گچھ کرنے لگے۔ گانیا نے سوکھے منہ، ضبط سے کام لیتے ہوئے مگر کھلے لفظوں میں وہ سارا ماجرا کہہ سنایا اور یہ بھی بتا دیا کہ پرنس کے پاس جاکر بعد میں اس نے معافی مانگ لی تھی۔ ساتھ ہی جوش و خروش میں یہاں تک اظہار خیال کر گیا کہ بڑی عجیب بات ہے، خدا جانے کیوں، پرنس کو ایڈیٹ کہا گیا، حقیقت امر اس کے بالکل برخلاف ہے اور شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ پرنس کی نیت ہے کوئی نہ کوئی۔ نستاسیا فلی‌پوونا نے یہ اظہار رائے نہایت غور سے سنا اور سنتے وقت گانیا کی نیت کریدتی رہی۔ لیکن گفتگو کا رخ فوراً ہی رگوژین کی طرف پھر گیا، اس شخص کی طرف جس نے آج دن کی واردات میں یوں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور افاناسی توتسکی اور ایوان یپانچین کو اس اطلاع کا بھی شدت سے اشتیاق تھا۔ پتہ یہ چلا کہ رگوژین کے بارے میں خاص الخاص اطلاع صرف پتیتسن کے پاس ہے جو اس کے کام میں آج تھوڑی دیر پہلے نو بجے شام تک پھنسا ہوا تھا۔ رگوژین نے پورا زور لگا دیا تھا اپنے اصرار پر کہ آج ہی کہیں سے ایک لاکھ روبل کا انتظام کیا جائے۔ پتیتسن نے قصہ سناتے ہوئے یہ مانا کہ ''نشے کی جھونجھ میں سہی! لیکن چاہے کتنی ہی دشواریاں ہوں، لاکھ روبل کی رقم اس کے ہاتھ آجائے گی، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آج ہی مہیا ہوگی

اور پوری کی پوری ملےگی، یا نہیں، مگر ہاں، کئی کئی آدمی لگے ہوئے ہیں، کنڈر، تری‌پالوف، بیسکوپ، وہ منہ مانگا سود بھرنے کو تیار ہے، وجہ یہ کہ اول تو نشے کا زور، پھر پہلوٹی کی مراد...،،
پتیت‌سن نے یہ کہہ‌کر اپنا بیان تمام کیا۔ یہ تمام اطلاعات دلچسپی کے ساتھ، مگر کسی قدر افسردگی سے سنی گئیں۔ نستاسیا خاموشی سے سنتی رہی، غالباً وہ اپنا خیال ظاہر کرنے سے گریز کررہی تھی۔ گانیا بھی خاموش رہا۔ البتہ جنرل یپان‌چین اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے رہے۔ سب سے زیادہ انھی کو بےچینی تھی۔ آج صبح جو موتیوں کی مالا انھوں نے تحفتاً نذر کی تھی، بڑی سردمہری سے قبول کی گئی، بلکہ اس قبولیت میں کچھ کچھ تمسخر بھی شامل تھا۔ تنہا ایک فردی‌شینکو اس محفل میں ایسا تھا جو لطف لے رہا تھا، مزے کے موڈ میں تھا، بےسبب زور زور ہنسے جارھا تھا، غالباً وجہ یہ کہ مسخراپن جو اپنا رکھا تھا، اس کا فرض انجام دئے جائے۔ افاناسی توتسکی جو پہلے کے ایسے موقعوں پر، محفلوں میں چھکنے، بات چھیڑنے اور پھلجھڑیاں چھوڑنے کے استاد تھے، ذرا بجھے ہوئے، بلکہ ایسے ذہنی خلفشار میں مبتلا دکھائی دیتے تھے جو ان کے شایان شان نہیں تھا۔ باقی جو مہمان تھے، جن کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہ تھی (ایک تو کوئی مریل‌سا ٹیچر، جسے نجانے کیوں یہ زحمت دی گئی، کوئی ایک اجنبی نوجوان تھا، انتہائی خاکسار قسم کا آدمی، زبان پر تالا، ایک بڑی جنگی سی لیڈی، چالیس کے پیٹے میں، ایکٹرس شمار ہوتی تھی اور ایک تھی غضب کی حسینہ، نہایت قیمتی اور اعلا درجے کے خوبصورت لباس میں، بڑی کم سخن، چڑھتی جوانی) وہ نہ صرف گفتگو میں جان ڈالنے سے قاصر رہے، بلکہ بعض اوقات انھیں چپ لگ جاتی تھی کہ معلوم نہیں، کونسا موضوع چھیڑیں۔

اس طرح پرنس کی آمد بروقت نکلی۔ اس کا نام اندر پہنچا تو کچھ بوکھلاہٹ کے علاوہ بعض ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ بھی آگئی۔ خاص‌کر جب نستاسیا فلی‌پوونا کی حیرت‌زدہ صورت سے حاضرین کو پتہ چل گیا کہ اسے مدعو کرنے کا خیال بھی میزبان کو نہیں آیا تھا۔ لیکن فوری تاثر سے نکلتے ہی نستاسیا نے پرنس کی آمد پر اس قدر خوشی ظاہر کی کہ حاضرین کی اکثریت نے اتفاقی

مہمان کو ہنسی خوشی قبول کرنے پر خود کو تیار کرلیا۔
''یوں سمجھئے کہ اس شخص کی معصومیت اسے یہاں لےآئی ہے،، جنرل ایوان پیانچین نے تبصرہ کیا ''بہرحال اس وضع کی جسارتوں کو شہ دینا کافی خطرناک ہوا کرتا ہے، مگر فی‌الحال، یہ بجا ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس نے تشریف لانے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ یہ ذرا انوکھا انداز ہے۔ کم‌ازکم میرا قیاس تو یہی کہتا ہے کہ اس کی آمد پرلطف ثابت ہوگی۔،،
''خصوصاً اس صورت میں کہ وہ آپ سے آپہنچے ہیں!،، فردی‌شینکو نے لقمہ دیا۔
''تو اس سے کیا ہوتا ہے؟،، جنرل نے سوکھے منہ پوچھا، فردی‌شینکو اسے ناپسند تھا۔
''ہوتا یہ ہے کہ اب اسے اپنی آمد کی فیس بھرنی ہوگی،، اس نے جواباً وضاحت کی۔
''وہ پرنس میشکن ہے، کوئی فردی‌شینکو نہیں ہے بہرحال،، جنرل نے بات منہ پر ماری۔ وہ اب تک اس خیال سے نباہ نہ کرسکا تھا کہ فردی‌شینکو کی قماش کے آدمی کو سوسائٹی میں اور برابر کے درجے میں قبول کرلے۔
''اجی جنرل صاحب، فردی‌شینکو کو معاف رکھئے،، وہ لجاجت سے بولا ''مجھے یہاں خاص حیثیت حاصل ہے۔،،
''کون‌سی خاص حیثیت ہے وہ؟،،
''گذشتہ بار مجھ کو تفصیل سے اس سوسائٹی کے حضور میں اسی نکتے کی شرح کرنے کی سعادت حاصل ہوچکی ہے۔ عالی جناب کی خاطر پھر ایک بار وہی دہرائے دیتا ہوں۔ آپ حضوروالا، ملاحظہ فرمائیے کہ ہر شخص میں ظرافت کا مادہ ہوتا ہے، مگر میں نیاز مند کہ ظرافت کے مادے سے محروم ہوں۔ اس محرومی کے عوض بندے نے اجازت طلب کی سچ بولنے کی۔ جیسا کہ سبھی حضرات خوب واقف ہیں، دوٹوک سچ وہی لوگ بولتے ہیں جن میں ظرافت کا مادہ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ میں آدمی نہایت انتقامی طبیعت کا ہوں، اور یہ بھی اس لئے کہ ظرافت کا مجھے ذوق نہیں۔ ہر قسم کی توہین کان دباکر سہہ لیتا ہوں، لیکن حملہ‌آور سے ذرا بھول چوک ہوئی، وہ ذرا پھنسا نہیں کہ مجھے اپنی تذلیل یاد آجاتی ہے اور

وهیں کے وهیں، کسی نہ کسی طور، اپنا حساب چکا دیتا ہوں۔ دولتی جھاڑ دیتا ہوں بقول مسٹر پتیتسن کے، انہی نے میرے بارے میں یہ لفظ کہے ہیں، اگرچہ وہ بذات خود کبھی کسی کے دولتی نہیں جھاڑتے۔ آپ کو کریلوف* کی وہ کہانی تو یاد ہوگی حضور والا، بندہ پرور، 'شیر اور گدھا، والی؟ بس تو آپ کا میرا وہی معاملہ ہے جناب۔ ہمارے بارے میں ہی کریلوف وہ کہانی لکھ گیا۔''

''کیوں فردی‌شینکو، پھر تم اپنی حد سے نکل چلے؟''، جنرل کا پارہ چڑھ گیا۔

''جی حضور والا، کیا فرماتے ہیں؟''، فردی‌شینکو نے ان کی بات پکڑلی۔ اسے بھروسہ تھا کہ موقع ملےگا جنرل کی ٹانگ کھینچنے اور اسے زیادہ چڑانے کا ''حضوروالا، غریب پرور، آپ جمع خاطر رکھیں، مجھے اپنی حیثیت خوب معلوم ہے۔ اگر نیازمند نے عرض کردیا کہ ہمارا آپ کا معاملہ کریلوف کی حکایت‌والے شیر اور گدھے کا ہے، تو مطلب یہ کہ بندے نے گدھے کا فرض اپنے سر لےلیا اور حضور والا جو ہیں، تو شیر ہیں۔ جس کے متعلق کریلوف لکھتا ہے:

وہ شیر ببر، دہشت دشت و در
بوڑھاپے نے اس کی جو توڑی کمر

تو غریب پرور، بندہ تو گدھا ہے — اس کہانی کا۔''

''بعد کے اس جملے سے میں متفق ہوں''، غور کئے بغیر جنرل کی زبان سے بےساختہ نکلا۔

اگرچہ یہ سب بےتکی باتیں تھیں اور ان کے پیچھے نیتوں کا کھوٹ پوشیدہ تھا، تاہم طے پایا کہ فردی‌شینکو حسب معمول محفل کے مسخرے کا رول انجام دےگا۔

''جی‌ہاں، مجھے خاص اسی شرط پر ٹھیرایا اور یہاں بلایا جاتا ہے کہ اس طرح کی باتیں کیا کروں''، فردی‌شینکو ایک دم پکارا ''ورنہ بھلا مجھ جیسے کا یہاں کیا گزر؟ میں تو خود یہ بات

---

* کریلوف، ایوان (۱۷۶۹ء — ۱۸۴۴ء) — روسی زبان کا مشہور حکایت نویس۔ (ایڈیٹر)

سمجھتا ہوں۔ بھلا سوچئے، ایک یہ فردی‌شینکو جیسا شخص، اسے کوئی افاناسی صاحب جیسے نازک مزاج نفاست‌پسند جنٹلمین کے پاس جگہ دے‌گا؟ بس چار نا چار ایک ہی تشریح رہ جاتی ہے: ان کے برابر اس غرض سے جگہ دیتے ہیں کہ ایسا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔،،

اگرچہ اس شخص کی چھیڑ چھاڑ تھی بھدی، پھر بھی اس میں نمک، مرچ، بعض اوقات تیز ہی ہوتا تھا۔ یہی بات غالباً نستاسیا کو پسند بھی ہوگی۔ جو حضرات اس کے یہاں آمدورفت کے متمنی تھے، انہیں خوش و ناخوش فردی‌شینکو کو برداشت کرنا ہی پڑتا۔ ممکن ہے اس کا قیاس غلطی نہ کرتا ہو کہ نستاسیا کے گھر اسے خاص اسی نیت سے قبول کیا جاتا ہے کہ پہلے دن سے ہی اس کی موجودگی توتسکی صاحب کو ناقابل برداشت معلوم ہوئی تھی۔ گانیا کا معاملہ یہ کہ فردی‌شینکو کا وجود اس کے لئے مسلسل اذیت کے سوا کچھ نہ تھا، اور اسے کچوکے دینے کی بدولت فردی‌شینکو نستاسیا کے مفید مطلب ہوگیا تھا۔

''اور پرنس صاحب، اب دیکھئے شروع ہوتے ہیں، کوئی چلتا ہوا جذباتی گیت سنائیں‌گے،، فردی‌شینکو نے چھیڑا اور نظر اٹھا کر دیکھا کہ میزبان اس تجویز کا کیا اثر لیتی ہے۔

''نہیں، نہیں، فردی‌شینکو، اپنی حد میں رہئے،، اس نے روکھے پن سے کہا۔

''اچھا اگر ان صاحب پر خاص عنایت کی نظر ہے تو میری کیا مجال — اور میں تو...،،

مگر نستاسیا فلی‌پوونا نے اس کی بات ہی نہ سنی، وہ اٹھی اور پرنس کو لینے بڑھ گئی۔

''مجھے بعد میں افسوس ہوا کہ،، ایک دم پرنس کا سامنا ہوتے ہی اس نے کہا ''گڑبڑ میں آپ کو دعوت دینا بھول گئی۔ بڑی خوشی ہے کہ آپ نے فی‌الحال مجھے شکر گذاری کا موقع عنایت کیا اور یہ کہ آپ کی قوت ارادی کی داد دینی ہے۔،،

یہ کہتے وقت وہ پرنس کا منہ تک رہی تھی اور اس کوشش میں تھی کہ اس مہمان کی آمد کا کچھ نہ کچھ معنی مطلب کرید سکے۔ ممکن تھا کہ پرنس اپنی اس عزت افزائی پر جواباً دو بول

کہتا لیکن وہ اس قدر بوکھلا گیا تھا، ایسا بدحواس ہو گیا تھا کہ منہ سے ایک لفظ تک نہ نکلا۔ نستاسیا فلی‌پوونا یہ دیکھ کر محظوظ ہوئی۔ اس شام وہ خوب بنی سنوری تھی، نوک پلک سے درست، اور آفت ڈھا رہی تھی۔ اس نے پرنس کا بازو تھاما اور دوسرے مہمانوں سے ملانے لے‌چلی۔ ڈرائنگ روم کے دروازے پر وہ ایک دم رکا اور غیرمعمولی لہر میں بہہ کر گھبراہٹ میں زیرلب کہہ گیا:

''آپ سر تا پا کمال ہیں... یہاں تک کہ دبلا ہونا اور رنگ اڑا ہونا، یہ بھی آپ پر خوب پھبتا ہے... تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ اس کے سوا کچھ اور ہوتیں... آپ کے یہاں حاضر ہونے کی خواہش مجھ پر غالب ہوئی اور میں... معاف کیجئے!،،

''معافی کا لفظ زبان پر نہ لائیے، اس میں انوکھے اور نرالے‌پن کا سارا مزا کرکرا ہوجاتا ہے۔ سچ کہوں، تو مطلب یہ کہ لوگوں کا بیان ہے... آپ بڑے عجیب آدمی ہیں۔ تو آپ، مطلب یہ کہ مجھے ہر لحاظ سے بےعیب پاتے ہیں۔ ہے نا؟،،

''جی ہاں!،،

''یوں آپ قیافہ کے ماہر سہی، لیکن یہاں غلطی کرگئے۔ آج دیکھئےگا، میں آپ کو جتا دوں‌گی...،،

نستاسیا نے نووارد کو مہمانوں سے متعارف کرایا، جن میں آدھے سے زیادہ پہلے ہی واقف کار بن چکے تھے۔ توتسکی نے فوراً کوئی خوشگوار جملہ کہا۔ پرنس کی آمد سے گویا حاضرین میں جان سی پڑگئی، سب لوگ بولنے چالنے لگے۔ چہروں پر مسکراہٹ کی لہر دوڑ گئی۔ نستاسیا نے پرنس کو بالکل اپنے برابر بٹھا لیا۔

''تاہم، ایسی کونسی حیرت‌انگیز بات ہے پرنس صاحب کی آمد میں؟،، فردی‌شینکو اوروں سے اونچی آواز میں بولا ''معاملہ بالکل صاف ہے۔ آپ اپنی وضاحت ہے!،،

''جی‌ہاں معاملہ ضرورت سے زیادہ صاف ہے اور آپ سے آپ واضح اور آشکار ہے،، گانیا نے چپ کا روزہ توڑکر ایک دم کہا ''میں آج پرنس کو برابر دیکھ رہا ہوں اس لمحے سے، جب ان کی نظر پہلی بار نستاسیا فلی‌پوونا کے فوٹو پر پڑی تھی۔ پورٹریٹ وہاں، جنرل ایوان پیان‌چین صاحب کی میز پر رکھا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ نظر پڑتے ہی کیا خیال ان کے دل میں آیا، وہ کیا بات ہے

جو دماغ میں بیٹھ چکی ہے اور یہیں اتنا اور بڑھا دوں کہ خود پرنس صاحب نے اس کا اقرار میرے سامنے کرلیا تھا۔ ،،

اول سے آخر تک یہ پورا جملہ گانیا نے ایک سانس میں کہہ ڈالا، نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہا، کہیں مذاق کا شائبہ تک نہ تھا۔ بلکہ کچھ ملال ٹپک رہا تھا جو گانیا جیسے شخص کو زیب نہیں دیتا۔

''میں نے تو آپ کے سامنے کوئی اقرار نہیں کیا،، پرنس نے سرخ ہوکر فوری جواب دیا ''میں نے صرف آپ کے سوال کا جواب دیا تھا۔ ،،

''واہ وا، شاباش!،، فردی‌شینکو پکارا ''بڑے خلوص سے کہا۔ ہوشیاری بھی، خلوص بھی، دونوں!،،

سب کے سب قہقہے مارکر ہنسنے لگے۔

''گلا مت پھاڑو فردی‌شینکو،، پتیتسن نے منہ بناکر خفیف آواز میں ٹوکا۔

''مجھے آپ کی ذات سے ایسی جسارت کی توقع نہ تھی،، ایوان فیودرووچ کی زبان سے نکلا۔ ''آپ جانتے ہیں یہ کس کے لائق ہے؟ میں تو سمجھتا تھا آپ فلسفی قسم کے آدمی ہیں! چھپے رستم نکلے!،،

''میں نے یہ دیکھ کر کہ پرنس کو معمولی سی چھیڑ چھاڑ پر کیسے پسینہ چھوٹتا ہے شرمیلی لڑکیوں کی طرح، اپنی جگہ یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ نیک طینت نوجوان ہیں اور نیک نیت کے ساتھ آئے ہیں،، یہ الفاظ ستر برس کے اس بوڑھے ٹیچر کی زبان سے نکلے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ آپ سے آپ اچانک خلاف توقع ابل پڑے اس شخص کے منہ سے جس کے منہ میں دانت بھی نہ تھے، اب تک چپ سادھے بیٹھا تھا اور کسی کو گمان نہ تھا کہ یہ بھی بول پڑے گا۔ اس کا بولنا تھا کہ سبھی کو اور زور سے ہنسی چھوٹ گئی۔ بڑے میاں نے سب کو ہنستے دیکھا اور یہ سوچ کر کہ لوگ میرے جملے سے لطف اندوز ہوئے ہیں، خود بھی قہقہے مارنے لگا، یہاں تک کہ اس پر کھانسی کا دورہ پڑگیا اور ایسا بےرحم دورہ کہ نستاسیا فلی‌پوونا، جسے اس قماش کے انوکھے بڑے بوڑھے بلکہ اوٹ پٹانگ قسم کے لوگ دل سے پسند تھے، وہ سب چھوڑ چھاڑ اس کھانستے ہوئے بڑے میاں کی خاطر داری میں لگ گئی،

اسے چمکارنے لگی اور تازہ چائے بنا کر لانے کا آرڈر کردیا۔ ملازمہ اندر آئی تو نستاسیا نے کہا کہ شال لیتی آئے، شال میں خود کو لپیٹ لیا اور کہہ دیا کہ آتشدان میں آنچ اور تیز کردی جائے۔ نستاسیا نے وقت پوچھا تو ملازمہ نے بتایا کہ رات کے ساڑھے دس بج چکے ہیں۔

''حضرات، کیا خیال ہے، شمپین سے شوق فرمائیےگا؟''، نستاسیا نے مہمانوں کو دعوت دی۔ ''شمپین کا انتظام ہے یہاں۔ ممکن ہے آپ کا جی بہل جائے۔ حضرات، بےتکلف فرمائیے۔''

دعوت ناؤنوش، اور وہ بھی یوں سادگی سے، نستاسیا کی زبانی لوگوں کو عجیب معلوم ہوئی۔ سب کو یاد تھا کہ پہلے جب ایسی شامیں منائی گئیں تو کیا کیا اہتمام نہیں کیا گیا۔ بہرحال محفل میں جان پڑگئی، اگرچہ وہ پہلے کی سی بات نہ تھی۔ دور چلا تو سب سے اول جنرل نے، پھر تیز طرار مادام، پھر بڑے میاں اور فردی‌شینکو نے اور ان کے بعد باقی حاضرین نے اس میں باری باری شرکت کی۔ توتسکی نے بھی بڑا جام اٹھا لیا اس خیال سے کہ یوں محفل کی نئی فضا سے ہم‌آہنگ ہوکر اسے، جہاں تک ممکن ہو، خوشگوار مذاق میں تبدیل کردےگا۔ اکیلا گانیا تھا جس نے جام کو ہاتھ نہ لگایا۔ عجیب بات اس شام کی یہ تھی کہ رہ رہ کر نستاسیا الٹی سیدھی حرکتیں کئے جارہی تھی، بار بار کچھ سے کچھ کرنے لگتی تھی، اس نے بھی ایک جام اٹھایا اور اعلان کیا کہ آج وہ ایک کے بعد ایک تین جام چڑھائےگی، پھر بےسبب، آپ سے آپ ہنسی کا دورہ پڑتا اور درمیان میں اچانک اسے چپ لگ جاتی، بلکہ اداسی چھا جاتی، سوچ میں پڑ جاتی جس سے کوئی مطلب نکالنا بہت مشکل تھا۔ بعضوں کو شبہ تھا کہ اس کے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔ آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ ہو نہ ہو وہ بھی کسی خاص واقعے کی منتظر ہے، بار بار گھڑی پر نظر ڈالتی ہے، بےصبری دکھانے لگتی ہے اور خبط الحواس ہوجاتی ہے۔

''آپ کو شاید زور کا بخار چڑھا ہے''، تیز خاتون نے دریافت کیا۔

''تیز کیا، بہت تیز، تبھی تو میں نے یہ شال لپیٹی ہے''، نستاسیا نے جواب دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کے چہرے کا رنگ

اڑ گیا تھا اور وقتاً فوقتاً اندر ھی اندر کپکپی دبانے کی کوشش کر رھی تھی۔

حاضرین کو اس جواب سے جھرجھری آگئی، اور سب میں ایک لہر دوڑی۔

''کیا خیال ھے حضرات، کیوں نہ میزبان کو آرام کا موقع دیا جائے؟،، توتسکی نے جنرل ایوان فیودرووچ کو نظروں سے ٹٹولتے ھوئے کہا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔ میں خصوصاً آپ کو روکنا چاھتی ھوں۔ آپ کی موجودگی خاص کر آج کی شام میرے لئے لازمی ھے،، اصرار کے ساتھ اور معنی خیز انداز میں نستاسیا نے باآواز بلند کہا اور چونکہ قریب قریب ھر ایک مہمان کو علم تھا کہ آج کی شام ایک نہایت اھم فیصلے کی خاطر رکھی گئی ھے، لہذا ان الفاظ میں غیرمعمولی وزن تھا۔ جنرل اور توتسکی نے ایک بار آپس میں نظریں چار کیں اور گانیا چمک کر رہ گیا۔

''اچھا تو پھر کوئی petit-jeu والی بازی ھوجائے،، بڑھ بڑھ کر باتیں بنانےوالی بولی۔

''مجھے ایک زبردست اور نیا کھیل آتا ھے petit-jeu کا،، فردی‌شینکو نے بات آگے بڑھائی۔ ''کم‌ازکم اس کی ایک صفت یہ ھے کہ صرف ایک بار یہ کھیل منظرعام پر آیا اور کچھ کامیاب نہیں رھا۔،،

''ایسا کون‌سا کھیل ھے؟،، وھی خاتون بولیں۔

''ایک بار ھماری بیٹھک جمی، پینا پلانا تو خیر، تھا ھی۔ ھم میں سے کسی نے یکبارگی یہ تجویز رکھی کہ یہاں جتنے ھیں، ھر ایک شخص میز سے اٹھے بغیر، اپنے بارے میں کوئی واقعہ اونچی آواز میں سنائے، مگر واقعہ ایسا ھونا چاھئے جسے وہ سچے دل سے اپنی زندگی کی سب سے احمقانہ حرکت شمار کرتا ھو۔ البتہ اصل شرط یہ کہ سچ سچ سنائے، سب سے مقدم ھے مخلصانہ اور کھرا بیان ھونا، یہ نہیں کہ من گھڑت!،،

''عجیب و غریب خیال ھے،، جنرل بولے۔

''اس میں جو عجیب‌پن ھے حضور عالی، وھی تو میرے سرکار اس کھیل کی خوبی ھے۔،،

''مضحکہ‌خیز خیال ھے،، توتسکی نے اظہار رائے کیا

''مگر عقل قبول کرتی ہے: ایک خاص وضع کی خودستائی!،،
''بجا فرمایا - مگر یہی درکار ہے جناب توتسکی صاحب!،،
''یہ تو ایسا کھیل ہوا کہ ہنسانے کے بجائے آدمی کو رلا دے،، تیزطرار خاتون نے تبصرہ کیا۔

''قطعی ناممکن اور واہیات چیز،، پتیت‌سن نے بھی اپنی رائے دے ڈالی۔

'' کامیاب رہا تھا کیا؟،، نستاسیا نے دریافت کیا۔

''یہی تو - کہ کامیاب نہیں رہا۔ کھیل بگڑ گیا۔ ہر ایک شخص نے کچھ نہ کچھ بیان کیا، اکثر لوگوں نے سچے واقعے سنائے۔ ذرا تصور فرمائیے۔ بعضوں نے تو مزے لے لے کر آپ‌بیتی کے حصے سنا ڈالے۔ کہہ چکنے کے بعد ہر ایک جھینپنے لگا۔ شرم کے مارے خود کو سنبھالنا دشوار ہوگیا۔ پھر بھی ایک بات ہے، لطف بڑا آیا تھا، اپنی طرح کا لطف تھا۔ ،،

''سچ - ہے تو یہ خوب!،، نستاسیا فلی‌پوونا تازہ‌دم ہوکر بولی۔ ''واقعی، حضرات، آئیے، کھیل کے دیکھیں ذرا۔ یوں بھی فی‌الحال ہم لوگ کچھ اوبے ہوئے ہیں۔ اگر ہم میں سے ہر شخص کوئی ایک واقعہ سنانے پر راضی ہوجاتا ہے - اس قسم کا، مگر اپنی مرضی سے، خوشی خوشی - ہر ایک کو پورا اختیار ہے، تو کیسا رہے؟ کم‌ازکم ہے ضرور غضب کا انوکھا خیال۔ ،،

''لاجواب خیال!،، فردی‌شینکو نے فوراً تائید میں زبان کھولی ''محترم خواتین کھیل سے مستثنی ہیں، صرف مرد لوگ شروع کریں گے، شروعات ہوگی قرعہ ڈال کر - جیسے تب قرعے سے نام نکالے گئے تھے۔ یقیناً، لازماً! جو کوئی شریک ہونے پر آمادہ نہ ہو، وہ کنارے ہو جائے - مگر یہ ہے کہ خواہ مخواہ رکھائی برتنا بھی کچھ ضروری نہیں۔ لائیے، پرچی پر اپنے اپنے نام ادھر سرکا دیجئے، میری طرف۔ میرے ہیٹ میں ڈالئے۔ پرنس اپنے ہاتھ سے پرچی نکالیں گے۔ جس کا نام نکلے اسے کرنا کچھ خاص نہیں، معمولی سی بات۔ اپنی زندگی کی سب سے احمقانہ، سب سے گری ہوئی حرکت بیان کردینی ہے، بس! دیکھئے گا اب! اگر کوئی بیان کرتے کرتے سلسلہ بھول گیا تو میں اسے ہاتھ کے ہاتھ یاد دلانے کا ذمہ لیتا ہوں!،،

خیال کسی کو اچھا نہیں لگا۔ کچھ کا منہ پھول گیا، کچھ کڑوی ہنسی مسکرا دئے۔ بعضوں کو اعتراض تھا لیکن شدید اعتراض نہیں۔ مثلاً، جنرل ایوان فیودرووچ، اس خیال سے کہ نستاسیا کی مرضی میں حائل نہ ہوں، یہ دیکھ کر کہ انوکھا خیال نستاسیا کے دل میں گھر کر گیا ہے۔ اپنا اعتراض ٹال گئے۔ اس کا مزاج یہ تھا کہ اپنی خواہشوں یا آرزوؤں کے معاملے میں بےصبری اور بےرحم بن جاتی، کہنے پر آتی تو کسی کا لحاظ کئے بغیر بےدھڑک کہہ ڈالتی تھی، چاہے وہ بات اپنی بات کی پچ ہو یا محض چونچلا ہو لیکن وہ کہنے سے کبھی چوکتی نہ تھی۔ فی‌الحال وہ ھسٹریا کی سی حالت میں تھی، بوکھلائی ہوئی، بےارادہ ھنستی ہوئی، بات بات پر قابو سے باہر۔ خاص کر اس وقت جب بدکے ہوئے توتسکی نے زبان اعتراض کھولنی چاہی۔ نستاسیا کی سیاہ آنکھیں دمک رہی تھیں، پیلے پڑے ہوئے گالوں پر دو لال دھبے ابھر آئے تھے۔ حاضرین میں سے بعضوں کی صورت پر جو اداسی اور نحوست برس رہی تھی، شاید وہ بھی نستاسیا کے اندر تمسخر کے شعلے کو ہوا دے رہی ہو۔ اور عین ممکن ہے کہ اس کھیل کی تجویز میں تلخی و بےدردی کا عنصر بھا گیا ہو۔ بعض لوگ اپنی اپنی جگہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اس عورت نے ''اپنے جی میں ٹھانی اور ہے''۔ بہرحال سبھی رضامند ہوتے گئے: کچھ بھی سہی، ہے یہ خیال آزمائش کے قابل، اکثر نے سوچا کہ اس میں کوئی پیچ ضرور پڑےگا۔ فردی‌شینکو سب سے بڑھ کر مستعد تھا۔

''اور اگر کوئی ایسی بات ہو کہ انسان کہہ نہ سکے... عورتوں کی موجودگی میں؟''، جو نوجوان دم سادھے بیٹھا تھا وہ دبے لہجے میں بولا۔

''تو نہ کہئے۔ کیا ایسی باتوں کے سوا حماقت کی حرکتیں کچھ کم سرزد ہوتی ہیں؟ ارے، جاؤ، لڑکے ھی ٹھیرے نا!''، فردی‌شینکو نے کہا۔

''مجھے تو پتہ نہیں، کونسی حرکت ہے جسے سب سے زیادہ بدتمیزی کہا جائےگا''، بڑھ بڑھ کر باتیں بنانےوالی نے قصہ مختصر کیا۔

''خواتین کو واقعہ سنانے کے فرض سے سبکدوش کیا جاتا ہے''

فردی‌شینکو نے اعلان دھرایا ''مگر صرف سبکدوش کیا گیا ہے۔ اگر غیبی تحریک سے کوئی ذات خاص آمادہ ہوں تو آمادگی قبول۔ مردوں میں، جنھیں بہت ارمان نہ ہو، وہ بھی اس فریضے سے آزاد۔،،

''اور یہ کیسے ثابت ہوگا کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا؟،، گانیا نے دریافت کیا۔ ''اور اگر بیان میں جھوٹ ہوا تو کھیل کا سارا مزا برباد۔ کون ہے جو جھوٹ نہیں بولے گا؟ ہر شخص جھوٹ سنانے پر آمادہ ہو جائے گا۔،،

''یہ بھی ایک غورطلب بات ہوگی کہ آدمی جھوٹ بولنے میں کہاں تک جاتا ہے۔ اور میاں گانیا، تم سے تو جھوٹ کا کوئی خطرہ ہی نہیں، کیونکہ تمھاری بری سے بری احمقانہ حرکت یوں بھی سب کو معلوم ہے۔ ذرا ذہنوں پر زور ڈالئے حضرات!،، فردی‌شینکو ایک دم مزے میں آکر پکارا ''ذرا غور فرمائیے کہ ہم ایک دوسرے کو کن نظروں سے دیکھیں گے اپنے واقعات سنا چکنے کے بعد، مثلاً کل کے دن!،،

''بھلا یہ ممکن العمل ہے؟ یہ کھیل ہی تو ہے، واقعی سنجیدہ تو نہیں ہے نا، نستاسیا فلی‌پوونا؟،، توتسکی نے متانت سے پوچھا۔

''بھیڑیے کا ڈر ہو تو جنگل میں کاھے کو جانا!،، نستاسیا نے کسی قدر چھینٹا مارا۔

''تو مسٹر فردی‌شینکو، ذرا یہ فرمائیے کہ کیا آپ کا یہ petit-jeu ٹالا جاسکتا ہے؟،، افاناسی توتسکی نے، جو اور بھی کھٹکتا جارہا تھا، سوال جاری رکھا ''میری مانیے، اس طرح کی بیل منڈھے نہیں چڑھا کرتی۔ آپ تو خود ہی بتا چکے ہیں کہ ایک بار یہ سلسلہ چھڑا تھا مگر ناکام رہا۔،،

''ناکام کیسے رہتا! پچھلی بار کہہ تو چکا ہوں کہ میں نے تین روبل کیسے چرائے تھے۔ چرائے تو چوری سنا دی۔،،

''مان لیا۔ مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اس طرح بیان کریں کہ سچ معلوم ہو اور آپ کی بات کا یقین کرلیا جائے؟ دیکھئے، گاوریلا صاحب نے بالکل بجا سوال اٹھایا کہ اگر بیان کرنے‌والے نے ذرا بھی جھوٹ ملا دیا تو کھیل کا مزا خاک میں مل‌جائے گا... امر واقعہ محض اتفاقاً ہی زبان پر آسکتا ہے اور وہ بھی تب، جبکہ نہایت بھونڈے مذاق کے ساتھ خاص قسم کی خودستائی کا موڈ طاری ہو۔

یہاں فی‌الحال ایسی بات بےمحل بھی ہوگی اور بےادبی بھی۔"
"افوہ، آپ بھی کس قدر نازک بات نکالتے ہیں افاناسی توتسکی صاحب، مجھ جیسے آدمی کو تعجب میں ڈال دیا!"، فردی‌شینکو پکارا۔ "حضرات، ذرا ملاحظہ ہو، توتسکی صاحب نے یہ نکتہ ارشاد فرما کر کہ میں اپنی چوری کے بارے میں اس طرح بیان نہ کرسکا کہ سننےوالے اسے سچ جانیں، دراصل بڑی باریکی سے یہ اشارہ کیا ہے کہ میں چوری کر ہی نہیں سکتا تھا (کیونکہ ایسی بات کو برسرعام لانا خلاف تہذیب ہے)۔ اگرچہ یہ عین ممکن ہے کہ اپنے دل میں سو فیصد یقین کئے ہوئے ہوں کہ فردی‌شینکو سے چوری کچھ بعید نہیں۔ خیر، چھوڑئیے۔ آمدم برسر مطلب، حضرات، مطلب کی بات! نام کی پرچیاں آچکی ہیں، اور آپ جناب افاناسی صاحب نے بھی پرچی ڈال دی، مطلب یہ کہ کسی کو انکار نہیں! تو پرنس، نکالئے قرعہ!"

پرنس نے چپ چاپ ہیٹ میں ہاتھ ڈالا اور پہلا قرعہ نکالا — فردی‌شینکو کا نام، پھر پتیتسن کا نام، تیسرا قرعہ جنرل کے نام کا، چوتھا افاناسی توتسکی کا، پانچواں نام اپنا، چھٹا گانیا کا وغیرہ وغیرہ۔ خواتین قرعہ اندازی میں شریک ہی نہیں ہوئیں۔

"اوہ پروردگار، کیا بدقسمتی ہے! میں سمجھا تھا کہ"، فردی‌شینکو پکارا "پہلی باری پرنس کی ہوگی، دوسری جنرل کی، لیکن شکر ہے خدا کا، ایوان پتیتسن کا نمبر میرے فوراً بعد آیا، اور مجھے انعام مل جائےگا۔ اچھا تو حضرات و خواتین، طے بات ہے کہ مجھے شاندار مثال قائم کرنی چاہئے، مگر نہایت افسوس کا مقام ہے فی‌الوقت کہ میں اس قدر بےحیثیت اور بےوقار آدمی ہوں، یہاں تک کہ سرکاری ملازمت میں بھی میرا درجہ نہایت ادنا ہے۔ ایسے معمولی شخص فردی‌شینکو سے احمقانہ حرکت سرزد ہوئی بھی تو کسی کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ خیر، تو سوال یہ ہے کہ وہ بدترین حرکت کیا تھی؟ پورے کا پورا انبار ہے embarras de richesse! * کیا مجھے پھر وہی چوری‌والا واقعہ سنانا ہوگا تاکہ افاناسی توتسکی صاحب کو یقین دلایا جائے کہ آدمی چوری کرے اور وہ چور نہ ہو — یہ بھی ہوتا ہے۔"

---

* کثرت کے سبب انتخاب دشوار۔

''آپ یہ بھی یقین دلا رہے ہیں مسٹر فردی‌شینکو کہ یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنی گری ہوئی حرکات بیان کرنے کا ایسا مشتاق ہو کہ اسے نشہ ہوجائے، چاہے کسی نے سننے کی فرمائش کی ہو یا نہ کی ہو... خیر، معاف کیجئے گا مسٹر فردی‌شینکو...''

''شروع کیجئے فردی‌شینکو، آپ کو تو خواہ مخواہ کی باتیں بنانے کا مرض ہے۔ کبھی خاتمہ نہیں ہونے‌والا!'' نستاسیا نے چڑ کر بے‌صبری سے ٹھوکا دیا۔

سبھی نے نوٹ کیا کہ ابھی ذرا دیر پہلے جب نستاسیا پر دیوانہ‌وار ہنسی کا دورہ پڑا تھا، اس کے بعد سے وہ فوراً بجھ گئی، بات بات پر چڑنے اور چھینٹے دینے لگی۔ اب اس پر یہ ہٹ سوار تھی کہ اپنے اس بے‌محل چونچلے کی تعمیل کرانے میں کوئی رکاوٹ برداشت نہ کرے۔ افاناسی توتسکی کو اس بات سے صدمہ پہنچ رہا تھا۔ نستاسیا کے علاوہ جنرل صاحب کی یہ ادا بھی طیش دلا رہی تھی کہ وہ اپنی شمپین لئے ایسے آرام سے بیٹھے تھے گویا کچھ ہو ہی نہیں رہا — ممکن ہے بیٹھے سوچ رہے ہوں کہ اپنی باری پر مجھے کچھ نہ کچھ تو سنانا ہی ہوگا۔

۱۳

''نکتہ سنجی کی کمی ہے نستاسیا فلی‌پوونا، اسی لئے انٹ سنٹ بکتا رہتا ہوں'' فردی‌شینکو نے اپنا قصہ شروع کرتے وقت نستاسیا کو خطاب کیا ''اگر کہیں مجھ میں ویسی نکتہ سنجی ہوتی جیسی افاناسی توتسکی صاحب یا پتیتسن صاحب میں ہے، تو میں آج نچلا بیٹھتا زبان بند کر کے جیسے افاناسی صاحب اور پتیتسن صاحب، دونوں صاحبان تشریف رکھتے ہیں۔ کیوں پرنس صاحب، اجازت ہے یہ دریافت کرنے کی کہ مجھے جو محسوس ہوتا ہے کہ دنیا میں چوروں کی آبادی راست بازوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اور یہ کہ ایک بھی ایسا ایماندار اور کھرا آدمی نہ ہوگا جس نے زندگی میں کبھی کچھ نہ کچھ چرایا نہ ہو۔ میرا خیال ہے یہ اور اس سے میں ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ دنیا میں سب چور ہی چور

ھیں ۔ اگرچہ سچ کہوں، قسم خدا کی، بلا کا ارمان ہوتا ھے بعض اوقات کہ یہی نتیجہ نکلے ۔ کہئے، آپ کیا سوچتے ھیں؟،،

''تھو ! کیسی بےوقوفی کی بات زبان پر لاتے ھیں آپ،، داریا الیکسئیونا نے رائے ظاھر کی ۔ ''یہ کیا بکواس ھے ۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن ھے کہ ھر ایک نے کسی نہ کسی شے کی چوری ھی کی ھو؟ میں نے تو کبھی کچھ نہیں چرایا ۔ ،،

''آپ نے تو خیر کبھی چوری نہیں کی بزرگوار ۔ مگر سنئے یہ پرنس کیا کہتے ھیں جو سنتے ھی ایک دم سرخ ھو گئے ۔ ،،

''مجھے محسوس ھوتا ھے کہ آپ بجا فرماتے ھیں، البتہ مبالغہ زیادہ کر دیا آپ نے،، پرنس نے جواب دیا جو واقعی کسی سبب سے سرخ پڑ گیا تھا ۔

''اور آپ نے پرنس صاحب، کبھی چوری نہیں کی؟،،

''تھو ! کیا مسخراپن ھے ! مسٹر فردیشینکو، ھوش میں آئیے !،، جنرل نے دخل دیا ۔

''سیدھی سی بات ھے ۔ جیسے ھی اصل معاملے کی بات آئی لوگ زبان کھولتے شرمانے لگے ۔ آپ نے پرنس کو اپنے ساتھ پھنسانے کی تدبیر یوں کی کہ وہ شریف بےزبان آدمی ھے،، داریا الیکسئیونا نے تڑ سے جواب دیا ۔

''فردیشینکو یا تو کہنا شروع کیجئے، یا خاموش ھو جائیے اور دوسروں کا لحاظ کیجئے ۔ آپ نے میرے صبر کا پیمانہ چھلکا دیا،، نستاسیا نے بگڑ کر تیزی سے ٹوکا ۔

''ابھی اسی لمحے نستاسیا فلیپوونا ۔ مگر یہ کہ پرنس اپنی زبان سے اقرار کرلیں، کیونکہ میں اپنے اس قول پر قائم ھوں کہ پرنس نے بہرحال یوں بھی اقبال کر لیا ھے، تو پھر کسی دوسرے سے کیا توقع کی جائے (میں نے کسی کا نام نہیں لیا) اگر کوئی کسی وقت سچ بولنے پر آمادہ ھو تو؟ اور جہاں تک میرا تعلق ھے تو آگے بیان کرنے کو کچھ نہیں رہ جاتا ۔ سادہ سی بات ھے، احمقانہ ھے اور گری ھوئی بات ۔ ھاں آپ یقین کیجئےگا کہ میں چور نہیں ھوں ۔ خدا جانے، چوری کیسے ھو گئی مجھ سے ۔ دو سال چھوڑ کے ادھر کی بات ھے، سیمیون ایشنکو کے، شہر سے باھروالے بنگلے میں، اتوار کے دن ۔ ان کے ھاں کچھ لوگوں کا

کھانا تھا۔ کھانے کے بعد مرد مہمان پینے کے لئے میز پر رہ گئے۔ میرے جی میں سمائی کہ صاحب‌خانہ کی صاحب‌زادی ماریا سے پیانو پر کوئی چیز بجانے کی فرمائش کروں۔ جب میں کونےوالے کمرے میں سے گزر رہا تھا تو میں نے مالکہ ماریا ایوانوونا کے لکھنے پڑھنے کی میز پر تین روبل کا ہرا نوٹ پڑا دیکھا۔ شاید انھوں نے کسی گھریلو ادائیگی کے لئے نکالا ہوگا۔ کوئی دیکھنےوالا نہ تھا، میں نے نوٹ اٹھاکر جیب میں ڈال لیا۔ معلوم نہیں کیوں، کونسا جذبہ مجھ پر غالب آگیا تھا۔ میں تیزی سے گزر کر وھیں اسی میز پر پھر جابیٹھا۔ دھڑکا لگا ھوا تھا۔ مگر میں یار دوستوں میں بیٹھا گپ لڑاتا رہا، ھنسی، مذاق، چھیڑ چھاڑ۔ پھر میں زنانہ حلقے میں پہنچ گیا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد روبل کے گم ھونے کا پتہ چلا۔ ایک ایک نوکر سے پوچھ گچھ ھونے لگی۔ گھر کی خادمہ داریا غریب پر سب کا شک گیا۔ میں نے اس معاملے میں بڑی دلچسپی اور ھمدردی ظاھر کی، یہاں تک یاد پڑتا ھے کہ جب داریا پھوٹ پھوٹ‌کر رونے لگی تو میں نے اسے تشفی دی اور اکسایا کہ وہ چوری قبول دے۔ مالکہ بہت نرم دل کی خاتون ھیں (معاف کردیں‌گی) اور یہ حرکت میں سارے مہمانوں کی موجودگی میں کر رہا تھا۔ سب کے سب تماشا دیکھ رھے تھے مگر مجھے اس وعظ و نصیحت کے تکلف میں بڑا لطف آرھا تھا۔ وہ تو میری جیب میں رکھا تھا۔ اسی شام ایک ریستوران میں پہنچ کر تین کے تین روبل میں نے شراب نوشی پر اڑا دئے۔ صرف لافیت کی ایک بوتل کا آرڈر کیا، اور کچھ نہ منگایا۔ ایسا میں نے پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ مجھے دراصل جلدی پڑی تھی کہ چوری کے اس روپیے کو نکال دوں۔ میرے ضمیر میں بھی کوئی کانٹا نہ چبھا، نہ تب، نہ آج تک۔ میں یہ حرکت آئندہ کبھی نہیں کرنےوالا، جی چاھے آپ مانیں یا نہ مانیں، مجھے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ بس یہاں قصہ ختم۔،،

''صرف اتنی بات ھے کہ یہ آپ کی سب سے بری حرکت تو ھونے سے رھی،، داریا الیکسئی‌ونا نے ناگواری سے کہا۔

''صرف ایک نفسیاتی واقعہ ھے، اس میں حرکت‌والی کونسی بات ھوئی!،، افاناسی توتسکی نے اظہار خیال کیا۔

''اور اس ملازمہ کا کیا ہوا؟''، نستاسیا فلی‌پوونا نے سخت تنفر کو چھپائے بغیر سوال کیا۔

''ملازمہ کو ظاہر ہے کہ دوسرے دن نوکری سے جواب مل گیا۔ سخت‌گیر لوگ ہیں وہ۔''

''اور آپ نے ایسا ہونے دیا؟''

''واہ کیا کمال کا سوال ہے! یعنی آپ چاہتی ہیں کہ میں خود وہاں جاکر اپنا جرم سنا دیتا''؟ فردی‌شینکو نے کھی کھی کیا، البتہ وہ کسی قدر سٹپٹا ضرور گیا اپنے اس واقعے پر رنگ محفل دیکھ کر۔

''کتنی گھناونی بات!''، نستاسیا فلی‌پوونا کی آواز بے اختیار اونچی ہو گئی۔

''واہ، ایک تو آپ چاہتی ہیں کہ آدمی اپنی بدترین حرکت بیان کرے اور پھر اوپر سے رنگ روغن بھی درکار ہے! بدترین حرکت ہے تو وہ ہوگی ہی سدا گھناونی۔ خیر، اب ایوان پترووچ پتیتسن کی باری ہے۔ اس سے کیا ہوتا ہے کہ باہر سے چمک دمک ہو، سنانے‌والا نیک اور نکوکار دکھائی دے کیونکہ اس کی اپنی سواری گاڑی ہے۔ کس کی اپنی گاڑی ہے اور کس کس تدبیر سے ملی ہے، یہ کچھ بات نہیں!''

قصہ مختصر یہ کہ فردی‌شینکو اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا، اسے آناً فاناً غصہ آگیا، یہاں تک کہ آپے سے باہر ہو گیا اور ساری حدیں پھلانگ گیا۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ تھی ویسے عجیب بات، لیکن عین ممکن تھا کہ بیان واقعہ پر اسے خوب داد ملنے کی توقع ہو۔ بدذوقی کے سبب ''نشانہ خطا ہو جانا''، اور اپنے قسم کی ''خاص خود ستائی''، بقول توتسکی اکثر فردی‌شینکو کے ساتھ پیش آجاتی تھی اور یہ صفت اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔

نستاسیا فلی‌پوونا کو غصے کے مارے جھرجھری آگئی اور وہ فردی‌شینکو کو گھور کر دیکھنے لگی۔ وہ لمحہ بھر میں سہم کر رہ گیا۔ غصے کی تاب نہ لاکر ٹھنڈا پڑنے میں کچھ کسر نہ رہی: حد سے دور جو نکل گیا تھا۔

''بالکل بند کیوں نہ کر دیا جائے یہ سلسلہ؟''، افاناسی توتسکی نے ہوشیاری سے سوال کر لیا۔

''میری باری ہے، مگر میں اپنے اختیار سے کام لیتے ہوئے کوئی قصہ وصہ نہیں سناؤں گا،، پتیتسن نے قطعی لہجے میں کہا۔
''کیوں، آپ نہیں چاہتے؟،،
''نہیں سنا سکتا نستاسیا صاحبہ۔ اور میں جانوں، اس طرح کا یہ petit-jeu یوں بھی بس سے باہر ہے۔ ،،
''جنرل صاحب، غالباً اب آپ کا نمبر آتا ہے،، نستاسیا جنرل سے مخاطب ہوئی ''اگر کہیں آپ بھی انکار کر بیٹھے تو پھر آپ کی تقلید میں یہ سلسلہ ہی ٹوٹ جائے گا اور مجھے ملال ہوگا، وجہ یہ کہ میں خود آخر میں 'اپنی نجی زندگی کا ایک واقعہ، سنانا چاہتی تھی، مگر صرف آپ کے اور افاناسی توتسکی صاحب کے بیان کے بعد — کیونکہ آپ میری ہمت‌افزائی کریں تبھی تو —،، بے تکلفانہ ہنسی کے ساتھ نستاسیا نے اپنی بات تمام کی۔
''اچھا اگر آپ یہ وعدہ کرتی ہیں تو میں،، جنرل نے جوش میں آکر کہا ''اپنی ساری زندگی بیان کرنے کو تیار ہوں۔ مگر ایک بات کا اعتراف کرلوں، اپنی باری کا انتظار کرتے وقت سوچ لیا ہے کہ کیا قصہ سناؤں گا۔ ،،
''حضوروالا کے چہرے سے ہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے چھوٹے سے قصے میں کیا خاص ادبی چاشنی ملا کر تیار کی ہوگی،، فردی‌شینکو جو ذرا پیچ و تاب میں تھا، جملہ کسنے کی جرأت کر بیٹھا اور تلخ مسکراہٹ سے باز نہ آیا۔
نستاسیا فلی‌پوونا نے پہلے تو جنرل پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالی اور پھر آپ ہی آپ مسکرا دی۔ مگر صاف نظر آتا تھا کہ افسردگی اور چڑچڑاپن اندر ہی اندر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ افاناسی توتسکی اس کی زبان سے واقعہ سنانے کا وعدہ سن کر اور بھی سہم گیا۔
''حضرات، اوروں کی طرح مجھے بھی ایسے اتفاقات پیش آئے ہیں زندگی میں جب مجھ سے بعض گری ہوئی حرکتیں سرزد ہوئیں،، جنرل نے بیان آغاز کیا۔ ''لیکن عجیب معاملہ کہ ایک چھوٹے سے اتفاقی واقعے کو، جو آپ صاحبان کو سنانےوالا ہوں، عمر بھر میں سب سے گری ہوئی حرکت شمار کرتا ہوں۔ ہاں، یہ بھی بتا دوں کہ اب اسے قریب قریب ۳۰ سال بیت چکے ہیں۔ تاہم اس مدت میں جب بھی اس واقعے کی یاد آگئی ہے، یوں کہنا چاہئے

کہ دل میں کانٹاسا کھٹکا ہے اور میں اس کانٹے کو نکالنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ واقعہ انتہائی احمقانہ ہے: میں اس زمانے میں نیا نیا سب لفٹننٹ ہوا تھا اور فوج کے اندر اوپر کے کام سپرد تھے۔ سب لفٹننٹ، آپ جانیں، کیسا عہدہ ہے: خون میں ابال، اور جوان مفلوک‌الحال۔ ان دنوں مجھے اردلی ملا ہوا تھا نکی‌فور نام کا، جسے میری بڑی فکر لگی رہتی تھی، منجھائی، پالش، ٹانکا، پیوند، صفائی سب کام کرتا اور جہاں داؤ لگ جاتا، ہاتھ بھی صاف کر دیتا، محض اس خیال سے کہ گھر میں ہر شے افراط سے رہے۔ آدمی انتہائی بھروسہ کا اور بےحد ایماندار تھا۔ میں اگرچہ سختی سے پیش آتا تھا مگر انصاف کا دامن تھامے ہوئے۔ کچھ عرصے ہم ایک چھوٹے سے شہر میں تعینات تھے۔ اور مجھے ٹھیرنے کےلئے شہر سے باہر کسی ریٹائرڈ سیکنڈ لفٹننٹ کی بیوہ کا مکان ملا۔ بڑی بی ہوں‌گی کوئی ۸۰ سال کی، بالکل کھوسٹ ہو گئی تھیں۔ مکان بڑا خستہ حال، لکڑی کا ایک بوسیدہ ڈھانچ تھا۔ غریبی اتنی کہ مکان پر کوئی نوکرانی تک نہیں تھی۔ مگر خاص بات، جس پر انہیں ناز تھا، یہ کہ کسی وقت میں خاندان بہت بھرا پرا رہ چکا تھا، بہت سارے عزیز رشتہ‌دار تھے۔ کچھ تو ان میں سے مرکھپ گئے، کچھ اس شہر کو چھوڑ کر چل دئے، باقی جو تھے وہ بڑی بی کو بھول بھال گئے۔ شوہر کو دفن کئے اب کوئی پینتالیس برس ہو چکے تھے۔ پہلے کبھی ایک بھانجی بھتیجی ساتھ رہتی تھی چند سال پہلے تک، کبڑی اور بدمزاج، کہتے ہیں کہ بالکل چڑیل تھی۔ ایک دفعہ تو اس نے بڑی بی کی انگلی کاٹ کھائی۔ مگر تب تک وہ بھی مرچکی تھی، چنانچہ بوڑھیا عرصہ تین سال سے دنیا میں یکہ و تنہا رہ گئی تھی۔ اس گھر میں میرا دل اوبتا تھا اور وہ خود اس قدر بےروح تھی کہ کسی شے سے دلچسپی ہی نہیں رہ گئی تھی۔ ایک بار میرا مرغا چوری ہو گیا۔ آج تک سراغ نہیں ملا لیکن ظاہر بات ہے کہ اس بوڑھیا کے سوا وہاں چرانےوالا کون تھا۔ مرغ کی وجہ سے تکرار ہوئی، بات کافی بڑھ گئی۔ اتفاق کی بات کہ میں نے مکان کے تبادلے کی جو درخواست دی، وہ پہنچتے ہی منظور ہو گئی اور دوسرا مکان مجھے رہنے کو دے دیا گیا — اس قصبے کے بالکل مخالف سمت میں۔ یہ ایک بیوپاری کا مکان

تھا جس میں بال بچے بہت سے تھے اور بیوپاری کی ڈاڑھی بھی بہت سی تھی، اب تک یاد ہے۔ میں اور نکی‌فور وہاں سے اٹھ آئے، خوشی سے مکان چھوڑا اور بڑی‌بی سے ناگواری کے ساتھ جدا ہو گئے۔ تین دن گزرے تھے، پریڈ سے واپس آیا تو نکی‌فور نے خبر دی کہ 'صاحب، ہم تو خواہ مخواہ اپنی قاب اس پہلی گھروالی کے ہاں چھوڑ آئے۔ قاب نہیں تو سوپ کاہے میں دیا جائے'۔ مجھے، ظاہر ہے کہ سخت تعجب ہوا 'یہ کیا؟ بھلا ہماری قاب اس کے ہاں کیسے رہ گئی؟'، تب گڑبڑائے ہوئے نکی‌فور نے تفصیل بیان کی کہ جب ہم وہ گھر چھوڑنے لگے تو مکان مالکہ نے ہماری قاب واپس دینے سے انکار کر دیا، وجہ یہ کہ میرے ہاتھ سے اس کا مٹی کا کونڈا ٹوٹ گیا تھا تو اس نے کونڈے کے بدلے ہماری قاب روک لی اس بہانے، گویا میں نے ہی کہہ رکھا ہو کہ کونڈا توڑا تو اس کے بدلے قاب رکھ لو۔ بوڑھیا کے اس کمینہ‌پن پر میں آپے سے باہر ہو گیا۔ خون کھول اٹھا اور میں فوراً اچھل کر اس طرف لپکا چلا گیا۔ پہنچا تو، یوں کہئے کہ، اپنے اوپر قابو نہیں تھا، دیکھتا ہوں کہ بوڑھیا تن‌تنہا ڈیوڑھی میں ایک کونے میں سمٹی سمٹائی بیٹھی ہے۔ ہتھیلی پر گال ٹکائے ہوئے، گویا دھوپ سے چہرہ بچانے کی فکر میں ہے۔ پارہ تو چڑھا ہوا تھا، میں اس پر پوری آواز سے برس پڑا 'ایسی تیسی تیری تو، بڑی، ذلیل، گاڑھی روسی میں جو زبان پر آیا، کہتا چلا گیا۔ غور سے دیکھا تو عجیب منظر تھا: بوڑھیا اسی پوز میں بیٹھی ہے، منہ میری طرف موڑ لیا ہے، آنکھیں مجھ پر ٹنگی ہوئی، زبان سے ایک لفظ نہیں، ٹکر ٹکر تکے جا رہی ہے گویا سر جھول رہا ہو۔ آخر میرا غصہ ٹھنڈا ہوا، اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، سوال کئے، جواب کچھ نہیں۔ میں وہیں تذبذب میں کھڑا رہا۔ مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں، سورج ڈوب چلا تھا اور ہر طرف سناٹا ہونے لگا تھا۔ اسی کوفت میں وہاں سے چل دیتا ہوں۔ ابھی اپنے مکان نہیں پہنچا کہ میجر صاحب کی طرف سے بلاوا آ گیا، پھر اپنی کمپنی کی طرف جانا تھا، وہاں سے لوٹا تو کافی دیر ہو چکی تھی۔ گھر پہنچتے ہی پہلا لفظ جو نکی‌فور سے سنا: 'آپ کو خبر ہے، سرکار، وہ ہماری مکان مالکہ تو، میں جانوں، مر بھی گئی۔'، 'کب مری؟'، 'جی، وہ آج

شام کو ہی دنیا سے چل بسی، کوئی ڈیڑھ گھنٹے ہوا۔، مطلب یہ کہ ٹھیک اس وقت، جب میں اسے ڈانٹ پھٹکار رہا تھا، وہ دنیا سے کوچ کر رہی تھی۔ یہ خبر میرے دماغ کو ایسا جھٹکا دے گئی کہ آپ کو بتاؤں، میرے ہوش اڑ گئے۔ بار بار خیال اسی طرف جاتا تھا، یہاں تک کہ کابوس بن گیا، خواب میں وہی نظر آنے لگا۔ میں کوئی وہمی آدمی نہیں ہوں۔ پھر بھی تیسرا دن ہوا تو میں اس کی آخری رسوم میں شرکت کے لئے چرچ گیا۔ قصہ مختصر جتنا وقت گزرے، اتنا ہی زیادہ خیال اس طرف جائے۔ یہ نہیں کہ ہر وقت، البتہ کبھی کبھی جونہی اس واقعے کا تصور بندھے، طبیعت پر بار گزرنے لگے۔ اصل میں وہ بات کیا تھی، اس نکتے پر میں نے دماغ لڑایا۔ اول تو یہ دیکھنا ہے کہ عورت ذات، بہرحال، یوں کہئے کہ انسانی وجود، جسے آجکل کے لفظوں میں انسانیت کہیں گے، ذی روح تھی، طول طویل عمر پائی، آخر سب کے بعد تک جیتی رہی۔ ایک وقت تھا کہ اس کے بچے تھے، شوہر تھا، گھر بار تھا، عزیز اقارب تھے، یہ سارے اس کے اردگرد تھے، یعنی کہئے کہ بڑی چہل پہل تھی۔ یعنی کہئے کہ ہر طرف مسرت اور مسکراہٹیں۔ اور اچانک ایک گہرا سناٹا۔ سب کچھ دھواں ہوکر اڑ گیا اور وہ تنہا رہ گئی، جیسے — جیسے کوئی مکھی ہو جس پر زمانے کی پھٹکار برس رہی ہو۔ انجام کار، پروردگار نے انجام بخیر کیا۔ غروب آفتاب، گرمیوں کی پرسکون شام، اور میری بچاری بوڑھیا کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس سے اخلاقی نتیجہ نکلتا ہے۔ لیجئے، عین اسی لمحے یوں کہئے کہ جب رخصت کے چند آنسو ٹپکائے جاتے، ایک اونٹا ہوا نوجوان سب لفٹننٹ، وردی کسے، دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر اس بوڑھیا مائی کو روئے زمین سے رخصت کرنے آتا ہے اور کسی گمشدہ قاب کی خاطر گاڑھی روسی میں کھری کھری سنا ڈالتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قصور میرا ہے۔ اور اگرچہ اپنی اس حرکت کو، ایک تو یوں کہ اتنا زمانہ گزر گیا، دوسرے خود میری طبیعت میں بھی تبدیلیاں آگئیں، اب جو دیکھتا ہوں تو ایسے گویا کسی اور کا واقعہ ہے، تاہم آج تک تاسف کم نہیں ہوا۔ پھر یہیں دہرا دوں کہ یہ مجھے بہت عجیب محسوس ہوتا ہے، اس لئے اور بھی، کہ اگر میں قصوروار

ہوں، تب بھی یہ قصور کامل نہیں۔ آخر اس بڑی بی نے مرنے کےلئے خاص وہی وقت کیوں چنا؟ صرف ایک ہی جواز کی صورت نکلتی ہے: یہ حرکت اگرچہ ایک طرح سے نفسیاتی ہی تھی، تاہم میرے دل کو قرار نہیں آیا جب تک کہ میں نے، کوئی پندرہ سال پہلے دو بیمار، معذور بوڑھیاؤں کو اپنے خرچ پر بوڑھوں کے آرام گھر میں نہیں رکھ دیا تاکہ وہ اپنی حیات دنیاوی کے آخری ایام بےفکری اور راحت کے سانس لینے میں بسر کریں۔ سوچ رہا ہوں کہ دائمی وقف کے طور پر وصیت میں معقول رقم لکھ جاؤں۔ بس، اتنا سا واقعہ تھا، سنا دیا۔ یہیں پھر اعادہ کردوں کہ ممکن ہے، مجھ سے اپنی زندگی میں بہت سی خطائیں سرزد ہوئی ہوں لیکن یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسے، میرا ضمیر گواہ ہے کہ عمر بھر کی بد ترین حرکت قرار دیتا ہوں۔،،

''اور خصوروالا نے بدترین حرکت سنانے کے بجائے اپنی زندگی کا ایک بہترین عمل بیان فرما دیا ہے۔ فردی‌شینکو کو خوب چٹکیوں میں اڑایا جناب نے!،، فردی‌شینکو نے بات کا خلاصہ کر دیا۔

''ہاں، واقعی جنرل صاحب، میرے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ ایسا شریف دل رکھتے ہیں آپ۔ ہائے افسوس!،، نستاسیا فلی‌پوونا بےاحتیاطی میں کہہ گزری۔

''افسوس؟ کیوں کس بات کا؟،، جنرل نے مشفقانہ تبسم کے ساتھ دریافت کیا اور شمپین کی چسکی لیتے وقت وہ بےلطف نہیں ہو رہے تھے۔

اب افاناسی توتسکی کا نمبر تھا۔ وہ بھی سنانے کو تیار بیٹھا تھا۔ سب کو پہلے سے خیال تھا کہ وہ ایوان پتیتسن کی طرح پیٹھ نہیں دکھانےوالا اور کسی خاص وجہ سے اسی کی کہانی کا اشتیاق تھا۔ لوگ نستاسیا فلی‌پوونا کا رنگ بھی دیکھے جا رہے تھے۔ افاناسی توتسکی نے غیرمعمولی رکھ رکھاؤ کے ساتھ، جو موصوف کے شایان شان تھا، نرم، دل نشین آواز میں آپ‌بیتی کا ایک ''پرلطف واقعہ،، چھیڑا۔ (یہاں یہ بتانا برمحل ہوگا کہ توتسکی آدمی بڑے کلے ٹھلے کا وجیہ، شاندار، درازقامت، تن‌وتوش‌والا تھا، سر کسی قدر چکنا سپاٹ، تھوڑے سے سفید بال لئے ہوئے، گال پولے، سرخی مائل اور ذرا بھرے بھرے، دانت مصنوعی۔ لباس کے معاملے میں

نفاست‌پسند اور خرچیلا، اندر کے کپڑے بھی ایک سے ایک عمدہ۔ اس کے گدگدے اور صاف ستھرے ہاتھوں پر نظر ٹھیرتی اور داھنے ہاتھ کی انگشت شہادت میں ہمیشہ ہیرے کی بیش‌قیمت انگوٹھی چمکتی تھی۔) جب تک توتسکی اپنا قصہ سناتا رہا نستاسیا فلی‌پوونا اپنی آستین کی جھالر پر نظریں گاڑے رہی، اسے اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں سے مروڑتی رہی — یہاں تک کہ دوران قصہ میں اس نے ایک بار بھی داستان‌گو کو نظر بھر کے نہیں دیکھا۔

''جو چیز میری ذمہ‌داری کو آسان سے آسان تر بناتی ہے، وہ یہ کہ،، افاناسی توتسکی نے شروع کیا ''صرف ایک فرض ادا کرنا ہے، اپنی تمام زندگی کی بدترین حرکت کو جوں کا توں بلا کم و بیش بیان کر دینا۔ اس صورت میں میل محبت کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ ضمیر فوراً کہےگا اور دل بتاتا جائےگا کہ کیا بیان کرنا ہے۔ میں افسوس کے ساتھ یہ اقبال کرتا ہوں کہ زندگی کی بےشمار بن‌سوچی سمجھی، اور من موجی حرکتوں میں سے ایک ایسا واقعہ بھی گزرا جس کا نقش دل سے نہیں مٹتا اور جس کی یاد میرے سینے پر سنگین بوجھ کی طرح لدی ہوئی ہے۔ یہ واقعہ آج سے کوئی، یوں سمجھئے کہ بیس سال پیشتر کا ہوگا، میں گاؤں گیا تھا پلاتون آردینتسیف سے ملنے، تبھی یہ صاحب اس صوبے کے چیف تعلقدار چنے گئے تھے اور علاقے کے دیہات میں اپنی نوعمر بیوی کے ساتھ سردیوں کی چھٹیاں گزارنے گئے تھے۔ انھی دنوں انفیسا الیکسئی‌ونا کی سالگرہ قریب آگئی اور دو شاندار تقریبیں رقص و سرود کی طے پائیں۔ یہی زمانہ تھا جب اعلا سوسائٹی میں (فرنچ) دوما کے دلفریب ناول «La dame aux camélias» نے دھوم مچا رکھی تھی اور وہ فیشن میں داخل ہو گیا تھا۔ ناول کیا، ایک نظم ہے، جو میرے خیال میں امر رہےگی اور ہمیشہ تازہ رہنےوالی ہے۔ صوبائی مقامات کی سبھی خواتین اس کے پیچھے دیوانی ہوگئی تھیں۔ کم از کم وہ جنھوں نے اس کا مطالعہ کیا تھا۔ کہانی کی دلکشی، اہم کردار کو پیش کرنے میں اچھوتاپن، دل موہ لینےوالی وہ دنیا، وہ فضا، جو اس قدر نزاکت اور باریکی کے ساتھ چنی گئی تھی اور بالآخر وہ جادو کا سا اثر رکھنےوالی تفصیلات جو کتاب میں جا بجا بکھری ہوئی تھیں (مثلاً یہ کہ سفید اور گلابی کمیلیا کے گلدستے کن حالات

میں جگہ بدل بدل کر استعمال ہوتے ہیں)، غرض یہ کہ ایسی تمام باریک تفصیلات مل جل کر سب کو حیرت میں ڈال دیتی تھیں۔ جدھر دیکھئے کمیلیا کے پھولوں کا رواج چل پڑا۔ ہر طرف کمیلیا کی مانگ، اس کی جستجو۔ آپ ہی فرمائیے، میں پوچھتا ہوں: جہاں ہر ایک رقص و سرود کی محفل میں انھی کی مانگ ہو، یہ محفلیں تعداد میں کتنی ہی کم سہی، پھر بھی آخر ایک چھوٹے سے صوبائی مقام پر کتنے کمیلیا مہیا ہو سکتے ہیں؟ پیتیا ورخوفسکوئی بچارا ان دنوں انفیسا کی محبت میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ اب معلوم نہیں کہ اس محبت کا کچھ حاصل حصول ہوا یا نہیں، یعنی، کہنے کا منشا یہ کہ آیا ان کے درمیان کوئی سنجیدہ معاملہ تھا یا بس یونھی، اس کے متعلق کچھ علم نہیں۔ غریب پیتیا کی عقل گم تھی کہ کوئی بھی جتن کرکے ناچ رنگ کی اس شام انفیسا کی خاطر کمیلیا کے پھول دستیاب کرے۔ خبر مل گئی تھی کہ نواب‌زادی سوتسکایا آف پیترسبورگ، جو بیگم گورنر کی مہمان تھیں اور صوفیہ بیس‌پالووا غالباً گلدستے لئے ہوئے آئیں‌گے سفید پھولوں کے۔ انفیسا ایک خاص جلوہ دکھانے کی خاطر سرخ پھولوں کی آرزومند تھی۔ بچارے پلاتون کو دربدر بھٹکنا پڑ رہا تھا، شوہر جو ٹھیرا۔ وعدہ ہو گیا تھا کہ ایک گلدستہ پہنچ جائےگا — مگر ہوا کیا؟ عین وقت پر وہ گلدستہ متی‌شیوا نے ہتھیا لیا، جو ہر بات میں انفیسا کی بےتحاشا رقیب تھی۔ بس نہیں چلتا تھا کہ دونوں میں چاقو چل جائیں۔ لازمی بات ہے کہ انفیسا پر اعصابی دورہ پڑا اور پلاتون کی حالت تباہ۔ عقل کہتی ہے کہ اگر ایسے نازک لمحے میں پیتیا کو کہیں سے لال پھولوں‌والا گلدستہ میسر آ جاتا تو اس کی بیل منڈھے چڑھنے کی توقع تھی۔ ایسے موقعوں پر عورتوں میں احسان مندی کا جذبہ بےپناہ ہوتا ہے۔ وہ آتش زیرپا تڑپتا پھرتا تھا، مگر ساری تدبیریں نا کام۔ کہنے کو کچھ نہیں۔ رات کے کوئی گیارہ بجے ہوں‌گے کہ اتفاقاً میری اس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ سالگرہ کے جشن اور بال ناچ سے ایک دن پہلے آردینتسیف کی ایک ہمسایہ خاتون ماریا پترووِنا کے ہاں مل گیا۔ تپ رہا تھا۔ 'کیا بات ہے؟'، 'مل گئے مجھے! Eureka!'، 'بڑے تعجب کی بات ہے! کہاں ملے؟ کیسے؟'، 'یک‌شائسک میں (اس نام کا قصبہ ہے کوئی بیس کوس کے فاصلے

پر اور ہمارے ضلع سے باہر) وہاں مل گئے۔ وہاں ایک سوداگر ہے تری پالوف، ڈاڑھی اور پونچھی والا، بڈھا، اپنی بوڑھیا کے ساتھ رہتا ہے۔ اولاد کے بجائے کناریئکا چڑیاں پالتے ہیں دونوں۔ انہیں پھولوں کا بھی جنون ہے۔ ان کے ہاں کمیلیا کے پھول نکل آئے۔، 'مگر یہ تو سوچو میرے عزیز، اگر انھوں نے نہ دئے تم کو، تب؟'، — 'گھٹنوں کے بل جھک کر التجا کروں گا۔ پاؤں پکڑلوں گا، جب تک وہ پھول دینے کی ہامی نہ بھرلیں۔'، 'کب جا رہے ہو لینے؟'، 'کل صبح نکلنے سے پہلے پانچ بجے۔'، 'جاؤ، فی امان اللہ!'، یوں مجھے اس شخص کے کام بن جانے کی خوشی ہوئی۔ میں آردینتسیف کے ہاں واپس پہنچ گیا۔ رات کا ایک بج چکا تھا اور میرا دماغ برابر چکرا رہا تھا۔ ابھی بستر پر جانے کی تیاری تھی کہ بہت دور کی سوجھ گئی۔ فوراً دبے پاؤں باورچی‌خانے میں پہنچا۔ سویلی نام کے کوچبان کو سوتے سے اٹھایا، پندرہ روبل ہاتھ پر دھرے اور کہا کہ آدھے گھنٹے میں گھوڑے کس کر گاڑی تیار ملے چنانچہ آدھ گھنٹے بعد گاڑی پھاٹک پر آ گئی۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ انفیسا کے آدھے سر میں درد ہے، بخار ہے، سرسامی کیفیت ہے۔ خیر، گاڑی لی اور چل دیا۔ ابھی پانچ نہ بجے تھے کہ ہم یک‌شانسک کے مقام پر جا پہنچے۔ سویرا ہونے تک انتظار کیا۔ صبح ہونے کی دیر تھی کہ چھ بجے سے اول وقت تری پالوف کے دروازے پر۔ 'یوں اور یوں ہے۔ کمیلیا پھول مل جائیں گے؟ مہربان بابا، بزرگوار، مدد کیجئے، مشکل سے بچا لیجئے! گھٹنے ٹیکتا ہوں آپ کے آگے!'، دیکھتا کیا ہوں کہ بڈھا لمبا تڑنگا، بال سفید، مزاج ترش۔ غضب کا بڈھا تھا۔ 'نہیں، نہیں، کچھ نہیں۔ میں نہیں دیتا!'، اس کا یہ کہنا اور میرا دھپ سے اس کے قدموں میں گرنا۔ 'ہے ہے، آپ یہ کیا ستم کرتے ہیں میاں یہ کیا!'، وہ گھبرا گیا۔ میں نے پکار کر کہا 'ہاں، کیا کروں، انسان کی زندگی کا سوال ہے!'، بولا 'اچھا یوں ہے تو، خیر، لے جائیے، خدا سلامتی سے لے جائیے!'، میں نے فوراً لال کمیلیا کاٹ لئے۔ کمال! بہت خوب! اس کے یہاں تو پوری نرسری نکلی چھوٹی سی۔ بڈھے نے آہ سرد بھری۔ میں نے جیب سے سو روبل نکالے۔ 'نہیں، نہیں، آپ، میاں اس طرح میرے دل کو ٹھیس مت لگائیے!'، میں نے کہا 'اچھا یوں قبول نہیں تو

بزرگوار، یہ رقم آپ مقامی ہسپتال کو دے دیجئےگا کہ اس کی فلاح و بہبود اور خوراک کی مد میں لگا دئے جائیں۔ ، وہ بولا 'ھاں، یہ دوسری بات ہے۔ برادر، خیر، خیرات کا، شرافت کا، ثواب کا کام ہے۔ آپ کی خوشنودی کی خاطر دے دوں گا۔ ، آپ مانیے، مجھے وہ روسی بڈھا بڑا پسند آیا۔ یوں کہوں کہ جڑ بنیاد سے اصل روسی تھا، * de la vraie souche- کام بن جانے کی ترنگ میں الٹے پاؤں وھاں سے چل دیا۔ سیدھا راستہ کترا کر نکلا کہ کہیں پیتیا سے سامنا نہ ھو جائے۔ پہنچتے ھی میں نے انفیسا کو پھول بھجوا دئے کہ آنکھ کھلتے ھی نذر کر دئے جائیں۔ آپ اندازہ کرسکتے ھیں کہ کیا لطف آیا ھوگا، شکرگزاری، احسانمندی کے آنسو۔ پلاتون، وھی شوھر پلاتون، جو کل تک مردہ ھو رھا تھا، نڈھال تھا، میرے سینے سے سر لگاکر خوشی کے آنسو رونے لگا۔ ارے صاحب، سبھی شوھر ایسے ھوتے ھیں، جب سے قانونی شادی کا سانچہ ڈھلا ہے تبھی سے۔ اب آگے مجھے کچھ اضافہ نہیں کرنا، سوائے اس کے کہ بچارے پیتیا کا معاملہ اس حادثے کے ساتھ ھی ستیاناس ھو گیا۔ شروع میں تو مجھے خیال رھا کہ وہ میرے ٹکڑے کردےگا پتہ چلتے ھی، بلکہ میں نے صورت حال کا سامنا کرنے کی تیاری بھی کرلی، مگر ھوا کچھ ایسا کہ میرے لئے تو یقین کرنا دشوار تھا! پہلے تو بےھوشی کا دورہ پڑا، شام تک سرسام، صبح ھوتے تیز بخار۔ بچوں کی طرح روتا تھا۔ اور تڑپتا تھا۔ کوئی سہینہ بھر بعد صحت بحال ھوئی تو قفقاز کے محاذ پر ملازمت کی درخواست دے دی۔ رومانس اپنا رنگ لایا۔ اور اس کا انجام یوں ھوا کہ کرائمیا میں مارا گیا۔ تب وھاں اس کا بھائی استپان ورخوفسکوئی ایک رجمنٹ کا کمانڈر تھا، اس نے بڑا نام پیدا کیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ برسوں گزر جانے کے بعد بھی میرے ضمیر میں کانٹا کھٹکتا رھا کہ بھلا کیا ضرورت تھی، کیوں میں نے اسے مفت میں چکر دیا۔ اگر مجھے خود اس لڑکی سے محبت ھوتی تب تو ایک بات بھی تھی۔ مگر یہاں کیا تھا، صرف شرارت، صرف مردانگی کی شان جتانا۔ اور کچھ بھی نہیں۔ اگر میں نے اس سے یہ گلدستہ نہ ھتھیا لیا

---

* سچا، کھرا۔

ہوتا تو کیا خبر، شاید وہ شخص آج بھی زندہ ہوتا، اس کے ارمان نکلتے، کامیابی میسر آتی اور دماغ میں یہ خیال ہی راہ نہ پاتا کہ وہ ترکوں سے جنگ کرنے نکل جائے۔ ''

افاناسی توتسکی اسی بھاری بھرکم متانت کے ساتھ، جس سے انہوں نے بیان شروع کیا تھا، خاموش ہو گئے۔ حاضرین نے دیکھا کہ نستاسیا فلی‌پوونا کی آنکھوں میں کوئی خاص چمک آگئی ــ بلکہ جب وہ قصہ ختم کرنے لگے تو نستاسیا کے لبوں کو لرزش ہوئی۔ سب لوگ تجسس کی نظر سے ان دونوں کی صورتیں تکنے لگے۔

''فردی‌شینکو کو غچہ دے گئے آپ، چٹکیوں میں اڑایا ہے! نہیں، جی اسے کہتے ہیں ہوا بتانا'' روہانسی آواز میں فردی‌شینکو پکارا۔ وہ سمجھتا تھا کہ جملہ کسنے کا یہی موقع ہے۔

''آپ سے کس نے کہا تھا کہ معاملے کو سمجھنا مت؟ عقلمندوں سے ضرور سیکھنا چاہئے'' داریا الیکسئی‌ونا نے (جو توتسکی کی پرانی اور بھروسے کی ہمراز اور شریک کار تھی) قریب قریب فاتحانہ شان سے فردی‌شینکو کی کاٹ کی۔

''آپ ہی صحیح کہتے تھے افاناسی توتسکی صاحب، یہ کھیل petit-jeu پھیکا رہا، اسے اب بند کر دینا چاہئے'' نستاسیا فلی‌پوونا نے یونہی بے تکلفی سے کہہ دیا ''میں نے جو وعدہ کیا تھا، وہ اب کہے دیتی ہوں۔ پھر تاش کی بازی جمے گی۔ ''

''لیکن واقعہ سنانے کا وعدہ پہلے پورا ہو'' جنرل نے مزے میں آکر ذرا جوش میں اصرار کیا۔

''پرنس صاحب!'' نستاسیا اچانک ایک جھٹکے کے ساتھ تیزی سے اس کی طرف متوجہ ہوئی ''دیکھئے، یہاں فی‌الحال میرے پرانے دوست احباب جو ہیں، جنرل صاحب اور افاناسی ایوانووچ توتسکی، یہ میری شادی کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے بتائیے، آپ کی کیا رائے ہے ــ شادی کرلوں یا نہیں؟ جیسے آپ کہیں گے، ویسے ہی کروں گی۔ ''

افاناسی توتسکی کا تو رنگ فق ہو گیا۔ جنرل کی سٹی گم ہو گئی۔ سب کے دیدے نکل پڑے، گردنیں آگے بڑھ آئیں۔ گانیا زمین میں گڑ گیا۔

''کس سے... کس سے... شادی؟،، پرنس نے ٹھٹھری ہوئی آواز میں سوال کیا۔

''مسٹر گوریلا اردالیونچ ایولگین سے،، نستاسیا نے اسی تیز، دبنگ اور دوٹوک لہجے میں صاف جواب دیا۔

کئی سیکنڈ مکمل سکوت رہا۔ پرنس نے بڑی کوشش کی مگر زبان نے ساتھ نہ دیا، گویا کوئی زبردست وزن اس کے سینے پر آپڑا ہو۔

''نہیں — نہ کیجئے!،، آخر سرگوشی میں اس کے لبوں سے نکلا اور بمشکل سانس لیا۔

''تو پھر یہی طے پایا! گوریلا اردالیونچ!،، نستاسیا نے گانیا کو مخاطب کرکے بڑی شان سے، فیصلہ صادر کرنے کے انداز میں سنا دیا۔ ''آپ نے سن لیا، پرنس نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ تو بس، یہی میرا جواب ہے۔ اسی پر یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوتا ہے!،،

''نستاسیا فلی‌پوونا!،، افاناسی کے حلق سے کانپتی ہوئی آواز نکلی۔

''نستاسیا فلی‌پوونا!،، جنرل نے سراسیمہ، مگر منوانے کے لہجے میں صدا بلند کی۔

سب کے سب اپنی اپنی جگہ ہل گئے اور چونک اٹھے۔

''کیا ہوا حضرات؟،، نستاسیا نے مہمانوں کی صورتیں گویا حیرت سے تکتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ ایسے کیوں پھڑک اٹھے؟ صورتوں پر یہ ہوائیاں کیسی؟،،

''مگر ایک بات سمجھ لیجئے نستاسیا فلی‌پوونا،، توتسکی نے ہکلاتے، اٹکتے، دبی آواز میں کہا ''آپ نے قول دیا تھا... برضا و رغبت... اور آپ فی‌الحال ہمارے حال پر رحم کرتیں... مجھے زبان پر لانا مشکل ہو رہا ہے... کہتے بن نہیں پڑتا... مگر ایک لفظ میں — اور وہ بھی ایسے وقت میں... لوگوں... لوگوں کے سامنے — اور بس یہ بات!.. اتنا سنجیدہ معاملہ اور یوں کھیل کھیل میں تمام؟ یہ عزت آبرو کا، دل کا معاملہ ہے جس پر... دارومدار ہے کسی...،،

''میں آپ کا ارشاد سمجھ نہیں رہی ہوں جناب! آپ تو واقعی گڑبڑا رہے ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ 'لوگوں کے سامنے، کا کیا

مطلب؟ کیا یہاں کچھ غیر بیٹھے ہیں؟ نہایت عمدہ اور بے تکلف محفل جمی ہے۔ اور یہ 'کھیل petit-jeu' سے کیا سروکار؟ میں سچ مچ اپنا واقعہ سنانے والی تھی، تو بس، سنا دیا۔ کیا کچھ برا ہے؟ اور آپ نے اسے 'غیر سنجیدہ' کیوں شمار کیا؟ کیا یہ سنجیدہ نہیں ہے؟ آپ نے تو سنا کہ میں نے پرنس سے کہا، بتائیے 'جیسے آپ کہہ دیں گے ویسے ہی ہوگا'۔ اگر وہ 'ہاں' کر دیتے میں بھی ہاتھ کے ہاتھ قبول کر لیتی لیکن انھوں نے 'نہیں' کہہ دیا تو اب میرا بھی انکار ہے۔ میری پوری زندگی یہاں ایک دھاگے میں معلق تھی۔ اس سے بڑھ کر اور سنجیدگی کیا ہوتی؟''

''پھر وہی پرنس، پرنس سے کیا مطلب؟ ہوتا کون ہے آخر پرنس؟'' جنرل کی قوت برداشت جواب دینے والی تھی، جھلاہٹ چھپائے نہیں چھپ رہی تھی کہ پرنس کو اتنا سر کیوں چڑھایا گیا۔

''پرنس کون ہے، تو سنئے، پرنس میرے لئے وہ ہے کہ زندگی میں پہلی بار ایک سچا جاں نثار نظر آیا اور اس پر مجھے بھروسہ ہو گیا۔ اس نے بھی پہلی نظر میں مجھے مان لیا۔ اور میں اس کے کہے پر پورا ایمان رکھتی ہوں۔''

''اب میرے لئے صرف یہی باقی رہا ہے کہ نستاسیا فلی پوونا نے جس حسن احتیاط سے... جس طرح مجھ سے برتاؤ کیا ہے، ان کا شکریہ ادا کردوں'' آخر گانیا نے لرزتی ہوئی آواز اور آڑے ترچھے ہونٹوں سے جیسے تیسے کہہ ڈالا۔ اس کا رنگ فق تھا ''یہ ایسے ہی، اس طرح ہونے والا تھا... مگر... پرنس جو ہے تو اس معاملے میں وہ...''

''وہ پچھتر ہزار کے پیچھے ہے؟ یہی کہنا ہے؟'' نستاسیا ایک دم پلٹ پڑی ''یہی مطلب ہے نا آپ کا؟ اب مکریے نہیں، قطعاً یہی کہنا چاہتے ہیں آپ! افاناسی توتسکی صاحب، ایک بات کہنا بھول گئی تھی: یہ جو پچھتر ہزار کی رقم ہے، وہ آپ ہی رکھئے۔ سمجھئے آپ مفت چھوٹے۔ بس، بہت ہو چکا! آپ کو بھی ذرا چین کا سانس ملے! نو سال اور تین مہینے! کافی ہوئے۔ کل سے نئی شروعات، اور آج، میرا نام رکھائی کا دن ہے آج، اپنے ساتھ رہوں گی، عمر بھر میں مجھے پہلی بار اپنے طور پر جینے کا موقع ملے گا! جنرل صاحب، آپ بھی اپنی موتیوں کی مالا لیتے جائیے، بیوی کو تحفہ

دیجئے گا، یہ لیجئے! اور کل کے دن میں یہ فلیٹ بھی خالی کردوں گی۔ بس، اب سے دعوت، محفل، سب قصہ پاک، حضرات!،،

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی، گویا اب چل دے گی۔

ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں ''نستاسیا فلی پوونا، نستاسیا صاحبہ!،، ہیجان برپا ہو گیا۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ گئے۔ سب نے اسے گھیر لیا۔ سب نے بےچینی سے اس کے بےاختیار، ہنگامہ خیز، ہیجانی الفاظ سنے۔ سب کو یہ بات کھٹکی کہ کہیں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اصل معاملہ ہے کیا۔ ٹھیک اسی لمحے دروازے کی گھنٹی پر آفت آئی اور وہ بےتحاشا بجنے لگی، عین اسی طرح جیسے کچھ وقت پہلے گانیا کے دروازے پر بج رہی تھی۔

''اوھو، ڈراپ سین ہوگا۔ آخر یہ ہونا تھا! ساڑھے گیارہ بجے ہیں!،، نستاسیا پکاری۔ ''حضرات، آپ تشریف رکھئے، اب اس ڈرامے کا انجام نزدیک آرہا ہے!،،

یہ کہہ کر وہ خود بھی بیٹھ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر عجب قسم کی ہنسی تھرک رہی تھی۔ وہ ساکت وصامت کسی بورانی انتظار میں بیٹھی رہی اور دروازے پر نظر تھی۔

''یہ رگوژین ہوگا اور ایک لاکھ کی رقم۔ کوئی شک نہیں!،، پتیتسن نے آپ سے آپ کہا۔

۱۵

ملازمہ کاتیا سہمی ہوئی اندر آئی۔

''خدا جانے کیا ہے، نستاسیا فلی پوونا، کوئی دس آدمی اندر گھس پڑے ہیں اور سب پئے ہوئے۔ ادھر آنے کو کہہ رہے ہیں۔ بتاتے ہیں کہ کوئی رگوژین ہے اور باقی آپ خود جانتی ہیں۔،،

''ہاں ٹھیک ہے، ان سب کو ادھر بھیج دو فوراً۔،،

''کیا سبھوں کو، آئے ہے، نستاسیا بی بی؟ ایک آفت آجائے گی، بھوت سوار ہے۔،،

''سب کو، روکو کسی کو نہیں کاتیا۔ ڈرو مت، آنے دو۔

ورنہ وہ یوں بھی نہیں رکنے والے ۔ ویسے ھی آسمان سر پر اٹھا رکھا ھے جیسے آج تیسرے پہر ۔ صاحبان، ممکن ھے آپ کو ناگوار گزرے،، وہ مہمانوں سے مخاطب ہوئی ''کہ میں اس قماش کے لوگوں کو آپ کے ہوتے اندر بلانے لے رھی ھوں ۔ افسوس مجھے بھی ھے اور معذرت چاھتی ھوں، لیکن اس کے سوا چارہ نہیں، بلکہ میری تو بہت تمنا ھے کہ آپ حضرات ڈارمے کے آخری سین کے وقت میرے گواہ بننا منظور فرمائیں ۔ اگرچہ آگے آپ کی مرضی...،،

مہمان سناٹے میں آ گئے، بدبدانے لگے اور ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے ۔ مگر اتنی بات قطعی روشن ھوگئی کہ یہ سب سوچا سمجھا منصوبہ تھا، پہلے سے اس کی تیاری کی جاچکی تھی، اور اگرچہ نستاسیا کی عقل ماری گئی ھے، تاھم جو وہ ٹھان چکی ھے، اس سے باز نہیں رکھا جا سکتا ۔ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آئے گا، یہ کرید ذھنوں کو ستارھی تھی، اور پھر ڈر جانے کی یہاں کوئی گنجائش بھی نہ تھی ۔ عورتیں لے دے کے اس محفل میں صرف دو تھیں ۔ داریا الیکسئی‌ونا جہاں دیدہ عورت، اول درجے کی دیدہ دلیر، کہ اسے بوکھلا دینا بہت مشکل تھا ۔ رھی وہ اجنبی حسینہ، جو تمام وقت خاموش رھی تو وہ شاید ھی کچھ سمجھ پائی ھو ۔ باھر سے آئی ھوئی جرمن تھی، روسی زبان سے بالکل بے‌بہرہ ۔ اس سے قطع نظر وہ جتنی حسن سے بھرپور تھی، اتنی ھی عقل سے خالی بھی ۔ نئی نویلی ھونے کے سبب اسے خاص خاص محفلوں میں دعوت دینا اچھا معلوم ھوتا تھا کہ بھڑکیلے لباس میں یوں بال سنوارے، گویا نمائش کےلئے ھوں — اسے ایک جگہ بٹھا دینا گویا کوئی دلکش تصویر سجا دی گئی آرائش بزم کی خاطر ۔ ویسے‌ھی جیسے بعض لوگ اپنے ھاں شام کی دعوت کےلئے جان پہچان والوں سے فرمائش کرکے ایک دفعہ کےلئے تصویر، گلدستہ، مورتی یا اسکرین مانگ لاتے ھیں ۔ مرد جو یہاں موجود تھے، ان میں پتیتسن پہلے سے رگوژین کا ملنے‌والا تھا ۔ فردی‌شینکو اس صحبت میں یوں کھپتا جیسے مچھلی پانی میں ۔ گانیا جس کے ابھی تک حواس ٹھکانے نہیں تھے، بےصبری سے اس مبہم مگر جلتے ھوئے اندرونی تقاضے کے ھاتھوں مجبور تھا کہ اس تماشے میں توھین کا نشانہ بننے پر انجام تک پہنچا کر دم لے ۔ بوڑھا ٹیچر معاملے کی نوعیت سمجھے بغیر آنسو

بہانے کو تیار تھا اور خوف کے مارے لرز رہا تھا یہ دیکھ کر کہ چاروں طرف کوئی انہونا خطرہ منڈلا رہا ہے اور نستاسیا جس پر وہ اپنی پوتی نواسی کی طرح فدا تھا، مشکل میں مبتلا ہوگئی ہے۔ تاہم وہ ایسے وقت میں نستاسیا کو چھوڑ کر چل دینے سے وہیں جان دے دینا پسند کرتا۔ جہاں تک افاناسی ایوانووچ توتسکی کا تعلق ہے، وہ یقیناً ان نامساعد حالات میں جوکھم لینا ہرگز گوارا نہ کرتے، مگر معاملات نے کیسا ہی بےڈھب رخ اختیار کیا ہو، ان کا تعلق خاطر بہرحال برقرار تھا۔ ہاں، یہ بھی کہ نستاسیا نے دو چار لفظ ایسے پھینک دئے جن کا روئے سخن انھی کی طرف تھا اور جب تک گتھی پوری طرح سلجھ نہ جائے، وہ اٹھ کر جا نہیں سکتے تھے۔ توتسکی نے جی میں ٹھان لی کہ آخر تک بیٹھیں، خاموش بیٹھیں اور اپنی حیثیت اور وجاہت کے پیش نظر خاموشی سے حالات ملاحظہ کرتے رہیں۔ صرف ایک جنرل یپانچین، جنھیں ابھی ذرا دیر پہلے خفت اٹھانی پڑی تھی کہ ان کا لایا ہوا تحفہ یوں بلاتکلف اور بہ تمسخر ٹھکرا دیا گیا، اب ان تمام انہونی اوٹ پٹانگ باتوں پر یا خود رگوژین کے وارد ہوجانے پر خود کو اور بھی ستم زدہ محسوس کرتے ہوں گے۔ پھر یہ بات بھی ناگوار ہوگی کہ ان جیسے آدمی کےلئے یہ کچھ کم گراوٹ نہیں ہے کہ وہ پتیتسن اور فردی‌شینکو قماش کے لوگوں کی صحبت میں پایا جائے۔ مگر والہانہ جذبے کی قوت جو کچھ کرسکتی تھی، اس پر ذمہ‌داری کا احساس، فرض، منصب، ذاتی وقار اور عزت نفس کا خیال بالآخر غالب آسکتا تھا، چنانچہ جنرل صاحب بہادر کی موجودگی میں وہاں رگوژین اور اس کے یاروں کا دخل بےجا تصور سے باہر تھا۔

جونہی جنرل نے اپنا مافی‌الضمیر نستاسیا پر ظاہر کیا، اس نے فوراً ان کی بات کاٹی ''اوہو، جنرل صاحب، مجھ سے بھول ہو گئی۔ مگر آپ یقین کیجئے گا، مجھے پہلے سے اس کا اندیشہ تھا آپ کے بارے میں۔ اگر آپ کو اتنا ہی گراں گزرتا ہے تو پھر میں مجبور نہیں کروں‌گی، آپ کو روکوں‌گی نہیں، اگرچہ بڑی تمنا ہے کہ اس وقت آپ میری آنکھوں کے سامنے ہوتے۔ اور سب باتیں ایک طرف، مگر میں بہت ہی شکرگذار ہوں کہ آپ نے تعارف کا موقع دیا اور

میرے حال پر عنایت کی نظر فرمائی۔ تاہم اگر آپ کو اندیشہ ہے کہ...،،

''اجازت ہو نستاسیا فلی‌پوونا یہ کہنے کی کہ...،، جنرل میں افسرانہ جانبازی کی رگ پھڑکی ''کہ آپ نے یہ کہا کس سے؟ اب تو میں آپ کے قریب سرفروشی کی تمنا میں ٹھیروں‌گا۔ کیونکہ اگر مثلاً کوئی خطرہ پیش آیا تو — اور یہیں یہ بھی اعتراف کرلوں کہ مجھے تہہ تک پہنچنے کی بے‌انتہا فکر ہے۔ میں نے صرف اس خیال سے وہ کہا تھا کہ یہ لوگ قالین خراب کریں، یا خواہ مخواہ توڑ پھوڑ مچائیں... میرے خیال میں تو ان لوگوں کو اندر قدم رکھنے کی اجازت ہی نہ دی جائے نستاسیا فلی‌پوونا!،،

''رگوژین بذات خود!،، فردی‌شینکو نے اس کی آمد کا اعلان کیا۔

''کیا خیال ہے افاناسی ایوانووچ صاحب، کہیں یہ عورت دیوانی تو نہیں ہوگئی؟،، جنرل نے توتسکی کے کان میں جھٹ سے سرگوشی کی۔ ''میں استعارے میں نہیں، لفظ 'دیوانی' کے خالص طبی معنی میں پوچھتا ہوں۔ کیوں؟،،

''میں آپ کو بتا چکا ہوں نا کہ ہمیشہ سے اس میں ایک رگ ایسی تھی،، توتسکی نے ہوشیاری سے اسی طرح سرگوشی میں ہم‌نشین کو جواب دیا۔

''پھر اوپر سے اسے تیز بخار بھی...،،

رگوژین کی ٹولی میں تقریباً وہی لوگ تھے جو آج دن میں ساتھ لگے پھر رہے تھے۔ ان میں صرف دو کا اضافہ ہوا تھا — ایک تو لوفر سا عمر رسیدہ آدمی جو اپنے وقتوں میں کسی بدنام سے اور کیچڑ اچھالنے والے اخبارچے کا ایڈیٹر رہا تھا اور جس کے بارے میں یہ لطیفہ زبان زد تھا کہ اس نے اپنے سونا چڑھے دانت نکال کر رہن رکھے اور جو ملا اس کی شراب چڑھا گیا، اور دوسرا شخص ریٹائرڈ سیکنڈ لفٹننٹ تھا جو قطعی طور پر دن کی ٹولی کے گھونسے‌والے آدمی کا حریف اور مدمقابل تھا اپنے ہنر اور پیشے دونوں میں۔ رگوژین کے ساتھیوں میں کوئی بھی اس سے واقف نہیں تھا۔ بس یونہی راستہ چلتے نیوسکی پراسپکٹ پر دھوپ کی طرف کھڑا ہوا راھگیروں کو روک کر بقول مارلینسکی حیلوں بہانوں سے خیرات وصول

کر رہا تھا۔ بدترین عذر یہ کہ ''وہ ہر ایک کو، جس نے بھی مانگا پندرہ روبل یونہی پکڑا دیا کرتا تھا اپنے زمانے میں،،۔ یہ شخص وہیں سے اٹکا لیا گیا تھا۔ گھونسہ بازی کے دونوں دعویداروں میں شروع سے ہی ٹھن گئی۔ ٹولی میں جو پہلے سے شامل تھا، نئے ''امیدوار،، کے شریک کئے جانے پر اسے شکایت پیدا ہوگئی اور چونکہ فطرتاً گھنا تھا، تو رہ رہ کر بھالو کی طرح غرانے لگا اور نئے ''امیدوار،، کی شرارتوں اور ٹھوکوں کو سخت نفرت سے دیکھنے لگا۔ یہ نیا پکھیرو بڑا دنیادار اور جوڑ توڑ کا آدمی نکلا۔ ریٹائرڈ سیکنڈ لفٹننٹ کو دیکھنے سے یہ توقع ہوتی تھی کہ جو ''کام،، بھی ہاتھ میں لےگا، اسے پورا کر دکھانے میں شہ زوری کے بجائے چستی و چالاکی اور حیلہ و تدبیر سے کام لےگا۔ قد و قامت میں بھی وہ گھونسےوالے ذات شریف سے کچھ کم تھا۔ اشاروں کنایوں میں، بحث و تکرار سے گریز کرکے مگر بڑی دون کی لیتے ہوئے نیا امیدوار کئی بار یہ جتا چکا تھا کہ انگریزی طرز کی باکسنگ کا جواب نہیں۔ مختصر یہ کہ خود کو مغربیت کا پکا طرفدار ظاہر کررہا تھا۔ وہ پہلے کا گھونسےوالا ''باکسنگ،، کا لفظ سنتے ہی ایسا براسا منہ بناتا اور تحقیر سے ہنس دیتا، حریف کو اپنی طرف سے کھلے عام بحث کے ذریعے برابر کی جوڑ ماننے کا موقع نہ دیتے ہوئے گاہے گاہے یہ ظاہر کرتا، بلکہ موقع نہ دیتے ہوئے خاموشی سے، گویا محض اتفاقاً، اس کی نمائش کر گزرتا کہ صرف ایک قوسی ہاتھ ایسا ہے — یعنی زبردست روسی گھونسا کہ نیلا، گٹھیلا پڑتا ہے تو لال گومڑا اٹھا دیتا ہے۔ سب پر اب تک یہ روشن ہوچکا تھا کہ اگر یہ خالص قومی شے اٹھی اور اپنے نشانے پر جا بیٹھی تو واقعی سامنےوالے کو لہولہان کردےگی۔

اگرچہ خوب اچھی طرح ''تیار،، ہوکر آئے تھے، تاہم ان میں سے کوئی بھی آج دن کی طرح بدمست نہیں تھا، اور یہ نتیجہ تھا خود رگوژین کی کوششوں کا، جو سارے دن نستاسیا فلیپوونا کے ہاں حاضری دینے کی دھن میں رہا۔ خود کو بھی وہ کافی سنبھالے ہوئے تھا مگر اس ہولناک دن کی تمام بھاگ دوڑ نے اسے بدحواس کر رکھا تھا، ایسا آفتوں کا دن اس کی زندگی میں اب تک آیا ہی نہیں تھا۔ نظر کے سامنے، دل و دماغ میں اگر کچھ تھا تو بس

ایک دھن ہر منٹ، ہر آن سوار تھی۔ صرف اسی ایک دھن میں اس نے تیسرے پہر پانچ بجے سے رات کے گیارہ تک کا سارا وقت بےپناہ فکرو پریشانی میں بسر کردیا۔ سودی روپیہ دینےوالے کنڈر اور بیسکوپ کے ہاں دوڑتے پھرنے میں گزارا۔ وہ بھی اس کے فوری تقاضے سے حواس باختہ ہوچکے تھے، ان کے اوسان خطا تھے۔ جو بھی ہوا، مگر بالآخر مبلغ لاکھ روپیے کی نقدی، جس کا ذکر محض رواروی میں، مذاق کے طور پر، اور قطعی مبہم اشارے میں نستاسیا کی زبان سے نکل گیا تھا، وہ جمع ہو ہی گئی اور شرح سود اتنی کہ خود بیسکوپ نے ذرا لجاتے ہوئے اپنے ہم‌پیشہ کنڈر سے تذکرہ بھی نکالا تو آواز سے نہیں، صرف کھسر پھسر میں بتایا۔

جیسے تیسرے پہر ہوا تھا، رگوژین آگے آگے، ساتھ والے پیچھے پیچھے۔ اگرچہ وہ اپنی برتری پر اکڑے ہوئے تھے پھر بھی ذرا دبک رہے تھے۔ اصل یہ کہ، خدا جانے کیوں، سب کو نستاسیا فلی‌پوونا سے ڈر تھا۔ بعضوں کو اندیشہ تھا کہ ان سب کو ”زینے سے نیچے دھکیل دیا جائےگا،،۔ اس طرح سوچنےوالوں میں اتفاق سے وہ شخص بھی تھا، بانکا چھیلا، دلوں کا لٹیرا زلیوژیف۔ دوسرے لوگ، جن میں سب سے نمایاں تھا گھونسےوالا، زبان سے نہ سہی، مگر دل میں نستاسیا سے سخت متنفر اور بدظن تھے، یہ اس کے مکان پر یوں چڑھائی کررہے تھے جیسے نرغے میں لینےوالے ہیں۔ لیکن شروع کے ہی دونوں کمروں کی شاندار صفائی اور نفاست، ان چیزوں کا سجا ہونا جو انھوں نے کبھی سنی تھیں، نہ دیکھی تھیں، نایاب قسم کا فرنیچر، تصاویر، زھرہ کی زبردست مورتی، ان سب باتوں کا ان پر بھرپور اثر پڑا، وہ مرعوب ہوگئے بلکہ ٹھٹک کر رہ گئے۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ وہ ان کے روکے سے کب رکنےوالے تھے۔ رگوژین کے پیچھے قدم اٹھائے، بدتمیزی سے دیدے پھاڑے، وہ، ڈرائنگ روم میں دبے بھنچے داخل ہوگئے۔ مگر جونھی گھونسےوالے نے، ”نئے امیدوار،، نے اور کئی آدمیوں نے مہمانوں کی صف میں جنرل یپان‌چین کو دیکھا تو دیکھتے ہی ایسے ہمت چھوڑی کہ ایک ایک کرکے دوسرے کمرے کی طرف پسپائی اختیار کرنے لگے۔ تنہا لیبیدیف ایسا تھا انتہائی ترنگ میں آئے ہوئے اور ڈٹے ہونے لوگوں میں سے، جس نے رگوژین کا ساتھ نہیں چھوڑا اور

اس کے شانہ بشانہ بڑھتا گیا۔ وہ خوب سمجھتا تھا کہ رگوژین کا مطلب ہے چودہ لاکھ نقد کی حیثیت کا آدمی، جس کے ھاتھ میں مبلغ ایک لاکھ تو ابھی موجود ھیں۔ یہاں یہ جتا دیا جائے کہ وہ جتنے بھی آئے تھے، اور انھی میں لال بجھکڑ لیبیدیف بھی شامل ہے، وہ سبھی اپنی قوت و اختیار کی حدود اور پابندیوں کو تولنے میں ڈانواڈول تھے؛ پورا یقین نہیں تھا کہ آیا ھمارے لئے فی‌الحال سب کچھ روا ہے یا نہیں۔ ایسے لمحے گزرے تھے جب لیبیدیف قسمیں کھا کھا کر کہتا، کہ ھاں، ھم پر سب خون معاف ھیں، لیکن دوسرے وقت اسے بےچینی لگ جاتی کہ اپنے طور پر اونچ نیچ دیکھ لے، کم از کم یہ اطمینان کرلے کہ قانون تعزیرات کی بعض دفعات خصوصیت سے ھمت افزائی کرنےوالی، دل کو ڈھارس دینےوالی بھی موجود ھیں۔

خود رگوژین پر نستاسیا فلی‌پوونا کے ڈرائنگ روم کا اثر اپنے ساتھ‌والوں کے تاثرات کے بالکل برخلاف ھوا۔ جونہی دروازے کے پردے سرکے اور نستاسیا پر نظر گئی، تو باقی ھر شے کا وجود اس کےلئے نابود ھوگیا۔ جیسے آج تیسرے پہر ھوا تھا بلکہ اس سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ۔ اس کا رنگ اڑ گیا اور لمحہ بھر کو پاؤں وھیں گڑ گئے۔ دیکھنے سے اندازہ ھوتا تھا کہ دل بری طرح دھڑک رھا ہے۔ سکڑا سمٹا اور دنیا جہان سے بےخبر رگوژین کئی سیکنڈ اسے دیکھتا ھی رہ گیا۔ پھر ایک دم، اس طرح گویا عقل و تمیز سے بالکل بےبہرہ ہے اور ذرا جھومتا ڈولتا وہ میز کی طرف بڑھا، بڑھنے میں پتیت‌سن کی کرسی سے ٹکرا گیا اور اپنے غلیظ بھاری جوتوں سے اس بےزبان جرمن حسینہ کے شاندار نیلگوں ڈریس کی بیل بوٹےوالی گوٹ کچل ڈالی۔ نہ معذرت کی، نہ نوٹس لیا۔ میز کے پاس پہنچ کر اس نے ایک عجیب سی چیز اوپر رکھ دی، وھی چیز جو دونوں ھاتھوں میں سامنے سنبھالے ھوئے اس کمرے میں داخل ھوا تھا۔ یہ کاغذ کا ایک دبیز بنڈل تھا کوئی پانچ انچ موٹا اور سات انچ لمبا۔ خوب دبا دبا کر مضبوطی سے اخبار ''شیر بازار نیوز'' کے ورقوں میں بندھا ھوا، لمبائی چوڑائی دونوں طرف دوھری تہوں میں اچھی طرح کسا کسایا، اور اس پر ویسی ڈوری کی گانٹھ جیسی شکر کے ڈلے باندھنے میں استعمال ھوتی ہے۔ بنڈل میز پر رکھ کر وہ زبان سے ایک لفظ کہے بغیر ھاتھ چھوڑ کر یوں سیدھا کھڑا

ہوگیا گویا اب سزا سننے کا منتظر ہے۔ سوٹ بھی اس کا وہی تھا، تیسرے پہروالا سوائے اس کے کہ اب گلے میں ایک بالکل نیا ریشمی شوخ سبز اور سرخ رنگ کا گلوبند بھی آگیا تھا جس پر ہیرے کی بہت بڑی پن ٹنگی ہوئی تھی، اس پر بھونرے کی سی شکل بنی تھی، اور داہنے ہاتھ کی غلیظ انگلی میں بھاری بھرکم ہیرے کی انگوٹھی چمک رہی تھی۔ لیبیدیف میز سے تین قدم پیچھے ٹھیرا، باقی جتنے تھے، جیسا کہ ذکر ہوچکا، ایک ایک کر کے ڈرائنگ روم میں اکٹھے ہوگئے۔ گھر کی دونوں خادمائیں کاتیا اور پاشا بھی لپک کر آئیں اور ہٹے ہوئے پردے کی اوٹ سے حیرت و دہشت کے مارے اندر جھانکنے لگیں۔

''یہ کیا ہے؟،، نستاسیا فلی‌پوونا نے رگوژین کو گھورتے اور نظروں سے ٹٹولتے ہوئے اس ''چیز،، کی طرف آنکھ کا اشارہ کیا۔

''ایک لاکھ ہیں!،، اس نے تقریباً بدبداتے ہوئے جواب دیا۔

''تو، یہ بات ہوئی، بات کے پکے نکلے! خیر، براہ کرم بیٹھ جائیے، یہاں، اس جگہ، اس کرسی پر۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے بعد میں۔ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ وہی لوگ جو تب آئے تھے؟ آجائیں، وہ بھی، بیٹھیں یہاں۔ وہ رہا صوفہ، اس پر، نہیں تو اور صوفہ موجود ہے۔ یہ دو آرام کرسیاں بھی ہیں... کیا بات؟ اندر آنا نہیں چاہتے کیا؟،،

امر واقعہ یہ ہے کہ رگوژین والوں میں کچھ تو سراسر گڑبڑا گئے تھے، چار قدم پیچھے سرک کر دوسرے کمرے میں انتظار کرنے چلے گئے۔ جو وہیں ٹھیرے وہ ادھر ادھر جہاں جگہ ملی بیٹھ گئے، مگر اُس میز سے ذرا فاصلے پر، زیادہ‌تر کونوں میں، کچھ ہمراہی تو اس لئے کونوں میں دبک گئے کہ نظر میں نہ آئیں اور کچھ خلاف عادت ذرا جلدی ہی موج میں آ گئے تو وہ زیادہ سے زیادہ ہٹ کر بیٹھنا چاہتے تھے۔ رگوژین کو جو کرسی بتائی گئی، اسی پر بیٹھ رہا مگر دیر تک بیٹھ نہ سکا، اٹھا تو پھر کرسی سے کمر نہیں لگائی۔ رفتہ رفتہ اس نے آنکھیں کھول کر مہمانوں کو غور سے دیکھنا اور شناخت کرنا شروع کیا۔ گانیا کو دیکھا تو زہریلی مسکراہٹ لبوں پر آئی اور آپ ہی آپ منہ سے نکلا ''ہشت!،، جنرل اور توتسکی صاحبان کو دیکھا تو نہ جزبز ہوا نہ خاص التفات کیا۔

مگر جب نستاسیا فلی‌پوونا کے پہلو میں پرنس کو پایا تو دیر تک نظریں نہ ہٹا سکا، سخت حیرت میں مبتلا تھا، دماغ نے کام نہ کیا کہ آخر اس ملاقات کا رمز کیا ہے۔ شبہ ہوتا تھا کہ چند منٹ تک تو اس پر جنون کا عالم رہا۔ دن بھر کے سارے جھٹکوں کے علاوہ پچھلی رات بھی ریل کے اندر آنکھوں میں ہی گئی تھی، یوں قریب قریب دو دن رات سے وہ برابر جاگ رہا تھا۔

''حضرات، یہ ہیں ایک لاکھ!،، نستاسیا فلی‌پوونا بورانی اور بےقرار آواز میں چیلنج کرتی ہوئی سب سے مخاطب' ہوئی۔ ''جی‌ہاں، اس میلے چیکٹ پیکٹ میں۔ آج شام سے پہلے یہ شخص دیوانوں کی طرح چیخ رہا تھا کہ شام تک ایک لاکھ کی رقم مجھے پہنچائے گا، سو، مجھے اس کا انتظار تھا۔ یعنی اس نے میرا مول تول کیا ہے۔ اٹھارہ ہزار کی بولی سے شروع ہوا۔ پھر ایک دم چالیس ہزار لگائے، اور بعد میں یہ رہے ایک لاکھ۔ اپنا قول پورا کرکے دکھا دیا۔ تھو! کیسا پیلا پڑا ہوا ہے!.. آج یہ واقعہ گانیا کے ہاں پیش آیا: میں ان کی والدہ کی خدمت میں، یعنی اپنی ہونے والی سسرال میں حاضری دینے گئی تھی اور وہاں ان کی بہن نے میرے منہ پر للکار کر کہہ دیا 'ارے کوئی ہے جو اس بےشرم کو یہاں سے نکال باہر کرے!، اور بڑے بھائی گانیا کے منہ پر تھوک دیا۔ لڑکی میں کیرکٹر ہے بہرحال!،،

''نستاسیا فلی‌پوونا!،، جنرل نے جھڑکتے ہوئے ٹوکا۔ اب وہ معاملے کی تہہ کو اپنے طور پر پہنچنے لگا تھا۔

''کیا بات ہو گئی جنرل صاحب، کوئی ایسی ویسی بات کہہ دی میں نے؟ بس بہت ہوچکے ڈھکوسلے۔ میں جو فرانسیسی تھیٹر میں، باکس میں سجی بیٹھی تھی کہ طاق و رواق کی مورتی ہے، جس تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور جو بھی ان پانچ برسوں میں میرا تعاقب کرتا اس سے وحشی کی طرح بھاگتی اور اپنی عصمت کا پاس کرنے میں دور دور رہا کرتی تھی، تو جناب، یہ سب میری حماقت کا ہرجانہ تھا! ملاحظہ ہو، اب ایک شخص آیا، ایک لاکھ میز پر رکھ دیا، پانچ سال کی اس معصومیت کے بعد ہے یہ! اور عین ممکن ہے ترونکا* گاڑی بھی باہر میرے انتظار میں کھڑی

*'' ترونکا،، — تین گھوڑوں کی خاص روسی گاڑی۔ (ایڈیٹر)

ہو - میری قیمت لگی ہے ایک لاکھ روبل! گانیا پیارے، دکھائی دیتا ہے کہ تم مجھ پر اب تک خفا ہو - ہے نا؟ کیا واقعی تم مجھے اپنے خاندان میں لے جانے والے تھے؟ مگر میں تو رگوژین والی ہوں! بولو! ہاں، پرنس نے تھوڑی دیر پہلے کیا کہا تھا؟،،

''میں نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ آپ رگوژین والی ہیں - آپ اس کی نہیں ہیں!،، پرنس نے کانپتی ہوئی آواز میں ادا کیا -

''نستاسیا، نستاسیا، بس کرو - میری پیاری، بہت بھڑک چکی - بس!،، داریا الیکسئی‌ونا سے اب اور برداشت نہ ہوسکا - ''اگر ان لوگوں سے تم عاجز آگئی ہو تو کیا ضرورت ہے، تمھاری بلا سے - صورت بھی مت دیکھو! کیا تم اس قماش کے آدمی کے ساتھ چل دوگی؟ لاکھ روبل ہے تو کیا ہوا! لاکھ کا گھر خاک! جھاڑو پھیرو اس پر! لاکھ کو تو گانٹھ باندھو اور انہیں دھتا بتاؤ - ایسوں کے ساتھ ایسے ہی کرنا چاہئے - افوہ، میں تمھاری جگہ ہوتی تو ان سب کو ... یہ تمھیں، سچ‌مچ ہوا کیا ہے!،،

داریا الیکسئی‌ونا طیش میں آگئی - بھلی مانس اور ہمدرد عورت تھی -

''ناراض نہ ہو داریا بوا،، نستاسیا نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا ''میں نے کوئی غصے میں تھوڑی ان کو کچھ کہا ہے! بھلا میں گانیا کو برا بھلا کہوں گی کیا؟ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نادانی میرے سر میں سمائی کیسے کہ ایک باعزت شریف گھرانے میں بہو بننے چلی تھی - ان کی ماں سے جاکر ملی، ان کا ہاتھ چوما - اور یہ جو آج میں نے تمھارا مذاق بنایا گانیا، تو یہ دیدہ و دانستہ کیا، آخری بار اپنی آنکھوں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم کہاں تک جا سکتے ہو - سچ کہوں، تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا - تم سے کچھ بعید نہ تھا، مگر اتنا بھی نہیں - بھلا تم مجھے قبول کیسے کررہے تھے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ دیکھو، ان صاحب نے ایسا قیمتی ہار تحفے میں دیا ہے — وہ بھی تمھاری شادی سے ذرا پہلے — اور میں نے تحفہ لے بھی لیا؟ رگوژین کو لو، اس نے تمھارے گھر میں، تمھاری ماں بہن کے ہوتے میری بولی لگائی، اس کے بعد بھی تم رشتہ لے کر آپہنچے اور بہن کو ساتھ لاتے لاتے رہ گئے - کہیں رگوژین نے تمھارے بارے میں سچ تو نہیں کہہ دیا

کہ نین روبل کی خاطر شہر کے دوسرے کنارے واسیلیفسکی جزیرے تک چاروں ہاتھ پاؤں سے گھسٹتے جاؤ گے؟،،

''ضرور جائے گا،، رگوژین کے منہ سے بےاختیار نکلا، آہستہ مگر اپنی رائے پر شدید اصرار کے ساتھ۔

''تم بھوکے مر رہے ہوتے، تب بھی چلو، خیر۔ مگر سنا ہے کہ تمھیں تنخواہ بھی خاصی موٹی ملتی ہے۔ ہاں، بدنامی ہوتی سو ہوتی، اس پر طرہ یہ کہ تم ایک گھناونی بیوی کو اپنے گھر میں رکھتے (کیونکہ تم مجھ سے گھن کھاتے ہو، یہ بات تو مجھے خوب معلوم ہے)۔ نہیں، ایسا آدمی، اب میں مانتی ہوں کہ، روپیے کی خاطر دوسرے کے ٹکڑے کردے! اتنی ہوس بھر گئی ہے لوگوں میں آجکل، روپیے کے پیچھے ایسے دیوانے ہوتے جا رہے ہیں کہ ان کی عقل ماری گئی۔ خود ابھی بچے ہیں اور ساہوکار بننے کی فکر لگی ہے۔ اور کچھ نہیں تو استرے پر ریشم لپیٹ کر اسے خوب کس لیں گے اور پیچھے سے آہٹ کئے بغیر اپنے یار آشنا کی گردن اڑا دیں گے، بھیڑ بکری کی طرح ذبح کردیں گے۔ ابھی کچھ دن پہلے میں نے یہ ماجرا پڑھا۔ بڑے ہی بےشرم ہو تم! میں تو بےغیرت ہوں ہی، مگر تم مجھ سے بھی بدتر۔ ان کا، وہ جو گلدستہ اڑانےوالے ہیں، ان کا ذکر نہیں کرتی...،،

''آپ، اور یہ باتیں! آپ اور بھلا یہ، نستاسیا صاحبہ!،، جنرل نے سچ مچ کے ملال میں دونوں ہاتھ جھٹک کر ٹوکا۔ ''آپ جیسی نفاست پسند، خوش ذوق، نازک خیال، اور آپ کی زبان سے یہ الفاظ، یہ ایسے بول!،،

''جنرل صاحب، میں نشے میں ہوں،، وہ قہقہہ مار کر بولی ''تفریح کا موڈ ہے۔ آج میرا دن ہے، میرا خاص دن، میرا تیوہار، عیش کا دن، ایک زمانے سے اس دن کا انتظار تھا۔ داریا الیکسئیونا، دیکھتی ہو تم اس گلدستے والے مسٹر کو، Monsieur aux camélias کو، وہ جو ذات شریف، بیٹھے ہم پر ہنس رہے ہیں...،،

''میں بالکل نہیں ہنس رہا ہوں نستاسیا، میں تو ہمہ تن گوش بنا، بس، سن رہا ہوں،، توتسکی نے باوقار انداز میں اس کا توڑ کیا۔

''میں نے بھلا ان صاحب کو پانچ برس کیوں، کس لئے مصیبت میں رکھا، چھوڑ کیوں نہ دیا؟ کیا یہ اس قابل تھے؟ وہ بس ایسے

ہی ہیں جیسے انہیں ہونا چاہئے... اور اوپر سے مجھے قصوروار سمجھیں گے : اچھی تعلیم تربیت دی، رئیس زادیوں کی طرح رکھا، روپیہ، روپیہ تو کتنا بہا دیا، میرے لئے وہیں اچھے سے شریف شوہر کی تلاش کی، نہیں ملا، یہاں گانیا مل گیا۔ تم کیا سوچتی ہو : ان پانچ برسوں میں ان کے ساتھ رہی نہیں میں اور رقم وصولتی رہی، یہ سوچ کر کہ ٹھیک ہے، میرا حق ہے؟ توبہ کرو ۔ میری سمجھ پر پتھر پڑے ہیں ۔ اب کہتی ہو کہ لاکھ روبل اینٹھ لے اور اسے دھتا بتا دے — اگر یہ نیچ پن ہو — تو؟ اور سچ کہوں، ہے یہ قطعی نیچ پن... میری تو کبھی کی شادی ہوچکتی، گانیا سے کیوں ہوتی، کسی اچھے سے ہوتی، مگر وہ اور بھی نیچ پن ہوتا۔ میں نے کاہے کی خاطر اپنی زندگی کے یہ پانچ سال جلنے کڑھنے میں کھودئے! تم مانو یا نہ مانو، میں کوئی چار سال پہلے تو کسی کسی وقت اسی ادھیڑبن میں رہا کرتی تھی : میں سیدھے سیدھے اپنے مسٹر افاناسی توتسکی سے ہی کیوں نہ کرلوں؟ یہ بھی میں کلس کر ہی سوچتی تھی۔ کیسے کیسے خیال دماغ میں جگہ بناتے تھے۔ واقعی، میں انہیں راضی بھی کر لیتی افاناسی صاحب کو! یقین آئے تمہیں یا نہ آئے لیکن سچ، انھوں نے خود میری مرضی پوچھی تھی۔ جھوٹے منہ پوچھی۔ مگر آدمی بہت کچے ہیں، قول پر قائم نہیں رہ سکتے۔ پھر وہ وقت گزرا، خدا کا شکر ہے ۔ اور میں نے سوچا کہ یہ شخص ہے بھی اس قابل کہ اس سے کلسا جائے؟ اور تب مجھ میں ان سے ایسا کینہ بھر گیا کہ اگر وہ خود بھی چاہتے تو میں ان سے شادی نہ کرتی۔ پورے پانچ برس میں نے یونہی خیالوں میں اڑا دئے! نہیں، اس سے تو اچھا ہے سر راہ بیٹھنا، جہاں میری اصل جگہ ہے! یا پھر رگوژین کے ساتھ گلچھرے اڑانا یا بعد میں کپڑوں کی دھلائی پر بسر کرنا! دیکھئے نا، میرے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہے۔ چل دوں گی، سب انھی کو بخش جاؤں گی، آخری چیتھڑا تک چھوڑ جاؤں گی۔ جب کچھ بھی پاس نہ ہوگا تو کون مجھے قبول کرلے گا۔ دور کیوں جاؤ، گانیا سے پوچھ لو، قبول کرے گا مجھے؟ اور تو اور فردی‌شینکو بھی نہیں ہاتھ تھامنے والا!..''

''فردی‌شینکو ممکن ہے نہ اپنائے نستاسیا، میں کھری بات منہ پر بولتا ہوں — مگر ہاں پرنس ضرور قبول کرلے گا''، فردی‌شینکو نے

بیچ میں ٹوک کر کہا ''آپ بیٹھی ٹسوے بہا رہی ہیں مگر ذرا پرنس کی صورت تو ملاحظہ ہو - میں کافی دیر سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ...''

نستاسیا فلی‌پوونا نے تجسس کے ساتھ اچانک پرنس کی طرف رخ کیا -

''کیا یہ درست ہے؟''

''جی ہاں — بالکل درست'' پرنس نے زیرلب جواب دیا -

''جیسے ہوں، ایسے ہی قبول کرلیں گے، بغیر کسی سر و سامان کے؟''

''بالکل ایسے ہی - ''

''لیجئے ایک اور شاخسانہ!'' جنرل کے منہ سے نکلا - ''پہلے ہی سے قیاس کر لینا تھا!''

پرنس نے درد بھری، گمبھیر اور تیکھی نظروں سے نستاسیا کی صورت دیکھی، جو مسلسل اسے تکے جارہی تھی -

''لو، ایک اور ملے!'' نستاسیا نے پھر داریا سے مخاطب ہو کر کہا ''یہ انہوں نے اچھے دل سے کہا ہے، میں انھیں خوب سمجھتی ہوں - میں نے ایک خیر خواہ پایا - کیا خبر، سچ ہی ہو، جو کہا جاتا ہے ان کے بارے میں کہ یہ ذرا... جینے کا سہارا بھی تو چاہئے، اگر ایسا ہی عشق ہے کہ رگوژین والی بھی قبول ہے — اور یہ اپنے لئے، پرنس کے لئے!''

''آپ، نستاسیا فلی‌پوونا، ایک سچی صاف عورت مجھے قبول ہیں، رگوژین والی نہیں - ''

''کیا کہا میں؟ اور سچی صاف عورت؟''

''ہاں، آپ - ''

''بس، جانے دیجئے، یہ ناولوں کی باتیں ہیں! پرنس، میرے عزیز، یہ اگلے وقتوں کی فضولیات ہیں - آجکل کے لوگ ہوشیار ہونے لگے ہیں - یہ سب بکواس ہے - اور شادی وادی کا ذکر کیا لے بیٹھے، تمھیں خود ایک آیا چاہئے تیمارداری کو!''

پرنس نے سنا، اپنی جگہ سے اٹھا، ایسی ہستی کی طرح جو اپنے خیالات میں اٹل ہو، لرزتی اور ڈوبی ہوئی آواز میں یہ الفاظ ادا کئے:

''مجھے کچھ علم نہیں نستاسیا صاحبہ، آپ بجا فرماتی ہیں، میں نے نہ کچھ جانا، نہ دیکھا، مگر میں... میں سمجھتا ہوں کہ میں نہیں، بلکہ آپ میری عزت افزائی کریں‌گی۔ میری کیا ہستی لیکن آپ کافی مصائب سہہ چکی ہیں، اور ایسے جہنم سے پاک صاف نکل آئی ہیں تو یہ بڑی بات ہے۔ آپ کو کاہے کی شرم جو رگوژین کے ساتھ چلی جانا چاہتی ہیں؟ یہ سرسامی حالت ہے... آپ نے مسٹر افاناسی توتسکی کو ستر ہزار لوٹا دئیے اور کہتی ہیں کہ کچھ نہیں چاہئے، یہاں جو کچھ ہے، سب چھوڑ جائیں‌گی۔ بھلا کون ہے جو یہ سب کر سکے؟ نستاسیا فلی‌پوونا... میں آپ سے... محبت کرتا ہوں... آپ پر جان قربان کردوں‌گا۔ کس کی مجال ہے میرے ہوتے، جو آپ کی شان میں ایک برا لفظ کہہ جائے نستاسیا صاحبہ!.. اگر ہم مفلس ہوں‌گے تو کیا، میں کماؤں‌گا نستاسیا صاحبہ!..''

آخری جملے پر فردی‌شینکو اور لیبیدیف کی کھی کھی سنائی دی، یہاں تک کہ جنرل بھی سخت ناگواری ظاہر کرنے کو آہستہ سے کھنکارے۔ پتیت‌سن اور توتسکی کو ہنسی چھوٹی جارہی تھی، مگر انہوں نے ضبط کرلیا۔ باقی جو تھے، حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گئے۔

''... مگر شاید ہم مفلس نہیں رہیں‌گے، بلکہ بہت دولتمند ہوں‌گے نستاسیا''، پرنس اسی دبی گھٹی آواز میں کہتا گیا۔ ''میں فی‌الحال قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا اور افسوس کہ تمام دن گزر گیا مگر اس کی بابت کچھ بھی معلوم نہ کرسکا، لیکن سوئٹزرلینڈ میں مجھے ماسکو سے ایک خط آیا تھا۔ کسی مسٹر سلازکن کا خط تھا۔ مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ میں بہت بڑی میراث کا حقدار ہوں۔ وہ خط ہے میرے پاس — یہ رہا...''

پرنس نے واقعی جیب سے ایک خط نکالا۔

''کہیں اس شخص کا دماغ تو نہیں چل گیا ہے؟''، جنرل بدبدائے۔ ''واقعی بالکل پاگل‌خانہ ہو رہا ہے یہاں!''

لمحہ بھر کو ہر طرف خاموشی سی چھا گئی۔

''غالباً آپ نے یہی کہا نا پرنس کہ خط سلازکن نے لکھا تھا؟''، پتیت‌سن نے دریافت کیا ''یہ صاحب اپنے حلقے میں کافی نامور آدمی ہیں۔ مشہور سالیسیٹر ہیں اور اگر واقعی خط انہی کا تھا

تو اس پر پورا بھروسہ کرنا چاہئے آپ کو۔ خوش اتفاقی کہئے کہ میں ان کی لکھائی پہچانتا ہوں۔ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ مجھے ان سے کام پڑا تھا... اگر ایک نظر دیکھ لینے کی اجازت ہوتو، ممکن ہے، میں آپ کو کچھ نہ کچھ بتا سکوں۔ ،،

پرنس نے کچھ کہے سنے بغیر کانپتے ہاتھ سے وہ خط اس کی طرف بڑھا دیا۔

''کیا ہو گیا، ایسی کیا بات ہے؟،، جنرل نیم دیوانگی کے عالم میں سبھی لوگوں کی طرف دیکھ کر بھڑک اٹھے۔ ''واقعی کوئی میراث ہے؟،،

پتیتسن کو خط پڑھتے دیکھ کر سب کی نظریں اسی پر سمٹ آئیں۔ ہر ایک کو جو کرید لگ گئی تھی اس میں نئی اور ہنگامی شدت پیدا ہوگئی۔ فردی‌شینکو کو نچلا بیٹھنا دشوار ہو گیا۔ رگوژین تشویش میں پڑگیا اور بری طرح، بڑبڑا کر کبھی پرنس کو دیکھتا، کبھی پتیتسن کو۔ داریا الیکسئی‌ونا کی جان تو عالم انتظار میں گویا کانٹوں پر تھی۔ یہاں تک کہ لیبیدیف سے نہیں رہا گیا، وہ اپنے گوشے سے اٹھا، اور پتیتسن کی پیٹھ پیچھے، شانوں پر سے جھک کر خط کی عبارت جھانکنے لگا۔ اس کی صورت پر یہ اندیشہ برس رہا تھا کہ کوئی وقت جاتا ہے جو اس حرکت کے بدلے میرے ایک گھونسا پڑے گا۔

۱۶

''معاملہ پکا ہے،، پتیتسن نے خط پھر سے تہہ کرکے اور پرنس کو دیتے ہوئے کھلے عام کہہ دیا۔ ''آپ کو بغیر کسی حیل حجت کے اپنی خالہ کی تصدیق شدہ وصیت کے مطابق زبردست سرمایہ وراثت میں پہنچتا ہے۔ ،،

''یہ ہو نہیں سکتا!،، جنرل نے تڑ سے گویا فائر کر دیا۔

پھر سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

پتیتسن نے جنرل ایوان فیودرووچ کو خاص طور سے مخاطب کرتے ہوئے وضاحت کی کہ پانچ مہینے ہونے آئے جب پرنس کی خالہ،

یعنی ماں کی سگی اور بڑی بہن، گزر گئیں۔ پرنس ان سے کبھی ملے بھی نہیں تھے۔ وہ بیٹی تھیں پاپوشن کی، جو ماسکو میں تیسری گلڈ کا ایک بیوپاری تھا، قلاش اور دیوالیہ مر گیا تھا۔ لیکن اسی پاپوشن کا سگا بڑا بھائی، کہ حال میں ہی اس کی موت بھی ہو گئی، بڑا مشہور اور مالدار تجارت پیشہ تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے، دونوں سال بھر پہلے مہینہ بھر کے اندر اندر چل بسے۔ اس صدمے نے بوڑھے کو بیماری کے بستر پر گرا دیا اور بالآخر جان لیوا ثابت ہوا۔ بیوی پہلے ہی دنیا سے جا چکی تھی، کوئی والی وارث نہ رہا۔ لے دے کے وہی رہ گئیں پرنس کی خالہ، جو مرحوم کی سگی بھتیجی تھیں اور دوسروں کے گھر افلاس میں بسر کرتی تھیں۔ جب انہیں چچا کا ترکہ ملا تو وہ جلندر کی مریض اور مرنے کے قریب تھیں۔ فوراً انہوں نے پرنس کی تلاش شروع کر دی اور انھی سلازکن کو وکیل کرکے وصیت نامہ لکھ دیا۔ بظاہر نہ تو پرنس نے، نہ ان کے ڈاکٹر نے، جس کے یہاں وہ سوئٹزرلینڈ میں رہتے تھے، باضابطہ سرکاری اطلاع کا انتظار کیا اور نہ انہوں نے ان کوائری کی، بلکہ پرنس نے سلازکن کا خط جیب میں ڈالا اور خود روانگی کا فیصلہ کر لیا...

''یہاں میں ایک بات بتا دوں —،، پتیتسن نے آخر میں پرنس کو متوجہ کیا ''یہ بالکل مستند ہے، اس میں کہیں کوئی اڑچن نہیں اور آپ کو سلازکن نے جو لکھا ہے اسے یوں سمجھئے کہ آپ کا معاملہ بالکل صاف اور قانونی ہے۔ جانئے کہ گویا نقد رقم آپ کی جیب میں موجود ہے، پرنس صاحب، مبارک ہو آپ کو! ممکن ہے کم و بیش پندرہ لاکھ وصول ہو جائے، ممکن ہے اس سے زیادہ۔ پاپوشن بہت ہی دولتمند تاجر تھا۔،،

''واہ وا، خاندان کے آخری چشم و چراغ پرنس میشکن!،، فردی‌شینکو چیخا۔

''ہرا!،، لیبیدیف نے شراب کی خرخراتی آواز میں نعرہ لگایا۔

''حد ہو گئی — میں نے تو آج ہی پچیس روبل ان کی جیب میں ڈالے، بچارہ قلاش! ہا، ہا، ہا! کیا خیالی طلسم بندھا ہے!،، حیرت کے مارے بوکھلاتے ہوئے جنرل نے کہا۔ ''اچھا تو مبارک باد، مبارک ہو میری طرف سے!،، وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور پرنس

کو گلے لگانے بڑھے، ان کے بعد دوسرے بھی اٹھنے اور پرنس کی طرف بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو پردوں کی آڑ میں دوسری طرف ہٹ گئے تھے، ڈرائنگ روم میں نکل آئے۔ چہل پہل ہو گئی، واہ وا، مبارکباد کی صدائیں آنے لگیں، یہاں تک کہ شمپین کی فرمائشیں بلند ہوئیں۔ دھکا پیل اور چھکار میں کوئی کسی کی نہیں سن رہا تھا۔ لمحہ بھر کو تو حاضرین نستاسیا کے وجود سے بھی غافل ہو گئے اور بھول گئے کہ آج دعوت کا اہتمام اس کی طرف سے ہے۔ رفتہ رفتہ ہوش آیا تو سبھوں کو ایک ساتھ یاد آگیا کہ پرنس نے ابھی نستاسیا سے رشتہ دیا ہے۔ اس خیال کا آنا تھا، مطلب یہ کہ اس صورت میں معاملہ پہلے سے دوگنا انمل بےجوڑ اور غیر معمولی ہو گیا۔ نہایت حیرت زدہ توتسکی بےبسی سے کندھے اچکانے لگا۔ بس وہی ایک تھا جو ٹس سے مس نہ ہوا تھا، باقی سبھی لوگ بھنگم طریقے سے میز کے گرد ھجوم کرنے لگے۔ اس واقعے کے بعد سبھی یہ کہتے پائے گئے کہ ہونہو، نستاسیا فلی‌پوونا اس لمحے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔ وہ اپنی جگہ بیٹھی، تھوڑی دیر تو عجیب، کھوئی کھوئی نظروں سے مہمانوں کی صورتیں تکتی رہی، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہوا کیا؛ وہ ذھن پر زور ڈالتی رہی۔ پھر آناً فاناً وہ پرنس کی طرف متوجہ ہوئی اور بھویں تان کر اسے گھورنے لگی۔ یہ حالت صرف لمحہ بھر کو تھی، پھر اسے فوراً محسوس ہوا کہ یہ سب مذاق چل رہا ہے، چھیڑ چھاڑ ہے۔ اور کچھ نہیں۔ مگر پرنس کی صورت کچھ اور کہتی تھی۔ دیکھتے ہی، سوچ میں پڑ گئی، پھر مسکرا دی، گویا خود نہیں معلوم کہ کس بات پر ھنسی آئی ہے۔

''یعنی، میں واقعی نواب زادی ہوئی!،، اس نے آپ ہی آپ زیرلب کہا، گویا یہ بھی کیا مسخراپن ہے۔ اتفاقاً داریا الیکسئی‌ونا سے اس کی نظر چار ہوئی تو وہ ھنس کر بولی ''انجام تو عجیب نکلا... میں نے یہ کب سوچا تھا... حضرات، یہ کیا ہے، ذرا ٹھیرئے، مجھ پر عنایت کیجئے! تشریف رکھئے، مجھے پرنس کے ساتھ اس رشتے پر مبارک باد دیجئے! شاید کسی نے شمپین کی فرمائش کی تھی۔ فردی‌شینکو، ذرا اٹھئے، جاکر آرڈر کر آئیے۔،، اتنے میں اتفاقاً اس کی نظر گھر کی نو عمر ملازماؤں پر گئی جو دروازے میں

آ کھڑی ہوئی تھیں ''کاتیا، پاشا، تم دونوں اندر آجاؤ، میری شادی ہو رہی ہے۔ سنا تم نے؟ پرنس سے ہو رہی ہے۔ یہ پندرہ لاکھ کی حیثیت کے آدمی ہیں، پرنس میشکن، یہ مجھے اپنی بیوی بنا رہے ہیں!،،

''خدا مبارک کرے، بی بی، اچھا وقت ھاتھ سے نہیں دینا!،، داریا الیکسئیونا پکاری۔ یہ ماجرا دیکھ کر اس کے ھاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے۔

''ھاں تو، یہاں، ادھر میرے برابر آ بیٹھئے پرنس! ھاں ایسے! پینے کا سامان بھی آیا جاتا ہے۔ حضرات کیا دیر ہے، مبارک سلامت ھو جائے!،،

''ھرا!،، کئی آوازیں ایک ساتھ ھوا میں بلند ھوئیں۔ اکثر حاضرین شراب پر گرے۔ ان میں رگوژین والے قریب قریب سبھی تھے، اگرچہ یہ لوگ چیخے جا رہے تھے اور شور مچانے پر کمر بستہ تھے لیکن ان میں سے کئی ایک حالات کے عجیب و غریب رخ اختیار کر لینے کے باوجود یہ محسوس کر چلے تھے کہ پورا منظر تبدیل ھونےوالا ہے۔ کچھ ایسے تھے جن کی عقل کام نہیں کر رھی تھی، سوچتے تھے کہ کوئی انہونی بات ھوکر رہےگی۔ بہت سے کھسر پھسر کرتے تھے کہ بات نہایت معمولی سی ہے۔ پرنس لوگ کسی سے بھی شادی کر لیں، کیا بگڑتا ہے! خانہبدوشوں میں سے لے آتے ھیں عورت۔ رگوژین بذات خود کھڑے کھڑے سب کو دیکھے جا رھا تھا۔ اس کی صورت پر ایک ٹیڑھی اور پھیکی مسکراھٹ جم کر رہ گئی تھی۔

''پرنس صاحب، ذرا ھوش میں آئیے میرے عزیز،، جنرل نے پہلو کی طرف سے اس کے پاس پہنچ کر، آستین جھٹک کر، پریشانی میں چپکے سے کہا۔

نستاسیا فلیپوونا کی نظر پہنچ گئی اور وہ زور سے ھنس پڑی۔

''نہیں، جنرل صاحب، اب میں خود نواب بیگم ھوں، سنا آپ نے؟ پرنس مجھ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ افاناسی توتسکی صاحب، آپ تو مبارک باد دیجئے مجھے، اب میں کسی بھی مقام پر آپ کی بیگم صاحبہ کے پہلو بہ پہلو بیٹھ سکتی ھوں، کیا خیال ہے ایسا شوھر ھو تو بڑے فائدے رہتے ھیں۔ اول تو پندرہ لاکھ، پھر

پرنس، پھر ایک خوبی اور — کہتے ھیں کہ ایڈیٹ بھی ھے۔ اس سے اچھا اور کیا؟ اب جاکر صحیح معنی میں زندگی شروع ھوگی! رگوژین، دیر کر دی! اپنا یہ نوٹوں کا بنڈل اٹھا لے جا، میں تو اب پرنس سے بیاہ رچاؤں گی۔ میں خود تجھ سے زیادہ مالدار ھوں!،،

رگوژین کو ھوش آیا کہ یہ کیا ھو گیا۔ اس کی صورت پر ناقابل بیان غم والم کی گہری چھاپ تھی۔ اس نے دونوں بازو باھر پھینکے اور ایک آہ سینے سے پھٹ پڑی۔

''راستے سے ھٹ جاؤ!،، پرنس کو اس نے ڈانٹ کر کہا۔

چاروں طرف لوگ ھنس پڑے۔

''کیا تمھارے لئے راستہ چھوڑ دیا جائے؟،، داریا نے شان سے مٹک کر اس کا لفظ پکڑا ''آیا بڑا وہ! روپیہ پٹکتا ھے میز پر — گنوار! پرنس تو بیاہ کر رھے ھیں اور تو دھاندلی مچانے آیا ھے!،،

''میں بھی کرتا ھوں! ابھی، اسی وقت شادی کرتا ھوں! سب کچھ دے ڈالوں گا...،،

''ارے جا، جا، بھنگڑ خانے کا شرابی۔ تجھ جیسے کو تو دھکے دے کر نکلواتی!،، غصے میں داریا بوا یہاں تک کہہ گئی۔

قہقہے اور زور سے بلند ھونے لگے۔

''سنا تم نے پرنس! تمھاری منگیتر کی بولی لگا رھا ھے ایک گنوار،، نستاسیا پرنس سے مخاطب ھوئی۔

''نشے میں دھت ھے،، پرنس نے کہا ''اور آپ سے عشق بھی کرتا ھے۔ ،،

''بعد میں تمھیں غیرت نہیں آئےگی کیا کہ تمھاری دلھن رگوژین کے ساتھ بھاگنےوالی تھی؟،،

''آپ کے دماغ کو تب گرمی چڑھ گئی تھی، اب بھی وھی بورانی حالت ھے۔ ،،

''اور تمھیں شرم نہیں آئےگی کیا جب لوگ بعد میں کہیں گے کہ تمھاری بیوی توتسکی کی رکھیل تھی؟،، نستاسیا نے پوچھا۔

''نہیں، مجھے شرم نہیں آئےگی... آپ کوئی اپنی مرضی سے توتسکی کے پاس تھوڑی تھیں۔ ،،

''کبھی تم مجھے طعنے تو نہیں دوگے؟،،

''نہیں دوں گا۔ ،،

''دیکھو، سمجھ لو، عمر بھر کا ذمہ مت لو!''

''نستاسیا فلی‌پوونا، میں ابھی پہلے کہہ چکا ہوں''، پرنس نے دھیمی آواز میں، دلسوزی سے کہا ''اگر آپ منظور کر لیں تو اسے عزت سمجھوں گا، میں آپ کو نہیں، بلکہ آپ مجھے نوازیں گی۔ آپ میرے ان الفاظ پر طنزیہ ہنسی تھیں اور ایک آپ ہی نہیں، چاروں طرف سے مجھے ہنسی مذاق سنائی دیا۔ ممکن ہے میرے طرز کلام میں یا خود مجھ میں کوئی مضحکہ‌خیز بات ہو، تاہم اتنا ضرور ہے کہ اپنے اندازے سے، یعنی میں... میں خوب سمجھتا ہوں کہ عزت کیا چیز ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو کہا تھا سچ ہی کہا تھا۔ فی‌الحال آپ خود کو تباہی کی راہ پر لے جانے کےلئے آمادہ تھیں، ایسے کہ واپسی کا امکان نہ رہے، وجہ یہ کہ آئندہ کبھی خود کو اپنی اس حرکت پر معاف نہ کر سکتیں۔ حالانکہ سوچئے تو آپ کا کوئی قصور نہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ کی ساری زندگی تباہ ہو چکی۔ اس سے کیا ہوتا ہے کہ رگوژین آپہنچا، گانیا فریب دینےوالا تھا؟ آپ انھی باتوں پر اپنا دماغ کیوں کھپائے جا رہی ہیں؟ جو کچھ آپ نے کیا، کم لوگ ہیں جن میں اس کی اہلیت ہوتی ہے۔ میں یہ بات پھر دہراتا ہوں۔ رہا یہ کہ آپ رگوژین کے ساتھ نکل جانےوالی تھیں تو یہ بیماری کا دورہ پڑا تھا، اور کچھ نہیں۔ فی‌الوقت بھی آپ کی وہی حالت ہے اور بہتر ہو کہ جائیں اور بستر پر آرام کریں۔ کل آپ دھوبن کا کام کرنے نکل پڑتیں لیکن رگوژین کے ساتھ نہ ٹھیرتیں۔ آپ ایک خوددار عورت ہیں، مگر اس قدر دکھی ہو چکی ہیں کہ اب خود کو ہی درحقیقت خطاوار شمار کرنے لگی ہیں۔ آپ کو بہت دیکھ ریکھ کی ضرورت ہے، اور میں رکھوں گا پورا خیال آپ کا۔ آج ہی دن میں آپ کی تصویر میری نظر سے گزری اور معلوم ہوا کہ پہلے سے صورت آشنا ہے۔ دیکھتے ہی یوں محسوس ہوا گویا آپ نے مجھے پکارا... میں... نستاسیا صاحبہ، میں تو عمر بھر آپ کی عزت کروں گا''، پرنس آخری جملے پر پہنچ کر خاموش ہو گیا۔ ایک دم اسے گویا ہوش آگیا، چہرے پر سرخی دوڑ گئی، جب غور کیا کہ کن لوگوں کی موجودگی میں یہ سب میری زبان سے نکلا ہے۔

پتیتسن صورت‌حال کی نزاکت دیکھتے ہوئے سر جھکائے فرش

پر آنکھیں گاڑے رہا۔ توتسکی نے دل میں سوچا ''یوں تو یہ شخص ایڈیٹ ہے، مگر چکنی چپڑی باتوں میں بڑا ہوشیار۔ فطرتاً!،، پرنس نے گانیا کی سلگتی نظر بھی دیکھی جو ایک کونے سے اسے دیکھ رہا تھا کہ بس چلے تو اسے بھسم کر دے۔

''یہ ہوا شریف آدمی!،، داریا الیکسئی‌ونا داد دیتے وقت بالکل پگھل گئی تھی۔

''آدمی تعلیم یافتہ ہے، لیکن بالکل تباہ!،، جنرل نے دبی آواز میں سرگوشی کی۔

توتسکی نے اپنی فیلٹ کیپ اٹھائی اور آہستہ سے سرک جانے کے ارادے سے اٹھا۔ جنرل اور توتسکی میں آنکھ کے اشارے ہوئے، مطلب یہ کہ ساتھ اٹھتے ہیں۔

''شکریہ، پرنس، آج تک مجھ سے کسی نے اس طرح بات نہ کی تھی،، نستاسیا کی زبان سے نکلا ''سب لوگ میرا مول بھاؤ کرتے رہے مگر کبھی کسی معقول آدمی نے شادی کی پیشکش نہیں کی۔ آپ نے سنا افاناسی توتسکی صاحب؟ آپ کو کیسا محسوس ہوتا ہے یہ جو ابھی پرنس نے کہا؟ ہے نا ذرا گری ہوئی بات... رگوژین، تمھیں جانے کی کیا جلدی پڑی ہے؟ ٹھیرو ذرا! مگر تم ٹلنے‌والی آسامی نہیں ہو، مجھے دکھائی دے رہا ہے۔ ممکن ہے میں تمھارے ہی ساتھ ہو لوں۔ تم کہاں لے جانے‌والے تھے مجھے؟ کیوں؟،،

''یکاترین گوف کو،، لیبیدیف نے اپنے کونے سے جواب دیا۔ رگوژین صرف جھرجھری لے کر رہ گیا اور آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا گویا اپنے اوپر یقین نہ آتا ہو۔ وہ بالکل چکرا گیا تھا جیسے سر پر زبردست چوٹ پڑی ہو۔

''کیا ہوا، کیا ہو گیا تمھیں میری لاڈلی؟ سب کہہ رہے ہیں کہ دورہ پڑا ہے! کیا تمھاری مت ماری گئی؟،، سہمی ہوئی داریا نے واویلا مچائی۔

''اور تم سمجھیں کہ میں ایسے کمسن کو برباد کروں گی؟،، نستاسیا قہقہہ مارتی ہوئی اپنے صوفے سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ''یہ میرا نہیں، افاناسی توتسکی صاحب کا طریقہ ہے: کمسنوں کو تو وہی پسند کرتے ہیں! چلو، چلتے ہیں رگوژین! اپنا پیکٹ تیار

رکھو! کوئی حرج نہیں جو شادی کرنا چاہتے ہو، کرو، مگر روپیہ میرے حوالے۔ کیا خبر، میں خود تم سے شادی کروں، نہ کروں۔ تم نے سوچ لیا کہ جب خود ہی شادی کی بات چھیڑی ہے تو پھر روپیہ کیا دینا، تمھارے ہی قبضے میں رہے؟ بکواس! میں شرم حیا سے ہاتھ دھو چکی! میں توتسکی کی داشتہ رہ چکی ہوں... پرنس، تمھیں اب جنرل صاحب کی صاحبزادی اگلایا ہونی چاہئے، نستاسیا مناسب نہیں، ورنہ یہی جو فردیشینکو ہیں، یہی انگلیاں اٹھائیں گے تم پر، تم تو نہیں ڈرتے، مگر مجھے اندیشہ رہےگا کہ اپنے ہاتھوں تمھیں ڈبویا اور بعد میں طعنے الھنے سننے پڑیں گے۔ وہ جو تم کہتے تھے کہ رشتہ قبول کرنے میں تمھاری عزت‌افزائی ہے تو اس کی حقیقت توتسکی پر خوب روشن ہے۔ گانیا، ہاں اگلایا تمھارے ہاتھ سے نکل گئی اب۔ خبر ہے کچھ؟ اگر تم اس سے مول تول نہ کرتے تو وہ ضرور تمھی سے شادی کر لیتی! آپ سب ایسے ہی ہیں: یا تو آبرو باختہ عورت سے واسطہ رکھو یا شریف عزت‌دار سے — دونوں میں سے ایک چنو! نہیں تو بس بھٹکتے ہی پھروگے... ھشت! جنرل صاحب کو ذرا دیکھنا، کیسے منہ کھولے ہوئے ہیں...،،

''یہ ھڑبونگ ہے ھڑبونگ!،، جنرل نے کاندھے اچکاتے ہوئے وہی لفظ دھرایا۔ نستاسیا کی طرح وہ بھی صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سبھی لوگ پھر سے کھڑے ہو گئے۔ نستاسیا فلی‌پوونا پر گویا جنون سوار تھا۔

''کیا واقعی؟،، پرنس نے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے ملال ظاہر کیا۔

''تم نے کیا سمجھا تھا؟ نہیں؟ میں اپنی فطرت سے غیرتمند ہوں، شرم حیا کھو دی تو کیا کروں! ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے لحاظ سے کمال قرار دیا تھا۔ یہ خوب کمال ہے کہ صرف اپنے آپ کو شاباش دینے کی خاطر دس لاکھ کی حیثیت اور نواب بیگم کا مرتبہ دونوں کو پاؤں تلے روند کر چلی ہے کیچڑ میں دھنسنے! بتاؤ، اب اس کے بعد میں کیا تمھاری بیوی بننے قابل ہوں؟ افاناسی توتسکی صاحب، آپ جانیں، دس لاکھ تو میں سچ مچ کھڑکی سے باھر پھینک چکی ہوں! پھر آپ نے یہ کیسے سوچا کہ میں گانیا سے، اور ہاں آپ کے پچھتر ہزار کی خاطر خوش خوش شادی

رچالوں‌گی؟ یہ جو پچھتر ہزار ہیں آپ کے، انہیں آپ خود سنگوائیے افاناسی صاحب (آپ تو ایک لاکھ تک بھی نہ پہنچے، رگوژین آپ سے دو ہاتھ آگے نکلا!)۔ رہا گانیا کا معاملہ، اس کی تسلی میں خود کر دوں‌گی، خیال سوجھ گیا ہے۔ اور اب میں تفریح کرنے چلی، ہوں نا بازاری عورت! دس سال تو قید میں گزار دئے، اب بھی عیش نہ کروں؟ دیکھتے کیا ہو رگوژین؟ تیار ہوجاؤ، چلتے ہیں!،،

''چلیں!،، رگوژین ہونکا۔ خوشی کے مارے اس کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔ ''ارے تم لوگ... بہت شراب پڑی ہے... عیش کئے جاؤ!،،

''شراب کم نہ پڑے، پیوں‌گی میں... میوزک ہوگا وہاں؟،،

''ہوگا، سب ہوگا! اے، قریب مت آؤ!،، رگوژین یہ دیکھ کر کہ داریا نستاسیا کے قریب آ رہی ہے، بدحواسی میں دھڑوکا ''یہ میری ہے! سب کی سب ملکہ ہے میری! بس ختم!،،

خوشی کے مارے اس کا سانس پھول رہا تھا، وہ نستاسیا کے چاروں طرف گھومتا جاتا اور سب پر چیختا: ''قریب مت آنا!،، ساری ٹولی گھس پل کر ڈرائنگ روم میں نازل ہو گئی۔ کچھ تو پینے پلانے میں لگے، کچھ شور کرنے اور قہقہے لگانے میں، سب ترنگ میں تھے، بے‌لگام ہو چکے تھے۔ فردی‌شینکو نے انہی لوگوں میں رل مل جانے کی تدبیر شروع کر دی۔ جنرل اور توتسکی دونوں نے پھر کوشش کی کہ نظر بچا کر نکل جائیں۔ گانیا بھی ٹوپی ہاتھ میں سنبھالے ہوئے تھا مگر دم بخود کھڑا رہا، اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ گویا وہ اس تماشے کو جو سامنے چل رہا تھا، آخر تک دیکھنے پر مجبور تھا۔

''قریب مت آنا!،، رگوژین چیخا۔

''دھڑوکتے کیوں ہو اتنا!،، نستاسیا نے اس پر قہقہہ مارتے ہوئے ٹوکا۔ ''ابھی میں اس گھر کی مالکن ہوں۔ جی میں سماجائے تو دھکے دے کر باہر کر دوں تمھیں! میں نے تم سے ابھی رقم نہیں لی ہے۔ وہ پڑا ہے، اٹھاؤ، میرے حوالے کرو پورا بنڈل! تو اس میں پورا ایک لاکھ ہے نا؟ توبہ، کیا گھٹیاپن ہے! کیا بات ہے داریا جی؟ تم یہ تو نہیں چاہتی ہوگی کہ میں اسے تباہ کردوں؟ (اس نے پرنس کی طرف اشارے سے جتایا۔) انہیں شادی وادی سے کیا

کام، انھیں تو نرس درکار ہے ۔ وہ رہے جنرل صاحب، یہ پرنس کی دیکھ ریکھ کر لیں گے ۔ ھش، ابھی سے اس کی خاطر میں لگے ھیں ۔ ذرا دیکھنا پرنس! تمھاری ہونےوالی دلھن نے دوسرے سے روپیہ لےلیا، کیونکہ ہے نا بگڑی ہوئی عورت اور تم اس سے شادی رچانے چلے تھے! ارے تم تو رو رہے ہو، روتے کیوں ہو، دل بہت دکھ گیا؟ ارے ھنسو، جیسے میں ھنس رھی ہوں،، نستاسیا کہتی چلی گئی، حالانکہ اس کے گالوں پر آنسو کی دو موٹی موٹی بوندیں جھلملا رھی تھیں ''وقت پر بھروسہ رکھو، سب آنی فانی ہے! ابھی غور کر لینا اچھا، بعد میں پچھتانے سے... ارے، یہ تم سب کے سب ٹسوے کیوں بہا رہے ہو؟ — لو، کاتیا کو بھی رونا آگیا، کیا ہو گیا تجھے کاتیا بیٹا؟ میں نے تمھارے اور پاشا کےلئے بہت کافی چھوڑا ہے، انتظام کرکے جا رھی ہوں ۔ بس، اب رخصت! تو ایک ایماندار اچھی لڑکی، تجھ سے میں نے، بدچلن عورت نے خدمت لی... جو ہوا ہے بہتر ھی ہوا پرنس، سچ، یہی بہتر تھا، نہیں تو تم بعد میں مجھے نظروں سے گرا دیتے، ہم ایک ساتھ خوش نہ رہتے! قسمیں مت کھاؤ، مجھے یقین نہیں آئےگا! اور کتنی بڑی حماقت ہوتی یہ!.. نہیں، بہتر یہی ہے کہ ہم اچھے دلوں کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہوں، نہیں تو میں خود بھی خواب و خیال کی دنیا میں بسنےوالی عورت ہوں، کچھ اچھا انجام نہ ہوتا ۔ کیا تم وھی نہیں ہو جسے میں نے اپنے ارمانوں میں بسا رکھا تھا؟ تم نے بجا کہا، ایک زمانے سے تم میرے خیالوں میں آباد تھے، تب بھی جب میں گاؤں میں رھی ان صاحب کے پاس، پانچ سال، تن تنہا، اکیلی، سوچتی رہتی، سوچ میں کیا کیا خیال آتے! تصور کی دنیا سے ابھرتا بالکل ایسا آدمی، جیسے تم، نیک دل، شریف، ایماندار، بھلا مانس اور انتہائی گاؤدی، جیسے تم ۔ خیالی دنیا میں وہ ابھرتا، کہ اچانک ظاہر ہوگا اور کہےگا 'نستاسیا فلیپوونا، آپ بالکل بےقصور ھیں، میں آپ کی دل سے عزت کرتا ہوں!، یہاں تک ہوتا کہ خیالی محل بناتے بناتے دماغ چل جاتا... پھر کیا ہوتا کہ وہ تصوراتوالا نہیں، بلکہ یہ صاحب وارد ہوتے ھیں : سال میں مہینہ دو مہینہ ساتھ رہتے، تذلیل، ڈانٹ ڈپٹ، منہ پھلانا، بےشرمی کی حرکتیں — اور پھر

چھوڑ کر چل دیتے۔ یہ معمول تھا۔ ہزار بار سوچا کہ تالاب میں ڈوب مروں، مگر بے غیرت تھی، ہمت نہ پڑی۔ مگر اب... رگوژین تیار ہو گئے تم؟،،

''تیار ہوں! قریب مت آنا!،،

''بالکل تیار!،، کئی آوازوں نے ایک ساتھ ہنکارا بھرا۔

''ترونکا گاڑیاں تیار کھڑی ہیں، گھنٹی ونٹی سب!،،

نستاسیا نے نقدی کا بنڈل دونوں ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

''پیارے گانیا، وہ خیال جو مجھے سوجھا: میں تمھیں کچھ صلہ دینا چاہتی ہوں، آخر سب کچھ کیوں جائے تمھارے ہاتھ سے؟ رگوژین، بتاؤ، یہ شخص تین روبل کی خاطر شہر کے دوسرے کنارے واسیلیفسکی تک رینگتا جائے گا؟،،

''ضرور جائے گا!،،

''تو گانیا، پھر سنو! میں آخری بار تمھاری روح میں جھانک لینا چاہتی ہوں۔ تم نے پورے تین مہینے مجھے ستایا ہے۔ اب میری باری ہے۔ یہ پیکٹ دیکھتے ہو؟ اس میں ایک لاکھ ہیں۔ اسے میں ابھی، سب کے سامنے، سب کو گواہ کر کے آتشدان میں پھینکتی ہوں۔ جونہی انگاروں کے شعلے اسے اپنی لپیٹ میں لیں، آتشدان میں رینگ جاؤ، مگر دستانے بغیر، ننگے ہاتھوں، آستین چڑھا کر اندر، اور وہاں سے یہ پیکٹ نکال لو! نکال لیا تو تمھارا، پورے کا پورا ایک لاکھ تمھارا، کچھ نہیں بگڑنے والا، ذرا انگلی کے پور جل جائیں گے۔ تو کیا ہوا، ایک لاکھ کی رقم بھی تو ہے، سوچ لو! ہاتھ مارنے میں کچھ زیادہ وقت تو لگے گا نہیں! اور میں تمھاری روح کا جلوہ شوق سے دیکھوں گی کہ تم میرے روپیے کی خاطر آگ میں کیسے رینگتے ہو۔ سب گواہ رہیں کہ پیکٹ نکال لائے تو تمھارا ہی ہوگا۔ اگر آگ میں نہیں پڑتے تو یہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔ کسی اور کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گی! ہٹو، سب ہٹ جاؤ! میرا روپیہ ہے! رگوژین سے ایک رات کی قیمت لی ہے میں نے۔

''کیوں رگوژین؟ ہے نا میرا روپیہ؟،،

''تمھارا، میرے دل کی چین، میری ملکہ، تمھارا ہی ہے!،،

''اچھا، تو سب ہٹ جاؤ۔ جو میرے جی میں سمائی

ہے وہ کروں‌گی! کوئی روکے نہیں! فردی‌شینکو ذرا انگارے کریدنا!،،

''نستاسیا جی، ھاتھ نہیں اٹھ رہے!،، سٹپٹائے ہوئے فردی‌شینکو نے جواب دیا۔

''ھت تیری!،، نستاسیا نے زور سے کہا۔ آتشدان کا چمٹا تھاما، دو سلگتی لکڑیوں کو جھٹکا، پھر سے لگایا اور جیسے ھی شعلہ اٹھا، اس نے نقدی کا پیکٹ اس میں جھونک دیا۔

ھر طرف چیخ پکار ھو گئی۔ بہتوں نے تو اپنے اوپر صلیب کا نشان تک بنایا۔

''پاگل ھو گئی ہے، دماغ چل گیا!،، چاروں طرف سے لوگ چیخنے۔

''کیوں؟.. کیسا رہے؟ اس کے ھاتھ پاؤں نہ باندھ دیں؟،، جنرل نے پتیت‌سن سے سرگوشی کی۔ ''یا پھر وھاں بھیج دیں... دیکھئے نا، دماغ الٹ گیا، پاگل... بالکل ھی پاگل...،،

''نہیں نہیں، ممکن ہے، یہ پاگل‌پن نہ ھو،، پتیت‌سن نے بھی چپکے سے کہا۔ وہ کافور کی طرح سفید پڑ گیا تھا، کانپ رھا تھا اور نوٹوں کے سلگتے ہوئے بنڈل پر سے نظریں نہیں ھٹائی جا رھی تھیں۔

''پاگل عورت، قطعی پاگل ہے!،، جنرل نے توتسکی سے باصرار کہا۔

''میں آپ سے کہتا تھا نا کہ بڑی البیلی عورت ہے!،، افاناسی توتسکی بڑبڑایا۔ اس کا رنگ بھی کسی قدر فق ھو چکا تھا۔

''بھلا، دیکھئے تو — بہر حال ایک لاکھ کی رقم!..،،

''خدایا، خدایا!،، صدائیں ھر طرف بلند تھیں۔ دھکا پیل کرتے سبھی آتشدان کے گرد سمٹ آئے، سب اس منظر کو دیکھنے کے لئے بےتاب تھے، سب ھائے وائے کر رہے تھے... بعضے تو کرسیوں پر چڑھ گئے کہ اوروں کے سر پر سے روپیہ جلتا دیکھیں۔ داریا الیکسئی‌ونا جھٹ سے دوسرے کمرے میں لپک کر گئی اور دھشت کے عالم میں کاتیا اور پاشا سے کچھ کھسرپھسر کرنے لگی۔ جرمن حسینہ رفو چکر ھو گئی۔

''ارے میا، رانی دیوی! تیری قدرت میں کیا نہیں!،، لیبیدیف نے گھٹنوں کے بل نستاسیا کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے اور آتشدان کی طرف ھاتھ بڑھاتے ہوئے التجا کی۔ ''لاکھ ھیں، ایک لاکھ! میرے چشم دید، گن کر باندھے تھے۔ میری میا، رحم کر، مجھ پر ترس کھا، آتشدان تک، بس میں اپنا یہ سفید چونڈا آگ میں جھونک دوں‌گا!.. میری عورت بیمار ھے، ٹانگیں جاتی رھیں۔ بچے ھیں پورے تیرہ، تیرہ سب یتیم، باپ بھی مر گئے۔ پچھلے ھفتے زمین میں دبایا، فاقوں نے مار ڈالا انھیں۔ نستاسیا صاحبہ!،، لیبیدیف یونھی واویلا مچاتا آتشدان میں گھسنے چلا تھا۔

''ھٹ جاؤ!،، نستاسیا نے ڈانٹ پلائی اور اسے وھاں سے دھکیل دیا۔ ''سب لوگ دور رھو! گانیا، دیکھتے کیا ھو؟ جھینپو مت! گھس پڑو آگ میں! تمھارے عیش ھوں گے!،،

مگر گانیا اس دن اور اس شام بہت کچھ جھیل چکا تھا۔ اور اب آخری انھونی آزمائش میں پڑنے کی سکت نہ رھی تھی۔ سامنے چھیڑ ھو گئی، لوگ آدھوں آدہ داھنے بائیں سرک گئے اور وہ نستاسیا سے تین قدم پر بالکل آمنے سامنے کھڑا رہ گیا۔ وہ بالکل ھی آتشدان کے پاس ڈٹی ھوئی تھی اور شعلہ بار نظروں سے اسے برابر تکے جارھی تھی۔ گانیا فراک کوٹ پہنے، ھاتھ میں ٹوپی پکڑے، دستانے چڑھائے، نستاسیا کے عین بالمقابل خاموش اور لاجواب، سامنے ھاتھ باندھے کھڑا ھوا آگ کے شعلوں کو بےخیالی سے دیکھ رھا تھا۔ ھوائیاں اڑتے ھوئے چہرے پر دیوانگی کی مسکراھٹ ماری ماری پھر رھی تھی۔ واقعی اس کی نظریں آتشدان سے جل کر راکھ ھوتے پیکٹ سے نہیں ھٹتی تھیں — مگر ایسا معلوم ھوا گویا کوئی نئی بات اس کے دل و دماغ پر اتری ھے؛ گویا اس نے قسم کھا رکھی ھے کہ ھر ستم سہہ جائےگا، وہ ٹس سے مس نہ ھوا، چند لمحے گزرے ھوں گے کہ سب نے سمجھ لیا، وہ روپیے کےلئے آگ میں ھاتھ نہیں ڈالنےوالا، وہ اپنی جگہ سے ھلنا نہیں چاھتا۔

''ارے، دیکھو، سب جلے جا رھے ھیں، بعد میں تمھیں لوگ شرمائیں گے!،، نستاسیا نے اسے للکارا۔ ''پھانسی لگالوگے، مذاق نہیں!،،

آگ اول اول تو دو ادھ سلگے کندوں کے درمیان بھڑک رھی

تھی، جب اس پر نوٹوں کا بھاری بنڈل پھینکا گیا اور شعلہ دبا تو آگ بجھ گئی۔ لیکن نیچے کے کندے کی ایک نوک انگارہ بنی ہوئی اب بھی ننھاسا نیلا شعلہ دئے جا رہی تھی۔ آخر میں آگ کی پتلی سی لمبی زبان نکلی اور کاغذ کو چاٹنے لگی۔ کاغذ چکھنا تھا کہ شعلہ لپکا اور اوپر اوپر سے کناروں پر دوڑ گیا۔ ذرا کی ذرا میں پورا پیکٹ بھڑک اٹھا اور تیز تیز شعلے بلند ہو گئے۔ سب کے منہ سے بےاختیار آہ نکلی۔

''ارے میری میا!،، لیبیدیف اب بھی گڑگڑائے جا رہا تھا۔ آتشدان کی طرف ایک بار جھپٹا مگر رگوژین نے اسے کھینچا اور ایک طرف دھکیل دیا۔

خود رگوژین کا یہ حال کہ اس کا سارا وجود ایک منجمد نگاہ بن کر رہ گیا تھا۔ نستاسیا پر سے نظریں ہٹتی نہیں تھیں، جھوم رہا تھا اور قدم ساتویں آسمان پر تھے۔

''یہ ہے شاھینہ!،، وہ منٹ منٹ بھر میں یہی لفظ دھراتا، گھوم گھوم کر دیکھتا، جس پر بھی نظر پڑ جائے۔ ''یہ ہوئی ہماری سی شان!،، وہ عالم سرخوشی میں پکار کر کہتا ''بھلا کون ہے تم خبیثوں میں، جو یہ تماشا کر سکے؟ کیوں؟،،

پرنس غمزدہ اور بےزبان یہ سب دیکھ رہا تھا۔

''ہزار کی رقم تو دانتوں میں پکڑ کر کھینچ لیتا میں!،، فردی‌شینکو نے گویا اپنا منشا ظاھر کیا۔

''دانتوں سے تو میں بھی نکال لاتا!،، سب کی پشت پر سے گھونسےوالے مسٹر نے قطعی مایوسی کے جنون میں دعوا کیا ''لعنت ہو خدا کی، لع نت! جل گیا، سارے جل جائیں‌گے!،، لپکتے شعلوں کو دیکھ کر اس کی زبان سے نکلا۔

''جل رہے ہیں، جل کر راکھ ہو رہے ہیں!،، سب نے بیک آواز کہا اور سبھی لوگ آتشدان کی طرف بےتحاشا جھپٹے۔

''گانیا، بنو مت، آخری بار کہتی ہوں!،،

''گھس پڑو!،، فردی‌شینکو شدید بوکھلاھٹ میں گانیا پر جھپٹ کر اور اس کی آستین کھینچ کر چیخا ''دیکھتے کیا ہو، گھس پڑو، شعبدہ باز، رقم جل رہی ہے! ھت تیرے کی منحوس!،،

گانیا نے زور سے فردی‌شینکو کو جھٹک دیا اور خود دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر ابھی دو قدم نہ چلا تھا کہ چکرا کے فرش پر دھم سے گرا۔

''بے‌ہوش ہو گیا!،، ہر طرف شور مچ گیا۔

''ھائے رے میری میا، جل گئے سب!،، لیبیدیف نے ماتم کیا۔

''مفت میں آگ لگ گئی!،، ہر طرف شور ماتم تھا۔

''کاتیا، پاشا، انہیں پانی۔ پھٹکڑی!،، نستاسیا نے آواز لگائی۔ جلدی سے آتشدان کی چمٹی تھام کر نوٹوں کا بنڈل آگ میں سے نکال لیا۔

باھر کا جو کاغذ تھا، وہ قریب قریب سبھی جل کر راکھ ہو چکا تھا لیکن ایک نظر میں معلوم ہو گیا کہ آگ نے اندر کے کاغذ چھوئے تک نہیں تھے۔ نوٹوں پر اخباری کاغذ کی تین تین تہیں چڑھی تھیں، نوٹ سلامت بچ گئے۔ سب نے کھل کر اطمینان کا سانس لیا۔

''ھزار دو ھزار کے نوٹ برباد ھوئے، باقی کا کچھ نہیں بگڑا،، لیبیدیف نے پگھل کر بالآخر کہہ دیا۔

''یہ تمام رقم اس کی ھے، سارا بنڈل اس کا۔ سنتے ھیں آپ صاحبان!،، نستاسیا نے وہ پیکٹ گانیا کے پہلو میں رکھ کر باوازبلند سب کو سنایا۔ ''روپیے پر گرا نہیں، خود کو تھامے رھا۔ مطلب یہ کہ روپیے کی ھوس تو ھے، مگر اپنی عزت آبرو کا پاس اس سے زیادہ ھے۔ کوئی بات نہیں، عقل آ جائے گی! نہیں تو ایسا آدمی ھے کہ کسی کے ٹکڑے کر دے... لو، اسے ھوش آنے لگا۔ جنرل صاحب، ایوان پتروویچ، داریا بوا، کاتیا، پاشا، رگوژین تم سب نے سن لیا نا؟ یہ رقم اس کی ھے، گانیا کی۔ میں یہ اسے، نجی طور پر اسی کو دئے جا رھی ھوں۔ یہ اس کا صلہ ھے... کیوں اور کس بات کا اس سے کسی کو مطلب نہیں۔ بتا دینا اسے۔ یہیں اس کے پاس پیکٹ پڑا رھنے دو... رگوژین، چلو، قدم بڑھاؤ! رخصت! پرنس، پہلی بار کوئی انسان ملا تھا! خیر، اب الوداع! افاناسی توتسکی صاحب، * Mersi!،،

---

* شکریہ۔

آگے آگے رگوژین اور نستاسیا، اور ان کے پیچھے رگوژین کی ساری ٹولی، دھوم مچاتی، شور پکار کرتی، سارے کمروں میں گونجتی، دھکا پیل کرتی روانہ ہوئی۔ ہال میں پہنچے تو گھر کی چھوکریوں نے نستاسیا کو فرکوٹ پہنایا، باورچن مارفا باورچی خانے سے دوڑتی ہوئی آئی۔ نستاسیا نے ایک ایک کرکے سب کو رخصتی پیار کیا۔

''تو کیا سچ مچ آپ بی بی، ہمیں بالکل چھوڑ کر چل دیں؟ یہاں سے کہاں جائیں گی ؟ وہ بھی ایسے دن؟ اپنی سالگرہ کے دن؟،، سسکیاں بھرتی ہوئی لڑکیوں نے اس کے ہاتھ چومتے وقت پوچھا۔

''سڑک پر جاؤں گی، وهیں هے میری جگه، سن لیا تم نے کاتیا؟ نہیں تو اوروں کے کپڑے دھوکر بسر کروں گی! افاناسی صاحب کے ساتھ بہت ہو لیا! انھیں میرا آداب کہنا اور برائی سے یاد مت کرنا مجھے!،،

پرنس بےتحاشا باهر کے دروازے کی طرف دوڑا جہاں وہ سب لوگ ترونکا گاڑیوں میں بیٹھ رهے تھے۔ گاڑیاں چار تھیں اور گھوڑوں کے گلے میں گھنٹیاں بج رهی تھیں۔ جنرل نے لپک کر اسے زینے میں هی جالیا۔

''پرنس، میری مانو، ہوش میں آؤ!،، جنرل نے پرنس کا بازو تھام کر سمجھایا۔ ''جانے دو۔ دیکھتے ہو، کیا عورت هے یه! باپ کی طرح تمھیں سمجھاتا ہوں، مان جاؤ!..،،

پرنس نے نظر بھر کے جنرل کو دیکھا۔ لیکن ایک لفظ بھی زبان سے نکالے بغیر بازو چھڑایا اور دوڑا ہوا نیچے اتر گیا۔

باهر کے گیٹ پر، جہاں سے چاروں ترونکا گاڑیاں ابھی نکل چکی تھیں، جنرل کو نظر آیا که پرنس نے پہلے هی کوچوان کو روکا اور پکار کر کہا که اگلی ترونکا گاڑیوں کے پیچھے لے چلو، یکاترین گوف۔ پھر جنرل کا نفیس مشکی بڑھا اور جنرل کو سوار کرا کے دلکی چال سے گھر کی طرف لے چلا۔ وہ نئی امیدیں، نئے نقشے ذهن میں لئے، اور هاں موتیوں کی مالا سنبھالے ہوئے گھر جا رهے تھے۔ مالا اٹھانا بہرحال وہ نہیں بھولے۔ معاملات کی جمع تفریق میں دو ایک بار نستاسیا کی دلفریب تصویر ان کی آنکھوں میں پھر گئی اور انھوں نے آہ سرد بھری:

''افسوس، صد افسوس! غارت ہو گئی، یہ عورت! دیوانی تھی بالکل!.. خیر، سہی۔ پرنس کو اب نستاسیا فلیپوونا تو نہیں چاہئے!،،

نستاسیا فلیپوونا کے دو اور مہمان، جنھوں نے تھوڑی دور ٹہلتے ہوئے جانا طے کیا تھا آپس میں اسی قبیل کی اخلاق آموز اور وقت نصیحت کی باتیں کرتے جا رہے تھے۔

''آپ کو معلوم ہے توتسکی صاحب، یہ وہی ہوا جیسا کہ جاپانیوں میں ہوتا سنا ہے،، ایوان پتیتسن نے اپنے ہمراہی کو بتایا ''کہتے ہیں کہ جس شخص کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو، وہ زیادتی کرنےوالے کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے 'تم نے میری توہین کی تو اب میں آیا ہوں، تمھاری آنکھوں کے سامنے اپنا پیٹ چاک کروں گا'۔ یہ کہہ کر واقعی وہ مدعی علیہ کے سامنے اپنا پیٹ چاک کر ڈالتا ہے اور یوں کوئی غیرمعمولی تسکین ضرور مل جاتی ہوگی گویا اس نے اپنا انتقام لے لیا۔ دنیا میں بھی کیا کیا کیرکٹر پڑے ہوئے ہیں افاناسی صاحب!،،

''تو آپ کا مطلب ہے کہ یہاں بھی اسی قبیل کا واقعہ ہوا؟،، افاناسی توتسکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''ہونہہ! آپ نے بڑی ذہین اور لاجواب مشابہت نکالی۔ بہرحال، آپ نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا، عزیز من، ایوان پترووچ کہ جو کچھ میرے بس میں تھا، میں نے سب کیا، کوئی کسر نہیں چھوڑی، جو بات امکان سے باہر ہو، اس میں بھلا میرا کیا اختیار، آپ اس سے تو اتفاق کریں گے نا؟ تاہم اس سے بھی اتفاق کرنا ہوگا کہ اس عورت میں بعض بڑے کمال کی صلاحیتیں موجود ہیں... جگمگاتی خصوصیات ہیں۔ میں تو تبھی اس کے منہ پر پکار کر کہنا چاہتا تھا، اگر اس ہڑبونگ میں طبیعت گوارا کرتی تو کہہ دیتا کہ جتنے الزام اس نے میرے سر دھرے ہیں، ان کا بہترین جواب اور جواز وہ بذات خود موجود ہے۔ آپ ہی کہئے، کون ہے جو کسی نہ کسی وقت اس عورت کا اسیر نہ ہو جائے، یہاں تک کہ اسے بھلے برے کی تمیز نہ رہے؟.. اور یہ کہ، بس! اب اسی موٹی عقل کے گنوار رگوژین کو دیکھئے، ایک لاکھ اس کی خاطر لا کر ڈال دیا! مان لیا کہ یہ سب، جو بھی یہاں واقع ہوا، صرف رفتنی گزشتنی تھا، رومانٹک

تھا، خلاف تہذیب تھا، مگر تھا کس قدر رنگیلا، کتنا انوکھا — یہاں تو آپ خود اتفاق کریں گے۔ افوہ! خدایا، اس طرح کا کیرکٹر اور ایسا حسن، کیا کچھ ہونا ممکن تھا! مگر باوجود تمام کوششوں کے، تعلیم و تربیت پر بھی کچھ کم تو... خیر، سب ڈوب گیا۔ بن ترشا ہیرا ہے — یہ بات میں پہلے بھی کئی بار کہہ چکا ہوں...،،
یہ کہہ کر افاناسی توتسکی نے بہت گہرا سانس لیا۔

حصّہ دوم

۱

نستاسیا فلی‌پوونا کے مکان پر اس شام کی واردات کے دو دن بعد (جس پر ہم نے اپنی کہانی کا حصہ اول تمام کیا) پرنس میشکن نے غیب سے ملنےوالی اپنی میراث حاصل کرنے کی خاطر پیترسبورگ سے ماسکو پہنچنے کی جلدی کی - لوگوں کا کہنا تھا کہ روانگی میں اتنی جلدی مچانے کے اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں، مگر اس بارے میں، یا یہ کہ ماسکو میں پرنس کی کیا مصروفیات رهیں، یا پیترسبورگ سے مسلسل غیر حاضری کے متعلق ہماری معلومات بہت ناقص ہیں - پورے چھ مہینے وہ اس شہر سے غائب رہا، یہاں تک کہ وہ لوگ، جنہیں اس کے مستقبل کی خیر خبر رکھنے کی کوئی نہ کوئی وجہ تھی، اس تمام مدت میں پرنس کی بابت نہ جاننے کے برابر ہی جان سکے - کبھی کبھار اتفاقاً بعض لوگوں تک افواہیں ضرور گشت کرتی ہوئی آجاتی تھیں مگر وہ بھی بیشتر عجیب و غریب، اور ہمیشہ ہی ایک دوسری سے متضاد افواہیں ہوا کرتی تھیں - پرنس کا حال جاننے کا شوق سب سے زیادہ جنرل یپان‌چین کے گھرانے کو ہی ہونا تھا کہ جانے کی جلدی میں وہ ان سے رخصت ہونے بھی نہیں گیا - البتہ جنرل ایک تو اسی دن، اور پھر بعد میں دو تین دفعہ پرنس سے ملا - دونوں میں کسی مسئلے پر سنجیدہ تبادلۂ خیال بھی ہوا، لیکن جنرل نے اپنی اس ملاقات کا ذکر گھر میں نہیں کیا - گھروالوں کو بالکل علم نہیں ہوا - ویسے بھی شروع شروع میں، یعنی کوئی مہینہ بھر تک اس گھرانے میں پرنس کا تذکرہ زبان پر لانا پسند نہیں کیا گیا - صرف ایک بار بالکل شروع کے دنوں میں ایسا ہوا تھا کہ بیگم جنرل کے منہ سے نکل گیا کہ "پرنس کے بارے میں ان سے ہولناک غلطی ہو گئی" - دو تین دن گزر گئے تو نام لئے بغیر گول مول طریقے سے کہنے لگیں کہ

''ان کی زندگی کی خاص صفت یہ رہی ہے کہ لوگوں کی شناخت میں برابر خطا کر جاتی ہیں،،۔ آخر کوئی دس دن کے وقفے سے، انھوں نے کسی بہانے لڑکیوں پر غصہ اتارتے ہوئے اشارہ جتا دیا ''بہت غلطیاں ہو چکیں، اب نہیں ہوں‌گی!،، یہاں یہ ذکر بےمحل نہ ہوگا کہ اس گھرانے میں کافی دنوں سے فضا مکدر ہو رہی تھی۔ کوئی بار خاطر، کشیدگی اور ان کہی فتنہ انگیز بات تھی۔ سب کے منہ پھولے ہوتے تھے۔ جنرل شب و روز اپنے کاموں میں الجھے رہتے، شاید ہی پہلے کبھی اتنے مصروف، اتنے کار پرداز دیکھے گئے ہوں، خصوصاً سرکاری کام کے سلسلے میں۔ گھروالوں کو اتفاق سے ہی ان کے دیدار نصیب ہوتے تھے۔ جہاں تک صاحب زادیوں کا تعلق ہے تو وہ، ظاہر ہے کہ، زبان سے تو کچھ کہنےوالی تھیں نہیں۔ خلوت میں البتہ ممکن ہے آپس میں بات کی ہو سو وہ بھی برائے نام۔ بڑی غیرتمند لڑکیاں تھیں، اتنی خودپسند کہ آپس میں بھی ایک دوسری سے حجاب رکھتی تھیں، تاہم بات پانے کےلئے لفظ خرچ کرنے کی ضرورت نہ تھی، صرف ایک نگاہ کافی ہوتی تھی، یوں بھی بعض اوقات ان میں بہت کہنے سننے کی نوبت نہیں آتی تھی۔

اگر کسی باہر کے آدمی کو اس صورت حال کے مشاہدے کا موقع ملتا تو وہ صرف اس نتیجے پر پہنچتا کہ جو کچھ بیان ہوا ہے، بیان میں تفصیلات کی کمی سہی، پھر بھی اس سے یہ طے ہے کہ پرنس نے جنرل کے گھروالوں پر کوئی خاص اثر ضرور چھوڑا، اگرچہ وہ اس گھر میں ایک ہی بار آیا تھا اور وہ بھی رواروی میں۔ ممکن ہے یہ نقش عام قسم کے تجسس کا نتیجہ ہو جو محض اس لئے پیدا ہوا کہ پرنس بعض انوکھے واقعات سے گزرا ہے۔ حقیقت جو کچھ بھی ہو، پرنس کی شخصیت کا نقش بہرحال برقرار تھا۔

شہر میں جو افواہیں پھیلی تھیں وہ رفتہ رفتہ لاعلمی کے تاریک پردے میں چھپتی چلی گئیں۔ لوگوں میں، واقعی کسی الٹی کھوپڑی کے پرنس کا چرچا تھا (نام کوئی صحیح صحیح بتاتا نہیں تھا) جسے بیٹھے بٹھائے زبردست میراث ہاتھ آگئی اور جس نے ایک مشہور فرانسیسی ناچنے تھرکنےوالی سے شادی کرلی جو پیرس کے شاطو دی فلوئر (Chateau de fleurs) سے روس آئی ہوئی تھی۔ کچھ اور

لوگ بتاتے تھے کہ نہیں، میراث تو کسی جنرل کو ملی ہے، لیکن فرانس سے آئی ہوئی ایک مشہور بازاری ڈانسر سے شادی رچائی کسی روسی بیوپاری نے، جو بےانتہا دولتمند تھا اور عین شادی کے موقع پر، نشے میں چور، اس بیوپاری نے محض واہ وا کی خاطر (شیخی بگھارنے کےلئے) سات لاکھ کی تازہ‌ترین سرکاری لاٹری کے نوٹ شمع پر رکھ کر پھونک ڈالے۔ جتنے منہ اتنی باتیں، مگر سب ٹھنڈی پڑگئیں، وجہ یہ کہ کئی خاص حالات نے انہیں دبا دیا۔ مثلاً یہ کہ رگوژین کی ساری پلٹن جس میں کئی ایک ایسے تھے جن کی زبانی کچھ نہ کچھ اطلاع مل سکتی تھی، یکاترین گوف عیش‌باغ میں بدمستی کا طوفان برپا کرنے کے ہفتہ بھر بعد اپنے سرغنہ کی سرکردگی میں ماسکو چل دی — اور اس طوفانی شام نستاسیا بھی وہیں موجود تھی۔ گنتی کے چند لوگ، جنہیں خبر کا شوق تھا، ادھر ادھر کی افواہوں سے انہیں پتہ چلا کہ یکاترین گوف‌والے ہنگامے کے دوسرے دن نستاسیا بھاگ گئی تھی، غائب ہو گئی تھی، پھر راوی کے بیان کے مطابق سراغ ملا کہ ماسکو چلی گئی ہے۔ چنانچہ رگوژین کی ماسکو روانگی سے اس افواہ کو اور تقویت مل گئی۔

غالباً گاوریلا اردالیونچ عرف گانیا صاحب کی شخصیت پر بھی افواہوں کا زور ہوا کیونکہ وہ بھی اپنے حلقے میں کافی نام و نمود رکھتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ایک ایسی صورت‌حال پیش آئی کہ فوراً افواہیں دب گئیں اور بعد میں شر پھیلانےوالوں کے منہ بند ہو گئے۔ گانیا سخت بیمار پڑا اور نہ صرف یہ کہ کہیں سوسائٹی میں نظر آنے کا امکان نہ رہا بلکہ اپنی ڈیوٹی پر بھی نہیں جاسکا۔ مہینہ بھر بعد بیماری سے افاقہ ہوا، طبیعت بحال ہوگئی، لیکن اس نے جوائنٹ اسٹاک کمپنی میں ملازمت سے انکار کر دیا اور وہاں دوسرا آدمی لے لیا گیا۔ جنرل یپان‌چین کے گھر تو پھر اس نے کبھی صورت ہی نہیں دکھائی۔ یہاں تک کہ نیا اہلکار اس کام کو دیکھنے لگا۔ گاوریلا صاحب کے دشمنوں نے عقل لڑائی ہوگی کہ اس پر جو کچھ بیت گئی، وہ ابھی تک اس کے جھٹکے سے نکلا نہیں اور گھر سے باہر نکلتے شرماتا ہے، مگر حقیقت میں ابھی تک بیماری کے اثر سے نہیں نکلا تھا: بعض اوقات سراق کی

حالت میں ہوتا، فکروں میں ڈوب جاتا اور بات بات پر بگڑ بیٹھتا۔ اس کی بہن واروا نے انھی سردیوں میں پتیتسن سے شادی کرلی۔ جان پہچان کے لوگوں نے اس شادی کا سبب بھی یہی سوچا کہ گانیا اب ملازمت پر واپس جانا نہیں چاہتا، اور صرف اتنا ھی نہیں کہ خاندان کا بار اٹھانے کے قابل نہیں رہا بلکہ اب خود حاجتمند ہوکر رہ گیا ھے اور اس کےلئے امداد کی اور دیکھ بھال کی ضرورت پڑنے لگی ھے۔

یہاں ضمناً یہ اطلاع ضروری ھے کہ جنرل یپانچین کے گھر میں کبھی گانیا کا نام کسی کی زبان پر نہیں آیا گویا اس نام کا آدمی انھی کے یہاں نہیں، بلکہ دنیا میں کہیں تھا ھی نہیں۔ اس اثنا میں ان کے یہاں سبھی کو خبر ھو چکی تھی (خبر بڑی تیزی سے پہنچی) کہ اس رات کیا خاص واقعہ پیش آیا۔ یہ کہ اس منحوس رات کو، نستاسیا کے مکان کی گھناونی واردات کے بعد گانیا جب اپنے گھر واپس آیا تو بستر پر نہیں گیا، بلکہ سرسامی بےقراری کے ساتھ پرنس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ پرنس تو یکاترین گوف گیا ہوا تھا، صبح پانچ بجے کے بعد واپس ھوا۔ گانیا فوراً اس کے کمرے میں داخل ھوا اور سامنے میز پر ادھر جلے نوٹوں کا وہ بنڈل پٹک دیا جو نستاسیا اس کے عالم بےھوشی میں تحفے کے طور پر رکھ گئی تھی۔ گانیا نے پرنس سے شدید اصرار کیا کہ سب سے مقدم اس تحفے کو نستاسیا کے پاس واپس پہنچانا ھے اور وہ کسی طرح پہنچا آئے۔ جس وقت گانیا نے پرنس کے کمرے میں قدم رکھا ھے تو وہ غصے میں بپھرا ھوا اور مایوس تھا۔ مگر دونوں کے درمیان نجانے کیا سوال جواب ھوئے کہ اس کے بعد گانیا دو گھنٹے وھیں ڈٹا رھا اور پھوٹ پھوٹ کر روتا رھا۔ پھر پرنس اور وہ، دونوں ایک دوسرے سے دوستانہ مراسم کے ساتھ جدا ھو گئے۔

یہ اطلاع جو یپانچین گھرانے کو پہنچی، جیسا کہ بعد میں تصدیق ھوا، لفظ بلفظ درست تھی۔ تھی واقعی تعجب کی بات کہ اس قسم کی روداد اتنی تیزی سے پہنچ کیسے گئی اور پھیل بھی گئی۔ مثلاً نستاسیا فلی پوونا کے مکان پر جو واقعات پیش آئے وہ یپانچین والوں کو نہ صرف یہ کہ دوسرے ھی دن معلوم ھو گئے،

بلکہ تقریباً صحیح تفصیلات کے ساتھ پہنچے۔ رہی گانیا اور اس کے گھر کی روداد، تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو واریا کی زبانی معلوم ہوئی ہوگی جس کا آنا جانا تینوں لڑکیوں کے پاس ایک دم بڑھ گیا تھا بلکہ بہت کم وقت کی میل ملاقات میں بہت گاڑھی چھننے لگی تھی، جس پر ان کی ماں لیزاویتا بیگم کو سخت حیرت ہوتی تھی۔ یوں واریا نے یپان‌چین گھرانےوالوں سے اتنے قریبی تعلقات قائم کرنا چاہے کسی وجہ سے بھی ضروری سمجھا ہو، لیکن اپنے بھائی کے بارے میں ان سے بات کرنے کی غالباً روادار نہیں تھی۔ وہ بھی اپنی وضع کی ایک ہی خوددار عورت تھی چاہے اس نے وہیں میل جول بڑھایا جہاں سے اس کے بھائی کو دھتکار دیا گیا تھا۔ جنرل کی لڑکیوں سے اس کی جان پہچان پہلے کی تھی لیکن بس دور کی صاحب سلامت۔ اب بھی وہ آتی تو ڈرائنگ روم میں بیٹھنے سے کتراتی، پیچھے کے زینے سے آتی اور لپکتی جھپکتی اوپر چلی آتی۔ لڑکیوں کی ماں لیزاویتا اگرچہ واریا کی والدہ نینا کا بڑا احترام کرتی تھیں، مگر کیا مجال جو واریا کو منہ لگایا ہو، نہ پہلے، نہ اب، وہ کچھ اکھڑی رہتی تھیں۔ واریا سے اپنی بیٹیوں کے میل جول پر انہیں تعجب ہوتا، ناگواری ہوتی اور یہ خیال گزرتا کہ بیٹیوں کے دماغ میں خناس بھرا ہے جو ''ہر بات میری مرضی کے خلاف کرنے کی ترکیبیں ہی سوچتی رہتی ہیں''۔ واریا بہرحال شادی سے پہلے بھی اس گھر میں آیا کرتی تھی، شادی کے بعد بھی آتی جاتی رہی۔

پرنس کو گئے ابھی ایک مہینہ ہوا ہوگا کہ بیگم جنرل کو بوڑھی نوابزادی بیلوکونسکایا کی طرف سے ایک خط موصول ہوا۔ یہ محترمہ کوئی دو ہفتہ پہلے ماسکو میں شادی شدہ اپنی بڑی بیٹی کے یہاں گئی تھیں۔ خط کا آنا تھا کہ بیگم جنرل کے طور طریق میں فرق آگیا۔ اگرچہ انہوں نے نہ بیٹیوں کو اس کے بارے میں کچھ بتایا، نہ شوہر کو، تاہم کئی علامتیں ایسی نمودار ہوئیں جن سے کنبے پر روشن ہو گیا کہ اس خط نے بیگم صاحبہ کو چونکا دیا بلکہ جھنجھوڑ دیا ہے۔ اپنی بیٹیوں سے بات کرنے میں کوئی عجب خصوصیت برتنے لگیں، اور خلاف معمول سوالوں پر زبان کھولنے لگیں۔ غالباً کوئی بات کہہ ڈالنے کو بےتاب

تھیں، مگر ٹال گئیں۔ جس روز وہ خط ملا ہے، بیگم جنرل بیٹیوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آئیں، اگلایا اور ادےلائیدا کو تو انھوں نے چوم بھی لیا۔ کسی بات پر انھیں لڑکیوں کے سامنے پشیمانی سی تھی، مگر کس بات پر تھی، پتہ نہیں چل سکا۔ یہاں تک کہ ایوان پیان‌چین، جن سے وہ کوئی ایک مہینے سے بگڑی بیٹھی تھیں، راتوں رات قابل احترام ہستی بن گئے۔ یہ ضرور ہے کہ دوسرے ہی دن اپنی کل کی جذباتیت پر انھیں افسوس ہوا اور ابھی شام کے کھانے کا وقت نہ ہوا تھا کہ سب سے جھگڑا مول لے لیا، لیکن رات ہوتے پھر من گئیں، مطلع صاف ہو گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ پورے ہفتے بیگم صاحبہ کافی خوشگوار موڈ میں رہیں، حالانکہ یہ بات ایک زمانے سے معمول کے خلاف تھی۔

پھر کوئی ہفتے عشرے کے اندر مادام بیلوکونسکایا کا ایک اور خط آپہنچا۔ اور اب کی بار بیگم صاحبہ نے طے کر لیا کہ بات اپنے تک نہیں رہنے دیں‌گی۔ انھوں نے شان سے اعلان کیا کہ بڑی بی بیلوکونسکایا کے خط میں (نواب‌زادی صاحبہ کو ان کے پس پشت بلاناغہ اسی لفظ بڑی بی سے یاد کیا کرتی تھیں) کافی اطمینان بخش خبریں لکھی ہیں اس کے بارے میں، کیا نام ان کا "وہ جو عجیب سے تھے نا، پرنس!" ان کی بابت۔ بڑی بی نے ماسکو میں ان کا اتہ پتہ نکال لیا، اچھی اطلاعات ملی ہیں، کوئی بہت اچھی بات علم میں آئی ہے۔ پرنس آخر خود ہی ان کے ہاں آئے، اور ان کے دل پر بہت اچھا، غیرمعمولی اثر کیا ہے۔ "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی بی نے ان پرنس سے کہہ رکھا ہوگا کہ روزانہ ایک سے دو بجے کے درمیان ہو جایا کریں، چنانچہ وہ ہر روز بلاناغہ ان کے پاس پہنچتے ہیں اور ابھی تک وہ اکتائی نہیں۔" بات ختم کرتے کرتے بیگم صاحبہ نے یہ اور بڑھا دیا کہ بڑی بی کے توسط سے دو تین اعلا خاندانوں میں بھی پرنس کی رسائی ہو گئی ہے۔ "اچھا ہی ہوا اب ایک جگہ چپک کر بیٹھے نہیں رہیں‌گے اور بدھوؤں کی طرح لوگوں سے شرمایا نہیں کریں‌گے۔" لڑکیوں کو سنانے کے لئے یہ سب کہا گیا تھا، فوراً بھانپ گئیں کہ اماں جان اس خط کی بہت سی باتیں ہضم کر گئی ہیں۔ ممکن ہے لڑکیوں کو پہلے ہی پتہ چل گیا ہو وارورا کے ذریعے، جو باخبر ہو

سکتی تھی اور تھی بھی۔ جو کچھ پتیتسن کو پرنس کے اور ماسکو میں اس کے قیام کے متعلق معلوم ہوا تھا، وهی سب وارورا کو معلوم ہو گیا۔ پتیتسن کو بہرحال اوروں کے بہ نسبت کہیں زیادہ اطلاع تھی۔ مگر آدمی وہ ایسا تھا کہ اپنے کام سے کام، کہنے سننے میں غیرمعمولی محتاط۔ البتہ واریا کو بتا دیا کرتا تھا۔ یہ بھی ایک فوری وجہ تھی کہ بیگم جنرل نے واریا کو پسند نہیں کیا۔

بہرحال جو بھی ہو، برف پگھلی اور پرنس کے متعلق باآواز بات کرنے کی راہ کھلی۔ اس سے قطع نظر، یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ پرنس نے اس گھرانے میں اپنا کیا غیرمعمولی نقش بٹھایا، کس قدر حد سے بڑھا ہوا اشتیاق جگایا ہوگا — جو تا حال برقرار ہے۔ بیگم جنرل خود بھی حیران ہوئیں کہ ماسکو کی خبروں کا ان لڑکیوں پر کتنا اثر ہوتا ہے۔ اور لڑکیوں کو اپنی ماں پر تعجب آتا تھا کہ بڑی شان سے یہ سنا چکنے کے بعد کہ ''زندگی کی خاص صفت یہ رہی ہے کہ لوگوں کی شناخت میں برابر خطا کر جاتی ہیں،، اب وہ ماسکو میں مقیم ''بےپناہ،، بڑی بی سے پرنس کے حق میں برابر خاص توجہ کی امیدوار تھیں، اس کی خاطر خدا اور مسیح کے واسطے بھی دینے پڑتے تھے کیونکہ بڑی بی بعض خاص موقعوں پر ٹھس بھی رہ چکی تھیں۔

خیر، تو جیسے ہی برف پگھلی اور نئی ہوا چلی، جنرل نے بھی اپنا خیال ظاہر کرنے میں دیر نہیں کی۔ پتہ چلا کہ جنرل صاحب کی نظر التفات اوروں سے بھی زیادہ تھی۔ انہوں نے ''معاملے کے صرف کاروباری پہلو،، کے بارے میں بتایا۔ معلوم یہ ہوا کہ جنرل نے پرنس کے فائدے کی خاطر ماسکو میں ہی دو نہایت قابل اعتماد اور باثر صاحبان کو لگا دیا ہے کہ وہ پرنس پر اور خاص کر اس کے وکیل سلازکن پر نظر رکھیں۔ میراث کے بارے میں، یعنی میراث کی حقیقت کی بابت جو کچھ سننے میں آیا تھا، اس کی تصدیق ہو گئی مگر یہ بھی کہ بالآخر میراث اتنی بڑی نہیں نکلنے والی جیسا کہ شروع میں خیال تھا۔ جائداد آدھی تو جھنجھٹ میں پھنسی ہے۔ قرضے نکلے، کچھ قرض خواہ اور دعویدار نکل آئے، اور پرنس کو حالانکہ قانونی مشورے دئے گئے، سمجھایا گیا، پھر بھی اس نے

عملی ہوشیاری سے کام نہیں لیا۔ جنرل نے کہا ''خدا اور دے،،۔ اب جبکہ ''مہر سکوت،، ٹوٹ چکی تھی، جنرل نے ''پورے خلوص دل سے،، بخوشی اظہار کر دیا کہ اگرچہ ''یہ صاحب زادے عقل سے ذرا وہ ہیں،، پھر بھی فلاں بات کے لائق ہیں۔ ادھر یہ ہوا کہ پرنس بےوقوفی کرتا چلا گیا: مثلاً مرحوم بیوپاری کے قرض خواہ آئے، ایسی دستاویزیں لائے جن پر اختلاف ہو سکتا تھا، یا جعلی کاغذ، یا بعضوں کو پرنس کے بارے میں سن گن ملی اور وہ یونہی کاغذ پتر لئے بغیر آپہنچے — پھر کیا ہوا؟ پرنس نے قریب قریب سبھی کو دے دلا کر خوش کر دیا، حالانکہ دوستوں نے بہتیرا سمجھایا تھا کہ یہ ٹٹ پونجئے اور قرض خواہ ناحق کے دعوے لئے پھرتے ہیں۔ پرنس نے سب کے منہ اس لئے بھرے کہ اصلیت ظاہر ہوئی تھی کہ ان میں سے بعضوں کو واقعی نقصان پہنچ چکا ہے۔

بیگم جنرل نے سنا تو بتایا کہ بیلوکونسکایا نے بھی اپنے خط میں اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں۔ ''یہ حماقت سے سخت نادانی ہے۔ احمقوں کا کوئی علاج نہیں،، وہ گرم ہو کر بولیں، لیکن ان کے تیوروں سے ظاہر تھا کہ وہ اپنے اس ''احمق،، کے فعل سے دل ہی دل میں خوش ہیں۔ ساری باتوں کے آخر میں جنرل نے نوٹ کیا کہ ان کی رفیقہ٫ حیات پرنس کے معاملات میں اس قدر منہمک ہیں گویا وہ ان کا حقیقی فرزند ہو اور یہ کہ اگلایا بیٹی پر ان کی شفقت بےحد بڑھ گئی ہے۔ یہ دیکھ کر جنرل ایوان فیودرووچ نے کچھ عرصے کے لئے کاروباری روکھاپن اختیار کر لیا۔

تاہم یہ خوشگوار فضا بہت دنوں برقرار نہ رہ سکی۔ صرف دو ہی ہفتے گزرے ہوں گے کہ پھر یکایک تبدیلی آ گئی۔ بیگم صاحبہ کی ناک بھوں چڑھ گئی اور جنرل نے بار بار بےبسی سے شانے اچکائے اور پھر ''خاموشی کی برف تلے،، ٹھنڈے پڑ گئے۔ واقعہ یہ تھا کہ ابھی دو ہفتے پہلے جنرل کو سردست ایک اطلاع پہنچی، مختصر ہونے کے سبب اگرچہ بات صاف نہیں ہوتی تھی، تاہم اطلاع تھی اعتماد کے قابل، اور یقینی، یہ کہ نستاسیا فلیپوونا جو ماسکو میں لاپتہ ہو گئی تھی، رگوژین نے بعد میں وہیں اس کا سراغ نکال لیا، پھر دوسری بار چل دی اور پھر اس نے کھوج لیا — آخر تنگ آ کر اس نے رگوژین سے شادی کا حتمی وعدہ کرلیا۔ اس بات

کو ابھی دو ہی ہفتے ہوئے تھے کہ عالی جناب جنرل صاحب کو بیٹھے بٹھائے پرچہ لگا کہ نستاسیا تیسری بار شادی کی رسم ادا ہوتے ہوتے، عین وقت رفوچکر ہو گئی اور اس بار کہیں دور کے علاقے میں نکل گئی ہے۔ اسی اثنا میں پرنس میشکن بھی، اپنے سارے معاملات وکیل سلازکن پر چھوڑ چھاڑ ماسکو سے غائب ہے، ''وہ اس کے ساتھ فرار ہوا یا اس کے تعاقب میں، کچھ کہا نہیں جا سکتا، مگر دال میں کالا ضرور ہے،، جنرل نے نتیجہ اخذ کیا۔ بیگم صاحبہ کو بھی ان کے ذریعے سے ناگوار خبریں ملیں۔ انجام کار ماسکو سے پرنس کو نکلے ہوئے دو مہینے گزر گئے تو اس کے تعلق سے جتنی افواہیں پیترسبورگ میں زندہ تھیں، سبھی نے دم توڑ دیا۔ یپانچین کے گھرانے میں پھر ''خاموشی کی برف،، پگھلنے کی نوبت نہیں آئی۔ گانیا کی بہن واروا بہرحال ان لڑکیوں سے ملنے اب بھی آتی رہتی تھی۔

ان تمام افواہوں اور خبروں کا باب بند کرنے کے لئے ہم یہاں اتنا اور کہہ دیں کہ موسم بہار آتے آتے یپانچین گھرانے میں اتنا کچھ اتھل پتھل ہو گیا کہ پرنس کو بھول بھال جانا آسان تھا اور پرنس نے بھی نہ تو اپنی کوئی خیر خبر بھیجی، نہ غالباً بھیجنی چاہی۔ تمام سردیاں فیصلے تک پہنچنے میں گزریں اور آخر طے پایا کہ امسال گرمیاں باہر ملک کے سفر میں گزاری جائیں، یعنی ماں بیٹیاں سفر پر روانہ ہوں۔ جنرل کے لئے بھلا کہاں ممکن تھا کہ ''خالی خولی تفریح،، پر اپنا وقت برباد کرتے پھریں۔ سفر کا فیصلہ بھی ان لڑکیوں کی آئے دن کی ضد اور زبردستی سے ہی کیا گیا، جن کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ ملک سے باہر جانے کی قدغن صرف اس لئے لگی ہے کہ والدین کو دن رات ان کے شادی بیاہ کی فکر ہے اور لڑکے تلاش کئے جا رہے ہیں۔ ممکن ہے والدین نے بھی اپنے دل میں سوچ لیا ہو کہ دولہا تو سرحد پار بھی مل سکتے ہیں اور گرمی کے صرف دوتین مہینے باہر گزار لینے سے کچھ نہیں بگڑتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ ''کچھ بات بن جائے،،۔ یہیں یہ بھی بتا دیا جائے کہ افاناسی توتسکی اور جنرل کی بڑی لڑکی کے رشتے کی جو بات تھی، وہ ٹوٹ گئی، ادھر سے رسمی پیغام آیا ہی نہیں۔ آپ سے آپ ایسا ہو گیا، نہ فریقین میں اس پر

کہا سنی ہوئی، نہ خاندانوں میں کوئی تناتنی کی نوبت آئی۔ جب سے پرنس روانہ ہوا، دونوں فریق چپ ہوکر بیٹھ رہے۔ منجملہ اور اسباب کے یہ واقعہ بھی یپان‌چین خاندان کی فضا مکدر ہو جانے کا ایک سبب بنا، اگرچہ بیگم جنرل نے تبھی کہہ ڈالا کہ مجھے تو اتنی خوشی ہے کہ ''دونوں ہاتھوں سے اپنے اوپر صلیب کا نشان بناؤں،، اور شکر ادا کروں۔ جنرل اگرچہ ان دنوں بجھے ہوئے تھے اور خود کو ہی قصوروار شمار کرتے تھے تاہم کافی عرصے تک پھولے رہے۔ انھیں رہ رہ‌کر افاناسی توتسکی کا افسوس ہوتا تھا: ''اتنی بڑی جائداد، ایسا سلیقہ‌مند آدمی!،، زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ جنرل کو خبر ملی کہ توتسکی تو باہر سے آئی ہوئی، اعلا سوسائٹی کی ایک فرانسیسی مارکوئیس خاتون میں مبتلا ہو گئے جو شاہی وراثت پارٹی کی طرفدار ہے۔ شادی ہوگی اور وہ پیرس لے جائیں‌گے اور وہاں سے کہیں اور — بریٹان کے مقام پر۔ جنرل نے نتیجہ نکال لیا: ''فرانسیسی خاتون انھیں لے ڈوبے‌گی۔،،

یپان‌چین خاندان گرمیوں میں ملک سے باہر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اتنے میں حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ نئے سرے سے معاملات میں ترمیم کرنی پڑی اور سفر کو ملتوی کرنا قرار پایا — اسی میں جنرل اور بیگم دونوں کی خوشی تھی۔ ہوا یہ کہ پیٹرسبورگ میں ماسکو سے ایک پرنس ش وارد ہوا۔ نامور آدمی، جس نے حسن صفات میں ہی نام کمایا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا، بلکہ یوں کہا جائے کہ تازہ ترین دور کے ان شریف، ایماندار اور متین عہدہ‌داروں میں سے جنھیں خلوص اور شعور کے ساتھ یہ لگن رہتی ہے کہ ان سے فائدہ پہنچے، جو کام کے دھنی اور اس کمیاب اور قابل قدر صفت کے حامل ہوتے ہیں کہ ہمیشہ ہر جگہ اپنے لئے مصروفیت تلاش کر لیتے ہیں۔ نمودونمائش سے کترانے‌والا، شدت جذبات سے بچنے‌والا، محفلوں کی یارباشی اور لفاظی سے پرہیز کرنے‌والا یہ پرنس جو خود کو سب سے آگے رکھنے کا بھی روادار نہ تھا، اپنے وقت کے تازہ‌ترین واقعات کا اچھا خاصا گہرا شعور بھی رکھتا تھا۔ پہلے وہ سرکاری ملازمت میں تھا، پھر ڈسٹرکٹ بورڈ کی سرگرمیوں میں شریک ہونے لگا۔ اس کے علاوہ روس کی کئی ایک علمی سوسائٹیوں کو بھی مفید مضامین بھیجا کرتا تھا۔ ایک نہایت

اہم ریلوے لائن ڈالنے کا جو خاکہ بنا ہوا تھا، جمع‌شدہ اطلاعات اور ریسرچ، رپورٹوں کو سامنے رکھ کر ایک انجنیر ملاقاتی کی مدد سے نوجوان پرنس نے اس خاکے میں ترمیم کی اور زیادہ معقول راستہ تجویز کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ عمر ہوگی کوئی پینتیس سال۔ ''اونچی سے اونچی سوسائٹی،، کا آدمی تھا اور جنرل کے اندازے سے ''خاصی معقول، ٹھوس اور جھگڑے سے پاک،، جائداد کا مالک بھی تھا۔ حسن اتفاق سے ایک نہایت سنجیدہ معاملے کے سلسلے میں اپنے افسر اعلا کاؤنٹ صاحب کے یہاں جنرل کی اس پرنس سے جان پہچان ہوگئی۔ پرنس کو بھی خاص شوق تھا روس کے ''کاروباری لوگوں،، سے میل ملاقات کا، چنانچہ تعارف نے آمدورفت کو راہ دی اور پرنس کا جنرل کے خاندان سے بھی ربط میل ہو گیا۔ تینوں میں سے منجھلی بہن ادےلائیدا نے پرنس پر خاصا جاندار نقش چھوڑا۔ سردیاں جاتے جاتے پرنس نے رشتہ دیا۔ ادےلائیدا کو تو وہ پہلے ہی پسند آ چکا تھا، ماں بھی اسے پسند کرتی تھیں۔ جنرل بہت خوش ہوئے۔ ظاہر ہے کہ سفر کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا اور طے پایا کہ بہار کے موسم میں شادی کردی جائے۔

ممکن تھا کہ گرمیوں کے وسط یا آخر کے دنوں میں مہینے دو مہینے کے لئے بیگم جنرل اپنی دو باقی ماندہ بیٹیوں کو لئے ہوئے یونھی بطور تفریح باہر گھوم پھر آتیں اور سفر کے بہانے سے ادےلائیدا کی جدائی کا غم بھی دھل جاتا۔ لیکن پھر ایک نئی روک کھڑی ہو گئی۔ بسنت بہار کے آخر میں پرنس ش اپنے ساتھ دور کے ایک رشتہ‌دار کو، جس سے اچھے خاصے قریبی مراسم تھے یپان‌چین کے گھر لے کر آیا (ادےلائیدا کی شادی میں ذرا تاخیر تھی، اسے گرمیوں کے وسط تک کےلئے ملتوی کردیا گیا تھا)۔ یہ نووارد ایوگینی پاولووچ ابھی نوجوان تھا، عمر کوئی اٹھائیس سال، شہنشاہ کے اسٹاف میں اےڈی‌سی، دیکھنے کے قابل خوشرو جوان، ''عالی خاندان،،' بذلہ سنج، جگمگاتی شخصیت، ''نئے زمانے کا،،، ''غیرمعمولی تعلیم‌یافتہ،، اور دولت بھی اتنی کی کہ کم سننے میں آتی ہے۔ موخرالذکر پہلو پر جنرل کافی محتاط رہتے تھے۔ انہوں نے اس نوجوان کے حق میں سند دے دی کہ ''واقعی دولت معلوم تو ہوتی ہے، لیکن ابھی اور تصدیق کرنی ہوگی،،۔ بڑی بی بیلوکونسکایا

نے ماسکو سے اس اےڈیسی کے بارے میں، جس کا مستقبل روشن تھا اور بھی زوردار رائے لکھ بھیجی، جس سے اس کا درجہ اور بلند ہو گیا۔ البتہ اس کے نام کے ساتھ ایک داستان وابستہ تھی ذرا چبھنےوالی: پہلے بھی کئی عورتوں سے واسطہ رہ چکا تھا اور کئی بدقسمت دلوں پر ''فتوحات،، کا بھی چرچا تھا۔ اس نے اگلایا کو دیکھا تو اس گھرانے میں زیادہ آنے جانے لگا۔ یہ صحیح ہے کہ فریقین میں کوئی زبان پر کچھ نہیں لایا، یہاں تک کہ اشارے کنائے میں بھی نہیں۔ تاہم والدین نے محسوس کرلیا کہ فیالحال ملک سے باہر سفر کا خیال ترک کیا جائے۔ ممکن ہے اگلایا کسی اور طرح سوچ رہی ہو۔

یہ واقعات کہانی کے منظر پر ہمارے ہیرو کے دوبارہ نمودار ہونے سے ذرا پہلے کے ہیں۔ تب تک، ظاہرا دیکھا جائے تو، ہمارا بچارا پرنس میشکن شہر پیترسبورگ میں بالکل فراموش کیا جا چکا تھا۔ اس بار وہ ملنے جلنےوالوں میں یوں ظاہر ہوا گویا آسمان سے ٹپک پڑا۔ یہاں ضمناً ہم ایک واقعہ اور بتاتے چلیں اور اسی پر یہ تمہید تمام کر دیں۔

جنرل ایولگین کا لڑکا کولیا پرنس کے چلے جانے کے بعد پھر سے زندگی کے معمول پر آ گیا۔ یعنی اسکول جانا، اپنے دوست ایپولیت سے ملنا ملانا، باپ کی خدمت بجالانا اور گھر کے کاموں میں بڑی بہن واریا کا ھاتھ بٹانا۔ مطلب یہ کہ اسے وہ بار بار کام سے دوڑایا کرتی تھی۔ اس مکان کے کرایہدار تھوڑے دنوں میں غائب ہو گئے: نستاسیا کے گھر کی واردات کے تین دن بعد ھی فردیشینکو ایسا رفوچکر ہوا کہ پھر اس کا کہیں پتہ نہ چلا، ذکر مذکور بھی سننے میں نہیں آیا۔ لوگوں کا بیان تھا کہ کہیں پینے پلانے میں پڑا رہتا ہے، مگر یہ بھی چلتی ہوئی بات تھی۔ پرنس ماسکو چل دیا۔ کرایہداروں کا قصہ تمام ہوا۔ کچھ دن بعد جب واریا کی شادی ہو گئی تو ماں نینا الیکساندرووونا اور گانیا اٹھ کر پتیتسن کے ہاں منتقل ہو گئے — اسماعیلوفسکی بیرکوںوالے علاقے میں۔ جنرل ایولگین کا حشر برا ہوا۔ تقریباً انھی دنوں وہ ایسے چکر میں آگئے جس کا پہلے سے گمان نہیں تھا۔ انہیں نادھند کی

حیثیت سے سزائے قید ہو گئی۔ ان کی جو آشنا تھی، مرحوم کپتان کی بیوہ، اسے مختلف اوقات میں جنرل نے کوئی دو ہزار روبل کی ہنڈیاں لکھ کر دے رکھی تھیں۔ ہنڈی وصول نہ ہونے کی صورت میں اس عورت نے عدالت سے رجوع کیا اور جنرل سزایاب ہو گئے۔ انھیں دور دور اس کا اندیشہ نہیں تھا اور وہ غریب بقول خود ''انسانی فطرت کی شرافت پر اپنے حد سے بڑھے ہوئے ایمان کی بدولت قربانی کا بکرا،، بن گئے۔ جب وہ قرض کی دستاویزوں اور ہنڈیوں پر دستخط کرنے کی تن‌آسانی کے عادی ہوئے تھے، تو انھیں یہ بات حد امکان سے باہر معلوم ہوتی تھی کہ کبھی یہ کاغذ رنگ لائیں‌گے۔ سمجھے تھے کہ بس، یہ تو یونھی ہے۔ پتہ چلا کہ بس یونھی نہیں تھا۔ ''اس کے بعد بھی بھروسہ کرو لوگوں پر، اور برتو شریفانہ اعتماد!،، وہ تاراسوف کے گھر میں اپنے نئے ملاقاتیوں کے ساتھ، شراب کی بوتل لئے، بڑے ملال سے کہا کرتے اور وہی قارص کے محاصرے اور مردہ فوجی کے پھر سے زندہ ہو جانے کے افسانے سنایا کرتے۔ زندگی ویسے بڑے مزے میں گزر رہی تھی۔ پتیتسن اور واریا کا کہنا تھا کہ بڑے میاں کی صحیح جگہ وہیں ہے۔ گانیا بھی اس خیال سے سراسر متفق تھا۔ لے دے کے ایک بچاری نینا تھی جو شوہر کے حال زار پر چپکے چپکے آنسو بہایا کرتی (گھروالوں کو اس پر تعجب بھی ہوتا تھا) اور اگرچہ خود بیمار رہنے لگی تھی، پھر بھی جب بن پڑتا، قرضداروں کی جیل میں شوہر سے ملنے گھسٹتی ہوئی پہنچ جاتی۔

جب سے بقول کولیا ''جنرل‌والا حادثہ،، ہوا اور ویسے بھی بہن کی شادی کے بعد کولیا قریب قریب گھروالوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور اس حد تک کہ ادھر تو کچھ دنوں سے گھر میں بھی رات بسر کرنے صرف کبھی کبھی آجایا کرتا تھا۔ کہتے تھے کہ اس نے بہت سارے نئے نئے ملاقاتی بنا لئے ہیں۔ اس کے علاوہ نادہند قرضداروں کی جیل میں بھی اس کا نام چمک گیا تھا۔ نینا الیکساندرووونا کسی پہلو اس سے بے‌نیاز نہیں رہ سکتی تھیں۔ گھر میں کوئی سوال جواب کرنے کی خاطر بھی اسے نہیں چھیڑتا تھا۔ واریا، جو پہلے کبھی چھوٹے بھائی کے ساتھ سختی سے پیش آیا کرتی تھی، اب اس سے منہ چھوانے کو بھی نہ پوچھتی تھی کہ کہاں مارا مارا

پھرتا ہے۔ گھروالوں کو حیرت تھی تو گانیا کے رویے پر جو اپنے مراق کے باوجود کولیا سے کبھی ھنستا بولتا، بات کرتا اور پیش بھی آتا تو برابر کے دوستانہ برتاؤ کے ساتھ۔ یہ انھونی بات تھی کیونکہ ستائیس سال کا جوان گانیا اپنے پندرہ سال کے چھوٹے بھائی کے ساتھ پہلے تو ذرا بھی ھمدردانہ برادرانہ برتاؤ کا روادار نہ رہا تھا، کبھی اگر التفات کیا بھی تو بےرخی سے۔ خود ڈانٹ ڈپٹ کرتا اور گھروالوں سے بھی یہی چاھتا کہ وہ کولیا کے ساتھ سختی سے پیش آیا کریں، ھمیشہ ''کان گرم کرنے'' کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ روز روز کی اس ڈانٹ پھٹکار نے کولیا کے ''انسانی صبر کا پیمانہ چھلکا دیا''۔ یہ خیال ھوتا تھا کہ آجکل بعض اوقات کولیا اپنے بڑے بھائی کے وقت ضرورت کام بھی آتا ہے۔ گانیا نے نستاسیا والی رقم واپس کردی، کولیا کو اس پر بےحد تعجب تو ھوا ھی تھا، پھر اسی بات پر بھائی کی بہت سی کمزوریوں سے درگزر پر آمادہ ھو گیا۔

پرنس کو سدھارے کوئی تین مہینے ھوئے ھوں گے کہ ایولگین‌والوں کے کان میں بھنک پڑی کہ کولیا کی رسائی جنرل یپان‌چین کے یہاں ھو گئی ہے اور لڑکیاں اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آتی ھیں۔ واریا کو جلدی ھی اس کی خبر لگ گئی۔ کولیا نے واریا کو جان پہچان کا وسیلہ نہیں بنایا تھا بلکہ ''بذات خود'' ملا تھا۔ رفتہ رفتہ اسے وھاں پسند کیا جانے لگا۔ بیگم جنرل نے شروع میں تو ناک بھوں چڑھائی، مگر تھوڑے ھی دنوں میں وہ شفقت کرنے لگیں، ''وجہ یہ کہ کھلے دل کا ہے اور چاپلوسی نہیں کرتا''۔ یہ بات کہ کولیا کو خوشامد درآمد نہیں آتی تھی، بالکل سچ تھی۔ وہ اس خاندان سے قطعی برابر کی سطح پر اور آزادانہ معاملہ رکھنا جانتا تھا، اگرچہ خاتون خانہ کو وہ کتابیں اور اخبار بھی پڑھ کر سنایا کرتا تھا، ۔ ھمیشہ کسی نہ کسی طرح اوروں کے کام آنا اس کی سرشت میں داخل تھا۔ دو بار وہ محترمہ سے بگڑ بیٹھا، کہنے لگا کہ وہ دوسروں کو دبا کر رکھتی ھیں اور اب آئندہ اس گھر میں قدم نہیں رکھے گا۔ پہلی دفعہ تو ''عورتوں کے مسئلے'' پر بحث چھڑ گئی تھی، دوسری مرتبہ موضوع زیربحث یہ تھا کہ مینائیں پکڑنے کے لئے سال میں کون‌سا وقت بہتر ہے۔ اعتبار آنا مشکل ہے مگر ھوا یہی کہ بیگم جنرل نے روٹھ چھوٹ

کے تیسرے دن رقعہ دے کر اردلی کو بھیجا اور کولیا کو منایا کہ وہ ہر حال میں ان سے ملنے آئے۔ کولیا نہ اینٹھا، نہ ٹھنکا، سیدھے سبھاؤ فوراً پہنچ گیا۔ تنہا اگلایا تھی جو مستقل طور پر اس سے کٹی کٹی رہی اور مخاطب بھی ہوتی تو نخوت کے ساتھ۔ ایک دن یہ ہونا بدا تھا کہ وہی کولیا کو حیرت سے تکتی رہ جائے۔ ایسٹر تیوہار (اپریل) کے دن تھے کہ ایک بار تنہائی کا موقع پا کر کولیا نے اگلایا کے ہاتھ میں ایک پرزہ تھما دیا، صرف ان دو لفظوں کے ساتھ کہ مجھے یہ خط خاص آپ تک پہنچانے کے لئے کہا گیا ہے۔ اگلایا نے اس اپنی کھال میں مست چھوکرے کو گھور کر دیکھا، مگر تب تک کولیا چل دیا تھا۔ اگلایا نے رقعے کی تہیں کھولیں اور پڑھا:

''ایک وقت تھا کہ آپ نے مجھے اپنے اعتبار سے نوازا۔ ممکن ہے کہ اب آپ مجھے بالکل بھول چکی ہوں۔ تو پھر یہ کیسے کہ میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں؟ معلوم نہیں۔ مگر مجھ میں یہ تمنا بےقرار ہوئی ہے، کہ اپنے بارے میں آپ کو یاد دلاؤں، اور صرف آپ ھی کو۔ کتنی بار ایسا ہوا کہ آپ تینوں بہنوں سے مجھے سخت کام پڑا، لیکن تینوں میں سے ایک پر، صرف آپ پر ھی نظر گئی۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے، سخت ضرورت۔ اپنے متعلق مجھے نہ کچھ لکھنا ہے آپ کو، نہ بتانا ہے۔ پہلے بھی اس بات کو جی نہیں چاہا۔ ایک ھی آرزو ہے، بےپناہ آرزو، کہ آپ شادآباد رہیں۔ شاد ھیں آپ؟ بس اتنا ھی کہنا تھا۔

آپ کا بھائی
پرنس میشکن''

چند سطر کا یہ بےربط پرزہ پڑھنا تھا کہ اگلایا کا منہ لال ہو گیا اور وہ سوچ میں پڑ گئی۔ خیالات کی جس رو میں وہ بہہ رہی تھی، اسے بیان کرنا ہمارے لئے دشوار ہے۔ اس نے البتہ اتنا ضرور سوچا ''کسی کو دکھا دوں یہ خط؟''، مگر اس خیال سے حیا آئی۔ تان اس پر ٹوٹی کہ وہ پرزہ، تمسخر بھرے عجیب تبسم کے ساتھ

اپنی میز کی دراز میں ڈال دیا۔ دوسرے دن پھر نکالا اور اس بار مضبوطی سے مجلد ایک موٹی سی کتاب میں دبا دیا (اپنے کاغذات کے ساتھ ہمیشہ یہی کرتی تھی تاکہ وقت ضرورت وہ فوراً مل جائیں)۔ پورا ہفتہ گزر گیا تو دیکھنے کا خیال آیا کہ وہ کونسی کتاب تھی۔ کتاب تھی «Don Quixote de la Mancha»۔ کتاب کا نام دیکھتے ہی وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئی، خدا جانے کیوں۔

یہ بھی نہیں معلوم کہ آیا اس نے بہنوں میں سے کسی کو یہ اپنی دستیاب شے دکھائی بھی یا نہیں۔

مگر جب خط پڑھا تو یکایک ذہن میں ایک بات ضرور آئی: کیا واقعی پرنس نے اس نک چڑھے اور آوارہ گرد چھوکرے کو اپنا نامہ‌بر چنا ہے اور وہ بھی خاص یہاں کے لئے ایک شریف اور اکلوتا وسیلہ سمجھ کر؟ اگلایا نے برا سا منہ بنایا ضرور، لیکن کولیا کو جرح کئے بغیر نہیں چھوڑا۔ یہ لڑکا جو بات بات پر خفا ہوا کرتا تھا، اس بار جرح کرنے‌والی کی تلخی و ترشی بالکل ہی ٹال گیا۔ نہایت اختصار اور روکھے پن سے اس نے اگلایا کے سامنے اگل دیا کہ پرنس جب پیترسبورگ سے جانے‌والے تھے، تبھی احتیاطاً اپنا مستقل پتہ انہیں بتا دیا تھا اور اپنی خدمات بھی پیش کردی تھیں، تاہم یہی پہلا اتفاق ہے کہ انہوں نے ایک ذمہ‌داری سونپی، یہی پہلی تحریر ہے جو پرنس کی طرف سے اسے پہنچی۔ ثبوت کے طور پر اس نے پرنس کا وہ خط بھی نکال کر دکھا دیا جو خود کولیا کے نام تھا۔ اگلایا نے جھجکے بغیر وہ خط پڑھ ڈالا۔ کولیا کے نام لکھا تھا:

"عزیز من، کولیا! مہربانی کرکے میرا یہ مہربند رقعہ اگلایا ایوانوونا کو پہنچا دیجئے۔ صحت و سلامتی کا دعا گو۔

آپ سے پیار کرنے‌والا
پرنس میشکن"

"یوں ہو، تب بھی ایسے بالشت بھر کے چھوکرے کو رازدار بنانا ہے مضحکہ‌خیز بات!"، اگلایا نے وہ پرزہ کولیا کو واپس کرتے ہوئے کہا اور تحقیر کے ساتھ برابر سے گزر گئی۔

یہ بات کولیا کو گوارا نہیں ہوئی: خاص اسی موقع کے لئے اس نے یہ اہتمام کیا تھا کہ وجہ بتائے بغیر، گانیا سے اس کا نیا سبز گلوبند مانگ لیا تھا۔ کولیا کو اس برتاؤ سے سخت تکلیف پہنچی۔

۲

جون مہینے کی اول تاریخیں تھیں اور پیترسبورگ میں ایک ہفتہ ہو گیا تھا کہ موسم خلاف معمول نہایت خوشگوار تھا۔ یپان‌چین‌والوں کا شہر سے دور ایک بھرا پرا شاندار داچہ* تھا پاولوفسک علاقے میں۔ لیزاویتا بیگم نے بیٹھے بٹھائے سب تہہ و بالا کر دیا، آفت مچا دی۔ آخر دو دن الٹی سیدھی تیاری کر کے گھروالے وہاں پہنچ گئے۔

شہر سے اس گھرانے کی روانگی کے دوسرے یا تیسرے دن پرنس لیو نکولائی‌وچ میشکن صبح کی ٹرین سے ماسکو سے آپہنچا۔ اسٹیشن پر کوئی اسے لینے نہیں گیا۔ لیکن جب وہ ڈبے سے نکلا تو اسے یوں محسوس ہوا کہ پلیٹ فارم پر آنےوالوں کے ہجوم میں کسی کی دو آنکھیں عجیب اور کڑی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ جب ذرا غور سے دیکھا تو وہاں کوئی خاص علامت نظر نہیں آئی۔ تو پھر صرف وہم ہوا ہوگا۔ جو بھی ہو، اس کا ناگوار اثر باقی رہ گیا۔ پرنس تو پہلے ہی سے بجھا بجھا، خیال میں محو اور کسی معاملے میں فکرمند نظر آ رہا تھا۔

کوچوان اسے ایک ہوٹل تک پہنچا گیا جو لیتےئنایا سڑک سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ہوٹل گھٹیا سا تھا۔ پرنس نے اس میں اوسط درجے کے دو کمرے لے لئے، نہ ان میں روشنی تھی، نہ اچھا فرنیچر۔ یہیں منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کیا، کچھ آرڈر کے بغیر جلدی میں باہر چل دیا، گویا اسے وقت ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یا یہ کہ جس سے ملنا ہے وہ کہیں گھر سے نہ نکل جائے۔

---

* داچہ — شہر کی سرحدوں سے نکل کر نزدیک یا دور وہ کٹیا یا بنگلہ جہاں عموماً گرمیوں کا موسم گزارا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

اگر کہیں ان لوگوں میں سے جو یہیں پیٹرسبورگ میں چھ مہینے پیشتر پرنس کی پہلی آمد پر اس سے مل چکے تھے، کوئی بھی ایک نظر چہرے پر ڈال لیتا تو اسی نتیجے پر پہنچتا کہ تب اور اب میں بڑا فرق ہے۔ اب وہ دیکھنے میں پہلے سے کہیں بہتر نظر آتا ہے۔ مگر اصلیت کچھ اور ہی تھی۔ صرف لباس میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا تھا: اب ماسکو کے نفیس درزی کے ہاتھ کا سلا ہوا کوٹ پہنے ہوئے تھا مگر اس میں بھی عیب رہ گیا تھا۔ کٹائی سلائی میں فیشن کا کچھ زیادہ ہی خیال (جیسا کہ وہ درزی سیتے ہیں جن میں کام کی لگن تو ہوتی ہے، ہنر نہیں ہوتا) اور فیشن کا یہ مصرف بھی اس شخص پر، جسے ان باتوں کا کوئی شوق تھا ہی نہیں۔ چنانچہ پرنس کو غور سے دیکھنے پر کوئی بھی جسے مذاق اڑانے کی لت ہو، ایسا عیب ضرور نکال لیتا جس پر ہنسا جا سکے۔ مگر ہنسنے کا کیا ہے، کسی بات کو بھی مذاق کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔

پرنس نے گاڑی لی اور سیدھا پیسکی علاقے کا رخ کیا۔ رژدیستوینسکی نام کی سڑکوں میں سے ایک پر چھوٹے سے لکڑی کے ایک مکان کا پتہ نکال لیا۔ پرنس کو تعجب ہوا کہ مکان یوں تو چھوٹا سا ہے، لیکن دیکھنے میں خوبصورت، صاف ستھرا، قاعدے قرینے کا، سامنے باغیچہ، جس میں پھولوں کی بہار تھی۔ کھڑکیاں سڑک کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن میں سے مسلسل تیز تیز کلام کی بلکہ چیخ کی سی آواز آرہی تھی — یعنی کوئی شخص یا تو باآواز بلند کچھ پڑھ رہا تھا، یا پھر تقریر جاری تھی۔ واعظانہ تقریر کے اس تسلسل کو چند کھنکتے ہوئے قہقہے کبھی کبھی توڑ دیتے تھے۔ پرنس نے احاطے میں قدم رکھا، دو چار سیڑھی پر چڑھ کر لیبیدیف کو دریافت کیا۔

''ہاں، یہ رہے!،، باورچن نے، جو کہنیوں تک آستین الٹے ہوئے تھی، دروازہ کھول کر ''ڈرائنگ روم،، کی جانب انگوٹھے سے اشارہ کردیا۔

صاف ستھرے، قرینے سے لگے ہوئے، بلکہ ذرا پرتکلف کمرے میں، جس پر گہرے نیلے رنگ کا کاغذ چپکا تھا، بیچوں بیچ لیبیدیف کھڑا ہوا تھا۔ کمرے کے اندر گول میز اور صوفہ، کانسے کی دیواری

گھڑی شیشے کے کیس میں اور چھوٹی تراش کا دیواری آئینہ، اوسط درجے کا نہایت قدیم جھاڑ فانوس، شیشے کے قلموں سے آراستہ، اور کانسے کی زنجیر میں چھت سے لٹکا ہوا، یہ اہتمام تھا اس کمرے کا۔ پرنس داخل ہوا تو لیبیدیف کی ادھر پشت تھی۔ اس نے واسکٹ پہن رکھی تھی، گرمی کے موسم کے خیال سے اوپر کا ڈریس نہیں پہنا تھا۔ وہ کھڑا ہوا چھاتی پیٹ رہا تھا اور کسی موضوع پر خطابت کا زور دکھائے جا رہا تھا۔ وعظ سننےوالوں میں کون کون تھے؟ کوئی پندرہ سال کا ایک لڑکا، جس کے چہرے سے شگفتگی اور خاصی ذہانت ٹپکتی تھی اور ہاتھ میں کتاب تھی۔ ایک لڑکی، عمر تقریباً بیس سال، ماتمی لباس میں اور شیرخوار کو گود میں سنبھالے ہوئے، ایک اور بچی کوئی تیرہ سال کی، وہ بھی سوگوارانہ حلیے میں، بات بات پر ہنسنے اور بری طرح منہ پھاڑ کر ہنسنےوالی، اور آخر میں ایک انتہائی عجیب ہستی سامعین میں موجود تھی۔ کوئی بیس برس کا، سانولا، خوش شکل نوجوان جو صوفے پر دراز تھا۔ لمبے لمبے گھنے بال اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، چہرے پر دونوں طرف چھوٹی چھوٹی قلمیں بڑھی ہوئی اور ذرا سی ڈاڑھی۔ معلوم ہوا کہ یہی لکچر سننےوالا وہ تھا جو لیبیدیف کے وعظ میں خلل ڈالتا اور اسے ٹوکتا جا رہا تھا۔ اسی بات پر غالباً باقی سامعین ہنس پڑتے تھے۔

''لوکیان تیموفےئچ، اجی‌او لوکیان صاحب، ذرا ادھر دیکھنا! ادھر کو نظر تو پھیرو!.. ایسی تیسی آپ کی!''

باورچن ہاتھ جھٹکتی، برا سا منہ بناتی ایسی ناراض چل دی کہ اس کا چہرہ لال ہو گیا۔

لیبیدیف نے نظر گھمائی اور پرنس کو دیکھتے ہی اس پر بجلی گری۔ پھر وہ اس کی طرف لپکا فرمائشی تبسم چہرے پر لئے ہوئے، لیکن قدم رکے، پھر، جیسے، ٹھٹک کر رہ گیا۔ اور منہ سے ٹوٹ کر یہ دو لفظ نکلے:

''مے... رے، آئیے، میرے س... سرکار!''

پھر ایک دم، یوں گویا چہرہ ساتھ نہیں دے رہا، وہ مڑ گیا اور خواہ مخواہ پہلے تو اس لڑکی پر برس پڑا جو ماتمی لباس میں، اور ننھے بچے کو سنبھالے ہوئے تھی، وہ اس ناگہانی آفت پر سٹپٹا کر

رہ گئی، پھر اسے ایک طرف چھوڑ وہ دوسری تیرہ برس والی بچی کے سر ہو گیا جو دوسرے کمرے کی چوکھٹ پر لٹک رہی تھی اور اپنی بقیہ مسکراہٹ بھی خرچ کئے دے رہی تھی۔ وہ بچی لیبیدیف کی ڈانٹ نہ سہہ سکی اور باورچی‌خانے کی طرف سٹک گئی۔ صاحب خانہ نے اس کے پیچھے دھم دھم کرکے پاؤں بھی پٹکے تاکہ اسے اور سہما دے۔ لیکن جیسے ہی پرنس سے آنکھیں چار ہوئیں اور دیکھا کہ وہ کچھ بدحواسی سے یہ سب دیکھ رہا ہے تو لیبیدیف نے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی:

''ادب سکھانے کے لئے... جی... ہی، ہی، ہی!''

''یہ سب فضول کی بات...'' پرنس کی زبان پر آیا۔

''ذرا ٹھیرئیے، ابھی آیا — ابھی ہوا کی طرح!''

یہ کہتے ہی لیبیدیف کمرے سے غائب ہو گیا۔ پرنس نے اس لڑکی کو، لڑکے کو اور اسے تعجب سے دیکھا جو صوفے پر پھیلا پڑا تھا۔ سب ہنس دئے۔ پرنس بھی ساتھ میں مسکرا دیا۔

''کپڑا پہننے گئے ہیں'' لڑکے نے بتایا۔

''کتنا بار ہوتا ہے طبیعت پر'' پرنس نے تاثر ظاہر کیا ''میں سمجھ رہا تھا کہ ...خیر، یہ بتائیے کہ وہ...''

''کہ وہ پیے ہوئے ہیں، آپ نے سمجھا ہوگا؟'' صوفے‌والا بولا۔ ''نہیں، توبہ کیجئے! زیادہ سے زیادہ تین چار جام، بہت ہوئے تو پانچ چڑھائے ہوں گے — مگر یہ سب ضابطے کی پابندی ہے!''

پرنس اسی صوفے‌والے کی طرف متوجہ ہوتا لیکن وہ لڑکی، جس کے دیدہ زیب چہرے پر بے‌تکلفی برس رہی تھی، پھٹ سے بول پڑی:

''وہ صبح کو کبھی نہیں پیتے۔ اگر آپ کسی کام سے آئے ہیں تو بس یہی وقت ہے، ابھی کہہ سن لیجئے! شام کو جب وہ گھر آتے ہیں تو بہت چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور آجکل تو رات کو رویا کرتے ہیں اور ہمیں زور زور سے کتاب پاک میں سے پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہماری اماں پانچ ہفتے ہوئے دنیا سے سدھار گئیں۔''

صوفے پر نیم دراز نوجوان ہنس کر بولا ''وہ اس لئے بھاگ لئے کہ یقیناً آپ کو جواب دینا مشکل ہو رہا ہوگا۔ میں شرطیہ

کہتا ہوں کہ ہونہو، وہ آپ کو بےوقوف بنانے کی فکر میں ہیں، اسی کی ترکیب سوچ رہے ہیں فی‌الوقت!،،

''صرف پانچ ہفتے ہوئے ہیں، پانچ ہفتے!،، لیبیدیف نے اندر سے فراک کوٹ میں واپس آتے ہی کہا۔ اس کی آنکھیں جھپک رہی تھیں۔ جیب سے رومال نکالا آنسو پونچھنے کی خاطر — ''ہا، بن ماں کے بچے!،،

''یہ آپ کیا کیڑوں کھایا کپڑا پہن آئے؟،، لڑکی نے ٹوکا۔ ''دروازے کے پیچھے بالکل نیا کرتا لٹکا ہے۔ نظر نہیں آیا آپ کو؟،،

''چپڑی خر مغز!،، لیبیدیف اس پر چیخا۔ ''اوہ رے تیری مجال!،، معلوم ہوتا تھا وہ اسے پیروں میں روند ڈالےگا۔ مگر وہ اس بار صرف مسکراتی رہی۔

''آپ مجھے ڈراتے کیا ہیں، میں کیا کوئی تانیا ہوں کہ بھاگ جاؤں‌گی؟ گود کی بچی لیوبا کو جگا دیں‌گے، پھر وہ تڑپےگی۔ اتنا چیختے چلاتے کیوں ہیں آپ؟،،

''نہیں، نہیں، نی — توبہ، میری توبہ!،، لیبیدیف سہم گیا۔ بیٹی کی گود میں جو بچی سو رہی تھی، وہ اس کی طرف جھپٹا اور خوفزدہ صورت سے اس پر کئی بار صلیب کا نشان بنایا۔ ''خدایا، اپنی امان میں رکھیو، تیرا سایہ رہے پروردگار! یہ میری شیرخوار بچی ہے، لیوبوف بیٹی،، پرنس سے مخاطب ہو کر اس نے کہا ''میری قانونی منکوحہ زوجہ مرحومہ ایلینا کے بطن سے، جو اس بچی کی ولادت کے وقت وفات پاگئی۔ اور یہ جو ٹھینگا سی بیٹھی ہے، میری بیٹی ویرا ہے ماتمی لباس میں... اور یہ... یہ تو... یہ...،،

''زبان کیوں اٹک گئی؟،، وہ خوش شکل نوجوان پکارا ''کہے جاؤ، گڑبڑاؤ نہیں۔،،

''میرے سرکار!،، لیبیدیف کسی بات پر بھڑک اٹھا ''آپ نے ژیمارین خاندان کے قتل کی روداد اخبارات میں ملاحظہ فرمائی ہے؟،،

''ہاں، پڑھی تو،، پرنس نے کسی قدر تعجب سے کہا۔

''تو جناب خاندان ژیمارین کا اصلی قاتل ملاحظہ ہو، یہی شخص ہے!،،

''کیا مطلب آپ کا؟،،

''مطلب یہ کہ تمثیلاً عرض کیا ہے۔ یعنی مستقبل کے دوسرے

خاندان ژیمارین کا ہونے والا دوسرا قاتل، اگر ایسا کوئی خاندان ہوا — تو - یہ شخص اسی تیاری میں ہے آجکل...،،

سب کے سب ہنس پڑے - پرنس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ لیبیدیف، ممکن ہے، واقعی ہیراپھیری اور ٹال مٹول کررہا ہو، وجہ صرف یہ کہ میرے سوالات بھانپ گیا اور چونکہ جواب بن نہیں پڑے گا، اس لئے وقت گزاری کئے جارہا ہے -

''طوفان اٹھائے ہوئے ہے! سازشیں کرتا ہے!،، لیبیدیف ایسے چیخا جیسے معاملہ برداشت سے باہر ہو - ''بتائیے، میں ایسے چغل‌خور کو، ایسے... یوں کہئے کہ بدچلن کو، ایسے خبیث کو اپنا سگا بھانجہ کیسے سمجھوں؟ ایسے کو اپنی مرحومہ بہن انیسیا کا اکلوتا بیٹا کہنا کہاں تک درست ہے؟،،

''بس کرو، شرابی کہیں کے! آپ مانیں‌گے پرنس صاحب کہ اس شخص کو وکالت اختیار کرنے کی سوجھی تھی، عدالتی مقدموں کی پیروی - لفاظی کی مشق شروع کردی اور مشق بھی کس پر، گھر کے بچوں پر موٹے موٹے لفظ لڑھکانے لگے - ابھی پانچ دن پہلے عدالت دیوانی میں زبان کھولی — اور مقدمہ بھی کس کا ھاتھ میں لیا؟ اس بوڑھی عورت کا نہیں، جو ھاتھ جوڑتی رہی، منتیں کرتی رہی، جسے ایک پاجی مہاجن نے لوٹ لیا تھا، اس بچاری کے پاس عمر بھر کی پونجی تھی کل پانچ سو روبل، سودخور مہاجن نے وہ سب ہضم کرلی — اس کی طرف سے وکالت نہ کی، بلکہ چلے اس مہاجن کی طرف سے، کوئی زیڈلر نام کا یہودی سودخور ہے، اس کی وکالت کرنے - کیوں؟ کیونکہ انھوں نے پانچ سو میں سے پچاس روبل دینے کا وعدہ کیا تھا...،،

''پچاس روبل، اگر مقدمہ جیت لوں، اور ہار جاؤں تو صرف پانچ،، لیبیدیف نے بالکل ہی بدلی ہوئی آواز میں وضاحت کردی - اس دفعہ ایسی آواز نکلی گویا چیخ پکار سے اسے کوئی واسطہ ہی نہیں رہا -

''تو منہ کی کھائی - اب آجکل وہ پرانے وقتوں کے طور طریقے نہیں رہے - ماموں نے جگ ہنسائی کرائی - مگر یہ اپنی جگہ بہت خوش، وہاں، عدالت میں کیا بولے 'سنئے، انصاف‌پسند جج صاحبان، یہ بچارا بوڑھا آدمی، ٹانگوں سے معذور، جو ایماندارانہ محنت مشقت

پر بسر کرتا ہے، اپنی روٹی کے آخری ٹکڑے سے بھی محروم کر دیا گیا۔ قانون عطا کرنےوالے کے حکیمانہ الفاظ پر غور فرمائیے صاحبان:

'عدالتوں میں رحم کی حکمرانی ہو!'۔ اور آپ یقین کریں گے پرنس صاحب، روز صبح یہ صاحب لفظ بلفظ وہی تقریر، جیسے وہاں کی تھی، ہمارے سامنے دھرا دیتے ہیں۔ آج پانچویں بار دھرائی ہے۔ آپ جب اندر آئے اس سے پہلے وہی چل رہی تھی، اتنی پسند ہے وہ اپنی کارگزاری۔ خود اپنے ہی ہونٹ چاٹے جارہے ہیں۔ اب پھر کسی کی طرف سے مقدمہ لڑنے کی تیاری ہے۔ آپ غالباً پرنس میشکن ہوں گے۔ ہے نا؟ کولیا نے آپ کا ذکر کیا تھا، کہتا تھا کہ دنیا میں آپ سے زیادہ دانا آدمی آج تک اس نے نہیں دیکھا...،،

''نہیں ہے، ہرگز نہیں، ان سے زیادہ آدمی ہئی نہیں دنیا جہان میں،، لیبیدیف نے فوراً تصدیق کردی۔

''ان کا کہنا — جھوٹ، صاف جھوٹ۔ وہ کہنےوالا آپ سے پیار کرتا ہے اور یہ کہے تو خوشامد کرتا ہے۔ آپ پر خود روشن ہوجائے گا کہ آپ کی چاپلوسی کرنا، ذرہ برابر میری نیت نہیں۔ دیکھئے، سمجھ کی کمی تو ہے نہیں آپ میں، میرا اور ماموں کا مقدمہ آپ ہی طے کر دیجئے! کیوں، کیا کہتے ہیں، پرنس سے کرالیں فیصلہ؟،، نوجوان نے لیبیدیف سے سوال کیا۔ ''مجھے تو خوشی ہے کہ آپ حسن اتفاق سے آپہنچے۔،،

''کرالیں فیصلہ!،، لیبیدیف ڈٹ گیا اور آپ سے آپ اس کی نظر مجمع پر گھوم گئی جو پھر ایک ایک کرکے سمٹ آیا تھا۔

''یہ سب آپ نے کیا لگا رکھا ہے؟،، پرنس نے تیوریوں پر بل ڈال کر پوچھا۔

اب واقعی سر میں درد ہونے لگا تھا اور وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ شخص مجھے بیوقوف بنا رہا ہے اور اصل معاملہ ٹلتا جارہا ہے۔

''بات کا خلاصہ: میں ان کا بھانجہ ہوں۔ یہ انھوں نے سچ کہا۔ اگرچہ سچ بولتے نہیں یہ۔ میں نے پڑھائی بیچ میں سے چھوڑ دی۔ مگر پوری کروں گا، طے کرچکا ہوں اور یہ میرا کیرکٹر ہے۔ درمیانی مدت کےلئے، کہ گزر بسر ہوتی رہے، مجھے نوکری ملتی ہے ریلوے میں پچیس روبل مہینے کی۔ یہ بھی مانتا ہوں کہ ماموں

پہلے دو تین بار میری مدد کرچکے ہیں۔ میرے پاس لے دے کے کل بیس روبل تھے اور میں یہ رقم ہار گیا۔ یقین کیجئے گا پرنس، واقعی میں ایسا نیچ اور کمینہ پاجی نکلا کہ یہ بیس کے بیس ہار میں دے دئے۔"

"ایک بدمعاش کو، ایسے بدمعاش کو، جسے پیسہ نہیں دینا چاہئے تھا!"، لیبیدیف نے چیخ کر کہا۔

"ہاں، بدمعاش کو دئے، جسے دینے تھے"، نوجوان کہتا چلا گیا۔ "رہا اس کا بدمعاش ہونا، تو میں خود گواہی دیتا ہوں۔ صرف اس لئے نہیں کہ بدمعاش نے تمہیں چوٹ دی تھی۔ پرنس صاحب، وہ ایک فوجی افسر تھا، فوج میں سینیر لفٹننٹ اپنے عہدے سے ہٹایا ہوا۔ اور پہلے رگوژین کی ٹولی میں رہ چکا ہے۔ آجکل باکسنگ سکھاتا ہے۔ جب سے ان لوگوں کو رگوژین نے نکال باہر کیا ہے، بھٹکتے پھرتے ہیں۔ مگر سب سے بدتر بات جو ہوئی، وہ یہ کہ مجھے خبر تھی، یہ شخص کمینہ ہے، خبیث ہے، چوٹٹا ہے، پھر بھی میں اس کے ساتھ کھیلنے بیٹھ گیا اور آخری روبل تک کھیلتا گیا (ہم گیڑیاں کھیل رہے تھے)۔ میں نے دل میں سوچا: ہار گیا تو لوکیان ماموں کے پاس جاؤں گا، ادب سے التجا کروں گا، انکار نہیں کریں گے وہ۔ یہ بھی نیچ پن ہوا، تھا ہی یہ میرا نیچ پن! جان بوجھ کر پاجی پن کرنا!"

"ہاں، تو ہئی یہ پاجی پن، جان بوجھ کر!"، لیبیدیف نے دھرا دیا۔

"ذرا دم لو، ابھی سے بغلیں مت بجاؤ ماموں"، خفا ہو کر بھانجے نے ٹوکا "بہت خوش ہیں۔ اب دیکھئے پرنس، میں ان کے پاس آیا یہاں، اور اپنے سارے قصور سان لئے، شرافت سے پیش آیا۔ اپنے آپ کو بخشا تو نہیں، ان کے سامنے خود کو جی بھر کے گالیاں دیں، کوسا، یہاں سب گواہ ہیں۔ اب ریلوے کی نوکری موجود ہے، نوکری پر جانا ہے۔ ہر حالت میں بیس روبل کی ضرورت ہے تاکہ کپڑے لتے درست کرلوں۔ ان پھٹے حالوں تو وہاں جانے سے رہا۔ ذرا یہ جوتے ملاحظہ کیجئے! اس طرح جانا ممکن نہیں اور مقررہ میعاد تک نہ پہنچا تو وہ نوکری دوسرے کو مل جائے گی۔ میں رہ جاؤں گا اور مارا مارا پھروں گا، دوسری جگہ کی تلاش میں

بھٹکوں گا۔ اب میں ان سے منت سماجت کرتا ھوں کہ صرف پندرہ روبل قرض دے دیں اور وعدہ رھا کہ آج کے بعد پھر کبھی نہیں مانگوں گا اور یہ بھی عہد ہے کہ پہلے کے تین مہینوں میں ایک ایک پائی چکا دوں گا۔ میں قول کا پکا ھوں۔ خالی روٹی اور کواس* پر مجھے پورا مہینہ کاٹنا آتا ہے۔ کیونکہ مجھ میں کیرکٹر ہے۔ تین مہینے میں مجھے پچھتر روبل ملیں گے۔ پہلے بھی لے چکا ھوں، انہیں ملا کر کل پینتیس روبل ادا کرنے ھیں۔ مطلب یہ کہ قرض ادا کرنے کی سبیل موجود ہے میرے پاس۔ چلئے، سود لے لیں، جس حساب سے چاھیں، سود لگا لیں، لعنت ھو! کیا مجھے یہ جانتے نہیں ھیں؟ پرنس، ذرا آپ ان سے پوچھئے تو، پہلے جب بھی انھوں نے امداد دی تو میں نے ادا کیا یا نہیں؟ اب کاھے کو انکار کرتے ھیں؟ اس بات کا غصہ ہے کہ میں نے اس سینیر لفٹننٹ کو رقم کیوں بھر دی۔ اور تو کوئی سبب ھو نہیں سکتا! کیسے آدمی ھیں یہ کہ نہ اپنے کام آئے، نہ دوسروں کے!،،

''اور دفان بھی نہیں ھوتا! ٹانگیں پسار دیں اور اب ٹلتا نہیں یہاں سے،، لیبیدیف کڑکا۔

''میں نے بھی تو یہی کہا تم سے کہ دوگے نہیں تو ٹلوں گا نہیں۔ آپ کس بات پر مسکرا رہے ھیں پرنس؟ شاید آپ کو میری خطا نظر آتی ہے؟،،

''میں ھنس تو نہیں رھا تھا، البتہ اتنا سمجھا ھوں کہ آپ ھی کسی قدر غلطی پر ھیں،، پرنس نے بےدلی سے جواب دیا۔

''صاف کہئے نا منہ پر، 'کسی قدر، نہیں بلکہ، ساری غلطی ہے میری!،،

''ھاں، آپ چاھیں تو ساری غلطی سہی۔،،

''یعنی میں چاھوں تو — واہ، کیا مذاق ہے! آپ کا خیال ہے کہ مجھے خود نہیں معلوم کہ یہ حرکت کتنی ٹیڑھی ہے کہ روپیہ ان کا، مرضی ان کی اور میری جانب سے دھاندلی ھو رھی ہے۔ مگر جناب پرنس صاحب... زندگی کیا ہے، آپ نہیں جانتے۔

---

* رئی کے خمیر سے نکالا ھوا شربت۔ (ایڈیٹر)

ان لوگوں کو سبق نہ سکھایا تو سب لاحاصل۔ انہیں سبق سکھانا چاہئے۔ کم‌ازکم میری نیت میں کھوٹ نہیں۔ ایمان سے کہتا ہوں، ان کا روپیہ ڈوبے‌گا نہیں، سود کے ساتھ اصل ادا کردوں‌گا۔ ان کے دل کو بھی راحت پہنچ رہی ہے کہ میری ذلت دیکھ لی۔ اس کے سوا اور کیا چاہئے انہیں؟ بھلا یہ کس مرض کی دوا ہیں اگر ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو؟ ذرا دریافت تو کیجئے، خود ان کے اطوار کیا ہیں۔ دوسروں کے ساتھ کیا کیا حرکتیں کر جاتے ہیں، کیسے لوگوں کو چکر دیتے ہیں اور یہ گھر انہوں نے کن ہتھکنڈوں سے لیا ہے۔ میں اپنی گردن کٹوا دوں‌گا اگر اب تک انہوں نے آپ کو چکر نہ دیا ہو، اور آگے کی ترکیب نہ سوچ لی ہو کہ کیسے بے‌وقوف بنانا ہے آپ کو۔ آپ تو مسکرا رہے ہیں، یقین نہیں آتا؟،،

''میرا اندازہ ہے کہ ان باتوں کی آپ کے معاملے سے کوئی مناسبت نہیں ہے،، پرنس نے جتایا۔

''جی، آج مجھے یہاں پڑے ہوئے تیسرا دن ہے۔ تماشا کیا دیکھتا ہوں!،، نوجوان نے پرنس کی بات ان سنی کرکے زور سے کہا۔ ''ذرا تصور فرمائیے کہ یہ صاحب، اس فرشتہ سیرت لڑکی کو، اس بن ماں کی بچی کو، میری ماموں زاد بہن اور اپنی بیٹی کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا کرتے ہیں۔ روز رات کو اٹھ‌کر اس کے یار آشنا کی ڈھنڈائی کی جاتی ہے۔ دبے پاؤں میری طرف بڑھتے ہیں، میرے صوفے کے نیچے جھانکتے ہیں۔ وھمی شکی‌پن کے کارن عقل ماری گئی، ہر ایک کونے کھدرے میں چور نظر آنے لگا ہے۔ رات رات بھر ادھر سے ادھر کودتے اچھلتے پھرتے ہیں۔ کبھی کھڑکی سے جھانکیں‌گے کہ ٹھیک سے بند ہے یا نہیں، تو دروازے ٹٹولیں‌گے، تو تنورخانے میں منہ ڈال‌کر دیکھیں‌گے۔ رات میں کوئی سات بار یہی تاک جھانک ہوا کرتی ہے۔ عدالت میں تو جعل‌سازوں کی وکالت اور رات میں تین تین بار دعائیں اور عبادت۔ یہیں پر، ہال میں آدھ آدھ گھنٹے تک رکوع سجود چلتا رہتا ہے۔ کس کس کے نام پر دعائیں نہیں مانگی جاتیں، کیا کیا وظیفے نہیں پڑھے جاتے شراب کے نشے میں! میں نے ایک رات خود اپنے کانوں سنا، نواب‌زادی دیو باری (Comtesse Du Barry) کی مغفرت کے لئے دعائیں

مانگ رہے تھے، کولیا نے بھی یہ سنا۔ ان کی تو بالکل ہی عقل جاتی رہی!،،

''دیکھتے ہیں آپ، سنتے ہیں؟ یہ مجھے کتنا شرمندہ کررہا ہے!،، لیبیدیف کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ واقعی اب وہ اپنے آپے سے باہر ہوکر چیخا۔ ''اسے خبر نہیں کہ چاہے میں شرابی ہوں، جونک ہوں، ڈکیت ہوں، برے فعل میں ہوں، مگر اب تک زندہ اس لئے ہوں کہ جب یہ زبان دراز بالشت بھر کا تھا، میں نے اسے پوتڑوں میں لپیٹا، ٹھیکرے میں نہلایا اور اپنی مفلس محتاج بیوہ بہن انیسیا کے گھر، میں جو خود کوڑی کوڑی کو محتاج تھا، اس کی خاطر پوری پوری رات آنکھوں میں کاٹ دی، پلک نہیں جھپکائی، ماں بیٹے، دونوں بیماروں کی تیمارداری کرتا رہا، نیچے دربان کے یہاں سے ایندھن چراکر لایا، اس کے لئے لوریاں گائیں، خود میرے پیٹ میں آگ لگی رہتی تھی اور اسے بہلانے کو انگلیاں چٹخاتا تھا، آیا کا کام کرتا تھا اس کےلئے اور اب یہ مجھ پر ہنس رہا ہے! بھلا تجھے کیا مطلب اگر میں نے اتفاقاً ایک مرتبہ اس مرحومہ نواب زادی دیو باری (Du Barry) کی مغفرت کا سجدہ کر ہی لیا تو؟ پرنس، آج چوتھا دن ہے کہ میں نے زندگی میں پہلی بار اس خاتون کی سوانح حیات پڑھی انسائیکلوپیڈیا میں۔ تجھے معلوم ہے کون تھی وہ دیو باری؟ بتا، معلوم ہے یا نہیں؟،،

''بس، تمھی ایک ہو جسے معلوم ہے؟،، مذاق اڑاتے ہوئے، اس نوجوان نے یونھی بک دیا۔

''یہ ایسی ایک کاؤنٹس تھی کہ گندی گلی میں جنم لیا اور ملکہ کی جگہ سے حکومت کرگئی اور جسے ایک عظیم الشان شاہ بانو نے اپنے ہاتھ سے خط میں لکھا «ma cousine» (میری بنت عم)۔ کارڈنل، Nuncio جیسے درجے کے بڑے پادری نے *Levée du roi کے وقت (تجھے کچھ پتہ ہے 'لیوے دو رواً، کیا ہوتا ہے؟) اس کے ننگے پاؤں میں ریشمی موزے پہنانے کے لئے کمر جھکائی تھی اور یہ عمل باعث عزت شمار کیا تھا۔ کیا عالی مقام اور پاکیزہ ہستی

---

* صبح کی پوشاک زیب تن کراتے ہوئے۔

تھی وہ! تجھے علم ہے اس کا؟ صورت سے ظاہر ہے کہ نہیں معلوم۔ اور اس کی وفات کیسے ہوئی؟ معلوم ہو تو بول اب!،،
''ہٹاؤ، جان کو آگئے۔،،
''وفات ایسے ہوئی کہ اتنے زبردست وقار اور اقتدار سے رہنے کے بعد اس خاتون کو، بے گناہ کو، جلاد سیمسن (Samson) نے مقتل میں گھسیٹا، پیرس کی دوکان‌دارنیوں کے انتقام کی خاطر، اور خود اسے خوف کے مارے یہ بھی ہوش نہ تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ دیکھا کہ جلاد اس کی گردن چمکتی دھار کے نیچے جھکا رہا ہے اور گھٹنا مار کے آگے دھکیل رہا ہے، اور لوگ ہیں کہ ہنس رہے ہیں، تب اس کے گلے سے صدا آئی «Encore un moment, monsieur le bourreau, encore un moment!» کیا مطلب کہ 'بس دم بھر ٹھیرو، موسیو بورو* لمحہ بھر دم لینے دو مجھے!، یہ ایک ایسا لمحہ تھا جس کی خاطر ممکن ہے، خداوند عالم اسے مغفرت عطا فرمائے، کیونکہ اس ایک لحمے سے بڑھ کر انسانی روح کا کرب تصور میں نہیں آسکتا۔ تجھے خبر ہے، شدید کرب کیا ہوتا ہے؟ اسی کو کہتے ہیں، یہی ہے شدید کرب۔ کاؤنٹس کی یہ ایک چیخ، اس ایک منٹ کی آہ، جب میں پڑھ رہا تھا تو دل گویا مسوس رہا تھا۔ اور تجھے اس سے کیا، کیڑے، کہ میں رات کو بستر پر لیٹ کر اس گناہگار کےلئے دعائے مغفرت کرتا ہوں، اسے دعا سے یاد کرتا ہوں۔ کیا پتہ، خاص اسی لئے دعا کا خیال آیا ہو کہ جب سے دنیا قائم ہے، آج تک غالباً کسی کو کبھی یاد بھی نہ رہا ہو کہ اس کے لئے دعائے خیر کریں۔ کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا۔ اور کیا عجب ہے جو دوسرے جہان میں یہ جان کر اس کی روح کو راحت ہو کہ اپنے جیسا ایک اور گناھگار بندہ زمین پر ایسا ہے جس نے اس کے حق میں دعائے خیر کی، خواہ ایک ہی بار کی ہو۔ تو کیا دانت نکالتا ہے؟ تجھے یقین نہیں آتا، دھریے! معلوم کیا ہے تجھے؟ جو کہا، وہ بھی جھوٹ، اگر چپکے سے کان لگا کر سن بھی لیا تو کیا۔ میں نے کوئی ایک کاؤنٹس دیو باری کےلئے تھوڑئی دعا کی تھی، میرے الفاظ یہ تھے: 'اے

---

* جلاد۔

مالک، بڑی گناہگار کاؤنٹس دیوباری کو، اور اس جیسے اوروں کو اپنی رحمت سے بخش دے!، یہ بالکل دوسری بات ہے۔ کیونکہ بہت سی ایسی بڑی بڑی گناہگار ہوں‌گی، وہ جن کا وقت پلٹ گیا، مصیبت پڑی، جو وہاں عالم برزخ میں پڑی کراہ رہی ہیں اور فیصلے کے انتظار میں ہیں۔ اور ہاں، تیرے لئے، تجھ جیسوں کے‌لئے، جیسا تو ہے، اس قماش کے لچوں لفنگوں، دل دکھانے والوں کے لئے بھی میں نے تبھی دعا کی تھی۔ اگر تو نے کان لگا کے چپکے چپکے سننا ہی سیکھا ہے تو — سن لیا ہوگا کہ کیسے دعائیں کرتا ہوں...،،

''بس کرو، بہت ہو لیا۔ جس کےلئے جی چاہے، دعا کئے جاؤ، میری بلا سے۔ بہت چیخ لئے!،، بھانجے نے عاجز آکر ماموں کی بات کاٹی۔ ''آپ کو خبر ہے، پرنس، ایک ہی آدمی ہے جو بہت پڑھا لکھا ہے ہمارے یہاں؟،، اس نے بےڈھب مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ ''اب آجکل اسی طرح کی مختلف کتابیں اور یاد ماضی‌والی چیزیں پڑھا کرتے ہیں۔،،

''آپ کے ماموں، بہرحال، دیکھئے کہ، سنگدل آدمی تو ہیں نہیں،، پرنس نے اوپری دل سے کہہ دیا۔ اب اسے اس نوجوان سے سخت کوفت ہونے لگی تھی۔

''اور آپ ہیں کہ اوپر سے ان کی اور تعریف کئے دیتے ہیں! دیکھتے ہیں، انہوں نے دل پر ہاتھ رکھ لیا، منہ میں پانی بھر آیا، مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ سنگدل تو نہیں ہیں خیر، لیکن جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں، یہ ہے مصیبت۔ اوپر سے یہ کہ پینے کی لت۔ سارے پینچ ڈھیلے پڑگئے، جیسا کہ برسوں تک پینےوالوں کا حال ہوتا ہے۔ اس لئے کل پرزے چسک رہے ہیں۔ مانتا ہوں کہ بچوں سے انہیں پیار ہے، مرحومہ ممانی کا بھی بڑا خیال رکھا... مجھ سے بھی محبت کرتے ہیں، دیکھ لیجئےگا، وصیت میں میرے نام کچھ لکھ جائیں‌گے...،،

''ہرگز کچھ نہیں لکھوں‌گا!،، لیبیدیف نے بےدردی سے پھٹکارا۔

''سنئے، لیبیدیف!،، پرنس نے نوجوان کی طرف سے منہ پھیر کر دبنگ لہجے میں کہا ''میں اپنے تجربے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کاروباری آدمی ہیں — مگر جب آپ کا جی چاہے۔ میرے پاس

فی‌الحال وقت بہت کم ہے، اور اگر آپ مسٹر... معاف کیجئے، آپ کا پورا نام یاد نہیں آ رہا ہے؟''

''تی مو... تیموفئی۔''

''اور آگے؟''

''لوکیانووچ۔''

کمرے کے سب حاضرین پھر ہنس پڑے۔

''جھوٹ!'' بھانجے نے وهیں پکارا ''نام بتانے میں بھی جھوٹ! پرنس صاحب، ان کا نام یوں نہیں بلکہ یوں ہے: لوکیان تیموفےئچ! بتاؤ، بھلا یہاں جھوٹ کیا ضرور تھا؟ تمھیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کیا لوکیان اور کیا تیموفئی اور پرنس کو اس سے کیا سروکار؟ صرف عادت سے مجبور هیں کہ جھوٹ منه سے نکلتا ہے، یقین کیجئے گا پرنس!''

''کیا سچ؟'' پرنس نے جھٹ پوچھ لیا۔

''واقعی یہی ہے، لوکیان تیموفےئچ!'' لیبیدیف نے مان لیا اور وہ گڑبڑا گیا۔ نیازمندی سے نگاہ نیچی کرلی اور هاتھ پھر دل پر رکھ لیا۔

''مگر ایسا کرتے کیوں هیں آپ؟ اوف خدایا!''

''اپنی تحقیر کرانے کو'' لیبیدیف نے زیرلب کہا اور زیادہ سرنگوں ہوگیا۔

''بھلا یہاں اپنی تحقیر کا کونسا موقع تھا! اچھا، تو مجھے کولیا کی سخت تلاش ہے، یہ بتائیے، کہاں مل سکتا ہے اس وقت؟'' پرنس اتنا کہہ کر چلنے کو تیار ہوگیا۔

''میں بتاتا ہوں کولیا کہاں ملے گا'' وهی نوجوان پھر دخیل ہوا۔

''نہیں، نی، نی'' لیبیدیف بے اختیار پکارا اور هاتھ پاؤں جھٹکنے مٹکنے لگا۔

''کولیا نے رات یہاں گزاری، مگر صبح سویرے اپنے باپ جنرل کی تلاش میں نکل گیا۔ جسے آپ نے وارنٹ گرفتاری سے، خدا جانے کس لئے قرضه بھرکر بچالیا۔ جنرل نے کل هی وعده کیا تھا کہ وہ رات گزارنے یہاں زحمت فرمائیں‌گے، مگر زحمت نہیں فرمائی۔ غالباً وهیں 'وےسی' هوٹل میں رہ گئے — یہاں سے بہت دور نہیں

ہے وہ جگہ۔ کولیا فی‌الوقت یا تو وہاں ہوگا ورنہ پاولوفسک میں جنرل یپان‌چین‌والوں کے پاس۔ روپیہ جیب میں ہے، کل ہی ادھر جانے‌والا تھا۔ مطلب یہ کہ اب اگر ملے تو وہ ہوٹل 'وے‌سی' میں یا پھر پاولوفسک میں۔ ،،

''ہاں، پاولوفسک میں، وہیں پر!.. اور اب ہم ادھر، جی اسی طرف ذرا باغیچے کی طرف... ایک ایک کافی ہوجائے!،،

لیبیدیف نے پرنس کا بازو تھاما اور ادھر لے چلا۔ دونوں اس کمرے سے باہر نکلے، چھوٹے سے احاطے میں ہوکر ایک جنگلے میں داخل ہوئے۔ یہاں واقعی چھوٹا سا، مگر بڑا پیارا باغیچہ تھا، جس میں موافق موسم کی بدولت درختوں اور پودوں پر بہار تھی۔ لیبیدیف نے پرنس کو لکڑی کی ہری بنچ پر بٹھایا، بنچ کے سامنے زمین میں دھنسی ہوئی ہرے رنگ کی میز لگی تھی، اور خود پرنس کے بالمقابل ڈٹ گیا۔ منٹ بھر گزرا ہوگا کہ کافی آگئی۔ پرنس نے انکار نہیں کیا۔ لیبیدیف بڑے اشتیاق سے اور بے‌صبری سے مسلسل پرنس کی آنکھوں میں جھانکتا رہا۔

''مجھے تو گمان بھی نہیں تھا کہ آپ ایسے ٹھاٹھ سے رہتے ہوں‌گے،، پرنس نے یہ کہا تو اس کی صورت سے ٹپکتا تھا کہ خیال کہیں اور ہے۔

''لاوارثی گھر ہے!،، لیبیدیف نے زبان کھولی آزردگی کے ساتھ مگر پھر خود ہی تھم گیا: پرنس بے‌خیالی میں اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور اپنا سوال تب تک بھول چکا تھا۔ ایک آدھ منٹ اور گزرا۔ لیبیدیف انتظار میں پرنس کی صورت تک رہا تھا۔

''اچھا تو پھر—،، پرنس گویا چونک کر پھر ہوش میں آیا ''ہاں تو، آپ کو معلوم ہے لیبیدیف کہ ہمیں کیا مسئلہ درپیش ہے: میں آپ کے خط پر یہاں آیا ہوں۔ اب بتائیے!،،

لیبیدیف کسمسا رہا تھا۔ کچھ کہنا ضرور چاہتا تھا مگر آئیں بائیں شائیں کرکے رہ گیا۔ پرنس نے انتظار کیا اور پھیکی ہنسی اس کے لبوں پر آئی۔

''معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خوب سمجھتا ہوں لوکیان تیموفے‌ئچ۔ میں آپ کی توقع کے خلاف آپہنچا۔ آپ نے سوچا ہوگا کہ پہلے ہی خط پر میں اپنا گوشہ چھوڑ کر نکل نہیں پڑوں‌گا۔

تو خط جو لکھا، وہ بلانے کو نہیں، بلکہ اپنے ضمیر کا بوجھ ھلکا کرنے کو لکھا۔ اور میں ھوں کہ خط ملا اور آپہنچا۔ خیر، بہت ھوا۔ اب آپ دھوکے میں مت رکھئیے۔ ایک وقت میں دو دو مالکوں کی خدمت کرچکے۔ اب اس سے باز آئیے۔ رگوژین کو یہاں آئے ھوئے تین ھفتے ھوگئے ھیں۔ مجھے سب اطلاع ھے۔ یہ بتائیے اسے رگوژین کے ھاتھ فروخت کرنے کا موقع مل گیا آپ کو جیسے تب کیا تھا، یا ابھی نہیں ملا؟ سچ سچ بتائیے!''

''اس مردود نے خود ھی معلوم کرلیا۔''

''گالی نہ دیجئے، اگرچہ سلوک اس نے برا کیا آپ کے ساتھ...''

''مارا ھے، پیٹا ھے!'' لیبیدیف بری طرح غصے میں پکارا ''اور اوپر سے کتا چھوڑ دیا مجھ پر ماسکو میں۔ سڑک پر میرے پیچھے لگا رھا وہ بھیڑیے کا تخم، بڑا ھی موذی تھا سور۔''

''لیبیدیف مجھے بچہ مت سمجھئے، سنجیدگی سے، صاف صاف بتائیے، اب اس نے رگوژین کا ساتھ چھوڑ دیا یا نہیں؟ ماسکو میں؟''

''سنجیدگی سے، قطعی سنجیدگی سے۔ پھر وہ عین شادی کی رسم ھونے میں نکل گئی۔ وہ منٹ منٹ انتظار میں اور یہ جو تھی تو یہاں پیترسبورگ میں، سیدھی میرے گھر۔ 'مجھے بچا لو، میری مدد کرو لوکیان — اور دیکھنا، پرنس کو نہ بتانا...' سچ کہوں پرنس، وہ اس سے اتنا نہیں ڈرتی جتنا آپ سے، کوئی خاص حکمت ھے اس میں!''

لیبیدیف نے یہ کہہ کر ھوشیاری سے ماتھے پر انگلی ٹھونکی۔

''اور آپ نے اس بار پھر انہیں جوڑ دیا؟''

''سرکار، پرنس عالی جاہ، بھلا میری کیا مجال تھی... میں کیسے روک دیتا؟''

''بس بس! میں خود سب معلوم کرلوں گا۔ صرف اتنا بتا دیجئے کہ فی‌الوقت وہ کہاں ھے؟ اسی کے پاس؟''

''اجی نہیں — نی، نی! اپنے ھی بس میں ھے۔ کہتی ھے، میں آزاد ھوں، اور آپ کو خبر ھے پرنس، اپنی ضد پر اڑی ھوئی ھے۔ کہتی ھے، ابھی تو میں، اپنی مرضی کی آپ مختار ھوں۔ پیترسبورگ سائڈ پر ھی، میری سالی کے مکان میں رہ رھی ھے۔ جیسا کہ میں نے آپ کو لکھا تھا۔''

''اب بھی وھیں ھوگی؟''

''وھیں — اگر پاولوفسک میں نہ ھوئی، کیونکہ موسم اچھا ھے، ممکن ھے داریا الیکسئیونا کے داچہ پر چلی گئی ھو - کہتی ھے، میری مرضی - میں بالکل آزاد ھوں - ابھی کل کی بات ھے، صاحبزادے نکولائی (کولیا) سے وہ اپنی آزادی کی بڑ ھانک رھی تھی - ویسے ھے یہ بری علامت!''

لیبیدیف نے دانت نکال دئیے -

''کولیا اکثر اس سے ملتا رھتا ھے؟''

''من موجی لڑکا ھے، پتہ نہیں کب کیا کر گزرے، بات اس سے بچتی نہیں - ''

''آپ کب سے نہیں گئے؟''

''میں تو روز جاتا ھوں — روزانہ - ''

''مطلب یہ کہ کل گئے تھے؟''

''نہیں، آج چوتھا دن ھے کہ نہیں - ''

''افسوس کہ آپ کچھ پئے ھوئے ھیں، ورنہ آگے دریافت کرتا - ''

''نائیں — نی، نی - بالکل ھوش میں ھوں!''

پھر لیبیدیف نے اپنی نظریں پرنس پر جما لیں -

''اچھا ایک بات بتائیے، کس حال میں چھوڑا تھا اسے؟''

''تلاش میں - ''

''کیا کہا، تلاش میں؟''

''ھاں، اسے جیسے کسی شے کی تلاش ھے، جیسے کچھ گم ھو گیا ھو - آئندہ شادی کا خیال اسے گھناونا لگتا ھے، شادی کی تجویز زبان پر لائیے تو برا مان جاتی ھے - اور اس آدمی کو تو وہ سنگترے کے چھلکے سے زیادہ وقعت نہیں دیتی، یعنی ویسے تو چھلکے سے زیادہ ھی، کیونکہ اس کی دھشت سے مجبور ھوجاتی ھے لیکن نام لیجئے تو نام تک لینے کی روادار نہیں - وہ دونوں ملتے بھی ھیں تو صرف ضرورت بھر کو... اور وہ اس بات کا بہت برا مانتا ھے! ایک دن رنگ لائےگی یہ بات!.. نچلی نہیں بیٹھتی، مذاق اڑاتی ھے، زبان بدل دیتی ھے اور کسی کی نہیں سنتی...''

''زبان بدلتی ھے، کسی کی نہیں سنتی، کیا مطلب؟''

''جی‌ھاں، اپنی بات کی پچ ھے اسے - کیونکہ پچھلی بار

ایک بات پر میرے بال کھسوٹنے والی تھی، بچ گیا میں - «Apocalypse» کے حساب سے میں نے اس کے قصور گنوائے تھے - ''

''کیا کہا؟''، پرنس نے پھر سے پوچھا، اسے خیال گزرا کہ شاید وہ لفظ ٹھیک سے نہیں سنا۔

''«Apocalypse» یعنی صحیفے سے فال نکالنا - عورت بڑے بےچین تخیل کی ہے - ہی، ہی! اور اس پر بھی میری نظر گئی کہ بھاری موضوعات میں، چاہے وہ غیر متعلق ہوں، وہ کافی درک رکھتی ہے - اسے پسند ہیں، کافی پسند ہیں، بلکہ بات چھیڑو تو اسے اپنی عزت افزائی شمار کرتی ہے - جی‌ہاں! میں اس علم میں بہت پکا ہوں - آج پندرہ سال ہونے آئے اس مشق کو - وہ یہ تو مان گئی کہ ہم تیسرے برج فرس کے دور میں ہیں، اور سوار جو ہے اس کے ہاتھ میں میزان ہے - یعنی اس زمانے میں ہر چیز ترازو میں تلے گی، شرطنامے کے مطابق، اور سب لوگ صرف اپنا حق طلب کریں‌گے: 'گیہوں کا ایک ناپ ایک دینار میں، جو کے تین ناپ ایک دینار میں،... اس کے علاوہ یہ کہ آزاد ذہن، سچا دل اور صحت‌مند جسم، یہی غیب کی نعمتیں برقرار رہیں‌گی - مگر وہ صرف اپنے حق سے انھیں نہیں سنبھال سکیں‌گے، ان کے عقب میں فرس اصفری لگا ہوا ہے اور وہ جس کا نام ہے موت، اور اس کے پیچھے دوزخ... سلتے ہیں تو اس طرح کی گفتگو رہتی ہے - بہت اثر ہوتا رہا ہے...''

''خود آپ کا یقین ہے اس پر؟''، پرنس نے عجیب نظر سے لیبیدیف کی صورت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یقین بھی ہے، مطلب بھی بتا دیتا ہوں - ننگا بھوکا آدمی، میری ہستی کیا، آدم‌زاد کے صحرا میں ایک ذرہ ناچیز - لیبیدیف کو بھلا کون پوچھتا ہے؟ ہر ایک کی زبان تیز ہے اس پر، اور جسے دیکھو لات مار کے دھتا بتاتا ہے - یہ ایک علم تعبیر ایسا ہے جس میں عالی مقام رکھتا ہوں - وجہ کیا کہ ذہن! ایک عالی مقام شخص تھے، اپنی آرام کرسی میں لرز کر رہ گئے جب ذہن کا حال کھلا - اب تیسرا سال ہے، ایسٹر کے ہفتے سے ذرا پہلے سرکار والا تبار، نیل الیکسئی‌وچ کو، جب میں ان کے محکمے میں ملازم تھا، خبر پہنچی، انھوں نے پیوتر زخارچ کے ذریعے ڈیوٹی افسر کو حکم بھیج کر مجھے بلوایا، خاص کمرے میں طلب فرما کر خلوت میں

سوال کیا : 'کیا یہ درست ہے کہ تم Antichrist (دجال) کی پیشگوئی کے پروفیسر ہو؟' میں نے بھی چھپایا نہیں - قبول دیا - 'جی صاحب!' پھیلا دیا کاغذ، حساب جمایا، خوف طاری نہیں ہونے دیا، مگر خوب سوچ سمجھ کر جب میں نے تمثیلی اصطلاحات کو جوڑا تو اور زور دے دیا اور نمبر سامنے رکھ دئے - مطلب بتا دیا - شروع میں ہنسے مگر جب نمبروں وغیرہ کا حساب دیکھا تو کانپنے لگے - کہا کہ کتاب بند کرو اور چل دو - ایسٹر میں جو سرکاری اعزاز ملتے ہیں، ان کی فہرست میں میرا نام ڈال دیا، مگر ایسٹر کے اگلے ہفتے جاں بحق ہوگئے - ''

''کیا کہتے ہیں لیبیدیف؟''

''برحق کہتا ہوں - شام کا کھانا کھاکے گھوڑا گاڑی پر سوار ہوئے - اور گاڑی سے گرے تو کنپٹی پر بکسے کی چوٹ لگی - بچے کی طرح، بالکل بچے کی طرح وہیں کے وہیں ختم - سروس بک میں تہتر برس عمر نکلی - چہرہ سرخ، بال سفید، عطر سے مہکتے تھے، ہنستے رہتے، بچے کی طرح خوش خوش مسکرایا کرتے تھے - بعد میں پیوتر زخارچ کو یاد آیا - کہنے لگا 'تم نے جو پیش گوئی کردی تھی' - ''

پرنس اٹھنے لگا - لیبیدیف کو تعجب ہوا بلکہ وہ الجھن میں پڑگیا کہ مہمان اب چلا -

''آپ بہت بےنیاز ہو گئے - صاب! ہی، ہی!'' اس نے لجاجت سے جتانے کی جرأت کی -

''معاف کرنا، میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں - سفر کی تکان سے سر بھی بھاری ہے شاید'' پرنس نے بیزاری سے جواب دیا -

''آپ کو تو شہر سے باہر کوئی بنگلہ ہو...'' دبی آواز میں لیبیدیف نے تجویز کیا -

پرنس کھڑا سوچنے لگا -

''میں خود یہاں تین دن اور ہوں - پھر سب گھربار لے کر داچہ کو روانہ ہوتا ہوں کہ گود کی بچی سلامت بچ جائے - اتنے ہم وہاں ہوں گے، یہاں گھر ور ذرا ٹھیک ٹھاک ہوجائے گا - میرا بھی پاولوفسک کی طرف ارادہ ہے - ''

''آپ بھی پاواوفسک کو؟'' پرنس نے ایک دم سوال کیا -

''جسے دیکھو یہاں، وہی پاولوفسک کی طرف چلا جا رہا ہے؟ کیا بات؟ آپ نے بتایا کہ وہاں آپ کا اپنا داچہ ہے؟''

''نہیں، سب تو ادھر نہیں جا رہے۔ ایوان پتیتسن کو وہاں ایک سستا سا بنگلہ مل گیا تھا، وہ انھوں نے میری خاطر رہنے دیا۔ اچھی جگہ ہے اونچی سی، ہر طرف ہریالی، کم خرچ، نفیس اور پھر موسیقی کا مزا۔ اسی لئے سب کا رخ اسی طرف ہے۔ میں تو اس کے صرف ایک بازو میں ہوں گا، باقی بنگلہ تو...''

''اٹھا دیا؟''

''نہیں، جی، وہ — نہیں، بالکل تو نہیں اٹھایا۔''

''مجھی کو دے دیجئے!'' پرنس نے اچانک پیش کش کردی۔

شاید لیبیدیف کا دماغ بھی اسی ترکیب میں تھا۔ ابھی تین منٹ پہلے اسے یہ سوجھی تھی۔ ویسے تو کرایہ‌دار کی اسے کوئی محتاجی نہیں تھی۔ داچہ کرائے پر لینے کا امیدوار اس سے مل کر کہہ گیا تھا کہ غالباً وہی لے لےگا۔ لیبیدیف کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہاں لفظ ''غالباً'' کا مطلب ہے ''یقیناً''، لیکن اتنے میں یکایک ایک اور خیال، اور لیبیدیف کے اندازے سے، نہایت مفید مطلب خیال اسے سوجھ گیا کہ یہ داچہ پرنس کو کرائے پر اٹھا دیا جائے، اس بہانے کہ پہلے کا آدمی حتماً تو کچھ کہہ نہیں گیا۔ پرنس وہاں رہتے ہیں تو لیبیدیف کے تصور میں ''معاملات کا پورا چکر اور حالات کی ٹکر کچھ سے کچھ ہو جانے'' کا امکان سامنے آگیا۔ ادھر پرنس نے جونہی پیش کش کی، اسے قبول کرتے ہوئے لیبیدیف قریب قریب جھوم اٹھا۔ چنانچہ کرائے وغیرہ کے سوال پر اس نے ہاتھ نچا دیا، یعنی یہ کوئی مسئلہ نہیں۔

''خیر، جیسا آپ کا منشا۔ میں معلومات کرلوں‌گا۔ آپ کو اس سودے میں گھاٹا نہیں ہونے‌والا۔''

پرنس اور لیبیدیف دونوں اس باغیچے سے ساتھ نکلے۔

''اور میں، شاید، میں تو، اگر آپ چاہیں تو — میں کوئی بڑے کام کی بات، عالی جناب پرنس صاحب، اسی خاص معاملے کے تعلق سے کارآمد اطلاع پہنچا سکتا ہوں،'' پرنس کے پہلو میں خوشی سے مچلتے ہوئے لیبیدیف بدبدایا۔

پرنس کے قدم وہیں کے وہیں جم گئے۔

''داریا الیکسئی‌ونا کا بھی پاولوفسک میں داچہ ہے۔''
''تو؟''
''اور ہماری پہچان کی ایک خاص ہستی اس کی ملنے‌والی ہے۔ پاولوفسک میں وہ بھی وہاں آمد و رفت کا ارادہ رکھتی ہے۔ کسی غرض سے۔''
''تو پھر؟''
''اگلایا ایوانوونا...''
''بس بکو مت، لیبیدیف!'' کسی ناگوار خاطر تاثر کے ساتھ پرنس نے اس کی بات کاٹ دی گویا لیبیدیف کے لفظ نے اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھ دی ہو۔ ''یہ سب، وہ بات نہیں، اسے چھوڑو، یہ کہئے کہ یہاں سے داچہ میں کب تک جانے‌والے ہیں؟ میں تو جتنی جلدی ہو اتنا ہی بہتر کیونکہ ہوٹل میں قیام ہے۔''
بات چیت کرتے وہ باغیچے سے باہر آگئے۔ گھر میں جائے بغیر احاطے سے گزرے اور جنگلے کے دروازے پر پہنچ گئے۔
''ہاں تو اس سے بہتر کیا! آپ ہوٹل چھوڑکر یہیں میرے پاس آجائیے۔ آج ہی چلے آئیے۔ اور پرسوں ہم سب اٹھ کر پاولوفسک ساتھ روانہ ہوجائیں‌گے۔''
''دیکھوں‌گا'' پرنس نے سوچتے ہوئے جواب دیا اور پھاٹک سے باہر نکل گیا۔
لیبیدیف اسے جاتے دیکھتا رہا۔ پرنس کی یکایک خود فراموشی سے وہ سخت حیرت میں تھا کہ جاتے وقت زبان سے ''رخصت'' کا لفظ تک کہنا بھول گیا، یہاں تک کہ سر کے اشارے سے بھی رخصت نہ لی اور چل دیا۔ لیبیدیف تو پرنس کے ادب آداب اور پاس و لحاظ کا قائل تھا، مگر یہ برتاؤ اس کے اطوار سے میل نہیں کھا رہا تھا۔

۳

دن کے بارہ کا عمل تھا۔ پرنس کو خبر تھی کہ جنرل یپان‌چین کے ہاں گیا تو اکیلے جنرل ہی وہاں ملیں‌گے، جو اپنی ڈیوٹی پر ہیں، اور ان کا ہونا بھی یقینی نہیں۔ خیال گیا کہ عجب نہیں جو جنرل اسے ساتھ لے لیں اور لئے ہوئے فوراً پاولوفسک چل دیں،

مگر وهاں جانے سے پہلے کسی اور سے ملنے کو جی بہت چاهتا تھا۔ اگرچه تاخیر کرنے میں جنرل کے نکل جانے کا اور پاولوفسک کی حاضری کل تک ٹل جانے کا اندیشه تھا، تاهم طے کیا که جس مکان پر جانے کے لئے اتنا بےچین هے، اسی کو پہلے تلاش کیا جائے۔

بعض اعتبار سے پرنس کا وهاں جانا اس کے لئے خطرے سے خالی نه تھا۔ دشواری نظر کے سامنے تھی، وہ الجھن میں پڑ گیا۔ گھر کا پته معلوم تھا که گروخوایا میں واقع هے، جو سادوویا سے زیاده فاصلے پر نہیں۔ اسی طرف کا رخ کیا اس امید میں که وهاں پہنچتے پہنچتے قطعی فیصله کرنے کا وقت مل جائےگا۔

جب وہ گروخوایا اور سادوویا کے چوراهے کے نزدیک پہنچا تو اسے خود تعجب هوا که دل کیسا دهڑک رها هے۔ خود کو بھی اتنے زبردست اضطراب کا اندیشه نہیں تھا۔ ذرا فاصلے پر ایک مکان تھا جو اپنی خاص هیئت کی بنا پر دور سے هی اس کی توجه کھینچنے لگا۔ پرنس کو یه وقت گزرنے کے بعد یاد آیا که تبھی ماتھا ٹھنکا تھا که ''هو نهو، یہی وہ مکان هوگا،،۔ قیاس کہاں تک درست هے، اس کی تصدیق کرنے کے لئے، غیرمعمولی تجسس لئے وہ اس مکان کی طرف بڑھا، دل کہتا تھا که اگر کہیں قیاس درست نکلا تو کسی سبب سے اسے کوفت هوگی۔ بڑی سی عمارت تھی، بے رونق، تین منزل کی، بدوضع اور میلے سبز رنگ کی۔ اس وضع کی چند ایک عمارتیں، جو پچھلی صدی کے آخر میں تعمیر هوئی تھیں، پیترسبورگ کی خاص انهی سڑکوں پر آج بھی براجمان تھیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی (حالانکه اس شهر میں تبدیلیوں کی رفتار تیز هے)۔ یه عمارتیں نہایت پائدار تعمیر هوئی هیں، چوڑے آثار مگر کھڑکیاں بہت کم۔ نیچے کی منزل میں جو کھڑکیاں هوتی بھی هیں تو سیخچے کٹھرے لگی هوئی۔ نیچے زیاده تر روپیه اکس‌چینج کرنےوالے تهلے پر بیٹھے رهتے هیں۔ اسکوپیتس* جو نیچے بیٹھا

---

* روس کا ایک مذهبی فرقه جو ۱۸ ویں صدی میں چلا تھا۔ یه لوگ خود کو طرح طرح کی جسمانی اذیت دےکر مسیح کے ظہور کی دعا کرتے تھے اور رائج عیسائیت کو حضرت عیسی کی تعلیمات کے خلاف قرار دیتے تھے۔ (ظ ا۔)

روپیے کا لین دین کرتا ہے، وہی اوپر کا مکان کرائے پر لے لیتا ہے۔ اندر باہر دونوں طرف سے روکھا اور سوکھا منظر، گویا کچھ چھپایا جا رہا ہے، خفیہ معاملہ ہے، مکان کا حلیہ اور ہیئت دیکھتے ہی یہ گمان کیوں گزرتا ہے، وجہ بتانا دشوار ہے۔ پوری لائن کے طرز تعمیر کی موزونیت بھی اپنے اندر ایک راز رکھتی ہے۔ ان مکانات میں چن چن کر بیوپاری لائن کے لوگ بستے ہیں۔ پرنس جب پھاٹک کے قریب پہنچا اور اس پر لگی ہوئی تختی دیکھی تو لکھا تھا: ''مکان موروثی اشراف رگوژین صاحب کا۔''

ہچکچاہٹ چھوڑ کر پرنس نے شیشے کا دروازہ کھولا، قدم اندر رکھا تو دروازہ زور سے چرچرا کر پیچھے بند ہو گیا۔ اوپر کی منزل پر پہنچنے کےلئے سامنے کے زینے پر چڑھنا شروع کیا۔ زینے میں تاریکی تھی۔ سنگیں زینہ پھوہڑپن سے بنا تھا اور دیواروں پر لال رنگ روغن چڑھا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ رگوژین اپنی ماں اور بھائی کے ساتھ یہیں، اسی بےرونق مکان میں رہتا ہے اور پہلی منزل صرف انھی کے استعمال میں ہے۔ جس شخص نے باہر کا گیٹ کھولا تھا، وہ بن کہے سنے اسے راستہ دکھاتا چلا اور دیر تک چلتا رہا۔ سامنے کا ایک ہال تھا جس کی دیواروں پر نقلی سنگ مرمر چڑھا تھا، اس میں سے گزرے، اس ہال میں شیشم کی پٹیاں فرش کی جگہ بچھی تھیں، سن بیس کے زمانے کا فرنیچر تھا، بدوضع اور بھاری فرنیچر، پھر چھوٹے چھوٹے سے کٹرے تھے، پیچ در پیچ، خم درخم، جن میں کے دو یا تین سیڑھی چڑھنا اترنا پڑتا تھا — ان سب سے گزرنے کے بعد ایک دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ دروازہ کھلا تو خود پرفیون سیمیونچ رگوژین نے کھولا تھا، پرنس کو دیکھتے ہی اس کا چہرہ فق ہو گیا اور وہیں کا وہیں گڑ گیا۔ یہاں تک کہ کچھ دیر تو وہ پتھر کی مورتی نظر آتا تھا۔ ٹکٹکی باندھ کر بے حس و حرکت دیدے پھاڑ کر وہ یوں پرنس کی صورت تک رہا تھا۔ اس کا منہ انتہا درجے کی ہونق مسکراہٹ میں ایسا اینٹھ گیا تھا کہ گویا پرنس کی آمد کوئی بڑی ہی انہونی بات ہے، کوئی معجزہ جیسا ہے۔ پرنس کو بھی کچھ اسی قسم کی توقع تھی لیکن رگوژین کی بدحواسی دیکھ کر تو وہ خود بھی حیرت میں پڑ گیا۔

''پرفیون، شاید میں ناوقت آیا، تو میں چلا جاتا ہوں،، پرنس کی زبان سے آخر پریشانی میں نکلا۔

''ویسے تو، ویسے تو، خیر!،، پرفیون رگوژین نے حواس درست کرتے ہوئے کہا ''مہربانی فرماؤ، تشریف لاؤ اندر!،،

ان دونوں کے درمیان آپ کا نہیں ''تم،، کا رشتہ تھا۔ ماسکو کے دوران قیام میں ان کی اکثر اور طول طویل ملاقاتیں رہیں اور ان ملاقاتوں میں ایسے بھی کئی لمحے آئے اور گئے جن کا نقش دل پر پائدار رہ گیا۔ تاہم اس بار ملے ہوئے تین مہینے سے زیادہ ہو چکے تھے۔

رگوژین کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ اور اندیشے کی ہلکی سی لرزش کا اثر اب تک باقی تھا۔ اگرچہ اس نے مہمان کو اندر بلا لیا تھا، پھر بھی غیر معمولی پریشانی دور نہیں ہوئی تھی۔ اتنے وہ پرنس کو آرام کرسی تک لے جاکر میز کے سامنے بٹھا رہا تھا، پرنس اتفاقاً اس کی جانب مڑا اور میزبان کی انتہائی عجیب اور کڑی نظروں کی زد میں پہنچ کر اٹکا اور اٹک کر رہ گیا۔ کوئی شے تھی جو گویا اس کے آرپار ہوئی جاتی تھی، ساتھ میں ھی کچھ ایسی بات تھی جو اسے ماضی قریب کی، تلخ اور اداس کیفیت یاد دلا رہی تھی۔ وہ کرسی پر نہیں بیٹھا اور بےحس و حرکت ذرا دیر رگوژین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتا رہا۔ شروع کے لمحوں میں رگوژین کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ چمکنے لگیں۔ آخر رگوژین مسکرا دیا، اگرچہ کسی قدر الجھن میں گرفتار اور گم‌سم تھا۔

''یہ کیا کھڑے کھڑے میرا منہ تک رہے ہو؟ بیٹھ جاؤ!،، وہ بدبدایا۔

پرنس بیٹھ گیا۔

''پرفیون، مجھے سیدھے صاف ایک بات بتاؤ،، پرنس نے سوال کیا ''تمھیں خبر تھی کیا کہ میں آج پیترسبورگ پہنچ جاؤں‌گا یا خبر نہیں تھی؟،،

''یہ تو خیال آیا تھا مجھے کہ تم آؤ گے ضرور، دیکھا، میں نے غلطی نہیں کی،، اس نے زہرخند کے ساتھ جواب دیا۔ ''مگر یہ کہ تم آج پہنچوگے، یہ بھلا کیسے معلوم ہوتا؟،،

سوال اور جواب، دونوں میں جو غضب کا تیکھاپن اور عجب طرح کا چڑچڑاپن تھا، اس سے پرنس اور بھی چراغ پا ہو گیا۔

''اگر تمھیں اطلاع بھی ہوتی کہ آج پہنچ جاؤں گا، تب بھی اتنی برھمی کا سبب کیا؟،، پرنس نے دبی آواز میں ذرا پریشانی کے ساتھ پوچھ لیا۔

''ایسی بات پوچھتے ہی کیوں ہو؟،،

''آج جب میں گاڑی سے اترا تو مجھے پلیٹ فارم پر بعینہ ایسی دو آنکھیں نظر پڑیں جیسی آنکھوں سے تم نے ابھی ابھی پیچھے کی طرف سے مجھے دیکھا تھا۔،،

''چھوڑو، کس کی آنکھیں ہوں گی بھلا وہ؟،، رگوژین نے شک و شبہ کے ساتھ بے اختیار کہا۔ پرنس کو یوں محسوس ہوا گویا اس کے شانے تھرتھرائے۔

''معلوم نہیں، کس کی ہوں گی۔ ھجوم تھا لوگوں کا، ممکن ہے کچھ بھی نہ ہو، صرف وہم گزرا ہو۔ اب مجھے وہم ہونے لگا ہے۔ بھائی میرے، پرفیون، ویسی ہی حالت پھر ہوئی جا رہی ہے جیسی اب سے پانچ برس پہلے تھی جب مجھ پر دورے بھی پڑا کرتے تھے۔،،

''ہاں، ممکن ہے آنکھ نہ ہو، تمھارا وہم ہو۔ سجھے کیا معلوم...،، پرفیون بڑبڑایا۔

چکنی چپڑی مسکراہٹ اس کے چہرے پر فی الوقت بے محل نظر آتی تھی۔ اس تبسم میں، گویا، کوئی شے ٹوٹ کر بکھر رہی ہے اور پرفیون کے بس کی بات نہیں کہ اسے چپکا لے یا جوڑ دے۔

''تو پھر کیا ارادہ ہے؟ پردیس سدھارنے کا؟ پھر چل دیں گے کیا؟،، اس نے پوچھا اور ایک دم اضافہ کیا ''یاد ہے ہم کیسے ایک ہی ڈبے میں چلے آ رہے تھے خزاں کے دنوں میں، پسکوف سے سوار ہوئے تھے۔ میں ادھر آ رہا تھا اور تم وہ... اپنا برساتی لبادہ... وہ گھٹنے تک کے موزے... وہ!،،

رگوژین کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔ اس بار کی ہنسی میں بغض گھلا ہوا تھا اور وہ دل ہی دل میں خوش تھا کہ چلو، کسی صورت تو یہ بغض دل سے نکلا۔

''تمھاری یہاں پر مستقل رھائش ھے کیا؟،، پرنس نے کیبن پر نظر دوڑا کر پوچھا۔
''ھاں اپنے ھی گھر میں ھوں، اور کہاں جاؤں گا؟،،
''ایک زمانے سے ھم لوگ ملے نہیں۔ تمھارے بارے میں ایسی ایسی باتیں سننے میں آئیں جیسے تم نہیں کوئی اور ھو۔،،
''کہنےوالوں کی زبان کون پکڑے!،، رگوژین نے سوکھے منہ جواب دیا۔
''بہرحال تم نے وہ اپنی ساری ٹولی نکال باھر کی۔ خود آبائی مکان میں رھتے ھو۔ شرارت بھی چھوڑ دی، اچھا ھی کیا۔ مکان یہ تمھارا ھے یا تم لوگوں کا مشترکہ؟،،
''ماں کا مکان ھے۔ ادھر سے کوریڈور لگا ھوا ھے۔،،
''اور تمھارے بھائی کہاں رھتے ھیں؟،،
''میرے بھائی سیمیون سیمیونچ اس کے ایک بازو میں رھتے ھیں۔،،
''ان کے بال بچے ھیں؟،،
''بیوی مرچکی۔ مگر تمھیں ان باتوں سے کیا غرض؟،،
پرنس نے اسے دیکھا مگر جواب نہ دیا۔ وہ اپنے خیالوں میں غرق ھو گیا، شاید، سوال سنا ھی نہیں۔ رگوژین نے اپنے سوال پر اصرار بھی نہیں کیا، صرف انتظار میں رھا۔ دونوں طرف خاموشی تھی۔
''ابھی جب میں آرھا تھا تو سو قدم سے تمھارا گھر پہچان گیا،، پرنس نے کہا۔
''کیوں، کیسے؟،،
''ٹھیک سے نہیں معلوم۔ تمھارے مکان میں تمھارے خاندان کا اور تم سب رگوژینوالوں کی زندگی کا رنگ روپ جھلکتا ھے۔ اب پوچھو، میں نے یہ نتیجہ کیسے نکالا، تو میں اس کی تشریح نہیں کر سکتا۔ دیوانے کی بڑ ھے، اور کیا! اندیشہ ھے کہ یہ مجھے تنگ کئے جا رھی ھے برابر۔ پہلے میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ تم ایسے گھر میں رھتے ھوگے، لیکن جونھی مکان پر نظر پڑی، فوراً خیال گیا 'بس، جی، اس کا گھر عین مین ایسا ھونا چاھئے!،،
''شی!،، رگوژین بےطور ھنس پڑا، پرنس کی بات کا رمز اس

کے پلے نہیں پڑا۔ ''دادا نے اپنے زمانے میں بنوایا تھا یہ مکان۔ اس میں پہلے اسکوپیتس فرقے کے لوگ رہا کرتے تھے، خلودیاکوف نام کے، اب بھی کمرے کرائے پر لئے ہوئے ہیں،، رگوژین نے اضافہ کیا۔

''اداسی ہی اداسی ہے۔ خود اپنے کو دیکھ لو،، پرنس نے نظر چاروں طرف گھما کر اظہار خیال کیا۔

یہ ایک بڑا کشادہ کمرا تھا۔ اونچی دیواریں، گھٹا ہوا سا، طرح طرح کے فرنیچر سے ٹھنسا ہوا، جس میں زیادہ‌تر بڑی بڑی کاروباری میزیں تھیں، لکھنے پڑھنے کی میزیں، الماریاں، جن میں حساب کتاب کی پوتھیاں اور کسی قسم کے کاغذ بھرے تھے۔ چوڑا صوفہ سرخ لال چمڑے سے منڈھا ہوا، جو رگوژین کے بستر کے کام آتا ہوگا۔ پرنس نے اس میز پر، جہاں رگوژین نے اسے بٹھایا تھا، دو تین کتابیں رکھی دیکھیں۔ ان میں سے ایک سلویوف* کی ''تاریخ،، تھی — کھلی ہوئی اور اس پر نشان بھی لگے تھے۔ دیواروں پر بجھے ہوئے سنہری فریموں میں کئی ایک روغنی تصویریں ٹنگی تھیں۔ تصویروں کے رنگ اڑ چکے تھے، اتنا میل چڑھ گیا تھا کہ اب ان کی شناخت بھی دشوار تھی۔ ایک قد آدم پورٹریٹ نے پرنس کی توجہ اپنی طرف کھینچی: اس میں کوئی پچاس برس کا ایک شخص، جرمن تراش کے لمبے فراک کوٹ میں کھڑا تھا، گردن کے پاس دو تمغے لگائے۔ اس کی چھدری، چگی ڈاڑھی سفید ہو چلی تھی، چہرہ پیلاپن اور جھریاں لئے ہوئے۔ اور آنکھوں میں شکی مزاج، گھناپن اور افسردگی۔

''یہی تمھارے والد ہیں کیا؟،، پرنس نے پوچھا۔

''ہاں، یہی ہیں،، رگوژین نے تمسخرآمیز تبسم کے ساتھ ناگواری سے کہا، بالکل اس طرح کہ اب فوراً اس کے والد مرحوم کے سلسلے میں کوئی نہ کوئی گستاخ پھبتی آنےوالی ہے اور اس کا سامنا کرنا ہے۔

''یہ قدیم عقیدے کے ماننےوالے تھے نا؟،،

''نہیں، چرچ میں تو جایا کرتے تھے، البتہ یہ کہتے ضرور سنا کہ قدیم عقیدہ زیادہ صحیح ہے۔ اسکوپیتس خیال‌والوں کا بھی

---

* سلویوف، سرگئی (۱۸۲۰ء — ۱۸۷۹ء) — نامور روسی تاریخ‌داں۔ (ایڈیٹر)

بہت احترام بجا لاتے تھے۔ یہ خاص انہی کا دفتری کمرہ تھا۔ مگر یہ تم نے قدیم عقیدےوالی بات کیوں چھیڑی؟،،

''شادی تم یہیں رچاؤ گے؟،،

''یہیں، اسی جگہ،، رگوژین نے جواب دیا مگر اس ناگہانی سوال پر جھرجھری آگئی۔

''عنقریب؟،،

''تمھیں تو خبر ہے، کوئی میرے اکیلے کے ہاتھ کی بات ہے یہ؟،،

''پرفیون، سنو، نہ تو تمھارا دشمن ہوں، نہ تمھاری راہ کا کانٹا بننے کی نیت ہے۔ یہ میں ٹھیک اسی طرح دہرا رہا ہوں جیسے ایک بار پہلے بھی ایسے ہی موقع پر صاف کہہ چکا ہوں۔ جب ماسکو میں تمھاری شادی کا وقت تھا، تم جانتے ہو، میں نے کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ پہلی بار وہ خود ہی میرے پاس شادی کا منڈپ چھوڑ چھاڑ بھاگی ہوئی آئی تھی کہ اسے تم سے ''بچالوں،،۔ میں ٹھیک اسی کے الفاظ تمھارے سامنے دہرا رہا ہوں۔ پھر میرے پاس بھی نہیں ٹھیری۔ بھاگ لی۔ تم نے اسے ڈھونڈھ نکالا۔ اور لے چلے شادی کی رسم ادا کرانے۔ سنا ہے کہ پھر تمھارے ہاتھوں سے نکل گئی اور بھاگ کر یہیں آئی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ لیبیدیف کے ذریعے مجھے یہی اطلاع پہنچی، تبھی آیا ہوں۔ اور یہ کہ تم دونوں میں پھر سے میل ہو گیا، میں نے کل ہی پہلی بار ٹرین میں سنا ایک شخص کی زبانی، جو کبھی تمھارا خاص ملنےوالا تھا، چاہو تو نام بھی بتا دوں زلیوژیف۔ میں یہاں خاص نیت سے آیا ہوں۔ چاہتا تھا کہ اسے کہہ سن کر ملک سے باہر چلنے پر راضی کر لوں تندرستی بحال کرنے کی خاطر۔ جسمانی اور روحانی طور پر اس کی حالت بہت خراب ہے، خاص کر ذہنی حالت۔ میرا خیال ہے کہ اسے تیمارداری کی سخت ضرورت ہے۔ میرا ارادہ یہ نہیں تھا کہ خود اسے باہر کے ملک لے کر جاؤں، بلکہ یہیں بیٹھے بیٹھے سب انتظام کر دینا چاہتا ہوں۔ خلوص دل کے ساتھ سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر یہ بالکل سچ ہے کہ تم دونوں میں پھر سے میل ملاپ ہو گیا تو میں اسے اپنی صورت بھی نہیں دکھاؤں گا اور تمھارے پاس بھی آئندہ کبھی نہیں آؤں گا۔ تم خود جانتے ہو کہ میں تمھیں فریب نہیں دے رہا ہوں

کیونکہ آج تک تمھارے ساتھ صاف کھلا معاملہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں اپنے خیالات بھی تم سے کبھی پردے میں نہیں رکھے اور ہمیشہ کھلے عام کہا کہ وہ اگر تمھارے ساتھ گئی تو بہرحال تباہ ہو جائےگی۔ تم بھی تباہی سے نہیں بچنےوالے... ممکن ہے تمھارا حال اس عورت سے بھی بدتر ہو۔ اگر تم دونوں میں پھر سے جدائی ہوگئی ہے تو میرا دل ٹھنڈا ہوا، لیکن غرض یہ نہیں کہ کچوکے دوں، تمھارے درمیان پھوٹ ڈالوں۔ خاطرجمع رکھو اور میری نیت میں کھوٹ مت تلاش کرو۔ اور تم کو تو خود معلوم ہے، بتاؤ: کیا میں کبھی تمھارا صحیح معنی میں رقیب رہا ہوں، اور تو اور، اس وقت جب وہ بھاگ کر میری پناہ میں آئی تھی تب؟ اب تمھارے منہ پر ہنسی آ رہی ہے۔ میں جانتا ہوں اس ہنسی کا سبب۔ وہ آ گئی تب بھی ہم دونوں الگ الگ رہے بلکہ شہر بھی مختلف تھے۔ تمھیں یقیناً ان باتوں کا علم ہے۔ میں پہلے بھی یہ بات صاف کر چکا ہوں تم پر کہ میں اس سے 'عشق‌والی محبت نہیں، ہمدردی یا ترس والی محبت کرتا ہوں'۔ میرا خیال ہے کہ ان لفظوں میں اصلیت دوٹوک آ جاتی ہے۔ تب تم نے کہا تھا کہ میرے یہ الفاظ تمھارے ذہن نشین ہو گئے، کیا سچ کہا تھا؟ واقعی سمجھ گئے تم؟ مگر یہ کیا، آنکھوں میں نفرت کیسی؟ صرف اس لئے آیا ہوں کہ تمھارے دل کو تسکین پہنچاؤں، کیونکہ تم بھی مجھے عزیز ہو۔ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں پرفیون۔ بس اب چلا، آئندہ کبھی ادھر آنا نہیں ہوگا رخصت!،،

پرنس چلنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اور ذرا بیٹھو میرے پاس،، پرفیون رگوژین نے اپنی جگہ سے اٹھے بغیر، داھنی ھتھیلی پر سر ٹیک کر آھستہ سے کہا ''بہت دنوں بعد ملے ھیں۔ ،،

پرنس بیٹھ رہا۔ دونوں پھر چپ ہو گئے۔

''جیسے ہی تم میرے سامنے سے ہٹتے ہو، میں تم سے خار کھانے لگتا ہوں لیو نکولائی‌وچ صاحب۔ ان تین مہینے، جب تم آنکھ سے اوجھل تھے، قسم خدا کی، ہر منٹ تم سے کینہ بھڑکتا رہتا تھا۔ جی چاھتا تھا کسی طرح تمھیں پکڑ کے زہر دے دوں۔ سمجھے! اور اب جو تم کوئی پاؤ گھنٹے سے میرے پاس بیٹھے

ہو نا، تو دل سے ساری عداوت نکل گئی اور تم پہلے کی طرح پھر مجھے پیارے ہو گئے۔ ذرا بیٹھے رہو میرے پاس...،،

''جب میں تمہارے پاس ہوتا ہوں تو میری بات کا یقین کرتے ہو اور جہاں میں گیا کہ تمہارا وہ یقین بھی گیا اور فوراً پھر سے شک و شبہ میں مبتلا۔ اپنے باپ پر گئے تم!،، پرنس نے دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ اور اپنی جذباتی کیفیت کی پردہ‌داری کرتے ہوئے جواب دیا۔

''جس وقت میں تمہارے پاس ہوتا ہوں، تمہاری آواز کا یقین رہتا ہے۔ اتنا میں بھی سمجھتا ہوں کہ ہم دونوں میں کوئی موازنہ نہیں ہو سکتا۔ میری تمہاری کیا برابری!،،

''بھلا اس کے کہنے کی ضرورت؟ پھر جھنجھلاہٹ سوار ہوئی تم پر!،، پرنس نے تعجب سے کہا۔

''ہاں، اس معاملے میں، بھائی، ہماری مرضی تھوڑئی پوچھی جاتی ہے،، رگوژین نے جواب دیا ''بغیر ہمارے ہی ہمیں ایسا ڈھال دیا۔ دیکھو نا، محبت بھی ہم کرتے ہیں تو جدا جدا طور سے۔ ہر بات میں فرق،، وہ دھیمی آواز میں اور ذرا دیر ٹھہر کر کہتا گیا۔ ''تم جو ہو تو خداترسی میں اس سے محبت کرتے ہو، مجھ میں تو ایسا کوئی ترس ورس ہے نہیں اس کے لئے۔ اور اسے مجھ سے اتنی نفرت ہے کہ کسی سے نہ ہوگی۔ اور میرا یہ حال کہ روز رات کو خواب میں اسے دیکھتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ دوسرے کے ساتھ میرا مذاق اڑا رہی ہے۔ یہ ہے حالت بھائی میرے۔ شادی رچانے میرے ساتھ چلی اور خیال کی پوچھو تو وہاں کہیں میرا گزر نہیں۔ بس، ایسے ہی جیسے ایک نہیں، دوسرا جوتا پہن لیا۔ سچ مانوگے، پانچ دن ہو گئے، میں اس سے ملنے تک نہیں گیا، کیونکہ پاس جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی۔ جاؤں اور وہ پوچھے 'کیسے تکلیف کی؟'، میری آنکھ نیچی کر چکی ہے کئی بار...،،

''آنکھ نیچی کر چکی، کیا مطلب تمہارا؟،،

''جیسے تمہیں خبر نہیں! یہی لو، مجھے چھوڑ کر تمہارے ساتھ فرار ہو گئی بقول تمہارے عین 'شادی کی رسم کے وقت'۔،،

''مگر تمہیں یہ تو یقین نہیں کہ...،،

''اچھا تو کیا وہاں ماسکو میں اس فوجی افسر زیم‌تیوژنیکوف

کے سامنے اس نے میری آنکھ نیچی نہیں کی؟ خوب خبر ہے کہ کی۔ اور وہ بھی کب؟ جب خود ہی شادی کی تاریخ مقرر کرا چکی تھی۔،،

''ہو نہیں سکتا،، پرنس پکارا۔

''پکی بات ہے۔ میں جانتا ہوں،، رگوژین نے اپنی رائے پر اصرار کیا۔ ''کیا وہ ایسی ہے نہیں، کیوں جی؟ بھائی میرے، بس اب جانے ہی دو، وہ ایسی نہیں، ویسی نہیں، کہنا محض بکواس۔ تمھارے ساتھ ایسی نہ ہوگی، خود ہی ممکن ہے ایسی حرکت کے خیال سے کانپ اٹھے، مگر میرے ساتھ وہ ایسی ہی ہے۔ بات یہی ہے۔ مجھے تو اس نے بالکل ہی گیا گزرا لفنگا شمار کیا ہے۔ وہ جو فوجی افسر تھا نا کیلر، جو گھونسہ بازی کیا کرتا ہے، اس کے ساتھ بھی، مجھے خبر ہے کہ، وہ صرف مجھے چڑانے اور میری ذلت کرانے کے لئے گئی تھی۔ تمھیں ابھی معلوم نہیں کہ ماسکو میں اس نے کیا کیا گل کھلائے، محض مجھے بیوقوف بنانے کے لئے۔ اور روپیہ، اس پر روپیہ کتنا بہا چکا ہوں...،،

''تو پھر ایسے میں تم شادی کیسے کرنے چلے ہو!.. آگے کیا ہوگا تمھارا؟،، پرنس نے بوکھلا کر پوچھا۔

رگوژین نے پرنس کو تنی ہوئی اور خوفناک آنکھوں سے گھورا۔ جواب کچھ نہ دیا۔

منٹ بھر دم لے کر وہ بولا ''آج پانچواں دن ہے کہ ملنے نہیں گیا۔ ڈر ہے کہ کہیں نکال نہ دے۔ کہتی ہے 'میں ابھی آپ اپنی مالک ہوں۔ چاہوں تو تمھیں بالکل بےدخل کرکے خود ملک سے باہر چل دوں، (یہ بات خود اس کے منہ سے سن چکا ہوں کہ باہر جانے پر آمادہ ہے — یہ لفظ گویا اس نے ضمناً کہہ دئے مگر کہتے وقت پرنس کو خاص نظروں سے دیکھتا گیا) اور بعض وقت خواہ مخواہ کی دھمکی دیتی ہے، نجانے کیوں، میرا اس نے صرف مذاق بنا رکھا ہے۔ دوسرے موقع پر وہ سچ مچ منہ چڑھا لیتی ہے، خفا ہو جاتی ہے، چپ سادھ لیتی ہے۔ بس اسی سے میں گھبراتا ہوں۔ اس روز مجھے خیال آیا کہ اب جو ملنے آؤں گا تو خالی ہاتھ نہیں آؤں گا۔ یوں کیا تو اس نے اور مذاق اڑایا اور پھر اس کا پارہ چڑھ گیا۔ میری لائی ہوئی ایک ایسی شال تھی کہ چاہے کتنے ہی عیش و آسائش میں اس کی زندگی گزری ہو، مگر ایسی شال

شاید اس نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھی ہوگی، وہ اٹھا کر اپنی نوکرانی کاتیا کو بخش دی۔ شادی کی تاریخ کب کی رکھی جائے، میں تو اشارتاً بھی نہیں پوچھ سکتا۔ یہ کیسے دولھا میاں، جو پاس جاتے ہوئے ڈریں؟ ابھی تو صبر کئے بیٹھا ہوں، صبر نہیں ہو پائے گا تو چپکے سے، دبے پاؤں اس کے گھر کے پاس والی سڑک پر ٹہلتا نظر آؤں گا یا چوری چھپے موڑ کے پیچھے ہو آؤں گا۔ ایک دن تو میں اس کے پھاٹک کے پاس پوپھٹنے تک ڈیوٹی دیتا رہا۔ اس رات مجھے طرح طرح کے وہم آرہے تھے۔ اور اسے دیکھئے، کھڑکی میں سے میری جھلک دیکھ لی۔ کہتی ہے 'کیوں جی، تم میرا کیا بگاڑ لوگے اگر اپنے سے دغا کرتے مجھے دیکھ ہی لوگے تو؟، مجھ سے برداشت نہ ہوا، کہہ دیا کہ 'تمھیں خبر ہے کیا بگاڑ لوں گا، ۔ ،،

''کیا خبر ہے اسے؟،،

''میں کیا جانوں!،، رگوژین کلس کر ہنس دیا۔ ''ماسکو میں ان دنوں میں اسے کسی کے ساتھ پکڑ نہیں سکا اگرچہ کافی دنوں تاک میں لگا رہا۔ تب میں نے ایک بار اسے تھاما اور کہا 'سنو تم نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا تھا، ایک شریف آبرومند گھرانے میں تم جا رہی ہو ۔ اور تمھیں پتہ ہے، اصلیت کیا ہے تمھاری؟، میں نے کہا 'تم ایسی ہو، اور ایسی ہو،۔ ،،

''واقعی منہ پر کہہ دیا؟،،

''اور کیا!،،

''پھر؟،،

''کہتی کیا ہے 'میں تو اب تمھیں اپنے خدمتگار کی جگہ بھی لینا نہیں چاہتی، بیوی بن کے رہنے کا تو ذکر ہی کیا، — تو میں بولا 'سن رکھو، میں بھی اس گھر سے نہیں ٹلنے والا، قصہ پاک!، وہ بولی 'اچھا تو میں ابھی مسٹر کیلر کو بلواتی ہوں، ان سے کہوں گی، تمھاری گردن میں ہاتھ ڈال کر پھاٹک سے باہر کریں گے۔ ، میں طیش میں جھپٹا اس پر۔ مار مار کے بدن پر نیل ڈال دئے۔ ،،

''نہیں، نہیں، نا ممکن!،، پرنس چیخا۔

''کہہ تو رہا ہوں کہ یہی ہوا،، رگوژین نے آہستہ سے کہا،

اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ’’اس کے بعد کوئی ڈیڑھ دن رات آنکھ نہیں لگی، نہ کھایا، نہ پیا، اسی کے کمرے میں پڑا رہا۔ گھٹنوں کے بل جھک کر گڑگڑاتا رہا ’مرجاؤں گا، مگر یہاں سے نہیں ٹلوں گا جب تک تم مجھے معاف نہیں کر دوگی۔ اگر اس گھر سے نکالا تو پانی میں ڈوب کے جان دے دونگا۔ تمھارے بغیر میں جی کے کیا کروں گا؟‘، اس دن دیکھتے، وہ بالکل ہی پاگل ہوگئی تھی۔ کبھی زار زار روئی، کبھی چاقو سے مجھے ٹکڑے کرنے چلی، کبھی گالیوں کوسنوں کی بوچھار کر دی مجھ پر۔ زلیوژیف، کیلر، زیم تیوژنیکوف، ان سب کو بلا بھیجا۔ مجھ پر انگلی اٹھا کے شرمندہ کیا۔ ان سے بولی، چلئے صاحبان، آج ہم سب تھیٹر چلتے ہیں۔ یہ آدمی نہیں ٹلتا، نہ ٹلے، یہیں اکیلا بیٹھا رہے۔ میں خواہ مخواہ اس کی خاطر کیوں بندھی رہوں۔ میں نہ ہوں تو، پرفیون صاحب آپ کو یہاں چائے پیش کی جائے گی۔ آج آپ سارے دن کے بھوکے ہوں گے۔ ، تھیٹر سے واپس آئی تو اکیلی۔ کہنے لگی ’وہ لوگ بزدل اور کمینے نکلے۔ تم سے ڈرتے ہیں اور مجھے بھی ڈراتے ہیں: کہتے ہیں، وہ یوں نہیں جانے والا، تمھارے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ اچھا، دیکھتی ہوں، اپنے کمرے میں سونے جاتی ہوں، اندر سے چٹخنی نہیں چڑھاؤں گی دروازے پر۔ میری جوتی ڈرے تم سے! تمھیں بھی پتہ تو چلے ذرا، خود دیکھو اپنی آنکھوں سے! چائے پی لی تم نے؟‘ — میں نے کہا ’پیوں گا بھی نہیں‘ — ’اچھا، دعوت تو ضرور دے دی گئی ہے، مگر تمھیں زیب نہیں دیتی یہ بات۔ ، خیر، تو جو منہ سے کہہ چکی تھی وہی کیا، اندر سے کمرے کو چٹخنی نہیں چڑھائی۔ صبح کو باہر نکلی، بولی ’کہیں تمھاری عقل تو نہیں ماری گئی؟ ایسے ہی بھوک سے مر جاؤ گے کیا؟‘، میں بس وہی کہ ’معاف کر دو‘ — ’مجھے معاف واف نہیں کرنا، نہ تم سے شادی بیاہ۔ کہہ دیا ایک بار۔ ارے کہیں رات بھر یہیں چوکھٹ پر تو نہیں بیٹھے رہے؟ سوئے بھی نہیں؟‘ — ’نہیں سویا، میں کہوں اور وہ کہ ’واہ کیا عقل پائی ہے۔ چائے پینی ہے، کھانا کھاؤ گے — یا وہ بھی نہیں؟‘، ’کہہ تو چکا — نہیں۔ پہلے معاف کرو!‘، اور وہ کہے ’کاش تمھیں خبر ہوتی کہ یہ حرکت تم پر ایسی پھبتی ہے جیسے گائے پر گھوڑے کی زین۔

کہیں تم نے میرے دل میں دهشت بٹھانے کی تو نہیں ٹھانی؟ مجھے
کیا لینا دینا، میری بلا سے، بھوکے بیٹھے ہو، بیٹھے رهو۔ آئے تھے
بڑے ڈرانے مجھ کو!، ناراض ہوئی، غصه کیا، مگر دیر تک
نہیں، پھر طعنے تشنے شروع کر دئے۔ مجھے اس پر تعجب بھی
آیا که دیکھو دل میں کینه هی نہیں، کوئی ویسی بات نہیں۔
حالانکه یه عورت کینه پرور ہے طبیعت سے۔ بغض دل میں دیر
تک لئے رهتی ہے۔ تبھی میرے دماغ میں خیال آیا که جب وہ
مجھے اپنے برابر کا سمجھتی هی نہیں، کم ذات شمار کرتی ہے تو
پھر مجھ سے کینه یا عداوت دیر تک کیوں پالے! نہیں پالتی۔
سچ بات۔ کہنے لگی ’تمھیں معلوم ہے، پاپائے روم کیا هوتا ہے؟‘،
میں نے کہا ’سنا تو ہے۔‘، بولی ’پرفیون سیمیونچ، تم نے تاریخ کا
مطالعه نہیں کیا بالکل۔‘، میں نے کہا ’ارے تاریخ کیا، میں نے
کچھ بھی مطالعه نہیں کیا۔‘، کہنے لگی ’اچھا تو میں تمھیں پڑھنے
کو دوں‌گی: ایک پاپائے روم تھا اور وہ کسی شہنشاہ سے ناراض ہو
گیا۔ شہنشاہ وهیں پوپ کے محل کے سامنے تین دن رات بھوکا
پیاسا، سروپا برهنه گھٹنے ٹیکے کھڑا رها جب تک پوپ نے معاف نہیں
کیا، وہ ٹلا نہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو، وہ شہنشاہ ان تین دن رات
وهاں کھڑا دل هی دل میں کیا سوچتا رها، اس نے خود سے کیا عہد
و پیمان کئے؟.. ٹھیر جاؤ، بولی ’میں ابھی پڑھ کر یه احوال سناتی
ہوں!‘، اچھل کے گئی، ایک کتاب لائی۔ ’نظم میں ہے‘، کہتی
ہے اور نظم پڑھ کے سنانے لگتی ہے که تین دن کیسے وہ شہنشاہ
قسم کھاتا رها که اس پاپائے روم سے انتقام نه لوں تو میرا نام نہیں۔
’کہو، تمھیں نہیں اچھی لگی یه بات پرفیون؟‘، ایسے وہ کہنے
لگی۔ میں بولا ’جو تم نے پڑھ کے سنایا، سب برحق‘۔ میرا یه کہنا
اور جھٹ سے اس کا بولنا: ’آھا— خود کہتے ہو، سب برحق۔
مطلب یه که تم بھی دل هی دل میں عہد کرتے رہے که اچھا، ذرا
یه عورت میری بیاهتا ہو جائے تب اسے یه سب یاد دلاؤں‌گا، مزا
چکھا دوں‌گا۔‘، میں بولا ’کیا پته، ممکن ہے ایسے هی سوچتا
ہوں‘— ’پته کیسے نہیں؟‘، میں نے کہا ’مجھے کیا معلوم، میں فی
الحال ان باتوں پر دماغ لڑانے سے رها‘— ’تو پھر تمھارا دماغ
کاہے میں لگا ہوا ہے؟‘، میں نے جواب دیا ’دماغ اس میں ہے که اب

تم اپنی جگہ سے اٹھوگی، برابر سے گزر جاؤگی اور میں تمھیں جاتے دیکھتا رہوں گا، تمھارا لباس سرسرائے گا اور میرا دل ڈوبے گا۔ تم کمرے سے باہر گئیں اور تمھارا ایک ایک لفظ یاد آیا، کس آواز میں کہا، وہ آواز اور کیا کیا کہا، وہ بات یاد میں پھرنے لگی۔ یہ جو رات گئی ہے، اس میں بھی میں نے اور کچھ نہیں سوچا، صرف کان لگائے سنتا رہا، سوتے میں تمھارے سانسوں کی آواز، دو بار تمھاری کروٹوں کی آہٹ...، — 'ہاں ہاں، وہ بےاختیار ہنس کر بولی 'تم نے اس پر بھلا کچھ نہ سوچا کہ مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ اس کا خیال نہ آیا، اس کی یاد نے نہ ستایا؟، میں نے کہا 'چلو، یوں بھی ہوگا، مجھے نہیں معلوم، — 'تو اگر میں تمھاری زیادتی معاف نہ کروں؟ تم سے شادی نہ کروں تو؟، میں نے کہا 'کہہ تو چکا ہوں کہ ڈوب کے مر جاؤں گا۔، تڑ سے بولی 'ہاں، خود مرنے سے پہلے میرا خون کر جاؤگے،... یہ کہہ کر سوچ میں پڑ گئی۔ پھر رنجیدہ ہوکر وہاں سے چل دی۔ گھنٹہ بھر ہوا ہوگا کہ وہ بہت بجھی ہوئی نکلی اور سیدھی میرے پاس آئی۔ بولی 'میں تم سے شادی کروں گی۔ وجہ یہ نہیں کہ تم سے ڈرتی ہوں، بلکہ جب موت کے منہ میں جانا ہی ٹھیرا تو ایسے سہی، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہتری کی سبیل ہٹی کہاں؟ اچھا بیٹھ جاؤ۔ ابھی تمھارے لئے کھانا آتا ہے۔ میں جو تم سے شادی کروں گی تو پکی وفادار بیوی بن کے دکھا دوں گی۔ ادھر سے پورا اطمینان رکھنا، دل میں شک نہ لانا ہرگز۔، ذرا دیر چپ رہی، پھر کہتی ہے 'کچھ بھی سہی، تم خدمتگار قسم کے آدمی نہیں ہو۔ پہلے میں سوچتی تھی کہ بالکل ویسے ہی ہو، غلام جیسے۔ مگر نہیں۔، خود اس نے شادی کی تاریخ طے کی، بمشکل ایک ہفتہ ہوا ہوگا کہ مجھے چھوڑ چھاڑ لیبیدیف کے یہاں ادھر بھاگ آئی۔ جیسے ہی میں پہنچا، کہنے لگی 'ٹھیک ہے، میں نے تم سے قطع تعلق تو نہیں کیا، بس اتنا ہے کہ تھوڑا اور وقت ٹھیرنا چاہتی ہوں جب تک مجھ سے رکا جائے، وجہ یہ کہ ابھی میں آپ اپنی مرضی کی مالک و مختار ہوں۔ اگر چاہو تو ذرا اور ٹھیر جاؤ۔، سن لیا؟ یہ چل رہا ہے آجکل اپنے یہاں تو... مگر تم بتاؤ، اس پوری روداد کے بعد تمھارا کیا خیال ہے پرنس صاحب؟،،

''خود تم کیا سوچتے ہو؟،، پرنس نے رگوژین کو ملال کے ساتھ دیکھتے ہوئے سوال پر سوال کر لیا۔
''بھلا، میں کچھ سوچ سمجھ سکتا ہوں؟،، رگوژین نے اگل دیا۔ وہ آگے اور بھی کہنا چاهتا تھا مگر دل پر ملال اس قدر تھا کہ خاموش رہ گیا۔
پرنس اٹھا اور اس بار اس نے پھر چلنے کا ارادہ کیا۔
''میں بہرحال تمھارے راستے میں نہیں آؤں گا،، آهستہ سے زبان پر آیا۔ جیسے کہا نہیں، صرف سوچا۔ کوئی اندرونی اور درپردہ الجھن تھی، اس کا جواب دے دیا۔
''جانتے ہو، میں تم سے کیا کہنے والا ہوں!،، یکایک رگوژین میں جان پڑ گئی اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میری خاطر خود کیسے پیچھے ہٹ جاتے ہو؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی محبت دل سے جاتی رہی؟ پہلے تو تم پر غم الفت سوار رہتا تھا، میں چشمدید گواہ ہوں۔ ورنہ کیا وجہ کہ تم وہاں سے دیوانہ‌وار چلے آرہے ہو؟ کیا صرف ترس آ گیا تھا؟ (یہ کہتے وقت رگوژین کا چہرہ زهرخند کے ساتھ ترچھا ہو گیا تھا) ہی، ہی!،،
''کیا تمھیں خیال ہے کہ میں تم سے فریب کر رہا ہوں؟،، پرنس نے پوچھا۔
''نہیں، ویسے تو تمھارا اعتبار ہے مجھے، لیکن معاملہ سمجھ میں نہیں آرہا۔ غالباً صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری ہمدردی یا رحم خود میری محبت سے زیادہ شدید ہے!،،
اس وقت رگوژین کے چہرے پر بغض و عداوت کی تیز لہر دوڑ گئی جو اظہار کےلئے بیتاب تھی۔
''تمھاری محبت بھی خوب ہے کہ عداوت میں اور اس میں تمیز کرنا ممکن نہیں،، پرنس نے مسکرا کر کہا ''مگر جب یہ نشہ اتر جائے گا تو زیادہ مصیبت کا سامنا ہوگا۔ میں، برادر پرفیون، تمھیں آج جتائے دیتا ہوں...،،
''تو کیا میں اس کے ٹکڑے کر دوں گا؟،،
پرنس کانپ اٹھا۔
''تب خاص اسی آج کی محبت کے کارن جتنے صدمے اب سہہ

رہے ہو، ان کے سبب، آئندہ اس کی صورت سے بیزار ہو جاؤگے۔ مجھے تو یہ بات سخت حیران کئے ہوئے ہے کہ وہ پھر سے تمھارے ساتھ شادی پر آمادہ کیسے ہوگئی؟ کل جب میں نے سنا تھا تو یقین کرنا مشکل تھا۔ اور دل پر گراں گزرا تھا۔ دو بار تو یہ ہو چکا ہے نا کہ تم سے دامن چھڑا کر، عین شادی کے موقع پر وہ فرار ہوئی — مطلب یہ کہ برا وقت آنے سے پہلے ہی وہ کھٹک گئی ہے!.. تم میں اب ایسی کونسی خوبی نکل آئی؟ تمھارا روپیہ تو وجہ بننے سے رہا۔ فضول بات۔ اور روپیہ تو اس پر تم اندھادھند بہا چکے۔ تو پھر؟ کیا اسے شوہر درکار ہے؟ تو تمھارے سوا بھی اسے شوہر کا قحط نہیں تھا۔ تمھیں چھوڑ کر، کسی بھی قسم کا آدمی بہتر رہتا، کیونکہ تمھارا کیا، تم تو اسے قتل کر گزرو۔ اور وہ، عین ممکن ہے، اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہو۔ اب رہا یہ کہ تم اس سے اتنی شدید محبت کرتے ہو۔ ہاں یہ البتہ سبب ہو سکتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جنھیں خاص ایسے ہی پیار کی جستجو ہوتی ہے — صرف ایسے ہی...،،

پرنس کہتے کہتے رکا اور سوچ میں پڑ گیا۔

''یہ کیا ہے کہ تم میرے والد کی تصویر دیکھ کر پھر تمسخر سے مسکرا دئے؟،، رگوژین نے پوچھا جو پرنس کے چہرے کا رنگ، اس کا اتار چڑھاؤ، اڑتی ہوئی کیفیت غیر معمولی انہماک سے دیکھے جا رہا تھا۔

''پوچھتے ہو کیوں مسکرا دیا؟ مجھے ایک خیال آگیا تھا کہ اگر تم اس آفت میں گرفتار نہ ہوئے ہوتے، اگر یہ عشق و محبت کا ماجرا نہ ہوتا تو تم ہوبہو اپنے باپ پر گئے تھے، عنقریب انھی کے نقش قدم پر جاتے۔ اس مکان میں اکیلے چپ‌چاپ اپنی فرماں‌بردار، بےزبان بیوی کے ساتھ رہتے اور شاذ و نادر ہی کٹیلی زبان کھولتے، کسی دوسرے آدمی پر اعتبار نہیں، اور کسی کا اعتبار پانے کی ضرورت نہیں۔ صرف روپے آنے پائی کے حساب میں لگے رہتے، خاموشی سے، بےدلی سے۔ البتہ کبھی کبھار قدیم مذہبی کتابوں کی مدح سرائی کیا کرتے اور قدامت‌پسند عقیدوں سے لو لگایا کرتے، وہ بھی کب، عمر کے آخری دور میں...،،

''هنس لو جی بھر کے۔ وہ یہاں حال ہی میں آئی تھی تو اس نے بھی یہ پورٹریٹ دیکھ کر لفظ بلفظ یہی بات کہی۔ کمال ہو گیا۔ تم دونوں ہر بات میں غیب سے ایک ہی...''

''یعنی یوں کہو کہ وہ اس جگہ آچکی ہے؟''، پرنس کو کرید لگ گئی۔

''ہاں، آچکی ہے۔ دیر تک مرحوم کی اس تصویر کو تکتی رہی۔ ان کے بارے میں پوچھتی گچھتی رہی۔ بعد میں مذاق اڑاتے ہوئے بولی 'تم بالکل ہو بہو ایسے ہی ہوتے، پرفیون سیمیونچ، تم میں طوفانی جذبہ ہے، ایسی جنونی لہر آتی ہے کہ اس کے ساتھ تم بھی سائبیریا بہہ جاتے قید بامشقت کاٹنے، اگر کہیں تم میں عقل کی کمی ہوتی تو۔ وہ تو خیریت گزری کہ تم میں عقل بڑی ہے۔ (یہی کہا تھا اس نے، مانو یا نہ مانو، اور ہاں پہلی دفعہ ہی میں نے اس کی زبانی ایسے لفظ سنے!) 'تم اپنی اب کی ساری شرارتوں سے ہاتھ دھو لیتے۔ اور چونکہ تم آدمی ہو جاہل لٹھ، تو بیٹھ جاتے تھلے پر روپیہ جوڑنے، اپنے باپ کی طرح، اسی مکان میں، اپنے انھی اسکوپیتس عقیدےوالوں کے ساتھ، پھر آخر میں خود بھی اسی عقیدے کی راہ پر ہو لیتے، تم بھی انھی کی طرح اپنے روپیے سے اتنا پیار کرتے کہ بیس لاکھ کا تو ذکر چھوڑو، ایک کروڑ جمع ہوجاتا اور اپنے روپیے کی بوریوں پر بیٹھے بیٹھے بھوک سے جان دے دیتے۔ کیونکہ تم میں جنون ہے، جس بات کا بھی جنون سوار ہو جائے، اسے انتہا کو پہنچا کر دم لوگے۔'، ٹھیک یہی کہہ گئی وہ۔ تقریباً لفظ بلفظ نقل کیا ہے میں نے۔ پہلے کبھی میرے ساتھ اس طرح کی گفتگو کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ مجھ سے بات ہوتی ہے تو فضولیات پر، یا پھر چٹکیوں میں اڑایا کرتی ہے مجھے۔ ہاں، اتنا کہہ چکی تو ہنسنے لگی اور پھر دیکھتا ہوں تو دل میلا کئے بیٹھی ہے۔ سارے گھر کا معائنہ کرنے نکلی اور نجانے کاہے سے بدک گئی۔ میں نے کہا 'اس گھر میں ادل بدل ضرور کراؤں گا میں، ورنہ پھر شادی کے موقع پر دوسرا مکان خرید لوں گا۔'، کہتی کیا ہے 'نہیں، جی، نہیں ادل بدل کی کیا ضرورت، ہم اسی میں رہ لیں گے۔ جب میں تمھاری بیوی بن جاؤں تو تمھاری ماں کے پاس ہی رہنا چاہتی ہوں، میں اسے اماں جی کے پاس لے گیا۔ ان سے

اتنی جھک کر ملی جیسے سگی بیٹی ہو - اماں کا حال ہے کہ بہت پہلے، دو سال ہونے آئے، عقل و ہوش قریب قریب کھو بیٹھی ہیں (بیمار رہتی ہیں) اور جب سے میرے باپ کا انتقال ہوا، وہ بالکل ہی ننھی بچی ہو کر رہ گئیں - بولتی چالتی بھی نہیں، ٹانگیں جواب دے گئیں، جو بھی سامنے نظر آ جائے، آداب کے لئے سر جھکا دیتی ہیں، بس - اگر انہیں کھانا نہ دو تو تین تین دن ایسے ہی بیٹھی رہیں گی، پتہ ہی نہ چلے گا - میں نے اماں کا داهنا ہاتھ تھاما، انگلیاں تہہ کیں اور کہا 'اماں، ان کے سر پر ہاتھ پھیرو، مجھ سے شادی ہونے والی ہے ان کی' - تو اس موقع پر اماں کا ہاتھ بھی اس نے خلوص دل سے چوما - کہا کہ 'تمھاری اماں نے زندگی میں یقیناً بڑے صدمے اٹھائے ہوں گے' - یہ کتاب تھی، میرے ہاں، اس کی نظر پڑ گئی - 'یہ کیا؟ تم نے ''روسی تاریخ،، پڑھنی شروع کر دی؟' (حالانکہ خود ہی ماسکو میں ایک مرتبہ کہہ چکی تھی کہ تم بھی تھوڑا بہت علم حاصل کر لیتے کسی چیز کا، اور کچھ نہیں تو سلوبیوف کی ''روسی تاریخ،، ہی پڑھ ڈالتے، تم تو بالکل ہی کورے ہو -) ہاں تو کتاب دیکھ کر بولی 'اچھا کیا، ایسا ہی ہونا چاہئے، اب اسے پڑھ ڈالو - میں ترتیب وار فہرست بنا کے دوں گی تمھیں کہ اول اول کونسی کتابیں پڑھنی ضروری ہیں - بتاؤں کہ نہیں؟'، اس سے پہلے، کبھی، کسی وقت بھی اس نے یوں باتیں نہیں کی تھیں - یہاں تک کہ خود مجھے تعجب میں ڈال دیا - پہلی بار میں نے جیتے جاگتے آدمی کی طرح سانس لیا - ،،

''مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی پرفیون،، پرنس نے خلوص دل سے کہا - ''بہت ہی خوش ہوں - کون جانے، تمھارا سنجوگ ہی خدا کی مرضی ہو - ،،

''یہ تو کبھی ہونے والا نہیں!،، رگوژین تڑخ کر پکارا -

''سنو پرفیون، اگر تم اس سے اتنا ہی پیار کرتے ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم اس کی نظروں میں چڑھنا نہ چاہو؟ اور اگر تم اس سے اپنی عزت کے خواستگار ہو تو اس کی امید بھی ضرور ہوگی - ابھی ذرا دیر پہلے میں کہہ چکا ہوں کہ ایک معمہ ہے میرے سامنے جو حل نہیں ہوتا: وہ تم سے شادی پر رضامند کیوں ہے؟ اگرچہ میرے پاس اس کا دوٹوک جواب نہیں، تاہم اس

میں بھی شک نہیں کہ اس کا کوئی سبب، معقول اور کافی سبب ہونا چاہئے۔ اسے تمھاری محبت کا تو پورا یقین ہے۔ مگر اس کے سوا تمھاری بعض اور صفات کی قدر بھی ضرور کرتی ہوگی۔ اس کے برخلاف ہو نہیں سکتا! یہ جو تم نے ابھی سنایا اس سے اور بھی میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ تم ہی کہہ رہے تھے کہ اب تک جس بری طرح پیش آیا کرتی تھی، جیسے اکھڑی باتیں کیا کرتی تھی، اب کی بار اس سے بالکل مختلف زبان میں گفتگو کی، اور یوں تم سے بات کرنے کی راہ نکال لی۔ تم اصل میں شکی مزاج اور جلے تن ہو، جو بھی ذرا بری بات نظر میں آتی ہے، اسے بڑھا چڑھا کر دیکھتے ہو۔ وہ، بہرحال، اب تمھارے بارے میں اتنی بری رائے نہیں رکھتی جتنا تم کہتے ہو۔ ورنہ تم سے شادی کرنے کا اور کیا مطلب نکلتا ہے سوائے اس کے کہ جان بوجھ کر پانی میں ڈوبنے یا چھری تلے مرنے چلی ہے۔ بھلا کہیں یہ ممکن ہے؟ کون ہے جو اپنے ہاتھوں ایسی ہلاکت مول لےگا؟''

رگوژین تلخ مسکراہٹ کے ساتھ پرنس کی گرم گفتاری سنتا رہا۔ مگر جو رائے اس نے قائم کر رکھی تھی اس میں فرق نہیں آیا۔

''تم ایسی آنکھوں سے مجھے کیوں گھور رہے ہو پرفیون؟'' پرنس نے دلی ملال کا بےاختیار اظہار کر ہی دیا۔

''پانی میں ڈوبنے یا چھری تلے جان دینے!'' آخر اس نے وہی بات دہرائی۔ ''چھی! اسی لئے تو وہ مجھ سے بیاہ کرنے چلی ہے کہ مجھ سے چھری کی امید رکھتی ہے! کیا واقعی، صاف کہنا پرنس، آج تک تمھارے پلے نہیں پڑا کہ سارے معاملے کی اصلیت کیا ہے؟''

''تمھاری بات ہی پلے نہیں پڑ رہی ہے۔''

''ہاں، کیا تعجب، سیدھے صاف سمجھ میں نہ آرہا ہو۔ ہی، ہی، تبھی تو تمھارے بارے میں کہتے ہیں کہ ذرا سی... کسر رہ گئی۔ وہ محبت کرتی ہے دوسرے شخص سے — اب سمجھ لو صاف! ٹھیک ایسے، جیسے میں اب اس سے پیار کرتا ہوں، ٹھیک ایسے ہی اب وہ دوسرے کو چاہتی ہے۔ تم جانتے ہو، وہ دوسرا ہے کون؟ وہ دوسرا ہو خود تم! کیا، اب تک تمھیں خبر نہیں تھی؟''

''میں ہوں وہ؟''

''ہاں، تم - وہ ٹھیک اسی وقت سے تمھاری محبت میں مبتلا ہوئی جب وہ نام رکھائی کی دعوت ہوئی تھی - صرف یہ اڑچن ہے کہ تم سے شادی ممکن نہیں - وجہ یہ کہ اگر ایسا ہو تو اس میں تمھاری بدنامی ہوگی اور آئندہ کےلئے تمھاری زندگی تباہ ہو جائےگی - کہتی ہے 'میں تو جیسی ہوں، سب پر روشن ہے'۔ یہ ایک بار نہیں، آج تک کئی بار زور دے دے کر کہہ چکی ہے، خود میرے منہ پر کہتی رہی ہے - تمھاری عزت پر آنچ آئے، تمھارا مستقبل برباد ہو جائے، اس سے ڈرتی ہے، یہ گوارا نہیں - مگر میں، میرا کیا! کوئی حرج نہیں - مجھ سے شادی میں کیا بگڑتا ہے! دیکھو، کس شمار قطار میں مجھے رکھا ہے اس نے، ذرا ملاحظہ کرو!''

''تو پھر یہ کیسے کہ تمھارے پاس سے فرار ہوکر میرے پاس آئی اور... میرے پاس سے...''

''تمھارے یہاں سے میرے پاس! ہی، ہی، اس کا کیا ہے، بیٹھے بٹھائے جو بھی چل اٹھے! آجکل اس کے دماغ کو تو گرمی چڑھی ہوئی ہے - کبھی مجھ پر گرم ہو جاتی ہے 'تم سے شادی کرنا تو پانی میں ڈوب مرنا ہے!'، خود جلدی مچاتی ہے، دن مقرر کراتی ہے اور جب وقت نزدیک آنے لگتا ہے، خود بدک جاتی ہے یا بالکل اور ہی دھن سوار ہوتی ہے اس پر، خدا جانے - تم نے تو دیکھ ہی لیا نا! اس کا رونا، ہنسنا، پھر سرسامی حالت میں تڑپنا، ہاں، اس سلسلے میں یہ کوئی معمہ نہیں کہ وہ تمھارے پاس سے بھی نکل بھاگی - اس وقت تمھیں چھوڑ گئی تھی تو وجہ صاف ہے کہ خود یہ جان کر پریشان ہو گئی کہ تم سے کتنی شدید محبت ہے - تمھارے یہاں ٹھیر کر اس شدت کی تاب نہ لا سکی - ابھی تم کہہ رہے تھے کہ تب میں نے اسے ماسکو میں ڈھونڈھ نکالا، نہیں، غلط، وہ خود تمھارے پاس سے بھاگ کر آگئی تھی - 'دن مقرر کر لو، بولی 'میں تیار ہوں! شمپین نکالو! پئیں، ذرا چل کر بنجاروں کے گانے سنیں!'، چیخنے چلانے لگی - میں نہ ہوتا تو کبھی کی پانی میں خود کو پھینک دیتی - سچ کہتا ہوں - اگر اب تک نہیں ڈوبی ہے تو شاید اس لئے کہ مجھے وہ اس سے بھی زیادہ دہشتناک سمجھتی ہے - میری بیوی بننا قبول ہے تو محض بغض یا

کینے کے سبب۔ بیاہ کرےگی تو، بالکل پکی بات ہے، کہ اس نیت سے کہ عذاب مول لینا ہے۔ ،،

'یہ کیا کہتے ہو، تمھیں کیا ہوا ہے!،، پرنس بے تحاشا پکارا اور اسے چپ لگ گئی۔ دھشت سے رگوژین کی صورت دیکھنے لگا۔

''کیوں، رک کیوں گئے، آگے بتاؤں تم عین اس لمحے کس سوچ میں ہو؟،، وہ ٹھنک کر بولتا گیا۔ ''تمھارے دماغ میں یہ ہے کہ 'ایسے میں وہ کیوں اس شخص سے دامن باندھے؟ بھلا اس کا موقع ھی کیوں آنے دیا جائے؟، یہی نا، تم اسی ادھیڑبن میں ہو؟،،

''میں اس غرض سے یہاں نہیں آیا ہوں پرفیون، تمھیں بتاؤں، میرے دماغ میں بالکل یہ خیال نہیں تھا...،،

''ممکن ہے اس غرض سے نہ آئے ہو، ممکن ہے یہ خیال دماغ میں نہ رہا ہو، مگر اب صرف وہی ادھیڑبن ہے، وہی غرض ہے فی‌الوقت۔ ھی، ھی! بس کرو، بہت ہوا۔ اتنا چکرانے کی کیا ضرورت ہے۔ بنو مت! کیا واقعی اب تک تمھیں نہیں معلوم تھا؟ حیرت ہوتی ہے تم پر!،،

''یہ سب رقابت ہے، جلن ہے، یہ مرض ہے۔ پرفیون، تم بات کا بتنگڑ بنا رہے ہو۔ تمھیں ہوا کیا ہے؟،، پرنس نے ادبدا کر انتہائی بےقراری سے کہا۔

''بس، جانے دو!،، پرفیون رگوژین بڑبڑایا اور پرنس کے ھاتھ سے وہ چاقو جھپٹ لیا جو اس نے میز پر پڑی ہوئی کتاب کے پاس سے اٹھا لیا تھا اور لےکر پھر وھیں رکھ دیا۔

''جب میں پیترسبورگ کی طرف روانہ ھوا تبھی، گویا مجھے اس کا علم ھو گیا تھا، تبھی یہ دھڑکا لگا ھوا تھا...،، پرنس کہتا گیا ''ادھر آنے کو دل ھی نہیں ھو رہا تھا۔ چاھتا تھا، یہاں کی ہر ایک بات بھول جاؤں — دل سے نکال پھینکوں! خیر، اب چلتا ہوں... مگر تمھیں ہوا کیا!،،

بات کرتے کرتے، بےخیالی میں پرنس نے میز سے وھی چاقو پھر اٹھا لیا۔ اور پھر وھی ھوا کہ رگوژین نے اس کے ھاتھ سے جھٹک کر چاقو لیا اور وھیں اسی جگہ رکھ دیا۔ یہ ایک معمولی

قسم کا چاقو تھا، بارہ سنگھے کے سینگ کا دستہ، اور اس پر کوئی چھ انچ لمبا پھل، اوسط درجے کی چوڑائی۔ یہ مڑنےوالا چاقو نہیں تھا۔

پرنس اس بات پر جزبز ہے کہ دو بار وہی چاقو اس کے ھاتھ سے جھٹک کر چھینا گیا، رگوژین نے یہ دیکھا تو جھنجھلا کر چاقو اٹھایا، اسے کتاب میں ڈالا اور کتاب دوسری میز کی طرف اچھال دی۔

''تم، کتاب کے ورق، تم کیا اس سے کاٹتے ھو؟،، پرنس نے سوال کیا، لیکن خود فراموشی کے عالم میں۔ اب تک وہ سنگین خیالات کے بوجھ میں دبا نظر آتا تھا۔

''ھاں، ورق تو...،،

''مگر یہ تو باغبانی کا چاقو ہے نا؟،،

''ھاں ہے تو— کیا باغبانیوالے سے کاغذ کاٹنا منع ہے؟،،

''نہیں تو —مگر یہ بالکل نیا ہے۔،،

''تو کیا ھوا، نیا ہے تو کیا؟ میں آجکل میں نیا چاقو بھی نہیں خرید سکتا کیا؟،، رگوژین نے اکھڑے ھوئے لہجے میں چیخ کر کہا۔ ایک ایک لفظ پر اس کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا۔

پرنس کے رونگٹے کھڑے ھو گئے اور وہ ٹکٹکی باندھے رگوژین کو دیکھتا رہ گیا۔

''ارے، ھم بھی کیا — بیکار!،، وہ یکایک ھنس دیا اور اپنے حواس درست کرکے بولا ''معاف کرنا، برادر، میرا سر چکرا رھا ہے۔ جب ایسا ھو تو وھی، میرا پرانا مرض۔ میری بیماری کا... تو پھر ھوش ٹھکانے نہیں رھتے۔ بےخیالی۔ مضحکہخیز ھو جاتا ھوں۔ دور دور میرے ذھن میں یہ سوال نہیں تھے، مگر کیا پوچھنا تھا، وھی بھول گیا، خیر — اب رخصت!،،

''ادھر نہیں،، رگوژین نے کہا۔

''ارے بھول گیا تھا!،،

''اس طرف، ادھر سے چلو، میں پہنچائے دیتا ھوں۔،،

دونوں انھی کمروں سے ہوکر گزرے جن سے پرنس داخل ہوا تھا۔ رگوژین ذرا آگے آگے چل رہا تھا اور پرنس اس کے پیچھے۔ بڑے ہال میں داخل ہوئے۔ یہاں دیواروں پر کئی تصویریں لٹکی تھیں۔ پرانے وقتوں کے پورٹریٹ اور قدرتی مناظر، مگر ان تصاویر سے کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کیا ہے۔ دوسرے کمرے میں دروازے کے اوپر ایک تصویر ایسی تھی جو ہیئت کے لحاظ سے اچھی خاصی ندرت رکھتی تھی، لمبائی میں کوئی ڈھائی ہاتھ، مگر اونچائی میں زیادہ سے زیادہ دس انچ۔ اس تصویر میں حضرت مسیح کو، صلیب سے تبھی اتارا ہوا دکھایا گیا تھا۔ پرنس نے یہ تصویر بڑی باریکی سے دیکھی، گویا اسے دیکھ کر کچھ یاد آرہا ہو۔ مگر وہ ٹھیرا نہیں، دروازے کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ طبیعت پر سخت گرانی تھی اور جلد از جلد اس مکان سے نکل جانے کی لگی تھی۔ چلتے چلتے رگوژین اس تصویر کے سامنے تھم گیا۔

''یہ جتنی تصویریں یہاں نظر آتی ہیں، یہ سب روبل دو روبل میں نیلام کے مال سے خریدی گئی ہیں۔ والد صاحب مرحوم کو بہت شوق تھا۔ تصویروں کی پرکھ والے ایک شخص نے ان سب پر نظر ڈالی اور بولا 'باقی تو سب کباڑ ہے، البتہ یہ ایک، یہ جو دروازے کے اوپر ٹنگی ہے — یہ بھی دو کی خرید رہی ہوگی — یہ کام کی چیز ہے'۔ میرے والد کے کوئی پیچھے پڑا تھا کہ اس تصویر کے ساڑھے تین سو لے لیں، اور ایوان سویلیف جو ایک سیٹھ اور تصویروں کا بڑا شوقین تھا، وہ چارسو تک بولی دے گیا۔ پچھلے ہفتے میرے بھائی سیمیون سیمیونچ کو اسی تصویر کے پانچ سو آفر ہوئے تھے، مگر میں نے اسے روک لیا ہے۔

''ہاں، یہ مصور ہینس ہالبین (Hans Holbein) کی نقل ہے،'' پرنس نے کہا جس کی نظر تصویر پر ٹھیر چکی تھی۔ ''اگرچہ میری علمیت زیادہ نہیں، پھر بھی اتنا کہوں گا کہ نقل بہت لاجواب ہے۔ میں نے یہ تصویر غیرملک میں دیکھی تھی، یاد سے نہیں اتری آج تک... کیوں تمھیں کیا ہو گیا؟''

رگوژین نے تصویر کا قصہ وہیں چھوڑا اور پھر آگے آگے

ہو لیا۔ یکایک گم سم ہو جانا اور عجب طرح چڑ نے الجھنے لگنا، مزاج کی یہ کیفیت جو رگوژین میں خلاف توقع ظاہر ہوئی تھی، یہی سبب ہوگی اس کے ایک دم اکھڑ جانے کا۔ پھر بھی پرنس کو یہ اٹ پٹا معلوم ہوا کہ خود ھی اس نے ذکر چھیڑا اور خود ھی اس گفتگو کو درمیان سے یوں توڑا کہ بات کا جواب تک نہیں دیا۔

چند قدم بڑھنے کے بعد رگوژین نے جھٹ سے کہا ''سنو، مسٹر لیو نکولائی‌وچ، بہت دنوں سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ، خدا کو مانتے ہو یا نہیں؟،،

''سوال بھی تمھارا عجیب اور دیکھ بھی رہے ہو عجب نظروں سے!،، پرنس نے بلا ارادہ کہا۔

''میں اس تصویر کو شوق سے دیکھا کرتا ہوں،، وہ ذرا خاموشی کے بعد بولا۔ ظاہر تھا کہ اپنا سوال پھر بھول بھال گیا ہے۔

''خاص اسی تصویر کو؟،، پرنس محض ایک ناگہانی خیال کے اثر میں ڈوب کر ایک دم پکارا ''اس تصویر کو! یہ تو ایسی ہے کہ بعض آدمی اپنا ایمان کھو بیٹھیں!،،

''ہاں، ایمان کا خطرہ تو ضرور ہے،، رگوژین نے خلاف امید فوراً تائید کر دی۔

تب تک وہ بالکل باہر کے دروازے تک پہنچ چکے تھے۔

''یہ کیسے؟،، پرنس نے قدم روک لئے۔ ''کیا کہتے ہو تم؟ میں نے تو از راہ مذاق کہہ دیا تھا اور تم سنجیدگی سے! اور تم نے وہ سوال کیوں کیا تھا مجھ سے کہ خدا کو مانتا ہوں یا نہیں؟،،

''کوئی بات نہیں، ایسے ھی پوچھ لیا تھا۔ بہت پہلے پوچھنا چاہتا تھا۔ آجکل کے زمانے میں بہت لوگ ہیں جو خدا کو نہیں مانتے۔ ہاں، کیا یہ سچ ہے، مجھے ایک نشہ‌باز نے بتایا (تم تو ملک سے باہر رہ چکے ہو، جانتے ہوگے) کہ ہمارے ہاں روس میں ایسے لوگ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے، اتنے ہیں کہ باقی ساری زمین پر نہیں ہوں گے۔ کہنے لگا کہ ہمیں اس میں زیادہ آسانی ہے، وجہ یہ کہ ہم اوروں سے کہیں آگے نکل چکے ہیں...،،

رگوژین ہنسا اور ہنسی زہریلی تھی۔ اپنا سوال پورا کر لینے کے بعد اس نے دروازہ کھولا، چٹخنی کا ہینڈل پرنس کے باہر نکلنے

تک تھامے رہا۔ پرنس کو اس پر تعجب ضرور تھا مگر وہ باہر آگیا۔ اس کے پیچھے وہ بھی نکلا۔ اور زینے کے نیچے کشادہ جگہ قدم رکھ کر دروازہ اپنی پشت پر بند کر دیا۔ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے ایسا منہ لئے ہوئے جیسے دونوں بھول گئے کہ کہاں آ نکلے ہیں اور اب آگے کیا کرنا ہے۔

''اچھا، اب اجازت!،، پرنس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

''ہاں، رخصت!،، رگوژین نے اپنی طرف بڑھا ہوا ہاتھ زور سے، مگر محض عادتاً دباتے ہوئے، مصافحہ کیا۔

پرنس ایک سیڑھی نیچے اترا اور پھر مڑا۔

''ہاں وہ ایمان‌والی بات،، پرنس نے ذرا مسکراتے ہوئے شروع کیا (ظاہرا وہ رگوژین سے یوں جدا ہوتے ہچک رہا تھا)، اس کے علاوہ، یکایک ذہن میں کسی اتفاقی خیال کے ابھر آنے سے بھی وہ تازہ دم ہو گیا۔ ''ہاں، تو ایمان‌والی بات پر پچھلے ہفتے دو دن کے اندر چار مختلف آدمیوں سے سابقہ پڑا۔ صبح کے وقت میں ایک نئی ریلوے لائن سے سفر کر رہا تھا۔ چار گھنٹے تک س۔ نام کے ایک صاحب سے اسی پر بات ہوتی رہی۔ وہیں ریل میں مل گئے تھے۔ پہلے بھی ان کا ذکر بہت سن چکا تھا، دہریے کی حیثیت سے سنا تھا۔ واقعی بڑا ہی قابل شخص تھا اور جی خوش ہو گیا کہ صحیح معنی میں ایک عالم آدمی سے گفتگو ہوگی۔ صرف عالم فاضل نہیں، بلکہ اتنا مہذب اور بااخلاق کہ ایسے کم ہوتے ہیں۔ مجھ سے یوں باتیں کرتے رہے وہ صاحب گویا علم اور شعور میں بالکل اپنے برابروالے سے ہمکلام ہوں۔ خدا کو نہیں مانتے۔ مگر حیرت تو اس پر ہوئی کہ انہوں نے موضوع سخن پر تمام وقت میں کچھ کہا ہی نہیں۔ یہ سوچ کر میں اور بھی ششدر رہ گیا کہ پہلے بھی جتنے منکرین خدا ملے، جتنی بھی اس رنگ کی کتابیں پڑھیں، سب سے یہی جھلکتا ہے کہ تقریر میں بھی، تحریر میں بھی وہ لوگ موضوع سے ہٹ جاتے ہیں، اس پر نہیں آتے، حالانکہ یوں بظاہر وہی موضوع زیر بحث رہتا ہے۔ میں نے ان صاحب کو اپنے دل کی یہی بات بتا دی، لیکن یا تو میں وضاحت نہیں کرسکا یا مجھے کہنا نہیں آیا — ضرور یہی سبب ہوگا کہ وہ سن کر بھی کچھ نہیں سمجھے...

رات میں نے ایک قصباتی ہوٹل میں گزاری۔ وہاں اس سے گزشتہ شب خون ہو گیا تھا تو جب میں وہاں پہنچا، ہر ایک کی زبان پر اسی کا ذکر تھا۔ کاشتکار پیشہ، پختہ عمر کے دو آدمی، جنھوں نے پی بھی نہیں رکھی تھی، دونوں اچھے ملنے‌والے، ایک زمانے کے تعلقات، دونوں نے ساتھ چائے پی اور ایک ہی کمرے میں رات گزارنے لیٹ گئے۔ ایک نے دوسرے کو دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ دو دن سے اس کے پاس چاندی کی گھڑی ہے اور پیلے‌دانوں کی چین پڑی ہے جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ شخص کوئی چور نہیں، ایماندار تھا اور کاشتکاری رہن‌سہن سے غریب مفلس بھی نہیں تھا۔ مگر اسے اپنے ہمسفر کی یہ گھڑی اتنی پسند آئی، اشتیاق اتنا بڑھا کہ اس سے برداشت نہ ہو سکا: چھری اٹھائی اور جیسے ہی اس نے کروٹ لی، یہ آدمی پیچھے سے دبے پاؤں اس کے نزدیک گیا، نشانہ تاکا، آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں، اپنے اوپر صلیب کا نشان بنایا اور دل ہی دل میں تلخی سے دعا مانگی 'خدایا، حضرت مسیح کے صدقے میں معاف کر دینا!'، ایک ہی بھرپور ہاتھ میں اپنے ساتھی کا کام تمام کر دیا، بکرے کی طرح ذبح کر ڈالا اور مقتول کی گھڑی اتارلی۔ ''

رگوژین ہنسی سے لوٹ‌پوٹ ہو گیا۔ ایسا بے‌تحاشا ہنسے جا رہا تھا جیسے کوئی دورہ پڑ گیا ہو۔ ابھی جو افسردگی طاری تھی، اس کے فوراً بعد یہ قہقہے دیکھ کر بڑا ہی بے‌جوڑپن محسوس ہوتا تھا۔

''بس یہی مجھے پسند ہے! نہیں، یہ ہوئی سب سے بڑھیا بات!،، وہ ہاتھ پاؤں پٹک کر پکارا، دم پھولا جارہا تھا ''ایک ہے جو خدا پر ایمان ہی نہیں رکھتا، دوسرے کا ایمان اتنا پختہ ہے کہ دعا دم کر کے آدمی کو ذبح کرتا ہے... نہیں جی، برادر پرنس، کمال کی بات ہوئی۔ ہا، ہا، ہا! یہ ہے، ایسی آج تک نہیں سنی تھی!،،

اگرچہ رگوژین کے ہونٹوں پر ہنسی کی لہر اب بھی بے‌قابو ہوتی جا رہی تھی، مگر جیسے ہی اس کے قہقہے کا تار ٹوٹا، پرنس نے اپنے بیان کا سلسلہ پھر جوڑا ''ہاں تو، دوسرے دن صبح میں شہر گھومنے نکلا۔ دیکھتا ہوں کہ کاٹھ کے فٹ پاتھ پر ایک

مدھوش فوجی لڑھک رہا ہے، بالکل پھٹے حالوں۔ میرے نزدیک آیا 'صاحب، چاندی کی صلیب ہے، خرید لیجئے، صرف دو آنے میں دے دوں گا۔ سچی چاندی کی ہے!'، ھاتھ میں صلیب تھامے، یقیناً تبھی گلے میں سے نکالی ہوگی۔ نیلے، پکے اور میل کھائے فیتے میں بندھی تھی۔ دیکھتے ھی نظر آ گیا کہ چاندی کی نہیں، خالص ٹین کی ہے، بڑے سائز کی، ہشت پہل، پورے بازنطینی نقش‌والی صلیب تھی۔ میں نے جیب سے دو آنے نکالے، اس کے حوالے کئے اور صلیب وھیں اپنے گلے میں ڈال لی۔ فوجی کے چہرے سے ظاھر تھا کہ بدھو جنٹلمین کو غچہ دینے پر خوش ھے اور فوراً صلیب کے پیسے شراب میں اڑانے چل دیا۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ بھائی میرے، ان دنوں میں گہرے اثر میں تھا ان تمام باتوں کے جو میرا دامن روس کی طرف کھینچ رھی تھیں۔ روس کے بارے میں پہلے سے تو کچھ علم تھا ھی نہیں کیونکہ پلا بڑھا علم سے بےبہرہ۔ پھر جب ملک سے باھر رھنا ھوا تو پانچ برس کے دوران روس کے بارے میں خیالی گھوڑے ھی دوڑاتا رھا۔ صلیب لے کر چلا اور سوچتا جاتا ھوں: نہیں، اس مسیح فروش کو برا یا بھلا کہنے میں جلدی نہیں کروں گا۔ خدا ھی بہتر جانتا ہے کہ ان شراب کے مارے ھوئے کمزور دلوں میں کیا کچھ ہے۔ گھنٹہ بھر بعد جب میں ھوٹل واپس آرھا تھا تو ایک عورت کا سامنا ھو گیا جو شیر خوار بچے کو گود میں لئے تھی۔ عورت ابھی نوعمر تھی، بچہ ھوگا کوئی چھ ھفتے کا۔ بچہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا اور اس عورت کا کہنا تھا کہ دنیا میں آنکھ کھولنے کے بعد پہلی بار مسکرایا ہے۔ دیکھتا ھوں کہ اس نے ایسی عقیدت سے، ایسے الوھی جذبے سے خود پر صلیب کا نشان بنایا کہ بس! 'یہ کیا رے لڑکی؟'، میں پوچھ بیٹھا (اس زمانے میں بےتکلف سوال کر لیا کرتا تھا۔) بولی 'جیسے ماں کی خوشی ھوتی ہے نا جب وہ گود میں پہلی بار اپنے بچے کو ھمکتے مسکراتے دیکھتی ہے، ایسے ھی خدا کو ھر بار خوشی ھوتی ھوگی جب بھی وہ آسمان سے دیکھتا ھوگا کہ گنہگار بندہ سچے دل سے اس کے سامنے دعا کےلئے ھاتھ پھیلا رھا ہے۔'، یہ مجھ سے اس سیدھی‌سادھی عورت نے کہا، تقریباً انھی لفظوں میں کہا، ایسی گہری، باریک، نازک اور مذھبی صداقت کو بیان

کر دیا، اس خیال کو جس میں مسیحیت کا نچوڑ پورے کا پورا سما گیا، یعنی یہ تصور کہ خدا ہمارے حقیقی باپ کے مانند ہے اور خدا کا انسان سے خوش ہونا جیسے باپ کا اپنے سگے بیٹے سے قلبی راحت پانا، یہی اصل اصول ہے مسیح کے خیال کا! ایک معمولی سی عورت! تھی بہرحال ماں... اور کسے خبر، ممکن ہے یہ عورت اسی صلیب فروش فوجی کی بیوی ہو۔ سنو، پرفیون، تم نے ابھی جو سوال کیا تھا، تو میرا جواب یہ ہے: مذہبی جذبے کا اصل جوہر نہ کسی بحث و دلیل کا محتاج ہے، نہ کسی عمل یا جرم کا پابند اور نہ کسی قسم کی دہریت سے اسے کوئی واسطہ۔ یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے، اور ہمیشہ یہ کچھ اور ہی رہے گا۔ یہاں کوئی ایسی بات ہے جس کے بارے میں لامذہبیت ہمیشہ لغزش کرےگی، اور اس کی بات ٹال جائےگی۔ مگر اصل چیز وہ ہے کہ یہ روسی دل پر زیادہ صاف، زیادہ واضح اور فوراً نظر آجاتا ہے! میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ یہ میرے اولین اور سب سے پختہ اعتقادوں میں سے ایک ہے جو میں نے اپنی سرزمین روس میں آ کر پایا۔ کچھ ہے کرنے کو پرفیون! ہماری سرزمین وطن پر، میری مانو، ہمیں کچھ کرنا ہے! یاد کرو، ہم دونوں ماسکو میں کیسے ملتے اور باتیں کیا کرتے تھے ایک زمانے میں... میرا تو بالکل دل نہیں چاہتا تھا اب یہاں واپس آنے کو، اور دور دور گمان نہیں تھا کہ تم سے ایسی ملاقات ہوگی! خیر، جو ہوا سو ہوا! چلتا ہوں، خدا حافظ۔ خدا تمھارا نگہبان ہو!،،

وہ مڑا اور زینے سے نیچے اترنے لگا۔

''لیو نکولائیوچ!،، پرفیون رگوژین نے اوپر سے آواز دی۔ تب تک پرنس نیچے کشادہ سی جگہ پر پہنچ چکا تھا۔ ''وہ کراس، وہ جو فوجی سے خریدی تھی، ہے تمھارے پاس؟،،

''ہاں، ہے تو۔،،

پرنس جاتے جاتے پھر اٹکا۔

''ذرا دکھانا مجھے۔،،

پھر نئی سوجھی۔ پرنس نے سوچا، چند سیڑھی اوپر چڑھا اور اپنی کراس گلے سے اتارے بغیر دکھانے کو سامنے کردی۔

''مجھے دے ڈالو،، رگوژین نے کہا۔

''کس لئے؟ کیا تمھیں..؟''
پرنس اس صلیب کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔
''میں اسے پہنا کروں گا۔ اور اپنی تمھیں دے دیتا ہوں، تم پہننا۔''
''یعنی صلیبوں کی ادلا بدلی چاہتے ہو؟ یوں سہی، اگر ایسا ہو تو میں خوش۔ ہم تم بھائی بھائی ہو جائیں گے!''
پرنس نے اپنی ٹین کی کراس اتاری، پرفیون نے اپنی سونے کی اور دونوں نے بدل لیں۔ پرفیون خاموش رہا۔ پرنس کو شاق گزرنے کے ساتھ اس پر تعجب تھا کہ وہ پہلے کی بے اعتباری، وہ تلخ اور کسی قدر تمسخرآمیز مسکراہٹ، اب تک اس کے منہ بولے بھائی کے چہرے سے گئی نہیں تھی، کم از کم چند لمحے تو وہ بہت ہی نمایاں نظر آئی۔ پھر رگوژین نے پرنس کا ہاتھ خاموشی سے اپنے ہاتھ میں لیا اور تھوڑی دیر یونھی کھڑا رہا، گویا کچھ ہے جس کا فیصلہ کرنے میں اٹک رہا ہے۔ آخر اسے تھامے ہوئے اپنے پیچھے لے چلا۔ ''چلو، چلتے ہیں'' ایسی آواز میں کہا جو صاف سنائی نہیں دی۔ آگے پیچھے دونوں پہلی منزل کی کشادہ جگہ سے گزرے اور ایک دروازے پر پہنچ کر گھنٹی بجائی جو اس دروازے کے عین مقابل تھا جس سے وہ نکلے تھے۔ دروازہ جلدی سے کھل گیا۔ ایک بہت بوڑھی عورت، خمیدہ کمر، سیاہ پوش، سر پر رومال باندھے، خاموشی سے رگوژین کے سامنے تعظیم بجالائی۔ آنےوالے نے رواروی میں اس ضعیفہ سے کچھ دریافت کیا اور جواب کا انتظار کئے بغیر پرنس کو کمروں میں سے گزارتا ہوا آگے لےچلا۔ پھر وھی تاریک کمرے، کوئی غیرمعمولی بےرونق صفائی، بےروح اور بےلطف طریقے سے دقیانوسی فرنیچر، اس پر صاف ستھرے، سفید غلاف چڑھے ہوئے۔ اطلاع دئے بغیر رگوژین اسے ایک چھوٹے سے کمرے میں لےکر داخل ہوا جو ڈرائنگ‌روم سے مشابہ تھا۔ گہرے رنگ روغن کی مہاگنی لکڑی کا دونوں طرف دو دروازوں‌والا پارٹی شن اسے تقسیم کر رہا تھا۔ غالباً دوسری طرف خوابگاہ ہوگی۔ ڈرائنگ‌روم کے ایک کونے میں آتشدان کے پاس کوئی مختصر سی بڑی بی آرام کرسی میں دھنسی بیٹھی تھیں۔ یوں تو بہت بوڑھی نظر نہیں آئیں، بلکہ خاصی تندرست تھیں، چہرہ گول، بشاش،

لیکن بال پورے سفید اور (پہلی ہی نظر میں بڑھاپے کی یہ علامت صاف معلوم ہو جاتی تھی کہ) قطعی سٹھیا چکی تھیں۔ انھوں نے سیاہ اونی ڈریس پہن رکھا تھا، گردن پر بڑا سا سیاہ رومال لپٹا تھا اور سیاہ فیتے لگی چٹی سفید ٹوپی سر پر تھی۔ پاؤں چھوٹے سے اسٹول پر ٹکے ہوئے تھے۔ ان کے پہلو میں ایک اور صاف ستھری بڑی بی موجود تھیں، عمر میں ان سے ذرا بڑی، وہ بھی ماتمی لباس میں تھیں۔ ان کے سر پر بھی ویسی ہی سفید ٹوپی۔ یہ پہلی والی کی هم نشین ہوں گی۔ خاموشی سے موزے بننے میں مصروف تھیں۔ دونوں هی بوڑھیائیں یقیناً بالکل گم سم رہتی ہوں‌گی۔ پہلی‌والی بڑی بی نے رگوژین کو اور ساتھ میں پرنس کو دیکھا تو مسکرا دیں اور شفقت سے، اپنی خوشنودی کا اظہار کرنے کےلئے بار بار سر جھکایا۔

''اماں،، رگوژین نے ان کے ھاتھوں کو بوسه دے کر کہا ''یه هیں میرے عزیز دوست، پرنس لیو نکولائی‌وچ میشکن۔ هم نے آپس میں کراس بدلے هیں۔ ماسکو میں جب هم تھے تو ایک وقت وہ میرے سگے بھائی کی طرح پیش آئے۔ میرے لئے بہت کیا ھے انھوں نے۔ انھیں دعا دو اماں، اپنے سگے بیٹے کی طرح۔ ٹھیرو، میں، هاں ایسے، لاؤ میں تمھارا هاتھ سنبھالوں...،،

رگوژین کے مدد پر آنے سے پہلے هی بڑی بی نے داهنا هاتھ اٹھایا، تین انگلیاں جوڑ کر تین بار عقیدت کے ساتھ پرنس پر صلیب کا نشان بنایا۔ اور پھر ایک بار شفقت و عنایت سے اپنا سر جھکا کر خوشنودی کا اظہار کیا۔

''اچھا تو، اب چلئے لیو نکولائی‌وچ،، پرفیون نے کہا ''میں صرف اسی کے لئے تمھیں ادھر لایا تھا...،،

وهاں سے نکل کر جب دوباره زینے پر آ گئے تو پرفیون نے اضافه کیا ''دیکھو، اب اماں تو کچھ سمجھتی نہیں که کیا کہا جا رھا ھے۔ میرے لفظ بھی کچھ نه سمجھی هوں گی۔ مگر تم کو اشیرباد دے دی۔ مطلب یه که خود اپنی مرضی سے کیا... اچھا اب رخصت۔ میرا بھی وقت هو گیا، تمھارا بھی۔ ،،

یه کہه کر اس نے اپنی طرف کا دروازه کھول لیا۔

''لاؤ، خیر، رخصت هوتے وقت تمھیں گلے تو لگا هی لوں،

عجیب آدمی ہو تم بھی!،، پرنس پکارا، رگوژین کو دوستانہ ملامت بھری نظر سے دیکھتے اور اس کی طرف بازو پھیلاتے ہوئے۔ مگر پرفیون نے ابھی ہاتھ پوری طرح اٹھائے بھی نہ تھے کہ پھر چھوڑ دئے۔ وہ کچھ طے نہیں کر پایا۔ ذرا رخ پھیر لیا تاکہ پرنس سے نظر چار نہ ہو۔ وہ اسے گلے لگانے سے کترا رہا تھا۔

''ڈرو مت! میں نے تمھاری کراس لی، سہی، مگر گھڑی لینے کے لئے ذبح نہیں کروں گا!،، وہ بےاختیار کہہ گزرا اور ایک دم عجب طرح قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ لیکن اتنے میں اس کے چہرے کے نقوش بدلے: منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں، ہونٹ لرزنے لگے، آنکھوں سے چنگاریاں اڑیں۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور پرنس کو زور سے آغوش میں بھر لیا، سانس پر قابو پاتے ہوئے بولا:

''اچھا، تم ہی لے جاؤ اسے، تقدیر میں یہی ہے تو! وہ تمھاری! میں نے راستہ چھوڑا! بس، رگوژین کو بھولنا مت!،،

پرنس کو چھوڑ کر، اسے دیکھے، نظر ملائے بغیر وہ جھٹ سے اپنے کمرے میں داخل ہوا اور اندر جاتے ہی زور سے دروازہ بھیڑ دیا۔

٥

کافی دیر ہوگئی تھی، دن کے ڈھائی بجے ہوں گے۔ جنرل یپانچین گھر پر نہیں ملے۔ پرنس نے اپنا ملاقاتی کارڈ وہاں چھوڑا اور ہوٹل ''وےسی،، جانا طے کیا کہ وہاں کولیا کو دریافت کیا جائے۔ اگر وہ بھی نہ ملا تو رقعہ چھوڑ کر چل دےگا۔ ہوٹل میں بتایا گیا کہ ''صاحبزادے نکولائی (کولیا) بہت صبح نکل گئے اور جاتے وقت کہہ گئے ہیں کہ اگر کوئی بھی پوچھنے آئے تو بتا دینا کہ تین بجے کے قریب ہماری واپسی کا امکان ہے، بالفرض ساڑھے تین بجے تک واپسی نہ ہو سکی تو سمجھیں کہ ٹرین سے پاولوفسک روانہ ہوگئے جنرل یپانچین کے داچہ پر۔ اور شام کا کھانا وہیں نوش فرمائیں گے۔،، پرنس وہیں انتظار میں بیٹھ گیا اور لنچ آرڈر کردیا۔

ساڑھے تین بجے، چار بج گئے۔ کولیا کی واپسی نہیں ہوئی۔

پرنس اٹھا، باہر آیا اور آنکھ بند کر کے منہ اٹھائے چل دیا۔ پیٹرسبورگ میں شروع گرمیوں میں بعض اوقات دن بڑے پیارے ہوتے ہیں، دھوپ، اجالا اور سکون۔ اس روز بھی، جیسے جان بوجھ کر، ایسا ہی نایاب دن نکلا تھا۔ کچھ دیر پرنس یونھی ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرا۔ شہر اس کے لئے تقریباً اجنبی ہی تھا۔ کبھی چوراھوں پر رک جاتا، کسی بھی عمارت کے سامنے ٹھیر جاتا، چوک میں، پلوں پر رک۔رک کر دیکھنے لگتا۔ ایک بار ذرا سستانے کےلئے مٹھائی کی دوکان میں چلا گیا۔ کبھی راھگیروں کی صورتیں بڑے غور سے دیکھنے لگتا، لیکن بیشتر اس کی توجہ نہ راھگیروں پر جاتی، نہ اس پر کہ کہاں جانا ھے۔ کوفت اور بےقراری کے اس عالم میں طبیعت کا شدید تقاضا تھا کہ سب سے الگ تھلگ اور تنہا رھے۔ جی چاھتا تھا کہ غم و الم کا جو طوفان برپا ھے اس میں خود کو بےدست و پا چھوڑ دے، اس سے نکلنے کی کوئی سبیل نہ سوچے۔ جو سوال جان و دل میں ھنگامہ مچائے ہوئے ہیں، ان کا حل سوچنے سے بھی اسے گھن آتی تھی۔ ''تو کیا اس میں میرا کچھ قصور ھے؟''، وہ آپ ھی آپ بدبدایا اور خود اپنے الفاظ کو نہیں پہچان سکا۔

شام کے چھ کا عمل ہوگا، دیکھا تو تسارسکوئے سیلو والی ریل کے ایک پلیٹ‌فارم پر موجود تھا۔ تنہائی کا سناٹا اب اس کےلئے ناقابل برداشت ھوچلا تھا۔ ایک زوردار گرم لہر آئی اور اس نے پرنس کے دل کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ چشم زدن میں اداسی کے وہ بادل چھنٹ گئے جنھوں نے اس کی روح کو دبا رکھا تھا، اور ہر طرف روشنی جگمگا اٹھی۔ پاولوفسک کا ٹکٹ خریدا اور بھاگم بھاگ گاڑی پکڑنے چلا۔ لیکن کوئی پریشانی پیچھے لگ گئی — اور وہ خیالی ہرگز نہیں تھی، جیسا کہ پرنس کو اول گمان ھوا، بلکہ ٹھوس اور حقیقی الجھن تھی۔ گاڑی میں سوار ھونے ھی والا تھا کہ اچانک وہ تازہ خرید ٹکٹ فرش پر پھینک دیا اور نکل کر اسٹیشن سے باھر آگیا۔ کسی سخت الجھن اور ادھیڑ بن میں مبتلا تھا۔ تھوڑا وقت گزرا ھوگا کہ سڑک پر اسے ایک دم جیسے کچھ یاد آ گیا، جیسے یکایک کسی بات کا تصور بندھ گیا جو بڑی عجیب ھے، اور جو بہت دیر سے چبھے جا رھی تھی۔ اچانک وہ صاف سمجھ گیا کہ دیر سے ایک ایسے کام میں الجھا ھوا ھے جس پر اس خاص

منٹ تک خاص توجہ نہیں دی۔ کئی گھنٹے سے یہ ہو رہا تھا، ''ویسی،، ہوٹل میں اور ہوٹل جانے سے پہلے بھی وہ آپ ہی آپ الجھتا اور کبھی کبھی اپنے اردگرد کسی شے کی تلاش کرنے لگتا۔ پھر ادھر سے دھیان ہٹ جاتا، گھنٹے آدھ گھنٹے کو بھول بھال جاتا اور پھر وہی بےچینی، وہی تلاش۔

لیکن ابھی اسے اپنے اندر اس مریضانہ اور قطعی لاعلمی کی حرکت کا شعور ہوا ہی تھا، جو بہت دیر سے حواس پر طاری تھی، کہ اتنے میں آنکھوں کے سامنے پچھلی کسی بات کی یاد جھلکی، ایسی جس سے اسے انتہائی دلچسپی تھی۔ یاد یہ آیا کہ ٹھیک اس منٹ جب یہ جانا کہ اپنے اردگرد کسی چیز کو ڈھونڈھ رہا ہے، وہ ایک چھوٹی سی دوکان کی کھڑکی کے پاس فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا تھا اور بڑے تجسس سے دوکان کی کھڑکی میں سجی ہوئی چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ چل اٹھی کہ اب اس معاملے کی تصدیق کرکے رہوں گا: دیکھنا ہے کہ کیا واقعی وہاں ابھی ابھی، شاید پانچ منٹ پہلے، اس دوکان کی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا؟ کہیں یہ وہم تو نہیں ہوگیا، کہیں محض پریشان خیالی تو نہیں تھی یہ؟ آیا ایسی کوئی دوکان اور ویسا سامان وجود بھی رکھتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یوں بھی آج کے دن وہ خاص مریضانہ کیفیت محسوس کر رہا ہے، تقریباً ویسی ہی جیسی اپنے پرانے مرض کے دورے پڑنے سے ذرا پہلے اس پر گزرا کرتی تھی۔ اسے خوب معلوم تھا کہ جب بھی دورہ پڑنے کا وقت قریب ہوتا ہے، وہ غیرمعمولی خود فراموشی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور اگر خاص توجہ سے، پورے انہماک سے نہ دیکھے تو چیزوں اور چہروں کی کوئی شناخت باقی نہیں رہتی۔ مگر اب ایک خاص وجہ تھی جو وہ تصدیق کرنے کےلئے بےچین ہوگیا کہ آیا تب وہ دوکان کے سامنے کھڑا ہوا تھا یا نہیں: دوکان کی کھڑکی کے اندر جو چیزیں لگی ہوئی تھیں انھی میں ایک چیز تھی جس کو توجہ سے دیکھا بلکہ قیمت بھی آنک لی کہ چاندی کے ساتھ کاپک کی ہوگی، اپنی تمام بےخیالی اور اندرونی اضطراب کے باوجود اتنی بات اسے ضرور یاد رہ گئی۔ اب اگر وہ دوکان موجود ہے اور دوکان کے سامان میں وہ شے بھی واقعی لگی ہوئی ہے تو مطلب یہ کہ خاص اسی چیز کی خاطر وہ دوکان کے سامنے ٹھیرا

ہوگا۔ حاصل یہ کہ اس کےلئے وہ شے اپنے میں کوئی ایسا دلچسپی کا سامان رکھتی ہے جس نے توجہ اپنی طرف بٹالی اور وہ بھی ایسے وقت میں جب کہ ریلوے اسٹیشن سے نکلتے ہی اتنا بدحواس اور مبتلائے ہراس تھا۔ چلا اور دل میں چسک لئے، داهنی طرف دیکھتا ہوا چلتا رہا، بےصبری کے مارے دل دھڑک رہا تھا۔ یہ لیجئے، وہ دوکان آخر مل گئی! دوکان سے پانچ سو قدم کے فاصلے پر ہوگا کہ سوچا، واپس چلیں۔ مگر اب دوکان سامنے تھی اور اس میں وہ ساٹھ کاپک‌والی چیز بھی تھی۔ ''یقیناً ساٹھ کی ہے، اس سے زیادہ کی ہرگز نہیں!،، اس نے زور دے کر کہا اور ہنس دیا۔ مگر یہ ہنسی ہسٹریا کی سی تھی، دل پر ملال چھانے لگا۔ اب اسے خوب اچھی طرح یاد آ گیا کہ یہیں، اسی جگہ، کھڑکی کے سامنے کھڑے کھڑے میں ایک دم پلٹ پڑا تھا، ٹھیک ایسے ہی جیسے کچھ وقت پہلے میں نے پلٹ کر خود پر رگوژین کی نگاہ پکڑی تھی۔ جب اطمینان ہوگیا کہ غلطی نہیں کی (حالانکہ تصدیق ہونے تک بھی اسے پورا اطمینان تھا) تو فوراً دوکان چھوڑکر اپنی راہ چل دیا۔ ان سب باتوں پر جلدی ہی غور کرنا ہوگا۔ اب یہ پوری طرح روشن ہوگیا کہ اسٹیشن والی بات محض تخیل کی کارستانی نہیں تھی، اس کے ساتھ لازمی طور پر کچھ ایسا حقیقی واقعہ گزرا ہے جس کا تعلق ابھی ابھی کی دلی بےقراری سے ضرور ہے۔ لیکن اندر کسی بات سے تنفر کا بےقابو احساس پھر حاوی آنے لگا۔ اب غور کرنے اور نشیب و فراز دیکھنے کو نہ جی چاہا، نہ اس نے سر کھپایا۔ وہ بالکل اور ہی کسی خیال میں ڈوب گیا۔

اور وہ خیال یہ تھا کہ مرگی کی حالت میں اسے دورہ پڑنے سے پیشتر (اگر دورہ یقیناً پڑنےوالا ہو تو) ایک مرحلہ ایسا پیش آتا ہے جب غم کے ہجوم میں، مایوسی اور اداسی کے نرغے میں، دل ڈوبتےوقت، یکایک اس کا دماغ چند لمحوں کےلئے لو دے اٹھتا ہے اور زندگی کے تمام قوائے عمل یکبارگی غیرمعمولی شدت سے بروئے کار آجاتے ہیں۔ بجلی کی طرح کوند جانے والے ان لمحوں میں زندگی کی لہر اور خودی کا شعور عام حالتوں سے کوئی دس گنا ضرور ہوجاتا ہے۔ دل و دماغ پر عجب طرح کا نور برستا ہے۔ ساری بیتابیاں، شکوک و شبہات، تمام پریشانیاں دم کے دم میں ٹھکانے

لگ جاتی ھیں اور بلند ترین روحانی سکون و قرار میں ڈھل جاتی ھیں جہاں نشاط و تمنا سارے حجابات چھوڑ کر ھم‌آھنگی سے بھرپور ھوتے ھیں، ھوش و خرد کے عروج اور علت غائی کے علم تک رسائی ھوجاتی ھے۔ مگر یہ لمحے، برق کے یہ کوندے، یہ صرف پیش‌خیمہ ھوتے ھیں اس آخری سیکنڈ کا (اور وہ ایک سیکنڈ سے زیادہ ھوتا بھی نہیں) جس سے مرگی کا دورہ شروع ھو جاتا ھے۔ البتہ یہ ایک سیکنڈ کا وقفہ ناقابل برداشت ھوتا ھے۔ اس حالت سے نکلنے کے بعد، صحت ھونے پر اس لمحہ خاص کے متعلق سوچتے ھوئے اس نے اکثر اپنے آپ سے کہا: یہ جو برق کی تڑپ کا سا کرشمہ ھے، زندگی کی لہر اور خودی کے شعور کی بلندترین کیفیت کا، مطلب یہ کہ ''بلند سے بلند تر ھستی،، کا احساس، یہ سب کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ ایک روگ ھے، خلاف عادت ھے، یعنی معمول کی حالت میں فتور آجانا، اور اگر یوں ھے تو پھر بلند سے بلند تر ھستی ھونے کا سوال ھی نہیں بلکہ اس کے برخلاف اسے سب سے ارذل ھستی شمار ھونا چاھئے۔ پھر بھی اسی سوچ میں آخر وہ ایک انتہائی قول محال جیسے نتیجے پر پہنچا۔ ''تو کیا حرج ھے؟ اگر یہ روگ بھی ھو تو کیا!،، اس نے حل نکالا ''اس سے ھمیں کیا سروکار کہ یہ خلاف معمول تناؤ ھے۔ جب ھم صحت کے معمول پر پہنچ کر سنسنی کے اس لمحے کو پھر سے اپنی یاد میں تازہ کر کے اور سوچ کر دیکھتے ھیں تو پتہ چلتا ھے کہ وھی تھا ھم‌آھنگی اور حسن کا بلندترین مقام، جو بھرپور ھونے کا، تناسب و توازن کا احساس دیتا ھے اور زندگی کی سب سے اعلی ترکیب یا ساخت کے ساتھ، حضور قلب سے عبادت کا ایسا امتزاج عطا کر جاتا ھے، جو پہلے کبھی نہ سنا، نہ اس کا تصور ھوا۔،، دھندلے لفظوں میں سمائی ھوئی یہ بات خود اس کے ذھن میں بالکل واضح تھی، اگرچہ بیان اب بھی نہایت کمزور تھا۔ اس میں کہ یہ واقعی ''حسن و عبادت،، ھے اور اس میں کہ یہ واقعی ''زندگی کا بلندترین امتزاج،، ھے، نہ خود اسے کوئی شبہ تھا، نہ کسی شک و شبہ کو راہ دینے کا وہ روادار ھو سکتا تھا۔ یہ تو تھا نہیں کہ اس لمحے خواب و خیال کی بے‌تکی، فرضی تصویریں نظر آتی ھوں جیسے بھنگ، افیم یا شراب کے نشے میں سوجھتی ھیں اور عقل و ھوش کو پست اور روح کو مسخ کر دیتی

ہیں۔ مریضانہ حالت کے شکنجے سے نکل آنے کے بعد وہ معقولیت کے ساتھ اس کی جانچ کر سکتا تھا۔ یہ جو لمحے گزر جاتے تھے، انہیں چند لفظوں میں مختصر کرکے کہنا ہو تو یوں کہا جائے گا کہ صرف احساسِخودی کی غیرمعمولی شدت یعنی شعور ذات کا اور اسی کے ساتھ بلندترین سطح کے براہراست احساس نفس کا شدید ہو جانا۔ اگر اس سیکنڈ میں، یعنی دورہ پڑنے سے پہلے عالم ہوش میں جو آخری لمحہ ملتا تھا، اس لمحے میں وہ دوٹوک اور صاف طور پر خود سے کہنے پاتا کہ ''ہاں، اس لمحے کے عوض پوری زندگی دی جا سکتی ہے،، تو بےشک یہ لمحہ تھا بھی اسی قابل — پوری ایک زندگی کی قدر و قیمت کا ایک لمحہ۔ یہ جو نتیجہ اس نے نکالا اس کے جدلیاتی پہلو کا وہ سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ ان ''بلند ترین لمحات،، کا کھلا انجام بھی نظر کے سامنے تھا: دماغ ٹھس، روح پر بوجھ، اداسی اور احمق پن۔ ظاہر ہے کہ وہ اس معاملے میں کسی سے سنجیدہ بحث و دلیل پر آمادہ نہ ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نتیجے میں، یا یوں کہئے کہ اس لمحہ خاص کی قدروقیمت آنکنے میں کچھ نہ کچھ غلطی ضرور تھی، لیکن سنسنی یا احساس کی واقعیت پر وہ خود بھی کسی قدر پریشانی میں تھا۔ واقعیت کا کیا کیا جائے؟ سنسنی سی تو واقعی ہوتی تھی۔ اس لمحہ خاص میں خود وہ اپنے آپ سے کہہ ایا کرتا تھا کہ یہ ایک سیکنڈ اپنی اس لامحدود مسرت و نشاط کی بدولت جس سے وہ پوری طرح لطفاندوز ہے، ساری عمر کا بدل ہو تو سکتا ہے۔ جن دنوں ماسکو میں رگوژین سے ملاقاتیں رہتی تھیں، ایک بار اس نے رگوژین ہی کو بتایا تھا کہ اس لمحے میرا ذہن ان حیرت انگیز الفاظ کا مفہوم پا لیتا ہے کہ ''اس کے بعد نابود ہوجائے گا وقت کا وجود،،*۔ پھر ذرا مسکراتے ہوئے اضافہ کیا ''غالباً یہی وہ لمحہ تھا جس میں مرگی کے مریض، محمد پورے عرش الہی کا چکر لگا کر آ گئے اور تب تک اوندھی صراحی کا پانی بھی پورا نہیں بہنے پایا تھا،،۔ ہاں ماسکو میں رگوژین سے اس کی ملاقاتیں اکثر ہوا کرتی تھیں اور بات صرف اسی ایک موضوع تک محدود نہیں تھی۔ ''رگوژین نے

---

* صحیفے سے لئے ہوئے الفاظ۔ (ایڈیٹر)

اپنی ماں سے جو تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ میں اس کے بھائی جیسا رہا، تو یہ بات اس نے آج پہلی بار ہی کہی،، پرنس نے اپنے دل میں سوچا۔

پرنس نے موسم گرما کے شاہی باغ میں ایک پیڑ تلے بنچ پر بیٹھے بیٹھے اس پر غور کیا۔ شام کے سات بجے ہوں گے۔ باغ میں سناٹا تھا۔ ڈوبتے سورج پر لمحہ بھر کو میلی بدلی سی آگئی۔ فضا میں حبس تھا، آثار ایسے تھے کہ بہت دور کہیں سے بجلی پانی کا طوفان آیا چاہتا ہے۔ اس وقت خیالوں میں محویت کا یہ عالم اس کےلئے کچھ کم لطف انگیز نہیں تھا۔ یادیں اور ذہن دونوں ہر اس چیز سے چپک جاتے تھے جو نظر کے سامنے آجائے۔ اس میں بھی لطف آیا۔ بہت چاہا کہ کوئی بات جو حال کی ہے اور ناگزیر بھی ہے، وہ دماغ سے نکل جائے مگر اپنے اردگرد جو پہلی ہی نظر ڈالی تو پھر اسی کسک کا سامنا تھا جس سے دامن چھڑانے کی اتنی بےقراری تھی۔ اسے وہی یاد آ گیا کہ تھوڑی دیر پہلے سرائے میں ویٹر سے باتیں ہو رہی تھیں ایک ایسے عجیب و غریب قتل کے واقعے پر، جس کا ہر طرف چرچا تھا۔ جیسے ہی یہ یاد آیا، ایک دم حالت دگرگوں ہو گئی۔

بےانتہا اور ناقابل بیان ایک خواهش نے، جو کسی بات کی اکساهٹ تھی، اس کی پوری قوت ارادی کو اپنی لپیٹ میں لےلیا۔ وہ بنچ سے اٹھا اور باغ سے سیدھا پیترسبورگ سائڈ میں چل دیا۔ دریائے نیوا کے کنارے سڑک پر ابھی اس نے کسی راہ چلتے سے پوچھا تھا کہ دریا کے اس پار پیترسبورگ سائڈ کدھر کو ہے۔ راستہ تو بتا دیا گیا مگر وہ ادھر گیا نہیں۔ یوں بھی آج ادھر جانا نہیں تھا، اسے یہ بات خود بھی معلوم تھی۔ پتہ بہت پہلے سے تھا اس کے پاس۔ جب چاہتا، لیبیدیف کی اس عزیز کا مکان آسانی سے مل جاتا، مگر یقین سا تھا کہ وہ گھر پر نہیں ملےگی۔ ''قطعی بات ہے کہ پاولوفسک چلی گئی ہوگی ورنہ کولیا ہوٹل ''وےسی،، میں وعدے کے مطابق کوئی پیغام چھوڑ جاتا،،۔ چنانچہ اب اگر وہ ادھر جاتا ہے تو اس غرض سے نہیں کہ اس کے دیدار ہوجائیں۔ اتنے میں طبیعت کو آزردہ کرنےوالی ایک اذیت‌ناک کرید لگی۔ اسے ایک ناگہانی خیال سوجھ گیا...

اس کا دل بہت بھر چکا تھا اس سے کہ چلے ہیں اور معلوم ہے کدھر جانا ہے۔ منٹ بھر بعد جب وہ راستہ ناپ رہا تھا تو راستے کی طرف بالکل دھیان ہی نہیں تھا۔ اس ''ناگہانی خیال،، پر اور زیادہ سر کھپانے سے بھی طبیعت کو سخت وحشت ہونے لگی اور معاملہ برداشت سے باہر ہوگیا۔ بہت زور دے کر، تکلیف کے ساتھ توجہ ہٹانی پڑی اور جہاں بھی نظر پڑے وہیں غور سے دیکھنا شروع کیا، آسمان کو تکتا رہا، نیوا دریا سے اٹکا رہا۔ سامنے سے کوئی چھوٹا بچہ آرہا تھا، اسی سے بات کرنے لگا۔ شاید مرگی کے دورے کی کیفیت زیادہ سے زیادہ زور پکڑتی جارہی تھی۔ بجلی پانی کا طوفان بھی بڑھتا آرہا تھا — مگر رفتار سست تھی۔ رہ رہ کر بجلی کڑکتی اور بادلوں کی گرج سنائی دیتی۔ دم گھٹنے لگا...

نجانے کیوں، اب لیبیدیف کا وہ بھانجا اس کی یاد میں اتر آیا جو آج ہی ملا تھا۔ یہ اس طرح کا یاد آنا تھا جیسے بعض اوقات کسی گانے کی دھن پیچھا نہیں چھوڑتی، چاہے آدمی کا اس سے ناک میں دم آچکا ہو۔ عجیب بات یہ کہ لڑکے کا تصور بندھا اس قاتل کے روپ میں جس کا ذکر خود لیبیدیف نے اپنے بھانجے کے تعارف میں کیا تھا۔ ہاں، تو اس قاتل کے بارے میں ابھی کچھ دن پہلے وہ پڑھ چکا تھا۔ جب سے وہ روس میں وارد ہوا، اب تک ایسے واقعات بہت پڑھنے اور سننے میں آئے تھے۔ اسے ان کی خبر رکھنے کا چسکا لگ گیا تھا۔ آج ہی جب ویٹر سے باتیں ہو رہی تھیں، تو اسی ژیمارین خاندان کے قتل کی واردات سے اس کی دلچسپی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اسے یاد آیا کہ ویٹر نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ پھر اس ویٹر کی صورت آنکھوں میں پھر گئی: خاصا سمجھدار نوجوان، لئے دئے اور محتاط مگر ''خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اصل میں وہ کیسا شخص ہے۔ نئی جگہ، نئے چہروں پر قیافہ درست ہونا کافی مشکل ہے،،۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ روسی آتما پر وہ شدت سے ایمان لانے لگا تھا۔ افوہ! ان چھ مہینوں میں یہاں کتنی عجوبہ اور نئی نئی باتیں بھگت لیں، ایسی جن کا کبھی سان گمان نہ تھا، جنھیں کبھی سنا نہ تھا، جن کی توقع نہ تھی! مگر غیر کی آتما، سو وہ ایک راز، اور روسی آتما بھی راز — بہت سوں

کے لئے سربستہ راز ۔ یہی لو، رگوژین کو ۔ اتنے دن سے میل ملاقات، نزدیکی تعلقات، ''برادرانہ،، برتاؤ، پھر بھی کیا وہ رگوژین کو سمجھتا ہے؟ ان معاملات میں بھلا کیا کیا الٹ پھیر نہیں ہوتا، کیسی اوٹ پٹانگ باتیں اور بیہودگیاں! اور یہ لیبیدیف کا بھانجا بھی کیا گھٹیا، منہ پھٹ اور بس بھرا فتنہ ہے ۔ مگر میں کون کہنے والا؟ (پرنس کے خیال کا تار بندھا رہا) کیا اس نے خون کیا ان کا؟ ان چھ جانوں کا؟.. میرے ذہن میں سب گڈمڈ ہو رہا ہے، عجیب بات! میرا سر کچھ چکرا رہا ہے... اچھا تو وہ لڑکی، لیبیدیف کی بڑی بیٹی، کیسی قبول صورت، کیسی پیاری ہے! وہ جو بچے کو گود میں لئے کھڑی تھی نا! اس کی صورت پر کیسا بچپنا برس رہا تھا، کتنی معصومیت تھی اور ہنسی بھی بچوں کی سی! یہ کیوں کر ہوا کہ وہ چہرہ ذہن سے اتر گیا تھا اور اب جاکے یاد آیا ہے ۔ لیبیدیف نے دھپ دھپ زمین پر پاؤں کوٹ کر ان بچوں کو ڈرایا تھا مگر غالباً وہ انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے ۔ بلکہ اور بھی سولہ آنے کھری بات یہ کہ لیبیدیف اپنے اس بھانجے کو بھی جی جان سے چاہتا ہے ۔

مگر وہ کون، ان پر فتوے صادر کرنے والا، وہ تو خود ابھی نووارد ہے ۔ اور آتے ہی سزائیں بھی سنانی شروع کر دیں؟ خیر، تو لیبیدیف ہی اس کے سامنے ایک مسئلہ پیش آ گیا ۔ کیا اس قسم کے لیبیدیف کی توقع تھی اسے؟ کیا وہ پہلے سے اس لیبیدیف کو جانتا تھا؟ لیبیدیف اور مادام دیوباری! افوہ، خدایا! اچھا، اگر رگوژین نے قتل کیا بھی، تو وہ ایسے بے ڈھنگے پن سے نہیں کرے گا ۔ یہ اوٹ پٹانگ پن نہیں اس میں ۔ ڈیزائن دے کر ہتھیار بنوایا گیا اور پھر اس ہتھیار سے چھ آدمی لٹا دئے ــ قطعی جنونی حالت میں! کیا رگوژین کے پاس بھی آرڈر سے ہی بنوایا ہوا ہتھیار ہے؟ وہ جو تھا... مگر... کیا یہ طے بات ہے کہ رگوژین خون کرے گا ضرور؟ ایک دم پرنس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔ ''کیا یہ جرم نہیں ہے، نیچ پن نہیں ہے میرا کہ میں صاف صاف مردم بیزاری میں آ کر ایسے مفروضے قائم کر رہا ہوں؟،، وہ چیخ پڑا اور چہرے پر عرق ندامت ٹپکنے لگا ۔ ہکا بکا رہ گیا تھا، پاؤں گویا زمین میں گڑ گئے تھے ۔

اسے یکبارگی پاولوفسکی ریلوے اسٹیشن کا حالیہ واقعہ اور نکولائیفسکی اسٹیشن پر جو ابھی بیتی تھی، وہ دونوں یاد آ گئے۔ اور وہ سوال جو اس نے رگوژین کے منہ پر کرلیا تھا ان آنکھوں کے بارے میں، رگوژین کی کراس، جو وہ خود لٹکائے ہوئے تھا، اور وہ رگوژین کی والدہ کا دعا دینا، جن کے پاس خود رگوژین ہی اسے لے گیا تھا، پھر بےتحاشا تڑپ کر آخری بار گلے ملنا، رگوژین کا زینے پر آکر اس کے حق میں دست بردار ہونا، اور پھر اس کے بعد بھی اپنے آپ کو اس حالت میں پہنچا دیا کہ بار بار اپنے اردگرد کسی چیز کی تلاش کی جا رہی ہے — اور وہ دوکان، وہ چیز ... یہ کیسی رذالت ہے! اوپر سے یہ کہ اب چلا ہے ''خاص غرض،، کے ساتھ، ایک خاص ''ناگہانی خیال،، لئے ہوئے! رنج اور پشیمانی نے اس کی روح کو اپنے شکنجے میں لےلیا۔ پرنس نے چاہا کہ فوراً الٹے پاؤں اپنے ہوٹل واپس ہوجائے۔ بلکہ وہ پلٹ کر چل بھی دیا۔ مگر منٹ بھر نہ گزرا ہوگا کہ پھر تھما، کچھ سوچا اور غور کرنے کے بعد واپس پھر اسی راستے پر ہولیا۔

تو اب وہ پیٹرسبورگ سائڈ میں تھا، اس مکان کے نزدیک۔ اب وہ پہلے والی غرض سے تو ادھر جا نہیں رہا تھا، نہ اپنا وہ ''خاص خیال،، لئے ہوئے چلا تھا۔ مگر یہ ہو کیسے سکتا ہے؟ ہاں، مرض کا حملہ قریب ہے، حتماً۔ ممکن ہے دورہ پڑے تو آج ہی پڑجائے۔ یہ اسی دورے کی شروعات ہوگی کہ یاس کا اندھیرا تھا، اسی دورے کے آثار ہیں کہ ''خیال،، سوجھا تھا! اب غم کے بادل چھنٹنے لگے، بھوت اتر گیا، شک نابود ہوا اور دل نشاط سے بھر چلا! کتنا زمانہ ہوگیا ہے کہ اس کے دیدار نہیں کئے۔ اب چل کے مل آنا چاہئے۔ اور ... ہاں تو ... اب رگوژین سے بھی ملاقات کو جی چاہنے لگا۔ وہ رگوژین کا ہاتھ تھامتا، اور پھر دونوں اس کے پاس ساتھ ساتھ جاتے... دل میں تو اس کے کھوٹ نہیں۔ کیا وہ رگوژین کا رقیب ہے بھلا؟ کل وہ خود جائے گا، جا کر رگوژین کو بتا دے گا کہ میں تو اس سے مل بھی آیا۔ بھاگم بھاگ آنے کا اور سبب بھی کیا؟ ادھر آیا ہی اس لئے کہ بقول رگوژین، صرف اس سے ملنا مقصود تھا۔ ممکن ہے گھر پر ہی مل جائے، کیا ضرور ہے کہ پاولوفسک جا چکی ہو!

اب لازم ہے کہ ہر چیز صفائی سے سامنے رکھ دی جائے، تاکہ سب ایک دوسرے کے دل کی بات ذہن نشین کر لیں، شدید مایوسی میں یا جوش میں آکر دوسرے کے حق میں دست بردار ہونے کا باب آئندہ کے لئے بند ہو، جیسے آج رگوژین نے اس سے ھاتھ اٹھا لیا تھا۔ سب کچھ پوری طرح آزادانہ اور... شریفانہ قرار پائے۔ کیا رگوژین اس کا اھل نہیں ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اس سے ویسی محبت نہیں کرتا، اس میں ھمدردی کا مادہ نہیں، ''اس قسم کی کوئی دل‌سوزی نہیں''۔ یہ بھی تو کہ بعد میں اس نے کہہ دیا تھا ''تمھاری دل‌سوزی، ممکن ہے، میری محبت سے کہیں زیادہ ھی ہو''۔ یعنی خود پر تہمت دھر لی۔ ھونھا! رگوژین اور کتاب کے پیچھے؟ کیا یہ ''ترس'' کھانا نہیں، کیا یہ ''دل‌سوزی'' کی ابتدا نہیں؟ خود اس کتاب کی وھاں موجودگی کیا یہ ثابت نہیں کرتی کہ وہ اس سے اپنے تعلقات کو مانتا ہے؟ اور وہ جو اپنا ماجرا سنایا اس نے؟ گہرائی میں دیکھو تو یہ صرف جنون عشق کا کرشمہ نہیں۔ کیا اس کا وہ حسین چہرہ آدمی میں صرف جنونی خواھش جگاتا ہے؟ اور کیا اس چہرے میں بھی اب وہ جذبہ جگانے‌والی بات ہے؟ وہ چہرہ تو غم کو اکساتا ہے، پوری روح کو جکڑ لیتا ہے... وہ چہرہ تو... سوچتے سوچتے پرنس کے دل پر ایک دھکتی ھوئی، اذیت‌ناک یاد کا شعلہ لپک اٹھا۔

ھاں، اذیت‌ناک۔ اسے یاد آیا کہ دل پر کیا کچھ بیت گیا تھا جب اس نے پہلی بار اس عورت میں جنون کے آثار دیکھے تھے۔ وہ جل بجھ کر رہ گیا تھا۔ اور جب وہ اسے چھوڑ کر رگوژین کے پاس چلی گئی تو ایسی حالت میں وہ ھاتھ پر ھاتھ دھر کر بیٹھ کیسے رھا؟ اس کا خود پیچھا کرنا چاھئے تھا، نہ یہ کہ اسے اپنے حال پر چھوڑا اور خیر خبر کے انتظار میں بیٹھا رہ گیا۔ مگر... بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ رگوژین نے آج تک اس میں دیوانگی کی علامت نہیں دیکھی؟ ھونھا! اصل میں رگوژین کو اور ھی وجہیں دکھائی دیتی ھیں، شدت جذبات کی وجہیں! اور اسے بھی کیا پاگل‌پن کی جلن ہے! اس نے ابھی جو قیاس کیا، اس قیاس کے پردے میں دراصل بتانا کیا چاھتا ہے؟ (پرنس یکایک سرخ ھوگیا اور جیسے اس کے دل میں کوئی سنسنی دوڑ گئی)۔

اب ان باتوں کو یاد کرنے سے کیا حاصل؟ دیوانگی ہے تو دونوں طرف سے ہے۔ اور وہ، خود پرنس، اس عورت سے والہانہ عشق کرے، اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، یہ بےدردی سی ہوگی، انسانیت کے خلاف بات ہوگی۔ ہاں، ہاں یہی! نہیں، رگوژین خوامخواہ خود کو الزام دے رہا ہے۔ اس کا دل بہت بڑا ہے، جو غم اٹھا سکتا ہے اور دوسرے کے غم میں شریک ہوسکتا ہے۔ جب اس پر حقیقت روشن ہوگی، جب اسے پتہ چلےگا کہ یہ ستم‌زدہ، یہ نیم پاگل عورت کس درجہ قابل رحم ہستی ہے تو کیا وہ، اب تک جو بیتی ہے، جتنی اذیتیں اس کے ہاتھوں اٹھائی ہیں، وہ سب دل سے معاف نہیں کردےگا؟ کیا وہ اس کا فرماں‌بردار خادم، بھائی، دوست اور صلاح کار نہیں بن جائےگا؟ انسانی ہمدردی کا جذبہ جاگ اٹھےگا اور رگوژین میں دانائی کو جگا دےگا۔ یہی انسانی ہمدردی ہے جو سب سے اہم اور شاید واحد قانون ہے بنی نوع انسان کی ہستی کا۔ افوہ! رگوژین کے سامنے خود اس سے کیسی بددیانتی سرزد ہوئی، کیسا ناقابل معافی قصور ہوگیا! نہیں، ''روسی آتما راز،، ہرگز نہیں، خود اسی کی روح پر پردے پڑے ہیں کہ ایسی ہولناک بات کا تصور کرلیا۔ ماسکو کے دوران قیام میں صرف چند جوشیلے، جذباتی اور دل سے نکلے ہوئے لفظوں کی بدولت رگوژین تو اسے آج اپنا بھائی کہے اور میں؟.. نہیں، یہ مرض کا اثر ہے، یہ ہذیان ہے! آگے چل کر سب ٹھیک ہوجائےگا!.. رگوژین نے کتنی افسردگی سے آج کہا تھا کہ اس کا ''ایمان ڈوب رہا ہے،،! یہ شخص لازماً درد و غم کا مارا ہوا ہے۔ کہتا ہے کہ ''اس تصویر کو دیکھتے رہنا مجھے پسند ہے،،' نہیں، غلط، پسند نہیں بلکہ ضرورت محسوس کرتا ہے اس کی۔ رگوژین صرف جذبات کے پیچھے دیوانہ آدمی نہیں، بلکہ جنگجو ہے: وہ اپنے کھوئے ہوئے یقین و ایمان کو بزور بازو واپس لینا چاہتا ہے۔ اب وہ ضرورتمند ہے، اس کےلئے وہ مرا جاتا ہے... ہاں، کسی نہ کسی چیز، کسی نہ کسی ہستی پر ایمان چاہئے! ذرا سوچو تو، وہ ہالبین (Holbein) کی پینٹنگ کیسی عجیب ہے... لو، آگئی وہ سڑک، بس، یہ ہوگا مکان، ہاں یہی ہے نمبر سولہ۔ نام لکھا ہے باہر ''حلقہ سکرٹری فلی‌سووا کا

مکان۔ یہیں!،، پرنس نے دروازے کی گھنٹی بجائی اور نستاسیا فلی‌پوونا کو دریافت کیا۔

مکان مالکہ نے جواب دیا کہ نستاسیا تو صبح سے پاولوفسک گئی ہوئی ہیں داریا الیکسئی‌ونا کے یہاں اور ''شاید یہ بھی خیال ہے کہ وہاں چند روز قیام کریں،،۔ مسز فلی‌سووا ناٹے قد کی، تیز آنکھوں اور تیکھے ناک نقشے‌والی عورت تھی، چالیس کے پیٹے میں ہوگی۔ ہوشیار، چالاک نظر سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی تھی۔ اس نے نام پوچھا اور سوال میں ارادہ رازداری کی ہلکی‌سی جھلک بھی ڈال دی، تو پرنس شروع میں تو بتاتے ہچکچایا، مگر پھر رخ بدلا اور نام بتاکر اصرار کیا کہ نستاسیا بی‌بی کو ضرور پہنچا دیا جائے۔ فلی‌سووا نے اجنبی کے اس اصرار کو ضرورت سے زیادہ توجہ کے ساتھ قبول کیا اور چہرے سے غیرمعمولی رمز آشنائی ظاہر کی، جس کا صاف مطلب یہ جتاتا تھا کہ ''آپ فکر نہ کریں، میں سب سمجھ گئی جی،،۔ پرنس کے نام نے، جیسا کہ نظر آ گیا، اس عورت پر انتہائی زوردار اثر ڈالا۔ پرنس نے بے‌خیالی سے اسے ایک نظر دیکھا، مڑا اور اپنے ہوٹل کی جانب روانہ ہوگیا۔ مگر جو صورت لئے ہوئے وہ اس دروازے پر آیا تھا، جاتے وقت وهی صورت نہ رہ گئی تھی۔ پلک جھپکتے میں اس کی حالت بالکل غیر ہوچکی تھی: اب پھر چہرہ زرد، بدن ناتواں، دل پر بوجھ، اور رگوں میں سخت ہیجان برپا تھا۔ گھٹنے کانپ رہے تھے اور ایک مبہم سی، آوارہ مسکراهٹ اس کے نیلے پڑے ہوئے ہونٹوں پر بھٹک رہی تھی۔ اس ''ناگہانی خیال،، کی ایک دم تصدیق ہوگئی اور وہ صحیح نکلا، اسے پھر اپنے بھوت پر ایمان لانا پڑا۔

مگر کیا تصدیق ہوگئی؟ کیا وہ صحیح نکلا؟ تو پھر یہ کپکپی کیسی؟ یہ ٹھنڈا پسینہ، یاس کا عالم اور روح کا سرد پڑجانا کیوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے ابھی پھر وهی آنکھیں نظر آگئیں؟ مگر وہ تو شاهی باغ سے نکل کر چلا هی تھا اس مقصد سے کہ ان آنکھوں کو دیکھے! یہی تو وہ ''ناگہانی خیال،، تھا جو اسے لے چلا تھا۔ اسے ''انهی آنکھوں،، کو دیکھنے کی دھن سوار تھی تاکہ قطعی طور پر یقین آجائے کہ وهاں، اس مکان میں، پہنچنے پر ضرور انهی کا سامنا ہونے والا ہے۔ جب خود هی اسے اتنا اشتیاق

تھا اور اب اگر وہ آنکھیں سچ مچ یہیں نظر آگئیں تو اس میں اتنا دہشت‌زدہ اور حیران ہونے کی کیا بات ہے؟ یہی نا کہ اس کی توقع نہیں تھی! ہاں، ہاں یہ وہی آنکھیں تھیں (اور ان کے وہی ہونے میں اب شک‌وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی!) جو آج صبح نکولائیفسکی ریلوے اسٹیشن پر گاڑی سے اترتے وقت ہجوم میں چمک کر رہ گئی تھیں۔ یہ تو وہی (قطعاً وہی!) ہیں جن کی نگاہ اس نے بعد میں رگوژین کے ہاں کرسی پر بیٹھتے وقت پلٹ کر اپنے شانوں کے پیچھے پکڑی تھی۔ رگوژین کچھ دیر پہلے صاف کنی کاٹ گیا تھا: اس نے ترچھی اور برف کر دینے‌والی مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا تھا کہ ''کس کی ہوں‌گی بھلا وہ آنکھیں؟،، ابھی جب وہ اگلایا سے ملنے جانے کےلئے تسارسکوئے سیلو والی ریل کے ایک اسٹیشن پر گاڑی میں سوار ہو رہا تھا اور وہاں پھر انہی دو آنکھوں کی جھلک نظر آگئی — دن بھر میں تیسری بار نظر آئی تھی تو پرنس تڑپ کر رہ گیا اس آرزو میں کہ سیدھا رگوژین کے پاس پہنچے اور اسے بتا دے کہ ''کس کی ہوں‌گی بھلا وہ آنکھیں،،! لیکن وہ اسٹیشن سے نکل بھاگا، اور تب ہوش آیا جب وہ چھری کانٹے‌والے کی دوکان پر پہنچا اور وہاں کھڑا ہوا ایک خاص چیز کو جس میں ہرن کے سینگ کا دستہ لگا تھا، دیکھ دیکھ کر اس کی ساٹھ کاپک قیمت آنک رہا تھا۔ ایک عجیب اور دہشتناک بھوت آخر اس کے پیچھے پڑ ہی گیا اور اب اسے نہیں چھوڑنے والا۔ شاہی باغ میں، جب وہ کھٹے کے درخت تلے تنہا بیٹھا خیالوں میں غرق تھا، تبھی اس بھوت نے کان میں کھسر پھسر کی تھی کہ اگر رگوژین کو صبح سے برابر اب تک اس کا پیچھا کرنے کی، اس کے ہر قدم پر نظر رکھنے اتنی ہی ضرورت ہے تو جب اسے معلوم ہوگیا کہ پرنس پاولوفسک نہیں جانے‌والا (جو یقیناً رگوژین کےلئے بڑی مہلک خبر تھی)، تو وہ ضرور بالضرور ادھر، پیٹرسبورگ سائڈوالے اس مکان کی طرف جائےگا اور وہاں پرنس کی تاک میں رہےگا، کیونکہ پرنس نے صبح ہی قسم کھا کے کہا تھا کہ ''اس عورت سے نہیں ملےگا،، اور یہ کہ ''وہ کوئی اس غرض سے پیٹرسبورگ تھوڑی آیا ہے،،۔ اور یہ لیجئے، پرنس بےقابو ہوکر اسی مکان کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے، اور اگر وہاں واقعی رگوژین کا سامنا ہوگیا تو پھر؟ اسے رگوژین میں

صرف ایک بدقسمت شخص واقعی دکھائی دیا جس کی ذہنی فضا پر مایوسی کے بادل چھائے ہیں، مگر یہ حالت سمجھ میں آتی ہے۔ وہ بدقسمت دکھی آدمی اب خود کو چھپا بھی نہیں رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے تو وہ آڑ میں ہو بھی گیا تھا اور صاف مکر گیا تھا، مگر اسٹیشن پر وہ کھڑا رہا، چھپا تک نہیں۔ بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ رگوژین نہیں، خود پرنس اس سے چھپنے لگا۔ اور اب اس مکان کے پاس وہ سڑک کے پار، کوئی پچاس قدم پر، سامنے کے فٹ پاتھ پر، سینے پر ہاتھ باندھے انتظار میں کھڑا تھا۔ وہی تھا، بالکل آنکھ کے سامنے اور شاید جان بوجھ کر ایسے کھڑا تھا کہ دکھائی دے۔ وہ مدعی کی طرح سے، جج کی طرح سے کھڑا تھا، ویسے نہیں کہ... کیسے نہیں کہ؟

مگر یہ کیا کہ پرنس اس کے نزدیک بھی نہیں گیا، اس سے یوں منہ پھیر لیا جیسے کچھ دیکھا ہی نہیں، اگرچہ ان کی آنکھیں چار ہوچکی تھیں؟ (ہاں، ان کی آنکھیں چار ہوئی تھیں اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تھا۔) ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی کہ وہ اس کا ہاتھ ہاتھ میں لےکر وہاں ساتھ میں جانے کی سوچ رہا تھا۔ وہ تو خود چاہتا تھا کہ کل رگوژین کے پاس جائے اور جاکر بتا دے کہ میں اس سے مل آیا۔ یہی ہوا نا کہ اس نے ادھر قدم بڑھاتے وقت، آدھے راستے پہنچ کر جب مسرت و نشاط نے اس کی روح کو مالامال کردیا، تو اپنے بھوت کو ایک طرف جھٹک دیا تھا؟ یا پھر یوں ہے کہ رگوژین میں واقعی کوئی ایسی خصلت ہوگی، یعنی اس شخص کے آج کے مکمل روپ میں، اس کے الفاظ، حرکات و سکنات، برتاؤ، نظروں کی کل جوڑ جمع میں، ایسی کوئی بات جو پرنس کے ہیبت‌ناک اندیشوں کو درست ثابت کرنےوالی اور اس کے بھوت کی سرگوشی کو راہ دینےوالی ضرور ہے؟ کوئی ویسی بات جو خود بخود دکھائی دیتی ہے لیکن اس کا تجزیہ کرنا، اسے بیان کرنا دشوار، اسے معقول اسباب کی بنا پر ثابت کرنا بھی ناممکن، لیکن اس کے باوجود، اس تمام دشوار اور ناممکن کے باوجود، ایک نہایت بھرپور اور ناقابل انکار اثر ایسا چھوڑتی ہے جو ارادہ کئے بغیر اٹل اعتقاد میں تبدیل ہو جاتا ہے؟

اعتقاد؟ کاہے کا اعتقاد؟ (اسی اعتقاد نے، ”اسی رذیل پیش‌بینی،“

کے آسیب نے، اسی کی ''رذالت،، نے تو پرنس کو اتنا عذاب میں رکھا، اور وہ خود کو ہی قصوروار بھی سمجھتا رہا!) ''اب بتاؤ، جرأت ہے تو کہو، کس بات کا اعتقاد؟،، وہ ملامت بھرے لہجے میں برابر آپ ہی آپ للکارتا رہا ''اس تصور کو کوئی شکل دو، اپنے اس خیال کو صاف صاف، بےلاگ، بےباک اور دوٹوک لفظوں میں اتارنے کی ہمت تو کرو ذرا! ہا، میں نے آبرو گنوا دی!،، وہ کس کر مسلسل دھرائے جارہا تھا اور چہرہ برھمی میں لال ہوگیا تھا۔ ''اب میں زندگی میں کبھی اس شخص سے کیسے آنکھیں چار کر سکوں‌گا! ہائے یہ کیسا دن تھا! خداوندا، یہ کیا قیامت ہے!،،

پیترسبورگ سائڈ سے اس طویل اور اذیت‌ناک راستے کے آخر تک ایک منٹ ایسا گزرا جب پرنس اس خواہش سے تڑپ اٹھا کہ ابھی سیدھے رگوژین کے ہاں چلا جائے، اس کی واپسی کا انتظار کیا جائے، شرمندگی اور آنسوؤں کے ساتھ اسے گلے لگایا جائے، اور اس کے سامنے سب کچھ قبول دیا جائے — بس، ایک بار، قصہ پاک۔ مگر وہ اتنے میں اپنے ہوٹل کے پاس پہنچ چکا تھا... اسے یہ ہوٹل، یہ کوریڈور، یہ پوری عمارت، خود اسے جو کمرہ ملا تھا، وہ سبھی کتنے برے لگے۔ پہلی نظر میں ہی اس نے انھیں ناپسند کردیا تھا۔ اور آج دن میں کئی بار ناگواری سے یہ یاد آچکا تھا کہ گھوم پھرکر پھر وھیں جانا ہے... ''ہائیں، یہ کیا ہوا مجھے۔ بیمار عورت کی طرح آج برے شگون نظر آرہے ھیں طرح طرح کے!،، وہ عمارت کے گیٹ میں رکا اور چڑچڑےپن سے ٹھنک کر سوچنے لگا۔ شرم کے پسینے چھوٹنے لگے اور وہ وھیں، پھاٹک کے پاس زمین میں گڑگیا، قدم اٹھتے نہ تھے۔ منٹ بھر یہی حالت رہی۔ لوگوں پر یہ گزرتی ہے: یکایک ناقابل برداشت یادیں کسی خاص شرمندگی کی لہر کے ساتھ انسان کو گھیر لیتی ھیں اور وہ وھیں کا وھیں رہ جاتا ہے، دم بھر کو قدم ساتھ نہیں دیتے۔ ''ہاں، میں ایسا آدمی ہوں کہ دل نہیں رکھتا، میں بزدل ہوں!،، اس نے اداس ہوکر یہ لفظ دھرائے اور پھر آگے بڑھنے کو جھٹکے کے ساتھ قدم اٹھایا — مگر نہیں، وہ پھر تھم گیا۔

اس پھاٹک میں ویسے بھی اندھیرا رہتا تھا، لیکن اس وقت بالکل ہی گھپ اندھیرا تھا۔ گرجتی ہوئی گھنگھور گھٹا شام کے اجالے

کو نگل گئی تھی۔ عین اس وقت جب پرنس اس عمارت کے نزدیک پہنچا، ایک دم بادل ٹوٹ کر برسنے لگے۔ منٹ‌بھر تھمنے اٹکنے کے بعد جونھی اس نے آگے بڑھنے کو جھٹکے کے ساتھ قدم اٹھایا تو وہ سڑک سے گیٹ میں داخل ہونے کی جگہ پر، جہاں پھاٹک لگا تھا، ٹھیک وھیں موجود تھا۔ یکایک نظر پڑی تو پھاٹک کے نیلگوں دھندلکے میں، ٹھیک زینے میں قدم رکھنے کی جگہ کوئی آدمی دکھائی دیا۔ وہ گویا کسی کے انتظار میں تھا، مگر تیزی سے، ایک جھلک میں نظروں سے اوجھل ھوگیا۔ اس آدمی کو پرنس اچھی طرح دیکھ نہیں سکا اس‌لئے قطعی شناخت ناممکن تھی۔ کون ھوسکتا ھے وہ؟ اور پھر جگہ ایسی ھے کہ بہت لوگ وھیں سے آتے جاتے ھیں۔ آخر ھوٹل ھے۔ کوریڈوروں میں لگاتار لوگوں کی آمد و رفت اور بھاگ دوڑ لگی رھتی ھے۔ پھر بھی پرنس کو یکایک پورا، ٹھوس اور حتمی اعتقاد ھوگیا کہ ھو نہ ھو، میں اس آدمی کو پہچان گیا، یہ رگوژین کے سوا دوسرا ھو ھی نہیں سکتا۔ آنکھ جھپکتے میں پرنس اس کے پیچھے زینے کی طرف لپکا۔ دل ٹھنڈا برف ھوگیا تھا۔ ''ابھی سب قصہ پاک ھوا جاتا ھے!،، عجیب یقین کے ساتھ اس نے جی ھی جی میں کہا۔

یہ زینہ، جس پر پھاٹک سے نکلتے ھی پرنس تیزی سے چڑھنے لگا، پہلی اور دوسری منزل کے کوریڈوروں تک لے جاتا تھا۔ انھی دو منزلوں پر ھوٹل کے کمرے تھے۔ پرانے وقتوں کی عمارتوں کی طرح اس عمارت کا یہ زینہ بھی تنگ و تاریک اور پتھر کا بنا ھوا اور پتھر کے بھاری ستون کے ساتھ گھومتا ھوا اوپر جاتا تھا۔ اوپر آنے میں جو موڑ کی پہلی جگہ بنی ھوئی تھی، وھاں اندر کو ایک گوشہ سا نکل آیا تھا جہاں ایک قدم چوڑائی اور آدھ قدم گہرائی خالی تھی۔ اتنی گنجائش تھی کہ ایک آدمی یہاں سما جائے۔ زینے میں اندھیرا ھونے کے باوجود، جب پرنس اوپر اس موڑ پر لپکا ھوا پہنچا تو فوراً اس نے پہچان لیا کہ یہاں اس گوشے میں کوئی شخص کسی نیت سے دبکا ھوا ھے۔ پرنس کا جی چاھا کہ برابر سے نکل جائے اور داھنی طرف نظر ھی نہ کرے۔ وہ ایک قدم بڑھا بھی، لیکن تاب نہ رھی، منہ ادھر پھیر ھی لیا۔

دو آنکھیں، عین مین وھی دو آنکھیں یکایک اس کی نظروں

کے سامنے آ گئیں۔ کونے میں دبکے ہوئے آدمی نے بھی اتنے میں ایک قدم باھر نکال لیا۔ ایک سیکنڈ کو دونوں ایک دوسرے کے روبرو سٹے کھڑے تھے۔ پرنس نے اس کے دونوں شانے ایک دم تھام لئے اور گھما کر زینے کی یعنی اجالے کی طرف منہ کردیا۔ وہ اس کا چہرہ ذرا اور صاف دیکھنا چاھتا تھا۔

رگوژین کی آنکھیں چمکیں اور چہرے پر سے ایک جنونی مسکراھٹ پھسل گئی۔ اس کا داھنا بازو بلند ھوا، ھاتھ میں کوئی چمکتی ھوئی چیز تھی۔ پرنس نے اسے روکنے تھامنے کا خیال تک نہ کیا۔ اسے بعد میں صرف اتنا یاد آیا کہ شاید منہ سے چیخ نکلی تھی:

''پرفیون، یقین نہیں آتا!،،

پھر ناگہاں غار کا سا خلا سامنے جھلکا: کسی اندرونی روشنی نے اس کی روح میں اجالا کر دیا۔ یہ لمحہ شاید آدھے سیکنڈ تک رھا مگر اس کی آمد خوب صاف صاف اور شعوری طور پر یاد تھی، جب اس کے سینے سے، آپ ھی آپ، بے اختیار، بے تحاشا ایک خوفناک چیخ نکلی، جسے روکنا ھرگز کسی کے بس کا روگ نہیں ھوتا۔ چیخ کی اس پہلی آواز تک کا ھوش رھا، پھر ھوش نے ساتھ چھوڑ دیا اور ھر طرف گھپ اندھیرا چھا گیا۔

اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا جو بہت زمانے سے نہیں پڑا تھا۔ سب جانتے ھیں کہ ھاتھ پاؤں چھوٹنے کی حالت، یا اس بیماری کا حملہ یکایک ھوتا ھے۔ اس لمحے چہرہ بری طرح اینٹھ جاتا ھے، خاص کر آنکھیں کج‌بج ھو جاتی ھیں۔ تشنج، اینٹھن اور تھرتھری پورے بدن اور چہرے کے نقوش پر غالب آجاتی ھے۔ سینے سے ایک ایسی خوفناک چیخ پھٹ پڑتی ھے، جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، جس سے کسی شے کو مشابہت نہیں۔ اس کربناک کراہ میں دور دور انسانیت کا کوئی شائبہ نہیں ھوتا۔ دیکھنے‌والے کےلئے ناممکن ھے، یا کم از کم انتہائی مشکل ھے یہ تصور کرنا، مان لینا کہ یہ اسی آدمی کی کراہ تھی، یہی شخص چیخا ھے۔ ایسا کچھ خیال گزرتا ھے کہ اس مریض کے اندر کوئی اور ھی وجود تھا جو بےاختیار چیخ پڑا۔ بہت لوگوں نے اپنا اسی طرح کا تاثر بیان کیا ھے، اور بہتوں کےلئے مریض کا گرتے وقت کا حلیہ انتہائی

سخت اور ناقابل برداشت ہول دل میں بٹھا دیتا ہے، جس میں کچھ نہ کچھ صوفیانہ رنگ ہے۔ یوں ہوا ہوگا کہ ناگہانی دہشت کے اثر نے، جس کے ساتھ اس منٹ کے اور بھی تمام خوفناک اثرات شامل تھے، رگوژین کے ہاتھ پاؤں پھلا دئے، وہ وہیں بےدم ہوگیا، اور پرنس پر پڑنےوالے چھرے کا وار ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اتنا موقع نہیں تھا کہ وہ مرگی کا دورہ سمجھ جاتا، اتنے میں دیکھا کہ پرنس ٹیڑھا میڑھا ہوکر فرش پر چت گرا اور سیڑھیوں پر لڑھکتا ہوا، زینے کے پتھر سے گدی اور بھیجا کھٹ کھٹ ٹکراتا ہوا بےخبر بےہوش نیچے جا پڑا تو رگوژین اندھادھند نیچے بھاگا، بےہوش جسم سے بچ بچاکر نکل گیا اور ہوٹل سے بدحواسی میں فرار ہوگیا۔

سخت اینٹھن، تڑپ اور تھرتھراہٹ کے مارے مریض کا جسم سیڑھیوں پر سے لڑھکتا ہوا، کوئی پندرہ سیڑھیاں تھیں، زینے کے بالکل نیچے آپڑا۔ پڑا رہا، یہاں تک کہ پانچ منٹ کے اندر اندر لوگوں کی نظر پڑگئی اور ایک ہجوم لگ گیا۔ سر کے پاس خون کے تھکے دیکھ کر لوگوں کو مغالطہ ہوا کہ یہ آدمی خود گرا ہے یا کسی سے "گناہ سرزد ہوا"۔ ذرا دیر میں اندازہ ہوگیا کہ مرگی کا حملہ ہے اور ہوٹل کے ایک بیرے نے پہچان لیا کہ یہ صاحب، حال میں ہی یہاں آکر ٹھیرے ہیں۔ حسن اتفاق سے ایک ایسی صورتحال پیش آگئی جس نے اس ہلچل کا خاتمہ کردیا۔

جنرل ایولگین کا لڑکا کولیا، جس نے "وےسی" ہوٹل پر دن کے چار بجے پہنچنے کا وعدہ کیا تھا، مگر وہ پاولوفسک چل دیا تھا، جنرل یپان‌چین‌والوں کے پاس کسی اتفاقی سبب سے وہاں "شام کے کھانے پر" نہیں ٹھیرا اور پیترسبورگ واپس چلا آیا۔ آتے ہی اسے ہوٹل "وےسی" پہنچنے کی جلدی پڑی۔ سات بجے کے قریب پہنچا۔ رقعہ ملا تو معلوم ہوا پرنس شہر میں آگیا ہے اور جو پتہ اس رقعے میں دیا گیا تھا، اس پتے پر دوڑا ہوا گیا۔ یہاں اس ہوٹل پہنچ کر خبر ملی کہ مہمان ابھی باہر ہے۔ وہ نیچے اترا، کینٹین میں جا بیٹھا کہ چائے پینے اور موسیقی سننے میں انتظار کا وقت کٹ جائےگا۔ یہیں لوگوں کی بات چیت سے کان میں بھنک پڑی کہ کسی شخص پر دورہ پڑا اور وہ گر گیا ہے۔ کولیا کا ماتھا ٹھنکا، وہ جھٹ سے اس جگہ پہنچا۔ دیکھا تو پرنس کو

پہچان گیا۔ فوراً ضروری تدبیریں اختیار کی گئیں۔ پرنس کو اس کے کمرے میں لاکر لٹایا۔ اگرچہ اسے ہوش آ گیا تھا، پھر بھی ہوش و حواس کے بحال ہونے میں کافی دیر لگی۔ سر زخمی تھا، معائنے کےلئے جو ڈاکٹر بلایا گیا تھا، اس نے مرہم پٹی کر دی اور کہہ گیا کہ سر کی چوٹ سے مریض خطرے میں نہیں ہے ذرا بھی۔ جب گھنٹہ بھر بعد پرنس کے ہوش درست ہوئے اور وہ ارد گرد کو اچھی طرح پہچاننے، سمجھنے لگا تو کولیا نے اسے گھوڑا گاڑی پر سوار کیا اور ہوٹل سے اٹھا کر لیبیدیف کے گھر لے آیا۔ لیبیدیف نے مریض کو بڑے تپاک سے ھاتھوں ھاتھ لیا، بڑی تعظیم دی۔ پرنس کی خاطر ھی اس نے شہر سے باہر داچہ چل دینے میں جلدی کی۔ تیسرے دن سب کے سب پاولوفسک والے بنگلے میں پہنچ گئے۔

٦

لیبیدیف کا داچہ تھا تو چھوٹا، مگر آرام‌دہ اور خوبصورت تھا۔ جو حصہ کرائے پر دینے کےلئے مقرر تھا، وہ خاص طور سے سنوارا گیا تھا۔ سڑک سے اندر کمروں میں جانے کےلئے کافی کشادہ برآمدہ پڑتا تھا اور برآمدے میں جنگلی نارنگی، لیمو اور یاسمین کے کئی ایک پودے کاٹھ کے بڑے بڑے سبز گملوں میں سجے تھے، اور بقول لیبیدیف ان سے منظر دلفریب ہو گیا تھا۔ کئی پودے تو داچہ کے ساتھ ملے تھے، برآمدے پر ان کی بہار نے صاحب خانہ کا دل ایسا موہ لیا کہ اس نے موقع ھاتھ آتے ھی ان کے میل کے اور بھی کئی گملوں میں لگے پودے نیلام سے خرید کر یہاں بڑھا دئے۔ جب یہ سارے گملے داچہ پر پہنچے اور قاعدے قرینے سے لگا دئے گئے تو اس روز لیبیدیف بار بار برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر سڑک پر دوڑتا اور وھاں سے اپنی اس دولت کو، شوق سے، اترا اترا کر دیکھتا اور ھر بار دل ھی دل میں کرائے کی وہ رقم بڑھاتا جاتا جو آنے‌والے اپنے کرایہ‌دار سے طلب کرنی تھی۔ نحیف و زار، غمزدہ اور جسمانی طور پر خستہ و شکستہ پرنس کو یہ داچہ بہت پسند

آیا۔ ویسے یہ ہے کہ جس روز پاولوفسک پہنچے، یعنی دورہ پڑنے کے تیسرے دن، ظاہرا پرنس کی صحت تقریباً بحال ہو چکی تھی، لیکن اندر کی حالت ابھی پوری طرح اطمینان بخش نہیں تھی۔ ان تین دنوں میں جسے بھی وہ اپنے آس پاس دیکھتا، دیکھ کر خوش ہوتا۔ کولیا سے خوش تھا کہ وہ تین دن رات اسے چھوڑ کر کہیں گیا ہی نہیں، لیبیدیف کے پورے خاندان کو نزدیک پاکر خوشی ہوتی (سوائے اس ایک بھانجے کے، جو غائب ہو چکا تھا) اور خود لیبیدیف سے خوش تھا۔ اور تو اور، خود جنرل ایولگین، جو شہر ہی میں اسے دیکھنے آئے تھے، ملنے آئے تو ان سے بھی جی کھول کر ملا۔ جس دن پیترسبورگ سے یہاں پہنچے، شام کے قریب پہنچے تھے اسی روز برآمدے پر بہت سارے لوگ ملنے آ گئے۔ سب سے پہلے تو گانیا ہی آیا، جسے پرنس بمشکل پہچان سکا کیونکہ وہ اس درمیان میں کافی بدل گیا تھا۔ پہلے سے بہت دبلا ہو گیا تھا۔ پھر واریا اور پتیتسن آپہنچے۔ یہ لوگ یہیں داچہ لئے ہوئے تھے۔ جنرل صاحب ایولگین تو لیبیدیف کے مکان پر ہی سارے وقت ڈٹے رہتے تھے، بلکہ شاید اسی کے ساتھ لگے ہوئے پاولوفسک آئے ہوں گے۔ لیبیدیف کی کوشش تھی کہ بڑے میاں اسی سے چپکے رہیں، پرنس کی طرف کا رخ نہ کریں۔ لیبیدیف ان سے بےتکلفانہ پیش آتا تھا جس سے ظاہر تھا کہ دونوں کافی پرانے ملنےوالے ہیں۔ پرنس نے یہ بھی نوٹ کیا کہ ان تین دنوں تک ان دونوں میں کافی دیر تک لمبی لمبی باتیں ہوا کرتی تھیں، بحث و تکرار بھی رہتی، آوازیں اونچی ہو جاتیں، بلکہ علمی مباحث چھڑ جاتے جن سے بظاہر لیبیدیف کو دلی خوشی ہوا کرتی تھی۔ قیاس کہتا تھا کہ شاید جنرل سے اس کی کوئی ضرورت اٹکی ہوئی ہے۔ وہی احتیاطیں جو لیبیدیف نے پرنس کے سلسلے میں جنرل کے ساتھ ملحوظ رکھی تھیں، وہی، یہاں داچہ میں آتے ہی اپنے خاندان کے ساتھ بھی برتنے لگا۔ اس بہانے سے کہ کوئی پرنس کے سکون میں خلل نہ ڈالے، وہ کسی کو بھی پرنس کے نزدیک نہیں پھٹکنے دیتا تھا، ذرا بھی گمان ہو جاتا کہ کوئی برآمدے کی طرف پرنس کی طرف چلا، لیبیدیف، ڈرا دھمکا کر، پاؤں پٹک پٹک کر، دھکا دے کر، بھگا کر اپنی بچیوں میں سے کسی کو بھی، یہاں تک کہ گود کی بچی سمیت ویرا کو بھی ادھر

آنے سے باز رکھتا تھا۔ حالانکہ خود پرنس نے سمجھایا کہ کسی کو اس کے پاس آنے سے روکو مت۔

پرنس نے جب دوٹوک اعتراض کر ہی دیا تو اس نے صفائی پیش کی کہ اول تو اگر ان پر کوئی روک ٹوک نہ ہو تو پھر ان کی نظر میں عزت نہ رہ جائے گی، دوسرے یہ کہ اس طرح آمد و رفت بدتہذیبی ہے اور کچھ نہیں۔

''مگر کیوں؟،، پرنس نے بحث کی ''آپ اپنی اس ہر وقت کی نگرانی اور احتیاط سے، یوں تو میرا ناک میں دم کر دیں گے۔ میں آپ سے کئی بار کہہ چکا کہ اکیلےپن سے مجھے اکتاہٹ ہوتی ہے۔ اور آپ خود جو یہ ہاتھ ہلاتے رہتے ہیں، پنجوں کے بل چپکے سے آکر دیکھ جاتے ہیں، یہ اور بھی تکلیف‌دہ بن جاتا ہے۔،،

پرنس کا اشارہ اس طرف تھا کہ اگرچہ لیبیدیف گھروالوں میں سے کسی کو، یہ کہہ کر کہ بیمار کو سکون کی ضرورت ہے، پرنس کے پاس نہیں آنے دیتا تھا، مگر خود ان تین دنوں میں برابر منٹ منٹ پر ادھر کا چکر لگا لیتا تھا۔ ہر بار وہ پہلے آہستہ سے دروازہ کھولتا، پھر گردن اندر ڈالتا، کمرے میں نظر گھماتا، جیسے اطمینان کر رہا ہو کہ یہاں موجود ہیں نا؟ پرنس کہیں بھاگ تو نہیں لئے؟ پھر آہستہ آہستہ، آہٹ کئے بغیر، پنجوں کے بل وہ پرنس کی آرام کرسی کے پاس پہنچ جاتا، یہاں تک کہ بعض اوقات بلاارادہ، اس مہمان کو اپنی اچانک آمد سے ڈرا دیتا۔ لگاتار خبر لیتا رہتا تھا کہ اسے کچھ چاہئے تو نہیں، اور جب پرنس خود کہہ دیتا کہ اسے تنگ نہ کیا جائے تو وہ بڑی سعادتمندی سے، کچھ کہے سنے بغیر ایک‌دم الٹے پاؤں واپس ہونے لگتا، دروازے تک آہٹ کے بغیر پنجوں کے بل چلتا، اور جب تک چلتا، ہاتھ جھٹک کر اشارے سے یہ جتاتا رہتا کہ میں تو بس یونہی چلا آیا تھا، کچھ بھی کہنا نہیں تھا اور یہ لو، چل دیا، اب نہیں آؤں گا۔ تاہم دس یا زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ گزرتے ہوں گے کہ وہ پھر وہیں موجود۔ کولیا پر چونکہ آمدورفت کی کوئی بندش نہیں تھی، اسی سبب سے لیبیدیف کو سخت رنجش پیدا ہو گئی تھی، بلکہ اسے وہ اپنی ذات پر حملہ سمجھ کر برہم رہتا تھا۔ کولیا کو پتہ چل گیا کہ لیبیدیف آدھ آدھ گھنٹے دروازے پر کان لگائے کھڑا رہتا ہے،

سنتا ہے کہ پرنس سے کیا باتیں چل رہی ہیں ۔ قدرتی بات تھی کہ کولیا نے پرنس کو باخبر کر دیا ۔
''آپ نے تو مجھ پر ایسا قبضہ جمالیا ہے کہ تالے میں رکھتے ہیں،، پرنس نے شکایتاً کہا ''کم از کم داچہ میں تو، میں چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہو ۔ اور آپ یقین کیجئے، جس سے چاہوں گا، ملوں گا، اور جہاں چاہوں گا، جاؤں گا ۔ ،،
''ہرگز رتی بھر شبہ کی گنجائش نہیں،، ہاتھ جھلا کر لیبیدیف بولا ۔
پرنس نے اسے سر سے پاؤں تک نظر بھر کے دیکھا ۔
''کیوں جی، لیبیدیف صاحب، آپ اپنا وہ دیواری بکس لائے ہیں، جو آپ کے مکان میں پلنگ کے اوپر سرہانے لٹک رہا تھا؟،،
''جی نہیں، وہ تو نہیں لایا ۔ ،،
''تو کیا وہیں چھوڑ دیا آپ نے؟،،
''اسے لانا ممکن نہیں، لانے کے لئے دیوار کو توڑ کر نکالنا پڑتا ۔ بہت مضبوط، مضبوط...،،
''ہاں، ممکن ہے، یہاں موجود ہو ویسا ہی؟،،
''اس سے بہتر، اس سے بھی بہتر، صاحب! تبھی تو میں نے یہ داچہ خریدا ۔ ،،
''کون تھا وہ، جسے آپ نے ابھی میرے پاس آنے سے روکا؟ گھنٹہ بھر پہلے ۔ ،،
''کوئی نہیں، وہی تھے جنرل صاحب ۔ واقعی میں نے انھیں آنے نہیں دیا ۔ ان کا آپ کے پاس آنا کچھ ٹھیک نہیں ۔ میں تو پرنس صاحب، ان جنرل کی دل سے عزت کرتا ہوں ۔ وہ جو ہیں تو — وہ بڑے آدمی ہیں ۔ آپ نہیں مانیں گے نا؟ خود جان لیں گے ۔ مگر آپ جانیں، پھر بھی، سرکار میرے، عالی جاہ، بہتری اسی میں ہے کہ آپ انھیں دور ہی دور رکھیں ۔ ،،
''مگر کیوں؟ میں پوچھ سکتا ہوں کیا؟ اور مسٹر لیبیدیف، یہ آپ پنجوں پر کیوں کھڑے ہیں فی الحال؟ اور آپ ہمیشہ ایسے دبے پاؤں میرے پاس آتے ہیں گویا کان میں کوئی راز کی بات کہنی ہو؟،،
''نیچ پن ہے، نیچ ہوں، جانتا ہوں،، یہ جواب دیتے ہوئے

لیبیدیف نے جوش میں اپنا سینہ کوٹ لیا ''اور کیا جنرل آپ کے لئے کچھ زیادہ ہی مہمان نواز ثابت نہیں ہوں گے؟،،

''زیادہ ہی مہمان نواز ہوں گے؟،،

''جی ہاں، مہمان نواز۔ وہ بات کیا ہے کہ اول تو وہ میرے یہاں ڈیرا ڈالنے کی فکر میں ہیں۔ خیر، کوئی حرج نہیں۔ مگر دھتی آدمی ہیں۔ فوراً رشتہ‌داری نکال بیٹھے۔ میں اور وہ کئی بار رشتہ‌داروں کا حساب کرچکے ہیں۔ نکلا یہ کہ کمربندی رشتہ ہے — بیوی کی طرف سے۔ ابھی کل بتا رہے تھے کہ آپ سے بھی عزیزداری ہے۔ ماں کی طرف سے دور کے بھانجے لگتے ہیں آپ۔ اب اگر آپ سے بھانجے کا رشتہ نکلا تو پھر ہماری آپ کی بھی عزیزداری ہو گئی، سرکار عالی جاہ! چلئے یہ بھی کچھ نہیں۔ معمولی سی کمزوری آدمی کی۔ لیکن اب وہ یہ بھی منواتے ہیں کہ ساری عمر، جب سے وہ فوج میں سب لفٹننٹ ہوئے تھے، تب سے پچھلے سال کی گیارھویں جون تک کوئی دن ایسا نہیں گیا جب ان کے دسترخوان پر دو سو سے کم آدمی نے کھانا کھایا ہو۔ اسی پر بس نہیں۔ اب وہ یہاں تک کہنے لگے کہ لوگ آتے تو اٹھتے ہی نہیں تھے۔ یعنی دن کا کھانا، شام کا کھانا اور پھر چائے۔ دن بھر میں پندرہ گھنٹے چائے کا دور لگا رہتا تھا، تیس سال سے برابر بلا ناغہ یہ مہمان‌داری جاری رہی، اتنا بھی وقت نہیں ملتا تھا کہ میزپوش بدل دیا جائے۔ ایک اٹھتا ہے، جاتا ہے، دوسرا آجاتا ہے۔ سرکاری تعطیل کے اور شاہی تقریب کے دنوں میں تو تین تین سو آدمی ان کے دسترخوان پر بیٹھے ہیں۔ جس دن روس کا ہزار سالہ جشن منایا گیا، اس روز مہمانوں کی تعداد سات سو تک گئی۔ ایک طرح کا خبط ہے یہ بھی، اس طرح کی باتیں، برے آثار ہیں یہ۔ اب دیکھئے، ایسے مہمان نواز لوگوں سے اپنے ہاں ملنا بھی بھیانک ہے نا؟ میں نے غور کیا — آپ پر، ہم پر اس قسم کا آدمی کہیں زیادہ مہمان نواز تو نہیں ہو جائے گا؟،،

''مگر جناب، معلوم ہوتا ہے، آپ کے ان کے تو کافی اچھے تعلقات ہیں؟،،

''برادرانہ ہیں، مگر میں اسے مذاق سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ وہ رشتہ‌داری جتاتے ہیں، جتایا کریں۔ مجھے کیا، میرے لئے اور

عزت کی بات۔ یہ دو سو مہمان اور ہزار سالہ جشن والی داستان کے باوجود میں ان میں ایک نہایت قابل قدر آدمی دیکھتا ہوں۔ سچے دل سے عرض کیا ہے۔ ابھی، پرنس صاحب، آپ کی زبان پر لفظ آیا تھا راز کی بات کا یعنی میں آپ کے پاس یوں دبے پاؤں آتا ہوں جیسے راز کی بات کان میں ڈالنی ہو۔ تو جناب، واقعی ہے ایک راز کی بات: اس خاص ہستی کی طرف سے مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ وہ آپ سے نہایت رازدارانہ ملاقات چاہتی ہے۔"

"تو رازدارانہ کیوں؟ نہیں۔ میں خود ھی ملنے چلا جاؤں گا، چاہے تو آج ھی!"

"نہیں، بالکل نہیں، ہرگز نہیں،" لیبیدیف نے ھاتھ جھلائے "وہ اس سے نہیں ڈرتی جس کی طرف آپ کا خیال جائے گا۔ اور سنئے، وہ مردود روز یہاں کا چکر لگاتا ہے، آپ کی صحت کی خبر رکھنے کے لئے۔ کیا آپ کو معلوم ہے؟"

"آپ اسے اکثر و بیشتر مردود کہتے ھیں۔ اس بات سے میں کھٹکنے لگا ھوں۔"

"کسی شک و شبہ کی ضرورت نہیں جناب، کھٹکئے مت،" لیبیدیف نے جلدی سے بات بولی۔ "میں تو یہ وضاحت کرنا چاھتا تھا کہ وہ خاص ہستی اس شخص سے نہیں ڈرتی، بالکل کسی دوسرے سے، کوئی اور ھی ہے وہ، جس کا خوف ہے۔"

"وہ کون ہو سکتا ہے، بتائیے جھٹ سے!" پرنس نے بےصبری سے جواب طلب کیا اور لیبیدیف کی رازدارانہ ٹیڑھ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"بس یہی تو راز ہے۔"

لیبیدیف نے یہ کہہ کر دانت نکال دئے۔

"کس کا راز؟"

"آپ کا راز۔ آپ نے خود ھی تو منع کیا تھا کہ آپ کے سامنے ذکر زبان پر نہ لایا جائے سرکار عالی جاہ!" لیبیدیف بدبدایا اور اس بات کا مزا لے کر کہ مخاطب کو کچوکے دینے والی کرید لگ گئی ہے، اس نے نکتے کی بات بتا دی۔ "اگلایا ایوانوونا سے ڈرتی ہے وہ ہستی!"

پرنس کی تیوری پر بل پڑ گئے اور وہ منٹ بھر بالکل دم بخود رہا۔

''قسم خدا کی لیبیدیف، میں آپ کے داچہ میں رہنے سے باز آیا،، وہ ایک دم بولا ''گوریلا صاحب (گانیا) اور پتیتسن صاحبان کہاں ہیں؟ آپ کے ہاں؟ انھیں بھی اپنی طرف کھینچ لیا؟،،

''آتے ہیں، ابھی آتے ہیں صاب! بلکہ جنرل بھی ان کے پیچھے پیچھے۔ سارے دروازے کھول ڈالتا ہوں اور بیٹیوں کو بھی، سب کو، سب کو، ابھی ابھی، یہیں بلائے لیتا ہوں،، گھبرا کر لیبیدیف نے آہستہ سے ایک سانس میں کہہ ڈالا۔ وہ ہاتھ جھلا رہا تھا اور ایک سے دوسرے دروازے تک جھول رہا تھا۔

ٹھیک اسی منٹ کولیا برآمدے پر نمودار ہوا۔ وہ سڑک سے آیا اور آتے ہی اعلان کر دیا کہ پیچھے پیچھے مہمان بھی آرہے ہیں، جنرل یپان‌چین کی بیگم لیزاویتا اپنی تینوں بیٹیوں سمیت۔

''بولئے، پتیتسن میاں بیوی اور گانیا صاحب کو ادھر آنے دوں یا روک لوں؟ فرمائیے جنرل کو آنے دوں یا روک لوں؟،، لیبیدیف نے دھیمے سروں میں کہا، وہ اس اطلاع سے حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

''کیوں روک لوں؟ سب کو آنے دیجئے، جس کا جی چاہے، آئے۔ یقین مانئے لیبیدیف، آپ شروع سے ہی میرے معاملات سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ اس غلط فہمی کا تار ہی ٹوٹنے میں نہیں آتا۔ کوئی ذرہ برابر وجہ نہیں ہے میرے پاس کسی سے چھپنے یا خود کو پردے میں رکھنے کی،، یہ کہہ کر پرنس مسکرا دیا۔

پرنس کو ہنستے دیکھ کر لیبیدیف نے بھی فرمائشی مسکراہٹ اپنا فرض جانا۔ اگرچہ اندر زبردست ہلچل برپا تھی، تاہم لیبیدیف کی صورت سے ظاہر تھا کہ وہ بھی بہت مطمئن ہے۔

کولیا نے جو اطلاع دی تھی وہ حق بجانب نکلی۔ کولیا پیچھے آنے والے خاندان سے صرف چند قدم آگے بڑھ آیا تھا تاکہ ان کی آمد کی خبر کر دے۔ چنانچہ مہمان داخل ہوئے تو دونوں سمتوں سے داخل ہوئے۔ برآمدے کی طرف سے یپان‌چین کی بیگم اور بیٹیاں، کمروں کی جانب سے پتیت سن میاں بیوی، گانیا اور جنرل ایولگین۔

یپان‌چین کے گھروالوں کو ابھی کولیا کی زبانی معلوم ہوا

کہ پرنس بیمار ہیں اور پاولوفسک آئے ہوئے ہیں۔ تب تک میڈیم سخت غلط فہمی کا شکار تھیں۔ آج تیسرا دن ہے کہ جنرل یپان‌چین نے گھروالوں کو اطلاع بھیجی تھی کہ پرنس آئے تھے، کارڈ چھوڑ گئے ہیں۔ کارڈ چھوڑ کر جانے سے بیگم صاحبہ کو پورا یقین ہو گیا کہ اب اس کے بعد پرنس بہر صورت ہم لوگوں سے ملنے کی خاطر پاولوفسک ضرور پہنچیں‌گے۔ خواہ مخواہ لڑکیوں نے ان کو باور کرا دیا کہ جس شخص نے چھ مہینے تک اپنی خیریت کا خط تک نہ لکھا ہو، اسے اب یہاں آنے کی کیا جلدی ہوگی۔ اور پھر ہم سے ملاقات کے سوا، پیٹرسبورگ میں اسے اپنے کاموں کے الجھاوے کیا کم ہوں‌گے، معلوم تو ہے! بیگم جنرل اپنی لڑکیوں کی اس خیال آرائی سے سچ مچ ناراض ہو گئیں، وہ تو شرط لگانے کو تیار تھیں کہ پرنس بہت ہوا تو دوسرے دن وہاں پہنچ جائیں‌گے ''اگرچہ یہ بھی تاخیر ہے''۔ دوسرا دن ہوا تو وہ صبح راہ دیکھتی رہیں، دن کے کھانے پر انتظار کیا، شام تک منتظر رہیں مگر جب رات بھی ہو گئی تو پھر انہیں غصہ آگیا، گھر بھر سے ناراض ہو گئیں، بات بات پر جھگڑنے لگیں، البتہ جھگڑے کے بیچ کہیں پرنس کا نام تک نہ آنے دیا۔ تیسرے دن بھی پرنس کے بارے میں ایک لفظ زبان سے نہ نکلا۔ دن کے کھانے پر اگلایا کی زبان پر اتفاقاً، بلاارادہ اتنی بات آ گئی کہ ممی اس لئے روٹھی ہوئی ہیں کہ پرنس نہیں آئے، اس پر جنرل نے کہیں اتنا کہہ دیا کہ ''اس میں پرنس کی کوئی خطا نہیں ہے''، بس یہ سننا اور لیزاویتا بیگم میز پر سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ آخر شام ہوتے کولیا، ساری خبریں اور پرنس کی جتنی کچھ واردات معلوم تھیں، سب کی پوٹ لئے آپہنچا۔ لیزاویتا بیگم نے بڑی شان سے سنا، مگر کولیا کو خوب تنبیہ کر دی ''ارے، وہ سارے سارے دن یہاں چکر کاٹتے پھرتے ہیں، ان سے تو پناہ ملنا مشکل، کم‌ازکم اپنی اطلاع تو بھجوا دیتے اگر خود زحمت فرمانے کا ارادہ نہیں تھا تو''۔ کولیا اس لفظ ''پناہ ملنا مشکل'' پر بگڑنے ہی والا تھا، مگر کچھ سوچ کر آئندہ کے لئے ٹال گیا۔ وہ تو کہئے کہ لفظ ہی بڑا سخت کہہ دیا تھا ''ان سے تو پناہ ملنا مشکل''، ورنہ سچ یہ ہے کہ پرنس کی بیماری کی خبر سن کر بیگم صاحبہ جیسی بےقرار ہو گئیں، جتنی فکر میں پڑ گئیں، وہ حالت کولیا کو ایسی

اچھی لگی کہ کچھ اور کہا ہوتا تو فوراً دل سے معاف کر دیتا۔ دیر تک وہ اصرار کرتی رہیں کہ پیٹرسبورگ کو آدمی دوڑانا فوراً ضروری ہے، اس میں دیر نہ ہو، وہ جائے اور وہاں سے فلاں ڈاکٹر کو، جو ہائی کلاس نمبر ایک ڈاکٹر ہیں، اٹھا کر پہلی ٹرین سے لئے چلا آئے۔ مگر لڑکیوں نے سمجھا بجھا کر روکا۔ البتہ جونہی بیگم صاحبہ نے بیمار کی عیادت کے لئے اسی منٹ چلنے کا ارادہ کیا تو لڑکیاں بھی کمر بستہ ہو گئیں۔ وہ اماں جان سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھیں۔

''وہ تو زندگی اور موت کے بیچ میں ہیں،، بیگم صاحبہ نے آپادھاپی میں تیار ہوتے ہوئے کہا ''اور ہم یہاں تکلفات میں پڑے ہیں۔ آخر وہ ہمارے خاندان کے دوست ہیں یا نہیں ہیں؟،،

''مگر پانی کی تھاہ پوچھے بغیر ناک ٹھونسنا کیا ضرور ہے!،، کہیں اگلایا کے منہ سے نکل گیا۔

''تو مت جاؤ تم۔ اچھا ہی ہوگا تمہارا نہ جانا۔ یہاں وہ آنےوالے ہیں ایوگینی پاولووچ، ان کے لئے کون رہےگا یہاں؟،،

یہ سننا تھا کہ اگلایا جو پہلے سے ہی جانے کا ارادہ کئے بیٹھی تھی، فوراً ماں بہنوں کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ پرنس ش۔ منجھلی بہن ادےلائیدا کے پاس آیا ہوا تھا۔ اس نے کہا تو وہ ان خواتین کو وہاں لے چلنے کےلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ جب اس خاندان سے شروع کی ملاقات تھی، تبھی یہاں پرنس کا ذکر خیر سن چکا تھا، اور اسے بےحد اشتیاق تھا پرنس سے ملنے کا۔ پتہ یہ چلا کہ اس کی پرنس میشکن سے پہلے کی جان پہچان تھی۔ ایک چھوٹے سے شہر میں کوئی تین مہینے پہلے ان دونوں کا چودہ پندرہ دن ساتھ رہ چکا تھا۔

یپانچین کے مکان سے لیبیدیف کا داچہ تین سو قدم سے زیادہ نہیں تھا۔ پرنس کے یہاں قدم رکھتے ہی پہلی ناگواری جو لیزاویتا پروکوفیونا کو ہوئی وہ یہ کہ مہمانوں کی پوری پلٹن اسے گھیرے ہوئے تھی۔ اور یہ کہنے کی بات نہیں کہ اس پلٹن میں دو تین صورتیں ایسی بھی تھیں جن سے بیگم صاحبہ کو قطعی نفرت ہو چکی تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ تو اس فکر میں آئی تھیں کہ بیمار بستر مرگ پر پڑا ہے، اور یہاں دیکھا کہ اچھا خاصا تندرست،

ہشاش بشاش نوجوان نفیس لباس زیب تن کئے، ہنس بول رہا ہے، بلکہ ان کے استقبال کو چند قدم آگے بھی بڑھا۔ یہ دیکھا تو وہ ٹھٹک کر رہ گئیں، جس سے کولیا کو بےانتہا خوشی ہوئی۔ وجہ یہ کہ ابھی جب بیگم صاحبہ اپنے داچہ سے سرکی بھی نہیں تھیں کولیا انھیں اچھی طرح سمجھا سکتا تھا کہ نہ کوئی موت اور زندگی کی کشمکش میں ہے، نہ مرا جا رہا ہے، لیکن اس نے صاف صاف اصلیت بتائی ہی نہیں۔ شرارت یہ سوجھی تھی کہ جب وہ کولیا کا بیان ذہن میں رکھ کر دوڑی ہوئی آئیں‌گی اور یہاں پرنس کو، اپنے مخلص عزیز کو ہٹا کٹا پائیں‌گی تو بہت کلسیں‌گی — ان کے اس کلسنے کا مذاق رہےگا۔ کولیا نے ایک زیادتی اور کی کہ اپنی شرارت کی پہیلی خود ہی سنا ڈالی، جس سے لیزاویتا بیگم کے زخم پر نمک چھڑک دیا۔ ان خاتون سے دوستی کا رشتہ رکھنے کے باوجود وہ ان کو مستقل تنگ کیا کرتا تھا، بعض اوقات تو شرارت خباثت تک پہنچ جاتی تھی۔

''ٹھیرو، جلدی مت کرو مہربان، ابھی سے تالیاں بجانے کی ضرورت نہیں ہے!،، لیزاویتا بیگم نے اس آرام کرسی میں دھنستے ہوئے کہا جو پرنس نے خاص انھی کو پیش کی تھی۔

لیبیدیف، پتیتسن، جنرل ایولگین نے جلدی جلدی صاحبزادیوں کے لئے کرسیاں بڑھا دیں۔ اگلایا کو جنرل نے کرسی دی۔ لیبیدیف نے پرنس ش۔ کے لئے بھی کرسی بڑھائی — بلکہ کرسی دیتے وقت کمر اتنی جھکائی کہ غیرمعمولی تعظیم کا اظہار کرکے چھوڑا۔ واریا نے معمول کے مطابق ان لڑکیوں سے ہنسی خوشی زیرلب سلام دعا کرلی۔

''سچ کہوں، میں تو سمجھی تھی، تم بستر میں پڑے ہوگے۔ ہول کے مارے سمجھ لیا کہ حالت زیادہ خراب ہوگی۔ جھوٹ بولنے کی مجھے ضرورت کیا، بتا ہی دوں تمھیں جو ہشاش بشاش دیکھا تو میرا دل بری طرح بیٹھ گیا۔ مگر قسم سے کہتی ہوں کہ بس ایک منٹ ہی یہ رہا، جب تک میں نے اچھی طرح سوچ نہیں لیا۔ جب میں سوچ لوں تو پھر عقل کی کہتی ہوں، عقل سے کام لیتی ہوں۔ اور میں جانوں تم بھی ایسے ہی ہو۔ اصلیت یہ ہے کہ میرے سگے بیٹے کو بیماری سے صحت ہوتی، اگر ہوتا کوئی بیٹا

ہمارے، تب بھی مجھے اتنی خوشی نہیں ہونےوالی تھی جتنی تمھاری صحت و سلامتی سے ہوئی ہے۔ اب اگر تمھیں میرے کہنے کا یقین نہ آئے تو مجھے نہیں، تمھیں شرم آنی چاہئے۔ اور یہ جو بدذات لڑکا ہے، یہ اس سے بھی زیادہ شرارتیں کرتا ہے میرے ساتھ۔ معلوم ہوتا ہے، تم نے اسے سرپرستی میں لے رکھا ہے۔ تو میں ابھی سے باخبر کردوں کہ کسی اچھے سے دن یہ ہوگا، یقین کرنا کہ میں ان برخوردار سے سلام دعا کی بھی طلبگار اور جان پہچان کی بھی روادار نہیں رہوں‌گی۔"

"کیوں، مجھ سے کیا قصور ہو گیا؟" کولیا پکارا۔ "چاہے میں آپ کو کتنا ہی یقین دلاتا کہ پرنس تندرست ہو گئے، آپ کب ماننےوالی تھیں، کیونکہ انھیں موت کے دوازے پر دستک دیتے دیکھنے میں جو لطف آتا آپ کو وہ ایسے کہاں!"

"کیا ابھی کچھ عرصے قیام رہےگا؟" لیزاویتا بیگم پرنس سے مخاطب ہوئیں۔

"پوری گرمیاں گزارنے کا ارادہ ہے، ممکن ہے اور بھی ٹھیروں۔"

"تم اکیلا دم ہو؟ شادی تو ہوئی نہیں‌نا؟"

"جی نہیں، شادی تو نہیں ہوئی،" پرنس کو بھولپن کی اس چھیڑ پر ذرا ہنسی آگئی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات، ایسا تو ہوتا ہے۔ میں پوچھ رہی تھی داچہ کے خیال سے، سیدھے ہمارے ہاں کیوں نہیں چلے آئے؟ اپنے بنگلے میں تو پورا ایک بازو خالی پڑا ہے۔ ویسے، جو تمھاری مرضی۔ یہ جگہ تم نے اس شخص سے کرائے پر لی ہے؟ اس آدمی سے؟" انھوں نے لیبیدیف کی طرف اشارہ کرکے نیچی آواز میں پوچھا۔ "مگر یہ شخص اتنا لجاتا کیوں رہتا ہے؟"

ٹھیک اسی منٹ ویرا، حسب معمول ننھی بچی کو گود میں اٹھائے، کمرے سے باہر برآمدے میں نکل آئی۔ لیبیدیف، جو مہمانوں کی نشستوں کے درمیان اٹکتا پھر رہا تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہاں اس کا کام کیا ہے، پھر بھی کسی طرح ٹلنے کو تیار نہیں تھا، لڑکی کو آتے دیکھ‌کر اس پر پل پڑا، ہاتھ جھلا کر

اسے برآمدے سے بھگانے لگا اور خیال نہیں رہا تو پاؤں بھی دھپ دھپ پٹکنے لگا۔

''پاگل معلوم ہوتا ہے یہ تو؟،، اس حرکت پر بیگم جنرل بولیں۔

''جی نہیں — وہ ذرا...،،

''پیئے ہوئے ہے شاید؟ تمھاری صحبت اچھی نہیں یہاں،، حاضرین کو نظر میں بھرتے ہوئے انھوں نے کھٹ سے بات کاٹ دی۔ ''ارے واہ، کیا اچھی پیاری لڑکی تھی! کون تھی یہ؟،،

''یہ ویرا لوکیانوونا ہے، انھی لیبیدیف کی بیٹی۔ ،،

''واہ، بہت ہی پیاری تھی۔ میں اس سے پہچان کرنا چاہتی ہوں۔ ،،

ادھر بیگم جنرل کی زبان سے بیٹی کی تعریف کان میں پڑی، ادھر لیبیدیف خود جاکر اس بچی کو کھینچ لایا پیش کرنے کے لئے۔

''بن ماں کی، بن ماں کی،، وہ نزدیک آتے ہوئے پگھلا جا رہا تھا ''اور یہ جو گود کی بچی ہے اس کے ہاتھوں پر، تو اس کی بھی ماں مر گئی۔ یہ بہن ہے اس بڑی‌والی کی، لیوبوف نام۔ میری شرعی منکوحہ زوجہ یلینا سے ہے یہ اولاد! اسی بچی کی ولادت میں، چھ ہفتے ہوئے ماں خدا کو پیاری ہو گئی۔ اس مالک کی مشیت! ہاں، اور اب مرحومہ ماں کی جگہ، یہ بہن، اگرچہ صرف بہن ہے، اس کے سوا کچھ نہیں، اس کے سوا، اس کے سوا...،،

''اور تم بھی، بزرگوار، الٹی کھوپڑی کے سوا کچھ نہیں۔ معاف کرنا۔ بس بہت ہوا، خود سمجھ جاؤ، یہ میرا خیال ہے،، لیزاویتا بیگم نے نہایت برہم ہوکر تڑ سے کہہ دیا۔

''بالکل بجا ارشاد ہوا!،، لیبیدیف نے نہایت ادب سے سر جھکا کر تصدیق بھی کردی۔

''سنئے، مسٹر لیبیدیف، یہ جو آپ کے بارے میں سنا ہے، صحیح ہے کیا کہ آپ Apocalypse (صحیفے) کا مطلب نکالنا جانتے ہیں؟،، اگلایا نے سوال کیا۔

''بالکل بجا ارشاد ہوا۔ پندرھواں سال ہے۔ ،،

''میں آپ کے بارے میں سن چکی ہوں، غالباً اخبارات میں بھی آپ کا ذکر آیا تھا؟،،

''جی نہیں، وہ دوسرے شخص تھے اسی لائن کے۔ مر گئے وہ۔ میں رہ گیا ان کی جگہ،، لیبیدیف پھولا نہیں سما رہا تھا، منہ سے نکل گیا۔

''تو ذرا مہربانی کیجئے۔ کبھی قریب کے کسی دن میرے لئے بھی کچھ مطلب نکال کے بتائیے۔ ہمسائے ہیں ہم۔ اس علم سے میں بالکل بےبہرہ ہوں۔ ،،

''مگر میں آپ کو ہوشیار کئے بغیر نہیں رہ سکتا صاحبزادی اگلایا کہ یہ صاحب جو دکھاتے ہیں وہ محض شعبدہ بازی ہے، یقین کیجئے!،، جنرل ایولگین نے جلدی سے دخل دیا۔ کچھ کہنے کے انتظار میں ان کی جان کانٹوں پر تھی اور سخت بےتاب تھے کہ بات چھیڑنے کا موقع مل جائے، وہ اگلایا کے بالکل برابر سرک کر بیٹھے تھے۔ بولے ''بےشک، داچہ کی زندگی کے اپنے طور طریقے ہوتے ہیں۔ اس کی اپنی تفریحات ہیں۔ اس قماش کے مدعی کو اپنے ہاں بلانا کہ وہ اس علم سے غیب کا حال بتا دے، یہ بھی ایک مشغلہ ہے، جیسے اور دوسرے مشغلے۔ البتہ عقل پر زور پڑنے کے لحاظ سے ہوگا یہ زوردار۔ مگر میں... آپ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے حیرانی سے تک رہی ہیں، چلئے، میں اپنے تعارف کی عزت حاصل کروں، میں جنرل ایولگین — آپ جب ننھی سی جان تھیں، آپ کو گودوں میں کھلا چکا ہوں۔ ،،

''بہت خوب! آپ کی صاحب‌زادی واروروا اور بیگم نینا صاحبہ سے تو پہلے ہی جان پہچان تھی،، اگلایا نے آہستہ سے کہا اور پورا زور لگا دیا کہ کہیں ہنسی نہ چھوٹ جائے۔

لیزاویتا بیگم کا منہ پھول گیا۔ ان کے سینے میں دیر سے کچھ ابل رہا تھا اور اب وہ پھٹ پڑنے کو بےقرار ہو گیا۔ جنرل ایولگین کو برداشت کرنا اب ان کے بس میں نہ رہا۔ ان سے نجانے کب کی معمولی ملاقات تھی۔

''تم بزرگوار، اپنی عادت کے مطابق بالکل جھوٹ کہتے ہو۔ تم نے کس دن اسے گودوں میں کھلایا ہوگا بھلا؟،، انہوں نے غصے سے کہا۔

''نہیں، نہیں، ممی، آپ بھول رہی ہیں۔ خدا کی قسم، یہ گود میں لئے پھرے ہیں، تویر کی بات ہے،، اگلایا بیچ میں زور

دے کر بول پڑی۔ ''تب ہم لوگ تویر میں رہتے تھے۔ چھ سال کی تھی میں۔ یاد ہے خوب۔ انہوں نے مجھے تیر کمان بنا کر دیا اور تیر چلانا سکھایا تھا۔ میں نے تیر سے ایک کبوتر مارا تھا۔ یاد ہے، آپ نے ہم نے مل کر ایک کبوتر شکار کیا تھا؟''

''مجھے بھی یاد آ گیا، دفتی کا خود اور کاٹھ کی تلوار لا کر دی تھی مجھے!'' منجھلی ادےلائیدا پکاری۔

''لو، میں بھی بھولی نہیں ہوں'' بڑی الیکساندرا نے تصدیق کر دی۔ ''تم دونوں زخمی کبوتر پر لڑ پڑی تھیں اور تمھیں سزا ملی تھی، الگ الگ کونے میں کھڑا کر دیا تھا۔ ادےلائیدا تو خود اور تلوار لئے کھڑی تھی وہاں۔''

جنرل نے جو اگلایا سے کہہ دیا کہ اسے گودوں میں کھلایا ہے تو بس ویسے ہی کہہ دیا تھا، صرف اس نیت سے کہ بات چھڑے، اور سبب اس کا صرف یہی کہ قریب قریب ہمیشہ جب بھی نوعمر لوگوں سے واسطہ پڑتا اور جنرل ان سے تعارف کا خواہشمند ہوتا تو ابتدا کر یہیں سے شروع کر دیتا تھا۔ مگر اس بار اتفاق وقت سے اس کی زبان سچ بول گئی، گویا عمداً حقیقت بیان کی، اور یہ بھی گویا عمداً ہی تھا کہ یہ سچ وہ خود کبھی کا بھول چکا تھا۔ اب جو اگلایا نے کبوتر کا شکار تیر سے سنا کر تصدیق کی تو جنرل کی یادداشت یکبارگی تازہ ہو گئی اور اسے بھی وہ سارا قصہ آخری تفصیل تک یاد آگیا، جیسا کہ بڑی عمر کے لوگوں کو کبھی کبھار کی بھولی بسری باتیں اکثر یونہی یاد آجاتی ہیں۔ بیان کرنا بہت مشکل ہے کہ اس یاد میں وہ کیا چیز تھی جو بچارے جنرل پر، جو عادتاً ذرا پیے ہوئے بھی تھا، ایسا جادو کر گئی۔ ذرا کی ذرا میں اس پر غیر معمولی اثر ہوگیا۔

''یاد ہے، مجھے سب یاد آگیا!'' جنرل بےاختیار پکارا۔ ''ان دنوں میں کمپنی کیپٹن تھا۔ آپ ایسی گڑیا سی، اتنی خوبصورت تھیں کہ بس... نینا الیکساندرووںا، گانیا... آپ لوگوں کے ہاں... میرا آنا جانا تھا۔ اور جنرل صاحب ایوان فیودرووچ...''

''اور اب دیکھو اپنا حال، کس نوبت کو پہنچ گئے!'' بیگم جنرل نے بات پکڑلی۔ ''مطلب یہ کہ اپنی ساری شرافت گھول کر نہیں پی گئے — اگر اس یاد نے تم پر اتنا اثر کردیا! بیوی

کو کیا کیا دکھ دئے۔ بچوں کو تو کیا ہدایت دیتے، خود قرضداروں کی جیل میں پہنچ گئے۔ جاؤ، بزرگوار، یہاں سے ٹل جاؤ۔ دروازے کے پیچھے کونے میں جاکر آنسو بہاؤ۔ اپنی پہلے کی شان یاد کرو۔ شاید خدا تمھارے گناہ معاف کرے۔ جاؤ، بس، اٹھ جاؤ یہاں سے، میں کچھ سوچ کے کہہ رہی ہوں تم سے۔ انسان کی اصلاح کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ وہ اپنے پچھلے کئے پر پشیمان ہو، توبہ کرے۔"

لیکن جس بات کو یوں سنجیدگی سے کہا گیا ہو، اس کے بار بار کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جو لوگ مستقل نشے میں رہتے ہیں، انھی کی طرح جنرل بھی بہت جذباتی تھا، اور جو اپنی حالت بگاڑ لیتے ہیں، ان شرابیوں کی طرح اچھے دنوں کی یاد اس پر بڑی شاق گزر گئی۔ وہ اٹھا اور مریل قدموں سے دروازے کی طرف چلنے لگا۔ ایسے کہ خود بیگم جنرل کو بھی اس کے حال پر ترس آگیا۔

"جنرل اردالیون صاحب"، بیگم جنرل نے اسے آواز دی "بزرگوار، ذرا منٹ بھر کو ٹھیرنا۔ ہم سب گنہگار ہیں۔ جس وقت یہ محسوس ہو کہ تمھارے ضمیر کی ملامت کم ہو گئی ہے تو ہماری طرف آنے کی تکلیف کرنا۔ بیٹھیں گے، باتیں کریں گے اگلے وقتوں کی۔ میں جانوں، تم سے پچاس گنی گنہگار ہوں گی، کیا خبر۔ اچھا، جاؤ، اب سدھارو۔ یہاں تمھارا کیا کام..."، بیگم صاحبہ گھبرائیں کہ وہ کہیں لوٹ نہ پڑے۔

"ابھی نہ جاتے آپ ان کے پیچھے"، پرنس نے کولیا کو روکا جو باپ کے پیچھے پیچھے لپکا تھا۔ "نہیں تو ایک منٹ بعد انھیں افسوس ہوگا اور یہ منٹ غارت ہو جائے گا۔"

"ہاں، واقعی اس وقت انھیں مت چھوؤ۔ آدھ گھنٹے بعد چلے جانا"، بیگم لیزاویتا نے بھی تائید کردی۔

"زندگی میں ایک بار بھی انسان سے سچ کہہ دو تو یہ ہوتا ہے، ان کے آنسو آ گئے"، لیبیدیف نے ہمت کرکے اظہار خیال کیا۔

"مگر تم بھی، بزرگوار، خاصے پاپی ہو نا؟ جو میں نے سن رکھا ہے اگر وہ سچ ہے تو"، بیگم صاحبہ نے اسے وہیں دھونس دیا۔

پرنس کے یہاں جو لوگ آئے ہوئے تھے، ان کی باہمی حیثیت رفتہ رفتہ کھل کر سامنے آگئی۔ پرنس یقیناً اب اس حال میں تھا

کہ بیگم جنرل اور ان کی بیٹیوں کی آمد میں جس درجہ خصوصیت برتی گئی تھی، اس کی قدر کر سکے اور اس نے قدر جان لی۔ خلوص دل سے انھیں بتایا کہ آج ہی، ان کی آمد سے ذرا پہلے خود ارادہ کئے ہوئے تھا کہ وہاں ان کے مکان پر حاضری دے گا، حالانکہ ابھی بیمار ہے اور وقت بھی غیر ہو گیا تھا۔ بیگم لیزاویتا نے پرنس کے مہمانوں پر ایک نظر گھمائی اور بولیں کہ کیا تکلف ہے، اب بھی اس ارادے کی تعمیل ہوسکتی ہے۔ پتیتسن، بڑا سلیقہ‌مند اور موقع شناس آدمی فوراً کرسی سے اٹھا اور لیبیدیف‌والے حصے کی سمت بڑھا، منشا یہ ہوگا کہ اپنے ساتھ لیبیدیف کو بھی ادھر لے جائے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ ابھی آتا ہے۔ اس اثنا میں واریا ان تینوں لڑکیوں سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ وہیں ٹھیر گئی۔ واریا اور اس کا بھائی گانیا دونوں خوش تھے کہ جنرل وہاں سے ٹل گئے۔ گانیا بھی پتیتسن کے پیچھے ہو لیا اور چل دیا۔ ان چند منٹوں میں، جب یپان‌چین خاندان کی موجودگی میں وہ پرنس کے برآمدے پر موجود تھا، خود کو بہت لئے دئے رہا، وقار کے ساتھ رہا اور بیگم جنرل کی کڑی نظر نے، جو دو بار سر سے پاؤں تک گئی، اسے ذرا بھی بوکھلایا نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ پہلے کے شناسا اب اسے دیکھتے تو سوچتے، یہ شخص کتنا بدل گیا ہے۔ اگلایا کو گانیا میں یہ تبدیلی بہت پسند آئی۔

''اچھا، تو یہ گاوریلا صاحب نکل کر گئے؟،، اس نے اچانک سوال کیا۔ یہ اس کا خاص انداز تھا کہ کبھی کبھی بلند آواز اور تیز لہجے میں، دوسروں کی گفتگو میں خلل ڈال کر وہ کچھ پوچھ بیٹھتی، کسی خاص شخص کو مخاطب کئے بغیر۔

''جی ہاں، وہی،، پرنس نے جواب دیا۔

''پہچاننا مشکل ہوا۔ کافی بدل گئے ہیں — بہت بہتر تبدیلی آئی ہے۔ ،،

''میں بہت خوش ہوں ان کے اس حال سے،، پرنس نے کہا۔

''بہت بیمار رہے،، گانیا کی بہن نے بتایا اور بتاتے وقت اس میں ہمدردانہ مسرت کا جذبہ تھا۔

''بہتری کی جانب تبدیلی کاہے سے آئی؟،، بیگم لیزاویتا نے کلس کر پوچھا اور وہ ذرا چونک گئی تھیں۔ ''تمھیں یہ کہاں

سے سوجھ گئی؟ کوئی بھی بہتری وہتری نہیں ہے۔ تم کو ایسی کیا خاص بات نظر آئی بہتری کی؟،،

''میں تو جانوں 'غریب سردار، سے بہتر کوئی بھی نہیں!،، ایک دم کولیا بول پڑا جو تمام وقت بیگم جنرل لیزاویتا کی کرسی سے لگا کھڑا تھا۔

''میں خود بھی یہی رائے رکھتا ہوں،، پرنس ش۔ یہ کہہ کر مسکرا دیا۔

''میرا بھی قطعی یہی خیال ہے،، ادےلائیدا نے شان سے کہا۔

''یہ کون 'غریب سردار،؟،، بیگم جنرل سخت الجھن میں مبتلا تھیں اور زبان کھولنےوالوں پر ایک نظر ڈال کر پریشان بھی ہوئیں۔ مگر جب دیکھا کہ اگلایا کا منہ پھولا ہوا ہے تو خفا ہوکر بولیں ''کیا بکواس نکالی ہے! کون تھا یہ 'غریب سردار،؟،،

''کیا یہ پہلا موقع ہے کہ اس آپ کے چھوکرے نے، آپ کے چہیتے نے دوسروں کے لفظ بگاڑ کر کہے ہوں؟،، اگلایا نے ناک چڑھا کر اپنی ناگواری ظاہر کی۔

جب بھی اگلایا کا پارہ چڑھ جاتا (اور یہ اکثر ہوا کرتا تھا) تو قریب قریب ہر بار، تمام ظاہرا سنجیدگی اور اینٹھ کے باوجود، بچپنا ٹپکتا تھا، اسکولی لڑکی کی سی بےصبری اور منہ زوری نظر آنے لگتی تھی، اس میں اتنا کہ بعض اوقات اس کی صورت دیکھ کر ہنسی ضبط کرنا بس کے باہر ہو جاتا تھا، اس حرکت پر اگلایا بری طرح بپھر جاتی، اس کی سمجھ میں نہ آتا کہ یہ ہنسی کس بات پر ہے اور ''آخر ان لوگوں کی مجال کیسے ہوئی ہنسنے کی،،۔ اس وقت اگلایا کی دونوں بہنیں ہنس دیں، پرنس ش۔ کی ہنسی چھوٹ گئی، پرنس میشکن کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی — مگر نجانے کیوں اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کولیا قہقہے مارنے اور شان بگھارنے لگا۔ اگلایا کو اب سچ مچ بہت غصہ آگیا اور غصے میں اس کا حسن دوگنا دمک گیا۔ ایک تو یونہی ٹھنکنا، خفا ہو جانا اس پر خوب پھبتا تھا اور اوپر سے برهمی نے اس میں اور رنگ بھر دیا۔

''آپ کے الفاظ جو اس نے بگاڑے وہ بھی کچھ کم نہیں،، اگلایا بولی۔

''میں تو آپ ہی کے الفاظ، خاص آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے دھرا رہا ہوں،، کولیا نے جواب دے ڈالا۔ ''ایک سہینہ ہوا، آپ ''دون کوئکزوت،، (Don Quixote) ناول کے ورق الٹ رہی تھیں اور بےاختیار یہ لفظ آپ کی زبان سے نکلے کہ 'غریب سردار' سے بہتر کوئی نہیں۔ اب مجھے کیا معلوم، کس کے بارے میں کہا تھا آپ نے: وہ خود ''دون کوئکزوت،، ناول کا ہیرو تھا یا ایوگینی پاولووچ صاحب تھے، یا کوئی اور ہستی تھی نظر میں، لیکن کسی نہ کسی کے بارے میں کہا ضرور آپ نے اور دیر تک یہ بات چلی تھی...،،

''میں دیکھتی ہوں کہ برخوردار، تم اپنی پہیلیاں بجھوانے میں بہت جامے سے باہر نکلے جا رہے ہو،، لیزاویتا بیگم نے اسے ذرا خفا ہوکر پھٹکارا۔

''تو کیا میں تنہا؟،، کولیا نے زبان نہیں روکی۔ ''سبھی نے اس وقت کہا تھا اور تب کیا، اب کہتے ہیں۔ دیکھئے، یہ پرنس ش۔ نے کیا کہا، ادےلائیدا ایوانوونا اور باقی سب نے کیا آواز لگائی؟ یہی کہ وہ 'غریب سردار، کے حق میں ہیں۔ مطلب یہ کہ 'سردار غریب، تو اپنا وجود رکھتا ہے۔ ضرور کوئی ہستی ہے۔ اور میں جانوں، اگر ادےلائیدا ایوانوونا بیچ میں نہ آتیں تو اب تک ہم کبھی کے جان چکے ہوتے کہ یہ 'غریب سردار، کون ذات شریف ہیں۔ ،،

''کیوں، میں کس قصور میں!،، ادےلائیدا نے ہنس کر پوچھا۔

''آپ کا قصور یہ کہ تصویر جو بنا کر نہیں دی۔ اگلایا بی‌بی نے تب آپ سے درخواست کی تھی کہ اس طرح کے 'غریب سردار، کا ایک پورٹریٹ بنا دیجئے۔ تصویر کا موضوع بھی آپ کو سمجھایا تھا جو خود انھی کا طبع‌زاد تھا۔ اب یاد آیا موضوع پورٹریٹ‌والا؟ آپ کی مرضی نہیں تھی...،،

''میں آخر کیسے تصویر بنا دیتی؟ کس کی؟ سبجکٹ سے تو نکلتا ہے کہ 'غریب سردار، ایسا تھا:

بنا تھا چادر فولاد سے حجاب اس کا
کسی کے سامنے اٹھا نہیں نقاب اس کا

اب بتائیے، کیا چہرہ آتا ہے اس میں؟ کوئی تصویر بنائے تو کاہے کی، چادر فولاد کے حجاب کی؟ بے نام، بے چہرہ؟،،

''کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ حجاب وغیرہ کی کیا گفتگو ہے!،، بیگم جنرل نے چڑ کر کہا اور دل ہی دل میں خوب سمجھتی جا رہی تھیں کہ اس لقب سے (جو غالباً بہت دنوں سے چل پڑا تھا) کون مراد ہے، کون ہے اصل میں ''غریب سردار،،۔ جس بات نے بیگم صاحبہ کو خاص کر تنگ کیا، وہ یہ کہ پرنس میشکن، لیو نکولائی‌وچ، بھی کچھ پریشان سا ہوا، اور آخر ایسا گڑبڑا گیا جیسے دس برس کا لڑکا۔ ''ہاں، اب یہ حماقت ختم ہونے میں آئے گی یا نہیں؟ مجھے سمجھا دیں گے یا نہیں کہ یہ 'غریب سردار، کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ یا کوئی ایسا راز ہے اس میں خطرناک کہ اسے چھیڑنا ہی نہیں؟،،

سب کے سب ہنستے رہے۔

''سیدھی سیدھی بات! پرانے زمانے کی ایک روسی نظم چلی آ رہی ہے،، آخر پرنس ش۔ نے دخل دیا اس خیال سے کہ بات ٹالے اور جلدی سے یہ موضوع سخن بدل دیا جائے۔ '' 'غریب سردار، کے متعلق اس نظم کا نہ اول ہے، نہ آخر۔ کوئی مہینہ بھر ہوا ہم لوگ کھانے کے بعد ہنس بول رہے تھے اور جیسا کہ پہلے بھی ہوتا رہا ہے، ہمیں ادے‌لائیدا کی آئندہ مصوری کے لئے کسی موضوع کی تلاش تھی۔ آپ تو جانتی ہیں کہ خاندان بھر کے سامنے ایک زمانے سے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ ادے‌لائیدا کو تصویر کا موضوع ڈھونڈھ کر دیا جائے۔ ہوتے ہوتے 'غریب سردار، نشانے کی زد پر آ گیا — کس کو پہلے سوجھا یاد نہیں رہا...،،

''اگلایا ایوانوونا کو پہلے!،، کولیا پکارا۔

''ہاں، شاید، مگر مجھے یاد نہیں آتا،، پرنس ش۔ بیان کرتا گیا۔ ''ہم میں سے بعض نے تو اس موضوع کو چٹکیوں میں اڑا دیا، بعضوں نے کہا، اس سے اعلا سبجکٹ ہو نہیں سکتا۔ مگر اس 'غریب سردار، کی صورت بنے تو کیسے بنے! کم‌ازکم چہرہ تو ہو اس کا! جان پہچان‌والوں کے، سب کے چہرے زیر بحث آئے، مگر کوئی اس کام کا نہیں نکلا۔ اور اس پر قصہ تمام ہوا۔ بس سمجھ میں نہیں آتا کہ میاں نکولائی (کولیا) کو اب کیوں یاد آ گیا، اور

اس کا ذکر چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی - کل جس پر ہم ہنسے تھے، آج وہ پھیکا ہے - ''

''وجہ یہ کہ کوئی نئی حماقت اس کے پردے میں ہوگی، کوئی بس بھری اور تکلیف‌دہ بات!'' بیگم صاحبہ نے ڈپٹ دیا -

''کیسی بھی کوئی حماقت نہیں، سوائے بڑی سے بڑی عزت کے'' اگلایا خلاف توقع سنجیدہ اور دبنگ آواز میں ایک دم بول پڑی - اب وہ برے موڈ سے نکل آئی تھی اور اپنی پچھلی برہمی کو زیر کر چکی تھی - اس کے علاوہ بعض علامتوں سے ایسا قیاس ہوتا تھا اس کی صورت دیکھ کر، کہ اس مذاق کے چلتے رہنے سے، آگے بڑھنے سے خود لطف اندوز ہو رہی ہے - حالت کا یہ انقلاب ٹھیک اس لمحے آیا جب پرنس میشکن کی گھبراہٹ بڑھتے بڑھتے اس نوبت کو پہنچی کہ سب کی نظر ادھر گئی اور بوکھلاہٹ کا یہ عالم اپنی انتہا کو پہنچ گیا -

''پہلے تو قہقہے لگائیں‌گے دیوانوں کی طرح اور پھر ایک دم بڑی سے بڑی عزت نکل پڑےگی کہیں سے! پگلے! کہاں سے آ گئی عزت کی بات؟ بتاؤ، میں بھی تو جانوں - بات بن بات یہ تمھیں بڑی سے بڑی عزت کہاں سے سوجھ گئی؟''

''یہاں سے کہ...'' اگلایا اسی سنجیدہ اور دبنگ آواز میں اپنی ماں کے کٹیلے سوال کے جواب دینے لگی ''عزت کی بات یہ کہ اس نظم میں ایک ایسے شخص کی تصویر ابھرتی ہے جو آئڈیل رکھنے کا اہل ہے، دوسرے یہ کہ جب ایک آئڈیل اپنے سامنے رکھ لیا تو اس پر پورا یقین ہے، اس یقین کے ساتھ آنکھ بند کرکے اپنی پوری زندگی اس کے حوالے کر سکتا ہے - ہمارے زمانے میں یہ بہت کمیاب صفت ہے - اس جگہ، اس نظم میں یہ نہیں بتایا گیا کہ 'غریب سردار' کا آدرش کیا تھا، کس بات میں تھا، مگر یہ صاف نظر آ جاتا ہے کہ اس کی نظر میں ایک نورانی تصور تھا، 'پاکیزہ حسن کا تصور' اور یہ سردار، عشق میں مبتلا سردار اپنی گردن میں گلوبند کے بجائے* ایک مالا ڈالے رہتا تھا - البتہ اتنا ہے کہ

---

* غالباً اشارہ ہے اس ریشمی مفلر کی طرف، جو عاشق مزاج بائرن کی تقلید میں دل پھینک نوجوانوں کا فیشن بن گیا تھا - (ظ ا -)

نظم میں حلیہ بتاتے ہوئے اس کی ڈھال پر جو حروف A.N.B. کا نقش دکھایا گیا ہے وہ کوئی مبہم اشارہ ہے جو سمجھ میں نہیں آتا...،،

''غلط – وهاں لکھا ہے A.M.D.،، کولیا نے اصلاح کردی۔

''نہیں، میں کہتی ہوں A.N.B. – اور یہی کہنا چاہتی ہوں،، اگلایا نے تڑ سے جواب دیا۔ ''بہرحال جو بھی ہو، اتنا تو صاف ہے کہ وہ 'غریب سردار، بالکل بےنیاز ہو گیا تھا ادھر سے کہ اس کی محبوبہ کون ہے، کیا کرتی ہے۔ اس کے لئے یہی کافی تھا کہ بس ایک کا انتخاب کرلیا، اسی کے 'پاکیزہ حسن، پر پورا بھروسہ کیا، اسی کے قدموں میں سر جھکا دیا عمر بھر کے لئے۔ یہی تو قابل تعریف بات ہے کہ اگر وہ عورت بعد میں چور نکلے، تب بھی وہ 'غریب سردار، اپنے یقین و اعتماد میں فرق نہیں آنے دےگا اور اس کے پاکیزہ حسن کی حمایت میں تلوار اٹھالےگا۔ شاعر کا منشا اس نظم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک غیرمعمولی پیکر ایسا تراشے جس میں قرون وسطی کے کسی پاک طینت، عالی فطرت سردار کی سرفروشانہ افلاطونی محبت کا زبردست تصور ابھر کر آجائے۔ بلاشبہ یہ ایک آئڈیل ہے۔ 'غریب سردار، میں یہ جذبہ اپنی انتہا کو – یعنی بیراگ تک پہنچ گیا۔ ماننا پڑےگا کہ اس جذبے کی صلاحیت بڑی بات ہے، اس قسم کے جذبات گہرے ہوتے ہیں اور ایک طرح سے نہایت قابل تعریف بھی۔ رہی دون کوئکزوت سے ان کی مشابہت – تو اس کا ذکر نہیں۔ یوں ہونے کو، یہ 'غریب سردار، بھی ہے ویسا ہی، لیکن سنجیدہ ہے، مزاحیہ نہیں۔ شروع میں تو میں ہنسا کرتی تھی، سمجھتی نہیں تھی، مگر اب مجھے یہ 'غریب سردار، پسند ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کے کارناموں کی بڑی عزت ہے میرے دل میں۔،،

ان لفظوں پر اگلایا نے بیان تمام کیا۔ اس کی صورت دیکھ کر کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی یا محض مذاق میں۔

''ھشت، کوئی الٹی کھوپڑی ہوگا، اس کی حرکتیں بھی ویسی ہی ہیں،، بیگم جنرل نے فیصلہ سنایا۔ ''اور تم نے، صاحبزادی، پورا لکچر دے ڈالا۔ میں تو جانوں، تمھارے منہ سے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ کچھ بھی سہی، اتنی چھوٹ ملنی نہیں چاہئے تھی۔

کون سی شاعری ہے یہ؟ ذرا سنانا تو، اگر یاد ہے ٹھیک سے۔ مجھے ضرور معلوم ہونی چاہئے وہ نظم۔ عمر میں کبھی مجھے شاعری برداشت نہیں ہوئی — غیبی اشارہ ہوگا اس میں۔ پرنس صاحب، خدا کے لئے ان باتوں کا برا نہ ماننا، مجھے تم کو برداشت سے ہی کام لینا رہ گیا ہے،، بیگم جنرل نے پرنس میشکن کو مخاطب ہو کر کہا۔ خود بہت کوفت میں تھیں۔

پرنس میشکن کچھ کہنے کے لئے پر تول رہا تھا مگر ابھی تک ذہنی الجھن سے نکلا نہ تھا، کچھ نہ کہہ سکا۔ تنہا اگلایا تھی جو اپنے ''لکچر،، میں اتنی چھوٹ پاکر بھی ذہنی فراغت کے ساتھ بیٹھی رہی، بلکہ وہ اور بھی خوش معلوم ہوتی تھی۔ پھر یکایک اپنی جگہ سے اٹھی، اسی سنجیدگی اور وزن و وقار کے ساتھ اور چہرے پر یہ کیفیت لئے، گویا پہلے سے تیار اور منتظر تھی اسی اشارے کی، برآمدے کے درمیان پہنچ کر وہ پرنس کے بالمقابل کھڑی ہو گئی اور پرنس اسی آرام کرسی میں جما بیٹھا تھا۔ سب کے سب اسے حیرت سے تک رہے تھے۔ پرنس ش۔ ، دونوں بہنیں، ماں، سبھی اس نئی شرارت پر آمادگی کو ناک بھوں چڑھائے دیکھنے لگے، اب تو یہ شرارت حد سے گزری جا رہی تھی۔ مگر صاف دکھائی دیتا تھا کہ یہ سارا تکلف اور اہتمام، جو نظم خوانی کے لئے کیا جا رہا ہے، خود اس لڑکی کو مرغوب تھا۔ لیزاویتا بیگم صاحبہ اسے وہیں کے وہیں ڈانٹ کر بٹھانے والی تھیں، لیکن عین اس وقت، جب اگلایا اس مشہور نظم کو تحت اللفظ شروع کرنے والی تھی، دو نئے مہمان، سڑک سے برآمدے کی طرف زور زور سے باتیں کرتے وارد ہوئے۔ ان میں ایک تو خود جنرل ایوان ییان‌چین تھے اور ان کے پیچھے کوئی نوجوان شخص۔ تھوڑی سی ہلچل ہو گئی۔

۷

جو نوجوان جنرل کے ساتھ آیا تھا، اس کی عمر ہوگی اٹھائیس سال، دراز قامت، متناسب بدن، حسین اور ذہین صورت، بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے تیز ظرافت اور بذلہ سنجی جھلکتی ہوئی۔ اگلایا

نے اسے نظر اٹھاکر دیکھا تک نہیں، صرف نظم خوانی میں مصروف رہی - خاص انداز سے وہ صرف پرنس کو ہی دیکھتی رہی اور پوری نظم گویا اسی سے خطاب کرکے پڑھ ڈالی - پرنس پر یہ بات کھل گئی کہ اس لڑکی کی یہ تمام حرکتیں کسی مخصوص مطلب سے ہیں - تاہم نوواردوں کی آمد نے اس کے ہوش و حواس ذرا بحال کردئے - انھیں آتے دیکھا تو پرنس اپنی جگہ سے اٹھا، دور ہی سے جنرل کو سر جھکاکر سلام کیا، اشارے سے سمجھایا کہ نظم خوانی میں خلل نہ پڑے، دو قدم ہٹ کر اپنی آرام کرسی کے پیچھے آگیا - کرسی کی پشت پر بایاں ہاتھ ٹیک کر نظم سننے میں مصروف ہو گیا، یعنی آرام کرسی پر بیٹھ کر جو ''مذاق کی سی،، پوزیشن ہو جاتی تھی، اب وہ نہیں رہی بلکہ یوں کھڑے ہوکر سننے میں زیادہ سہولت ہو گئی - بیگم جنرل نے اپنے طور پر یہ کیا کہ نوواردوں کو دو بار ہاتھ کے اشارے سے حکم دیا کہ جہاں ہیں وہیں رک جائیں - پرنس کو اس مہمان سے جو جنرل کے ساتھ آیا تھا، کچھ زیادہ ہی دلچسپی تھی - وہ اندازے سے پہچان گیا کہ یہ وہی ہے ایوگینی پاولووچ رادومسکی، جس کے بارے میں اتنا کچھ سن چکا تھا اور کئی بار سوچ چکا تھا - سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ شخص غیرفوجی لباس میں کیسے، جب کہ سنا تھا، وہ ایک فوجی افسر ہے - جب تک نظم چلی، اس نوجوان کے لبوں پر ظریفانہ مسکراہٹ تھرکتی رہی، گویا ''غریب سردار،، والے معاملے کی بھنک اس کے کان میں بھی پڑ چکی تھی -

''ممکن ہے، اسی کی قیاس آرائی ہو،، پرنس نے اپنی جگہ سوچا -

لیکن اگلایا کا عالم ہی کچھ اور تھا - جس تکلف اور طمطراق سے اگلایا نے نظم کا آغاز کیا تھا، وہ اب ایسی متانت اور وقار میں، شعری کارنامے کی روح میں اتر جانےوالے ایسے انداز میں ڈھل گیا، اس نے ایک ایک لفظ کو اس خوبی سے ادا کیا، تحت اللفظ کی اعلا سادگی سے لفظ ایسے ڈھلے ڈھلائے، آواز میں سمو دئے کہ نظم خوانی تمام ہونے پر، نہ صرف یہ کہ سب اسے دیکھتے رہ گئے بلکہ خود نظم میں جان پڑ گئی، اس کی روح کی ادائگی نے ثابت کر دیا کہ جس طرح تن کر، رعب جتاتی ہوئی، جس جوش میں وہ نظم پڑھنے برآمدے کے میدان میں نکل کر گئی تھی، وہ کچھ نہ کچھ

حق بجانب تھا۔ شان جتانے کے اس انداز سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ جس کلام کو پڑھنے چلی تھی، اس کےلئے دل میں بے پناہ، بلکہ یوں کہئے کہ معصومانہ محبت و عزت رکھتی ہے۔ اس کی آنکھیں دمکتی رہیں اور وجد و نشاط کی ایک خفیف سی، لطیف سی لہر دو ایک بار اس کے دلربا چہرے پر سے ہوکر گزر گئی۔

نظم یوں تھی:

سنا ہے، تھا کوئی بانکا رئیس، بے چارہ
زمانے بھر سے خفا، بےزبان، مت مارا
بجھا سا رہتا تھا، چہرے کا رنگ تھا پھیکا
مگر نمونہ نڈرپن کا، صاف گوئی کا
بس ایک دھن تھی، لگن تھی، جنون تھا، کیا تھا
نجانے کیسی تمنا تھی، کس کا سودا تھا
نہ حسن زن پہ نظر کی، کبھی، کہیں، اس نے
کسی کے در پہ جھکائی نہیں جبیں اس نے
وہ سوزجاں تھا کہ جس کا سراغ ھی نہ ملے
بتانا کیسا، لب گور تک بھی لب نہ ھلے
گلے میں رھتی گلوبند کی جگہ مالا
نرالی دھج میں نکلتا تھا بانکا متوالا
بنا تھا چادر فولاد سے حجاب اس کا
کسی کے سامنے اٹھا نہیں نقاب اس کا
ھر ایک حال میں اور عشق خوش خصال میں مست
کیا تھا عہد وفا، تھا اسی خیال میں مست
سپر کا نقش تھا وہ یا کوئی علامت تھی!
لہو سے اپنے جو لکھے تھے حرف* A.M.D.
اٹھائے دشت فلسطین میں علم پہنچا
ھر ایک معرکۂ جنگ میں قدم پہنچا
لگا کے نعرۂ شیرانہ کوھساروں میں

---

* A.M.D. — «Ave, Mater Dei» (زندہ باد، مادر خداوند)۔ (ایڈیٹر)

وہ سر بکف، تن تنہا بڑھا ہزاروں میں
فلک شگاف گرج، ہولناک، ہوش ربا
بس ایک نعرہ: «Lumen coeli, sancta Rosa!» *
اسی گرج سے دہلتے تھے آسمان و زمیں
اسی دہاڑ سے دبتے تھے دشمنان دیں
یہ لفظ تیر بنے اور صفوں کے پار گئے
مجاہدین مسلمان جنگ ہار گئے
پلٹ کے جنگ سے، اپنی گڑھی چلا آیا
نہ همسفر، کوئی ہمدم، نہ کوئی همسایہ
وہ بےزبان تھا، دیوانہ وار، افسردہ
اسی گڑھی میں ملا اس غریب کا مردہ

بعد میں جب پرنس کو اس دم کی بات یاد آئی تو دیر تک وہ ایک سوال پر تڑپتا رہا جس کا حل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا: ایسے کھرے اور اعلا درجے کے جذبے کو اتنے برہنہ اور بس بھرے مذاق میں جوڑ دینا کیسے ممکن ہوا؟ اس پر پھبتی کسی گئی، اس میں تو شبہ کی گنجائش تھی نہیں - وہ صاف صاف سمجھ گیا اور اس کی وجہیں بھی تھیں: جب اگلایا نظم پڑھ کر سنا رہی تھی تو اس نے جان بوجھ کر .A.M.D کے حروف کو بدل کر .N.F.B پڑھ دیا - نہ یہ پڑھنےوالی کی بھول تھی، نہ سننے میں سہو ہوا، یہاں بھول چوک کا سوال ھی نہیں (بعد میں اس کی تصدیق بھی ہو گئی) - جو بھی ہو، اگلایا کی یہ شرارت، یعنی اتنا کٹیلا، بےرحم اور چلتا ہوا مذاق پہلے سے خوب سوچی سمجھی حرکت تھی - "غریب سردار" کے چرچے مہینہ بھر پہلے سے تھے (اور اس پر سبھی ہنستے تھے) - بعد میں اپنی یاد داشت پر جتنا بھی زور دیا، پرنس کو یہی یاد رہا کہ اگلایا نے جب یہ حرف ادا کئے، تو نہ صرف یہ کہ چہرے پر چھیڑ خانی یا مذاق کا ہلکا سا رنگ بھی نہ آنے دیا، نہ یہ کہ حرفوں کو خاص کر چبا چبا کر ایسے کہا کہ ان کے درپردہ معنی ابھر آتے، بلکہ اس کے برخلاف ایکسار سنجیدگی

---

* نور آسمان، مقدس گلاب -

سے، معصومانہ اور بچکانہ سادگی سے رواں پڑھتی چلی گئی کہ سننے والے سمجھے ہوں گے، نظم میں یہی حروف آئے ہیں، اصل کتاب میں اسی طرح چھپا ہے۔ کوئی بھاری بوجھ پرنس کے دل و دماغ کو زخمی کئے دیتا تھا۔ بیگم جنرل، خیر سے، نہ حروف کی تبدیلی والی بات سمجھیں، نہ وہ درپردہ اشارہ ان کے پلے پڑا۔ خود جنرل صاحب نے صرف اتنا جانا کہ ایک نظم تحت اللفظ میں ادا کی گئی ہے۔ باقی سامعین میں زیادہ‌تر مطلب تاڑ بھی گئے اور انھیں تعجب بھی ہوا کہ ایسی شرارت کی جرأت کیسے ہوئی، ایسی نیت کی ہمت کیسے پڑی، لیکن چپ رہے اور صورت سے کچھ ظاہر نہ ہونے دیا۔ البتہ ایوگینی پاولووچ نہ صرف یہ کہ بھانپ گیا بلکہ اس نے صورت سے بھی ظاہر کیا کہ مطلب سمجھ گیا ہے (پرنس اس پر شرط بدنے کو تیار تھا)، کافی تضحیک کے ساتھ وہ ہنس دیا۔

''واہ، کیا خوب!،، نظم ابھی تمام ہوئی تھی کہ بیگم جنرل نے لطف اندوز ہوکر دل سے داد دی۔ ''کس کا کلام ہے یہ؟،،

''پوشکن کا — ممی، آپ ہمیں شرمندہ مت کیا کیجئے!،، ادےلائیدا پکاری ''کچھ تو غیرت چاہئے!،،

''تم جیسی بیٹیوں کا ساتھ ہو تو مت ماری ہی جائے گی،، تلخی سے ماں نے جواب دیا۔ ''شرم! ابھی جب ہم گھر پہنچیں گے، تم مجھے پوشکن کی یہ نظم نکال کر دینا!،،

''ہمارے ہاں تو غالباً پوشکن کا کلام ہئی نہیں۔،،

''پتہ نہیں، کس دقیانوسی زمانے کی دو پھٹی پرانی جلدیں پڑی دکھائی دیتی ہیں، بس!،، بڑی بہن الیکساندرا نے اضافہ کیا۔

''بس، دیر نہ ہو، ابھی پہلی ٹرین سے فیودر کو، نہیں تو الیکسئی کو، بلکہ الیکسئی بہتر رہے گا، شہر بھیج کر دوکان سے منگوا لو۔ اگلایا یہاں آؤ میرے پاس، پیار کرو۔ تم نے بہت ہی عمدہ پڑھی نظم۔ لیکن اگر تم نے یہ نظم دل سے پڑھی ہے تو،، — چپکے سے بولیں ''تو تمھارے حال پر افسوس آتا ہے۔ اگر تم نے اس کا مذاق اڑانے کی نیت سے پڑھی تو تم نے اچھا نہیں کیا، میں تو شاباش نہ دوں گی۔ بہرحال بہتر تو یہی ہوتا کہ تم سرے سے

نظم پڑھ کر سناتی ہی نہیں۔ سمجھیں؟ خیر، اب جاؤ، چلو، بعد میں بات ہوگی تم سے۔ یہاں بہت بیٹھے۔ ''

اس اثنا میں پرنس نے جنرل ایوان پیان‌چین سے سلام دعا کی، اور جنرل نے اس نوجوان ایوگینی رادومسکی کا اس سے تعارف کرایا۔

''راستے میں سے کھینچ لایا۔ سیدھے اسٹیشن سے آ رہے ہیں، بتایا انہیں کہ میں ادھر جاتا ہوں، ہمارے والے بھی وہیں گئے ہیں...'' جنرل نے بتایا۔

''جی ہاں، معلوم ہوا کہ آپ بھی یہیں آئے ہوئے ہیں'' ایوگینی نے وضاحت کی۔ ''ایک زمانے سے آرزو تھی کہ آپ سے نیاز حاصل کرنے کی سبیل نکالوں، یہی نہیں، بلکہ دوستی کی عزت حاصل کروں — تو یہ موقع کھوتا نہیں چاہتا تھا۔ کیا بات، آپ کا مزاج ناساز ہے؟ ابھی سنا...''

''نہیں اب تو بالکل تندرست ہوں۔ اور آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ آپ کے بارے میں بہت سنا ہے، بلکہ پرنس ش۔ سے ذکر بھی کافی رہا'' پرنس لیو نکولائی‌وچ میشکن نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

باھمی رسمی آپ جناب ہوا، دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ذرا دیر دیکھا کئے۔ چشم زدن میں عام گفتگو کی راہ کھل گئی۔ پرنس نے نوٹ کیا (اور وہ اب تیزی سے، بےصبری سے ہر بات نوٹ کرنے لگا تھا، بلکہ وہ بھی جن کا تب تک وجود ہی نہ ہو) کہ رادومسکی کے غیرفوجی لباس نے سبھی کو چونکایا ہے اور غیر معمولی اچنبھے میں ڈال دیا ہے، یہاں تک کہ ذرا دیر کے لئے اب تک کے تمام نقش ذہن سے دھندلا گئے۔ قیاس کیا جا سکتا تھا کہ فوجی کے بجائے سویلین ڈریس کی یہ تبدیلی اپنے ساتھ کوئی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ بڑی اور منجھلی نے ایوگینی پاولووچ سے بوکھلاھٹ میں سوال پر سوال شروع کر دئے۔ پرنس ش۔ نے جو اس نوجوان کا رشتہ‌دار بھی تھا، ذرا بےچین ہو کر پوچھا، جنرل پیان‌چین کی گفتگو میں گھبراھٹ کا رنگ آ گیا۔ تنہا اگلایا تھی جس نے ٹٹولنےوالی مگر مطمئن نگاہ سے دم بھر کو دیکھا' جیسے وہ صرف مقابلہ کرکے دیکھ رہی ہو کہ اس جسم پر فوجی لباس زیادہ پھبتا ہے یا شہری۔ ایک منٹ بعد نگاہ پھیرلی اور پھر

مڑ کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔ بیگم جنرل لیزاویتا پروکوفیونا بھی کچھ پوچھنا گچھنا نہیں چاہتی تھیں اگرچہ عین ممکن ہے کہ وہ پوچھنے کو کسمسا رہی ہوں۔ پرنس کو لگا کہ نوجوان ایوگینی ان کی نظر میں کوئی خاص وقعت نہیں رکھتا۔

''تعجب، حیرت!،، ہر ایک سوال کے جواب میں جنرل ایوان پیان‌چین یہی ایک بات کہہ دیتے تھے۔ ''جب میں نے ان کو پیترسبورگ میں دیکھا ذرا پہلے تو یقین کرنے کو جی نہیں چاہا۔ اور اس کی اتنی جلدی کیا تھی، مسئلہ تو یہ ہے! خود ہی تو چیخ چیخ کر کہتے تھے کہ بھلا کرسیاں توڑنے کی کیا ضرورت!،،*

گفتگو چھڑنے سے یہ نکلا کہ ایوگینی پاولووچ نے بہت پہلے سے آگاہ کر رکھا تھا کہ وہ اپنے فوجی عہدے سے استعفا دینے‌والا ہے، لیکن ہر بار وہ ایسے ہلکے طریقے سے کہہ جاتا تھا کہ یقین کرنا دشوار تھا۔ سنجیدہ باتوں کے بارے میں بھی اس کا بیان ہمیشہ ہنسی مذاق کا روپ دھار لیتا تھا تاکہ کوئی بھی ٹھیک نتیجے پر نہ پہنچ سکے، خصوصاً جب خود اس کا منشا بھی یہی ہو کہ لوگ نتیجے پر نہ پہنچ سکیں۔

''میں شاید عارضی مدت کے لئے، چند مہینے، زیادہ سے زیادہ ایک سال تک ملازمت سے الگ رہوں‌گا،، رادومسکی یہ کہہ کر ہنس دیا۔

''مگر ایسی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی، جہاں تک مجھے آپ کے معاملات کا علم ہے،، جنرل ذرا اور تیز ہو گئے۔

''اپنی زمین جائداد کا چکر لگانا ہے نا؟ آپ نے خود ہی تو مشورہ دیا تھا۔ پھر ملک سے باہر کا بھی ارادہ ہے...،،

جلدی ہی موضوع سخن بدل گیا، تاہم ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی اور لگاتار بے‌قراری جو سب کو لگ گئی تھی، وہ توجہ

---

* گریبائیدوف کے منظم ڈرامے ''عقل کی بپتا،، کے ایک کردار کا قول ہے: اچھا، سکندر ایک عظیم ہستی سہی، مگر اس کے لئے کرسیاں توڑنے کی کیا ضرورت۔ یہاں مطلب یہ کہ ''آبیل مجھے مار،، کی کیا ضرورت! (ظ ا۔)

سے دیکھنے والے پرنس کی نظر میں اعتدال کی حد سے گزری ہوئی تھی اور غالباً اس کی تہہ میں کوئی خاص بات تھی۔

''تو مطلب یہ کہ 'غریب سردار' پھر منظر پر نمودار ہو گیا؟،، ایوگینی نے اگلایا کے نزدیک آتے ہوئے پوچھا۔

پرنس یہ دیکھ کر سکتے میں آ گیا کہ اگلایا نے اس سوال کے جواب میں اسے یوں تجاہل سے اور دریافت طلب نظر سے دیکھا گویا جتانا چاہتی ہو کہ ''غریب سردار،، کے بارے میں، خبردار، کوئی بات نہ کی جائے، ان کے درمیان یہ گفتگو نہیں ہو سکتی اور یہ سوال وہ سمجھی ہی نہیں۔

''دیر ہو گئی، بہت وقت ہو گیا، اب آدمی کو پوشکن کے لئے شہر بھیجنا کیا معنی! اتنا وقت ہو گیا!،، کولیا بیگم صاحبہ سے الجھا ہوا تھا اور پورا زور لگا کر کہے جا رہا تھا ''تین ہزار بار میں آپ سے کہہ چکا کہ اب وقت نہیں رہا۔،،

''ہاں، واقعی، اب آدمی کو شہر بھیجنا بیکار ہے، دیر ہو چکی،، ایوگینی پاولووچ اگلایا کو جلدی سے چھوڑ کر اس طرف مڑا اور جیب سے گھڑی نکال کر پھر تائید کی ''میں سمجھتا ہوں کہ اب تک تو پیٹرسبورگ میں دوکانیں بھی بند ہو چکی ہوں گی۔ آٹھ بج چکے۔،،

''اتنے دن گزار دئے، نہیں منگائی، اب کل صبح تک اور صبر کیا جائے،، ادےلائیدا نے تلقین کی۔

''اور ہاں، اعلا سوسائٹی کے لوگوں کا یوں بھی ادب سے بہت شوق رکھنا شایان شان نہیں ہوتا،، کولیا نے بیچ میں بڑھا دیا۔ ''اس سے کہیں زیادہ شایان شان ہے زرد رنگ کی فٹن اور اس میں لال پہئے۔ پوچھ لیجئے ایوگینی پاولووچ سے۔،،

''پھر تم کتاب میں سے بولے کولیا!،، ادےلائیدا نے ٹوکا۔

''یہ جب کہے گا، کتاب میں سے نکال کر کہے گا،، ایوگینی پاولووچ نے بات کی ڈور تھامی ''تنقیدی تبصروں میں سے جملے کے جملے بول جاتا ہے۔ ان صاحبزادے کی گفتگو سے لطف اندوز ہونے کا اتفاق مجھے بہت دن سے ہے، لیکن اس بار کتابی جملے نہیں کہے ہیں۔ اس دفعہ انھوں نے میری زرد رنگ اور لال پہیوں والی

گاڑی پر چھینٹا مارا ہے، مگر کچھ دن پہلے میں نے اسے بدل لیا، صاحبزادے آپ نے دیر کر دی!،،

پرنس نے توجہ سے سنا کہ رادومسکی نے کیا کہا۔ اسے محسوس ہوا کہ یہ شخص خوبصورتی، ادب آداب اور خوش مزاجی برتنا جانتا ہے۔ خصوصاً یہ اچھا معلوم ہوا کہ کولیا جیسے لڑکے سے، جس نے اس کے چٹکی بھری تھی، ایوگینی نے برابر کے درجے پر اس دوستانہ انداز میں بات کی۔

''یہ کیا ہے؟،، بیگم جنرل نے لیبیدیف کی بیٹی ویرا کو دیکھتے ہی پوچھا۔ وہ اس کے سامنے بڑے سائز کی کئی کتابیں ہاتھوں پر لئے کھڑی تھی۔ کتابیں نئی سی تھیں اور ان کی جلد بڑی شاندار بندھی ہوئی تھی۔

''پوشکن ہے،، ویرا نے بتایا۔ ''ہمارا پوشکن۔ ابا نے مجھ سے کہا کہ میں یہ کتابیں آپ کو پہنچا دوں۔،،

''یہ کیسے؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟،، لیزاویتا بیگم حیرت میں رہ گئیں۔

''تحفہ نہیں، یہ تحفہ نہیں، بھلا میں یہ ہمت کہاں کر سکتا ہوں!،، بیٹی کے شانے پر سے لیبیدیف بھی اچھل کر بولا ''میں تو لاگت پر دیتا ہوں، یہ خاص ہماری خاندانی، ہماری فیملی کی ملکیت ہے، ہمارا پوشکن، انینکوف والا ایڈیشن، اب آجکل دستیاب نہیں ہو سکتا۔ میں تو اس کی اصلی قیمت پر۔ یعنی میں پیش کرتا ہوں عین سعادت سمجھ کر، قیمتاً فروخت کرنے کےلئے، تاکہ سرکار عالی جاہ کی قابل احترام ادبی تشنگی کے فوری تقاضے کی تسکین میں...،،

''اگر فروخت کرتے ہو تو ٹھیک ہے، تمہارا شکریہ۔ گھاٹے میں نہیں رہوگے، فکر مت کرو۔ البتہ یہ جو تمہارا لجانا لچکنا ہے، بزرگوار، یہ بند کرو۔ میں نے تمہارے بارے میں سن رکھا ہے، بہت پڑھے لکھے آدمی کہلاتے ہو۔ کبھی بیٹھیں گے، بات کریں گے۔ خود پہنچا دوگے یہ کتابیں میرے یہاں؟،،

''جی، نہایت ادب سے، نہایت سعادتمندی سے!،، لیبیدیف ضرورت سے زیادہ خوش ہوکر اور بھی لجایا، لچکا اور بیٹی کے ہاتھ سے کتابیں جھٹک لیں۔

''اور ہاں سنو، گم نہ کر دینا۔ لے آنا۔ چاہے ادب سے، چاہے بےادبی سے۔ کتابیں پہنچانے میں ایک شرط ہے البتہ،، بیگم صاحبہ نے لیبیدیف کو نظریں گاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا ''صرف ڈیوڑھی تک آنے کی اجازت ہے تمھیں اور آج بلانے کا وقت نہیں میرے پاس۔ ویرا کو اگرچہ بھیج سکو تو چاہے ابھی بھیج دو۔ مجھے تمھاری بیٹی بہت پیاری لگی۔ ،،

''کیا ہو گیا۔ ابا تم، ان لوگوں کے بارے میں بتاتے کیوں نہیں ہو؟،، ویرا نے بےصبری سے باپ کو مخاطب کیا۔ ''دیکھئے نا، وہ لوگ خود ہی اندر گھس پڑیں گے۔ شور مچانا شروع کر دیا ہے۔ پرنس صاحب!،، وہ اب پرنس کو متوجہ کرنے لگی۔ پرنس چلنے کے لئے اپنا فیلٹ ہیٹ اٹھا چکا تھا۔ ''پرنس صاحب، کچھ لوگ آئے بیٹھے ہیں دیر سے، آپ سے ملنے۔ چار آدمی ہیں۔ ہمارے ہاں بیٹھے برے لفظ منہ سے نکال رہے ہیں۔ ابا انہیں ادھر آنے سے روکتے ہیں۔ ،،

''کس قسم کے لوگ ہیں؟،، پرنس نے پوچھا۔

''کام سے آئے ہیں، کہتے ہیں۔ اس قماش کے ہیں کہ آنے نہیں دیا اب — تو سڑک پر روک لیں گے۔ اچھا ہے لیو نکولائیوچ کہ آپ بلا ہی لیجئے! پھر ان کی صورت مت دیکھئے گا۔ وہاں انہیں گاوریلا اردالیونچ اور پتیتسن صاحب سمجھا بجھا رہے ہیں، کسی کی نہیں سنتے۔ ،،

''پاولیشیف کا بیٹا ہے، پاولیشیف کا بیٹا۔ نہیں، نہیں، آپ کا کام نہیں!،، لیبیدیف عادتاً ہاتھ جھلانے لگا۔ ''اس قابل نہیں یہ لوگ کہ آپ سنیں ان کی۔ اور حضور، عالی جاہ پرنس، آپ ان لوگوں کی خاطر خود کیوں مصیبت مول لیں — نہیں، نامناسب، نازیبا، اس قابل نہیں یہ لوگ!،،

''پاولیشیف کا بیٹا، اوف خدایا!،، پرنس بےانتہا پریشانی میں پڑ کر پکارا۔ ''میں جانتا ہوں، مگر میں نے تو یہ کام گاوریلا صاحب کو سونپ دیا ہے۔ ابھی وہ مجھے بتا گئے ہیں کہ...،،

اتنے میں گاوریلا (گانیا) کمرے سے نکل کر برآمدے میں آ پہنچا۔ پیچھے پیچھے پتیتسن تھا۔ پاس کے کمرے سے شور سنائی دیا اور اس شور پر جنرل ایولگین کی ڈانٹ پکار — جیسے وہ کئی

آوازوں کو ڈانٹ کر خاموش کرنے کی کوشش میں ہوں۔ کولیا فوراً اس شور پکار کی طرف دوڑا۔

''یہ تو بڑی دلچسپ بات ہوئی!،، ایوگینی پاولووچ نے ذرا سنا کر کہا۔

پرنس نے سن کر سوچا ''مطلب یہ کہ اس شخص کو معاملے کی خبر ہے!،،

''کون پاولیشیف کا بیٹا، کیسا بیٹا؟ کون ہو سکتا ہے یہ؟،، جنرل ایوان یپانچین گڑبڑائے ہوئے سوال کر رہے تھے۔ آنکھیں گھما گھما کر سب کے چہرے ٹٹول رہے تھے اور یہ محسوس کرکے تعجب میں تھے کہ یہ نیا قضیہ اکیلے انھی کے لئے انجانا ہے۔

بس حقیقت یہ ہے کہ سب حاضرین چونک اٹھے تھے، سب انتظار میں تھے۔ پرنس خود بھی چکرایا ہوا تھا کہ اس قدر ذاتی معاملہ اور یہ ذرا کی ذرا میں یہاں تمام حاضرین کی دلچسپی کا سبب کیسے بن گیا۔

''بہت بہتر ہوگا اگر آپ ابھی بذات خود اس معاملے کو نمٹا دیں،، اگلایا نے پرنس کے نزدیک آکر خاص سنجیدگی سے کہا ''اور ہم سب کو اجازت ہو کہ آپ کے گواہ بن کر بیٹھے رہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ پر کالک لگے۔ آپ کو چاہئے کہ شان سے اپنی پوزیشن ثابت کر دیں۔ آپ کر دیں گے۔ مجھے بلا کی خوشی ہے آپ کی طرف سے۔،،

''میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ ایک بار دعویداری کا یہ پاپ کٹے،، بیگم جنرل نے زور سے کہا۔ ''اچھی طرح مزا چکھا دینا، معاف مت کرنا انھیں! اس قصے قضیے کو سنتے سنتے میرے کان پک گئے۔ بہت لہو جل چکا ہے تمھاری خاطر اب تک۔ ذرا ہم بھی تو صورت دیکھیں! کون ہے! بلواؤ انھیں، ہم بھی بیٹھے ہیں۔ اگلایا نے اچھا سوچا۔ پرنس، آپ نے کچھ سنا ہے اس بارے میں؟،، بیگم صاحبہ پرنس ش۔ سے مخاطب ہوئیں۔

''جی ہاں، سنا تو تھا، آپ ہی کے ہاں۔ مگر میں خاص طور پر ان نوجوانوں کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں،، پرنس ش۔ نے جواب دیا۔

''یہی ہیں وہ منکرین (Nihilists)، ہے نا؟،،

''جی نہیں، یہ نہلسٹ والے نہیں ہیں،، لیبیدیف نے قدم آگے رکھ کر خبر دی۔ وہ خود اس ہنگامے سے لرز رہا تھا۔ ''یہ دوسری خاص قسم کے لوگ ہیں۔ میرا بھانجا بتاتا تھا کہ یہ نہلسٹوں سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ آپ میرے سرکار، غلطی فرما رہے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ آپ کی موجودگی سے وہ چکرا جائیں گے۔ یہ گھبرانے، چکرانے والے لوگ نہیں ہیں۔ نہلسٹوں میں تو پھر بھی پڑھے لکھے، بلکہ عالم لوگ نکل آتے ہیں، مگر یہ جو ہیں، یہ ان سے بھی تیز ہیں۔ اپنے کام سے کام۔ اپنی غرض مقدم۔ اصل بات یہ کہ نہلزم کی ہی ایک طرح کی پیداوار ہیں یہ۔ سیدھی سامنے کی نہیں، بلکہ، جناب، سنی سنائی اور بگڑی ہوئی۔ یہ اخباروں رسالوں میں مضمون لکھ کر اپنی ہستی کا اعلان نہیں کرتے، بلکہ منہ پر، سیدھی کارروائی سے جتاتے ہیں۔ ان کے یہاں یہ نہیں کہ پوشکن پر، یا کسی اور پر مضمون میں اسے بےمعنی اور مہمل بتا رہے ہیں، یا مثلاً یہ بحث چھیڑ دی کہ روس کو کئی ٹکڑوں میں توڑ کر بانٹنا بےحد ضروری ہے۔ یہ تو اس لائن کے ہیں کہ سامنے سے حملہ۔ اگر انہوں نے کچھ کرنے کی ٹھان لی ہے تو پھر کسی رکاوٹ کو نہیں مانتے، کہیں پر بس نہیں، چاہے انہیں اپنی غرض پوری کرنے میں آٹھ آدمی کی گردن اتارنی پڑے۔ پرنس صاحب، میری مانئے، آپ ان سے مت ملئے — مت!،،

مگر تب تک پرنس نوواردوں کے لئے دروازہ کھولنے جا چکا تھا۔

''لیبیدیف، آپ انہیں بدنام کرتے ہیں،، وہ مسکرا کر کہہ گیا۔ ''آپ کے بھانجے نے آپ کو بہت جھنجھلا دیا ہے۔ آپ ان کی بات مت مانئے لیزاویتا صاحبہ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، وہ جو گورسکی اور دانیلوف، خونی لڑکوں والا معاملہ ہے، وہ محض اتفاقی تھا۔ اور یہ جو ہیں — تو یہ بس، یہ کہ غلطی پر ہیں... میں یہاں فی‌الحال آپ کے ہوتے ان سے ملتا نہیں۔ مگر معاف کیجئے، بیگم صاحبہ، اب یہ لوگ آ ہی گئے ہیں تو بلائے لیتا ہوں۔ صرف آپ کو دکھانے تک — اور پھر چلتا کر دوں گا۔ ہاں تو — آئیے صاحبان!،،

ایک اور ہی خلش تھی جو اندر سے اسے بےچین کئے دے رہی تھی۔ ایک خیال آیا۔ غیب سے یہ بات دل میں آئی کہ کہیں

ایسا تو نہیں کہ کسی نے پہلے سے کہہ رکھا ہو، اور خاص اسی وقت، اس جگہ، اسی لمحے اور ان مہمانوں کی موجودگی میں ادھر ھشکار دیا ہو۔ ممکن ہے ایسا کرنےوالے کو پرنس کی عزت نہیں بلکہ بےعزتی کرانا مقصود ہو۔ اپنی اس ''آسیبی اور خبیثانہ بدگمانی،، سے اسے سخت صدمہ پہنچا۔ اگر کسی کو پتہ چل جائے کہ اس کے دماغ میں کیسے کیسے وہم آ رہے ہیں تو وہ شرم سے ڈوب مرے۔ عین اس وقت جب نوواردوں نے قدم اندر رکھا، پرنس دل ہی دل میں خود کو اخلاقی لحاظ سے تمام حاضرین میں گرے سے گرا اور بدترین، ارذل مخلوق شمار کرنے پر آمادہ تھا۔

پانچ آدمی اندر آئے۔ چار تو وہ نوجوان نووارد اور پانچویں ان کے پیچھے جنرل ایولگین، غصے میں بھرے ہوئے، بےتاب اور لفاظی کی شان دکھانے کا دورہ ان پر پڑا ہوا۔ پرنس نے انھیں دیکھا تو مسکرا کر سوچا ''یہ میری طرفداری کئے بغیر نہیں رہنےوالے!،، کولیا بھی ان سب کی لپیٹ میں اندر آگیا: وہ اپپولیت سے جو انھی نوواردوں میں شامل تھا، گرم ہو رہا تھا۔ اپپولیت اس کی بات سنتا اور ھنسی میں ٹال دیتا۔

پرنس نے ان سب کو بٹھایا۔ اتنے کم‌عمر لڑکے تھے، بلکہ نابالغ بچے کہ اس پوری صورت‌حال پر، اور جس اہتمام سے انھیں بلا کر بٹھایا گیا، اس پر حیرت ہو سکتی تھی۔ مثلاً جنرل یپان‌چین، جنھیں اس ''نئے معاملے،، کی نہ خبر تھی، نہ کچھ سمجھ پائے، اس قدر کم‌عمر لڑکوں کو دیکھ کر گھن کھانے لگے اور اگر ان کی بیگم، جنھیں پرنس کے نہایت نجی معاملات سے گھری دلچسپی ہونا، ان کے لئے تعجب کی بات تھی، شوھر کو روک نہ دیتیں تو وہ غالباً کسی نہ کسی صورت میں اپنی ناگواری تبھی ظاھر کر دیتے۔ وہ بیٹھے رہے تو کچھ اس وجہ سے کہ دیکھیں، اب کیا ہوتا ہے اور کچھ ان کی نیکدلی نے بٹھائے رکھا اس امید میں کہ شاید مدد کی ضرورت پڑے، اور نہیں تو ان کا عہدہ منصب بھی کام آ سکتا ہے۔ مگر جب جنرل ایولگین نے انھیں دور سے سر جھکا کر سلام کیا تو ان کا منہ پھر چڑھ گیا۔ برھمی کے مارے انھوں نے طے کر لیا کہ منہ پر تالا ڈالے رہیں گے۔

چاروں چھوکروں میں ایک تو وہی، کوئی تیس برس کا آدمی

تھا ''رگوژین کی پلٹن میں سے''، نکلا ہوا ''گھونسے باز''، جو بقول خود ہر ایک سائل کو سرراہ پندرہ روبل تھما دیا کرتا تھا''۔ دیکھتے ہی اندازہ ہو گیا کہ باقیوں کی ہمت بندھانے کی خاطر، ایک یار مددگار کی حیثیت سے ساتھ آیا ہے، اور ضرورت پڑے تو مدد کا ہاتھ بھی دکھائے۔ ان سب میں پیش پیش تھا وہ نوجوان جسے پاولی‌شیف کا بیٹا کہا گیا تھا، اگرچہ اس نے اپنا تعارف کرایا انتیپ بردوفسکی کے نام سے۔ یہ نوجوان پھٹے حالوں تھا، فراک کوٹ ایسا کہ آستینیں گھس گھسا کر، میل کھا کر شیشے کی طرح چکنی چمکدار ہو گئی تھیں، واسکٹ پر چکنائی جمی ہوئی اور بٹن گلے تک لگے ہوئے، اندر کے کپڑے بالکل غائب، میل کی تہیں جما ہوا سیاہ ریشمی مفلر جو گلے میں رسی کی طرح بل کھایا پڑا تھا، ہاتھ غلیظ، چہرہ مسوں سے لپا ہوا، بال سنہرے اور آنکھیں، اگر یوں کہا جا سکے تو، معصومانہ سینہ زوری لئے ہوئے۔ قد ذرا نکلتا ہوا، بدن دبلا پتلا، عمر کوئی بائیس کے آس پاس۔ اس کی صورت سے ذرا بھی کسی قسم کا طنز یا تاثر ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اس کے برخلاف اپنے حق کے جائز ہونے کا بھرپور اور اڑیل نشہ چڑھا ہوا۔ اسی کے ساتھ ساتھ عجوبہ‌پن کی حد تک بڑھا ہوا مسلسل خبط اس بات کا کہ اپنے آپ کو مستقل طور پر زمانے کا شاکی، زیادتیوں کا شکار رکھا اور محسوس کیا جائے۔ جوش میں، جلدی جلدی اور اٹک اٹک کر ایسے بات کرتا گویا لفظ پوری طرح منہ سے نہیں نکل رہے، یا تو زبان میں گانٹھ پڑی ہوئی ہے یا پھر غیرملکی ہے، اگرچہ تھا وہ اصل نسل سے پورا روسی۔

اس کے ساتھ لگا ہوا تھا اول تو وہی لیبیدیف کا بھانجا، جس سے ہمارے پڑھنےوالے واقف ہو چکے ہیں، دوسرے ایپولیت۔ یہ ایپولیت بہت ہی کم عمر نوجوان تھا، سترہ اٹھارہ کا سن ہوگا۔ چہرہ نہایت ذہین، مگر مستقل تلخی و برہمی کے آثار، بلکہ بیماری بھی ہولناک نشان چھوڑ گئی تھی۔ سوکھا مارا، ڈھانچ، رنگ زرد، پھیکا، آنکھیں چمکتی ہوئی اور گالوں پر دو لال دھبے۔ برابر کھانسے جا رہا تھا۔ کوئی لفظ بولتا، بلکہ سانس بھی لیتا تو گلا خرخر کرنے لگتا۔ صاف نظر آتا تھا کہ تپ دق کا مرض کافی آگے جا چکا ہے۔ بہت جیا تو شاید دو تین ہفتے جی سکے گا۔ اتنا ہلکان

ہو چکا تھا کہ اوروں سے پہلے وہی کرسی میں ڈھے گیا۔ باقی ساتھ والوں نے داخل ہوتے وقت ذرا تکلف سے کام لیا، بلکہ کچھ گڑبڑائے بھی، البتہ نظروں سے اپنی اکڑ جتائی اور کسمسائے کہ کہیں ان کی شان میں فرق نہ آ جائے۔ جو عام شہرت تھی کہ یہ لوگ تمام آداب محفل کو، دنیاداری کی فضول پھٹکر کو ٹھکراتے ہیں، اونچ نیچ کے تعصبات کو، بلکہ خاص اپنے مفاد کے سوا دنیا کی ہر شے کو ہیچ پوچ سمجھتے ہیں، اس شہرت سے فی‌الوقت ان کا انداز کسی طرح میل نہیں کھاتا تھا۔

''میں ہوں انتیپ بردوفسکی،، جلدی جلدی ہکلاتے ہوئے ''پاولی‌شیف کے بیٹے،، نے اعلان کیا۔

''ولادیمیر داکترینکو،، لیبیدیف کے بھانجے نے کھنکتی ہوئی صاف آواز میں ایسے اپنا نام پکارا گویا اسے ''داکترینکو،، ہونے پر بھی فخر ہے۔

''کیلر،، ریٹائرڈ سینیر لفٹننٹ کے منہ سے نکلا۔

''اپپولیت تیرنتیف!،، آخر والے نے خلاف توقع، سیٹی سی بجادی۔ سب کے سب ایک قطار میں پرنس کے سامنے کرسیوں پر جم گئے۔ اپنا اپنا نام پکارنے کے بعد سب نے منہ چڑھا لیا اور خود کو تازہ دم رکھنے کے لئے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اپنی اپنی ٹوپیاں جھلاتے رہے۔ سبھی کہنے کو آمادہ تھے لیکن زبان کسی نے نہ کھولی۔ کسی بات کے اندیشے میں، چہروں پر چیلنج لئے بیٹھے تھے — جس سے ٹپکتا تھا کہ ''سنئے، برادر، غلط! ہمیں تم ہوا نہیں بتا سکتے!،، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کسی کی زبان سے پہلا ایک لفظ نکلنے کی دیر ہے، شروعات ہوتے ہی سب کے سب ایکدم پھٹ پڑیں گے، اور ایک دوسرے کی بات کاٹ کر تڑاتڑ بولتے چلے جائیں گے۔

۸

''صاحبان، مجھے آپ میں سے کسی کے آنے کی امید نہیں تھی،، پرنس نے کہنا شروع کیا ''کل تک تو میں بیمار ہی رہا اور آپ کا معاملہ (انتیپ بردوفسکی سے مخاطب ہوکر) میں نے کوئی مہینہ

پھر پہلے مسٹر گوریلا ایولگین کے سپرد کر دیا تھا، آپ کو تبھی بتا بھی چکا ھوں۔ تاھم اگر بالمشافہ کہنے سننے کی ضرورت ھو تو مجھے اس سے انکار نہیں۔ صرف اتنا ھے، آپ بھی اتفاق کریں گے، کہ وقت دیکھتے ہوئے، اگر بات ذرا دیر کی ھو تو، ھم دوسرے کمرے میں چلے چلتے ھیں... یہاں میرے خاص ملنےوالے اور، یقین کیجئے...''

''خاص ملنےوالوں کا کیا — جتنے بھی ھوں۔ مگر یہ کہنے کی اجازت ھو کہ...'' پرنس کی بات کاٹنے میں لیبیدیف کے بھانجے نے پہل کی۔ اس کے لب و لہجہ میں اچھی خاصی جھڑکی تھی، مگر آواز اونچی نہیں کی۔ ''اجازت ھو کہ آپ کو ھم جتا دیں کہ آپ ھمارے ساتھ زیادہ معقولیت سے پیش آسکتے تھے، یوں نہیں کہ دو گھنٹے ھمیں اپنی غلام گردش میں بٹھائے رکھا۔''

''اور ھاں — میں بھی... یہ کہاں کا نوابی‌پن ھے! اور یہ صاحب... یعنی یہ کہ جنرل صاحب ھیں! میں، جناب، آپ کا غلام نہیں ھوں! اور میں... میں...'' انتیپ بردوفسکی نے حد سے زیادہ جوش میں آکر بولنا چاھا۔ اس کے ھونٹ کانپ رھے تھے، آواز میں غصے کی لرزش تھی، منہ سے جھاگ اڑ رھے تھے، جیسے یا تو پھٹ پڑا ھے یا پرزے اڑ رھے ھیں، مگر بولنے کی ایسی جلدی تھی کہ دس لفظ منہ سے نکالنے کے بعد کیا کہا، کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

''یہ نوابی‌پن تھا!'' ایپولیت سیٹی کی سی پھٹی آواز میں چنچنایا۔

''اگر کہیں میرے ساتھ یہ سلوک ھوا ھوتا'' گھونسہ‌باز غرایا ''یعنی خاص مجھ سے ھی، ایک عزت‌دار آدمی کی طرح، ایسا برتاؤ کیا جاتا تو میں بردوفسکی کی جگہ... میں تو...''

''صاحبان، مجھے تو ابھی اسی منٹ اطلاع ملی کہ آپ یہاں موجود ھیں۔ قسم لےلیجئے!'' پرنس نے دھرایا۔

''ھم آپ کے لوگوں سے، مسٹر پرنس، ڈرتے نہیں ھیں۔ کوئی بھی صاحب ھوں۔ ھم تو اپنے حق پر ھیں'' لیبیدیف کے بھانجے نے پھر دون کی لی۔

''آپ سے ایک بات پوچھنی ھے، اجازت ھو، کیا حق ھے آپ کو، بردوفسکی کا معاملہ اپنے دوستوں کی عدالت میں رکھنے

کا؟،، پھر ایپولیت نے اس بار بہت گرم ہو کر چیخ کی سی آواز نکالی ''ممکن ہے ہمیں آپ کے لوگوں کا دیا ہوا فیصلہ نہیں چاھئے۔ ویسے ہی معلوم ہے کہ آپ کے اپنے لوگ کیا فیصلہ دیں گے!..،،

''اچھا، مسٹر بردوفسکی، اگر آپ یہاں، سب کی موجودگی میں بات نہیں کرنا چاھتے تو،، پرنس، جو اس قسم کی شروعات سے سٹپٹا گیا تھا، بالآخر زبان کھولنے قابل ہوا ''تو میں نے آپ سے کہا نا کہ دوسرے کمرے میں چلتے ھیں۔ پھر ایک بار بتادوں کہ آپ کی اطلاع مجھے اسی منٹ پہنچی ہے...،،

''مگر، آپ کو کوئی حق نہیں تھا، کوئی حق نہیں، ہرگز کوئی حق نہیں تھا! اور آپ کے دوست تو... یہ جو ھیں...،، بردوفسکی پھر جھٹکے دے دے کر بولا۔ اپنے اردگرد وحشیانہ اور تشویش کی نظر سے دیکھتا جاتا تھا، جتنا زیادہ اس کی بےاعتباری اور وحشت بڑھتی، پارہ اتنا ہی چڑھتا تھا۔ ''آپ کو کوئی حق نہیں!،، اتنا کہہ کر ایک جھٹکے سے رک گیا گویا تار ٹوٹ گیا۔ بغیر کہے اس نے اپنے کمزور بینائی‌والے، ابلتے ہوئے، حد سے زیادہ باہر نکلے، موٹے موٹے لال ڈوروں‌والے دیدے سوالیہ انداز میں پرنس پر گاڑ دئے اور پورے دھڑ سے آگے کی طرف جھک گیا۔ اس بار پرنس ایسا حیرت زدہ ہوا کہ خاموش ہوکر خود بھی اس لڑکے کو تکنے لگا۔ اس کی بھی آنکھیں باھر نکل آئی تھیں اور زبان گنگ تھی۔

''مسٹر لیو میشکن،، بیگم جنرل نے یکایک پکارا ''ذرا یہ لو، پڑھو اسے، ابھی اسی وقت، سیدھا سیدھا تمھارے معاملے سے تعلق ہے اس کا۔،،

انھوں نے جلدی سے ایک مزاحیہ ہفتہ‌وار اس کی طرف بڑھایا اور ایک خاص مضمون پر انگلی سے اشارہ کیا۔ جب یہ نووارد اندر آرہے تھے، اسی وقت لیبیدیف نے بیگم جنرل کے ایک جانب سے اچھل کر — جن کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگا ہوا تھا — منہ سے ایک لفظ کہے بغیر اپنی پہلو کی جیب میں سے یہ اخبار نکالا، بیگم صاحبہ کی آنکھوں کے سامنے کیا اور نشان زدہ کالم دکھا دیا۔

بیگم لیزاویتا اتنی دیر میں جتنا کچھ پڑھ سکیں، اسی سے سکتے میں آ گئیں۔ ان پر وحشت طاری ہو گئی تھی۔

''کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ سنا کر نہ پڑھا جائے،، پرنس نے الجھن میں پڑ کر ٹوٹی آواز میں کہا ''میں خود ہی پڑھ لوں گا... بعد میں...،،

''تم پڑھ کے سناؤ جی، ابھی پڑھ دو۔ آواز سے پڑھ کے، باآواز بلند سناؤ!،، بیگم لیزاویتا نے کولیا کو ہدایت کی۔ پرنس نے ابھی اخبار سنبھالا بھی نہ تھا کہ انھوں نے بےصبری میں اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا ''سناؤ تم، باآواز بلند، کہ ہر ایک سن سکے۔،،

یہ لیزاویتا پروکوفیونا، بیگم جنرل تیزمزاج خاتون تھیں اور لہر میں آجاتی تھیں، ایسی کہ ناگہانی، یکبارگی، دیر تک سوچے سمجھے بغیر وہ اندھادھند کشتی کا لنگر اٹھاتیں اور موسم کی طرف سے آنکھ بند کرکے کھلے سمندر میں کشتی ڈال دیتیں۔ ان کے شوہر جنرل ایوان فیودرووچ فکرمند ہوکر پہلو بدلنے لگے۔ پہلے منٹ، اتنے میں کہ لوگ آپ سے آپ ٹھٹکے ہوئے تھے اور سمجھ نہ پائے کہ اب کیا ہوگا، کولیا نے اخبار کی تہہ کھولی اور اس جگہ سے جہاں اچھل کودوالے لیبیدیف نے نشان لگایا تھا، باآواز پڑھنا شروع کر دیا:

''پرولتاریہ اور رئیس زادے، ایک واقعہ ہے یہ آج کے روز اور ہر روز کی لوٹ کا! ترقی! اصلاح! انصاف!،،

''عجیب و غریب واقعات رونما ہو رہے ہیں ہمارے نام نہاد مقدس روس میں، ہمارے اصلاحات‌والے زمانے میں اور نئے نئے مالیاتی کاروبار کے دور میں، اس زمانے میں جو قومی احساس کا کہلاتا ہے اور کروڑوں روبل ہر سال ملک سے باہر نکل جاتا ہے۔ اس دور میں جب انڈسٹری پھیلائی جا رہی ہے اور محنت کے ہاتھ مفلوج کئے جا رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ ساری باتیں آپ سے پڑھی نہیں جائیں گی، صاحبان، پس، آمدم برسر مطلب۔ عجیب واقعہ پیش آیا ہے ایک ایسے شخص کے ساتھ جو ہمارے یہاں کی معطل جاگیرداری کے (de profundis!) ایک رئیس کی اولاد سے ہے۔ یہ ان میں سے ایک کی ہے جن کے دادا جوے کی میز پر سب کچھ ہار کر، دامن جھاڑ

کر چل بسے اور جن کے باپوں کو ناچار فوج میں کیڈٹ اور سینیر لفٹننٹ کی نوکریاں کرنی پڑیں اور عموماً سرکاری خزانے کی رقم میں بے قصور غبن کے سلسلے میں مقدمہ چلا اور مقدمے کے دوران مر مرا گئے، اور اب ان کی اولاد، ہمارے اس قصے کے ہیرو کے مانند یا تو ایڈیٹ پلتی بڑھتی ہے، یا پھر فوجداری کے کیس میں ماخوذ ہوتی ہے، جہاں سے جیوری انہیں نصیحت اور سدھار کے نام پر رہا کر دیتی ہے۔ اور آخر انجام یوں ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ سرزد ہوتا ہے جس سے پبلک حیران رہ جاتی ہے اور ہمارے زمانے کو، جو ویسے ہی کچھ کم داغدار نہیں ہے، اور بھی بدنام کر دیتا ہے۔ ہمارا یہ جو رئیس زادہ ہے، کوئی چھ مہینے پہلے لمبے موزے، غیرملکی فیشن کے چڑھائے ہوئے اور بوسیدہ فرسودہ اکہرا کوٹ پہنے ہوئے، کانپتا ہوا سردی کے موسم میں روس واپس ہوا سوئٹزرلینڈ سے، جہاں رہ کر ایڈیٹازم (کذا!) کا علاج کرا رہا تھا۔ ماننا پڑے گا کہ اس کی قسمت زوردار نکلی کہ اس کی دلچسپ بیماری کا تو کیا ذکر، جس کے علاج کی خاطر سوئٹزرلینڈ میں رہا (کسی نے کبھی حماقت کا بھی علاج ہوتے دیکھا ہے؟!) وہ اس روسی ضرب‌المثل کا جیتا جاگتا ثبوت بن سکتا ہے: عقل کے کھوٹے قسمت کے دھنی بھی ہوتے ہیں۔ اب آپ حضرات خود فیصلہ کیجئے: دودھ پیتا بچہ تھا کہ یتیم ہو گیا۔ سنا ہے کہ اس کا باپ فوج میں سینیر لفٹننٹ تھا، کمپنی کی ساری سرکاری رقم جوے میں اڑا دی، غبن کا مقدمہ چل رہا تھا کہ مر گیا، یا پھر شاید اس کا مقدمہ تھا کہ اپنے ایک ماتحت سپاہی کو اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ جان سے جاتا رہا (کیا زمانہ تھا، یاد کیجئے حضرات!)۔ اس یتیم بچے یعنی ہمارے اس رئیس زادے کو ایک بہت ہی دولتمند روسی جاگیردار نے اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ جاگیردار مذکور — جسے اب ہم پ۔ کہہ لیں، اگلے سنہرے وقتوں میں چار ہزار جانوں کا مالک تھا (چار ہزار زرخرید کسان، آپ سمجھے مطلب؟ میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔ معنی مطلب والی لغت کھول کے دیکھتا ہوں: تازہ افسانہ مگر یقین آنا مشکل۔) وہ جاگیردار، ظاہرا، ان روسی مفت خوروں اور کام‌چوروں میں سے ہوگا جو اپنی عیش عشرت کی زندگی غیرملکوں میں گزارا کرتے تھے۔

گرمیوں میں پانی کے چشموں پر، سردیوں میں پیرس کے شاطو دی فلیور، جہاں اپنے اچھے دنوں میں یہ لوگ بڑی رقمیں اڑا دیا کرتے تھے۔ صحیح اندازے سے یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ جب تک زرخرید رعایاوالی جاگیرداری چلی، اس کی آمدنی کا ایک تہائی پیرس کے شاطو دی فلیور کے مالکوں کی جیب میں جاتا رہا (ہائے، ہائے، کیا قسمت تھی ان مالکان شاطو کی!)۔ جو بھی ہوا ہو مگر اس بےفکرے جاگیردار پ۔ نے بن ماں باپ کے رئیس‌زادے کو نوابی ٹھاٹھ سے پالا، مرد اور عورت ٹیوٹر رکھ کر تعلیم دلائی (آیائیں تو یقیناً دلربا رہی ہوں‌گی)، انہیں تو وہی پیرس سے لے کر آیا کرتا تھا۔ مگر صاحبزادے، رئیس کی اولاد، بدھو کے بدھو ہی رہے۔ شاطو دی فلیور کی اتالیق عورتیں اسے کچھ نہ سکھا سکیں، بیس برس کا ہونے آیا، تب تک پوتڑوں کا رئیس بولنا بھی نہ سیکھا، کوئی بھی زبان، یہاں تک کہ روسی زبان اس سے بولی نہیں جاتی تھی۔ خیر روسی نہ آنا کوئی خطا نہیں۔ در گزر کے قابل ہے۔ انجام کار اس روسی جاگیردارانہ دماغ میں یہ سودا سمایا کہ اس بدھو، ایڈیٹ کو سوئٹزرلینڈ میں عقل سکھائی جائے — اس بات میں منطق تو ہے۔ مفت خور دھنی آدمی قدرتی طور پر یہ سوچ سکتا ہے کہ عقل بھی بازار میں بکتی ہے، پیسہ دو، خرید لو — اور وہ بھی سوئٹزلینڈ میں۔ وہاں کوئی مشہور ڈاکٹر پروفیسر تھا، پانچ سال اس کا علاج چلتا رہا۔ ہزارہا روپیہ خرچ ہو گیا۔ ایڈیٹ کو عقل تو، خیر کیا آتی! البتہ اتنا ہوا، لوگ بتاتے ہیں کہ آدمی کی صورت نکل آئی تھوڑی بہت۔ اتنے میں مسٹر پ۔ کو آناًفاناً موت نے دبوچا۔ وصیت کوئی چھوڑی نہیں۔ معاملات میں، جیساکہ ہوتا ہے، افراتفری۔ مردے کے مال پر دانت لگانےوالے بہت، انہیں ذرہ برابر پروا نہیں اس رئیس ابن رئیس کی جو کسی کی عنایت کی بدولت پیدائشی ایڈیٹ‌ازم سے سوئٹزرلینڈ میں زیر علاج تھا۔ یوں تو یہ مریض بدھو تھا، مگر اس نے اپنے پروفیسر ڈاکٹر کو چلانے کی کوشش کی، دو سال، بتاتے ہیں کہ اس سے مفت علاج کراتا رہا، اپنے مربی اور محسن کی موت راز میں رکھی۔ مگر وہ ڈاکٹر بھی ایک شعبدہ‌باز! روپیہ وصول نہ ہونے سے ڈرا اور اوپر سے اسے پچیس سالہ مفت‌خور مریض کی خوراک نے ڈرا دیا تو اس نے

اپنے پرانے موزے نکالے، اگلے وقتوں کا پھٹا پرانا گرم کوٹ نکالا، اس مریض کو یہ تحفہ عطا کرکے سوئٹزرلینڈ سے تھرڈ کلاس میں بٹھا، بیک‌بینی و دوگوش روانہ کر دیا nach Russland — جاؤ سیدھے روس کو - سوئٹزرلینڈ سے دفان - ایسا نظر آتا تھا کہ تقدیر نے ہمارے ہیرو سے منہ پھیر لیا - مگر تقدیر تو ایسی اندھی ہے کہ پورے پورے ضلعے بھوک سے مرا کریں اور وہ اپنی نعمتیں اس شریف‌زادے چھوکرے پر برسائے، جیسے کہ کریلوف* کی ''بادل،، والی حکایت ہے کہ سوکھی کھیتی سے گزر گئے اور سمندر پر جاکر برس گئے - جونہی یہ شخص سوئٹزرلینڈ سے پیترسبورگ پہنچتا ہے کہ ماسکو میں اس کی ماں کے (جو ظاہر ہے تاجروں کی اولاد تھیں) ایک رشتہ‌دار کی موت ہو جاتی ہے - بوڑھا لاولد بن بیاها، چگی ڈاڑھی، قدامت پسند فرقے کا بیوپاری، اور وہ اپنے پیچھے لاکھوں لاکھ نقد مبلغ گنی ہوئی رقم چھوڑ جاتا ہے جس پر کسی کا دعوا نہیں (ہمیں آپ کو مل جائے تو کیسا رہے!) - ساری کی ساری دولت، رقم ہمارے اس رئیس‌زادے کےلئے، سب اس خاندانی نواب کو، جس کی بےعقلی کا سوئٹزرلینڈ میں علاج ہو رہا تھا! مگر اب سنگیت کے سر بدلتے ہیں - موزےدار جوتوں‌والے اس نواب‌زادے کے آس‌پاس، جو ایک شہرت یافتہ، کسی کی خوبصورت داشتہ کے چکر میں پڑا تھا، دوستوں اور خاص ملنےوالوں کا ھجوم لگ گیا - رشتہ‌دار بھی نکل پڑے، سب کے سوا شریف خاندان کی نوعمر لڑکیوں کی یلغار ہوئی جنھیں تمنا تھی، اس ارمان میں مری جا رہی تھیں کہ باضابطہ شادی کی مہر لگ جائے - اور کیا چاہئے: عالی خاندان، لکھ پتی اور ایڈیٹ — ساری صفات ایک ساتھ - ایسا شوہر کہ چراغ لےکے ڈھونڈھو تو نہ ملے اور فرمائش سے بنواؤ تو نہ بنے!..،،

''یہ — میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا!،، جنرل ایوان فیودرووچ انتہائی تنفر سے کڑکے -

---

* کریلوف، ایوان (۱۷۶۹ء — ۱۸۴۴ء) — عظیم روسی قصہ نویس - (ایڈیٹر)

''بس کرو کولیا!،، پرنس نے التجائیہ آواز میں کہا۔ ہر طرف آہ واہ مچ گئی۔

''پڑھنا ہے، بس، پڑھنا ہی ہے، چاہے کچھ ہو!،، بیگم لیزاویتا نے کاٹ دیا۔ وہ بھری بیٹھی تھیں۔ ''پرنس، اگر پڑھنے سے روکا گیا تو جھگڑا ہو جائے گا۔،،

کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ کولیا جو خود بےچین تھا، گال غصے کے مارے تمتما رہے تھے، جھکولے کھاتی آواز میں آگے پڑھنے لگا۔

''اس اثنا میں، جب ہمارا راتوں رات لکھ پتی بننےوالا یوں کہئے کہ اپنے سنگھاسن پر تھا، ایک بالکل ہی انہونی صورت حال پیش آگئی۔ ایک پیاری سی صبح کو کوئی شخص اس سے ملنے حاضر ہوا۔ پرسکون اور تیکھا چہرہ، مہذب، معقول، جچی تلی گفتگو، دیدۂ زیب شریفانہ لباس اور ظاہر تھا کہ روشن خیال، ترقی‌پسند نظریات کا آدمی۔ مختصر لفظوں میں اس نے اپنی آمد کا سبب بیان کیا: یہ شخص مشہور وکیل ہے جسے ایک نوجوان موکل نے اپنا کام سپرد کیا ہے۔ وہ اسی کی وکالت کرنے آیا تھا۔ وہ نوجوان موکل کون؟ انھی مرحوم جاگیردار پ۔ کا فرزند، اگرچہ خاندانی نام مختلف رکھا ہے۔ اس عیاش طبع پ۔ نے اپنی نوجوانی میں رعایا کی ایک نوعمر، نیک ایماندار، غریب لڑکی کو پھنسا لیا تھا، جسے یوروپین تعلیم و تربیت بھی ملی تھی (ماضی میں جاگیرداروں کو رعایا کی بہو بیٹی پر جو اختیارات حاصل تھے، وہ کام آئے)، جب دیکھا کہ اپنے اس تعلق کا نتیجہ اٹل ہے اور سامنے آیا چاہتا ہے تو جھٹ پٹ اس لڑکی کا ایک ایسے شخص سے بیاہ رچا دیا جو تجارتی کاموں میں بھی تھا اور سرکاری ملازمت میں بھی۔ یہ نیک طینت شخص بہت دنوں سے اس لڑکی کی محبت میں مبتلا تھا۔ شروع میں تو جاگیردار نوبیاہتا جوڑے کی کچھ امداد کرتا رہا، تھوڑے دن بعد امداد کا یہ ہاتھ ہٹا دیا گیا کیونکہ شوہر کی شرافت اسے گوارا نہیں کرتی تھی۔ مدت گزر گئی اور مسٹر پ۔ رفتہ رفتہ اس لڑکی کو بھی بھول بھال گیا اور لڑکی کے پیٹ سے جو اس کا تخم تھا، وہ بھی ذہن سے اتر گیا۔ جیسا کہ کہا گیا، بعد میں

اس پ۔ کا انتقال ایسی حالت میں ہوا کہ وصیت کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ آگے یہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکا جو باضابطہ شادی کے بعد پیدا ہوا اور دوسرے خاندانی نام کے ساتھ پلا بڑھا، جسے اس کی ماں کے شریف طبع شوہر نے سگے بیٹے کی طرح پالا پوسا، مگر وہ بھی اپنے وقت سے قضا کر گیا، اس کی موت کے بعد بالکل بے سہارا، محض اپنے ہاتھ پاؤں پر رہ گیا۔ اپنا بوجھ اور پھر ماں کا بوجھ، جو ٹانگوں سے معذور، بیمار، آزار، دوردراز کے مقام پر پڑی دن کاٹ رہی تھی۔ اس نوجوان نے پائے تخت میں جیسے تیسے اپنا ذریعۂ معاش نکالا، سوداگر بچوں کو روزانہ گھر جاکر ٹیوشن دئے، محنت کی کمائی پر بسر کی اور ہائی اسکول پاس کر لیا۔ بعد میں وہ اسی طرح ٹیوشن کر کرکے آگے کی تعلیم بھی لکچروں میں حاضری دے کر پرائیویٹ سے جاری رکھنا چاہتا تھا۔ مگر روسی بیوپاری کے ہاں ٹیوشن سے کیا ملتا ہے، دس پیسے فی سبق، تو اس میں کیا اپنی گزر ہو، کیا اس ماں کو، بیمار، ٹانگوں سے معذور ماں کو سہارا دیا جائے؟ آخر وہ وہیں کس‌مپرسی کی حالت میں مرگئی تب بھی اس نوجوان طالب علم کی پریشانی کچھ کم نہ ہوئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں ہمارے اس رئیس زادے کا، بہ نظر انصاف، کیا فرض ہوتا ہے؟ آپ، پڑھنے‌والے حضرات، سوچیں‌گے کہ دل میں اس نے سوچا ہوگا: 'مجھے تو آج تک مرحوم پ۔ کی ساری مہربانیاں نصیب ہوتی رہیں، تعلیم تربیت پر، آیاؤں، استانیوں پر، بےعقلی کا علاج کرانے پر سوئٹزرلینڈ میں لاکھوں روپیہ کھپ گیا۔ اب میں لاکھوں میں کھیلتا ہوں اور ادھر وہ پ۔ کا شریف طبع، نیک سیرت بیٹا، جو اپنے من موجی، رنگیلے اور فرزند فراموش باپ کی حرکتوں کا کسی صورت سے بھی قصوروار نہیں، وہ ٹیوشن کرتے کرتے مرا جا رہا ہے۔ وہ سب کچھ جو مجھ پر خرچ ہوا، از روئے انصاف اسی بیٹے پر لگنا چاہئے تھا۔ وہ زبردست رقمیں جو مجھ پر بہائی گئی ہیں، اصل میں میری نہیں تھیں — صرف اندھی قسمت کے ہاتھوں شیرینی بٹی ہے، ورنہ پ۔ کے بیٹے کو ملتیں۔ مجھ پر نہیں بلکہ اس لڑکے پر عنایات کی بارش ہونی چاہئے تھی، میں تو من‌موجی، بےفکرے، فراموش کار پ۔ کے ایک چونچلے اور ایک ترنگ سے فیض‌یاب ہو گیا۔ اگر مجھ

میں شرافت کا خون ہوتا، موقع محل کا شعور ہوتا، انصاف پسندی ہوتی تو میں پ۔ کے فرزند کو بلاشبہ اپنی اس میراث کی دولت کا نصف ضرور دے دیتا۔ مگر چونکہ میں حساب کتاب پر نظر رکھنے والا آدمی ہوں سب سے مقدم، اور پھر یہ بھی خوب سمجھتا ہوں کہ قانون کی نظر میں یہ معاملہ کچھ دم نہیں رکھتا، تو اپنی کل رقم کا آدھا تو دوں گا نہیں۔ البتہ، میری طرف سے یہ بڑی رذالت اور بےغیرتی ہوگی (رئیس زادہ یہاں بھول گیا کہ عاقبت‌اندیشی کا تقاضا بھی نہیں) کہ میں وہ لاکھوں کی رقم، جو پ۔ کی طرف سے میری بےعقلی پر کھپ گئی ہے، کم از کم وہ اس کے حقیقی بیٹے کو واپس نہ کر دوں۔ یہ صرف انسانی ضمیر اور انصاف کا تقاضا ہے! سوچنے کی بات ہے کہ اگر پ۔ نے مجھے اپنے سائے میں نہ لیا ہوتا بلکہ میرے بجائے اپنے بیٹے کی فکر کی ہوتی تو میرا کیا حال ہوتا؟،

''نہیں، حضرات، ہمارے یہ رئیس‌زادے اس طرح نیک و بد نہیں سوچا کرتے۔ اس نوجوان کے وکیل نے بہتیرا سمجھایا، وکیل نے محض خیر خواہی کے جذبے سے اور اس نوجوان کی مرضی کے قریب خلاف زبردستی سی کرکے یہ جھنجھٹ اپنے سر لیا تھا، تو وکیل نے عزت و غیرت کا واسطہ دیا، شرافت و انصاف بلکہ نشیب و فراز دکھا کر بھی قائل کرنا چاہا، مگر یہ سوئٹزرلینڈ کا تربیت‌یافتہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ یہ بھی کیا، یہ سب بھی کچھ نہیں، مگر اس پر مزید ایسی حرکت کی جو واقعی ناقابل در گزر ہے، اور چاہے کسی بھی عجیب مرض کا شکار ہو، اسے اس حرکت پر معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے ڈاکٹر پروفیسر کے موزےدار جوتوں سے تازہ تازہ رہائی پانےوالے اس لکھپتی کو اتنا نہ سجھائی دیا کہ شریف طبع نوجوان اس سے کوئی خیرات نہیں مانگ رہا، امداد کا طالب نہیں۔ وہ جو خود کو ٹیوشن پڑھا پڑھا کر ہلکان کئے لے رہا ہے، بلکہ اپنا حق، اپنا واجب الادا طلب کر رہا ہے۔ اگرچہ اسے کوئی قانونی حق نہیں اور وہ خود حق جتا بھی نہیں رہا۔ وہ تو اس کی طرف سے دوست احباب کوشش کر رہے ہیں۔ بڑےپن کی شان سے اور اس نشے میں کہ لاکھوں کی رقم سے لوگوں کو دبایا جا سکتا ہے، ہمارے اس بہادر نے جیب سے پچاس روبل

کا نوٹ نکالا اور اس شریف نوجوان کو حقیر خیرات کے طور پر بھیج دیا ۔ حضرات، آپ کو یقین نہیں آ رہا ہے نا؟ آپ کو سخت کوفت ہوئی، ذلت کا احساس ہوا، نفرت کی کڑاکےدار چیخ آپ کے حلق سے نکلی، ہاں ـ مگر اس رئیس‌زادے نے تو یہی، بالکل ایسا ہی کیا! یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ روپیہ فوراً اسے لوٹا دیا گیا، یوں کہئے کہ اسی کے منہ پر مار دیا گیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں، حل کیا ہے اس قضیے کا؟ معاملہ قانونی تو ہے نہیں، یہی رہ جاتا ہے کہ لوگوں کے علم میں لایا جائے۔ تو ہم یہ قضیہ پبلک کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کی صداقت کا ذمہ ہمارا۔ سنا ہے کہ ہمارے ایک مزاح نگار نے اس موقع کے لئے لاجواب مزاحیہ نظم لکھ دی ہے، جو اس قابل ہے کہ جگہ دی جائے ہمارے رسم و رواج کے متعلق صرف صوبائی خاکوں میں نہیں بلکہ پائے تخت کے پرچے میں بھی۔ ملاحظہ ہو :

لیو* نے کوٹ میں شنیڈر** کے
کردئیے پار پورے پانچ برس
کھیلتے کودتے گزارے دن
یا شرارت کا شوق یا آلس
تنگ جوتے پہن کے گیٹس کے
خیر سے گھر جو آئے، لاکھوں پائے
ہے عبادت کا لطف روسی میں
اور مال یتیم بھی ھتھیائے،،۔

جیسے ہی کولیا نے پڑھنا بند کیا، اخبار اس نے پرنس کو دیا اور کوئی لفظ کہے بغیر دوڑ کر کونے میں چلا گیا۔ ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ وہ شرم سے پانی پانی ہوا جا رہا تھا۔ بچپنے کی حساس طبیعت، جو ابھی ایسی گندگی کی عادی نہیں ہوئی تھی، حد سے زیادہ اذیت میں مبتلا تھی۔ کولیا کو یوں لگا کہ

---

* رئیس‌زادے کا چھوٹا نام۔
** سوئٹزرلینڈوالے پروفیسر کا نام۔

کوئی غیر معمولی ھنگامہ‌خیز واقعہ ھو گیا جس نے ایک وار میں سب کچھ توڑ پھوڑ کر رکھ دیا — کہیں وہ خود ھی تو اس کا سبب نہیں کیونکہ اسی نے آواز سے پڑھ کر سنایا ھے۔

اکیلا وھی نہیں، سبھی اس قسم کی سنسنی محسوس کر رھے تھے۔

لڑکیاں بہت کسمسائیں، بہت شرمائیں۔ بیگم جنرل غصے کے مارے اندر ھی اندر کھول رھی تھیں اور غالباً سخت پشیمان تھیں کہ اس مخمصے میں پڑنا ھی کیا ضرور تھا۔ اب وہ دم بخود تھیں۔ پرنس پر ویسی گزری جیسی اکثر اس قسم کے نازک موقعوں پر بڑے شرمیلے لوگوں پر گزرا کرتی ھے۔ حرکت دوسرے کی تھی لیکن جھینپ رھا تھا پرنس، اور اتنا شرمندہ ھوا، اپنے مہمانوں کے سبب ایسی غیرت آئی کہ چند لمحوں تک تو ان کے سامنے نظر اٹھاتے ڈرا۔ پتیت‌سن، واریا، گانیا، یہاں تک کہ لیبیدیف، سبھی سٹپٹائے ھوئے نظر آتے تھے۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ کہ ایپولیت اور ''پاولی‌شیف کا بیٹا،،، یہ دونوں بھی کسی سبب سے حیرت‌زدہ تھے۔ لیبیدیف کا بھانجا بھی کچھ خوش نہیں ھوا تھا۔ اکیلا ایک گھونسہ‌باز تھا جو چین سے بیٹھا اپنی مونچھوں کو تاؤ دئے جا رھا تھا، چہرے پر اکڑ لئے اور آنکھیں کسی قدر جھکائے ھوئے۔ شرم یا پریشانی کے مارے نہیں، بلکہ اس کے برعکس یہ تاثر دینے کو کہ شرافت سے نگاہ نیچی کرلی، کیونکہ فتح کا جھنڈا گاڑ دیا ھے۔ ھر پہلو سے یہی نظر آتا تھا کہ گھونسہ باز کو یہ مضمون بےانتہا پسند آیا۔

''شیطان جانے، یہ کیا بلا ھے!،، جنرل ایوان یپان‌چین بڑبڑائے۔ ''پچاس غلام خدمتگار مل کر بیٹھے ھوں گے، تب سوچ سوچ کر یہ تصنیف کیا ھے۔،،

''ذ — را — ای — جازت ھو تو پوچھوں کہ جناب‌والا مہربان کو اس طرح کے ریمارک سے توھین کا حق کہاں تک پہنچتا ھے؟،، جنرل کو ٹوکتے وقت ایپولیت کا سارا جسم غصے سے لرز رھا تھا۔

''یہ جو — یہ جو، آپ نے جو کہا، وہ شریف عزت‌دار آدمی کے لئے، جنرل صاحب، اگر آپ خود شریف عزت‌دار ھیں تو اتفاق کریں گے کہ یہ بات توھین‌آمیز ھے — بالکل!،، گھونسہ باز نے چبا چبا کر کہا۔ وہ بھی یکایک کسی سبب سے لرزنے لگا تھا،

مونچھوں کو تاؤ دیتے وقت بھی اس کے شانے اور دھڑ چلبلا رہے تھے۔
''اول تو یہ کہ میں آپ کے لئے 'مہربان جناب‌والا'، نہیں ہوں، دوسرے یہ کہ آپ کے سامنے صفائی پیش کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتا،، جنرل صاحب نے غضبناک ہوکر تیزی سے پھنکارا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ کہے بغیر، چپ چاپ برآمدے سے باہر جانے کے لئے بڑھے۔ وہاں سب سے اوپر کی سیڑھی پر قدم رکھ کر تھم گئے۔ حاضرین کی طرف ان کی پشت تھی۔ اپنی بیگم لیزاویتا پر بری طرح جھنجھلائے ہوئے تھے کہ اب بھی وہ اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار نہیں تھیں۔
''حضرات! صاحبان! مجھے بھی آخر اجازت ہو کچھ عرض کرنے کی، حضرات!،، پرنس نے درد و اضطراب کے عالم میں بےاختیار آواز بلند کی۔ ''اتنا کرم کیجئے کہ ہم ایسے کہیں کہ ایک دوسرے کی بات سمجھ میں بھی آئے۔ اس مضمون کے متعلق، حضرات، مجھے کچھ کہنا نہیں۔ صرف یہ کہ سچ نہیں ہے، حضرات، جو مضمون میں لکھا گیا ہے، وہ بالکل درست نہیں۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ آپ کو خود ہی علم ہے، بلکہ شرمناک! میرے لئے سخت حیرت کی بات ہوگی اگر یہ آپ میں سے کسی کی تصنیف ہو۔،،
''مجھے تو اس مضمون کے بارے میں عین اس منٹ تک کچھ خبر ہی نہیں تھی،، ایپولیت نے صاف کہہ دیا ''میں اس کے حق میں نہیں ہوں۔،،
''مجھے علم تو ضرور تھا کہ یہ مضمون لکھا گیا ہے لیکن اس کی اشاعت کے حق میں نہیں تھا میں۔ وجہ یہ کہ ابھی قبل از وقت ہے،، لیبیدیف کے بھانجے نے اضافہ کیا۔
''مجھے علم تھا، مگر مجھے حق پہنچتا ہے اس کا... میں... ،،
''پاولی‌شیف کا بیٹا،، بدبدایا۔
''تو کیا آپ نے یہ سب تصنیف کیا ہے؟،، پرنس نے حیرت سے بردوفسکی کو ٹٹولتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ ہو ہی نہیں سکتا!،،
''تاہم آپ کو اس قسم کے سوالوں کا حق نہیں دیا جا سکتا،، لیبیدیف کے بھانجے نے دخل دیا۔
''مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ مسٹر بردوفسکی کے بس کا تھا... مگر ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے یہ معاملہ پبلک

تک پہنچا ہی دیا ہے تو پھر ابھی ذرا پہلے کیوں شکایت پیدا ہوئی جب میں اپنے لوگوں کے سامنے اس پر بات کرنےوالا تھا؟،،

''ہاں، یہ بات ہوئی!،، بیگم لیزاویتا جل کر بولیں۔

''پرنس صاحب، آپ یہ بھول گئے، آپ کو خیال نہیں رہا کہ،، کرسیوں کے درمیان سے اچھلتا پھلانگتا، بےصبرا لیبیدیف، جسے جلال آ رہا تھا، دخیل ہوا ''جناب، آپ بھولے جا رہے ہیں کہ صرف آپ کی نیک دلی ہے، آپ کی طبعیت کی شرافت ہے کہ آپ نے انھیں ملنے کو یہاں آنے کا، جی ہاں، اور ان کی بات سننے کا موقع دیا، ورنہ انھیں کیا حق تھا اصرار کرنے کا، خاص کر جب آپ یہ معاملہ گاوریلا صاحب کے سپرد کرچکے ہیں تو۔ اور یہ بھی، جناب، آپ کی انتہا سے زیادہ نیکی ہے کہ آپ نے ایسا فیصلہ کیا۔ اور اب جبکہ آپ، سرکار عالی جاہ، اپنے گنے چنے دوستوں کے درمیان ہیں، تو آپ اس صحبت کو ہرگز قربان نہ کریں ان صاحبان کی خاطر۔ اب آپ ان صاحبوں کو فوراً ڈیوڑھی کے باہر چلتا کریں۔ میں مالک مکان کی حیثیت سے بڑی خوشی سے اس عمل میں آپ کا...،،

''بالکل حق بجانب!،، کمرے کے اندر کہیں سے جنرل ایولگین ایک دم گرجے۔

''بس کرو لیبیدیف، بس! بس بہت کہہ لیا، بس!،، پرنس کہتا ہی رہ گیا لیکن اس کے الفاظ ڈانٹ پھٹکار کے ہنگامے میں دب کر رہ گئے۔

''معاف کیجئے پرنس! نہیں، ایسے کام نہیں چلےگا اب،، لیبیدیف کے بھانجے نے تقریباً چیخ کر اپنی آواز اوروں پر حاوی کر دی۔ ''اب پورے معاملے کو صاف صاف اور پکے طریقے سے رکھنا ہوگا، کیونکہ نظر آ رہا ہے، لوگ اسے سمجھ نہیں رہے ہیں۔ قانونی حیلے حوالے بیچ میں لائے جا رہے ہیں، ہم کو ان کی بنا پر نکال باہر کرنے کی دھمکی دی جا رہی ہے۔ کیوں پرنس صاحب، کہیں آپ نے ہم کو اس درجہ بیوقوف تو نہیں سمجھا کہ خود ہمیں معلوم نہ‌ہو کہ ہمارا یہ عمل کہاں تک قانون کی حدود سے باہر ہے؟ اور اگر قانونی حیثیت سے معاملہ سلجھانے چلیں تو ہمیں آپ سے ایک ٹکا طلب کرنے کا قانونی حق نہیں پہنچتا۔ مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ اگر قانون کے راستے ہمارا کوئی حق نہیں

تو اس کے بدلے انسانی حق حاصل ہے، قدرتی حق، معقولیت کا حق اور ضمیر کی آواز کا دیا ہوا حق۔ اگر ہمارا یہ حق کسی سڑی ہوئی کتاب قانون میں نہیں لکھا ہے تو نہ سہی، لیکن شریف اور ایماندار آدمی، یعنی وہ جو عقل و دلیل سے کام لیتا ہے، اس آدمی کا فرض ہے کہ ان نکتوں پر بھی شرافت اور دیانت سے کام لے جو قانون کی کتاب میں درج نہیں ہیں۔ خاص اسی غرض سے ہم لوگ یہاں آئے، نڈر ہو کر، کہ کوئی ہمیں دروازے سے نیچے دھکا دے دےگا (جیسے کہ ابھی دھمکی دی آپ نے)، صرف اس بات کے لئے کہ ہم درخواست نہیں بلکہ مطالبہ کر رہے ہیں، کہ ہم آئے اور وہ بھی ایسے ناوقت آئے (اگرچہ جب ہم آئے تو ناوقت نہیں تھا، مگر آپ نے ہمیں غلام گردش میں روکے رکھا)۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ ہمیں کسی کا خوف نہیں تھا، وجہ وہی کہ ہمارا اندازہ تھا کہ آپ میں عقل و دلیل سے کام لینےوالا آدمی، یعنی عزت آبرو اور ضمیروالا انسان موجود ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ ہم ادب سے سر جھکا کر نہیں آئے جیسے آپ کے آگے پیچھے پھرنے اور آپ کی خوشنودی چاہنےوالے — نہیں ہم سر اٹھائے ہوئے، آزاد انسان کی طرح، لہذا درخواست یا عرضی لئے ہوئے نہیں، بلکہ آزادانہ اور فخریہ مطالبہ لےکر آئے ہیں (سنا آپ نے، عرضی نہیں، دعوا لےکر، اچھی طرح نقش کر لیجئے یہ!)۔ ہم پورے وزن و وقار کے ساتھ دوٹوک سوال کرتے ہیں آپ سے: بردوفسکی کے معاملے میں آپ خود کو حق بجانب سمجھتے ہیں یا نہیں؟ پاولی‌شیف نے آپ پر احسانات کی بارش کی، بلکہ ممکن ہے موت کے منہ سے بچا لیا، آپ خود کو ان کا احسانمند مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے، یعنی مانتے ہیں (ظاہر بات ہے) تو کیا آپ کی نیت ہے یا نہیں، کیا آپ کا ضمیر بےداغ ہے اس میں کہ اپنی باری لاکھوں وصول کر چکنے کے بعد، پاولی‌شیف کے حاجتمند بیٹے کو صلہ معاوضہ دیں، چاہے اس نے بردوفسکی کا خاندانی نام اختیار کر لیا ہو؟ بولئے، ہاں یا نہیں؟ اگر ہاں تو، دوسرے لفظوں میں، اگر آپ کے پاس وہ شے ہے جسے آپ لوگ اپنی زبان میں عزت و شرافت اور دیانت داری کہتے ہیں، اور جسے ہم زیادہ صحیح لفظوں میں معقولیت کا نام دیتے ہیں تو آپ ہماری تسلی کر دیجئے، ہمیں اطمینان ہوجائے

تو قصہ پاک۔ آپ ہماری جانب سے درخواست یا شکریے وغیرہ کے بغیر ہماری تسلی کیجئے، کیونکہ آپ ہماری خاطر ایسا نہیں کر رہے ہیں بلکہ انصاف کی خاطر ۔ اگر آپ ہماری تسلی نہیں کرنا چاہتے، یعنی ہمارے مطالبے کی تعمیل منظور نہیں تو صاف جواب دیجئے 'نہیں'۔ سن کر ہم فوراً چل دیں گے اور معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا۔ ہم آپ کے منہ پر صاف کہہ دیں، اور آپ کے گواہوں کی موجودگی میں کہہ دیں کہ آپ کی عقل موٹی اور تربیت گھٹیا ہے ۔ آپ خود کو آئندہ عزت دار، دیانت‌دار کہیں، نہ آپ کو یہ ہمت ہونی چاہئے، نہ حق پہنچتا ہے ۔ آپ یہ حق بہت سستے داموں خریدنا چاہتے ہیں ۔ بس میں کہہ چکا۔ سوال سامنے رکھ دیا ۔ اب آپ میں جرأت ہو تو یہاں زینے سے دھکا دے کر نکلوا دیجئے، آپ یہ کر سکتے ہیں ۔ آپ کے پاس طاقت ہے ۔ مگر یہ یاد رہے کہ بہرحال ہم مانگ کر رہے ہیں، درخواست نہیں کرتے ۔ ہمیں مانگنا نہیں، لینا ہے!،،

لیبیدیف کا بھانجا بہت جوش میں آکر یہاں خاموش ہو گیا ۔

''ہمیں مانگنا نہیں، لینا ہے، لینا ہے، لینا ہے!..،، بردوفسکی چلایا اور کیکڑے کی طرح لال ہو گیا ۔

لیبیدیف کے بھانجے کی تقریر کے بعد حاضرین میں تھوڑی سی کھلبلی مچی، بلکہ بات چیت کی مگھم آوازیں بھی سنائی دیں ۔ اگرچہ سبھی لوگ، نظر آ رہا تھا کہ بیچ میں پڑنے سے کترا رہے ہیں، سوائے ایک لیبیدیف کے، جو بری طرح بھڑکا ہوا تھا ۔ (عجیب بات: یوں تو لیبیدیف پرنس کا طرفدار تھا، لیکن اپنے بھانجے کی تقریر پر، معلوم ہوتا تھا کہ خاندانی فخر کے احساس سے اپنا جی ٹھنڈا کر رہا ہے، یا کم از کم یہ ضرور ہوا کہ چہرہ بشاش تھا جب اس نے پوری پبلک پر ایک نظر ڈالی ۔)

''میری رائے میں تو،، پرنس نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا ''میرا خیال تو یہ ہے کہ مسٹر داکترینکو، جو کچھ آپ نے ابھی کہا، آدھے میں ضرور حق بجانب ہیں، بلکہ میں مان لوں گا کہ آدھے سے کہیں زیادہ سچائی تھی اور میں آپ کے ایک ایک حرف سے اتفاق کر لیتا بشرطے کہ اپنے بیان میں چند باتیں چھوڑ نہ گئے ہوتے ۔ کیا کیا چھوڑ گئے، نہ مجھ میں فی الحال طاقت ہے،

نہ اس حالت میں ہوں کہ انہیں گنواؤں، تاہم یہ ضرور ہے کہ آپ کے بیان کے مکمل سچ ہونے میں کہیں کسر رہ گئی ہے - خیر، کوئی بات نہیں، حضرات، اصل مطلب کی طرف آتے ہیں، یہ بتائیے، آپ نے کس غرض سے یہ مضمون شائع کرایا ہے؟ کیونکہ یہاں تو ایک لفظ بھی نہیں جو بہتان نہ ہو، یوں آپ نے مضمون شائع کراکے، میرے خیال میں تو، گری ہوئی حرکت کی - ،،

''ذرا ٹھیرئیے!..،،

''جناب عالی مہربان!..،،

''یہ تو — یہ تو ...،، ان جوشیلے مہمانوں کی طرف سے ایک ساتھ آوازیں سنائی دیں -

''اس مضمون کے بارے میں،، اپپولیت نے سیٹی کی سی آواز میں بات اٹھائی ''جہاں تک مضمون کا تعلق ہے تو میں آپ سے کہہ چکا کہ میں اور میرے ساتھی اس کی تائید نہیں کرتے - یہ ان کا لکھا ہوا ہے،، (نزدیک ہی بیٹھے ہوئے گھونسہ‌باز کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے کہا) ''مانتا ہوں کہ مضمون خلاف تہذیب ہے - جاھلانہ عبارت اور ایسے چلتے ہوئے فقروں کا استعمال، جیسے ان صاحب کی طرح کے ریٹائرڈ فوجی لوگ لکھا کرتے ہیں - یہ بیوقوف بھی ہیں اور چلتا پرزہ بھی، یہ میں خود ان کے منہ پر روزانہ کہا کرتا ہوں، مگر بہرحال اپنے ہاں انہوں نے آدھی ادھوری سچائی تو لکھی - پبلک کے علم میں لانا، یہ ہر ایک شخص کا قانونی حق ہے، مطلب یہ کہ بردوفسکی کو بھی یہ حق حاصل ہے - البتہ اپنی بیہودگیوں کا جوابدہ وہ خود ہے - اب رہا یہ کہ میں نے سب کی طرف سے ابھی ذرا دیر پہلے جو احتجاج کیا تھا آپ کے دوستوں کی موجودگی کے خلاف، تو، مہربان من جناب‌والا، آپ کے سامنے واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا احتجاج یا اعتراض صرف اس سبب سے تھا کہ اپنا حق جتا دیں، ورنہ دراصل ہم خود خواھشمند ہیں کہ اس موقع پر گواہ موجود رہیں، بلکہ اندر آنے سے پہلے ہم چاروں میں اس پر اتفاق رائے تھا - آپ کے گواہ کوئی بھی ہوں، وہ آپ کے خاص ملنےوالے سہی، ممکن نہیں کہ وہ بردوفسکی کا حق تسلیم کرنے سے انکار کر دیں (یہ تو سامنے کا اور علم

حساب کا سوال ہے)، بلکہ اور اچھا ہوا کہ یہ لوگ آپ کے دوست ہیں - حق اور صداقت اور زیادہ کھل کر سامنے آ جائےگی۔ ،،

''ہاں، بالکل صحیح، ہم نے گواہوں کے بارے میں اتفاق کیا تھا،، لیبیدیف کے بھانجے نے تائید کر دی۔

''تو پھر کیوں، کس لئے آتے ہی پہلے بول سے چیخ پکار شروع کر دی تھی اگر آپ لوگ یہی سب چاہتے تھے تو؟،، پرنس نے حیرت سے پوچھا۔

''پرنس صاحب، مضمون کے بارے میں یہ ہے کہ،، باکسر بیچ میں بول پڑا، اسے بلا کی بےکلی تھی اپنی بات کہنے کی اور زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی (گمان گزرتا تھا کہ اس شخص پر صنف نازک کی موجودگی کا زوردار اثر ہوا ہے) ''مضمون کی بات یہ کہ مجھے قبول کرنا ہے، میں ہی واقعی اس کا مصنف ہوں۔ اگرچہ میرے بیمار دوست نے، جسے میں اس کی خرابی صحت کے سبب معاف کرنے کا عادی ہو گیا ہوں، ابھی ابھی مضمون کے عیب نکالے۔ میں نے یہ مضمون تصنیف کیا اور اپنے ایک مخلص دوست کے رسالے میں چھپوا دیا، مراسلے کی صورت میں۔ شاعری البتہ میری نہیں، وہ سچ مچ ایک مشہور مزاح نگار کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ بردوفسکی کو صرف پڑھ کر سنا دیا تھا، وہ بھی پورا نہیں، ہاتھ کے ہاتھ اس کی منظوری بھی لےلی تھی۔ رہا پبلسٹی کا معاملہ تو وہ سب کا حق ہے، شریفانہ اور مفید عام۔ پرنس، آپ اتنے ترقی پسند ضرور ہیں کہ رائے عامہ کے حق سے انکار نہیں کریں‌گے...،،

''انکار کسی بات کا نہیں، لیکن آپ اتفاق کریں‌گے کہ آپ کا مضمون...،،

''تیز ہے، یہی کہنا چاہتے ہیں‌نا؟ تو بات یہ کہ، کہنا چاہئے، پبلک مفاد میں ہے۔ یہ تو آپ مانیں‌گے کہ آخر ایسے چبھنےوالے معاملے کو یونہی تو نہیں جانے دینا۔ مجرم پر بری مار پڑتی ہے اس کی۔ مگر پبلک مفاد سب سے مقدم ہوتا ہے۔ رہا یہ کہ اس میں کچھ غلط‌بیانی بھی آگئی ہے، یعنی بات بڑھا چڑھا کر کہہ دی تو آپ بھی مانیں‌گے کہ سب سے مقدم ہے بڑھ کر پہل کرنا، سب سے اول یہ کہ غرض کیا ہے، نیت کیا ہے۔ اہمیت اس کی ہے کہ مفیدمطلب مثال قائم کی جائے، چھوٹی چھوٹی تفصیل

کی جانچ پڑتال بعد میں ہوتی رہےگی۔ اب یہ کہ کس رنگ میں لکھا، زبان وبان، یوں کہئے کہ مزاحیہ چاشنی دے کر — تو آخر، سب ایسے ہی لکھتے ہیں، آپ خود مانیںگے۔ ہا، ہا!،،

''بالکل کھوٹا راستہ ہے حضرات، یقین کیجئے!،، پرنس نے پکار کر کہا۔ ''آپ نے مضمون یہ فرض کرکے شائع کرایا کہ میں کسی قیمت پر بھی مسٹر بردوفسکی کی شکایت دور کرنے پر آمادہ نہ ہوںگا۔ مطلب یہ کہ اس ترکیب سے آپ مجھے ڈرا دیں اور کسی طرح کا انتقام لیں۔ مگر یہ آپ کو معلوم کیسے ہوا؟ عین ممکن ہے میں بردوفسکی کی شکایت دور کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ میں سب کے سامنے صاف منہ پر بتا دوں کہ میں انہیں شکایت نہیں رہنے دوںگا...،،

''یہ ہوئی بات، عقل کی اور شریفانہ بات عقلمند اور شریف انسان کے منہ سے!،، گھونسہباز نے اعلان کر دیا۔

''توبہ ہے میری!،، بیگم لیزاویتا سے نہ رہا گیا۔

''برداشت سے باہر!،، جنرل نے زیرلب کہا۔

''حضرات، اجازت چاہتا ہوں، صرف معاملہ پیش کرنے کی اجازت ہو،، پرنس نے التجا کی ''پانچ ہفتے ہوئے کہ ز۔ مقام پر مسٹر بردوفسکی، آپ کا وکیل مختار مسٹر چباروف مجھ سے ملنے آیا تھا۔ مسٹر کیلر، آپ نے اپنے مضمون میں ان وکیل صاحب کو بہت بڑھا چڑھاکر لکھا ہے،، پرنس نے ایک دم مسکرا کر باکسر کیلر کی طرف رخ کیا۔ ''مگر یہ شخص مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔ پہلی ہی دفعہ میں مجھ پر روشن ہو گیا کہ سارے معاملے کی تہہ میں یہی چباروف ہے، اور شاید اسی نے مسٹر بردوفسکی آپ کو پٹی پڑھائی ہوگی، صاف صاف کہا جائے تو، آپ کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، یہ سکھا دیا کہ آپ شروعات کردیں۔،،

''آپ کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا... میں... میں ایسا بھولا نہیں ہوں۔ یہ تو...،، بردوفسکی تڑپ کر ہکلایا۔

''آپ کو اس قسم کی قیاس آرائی کا ہرگز کوئی حق نہیں،، لیبیدیف کا بھانجا ہدایت دینے پر آمادہ ہوگیا۔

''یہ انتہائی زیادتی ہے!،، ایپولیت چیخا۔ ''قیاس آرائی بالکل زیادتی ہے، غلط ہے اور اس کا ہمارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں!،،

''قصور ہوا، حضرات، قصور ہوا مجھ سے،، پرنس نے خود کو قصوروار بتانے میں جلدی کی ''براہ کرم، معاف کیجئے! یہ اس وجہ سے کہ میں نے سوچا، کیوں نہ ہم ایک دوسرے سے کھل کر بات کرلیں۔ مگر آپ کی مرضی، جیسا چاہیں۔ میں نے چباروف کو بتایا کہ چونکہ میں خود پیترسبورگ سے باہر ہوں، اس لئے فوراً اپنے ایک ملنےوالے کو اس کام کی ذمہ‌داری سونپے دیتا ہوں اور آپ کو مسٹر بردوفسکی مطلع کردوں‌گا۔ میں سامنے کہہ دوں، حضرات کہ مجھے اس دال میں کالا نظر آتا ہے کیونکہ اس میں چباروف موجود ہیں... افوہ! آپ برا مت مانئے صاحبان! خدارا، برا مت مانئے!،، پرنس نے گھبراتے ہوئے التجا کی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ ان لوگوں میں پھر کھلبلی مچی ہے۔ بردوفسکی بیقرار ہے اور اس کے دوست ٹوکنے والے ہیں۔ ''اس کا ذاتی طور پر آپ سے کوئی واسطہ ہونا تو نہ چاہئے اگر کہوں کہ میں نے اس پورے قضیے کو جعلی شمار کیا! تب تک نہ آپ سے ذاتی طور پر واقفیت تھی، نہ آپ کے نام معلوم تھے۔ صرف چباروف کو دیکھ کر میں نے یہ نتیجہ نکالا۔ میں ایک عام بات کہہ‌رہا ہوں کیونکہ... کاش آپ کو خبر ہوتی کہ جس دن سے مجھے میراث ملی ہے، کیسے کیسے فریب دئے جا چکے ہیں مجھ کو!،،

''پرنس، آپ بالکل ہی گاؤدی ہیں،، لیبیدیف کے بھانجے نے پھبتی کسی۔

''ہاں، پرنس بھی اور لکھ پتی بھی!،، ایپولیت کی آواز نکلی۔ ''یہ جو آپ کی، شاید، نیکی ہے، سادہ‌دلی ہے، اس کے ہوتے ہوئے بھی آپ کسی صورت عام قانون کی زد سے بچ نہیں سکتے۔،،

''ممکن ہے، عین ممکن ہے حضرات،، پرنس نے جلدی سے کہا ''اگرچہ میں کچھ سمجھ نہیں رہا ہوں یہ کون سے عام قانون کی بات آپ نے کہی۔ پھر بھی یہی عرض ہے کہ خواہ مخواہ ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ قسم لے لیجئے جو ذرا بھی خواہش ہو آپ کو تکلیف پہنچانے کی۔ مگر یہ بات کیا ہوئی صاحبان، سچے دل سے ایک لفظ بھی منہ سے نکالنا مشکل ہوگیا، ادھر کہا، ادھر آپ کو ناگوار گزرا۔ خیر۔ سنئے! اول تو یہ کہ مجھے سخت حیرت ہوئی اس اطلاع پر کہ کوئی 'پاولی‌شیف کا بیٹا، بھی موجود ہے — اور

وہ ایسی خستہ حال زندگی بسر کررہا ہے جیسی چباروف نے مجھے بتائی ۔ پاولی‌شیف میرے محسن تھے، میرے والد مرحوم کے دوست تھے ۔ (آپ نے مسٹر کیلر، کیوں آپ نے ایسی غلط سلط باتیں میرے والد کے متعلق لکھ ماریں؟ ان کے ساتھ نہ پلٹن کی رقم خورد برد کرنے کا واقعہ ہوا، نہ کسی ماتحت سپاہی کو مروا دینے کا ۔ اس کا مجھے سو فیصدی یقین ہے ۔ آپ کا ہاتھ کیسے اٹھا ان پر ایسا بہتان رکھنے کو؟) اور آپ نے جو پاولی‌شیف کی بابت لکھا، وہ قطعی ناقابل برداشت ہے ۔ آپ نے اس انتہائی نیک طینت مرحوم کو اتنی دیدہ دلیری سے عیاش، رنگیلا اور من‌موجی لکھ مارا اور وہ بھی اتنا زور دے کر گویا آپ سچ سچ بتا رہے ہیں ۔ آپ کو خبر ہونی چاہئے کہ وہ ایسی پاکیزہ شخصیت تھی کہ شاید ہی دنیا نے کبھی دیکھی ہو! وہ اپنے وقت کے بڑے چوٹی کے سائنس‌داں تھے، سائنس کی دنیا میں ممتاز ہستیوں سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی، اور علم و تحقیق کی خدمت میں بڑی دولت بہائی ہے ۔ رہا ان کی ہمدردی، نیک دلی اور خداترسی کا ذکر، اور یہ کہ میں قطعی ایڈیٹ تھا، عقل بالکل کام نہیں کرتی تھی (اگرچہ میں روسی زبان بولتا بھی تھا اور سمجھتا بھی تھا)، خیر، یہ آپ نے درست لکھا ۔ مگر جو کچھ مجھے اب یاد رہا ہے، اس کی صحیح قدر و قیمت جاننے کی صلاحیت رکھتا ہوں...،،

''اجازت ہو کہنے کی، کیا یہ سب باتیں غیرضروری طور پر جذباتی نہیں ہیں؟،، ایپولیت کی سیٹی بجی ۔ ''ہم کوئی دودھ پیتے بچے نہیں ہیں ۔ آپ تو اصل معاملے کی بات کہنےوالے تھے ۔ نو بج چکے ہیں، یہ مت بھولئے ۔ ،،

''ہاں تو، اجازت ہو، اجازت دیجئے، حضرات!،، پرنس نے فوراً تائید کی ۔ ''پہلی ہی بےاعتباری کے بعد میں نے سوچا کہ ممکن ہے، میرا اندازہ غلط نکلے، پاولی‌شیف کا واقعی کوئی بیٹا موجود ہو ۔ مگر عقل کسی طرح مانتی نہ تھی کہ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ بیٹا اتنی آسانی سے، یعنی کہنا چاہتا ہوں کہ یوں سربازار اپنی ولدیت کا راز دنیا کو بتائے، اور بڑی بات یہ کہ اپنی ماں کو رسوا کرتا پھرے! تبھی چباروف نے مجھے دھمکی دی تھی کہ وہ معاملے کو پبلک میں لائےگا...،،

''کیا حماقت کی بات ہے!،، لیبیدیف کا بھانجا چیخا۔
''آپ کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں، کوئی حق نہیں پہنچتا!،، بردوفسکی نے بھی شور مچایا۔
''بیٹا اپنے باپ کی بدکاری کا ذمہ‌دار نہیں اور ماں قصوروار نہیں،، ایپولیت نے گرم ہو کر ٹوکا۔
''تب تو اور بھی، میں جانوں، اس پر رحم کرنا چاہئے تھا...،، پرنس نے دبی آواز میں کہا۔
''پرنس صاحب، آپ صرف گاؤدی نہیں، اس سے بھی آگے نکل چکے ہیں،، لیبیدیف کے بھانجے نے تلخی سے ہنس دیا۔
''آپ کو اس کا کیا حق تھا کہ...،، ایپولیت نے ایسی آواز میں کہا جو قدرتی نہیں تھی۔
''نہیں، کوئی حق نہیں!،، جلدی سے پرنس نے بات کا سلسلہ تھاما۔ ''آپ یہ بجا کہتے ہیں، مانتا ہوں۔ مگر ایسا خیال آنا میری اختیاری بات نہیں تھی۔ تبھی میں نے اپنے دل میں طے کرلیا تھا کہ معاملے کی جو بھی اصلیت نکلے، اس میں میرے ذاتی احساسات کا دخل نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ جب میں خود ہی اقرار کرتا ہوں کہ مسٹر بردوفسکی کے مطالبے کی یکسوئی میرا فرض ہے، مرحوم پاولی‌شیف سے جو قلبی نسبت ہے، اس کا تقاضا ہے کہ ایسا کیا جائے، تو پھر چاہے شخصی طور پر حقیقت کچھ بھی ہو، یعنی مسٹر بردوفسکی کی عزت دل میں ہو یا نہ ہو، مجھے تو ان کی تسلی کرنی ہے۔ اسی لئے میں نے وہاں سے شروع کیا حضرات، کیونکہ بہرحال مجھے یہ کھٹک رہا تھا، غیر قدرتی لگتا تھا کہ بیٹا اپنی ماں کے راز کا ڈھنڈورا کیسے پیٹتا پھرے‌گا۔ مختصر یہ کہ خاص اسی باعث دل میں بات بیٹھ گئی کہ چباروف ضرور کوئی فتنہ‌پرور ہے، اسی نے مسٹر بردوفسکی کو جھوٹ فریب سے اس جعل سازی پر اکسایا ہے۔،،
''مگر یہ برداشت سے باہر ہے!،، نوواردوں کی طرف سے صدا بلند ہوئی۔ بعض تو اچک کر کھڑے ہونے لگے۔
''حضرات، اسی لئے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ تقدیر کا ستایا ہوا مسٹر بردوفسکی یقیناً ایک سادہ دل آدمی ہے۔ بے یار و مددگار، ایسا شخص جو آسانی سے دوسروں کے جال میں پڑ جاتا ہے۔

مطلب یہ کہ تب تو اور بھی میرا فرض ہوا کہ اس کے کام آؤں بحیثیت 'ابن پاولی‌شیف'۔ اول تو اس طرح کام آؤں کہ مسٹر چباروف کا توڑ کیا جائے، دوسرے یہ کہ دوست اور خیرخواہ کی طرح آڑے وقت پر صلاح مشورہ دوں، اور تیسرے یہ کہ اسے دینے کے لئے دس ہزار روبل مخصوص کر دئے، یعنی اتنی رقم جو میرے حساب سے مسٹر پاولی‌شیف نے مجھ پر خرچ کی ہوگی۔"

"کیا؟ صرف دس ہزار؟" اپپولیت چیخا۔

"پرنس صاحب، آپ حساب میں بہت کمزور ہیں، یا پھر حساب کے بہت پکے ہوں گے۔ اگرچہ ظاہر کرتے ہیں خود کو بھولا بھالا،" لیبیدیف کے بھانجے نے جملہ کسا۔

"میں دس ہزار پر رضامند نہیں ہوں،" بردوفسکی نے کہا۔

"انتیپ، راضی ہو جاؤ!" باکسر کیلر نے سرگوشی میں، سنائی دینے‌والی آواز میں سمجھایا۔ وہ اپپولیت کی کرسی کی پشت پر سے جھک کر بردوفسکی کے کان کے پاس کہہ رہا تھا "ابھی تو مان جاؤ، بعد میں اور دیکھیں گے!"

"سنئے، مسٹر میشکن،" اپپولیت چیخا "اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ہم نرے احمق نہیں ہیں، جیسا کہ یقیناً آپ کے مہمان صاحبان نے ہمارے بارے میں سوچا ہوگا۔ یہ مہمان اور یہ شریف‌زادیاں، جو یوں ناک چڑھائے ہم پر ہنس رہی ہیں، اور خاص کر وہ اونچی سوسائٹی کے مسٹر (ایوگینی پاولووچ کی طرف اشارہ کرکے)، جن سے تعارف کی عزت مجھے حاصل نہیں، مگر جن کے بارے میں کچھ سن رکھا ہے، یہ سب جیسا ہمیں سمجھے ہوئے ہیں، ہم ویسے الٹی کھوپڑی کے نہیں ہیں۔"

"ٹھہرئے، دم لیجئے، اجازت ہو حضرات۔ آپ نے پھر میری بات نہیں سمجھی!" پرنس نے اضطراب کے عالم میں انھیں متوجہ کیا۔ "پہلی بات تو یہ کہ مسٹر کیلر، آپ نے اپنے مضمون میں میری مالی حیثیت کا بے‌انتہا غلط اندازہ پیش کیا ہے۔ مجھے لاکھوں لاکھ نہیں ملے ہیں۔ ممکن ہے آٹھواں یا دسواں حصہ ہوا اس کا جو آپ نے مجھ سے منسوب کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ مجھ پر سوئٹزرلینڈ میں لاکھوں کی کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی۔ پروفیسر شنیڈر کو میرے لئے چھ سو روبل سالانہ آیا کرتے تھے اور وہ بھی شروع کے

تین سال آئے، اور وہ جو پیرس کی خوبصورت آیاؤں استانیوں کی خاطر پاولی‌شیف مرحوم کا پیرس کے چکر لگانا لکھا ہے، وہ سراسر غلط۔ کبھی نہیں گئے۔ میرا اندازہ ہے کہ مجھ پر کل لے دے کے جو رقم خرچ ہوئی وہ دس ہزار روبل سے کہیں کم ہے۔ مگر میں نے دس ہزار لگائے اور آپ خود اتفاق کریں‌گے کہ جب قرض ہی ادا کرنا ہے تو میں مسٹر بردوفسکی کو اس سے زیادہ کیسے ادا کروں، چاہے میں یوں ان سے کتنا ہی پیار کیوں نہ کرنے لگوں، مگر یہ زیب نہیں دیتا، اخلاق کا تقاضا نہیں۔ وجہ وہی کہ میں تو اپنا قرض واجب الادا دے رہا ہوں، خیرات نہیں بانٹ رہا۔ معلوم نہیں، آپ یہ بات سمجھ کیوں نہیں رہے ہیں حضرات! بعد میں میرا ارادہ تھا کہ اپنی دوستی سے مشکلات میں گرفتار مسٹر بردوفسکی کے حالات میں عملی شرکت کرکے ان کا دکھ کچھ کم کروں‌گا، تلافی کر دوں‌گا، جنھیں، ظاہر ہے کہ دھوکا دیا گیا، ورنہ بھلا وہ خود، اگر دھوکے میں نہ رکھا گیا ہوتا، تو اس نیچ پن پر کیسے راضی ہو جاتے، مثلاً آج مسٹر کیلر کے اس مضمون نے ان کی ماں کے بارے میں جو گند اچھالی ہے، اس پر... آپ لوگ تو پھر آپے سے باہر ہوئے جا رہے ہیں حضرات، یہ کیا! ہم لوگ ایک دوسرے کی بات بالکل نہیں سمجھیں‌گے! میں نے جو کہا تھا وہی ہوا نا آخر! اب میں اپنی آنکھوں دیکھ کر مان گیا کہ میرا قیاس درست تھا،، تمتماتے ہوئے پرنس انہیں یقین دلاتا رہا۔ چاہتا تھا کہ ٹھنڈا کرے، یہ نہ دیکھا کہ انہیں اور بھی مشتعل کر رہا ہے۔

''کیا، کیسے؟ کیا مان گیا؟،، وہ لوگ یوں بھڑک کر بولے کہ بس اب پھٹ پڑیں‌گے۔

''جی ہاں، ملاحظہ ہو، اول تو میں نے خود مسٹر بردوفسکی کو خوب دیکھ‌بھال لیا۔ دیکھ رہا ہوں کہ وہ کیسے آدمی ہیں... بھولے آدمی ہیں جنھیں ہر شخص بنا لیتا ہے۔ بے‌سہارا ہیں، اس لئے بھی میرا فرض ہے کہ ان کا خیال رکھوں، دوسرے یہ کہ مسٹر گاوریلا جنھیں میں نے یہ معاملہ سپرد کیا تھا اور بہت دن ہو گئے تھے کوئی اطلاع حاصل کئے ہوئے کیونکہ میں سفر میں رہا اور پھر تین دن سے پیٹرسبورگ میں بیمار پڑا ہوں، وہ ابھی ابھی کوئی گھنٹہ بھر پہلے، آپ کی ملاقات سے ذرا پیشتر مجھے بتا گئے ہیں

کہ چباروف کی ساری اسکیم انھوں نے کھود کر نکال لی، ثبوت مل گئے ہیں، اور چباروف واقعی ویسے نکلے جیسا میرا قیاس کہتا تھا۔ حضرات، مجھے خود علم ہے کہ بہت سے لوگ مجھ کو ایڈیٹ شمار کرتے ہیں اور مسٹر چباروف نے یہ شہرت سن کر کہ روپیہ میرے ہاتھ سے آسان نکلتا ہے، سوچا کہ مجھے آسانی سے بیوقوف بنایا جا سکتا ہے۔ خصوصاً پاولی‌شیف مرحوم کے متعلق میرے احساسات کو نظر میں رکھتے ہوئے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ، حضرات — ذرا سنئے، سنئے، جو میں کہتا ہوں! — تو اصل بات یہ ہے کہ اب پتہ چلا کہ مسٹر بردوفسکی دور دور پاولی‌شیف کے بیٹے نہیں ہیں۔ ابھی مسٹر گاوریلا مجھے بتا گئے ہیں اور یہ بھی کہا کہ قطعی ثبوت ہاتھ آ چکے ہیں۔ آپ کو اب کیسا لگے گا، اس تمام ہنگامے کے بعد جو آپ نے اٹھایا، یقین کرنا ممکن نہیں ہوگا! اور سنئے، ٹھوس ثبوت موجود ہیں! مگر پھر بھی مجھے یقین نہیں، مجھے خود ہی یقین نہیں آتا، شبہ باقی رہتا ہے، کیونکہ مسٹر گاوریلا ابھی تک تمام تفصیلات مجھے بتا نہیں پائے ہیں۔ مگر اس میں البتہ ذرہ برابر شبہ نہیں رہ گیا کہ چباروف جعل ساز ہیں! انھوں نے حالات کے شکار مسٹر بردوفسکی کو، اور آپ سب کو، حضرات، آپ سبھی کو، جو اپنے دوست کی حمایت میں شرافت کے ساتھ مدد کرنے نکلے (کیونکہ بردوفسکی کو بہرحال سہارے کی ضرورت ہے، یہ میں سمجھ رہا ہوں!) آپ سب کو ہوا بتائی، اور فراڈ کے کیس میں پھنسا لیا۔ آپ جانیں، یہ معاملہ اصل بنیاد سے سازشی اور جعل سازی کا ہے!،،

''جعل سازی کا کیسے! 'پاولی‌شیف کا بیٹا، نہیں ہے کیا؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟،، ایک ایک حیرت‌زدہ ہو کر پکارنے لگا۔ سبھی بردوفسکی‌والے ہکابکا رہ گئے۔

''قطعی فریب، جعل سازی! اب اگر مسٹر بردوفسکی نہ نکلے 'پاولی‌شیف کے بیٹے، تو اس صورت میں ان کا دعوا سیدھے سیدھے جعل سازی کی مد میں آتا ہے (البتہ انھیں خود اگر اصلیت کا علم ہو تو!)، نکتہ اصل یہی ہے کہ انھیں بھی دھوکے میں رکھا گیا، تبھی تو میرا اصرار ہے کہ مسٹر بردوفسکی کو الزام سے بری سمجھا جائے۔ اسی لئے میرا کہنا ہے کہ اپنے بھولپن کے سبب، یہ

ہمدردی کے مستحق ہیں اور بے یار و مددگار نہیں رہ سکتے، ورنہ وہ بھی جعل‌سازی میں پھنس جائیں‌گے ۔ مجھے تو پورا یقین ہو گیا کہ یہ خود کچھ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے ۔ سوئٹزرلینڈ جانے سے پہلے میں خود اسی حالت کا شکار رہ چکا ہوں ۔ میں بھی اسی طرح انمل بےجوڑ الفاظ توڑ توڑ کر بولا کرتا تھا ۔ کہنا چاہتے ہیں، کہا نہیں جاتا... میں اسے خوب سمجھتا ہوں ۔ مجھ پر یہ گزر چکی ہے اس لئے میں ان کے دکھ میں شریک ہو سکتا ہوں ۔ اور مجھے یہ کہنے کا حق بھی ہے ۔ آخر میں یہ کہ بہرحال، اس قضیے کے جعلی ثابت ہونے کے باوجود، 'پاولی‌شیف کے بیٹے، کا وجود نہ ہونے پر بھی، میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں‌گا، میں تیار ہوں کہ پاولی‌شیف مرحوم کی یاد میں دس ہزار کی رقم واپس کر دوں ۔ مسٹر بردوفسکی کے نمودار ہونے سے پہلے آخر تو یہ رقم اسکول کے لئے دینے ہی والا تھا، اور اب کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسکول کو دیا جائے یا مسٹر بردوفسکی کو ۔ کیونکہ اگرچہ یہ 'پاولی‌شیف کے بیٹے، نہ سہی، تب بھی قریب قریب وہی ہیں ۔ خود ان کے ساتھ بھی تو اتنا ظالمانہ فریب کیا گیا ہے، انہیں سچ مچ یقین آگیا تھا کہ پاولی‌شیف کے فرزند ہیں ۔ حضرات، اب اس قصے کو تمام کرتے ہیں ۔ آپ گاوریلا صاحب کی بات پوری سنئے، ناراض ہونے کی، بےچینی کی ضرورت نہیں، چین سے بیٹھ جائیے ۔ وہ ابھی سب صاف کر دیں‌گے ۔ اور میں اقرار کر لوں کہ خود مجھے بھی تمام تفصیلات معلوم کرنے کی بےحد لگن ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ پسکوف بھی گئے تھے آپ کی والدہ کے پاس، مسٹر بردوفسکی، ان کی موت، جو آپ سے اس مضمون میں لکھوائی گئی، بالکل غلط ہے ۔ وہ زندہ ہیں... حضرات بیٹھ جائیے، بیٹھ جائیے!،،

پرنس بیٹھ گیا اور بردوفسکی پارٹی کو، جو اپنی اپنی جگہ سے اچھل کر اٹھ گئی تھی، بٹھانے میں کامیاب ہو گیا ۔ آخری دس بیس منٹ پرنس جوش و خروش سے، اونچی آواز میں، بےصبری کے مارے جلدی جلدی ایک سانس بولے چلا گیا تھا ۔ جوش میں آگیا تو سب کی آوازوں پر اپنی آواز حاوی کرنے اور چیخ کے جواب میں زیادہ چیخنے لگا ۔ آخر بعد میں اسے اپنے بعض الفاظ پر، جو بےاختیار منہ سے نکل گئے تھے اور بعض بیانات پر سخت، تکلیف‌دہ

پشیمانی ہوئی۔ اگر ان لوگوں نے جھنجھلا نہ دیا ہوتا، اگر اسے طیش نہ دلایا ہوتا تو وہ ہرگز اس پر آمادہ نہ ہوتا کہ ڈھکی چھپی رکھے بغیر برسرعام، اس تیزرفتاری سے اپنے بعض قیاس، بعض بد گمانیاں اور اندازے یوں صاف صاف بے حجاب سب کو سنا کر کہہ ڈالے۔ مگر ابھی وہ اپنی نشست پر بیٹھا ہی تھا کہ ظالم پشیمانی اس کے دل میں ٹیسیں اٹھانے لگی۔ بردوفسکی کو تو ''تکلیف پہنچائی،، ہی کھلے عام یہ کہہ کر کہ وہ بھی اسی مرض کا شکار ہے جس مرض کا خود سوئٹزرلینڈ میں علاج کرانے گیا تھا، اس کے علاوہ یہ پیشکش کہ اسکول کے لئے جو دس ہزار کی رقم دینی تھی، وہ اب بردوفسکی کو دے دےگا، یہ بھی پرنس کے خیال میں بداخلاقی اور بداحتیاطی تھی، گویا خیرات دی جا رہی ہے، اس وجہ سے اور بھی بری بات کہ لوگوں کو سنا کر کہی گئی۔ ''صبر کرنا چاہئے تھا، کل بھی موقع ملتا، تنہائی میں یہی پیشکش کر دیتا، کیا جلدی تھی!،، پرنس کو بیٹھتے ہی فوراً خیال آیا۔ ''اور اب جو غلطی ہو چکی، وہ سدھر نہیں سکتی — واقعی میں ہوں ایڈیٹ ہی، سچ مچ کا ایڈیٹ!،، شرم اور پشیمانی کا جو دورہ پڑا، انتہائی افسوس کی اسی حالت میں وہ اپنے دل میں سوچتا اور پچھتاتا رہا۔

اتنے میں گاوریلا اردالیونچ، جو تب تک بڑا ضبط کئے کسی طرف خاموش بیٹھا تھا، پرنس کے بلانے پر سامنے آ گیا۔ اس کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور پرنس نے جو کام سپرد کیا تھا، اس پر ٹھنڈے دل سے اور وضاحت کے ساتھ رپورٹ پیش کرنے لگا۔ دم بھر میں سناٹا ہو گیا۔ سب نے گاوریلا صاحب کا بیان غیرمعمولی توجہ اور تجسس سے سنا، خاص کر بردوفسکی والوں نے۔

۹

''آپ غالباً انکار نہیں کریں گے،، گاوریلا اردالیونچ نے سیدھے بردوفسکی سے خطاب کیا جو ہمہ‌تن گوش ہوکر بیٹھ گیا تھا، حیرت سے اس کے دیدے گھوم رہے تھے اور وہ سخت مخمصے میں گرفتار تھا ''آپ نہ انکار کریں گے، نہ کرنا چاہیں گے، یعنی سنجیدگی کے ساتھ اس حقیقت سے منکر نہ ہوں گے کہ آپ ٹھیک دو سال بعد

پیدا ہوئے باضابطہ قانونی شادی کے جو آپ کی والدۂ محترمہ کی آپ کے والد بزرگوار مسٹر بردوفسکی، ملازم سرکار حلقہ سکرٹری کے ساتھ ہوئی تھی۔ آپ کی تاریخ پیدائش نہایت آسانی سے متعلقہ دفتر سے ثابت کی جا سکتی ہے لہٰذا آپ کے لئے اور آپ کی والدہ کے لئے یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس امر واقعہ کو، جو مسٹر کیلر کے مضمون میں بگاڑ کر لکھا گیا، اس کی صرف ایک وجہ ہو سکتی ہے کہ مسٹر کیلر کے تخیل کی ہی کارستانی ہے جو اس ترکیب سے آپ کے حق کی بدیہی سچائی میں زور ڈال کر آپ کے مفاد میں استعمال کرنا چاہتے تھے۔ مسٹر کیلر کہتے ہیں کہ انھوں نے یہ مضمون احتیاطاً آپ کو پڑھ کر سنا دیا تھا، اگرچہ تمام و کمال نہیں، اور بلاشبہ انھوں نے اس مقام تک پڑھ کر نہیں سنایا...،،

''ہاں، آخر تک نہیں پڑھا تھا واقعی،، باکسر کیلر بیچ میں بولا ''مگر جو فیکٹ لکھے ہیں وہ مجھے ایک ذمہ‌دار شخص نے دئے تھے اور میں...،،

''معاف کیجئے مسٹر کیلر،، مسٹر گاوریلا نے اسے ٹوکا ''مجھے کہہ لینے دیجئے۔ یقین مانئے کہ آپ کے مضمون کی باری بھی ضرور آئے گی تب آپ کو صفائی دینے کا موقع ہے اور اب بہتر یہی ہے کہ ترتیب سے چلیں۔ حسن اتفاق سے مجھے، اپنی بہن واریا پتیت‌سن کی مدد سے، ان کی ایک قریبی دوست ویرا زوبکووا سے جو ایک صاحب جائداد بیوہ ہیں، ایک خط مرحوم نکولائی پاولی‌شیف کا مل گیا جو مرحوم نے آج سے چوبیس سال پہلے انھیں باہر کے ملک سے بھیجا تھا۔ ان خاتون سے ربط قائم کرنے پر، انھی کی ہدایت کے مطابق میں نے ریٹائرڈ کرنل تیموفئی ویازوفکن سے رجوع کیا جو مسٹر پاولی‌شیف مذکور کے دور کے عزیز ہیں اور اپنے وقت میں نہایت قریبی دوست رہ چکے ہیں۔ ان سے مجھے دو خط مرحوم کے اور دستیاب ہوئے، کہ وہ بھی غیرملک سے بھیجے گئے تھے۔ ان تین خطوط کے، ان کی تاریخوں اور دیگر امور واقعی کے مطابق، ان کے مندرجات اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیتے ہیں علم ریاضی کی سی درستی سے اور کسی قسم کی تردید، انکار، بلکہ شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ نکولائی پاولی‌شیف کو اس بار ملک

سے باہر گئے ہوئے (جہاں موصوف کا قیام تین سال رہا) ٹھیک ڈیڑھ سال ہو چکا تھا تب آپ مسٹر بردوفسکی تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ، جیسا کہ آپ کے علم میں ہے، مدت العمر کبھی روس سے باہر نہیں گئیں... فی‌الحال میں وہ خطوط پڑھ کر نہیں سناؤں گا۔ وقت کافی ہو چکا ہے۔ میں نے بہرحال امر واقعہ ضرور بیان کیا۔ البتہ اگر آپ مسٹر بردوفسکی، میرے ہاں وقت ملاقات مقرر کرنا منظور کریں، مثلاً کل صبح کے وقت، اور اپنے گواہ بھی لیتے آئیں (جس تعداد میں بھی آپ کو پسند ہو) اور خط شناس ماہرین بھی رہیں تو مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کو میرے عرض کئے ہوئے فیکٹ میں جو بدیہی سچائی ہے، اس کا قائل ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہوگا۔ اگر یوں ہے تو پھر ظاہر ہے کہ تمام دعوا غلط اور قضیہ ختم۔ ''

پھر سب میں کھلبلی مچی اور سخت بےچینی کی لہر دوڑ گئی۔ خود بردوفسکی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اگر ایسا ہے تو مجھے فریب دیا گیا، دھوکے میں رکھا گیا — چباروف کے ہاتھوں نہیں، بلکہ بہت پہلے، برسوں پہلے، مجھے نہ خط کے ماہرین کی ضرورت ہے، نہ ملاقات کی۔ مجھے یقین آ گیا۔ میں انکار کرتا ہوں... دس ہزار نہیں چاہئے... میں چلا، رخصت!..''

اس نے ٹوپی اٹھائی، کرسی سرکائی کہ نکل کر چل دے۔

''اگر آپ ٹھیر سکیں مسٹر بردوفسکی تو...'' مسٹر گاوریلا نے اسے دھیمی، نرم اور شیریں آواز میں روکا ''تو بس پانچ منٹ اور ٹھیر جائیے۔ اس سلسلے میں کچھ اور ٹھوس اور انتہائی اہم واقعات کھلے ہیں جو خاص کر آپ کے لئے کافی دلچسپی کا سبب ہوں گے۔ میری مانئے تو آپ کا ان سے بےخبر رہنا مناسب نہیں ہوگا بلکہ ممکن ہے خود آپ کو، اگر پورا معاملہ پوری طرح صاف کر دیا جائے تو خود آپ کو راحت ملے ان سے...''

کچھ کہے سنے بغیر بردوفسکی پھر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا گویا سخت متفکر ہو۔ اسی کے بعد لیبیدیف کا بھانجا بھی بیٹھ گیا جو ساتھ دینے کی خاطر کرسی سے اٹھ گیا تھا۔ اگرچہ اس کی عقل اور ہمت میں اب بھی فتور نہیں آیا تھا، مگر وہ کسی زبردست ادھیڑبن میں الجھا تھا۔ ایپولیت کا منہ پھول

گیا، وہ سنجیدہ تھا اور اس معاملے میں بڑا سٹپٹایا ہوا۔ اسی وقت زور کی کھانسی آئی، کھانستے کھانستے اس کے رومال میں خون کے دھبے آنے لگے۔ باکسر دبک کر رہ گیا۔

''اوہ انتیپ!،، وہ گرم ہوا۔ ''میں نے تم سے تبھی کہا تھا، آج تیسرا دن ہے کہ کیا پتہ، ممکن ہے، تم پاولی‌شیف کے بیٹے ہو ہی نا!،،

دبی دبی ہنسی سنائی دی۔ دو تین تو زیادہ زور سے ہنس دئے۔

''اب جو فیکٹ زبان پر آیا ہے اس منٹ، وہ کافی قیمتی ہے مسٹر کیلر،، گاوریلا نے کیلر کی بات پکڑ لی۔ ''بہرحال مجھے پورا اختیار حاصل ہے، ٹھوس اور بالکل صحیح حقائق کی بنا پر زور دے کر یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مسٹر بردوفسکی کو، اگرچہ اپنی ولادت کا زمانہ کچھ زیادہ ہی اچھی طرح معلوم تھا، پھر بھی وہ اس سے بالکل بےخبر رہے کہ پاولی‌شیف ملک سے باہر گئے، جہاں انہوں نے عمر کا زیادہ حصہ گزارا، روس کبھی کبھی تھوڑے عرصے کے لئے آ جایا کرتے تھے۔ اس سے قطع نظر، پاولی‌شیف کا اس زمانے میں باہر رہنا کوئی قابل ذکر بات نہ تھی کہ بیس سال سے اوپر کا عرصہ گزرنے کے بعد اسے یاد رکھا جاتا، خود ان کے قریبی جاننےوالوں کو بھی یاد نہ رہا ــ مسٹر بردوفسکی کا تو کیا ذکر، وہ تب تک دنیا میں آئے بھی نہیں ہوں گے۔ اتنے عرصے بعد اب اگرچہ ان کی آمدورفت کی تفصیل کی فراہمی ناممکن تو نہ تھی، تاہم مجھے اقرار ہے کہ جو شہادتیں حاصل ہوئی ہیں، وہ محض اتفاقاً ہاتھ آ گئیں، ورنہ عین ممکن تھا کہ دستیاب نہ ہوتیں۔ چنانچہ مسٹر بردوفسکی بلکہ مسٹر چیاروف کے لئے بھی ان شہادتوں اور کاغذات کا فراہم کرنا، اگر وہ خود بھی یہ فکر کرتے، تو تقریباً ناممکنات سے ہوتا۔ مگر وہ اس کی فکر ہی کیوں کرتے...،،

''اجازت دیجئے مسٹر گاوریلا ایولگین!،، ایپولیت نے جھنجھلا کر اچانک قطع کلام کیا ''اس تمام چبڑچبڑ کی ضرورت کیا! (اس لفظ کی معذرت کے ساتھ۔) اصل معاملہ صاف ہوچکا، جو بنیادی فیکٹ تھا وہ ہم نے مان لیا، پھر یہ ناگوار اور تکلیف‌دہ تارکشی کیوں کی جا رہی ہے؟ شاید آپ کو ارمان ہے کہ اس چالاک ہوشیار تلاش

پر واہوا کی جائے، ہمارے اور پرنس کے سامنے دکھا دیں کہ آپ کس کمال کے سراغ رساں ہیں - یہی نا؟ یا آپ کی نیت ہے بردوفسکی کی صفائی اور معذرت پیش کرنے کی، اس بہانے کہ وہ اس معاملے میں پھنسا تو لاعلمی کی وجہ سے پھنسا؟ مگر، جناب عالی، یہ آپ کی دھاندلی ہے - اب نہ آپ کی توجیہ درکار ہے، نہ بردوفسکی کی معذرت‌طلبی، یہ آپ کو معلوم ہوجانا چاہئے! اسے کتنی ذہنی تکلیف ہو رہی ہے - اب وہ کس مصیبت میں مبتلا ہے، اس کی پوزیشن کتنی نازک ہو گئی، اس کا آپ کو کچھ اندازہ ہے؟ آپ کو یہ سمجھنا چاہئے...،،

''بس، بہت کہہ لیا، مسٹر تیرنتئیف، بس!،، گاوریلا صاحب آخر اسے روکنے میں کامیاب ہوئے - ''دم لیجئے، خواہ مخواہ اتنا چراغ پا ہونے کی ضرورت نہیں! معلوم ہوتا ہے آپ بہت بیمار ہیں - مجھے آپ سے ہمدردی ہے - یوں ہے تو بس، آپ چاہیں تو یہیں ختم کرتا ہوں، یعنی مجبوراً صرف وہ واقعات خلاصہ کرکے آپ کے گوش گزار کئے دیتا ہوں جن کا پوری تفصیل سے علم ہونا، میری پختہ رائے کے مطابق، آپ کے مفید مطلب ہوتا،، اس نے یہ جملہ اور بڑھا دیا، یہ دیکھ کر کہ سب کسمسا رہے ہیں، بےصبری سی بڑھ رہی ہے - ''ان سب کی اطلاع کے لئے جو اس قضیے سے کوئی نسبت رکھتے ہیں، یہاں اتنا اور بڑھانا چاہتا تھا کہ اس کے اور ثبوت مہیا ہیں کہ مسٹر بردوفسکی، آپ کی والدہ کو پاولی‌شیف کی نظرعنایت اور توجہ‌خاص حاصل رہنے کا واحد سبب یہ تھا کہ وہ رعایا کی اس خانہ‌زاد لڑکی کی سگی بہن ہیں جس سے نکولائی پاولی‌شیف اپنی چڑھتی جوانی میں محبت کرتے تھے، یہاں تک کہ اگر اس کا ناگہانی، قبل ازوقت انتقال نہ ہو گیا ہوتا تو وہ اس سے یقیناً شادی کر لیتے - میری دسترس میں اس امر کے ثبوت موجود ہیں کہ یہ گھریلو معاملہ اٹل سچائی ہے، مصدقہ ہے، بہت کم لوگوں کو اس کی اطلاع تھی اور وہ کبھی کا فراموش ہو چکا - بعد ازاں میں یہ بھی وضاحت کرتا چلوں کہ آپ کی والدہ ابھی دس سال کی بچی تھیں کہ پاولی‌شیف مرحوم نے انھیں اپنی سرپرستی میں لے‌لیا گویا کوئی عزیزداری ہو، آئندہ کے لئے انھوں نے اچھے خاصے دان جہیز کا بھی سامان کر دیا تھا، اور اس کے باعث پاولی‌شیف کے عزیز

اقارب کے درمیان، کہ بڑی تعداد میں تھے، چہ میگوئیاں حد سے زیادہ پھیل گئیں۔ لوگ یہ سوچ کر چونکے کہ وہ اپنی پروردہ سے شادی کر لیں گے، لیکن ان افواہوں کا سلسلہ تمام ھوا اس پر کہ یہ لڑکی ابھی انیس سال کی ھوئی تھی کہ اپنی مرضی اور انتخاب سے سرکاری اراضیات کے ایک اھلکار مسٹر بردوفسکی سے شادی کرلی (میں اسے حرف بحرف ثابت کر سکتا ھوں)۔ پھر کئی اٹل اور کھری شہادتیں اس امر کو بھی پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے فراھم ھو گئی ھیں کہ آپ کے والد مسٹر بردوفسکی قطعاً کاروباری آدمی نہیں تھے، دلھن کے ساتھ پندرہ ہزار کا جہیز ملا تو سرکاری ملازمت چھوڑ کر انھوں نے بزنس شروع کی اور بزنس میں مار کھا گئے۔ سرمایہ ھاتھ سے گیا، غم برداشت نہ ھو سکا، شراب کی لت لگ گئی، بیمار ھوئے اور انجام کار قبل ازوقت انتقال کر گئے۔ یہ آپ کی والدہ سے شادی کا آٹھواں سال تھا۔ اس کے بعد، جیسا کہ آپ کی والدہ نے خود بیان دیا، وہ کوڑی کوڑی کو محتاج ھو گئیں، ان کا بچنا محال تھا اگر پاولی‌شیف نے فراخ دلی سے مستقل امداد کا سہارا نہ دیا ھوتا، وہ مرحوم انھیں چھ سو روبل سالانہ بطور امداد بھیجا کرتے تھے۔ دیگر ایسی بےشمار شہادتیں ملتی ھیں کہ عہد طفلی میں وہ آپ سے بےانتہا محبت و شفقت کیا کرتے تھے۔ ان شہادتوں کی روشنی میں اور پھر آپ کی والدہ کی تصدیق سے ظاھر ھوتا ھے کہ آپ سے ان کی محبت خاص اس سبب سے تھی کہ بچپن میں آپ معذور بچہ نظر آتے تھے، جس کی زبان میں گانٹھ پڑی ھو، اعضا میں عیب ھو، حالت افسوسناک اور قابل رحم ھو (جیسا کہ مجھے حتمی ثبوت بتاتے ھیں، مسٹر پاولی‌شیف کو مدت‌العمر ھمیشہ دکھی اور مظلوم لوگوں سے، قدرت کی زیادتیوں کا شکار، خصوصاً بچوں سے غیر معمولی ھمدردی تھی، وہ ان پر دست شفقت رکھتے تھے، یہ فیکٹ ایسا ھے کہ میری رائے میں ھمارے اس قضیے کے لئے نہایت اھمیت رکھتا ھے)۔ اب میں داد چاھتا ھوں اس حقیقت کے باریک سے باریک رشتوں کو جوڑ کر معلومات حاصل کرنے کی، کہ پاولی‌شیف نے آپ کے ساتھ جو نسبت خاص برتی (انھی کی کوشش تھی کہ آپ کو جمنازیم اسکول میں داخلہ ملا اور خاص نگرانی میں ٹیوشن دئے گئے)، اس نسبت نے آخر رفتہ رفتہ اس خیال کو جنم دیا، عزیزوں

اور گھروالوں میں چرچا ہونے لگا کہ آپ پاولی‌شیف کے ہی بیٹے ہیں اور آپ کے والد کو دھوکے میں رکھ کر بیوی ان کے گلے منڈھ دی گئی تھی۔ مگر اس افواہ کا اہم پہلو یہ ہے کہ چرچا ہوتے ہوتے اسے جڑ پکڑنے اور عام اعتقاد بننے کا موقع ملا پاولی‌شیف کی زندگی کے آخری ایام میں، جب ہر ایک کو وصیت نامے کی طرف سے دھڑکا لگا ہوا تھا، جب شروع معاملات کی اصلیت لوگ فراموش کر چکے تھے اور شہادتیں نایاب ہو چکی تھیں۔ اس میں شک نہیں مسٹر بردوفسکی کہ یہ افواہ آپ تک بھی پہنچی اور آپ کے ذہن پر طاری ہو گئی۔ آپ کی والدہ، جن سے ذاتی نیاز حاصل کرنے کا شرف مجھے نصیب ہے، اگرچہ ان افواہوں سے بذات خود واقف تھیں، لیکن انھیں اب تک علم نہیں (میں نے بھی راز ہی رہنے دیا) کہ آپ، ان کے فرزند ان افواہوں کی لپیٹ میں آ چکے ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کو، مسٹر بردوفسکی، میں نے پسکوف شہر میں بہت بیمار اور نادار پایا، ان کی یہ حالت پاولی‌شیف کی موت کے بعد ہوئی ہے۔ انھوں نے رو رو کر احوال سنایا اور آپ کا احسان مانا، کہ آپ کے دم سے اور آپ کی امداد کے بل پر وہ دنیا میں سانس لے رہی ہیں۔ انھیں امید ہے کہ آپ آئندہ بہت ترقی کریں‌گے، اور تڑپ تڑپ کر دعائیں دیتی ہیں کہ آپ کو کامیابی نصیب ہو...،،

''یہ سب برداشت سے باہر ہے بالکل!،، لیبیدیف کے بھانجے نے چمک کر باآواز بلند کہا۔ ''اس تمام داستان کی ضرورت کیا تھی؟،،

''نہایت گری ہوئی، گھناونی حرکت!،، ایپولیت زور سے حرکت میں آیا۔ مگر بردوفسکی نے نہ کچھ دیکھا، نہ سنا، وہ سکتے میں آ گیا تھا۔

''کیا ضرورت تھی اور کیوں؟،، مسٹر گاوریلا نے مصنوعی تعجب سے وہی سوال دہرایا اور نتیجے پیش کرنے کے لئے جان‌لیوا تیاری کرلی۔ ''تو سنئے: اول تو یہ کہ مسٹر بردوفسکی پوری طرح قائل ہو جائیں کہ مسٹر پاولی‌شیف ان سے جو پیار کرتے تھے وہ اپنی فراخ دلی کی بدولت، نہ کہ وہ شفقت‌پدری تھی۔ یہ فیکٹ بردوفسکی کے علم میں اس لئے بھی آنا لازم ہے کہ ابھی ذرا دیر پہلے جب وہ مضمون پڑھ کر سنایا جا چکا تو انھوں نے مسٹر کیلر کی تائید اور

تصدیق کی تھی۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ آپ کو ایک شریف آدمی شمار کرتا ہوں مسٹر بردوفسکی۔ دوسرے یہ نکلا کہ اس معاملے میں کوئی جعل سازی اور فریب دھی نہیں برتی گئی، یہاں تک کہ مسٹر چباروف کی طرف سے بھی نہیں۔ خود میرے لئے یہ نکتہ بہت اہم ہے، کیونکہ پرنس ابھی ابھی جوش میں آ کر ضمناً کہہ گئے کہ میری نگاہ بھی اس بدبخت قضیے میں جعل سازی اور فراڈ دیکھتی ہے۔ یہاں، اس کے برعکس ہر طرف سے بڑی ایک بھرپور رائے بنتی ہے کہ، چاہے چباروف اصلیت میں بڑا جعل ساز ہو، لیکن اس معاملے میں ہوشیار، معاملہ فہم اور تیز وکیل کا فرض ادا کیا ہے۔ اسے امید تھی کہ وکیل کی حیثیت سے کافی بڑی رقم اینٹھ لے گا۔ اس نے جو نقشہ جمایا، وہ نازک اور استادانہ تو تھا ہی، اس کے علاوہ پکا بھی تھا۔ جس سہولت سے پرنس روپیہ نکال دیتے ہیں، اس سہولت کو پیش نظر رکھا اور اس بات کو بھی کہ پرنس میں مرحوم پاولی‌شیف سے عقیدت ہے، احسانمندی کا جذبہ موجود ہے۔ تو اس نے آخر یوں بنیاد قائم کی (یہ نہایت اہم نکتہ ہے) کہ عزت آبرو اور ضمیر کے معاملے میں پرنس پرانے وقتوں کے سورما سرداروں کی سی آن رکھتے ہیں۔ اب جہاں تک بردوفسکی کی ذات کا تعلق ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے یقین کی بدولت، چباروف اور حلقے کے دوسرے لوگوں کے کہنے میں یہاں تک آ گئے کہ اس معاملے کو ذاتی مفاد کا معاملہ سمجھ کر نہیں، بلکہ حق‌وصداقت، ترقی اور انسانیت کی خدمت سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب، ان حقائق کے بیان کے بعد، سب پر روشن ہو چکا ہوگا کہ مسٹر بردوفسکی پاک صاف آدمی ہیں، آپ ان کے حلئے پر نہ جائیے، اور پرنس اس پاک صاف آدمی کے لئے خوشی خوشی اور عنقریب دوستی اور عملی تعاون کی پیشکش کریں گے جس کا ذکر ان کی زبان پر آچکا ہے، اسکول اور پاولی‌شیف کے سلسلے میں۔"

"بند کیجئے، گوریلا صاحب، روک دیجئے!"، پرنس نے واقعی سہم کر اسے پکارا، مگر جو بات ہونے کی تھی ہو چکی تھی۔

"میں کہہ چکا، تین، تین بار کہہ دیا کہ مجھے روپیہ نہیں چاہئے"، بردوفسکی جھنجھلا کر چیخا۔ "نہیں لوں گا میں، کیوں لوں... نہیں چاہئے، لعنت!..."

وہ برآمدے سے اٹھ کر بھاگنے ہی والا تھا۔ لیبیدیف کے بھانجے نے اس کا بازو تھام لیا اور چپکے سے کان میں کچھ کہا۔ بردوفسکی جلدی سے مڑا، جیب سے ڈاک کا ایک کھلا لفافہ نکالا بڑے سائز کا اور اسے پرنس کے پہلو کی تپائی پر پٹک دیا۔

''یہ لیجئے آپ کا روپیہ!.. آپ کی یہ جرأت، یہ ہمت!.. یہ رہا وہ روپیہ!..''

''یہ وہ ہیں آپ کے ڈھائی سو روبل، جو بطور خیرات آپ نے چیبروف کے ذریعے اسے بھیجے تھے،'' داکترینکو نے وضاحت کی۔

''مگر مضمون میں تو صرف پچاس لکھا تھا!'' کولیا پکارا۔

''قصور میرا ہے!'' پرنس نے بردوفسکی کے نزدیک ہو کر کہا ''میں آپ کے سامنے نہایت قصوروار ہوں۔ مگر یقین کیجئے، میں نے خیرات کی مد میں نہیں بھیجے تھے۔ پھر بھی قصور میرا، اب تک جو کیا، وہ بھی میری خطا ہے۔ (پرنس سخت بوکھلایا ہوا تھا، صورت سے تھکاوٹ اور کمزوری ٹپک رہی تھی، منہ سے الفاظ بے ربط نکل رہے تھے۔) میں نے جعل‌سازی کا لفظ کہا ضرور — مگر روئے سخن آپ کی طرف نہیں تھا، غلطی ہوئی۔ میں نے تو صرف یہ کہا کہ آپ بھی ایسے ہی تھے جیسے میں... مطلب یہ کہ مریض۔ مگر آپ میری طرح تھوڑئی ہیں، میں غلط — آپ تو ٹیوشن پڑھاتے ہیں، ماں کا خرچ اٹھاتے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ آپ نے اپنی والدہ کو رسوا کیا، مگر آپ تو ان سے محبت کرتے ہیں۔ خود وہ کہتی ہیں تو... مجھے کیا علم تھا!.. گاوریلا صاحب نے آج تک بتایا ہی نہیں... تاہم قصور میرا ہے۔ یہ بھی جسارت تھی میری کہ آپ کو دس ہزار دینے کی بات کھول کر کہہ دی۔ ایسے نہیں کرنا تھا، اپنا قصور مانتا ہوں۔ اور اب... ایسا کرنا مناسب نہیں کیونکہ آپ مجھ سے بیزار ہو گئے...''

''افوہ رے، کیا پاگل خانہ ہے یہ!'' بیگم جنرل چیخ پڑیں۔

''ہاں واقعی، ہے تو پاگلوں کا گھر!'' اگلایا سے اور صبر نہ ہو سکا، وہ تڑپ کر بول پڑی لیکن اس کے الفاظ عام شور پکار میں ڈوب گئے۔ سبھی زور زور بولے جا رہے تھے، سبھی قائل معقول کرنے میں لگے تھے۔ کوئی بحث رہا تھا، کوئی ہنس رہا تھا۔ جنرل یپان‌چین نفرت و بیزاری کی بالکل آخری سیڑھی پر پہنچ چکے

تھے اور ایسی صورت لئے، جیسے ان کی شان میں سخت گستاخی ہوئی ہو، وہ اپنی بیوی کا انتظار کر رہے تھے۔ لیبیدیف کے بھانجے نے دل میں جو آخری رہ گئی تھی، کہہ ڈالی:

''سچ، پرنس صاحب، آپ کو داد دینی پڑےگی۔ آپ کو خوب کام نکالنا آتا ہے اپنی... مطلب یہ کہ اپنی بیماری سے (اگر ذرا مہذب سا لفظ استعمال کروں تو)، ایسی ہوشیاری سے آپ نے اپنی دوستی اور نقدی کی پیشکش کی کہ اب کوئی شریف انسان تو انہیں کسی بھی حالت میں قبول کرنے سے رہا۔ یا تو یہ معصومیت کی انتہا ہے یا پھر حد سے زیادہ چالاکی... آپ ہی بہتر جانیں!''

''ٹھیریے صاحبان، اجازت ہو'' گاوریلا نے اس اثنا میں وہ بند لفافہ کھول لیا جس میں روپیہ تھا۔ ''یہ لیجئے، دو سو پچاس ہئی نہیں، صرف سو روبل ہیں۔ میں نے، پرنس صاحب، اس لئے ایسا کیا کہ بعد میں کوئی غلط فہمی نہ ہو۔''

''کوئی بات نہیں، جانے دو، رہنے دو!'' پرنس نے ہاتھ ہلاکر گاوریلا کو روکا۔

''نہیں، مت 'جانے دو'!'' فوراً لیبیدیف کا بھانجا بیچ میں تڑ سے بولا۔ ''پرنس، آپ کا یہ 'رہنے دو، جانے دو' ہمارے لئے ذلت کی بات ہے۔ ہمیں چھپنا چھپانا نہیں، صاف منہ پر کہتے ہیں: ہاں، اس میں صرف سو روبل ہیں، ڈھائی سو نہیں ہیں، تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے!''

''فرق تو پڑتا ہے'' معصومانہ تجاہل سے گاوریلا اردالیونچ نے اس کا ترکی جواب دیا۔

''آپ مجھے درمیان میں مت ٹوکئے، ہم اتنے احمق نہیں ہیں جتنا آپ نے سمجھ رکھا ہے مسٹر ایڈوکیٹ!'' لیبیدیف کا بھانجا آگ بگولہ ہو کر بولا۔ ''ظاہر ہے کہ سو روبل ڈھائی سو نہیں ہوتے، اور یہ بھی نہیں کہ ان میں فرق نہ ہو، مگر اصل چیز اصول ہے، اہم بات ہے پہل کرنا۔ اور یہ کہ ڈیڑھ سو کی کمی ہے، یہ بالکل فروعی بات ہے۔ اہم یہ ہے کہ بردوفسکی، عالی جناب پرنس صاحب، آپ کی خیرات قبول نہیں کرتا۔ وہ اسے آپ کے منہ پر مارتا ہے، اس معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا — کیا سو اور کیا ڈھائی سو۔ بردوفسکی نے دس ہزار کو ٹھوکر مار دی، دیکھ لیا

آپ نے، وہ یہ سو روبل بھی نہ لاتا اگر بےایمان ہوتا! تو یہ ڈیڑھ سو وہ ہیں جو چباروف کے پرنس تک سفر خرچ میں گئے۔ ہنسئے، مذاق اڑائیے کہ ہمیں دنیاوی ہوشیاری نہیں آتی، کام چلانے کا سلیقہ نہیں ہے۔ ویسے بھی آپ نے پورا زور لگا دیا ہمیں مذاق کا نشانہ بنوانے کےلئے، یہ سب مانا، مگر یہ کہنے کی جرأت مت کیجئے کہ ہم بےایمان ہیں۔ یہ جو ڈیڑھ سو کا فرق ہے، تو عالی جناب پرنس صاحب، یہ بھی ہم مل ملا کر بھردیں‌گے۔ چاہے ہمیں ایک ایک روبل کرکے لوٹانی پڑے، مگر یہ رقم بہرحال واپس کر دیں‌گے اصل مع‌سود۔ بردوفسکی غریب ہے، بردوفسکی کے پاس لاکھوں نہیں دھرے ہیں۔ چباروف نے واپسی پر اپنے سفر خرچ کا بل پیش کر دیا۔ ہمیں یہ کیس جیتنے کی امید تھی... بردوفسکی کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو اور کیا کر سکتا تھا؟،،

''کیا مطلب؟،، پرنس ش۔ سے نہ رہا گیا۔

''میں تو یہاں پاگل ہو جاؤں‌گی!،، بیگم لیزاویتا پکاریں۔

''اس پر مجھے یاد آیا،، ایوگینی پاولووچ جو بہت دیر سے خاموش تماشائی تھا، ہنس کر کہنے لگا ''اس پر مجھے حال کا ایک مشہور مقدمہ یاد آ گیا جس میں وکیل صفائی نے اپنے موکل کی طرف سے، جس نے ایک ساتھ چھ آدمیوں کا ڈکیتی کی غرض سے خون کر دیا تھا، موکل کی مفلسی کا عذر پیش کیا۔ اس نے اپنی بحث کچھ اس طرح سے تمام کی 'قدرتی بات ہے کہ مفلسی نے میرے موکل کے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ ان چھ آدمیوں کو جان سے مار دے۔ اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو اس کے سوا اور کیا سوچ سکتا تھا؟، کوئی اسی طرح کی دلیل دی تھی، بڑی پرلطف۔،،

''بس، بہت ہوا!،، یکایک بیگم لیزاویتا کی آواز آئی۔ وہ غصے سے قریب قریب لرز رہی تھیں۔ ''اب یہ چپڑ چپڑ بند ہونی چاہئے!،،

بیگم صاحبہ بےحد جوش میں تھیں۔ انہوں نے ڈانٹ کے انداز میں اپنا سر ذرا پیچھے ڈھلکایا، اور نخوت سے بھری، تیز اور بےچین للکار کے ساتھ اپنی دمکتی ہوئی آنکھوں سے پوری اس ٹولی کا یوں جائزہ لیا کہ اس میں دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہیں کی۔ یہ وہ نقطہ تھا جب دیر تک دبا کر رکھنے کے بعد آخر غصے

کا پارہ پھٹ پڑنے کے قریب پہنچ جاتا ہے، جب انسانی جذبات کا اشتعال فوراً جنگ پر کمربستہ ہو جاتا ہے، جب ایک ہی دھن سوار ہوتی ہے کہ کسی پر بھی ٹوٹ پڑو - جو لوگ بیگم لیزاویتا سے واقف تھے، انھوں نے یہ رنگ دیکھ کر سمجھ لیا کہ آج خیر نہیں - اس کے دوسرے دن جنرل پیان‌چین نے پرنس ش - سے اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ''ان کے ساتھ ایسا ہوا تو کرتا ہے، مگر جس درجے کل تھا، ایسا بہت ہی شاذ و نادر ہوتا ہے، کہیں تین سال میں ایک آدھ بار - اس سے زیادہ نہیں - ہرگز نہیں اس سے زیادہ!،، انھوں نے زور دے کر بتایا -

''بس، جناب، ایوان فیودرووچ، مجھے مت چھیڑیے!،، وہ شوہر پر گرم ہو گئیں - ''اب یہ کیا آپ بازو میں ہاتھ ڈال رہے ہیں؟ پہلے سے مجھے نہیں اٹھا سکتے تھے، آپ شوہر ہیں، گھر کے بڑے ہیں - آپ تو مجھ کو، مجھ الٹی کھوپڑی کو کان پکڑکر اٹھاتے اور یہاں سے لے جاتے، میری کیا مجال تھی جو میں جانے میں آنا کانی کرتی - میری نہیں تو کم از کم لڑکیوں کی فکر کی ہوتی - اب کیا ضرورت! ہمیں آپ کے بغیر بھی راستہ مل جائے گا، آج کی شرم پورے سال ستائے گی... ٹھہر جائیے، میں ذرا ان پرنس کا تو شکریہ ادا کر دوں!.. پرنس صاحب، شکریہ اس خاطر مدارات کا! میں تو ان لڑکوں بالوں کی بات سننے کے لئے اٹکی تھی... یہ تو گھٹیاپن رہا، نیچ پن! یہ ایسی ہڑبونگ، اتنی بیہودگی تو آدمی کو خواب میں بھی نہ دکھائی دے! کہیں ایسے لڑکے بہت تو نہیں ہیں؟.. خاموش اگلایا، الیکساندرا، تم چپ رہو، تم سے کیا مطلب!.. ایوگینی پاولووچ، آپ میرے آس پاس مت گھومئے، میں اوب چکی ہوں آپ سے!.. تو تم، میرے عزیز، میرے اچھے پرنس، تم ان لوگوں سے معذرت طلب کرتے ہو،، پرنس پر وہ پھر گئیں -

'' 'قصور، قصور میرا کہ آپ کو نقد رقم پیش کرنے کی ہمت کی،... اور تو، ڈینگیا چھوکرا کہیں کا، تیری یہ مجال کہ ہم پر ہنستا ہے!،، وہ لیبیدیف کے بھانجے پر برس پڑیں - ''چلے یہ کہنے کہ 'ہم کوئی رقم وقم نہیں لینے‌والے - یہ مانگ ہے، درخواست نہیں ہے!، اور گویا اسے یہ خبر نہیں کہ ہمارا یہ جو ایڈیٹ ہے، یہ کل ہی ان لوگوں کو پھر دوستی کا ہاتھ بڑھا دے گا اور سرمایہ

بھی اٹھاکے دے ڈالے گا! اچھا، اب چلتے ہو، چلتے ہو یا نہیں؟،،

''جی، چلتا ہوں،، پرنس نے دھیمی، لجائی ہوئی آواز میں ھامی بھری -

''سن لیا، یہ ہے جس پر تم تکیہ کئے بیٹھے ہو،، وہ پھر داکترینکو کی طرف پلٹ پڑیں - ''روپیہ تو اب جیسے تمھاری جیب میں پڑا ہے - اسی لئے ٹھنک رہے ہو، اینٹھ رہے ہو، برخوردار، تم ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنے چلے ہو - نا، پیارے، اور کہیں عقل کے کورے ڈھونڈو - میں نے تمھیں ناپ لیا، سارے کھیل کے آرپار جھانک لیا!،،

''لیزاویتا محترمہ!،، پرنس پکارا -

''چلیں یہاں سے اب - لیزاویتا بیگم صاحبہ، کچھ نہیں، بہت وقت ہو گیا - اور پرنس کو اپنے ساتھ لے جائیں گے،، زیادہ سے زیادہ دھیمے پن سے اور مسکراکر پرنس ش - نے تجویز کیا -

لڑکیاں ایک طرف ہوکر کھڑی تھیں، سہمی دبکی، جنرل تو سچ مچ ڈرے ہوئے تھے - ہر ایک عموماً حیرت میں تھا - کوئی کوئی ذرا سرک کر کھڑے ہوئے چپکے چپکے ہنس رہا تھا - آپس میں کانا پھوسی ہورھی تھی - لیبیدیف کے چہرے سے ظاہر تھا کہ خوشی سے جھوم رہا ہے -

''اجی، سرکار، ہر طرف بیہودگی، ہنگامہ، ہڑبونگ ہی ملیں گے،، لیبیدیف کے بھانجے نے کہا، جس پر ایک دم اوس پڑ گئی تھی -

''مگر ایسے نہیں، برخوردار، جیسے تمھارے ہاں ہوا، ایسے نہیں کہیں بھی، ایسے نہیں ہوتا!،، لیزاویتا بیگم انتقاماً اس کے پیچھے پڑ گئیں - ''مت چھیڑو مجھے، خبردار!،، سمجھانے بجھانے والوں کو انھوں نے جھڑک دیا - ''ابھی جو آپ نے کہا تھا نا ایوگینی پاولووچ کہ عدالت میں وکیل صفائی نے دلیل دی کہ غریبی کے مارے ملزم نے چھ آدمی کی گردن اڑا دی، اس سے زیادہ قدرتی اور کیا ہوتا، تو مطلب یہ کہ قرب قیامت کی دلیل ہے، دنیا کا خاتمہ آپہنچا - آج تک کان میں ایسی بات نہیں پڑی تھی - اب ساری بات صاف ہو گئی - یہ جس کی زبان میں گانٹھ پڑی ہے، کیا یہ نہیں مار ڈالے گا؟ (انھوں نے بردوفسکی کی طرف اشارہ کیا جو نہایت حواس‌باختہ انھیں تکے جا رہا تھا -) شرط لگانے کو تیار ہوں،

یہی آدمی کے ٹکڑے کر ڈالے! آپ کا روپیہ، دس ہزار یوں دینے سے تو نہیں لیتا، لیتے شرم آتی ہے، ضمیر کی اجازت نہیں، لیکن رات کو چپکے سے آ کر کاٹ ڈالے، الماری سے سارا روپیہ پار کر دے، تب شرم نہیں آئے گی۔ تب ضمیر مان لے گا! یہ بےایمانی تھوڑئی ہوئی! یہ تو وہ ہوا 'شرافت کا جنون'، یہ تو وہ ہوا 'انکار'، میری بلا جانے، اور کیا ہوا یہ!.. تھو! سب الٹ پلٹ، ٹانگیں اوپر سر نیچے۔ اچھی خاصی لڑکی، گھر میں پلی بڑھی اور سڑک پر ایک دم اچھل کے گاڑی میں: 'اماں پیاری، میں نے تو فلاں کارلچ سے، یا فلاں ایوانچ سے بیاہ کر لیا، کئی دن ہوئے۔ میں چلی۔ تا۔ تا! * یہ کوئی اچھے طور طریق ہیں تمہارے نزدیک؟ یہ عزت آبرو کی باتیں ہیں؟ قدرتی ہیں؟ بڑے آئے عورتوں کا سوال اٹھانےوالے! یہ بالشت بھر کا چھوکرا (انھوں نے کولیا کی طرف انگلی اٹھائی) ابھی کل زبان چلا رہا تھا کہ 'عورتوں کے سوال' کے معنے یہی ہیں۔ ارے اگر ماں کیسی ہی بےوقوف ہو، تو کم از کم آدمیت میں رہ اس کے ساتھ!.. تم لوگ کیا سمجھ کے یوں گردن اکڑائے اندر آئے تھے؟ 'ہٹ جاؤ، ہم آ رہے ہیں'۔ 'ہمیں سارے حق دے دو، اور خبردار، زبان سے ایک لفظ نہ نکلے۔ ہمیں ہر طرح کی عزت دو، سر جھکا دو سامنے، کچھ بھی ہو نہ ہو، سب کی سب، اور ہم، تمہارے ساتھ ہم بدترین غلام کا سا برتاؤ کریں گے۔'، انھیں حق چاہئے، سچائی کی تلاش ہے، اور خود ان کے کرتوت تو دیکھنا ذرا، مضمون میں، کیا بےشرمی سے گند اچھالی ہے! 'ہم ڈیمانڈ کرتے ہیں۔ سوال نہیں کرتے۔ شکریے کا بول بھی ہماری زبان سے نہیں نکلنےوالا، کیوں؟ کیونکہ آپ تو اپنے ضمیر کی تسکین کی خاطر ادا کریں گے!'، واہ، کیا اخلاق ہے! ارے، اگر تم احسان نہیں مانتے تو پرنس بھی تمہارے منہ پر وہی جواب مار دے: پاولی‌شیف کا اس پر کوئی احسان نہیں، پاولی‌شیف نے تو اپنے ضمیر کی تسکین کےلئے امداد کی تھی۔ پرنس کو جو احسانمندی کا جذبہ ہے پاولی‌شیف کےلئے، اسی کے برتے پر تم

---

* اشارہ ہے چرنی‌شیفسکی کے ناول ''اب کیا ہو؟''، کے ایک نسوانی کردار کی طرف جس کا اس زمانے میں چرچا تھا۔ (ظا۔)

مانگتے ہو نا؟ تمھاری گرہ سے تو نہیں لےلیا کچھ، تمھارا قرضہ تو واجب نہیں ہے اس پر؟ اس کی / اٖفت یا احسانمندی نہیں تو پھر اور کاہے سے آس لگا رکھی ہے ہم نے؟ اور اسی جذبے کو ماننے سے تمھیں خود انکار ہے! پگلے کہیں کے! سماج کو تو کہیں گے کہ وحشی ہے، انسانیت سے عاری ہے کہ جو لڑکی اپنی عصمت کھو چکی ہو، اسے بری نظر سے دیکھتا ہے۔ اور اگر تم سماج کو انسانیت سے عاری مانتے ہو، تو یہ بھی مانوگے کہ اس لڑکی کو سماج سے ذلت ملی اور اگر ایسا ہے تو اخبار میں چھاپ کر جو اسے تم بے آبرو کرتے ہو اسی سماج کی نظر میں، اور اوپر سے اصرار ہے کہ اس میں ذلت کی کیا بات! اس سے اس کا دل نہیں دکھتا کیا؟ خبط الحواس! اپنا نام اچھالنے کے شوقین! نہ خدا پر ایمان، نہ مسیح پر اعتقاد! دین ایمان سے بےبہرہ، یہ شہرت پسندی، یہ غرور، ایسا کھا گیا ہے تمھیں کہ آخر میں ایک دوسرے کی بوٹیاں نوچ کر کھا جاؤگے تم لوگ، دیکھ لینا کہے دیتی ہوں۔ یہ کچھ کم ہڑبونگ اور بیہودگی ہے کیا؟ اوپر سے یہ بےشرم، بےغیرت، ان سے معذرت طلب کرنے کو بچھا جا رہا ہے! ارے، تم جیسے کیا اور بھی ہوتے ہیں؟ ہنستا کس بات پر ہے، کہی کہی؟ یہی ہے کہ میں نے اپنے منہ پر بھی کالک لگا لی؟ ہاں، تمھارے سامنے لگائی ہے تو کالک، کیا کروں، کیا کرتی!.. اور تو میرے آگے دانت مت نکال لفنگے! (وہ ایپولیت پر برس پڑیں۔) سانس تک تو لینا مشکل اور دوسروں کو گمراہ کرنے چلا ہے۔ تو نے اس بچارے لڑکے کو بگاڑ دیا (انھوں نے پھر کولیا کی طرف اشارہ کیا)، تیری ہی بکواس رٹے جاتا ہے، اسے بےدینی کی پٹی پڑھا دی۔ یہ تیری عمر اور تو خدا کو نہیں مانتا، تیرے تو ہنٹر لگائے جائیں، سرکار نامدار! تم سب پر اخ تھو!.. تو پرنس صاحب، جاؤگے تم؟ کل تم جاؤگے ان لوگوں کے پاس؟،، ییگم لیزاویتا نے ہانپتے ہوئے پرنس سے دوبارہ سوال کیا۔

''جی ہاں، جاؤں گا۔ ،،

''گئے تو تمھاری صورت نہیں دیکھوں‌گی میں!،، باہر جانے کےلئے وہ تیزی سے مڑی تھیں، مگر یہ کہہ کر پھر ٹھیریں اور پرنس کی طرف منہ کرکے پوچھا ''اسی بےدین کے پاس جاؤگے تم؟،،

انھوں نے ایپولیت کی طرف انگشت نمائی کی۔ ''ارے، تو، چھوکرے ہنستا کیا ہے مجھ پر؟،، ایپولیت پر وہ آپے سے باھر ھوکر برس پڑیں۔ اس کی کڑوی ھنسی ان سے برداشت نہیں ھو سکی اور وہ اس کی طرف جھپٹیں۔

''ارے، ارے، لیزاویتا صاحبہ، ارے بیگم صاحبہ!،، ایک ساتھ سب پکارنے لگے۔

''ممی! شرم کی بات!،، اگلایا نے زور سے ماں کو ٹوکا۔

''پریشان نہ ھوں مس اگلایا آپ!،، ایپولیت نے، جسے ممی نے زور سے جھپٹ کر پکڑ لیا تھا اور خدا جانے کیوں، اس کا بازو جکڑے ھوئے تھیں، بڑے سکون سے اگلایا کو مخاطب کیا۔ لیزاویتا بیگم ایپولیت کے سامنے کھڑی اسے شعلہ فشاں آنکھوں سے گھور رھی تھیں۔ ''صاحبزادی، آپ پریشان نہ ھوں، آپ کی ممی کو نظر آ جائےگا کہ مرتے کو نہیں مارا کرتے... ابھی بتائے دیتا ھوں کہ ھنسی کس بات پر آئی تھی... اجازت ھو تو بتا دوں۔ بڑی خوشی ھوگی بتا کر...،،

یہ کہتے کہتے اس پر کھانسی کا دورہ پڑا اور منٹ بھر وہ کھانسی سے نجات نہ پا سکا۔

''دم تو نکلا جا رھا ہے، لکچر جھاڑنے سے باز نہیں آتا!،، بیگم صاحبہ نے اس کا ھاتھ اپنی گرفت سے آزاد کرتے ھوئے کہا۔ جب اس نے ھونٹ صاف کرنے میں منہ سے لہو پونچھا تو وہ خوفزدہ نظروں سے دیکھتی رہ گئیں۔ ''بولنے کی کیا مار ہے تجھے! بستر پر جاکر لیٹ جانا چاھئے، بس!،،

''ایسا ھی ھوگا،، آھستہ سے بھرائی ھوئی آواز میں، گویا سرگوشی کرتے ھوئے ایپولیت کی زبان سے نکلا ''گھر پہنچتے ھی میں خود بستر پر گرنےوالا ھوں... بس، دو ھفتے کی بات ہے، مجھے خبر ہے کہ بچوں‌گا نہیں، مر جاؤں‌گا... پچھلے ھفتے ڈاکٹر ب۔ بتا چکے ھیں... تو، اگر اجازت ھو، چلتے چلاتے دو بول کہہ جاؤں۔،،

''تیرا دماغ تو نہیں چل گیا لڑکے؟ بکواس! دو بول، چار بول نہیں، تجھے اپنا علاج کرانا چاھئے۔ جا، چل دے اب، اور جاکر لیٹ جا بستر پر!..،، بیگم لیزاویتا نے تشویش کے مارے زور سے کہا۔

''لیٹ جاؤں گا تو پھر مرنے تک لیٹا ہی رہوں گا،، اپیولیت مسکرا دیا ''کل ہی میرا جی چاہ رہا تھا کہ جا کے لیٹ رہوں اور پھر مرتے دم تک بستر پر پڑا رہوں۔ پھر سوچا، نہیں، پرسوں تک ٹال جاؤں۔ ابھی ٹانگوں میں دم ہے... آج ان سب کے ساتھ یہاں بھی تو آنا تھا... بس، تھک بہت گیا ہوں، اور کچھ نہیں...،،

''تو پھر کھڑا کیوں ہے، بیٹھ جا۔ یہ رہی کرسی!،، بیگم لیزاویتا نے جلدی سے کہا اور خود اس کےلئے کرسی لگا دی۔

''شکریہ آپ کا،، دھیمی آواز میں اپیولیت بولا ''اور آپ میرے سامنے بیٹھ جائیے، تب کچھ بات ہو۔ بات ضرور ہوگی ہماری آپ سے — یہ میری ضد ہے،، وہ ان پر پھر مسکرا دیا۔ ''ذرا غور فرمائیے۔ آج میں آخری بار کھلی ہوا میں ہوں، لوگوں کے درمیان ہوں، دو ہفتے بعد شاید منوں مٹی تلے پہنچ جاؤں۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ ایک طرح آخری رخصت ہے یہ لوگوں سے بھی اور دنیا کی بہار سے بھی۔ اگرچہ میں بہت جذباتی نہیں ہوں، پھر بھی، آپ تصور کیجئے کہ بہت خوش ہوں جو یہ سب کچھ یہاں پاولوفسک میں ہو گیا۔ اور کچھ نہ سہی، یہاں درختوں کی شاخوں پر پتیاں تو نظر آتی ہیں۔،،

''مگر اب ہماری باتیں کونسی ہونی ہیں،، لیزاویتا بیگم برابر سہمی جا رہی تھیں ''تجھے تو زور کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ ابھی ذرا دیر پہلے چیخ رہا تھا، گلا پھاڑ رہا تھا اور اب سانس گلے میں پھنس رہا ہے۔،،

''ابھی آرام آیا جاتا ہے۔ آپ میری آخری خواہش کو کیوں ٹھکراتی ہیں؟.. لیزاویتا بیگم صاحبہ، بہت دنوں سے میری آرزو تھی کہ آپ سے کسی دن واسطہ پڑے۔ خبر ہے آپ کو؟ میں نے آپ کے بارے میں بہت سن رکھا ہے... کولیا نے بتایا۔ وہی ایک رہ گیا ہے جو مجھے اکیلا نہیں چھوڑتا، آتا رہتا ہے۔ آپ تو نرالی طبیعت کی خاتون ہیں۔ ذرا سنکی ہیں البتہ۔ میں نے خود اپنی آنکھوں دیکھ لیا ابھی... معلوم ہے آپ کو؟ تھوڑی بہت آپ مجھے اچھی لگیں۔،،

''لو، اور سنو، میں تو اس پر ہاتھ چھوڑنے والی تھی۔،،

''ہاں، اور آپ کو مس اگلایا نے روک لیا، غلط تو نہیں کہہ

رہا ہوں؟ یہ آپ کی صاحبزادی اگلایا ہیں نا؟ اس قدر خوبصورت ہیں کہ پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا، پھر بھی پہلی نظر میں پہچان گیا کہ یہی ہیں - زندگی میں آخری بار انہیں جی بھر کے ذرا دیکھ تو لوں، اس حسن کی مورتی کو،، عجب بے ڈھنگے اور کج مج انداز میں ایپولیت مسکرا دیا ''اور یہ رہے پرنس صاحب، اور آپ کے شوہر اور یہ پوری محفل - آپ کیوں ٹھکراتی ہیں میری آخری خواہش کو؟،،

''کرسی!،، بیگم نے آواز لگائی لیکن پھر خود ہی کرسی کھینچ کر ایپولیت کے سامنے بیٹھ گئیں - ''کولیا، دیکھو،، انھوں نے لڑکے کو حکم دیا ''تم ان کے ساتھ جانا، گھر پہنچانا - اور کل میں خود...،،

''اگر آپ کی اجازت ہو بیگم صاحبہ تو میں پرنس سے ایک پیالی چائے کو کہوں... بہت تھک گیا ہوں - آپ کو معلوم ہے لیزاویتا پروکوفیونا، شاید آپ پرنس کو اپنے ہاں چائے پر لے جانا چاہتی تھیں - مہربانی کیجئے، ٹھہر جائیے - تھوڑی دیر ساتھ رہئے - پرنس یقیناً یہیں چائے پلوا دیں گے ہم سب کو - معاف کیجئے کہ خود ہی فرمائش کئے دے رہا ہوں... مگر کوئی بات نہیں - میں آپ کو جانتا ہوں، آپ دل کی اچھی ہیں، پرنس بھی ایسے ہیں... ہم سبھی مسخرے پن کی حد تک اچھے دل کے لوگ ہیں...،،

پرنس نے چائے بنوانے کی جلدی کی، لیبیدیف کمرے سے دوڑا ہوا سرپٹ گیا اور اس کے پیچھے ویرا -

''اچھا تو کہو،، بیگم جنرل نے جم کر کہا ''کہو مگر آہستہ - اپنے اوپر بوجھ نہ لینا - تم پر میرا دل دکھتا ہے... پرنس! دل تو نہیں چاہتا تمھارے ہاں چائے پینے کو - مگر خیر، یونھی سہی! ٹھہر جاتی ہوں اور کسی کے آگے صفائی پیش کرنی نہیں ہے! کسی سے کوئی معذرت نہیں! بکواس!.. ہاں، البتہ، پرنس، اگر میں نے تمھیں برا بھلا کہہ دیا ہو تو معاف کر دینا پرنس — وہ بھی تمھارا جی چاہے تو - بہرحال، میں کسی کو روکے ہوئے نہیں ہوں،، بیگم صاحبہ نے ایک دم تیوری پر بے انتہا بل ڈال کر اپنے شوہر کو اور بیٹیوں کو دیکھا، جیسے اصل میں وہی

حد درجہ قصوروار ہوں ''میرا کیا، میں تو اکیلی بھی گھر پہنچ سکتی ہوں...''

مگر انھیں اور کہنے سننے کا موقع نہیں دیا گیا۔ سب نے نزدیک پہنچ کر چار طرف سے خوشی خوشی گھیر لیا۔ پرنس نے ایک ایک سے درخواست کی کہ اٹھیے اور چل کر چائے پی لیجئے۔ وہ معذرت کرتا جا رہا تھا کہ اب تک کم از کم اتنی تواضع کا خیال کیوں نہ آیا۔ جنرل تک کا دل پسیج گیا۔ انھوں نے بھی تسلی کے چند لفظ کہے اور بیگم سے پوچھا کہ یہاں برآمدے میں تازگی محسوس ہوتی ہے نا؟ وہ تو اور آگے چلے تھے اپپولیت سے دریافت کرنے کہ وہ کب سے یونی‌ورسٹی میں پڑھتا ہے مگر پھر ٹال گئے۔ ایوگینی پاولووچ اور پرنس ش۔ آپ سے آپ موڈ میں آگئے، ہنسنے بولنے لگے۔ ادےلائیدا اور الیکساندرا کے مکھڑوں پر حیرت کے تسلسل میں سے اطمینان کی کرن پھوٹنے لگی۔ مختصر یہ کہ ہر ایک خوش نظر آرہا تھا کہ بیگم جنرل لیزاویتا پروکوفیونا کے سر کا بھوت اتر گیا۔ تنہا اگلایا منہ پھلائے ہوئے، خاموش ذرا سرک کر بیٹھی تھی۔ اس صحبت کے اور لوگ بھی ٹھیر گئے تھے۔ کسی کا دل اٹھ جانے پر آمادہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ جنرل ایولگین بھی نہیں ٹلنےوالے تھے، مگر لیبیدیف نے برابر سے گزرتے میں نجانے کیا کان میں پھونک دیا، غالباً کوئی چبھنےوالی بات، کہ وہ اٹھے اور ایک کونے میں ڈوب گئے۔ پرنس نے بڑھ کر بردوفسکی اور اس کے ساتھ والوں میں ایک ایک کو چائے کی دعوت دی، مگر انھوں نے ذرا منہ لٹکا کر جواب دیا کہ ابھی ٹھیریں گے، اپپولیت کا انتظار کریں گے — اور پھر فوراً کھسک کر برآمدے کے سب سے آخری سرے پر چلے گئے، جہاں پھر ایک دوسرے سے لگ کر بیٹھ گئے۔ غالباً لیبیدیف کے گھر میں چائے دیر سے بنی رکھی تھی، اپنے لئے بنائی ہوگی، کیونکہ ادھر کہلوایا، ادھر حاضر۔ گھنٹہ رات کے گیارہ بجا رہا تھا۔

۱۰

اپپولیت نے ویرا لیبیدیف کی دی ہوئی چائے سے ہونٹ تر کر لینے کے بعد پیالی تپائی پر رکھ دی اور بھٹکی ہوئی نظروں سے چاروں

طرف دیکھنے لگا، الجھن یا کسی پریشانی میں مبتلا دکھائی دے رہا تھا۔

''بیگم صاحبہ، ذرا یہ پیالیاں ملاحظہ فرمائیے،، اس نے عجب بیتابی میں کہنا شروع کیا ''چینی کی یہ پیالیاں، شاید نہایت نفیس چینی کے یہ برتن ہمیشہ لیبیدیف کے ہاں برتنوں کی الماری میں سجی رہتی ہیں، شیشے کے پیچھے بند، کبھی ان کے نکلنے کی نوبت نہیں آتی... ظاہر بات ہے کہ بیوی کے جہیز میں ملے ہوں گے... یہی طریقہ ہے... لیکن دیکھئے، نکالے اور ان میں ہمیں چائے پلوا دی۔ تو جناب، یہ محض آپ کے طفیل... اتنا خوش ہے وہ آپ کی آمد سے...،،

اور بھی کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر مناسب الفاظ نہیں ملے۔

''هڑبڑا گیا لڑکا۔ یہی اندیشہ تھا مجھے،، ایوگینی پاولووچ نے پرنس کے کان میں پھونکا۔ ''خطرے کا معاملہ ہے یہ ہے نا؟ یہ پکی علامت ہے اس بات کی کہ اب وہ کوئی ایسا زهر اگلےگا، کوئی ایسی بےتکی حرکت کر بیٹھےگا کہ خود بیگم صاحبہ تاب نہ لا سکیں گی۔ ،،

پرنس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''آپ سنکی پن سے گھبراتے نہیں؟،، ایوگینی پاولووچ نے پھر گفتگو بڑھائی۔ ''میں تو نہیں گھبراتا۔ بلکہ جی چاہتا ہے کہ ہو جائے۔ ہماری مہربان بیگم صاحبہ ذرا بھگتیں تو سہی۔ آج ہی هو جائے، ابھی، دیکھے بغیر میں بھی نہیں جانا چاہتا۔ آپ کو تو شاید تیز بخار ہے!،،

''بعد میں، فی‌الحال مت بولئے۔ ہاں، میری طبیعت اچھی نہیں،، پرنس نے بےخیالی میں جلدی سے جواب دیا کیونکہ اس کے کان میں اپنے نام کی بھنک پڑی تھی۔ ایپولیت اسی کے بارے میں کچھ کہہ رہا تھا۔

''آپ کو یقین نہیں آتا؟ آئےگا بھی نہیں،، ایپولیت نے خفقانی ہنسی کے ساتھ کہا ''مگر پرنس کو ہاتھ کے ہاتھ یقین آجائےگا اور انہیں ذرا بھی تعجب نہیں ہونے کا۔ ،،

''سنا تم نے پرنس؟ سن لیا؟،، بیگم لیزاویتا نے پرنس کی طرف رخ کرکے پوچھا۔

ہر طرف سے ہنسی کا ڈونگرا برسا۔ لیبیدیف ہڑبڑا کر آگے نکل آیا اور بیگم صاحبہ کے بالکل منہ پر پہنچ گیا۔

''اس لڑکے کا کہنا ہے کہ یہ جو ٹیڑھا بینگا آدمی ہے، تمہارا مالک مکان... اسی نے وہ مضمون درست کر کے دیا اس آدمی کو۔ وہ مضمون جو ابھی تمہاری سبکی کرانے کو پڑھا گیا ہے۔''

پرنس نے لیبیدیف کو حیرت سے دیکھا۔

''اب منہ میں گھنگنیاں کیوں ڈالے ہوئے ہے؟'' لیزاویتا بیگم نے کلس کر پاؤں زمین پر پٹکے۔

''تو کیا ہوا!'' پرنس نے لیبیدیف کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ ''مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ اس نے ہی درست کیا ہوگا۔''

''سچ؟'' ایک جھٹکے کے ساتھ وہ لیبیدیف کی طرف گھوم گئیں۔

''بالکل برحق، سرکار عالی جاہ!'' لیبیدیف نے دل پر ہاتھ رکھ کر بیان کی حقانیت پر بڑی یکسوئی کے ساتھ مہر تصدیق لگا دی۔

''اور اوپر سے داد بھی چاہتا ہے!'' وہ اپنی کرسی سے اچھل پڑیں۔

''نیچ، رذیل!'' لیبیدیف بڑبڑایا اور اپنا سینہ کوٹنے لگا، سر برابر نیچے جھکاتا گیا۔

''تو مجھے اس سے کیا کہ تو رذیل ہے، نیچ ہے! سمجھتا ہے کہ زبان سے 'رذالت' کا اقرار کر لیا اور بس، قصہ پاک۔ تمہیں، پرنس، غیرت نہیں آتی ایسے مردکوں سے واسطہ رکھتے ہوئے، پھر پوچھتی ہوں، شرم نہیں آتی؟ تمہیں تو میں معاف نہیں کرنے والی!''

''پرنس مجھے معاف کر دیں گے!'' لیبیدیف نے پورے یقین اور التجا کے ساتھ زبان سے اتنا کہا۔

''صرف اپنی شرافت کے سبب'' بیچ میں کود کر باکسر کیلر نے کھنکھناتی آواز اچانک بلند کی اور بیگم ایزاویتا کو خطاب کرکے کہا ''سرکار، محض اپنی شرافت کے سبب میں چپ تھا کہ اپنے ہی ایک ملنےوالے کو، جو مشکل میں گرفتار ہے، بےنقاب نہ

کروں۔ مضمون درست کرانے کا معاملہ میں نے راز میں رکھا، حالانکہ یہ شخص ابھی ابھی زینے سے نیچے دھکیلنے کی دھمکی دے رہا تھا، آپ نے تو خود سن لیا۔ صرف سچائی کا بول بالا کرنے کےلئے بتائے دیتا ہوں کہ واقعی میں نے اس شخص کو مضمون دکھا لیا تھا، چھ روبل معاوضے پر عبارت درست کرنے کی بات نہیں تھی بلکہ واقعات کی تصدیق چاہی تھی ایک ذمہ‌دار معتبر آدمی جان کر۔ کیونکہ واقعات اکثر میرے علم سے باہر کے تھے۔ لمبے موزےوالے جوتے، سوئٹزرلینڈ کے پروفیسر کے ہاں بڑی خوراک، ڈھائی سو کے بجائے پچاس روبل، یہ ساری چٹ پٹ اسی شخص نے بڑھائی ہے اور اس کے چھ روبل لئے ہیں، مگر عبارت جوں کی توں رہنے دی۔''

''میں یہ بتا دوں،، نیبیدیف کا پارہ چڑھ گیا، اس نے بےصبری سے باکسر کی بات کاٹی اور کسی قدر بھرائی ہوئی آواز میں، بڑھتے پھیلتے قہقہوں سے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے اتنا اور بتا دیا کہ ''میں نے تو اس مضمون کا صرف پہلا حصہ درست کیا تھا، درمیان میں پہنچ کر ایک خیال پر اختلاف ہو گیا۔ ہم جھگڑ پڑے تو باقی کا جو آدھا تھا، وہ میں نے چھوا ہی نہیں۔ تبھی تو رہ گئی ہیں اس میں زبان کی غلطیاں (ان پڑھ آدمی کا قلم لگتا ہے)۔ تو جناب، میرے سر نہ تھوپا جائے یہ...''

''اچھا، تو یہ فکر لگی ہے اس شخص کو!،، لیزاویتا پروکوفیونا پکاریں۔

''کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ کب یہ مضمون درست کیا گیا؟،، ایوگینی پاولووچ نے باکسر کیلر سے دریافت کیا۔

''کل صبح،، گھونسہ‌باز نے تڑ سے جواب دیا ''ہم دونوں میں پکا وعدہ تھا کہ معاملہ راز میں رہے گا، فریقین کسی کو بتائیں گے نہیں۔''

''یعنی اس وقت، جب یہ شخص تمہارے سامنے بچھا جا رہا تھا، اپنی وفاداری کا یقین دلا رہا تھا، تب یہ کیا۔ چھی! مردک! مجھے نہیں چاہئے تمہارا پوشکن۔ تمہاری بیٹی کو میرے ہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں!''

بیگم لیزاویتا وہاں سے ایکدم اٹھنے کو تیار ہوئیں۔ لیکن

جھنجھلاہٹ میں ایپولیت پر برس پڑیں جو کھی کھی دانت نکالے جا رہا تھا۔

''کیا ہوا رے تجھے چھوکرے! تو نے سوچا ہے مجھے ہنسی ہنسی میں اڑا دے گا یہیں!،،

''خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے،، ایپولیت ترچھے منہ مسکرایا ''بیگم صاحبہ، مجھے تو آپ کا یہ انتہائی سنکی‌پن حیرت سے مارے ڈال رہا ہے۔ سچ کہہ دوں، میں نے جان بوجھ کر یہ لیبیدیف والا قصہ چھیڑا۔ معلوم تھا کہ آپ پر اس کا کیا اثر ہونےوالا ہے۔ بس، آپ کو ہی ملال آتا۔ رہے پرنس، تو وہ معاف کرنےوالے ہیں۔ بلکہ غالباً معاف کر بھی چکے۔ معاف کرنا کیا، وہ تو دل میں لیبیدیف کی مجبوری کا کوئی عذر بھی تراش چکے۔ ہے نا پرنس یہی بات؟،،

ایپولیت ہانپ رہا تھا۔ ایک ایک لفظ کے ساتھ اس میں عجب طرح کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔

''تو؟،، بیگم لیزاویتا نے طیش میں کہا۔ انھیں اس کے لہجے پر حیرت ہو رہی تھی ''تو پھر؟،،

''میں نے آپ کے بارے میں اس قسم کی بہت ساری باتیں سن رکھی ہیں۔ بڑی خوشی کے ساتھ... دل میں آپ کی بےحد عزت کرنا سیکھ گیا ہوں بیگم صاب!،، ایپولیت کہتا گیا۔

وہ زبان سے ایک بات کہہ رہا تھا، مگر یوں، گویا انھی لفظوں میں قطعی کوئی دوسری بات کہنی ہے۔ بظاہر گفتگو میں تمسخر کا رنگ جھلک رہا تھا، لیکن عین اسی وقت حد سے زیادہ جوش میں تھا، داھنے بائیں بےچین نظریں گھماتے جا رہا تھا، خیالات الجھے ہوئے تھے اور ان سے زیادہ وہ بیان کے ایک ایک لفظ میں الجھ رہا تھا۔ چنانچہ یہ طرز تکلم اس کے مدقوق چہرے اور دھکتی آنکھوں اور کسی قدر بدحواس نظروں کے ساتھ مل کر خود بخود انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

''میں تو حیرت زدہ رہ جاتا اس پر، کہ دیکھئے، دنیاداری کی سمجھ تو ہے نہیں مجھ میں (اقرار کرتا ہوں)، حیرت یہ کہ نہ صرف آپ یہاں ٹھیر گئیں ہم جیسوں کے اس جمگھٹے میں، آپ کےلئے تو یہ شایان شان ہے نہیں۔ بلکہ اپنے علاوہ ان کو بھی روکے

رکھا، مطلب یہ کہ ان لڑکیوں کو کہ وہ بھی اس جھنجٹ کو دیکھیں سنیں، اگرچہ انہوں نے ایسی باتیں ناولوں میں پڑھ رکھی ہوں گی۔ مجھے تو پتہ نہیں، بات کا تار ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے کیا کہنا تھا کہ... ھاں، آپ کے سوا بھلا کس کی ہمت تھی جو ایک چھوکرے کے کہنے سے (مانتا ہوں کہ چھوکرا ہی ہوا نا میں) جاتے جاتے رک جاتا، شام گزار لیتا اس کے ساتھ... ساری بحثا بحثی میں شریک ہو جاتا اور پھر ... پھر یہ کہ دوسرے دن اس پر جھینپنا... (معاف کیجئے، کوئی ٹھیک سا لفظ نہیں ملا کہنے کو)، یہ ہے جس کی میں بے انتہا تعریف کروں گا، دل میں عزت کروں گا... اگرچہ آپ کے جو شوہر ہیں، سرکار عالی جاہ، ان کی صورت سے ٹپکتا ہے کہ انہیں یہ سب سخت ناگوار گزرا... ہی، ہی، ہی!،، وہ ذہنی خلجان میں مبتلا ہوکر بے اختیار ہنس دیا اور پھر فوراً اس بری طرح کھانسا کہ دو منٹ تک کھانسی نے رکنے کا نام نہ لیا۔

''سانس جواب دے گیا!،، لیزاویتا پروکوفیونا نے بےرحمی اور جھٹکے سے کہا۔ وہ اسے بوجھل نظروں سے ٹٹول رہی تھیں۔ ''برخوردار، اب بہت ہو لیا تمہارے ساتھ۔ ہم چلے!،،

''تو سرکار مہربان، میں بھی اپنی طرف سے جتاتا چلوں کہ،، جنرل ایوان پیانچین کی قوت برداشت نے جواب دے دیا تو وہ جھنجھلا کر آخر بول ہی پڑے ''جتاتا چلوں کہ میری بیگم یہاں پرنس لیو میشکن صاحب کے یہاں آئی تھیں جو ہمارے مشترک دوست بھی ہیں اور ہمسائے بھی۔ کسی حالت میں آپ کی یہ مجال نہ ہونی چاہئے صاحبزادے کہ آپ بیگم لیزاویتا کے طور طریقے پر اپنی رائے دیں اور سنا سنا کر آنکھ کے سامنے رائےزنی کریں کہ میرے چہرے پر کیا لکھا ہے، کیا نہیں لکھا ہے۔ جی ھاں! اگر میری بیوی یہاں جاتے جاتے ٹھیر گئیں تو،، ایک ایک لفظ پر ان کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا ''تو جناب، وجہ اصل یہ کہ انہیں حیرت تھی، اور وہ جو آجکل سب کو کرید لگی ہوئی ہے کہ عجیب قماش کے نوجوانوں کو ذرا دیکھیں تو، اسی کرید کے سبب وہ رک گئیں۔ میں خود بھی تھم گیا، جیسے بعض اوقات سڑک پر اٹک

جاتا ہوں یہ دیکھنے کے لئے کہ اگر کوئی ایسی ویسی بات، مثلاً... مثلاً یہ کہ...''

''مثلاً کوئی عجوبہ شے!'' ایوگینی پاولووچ نے لقمہ دیا۔

''بہت خوب، بالکل درست!'' جنرل صاحب بہادر خوش ہو گئے کیونکہ انھیں مثلاً کے آگے کوئی مثال نہیں سوجھ رہی تھی۔ ''جی ہاں، مثلاً کوئی عجوبہ شے! بہرحال جو بھی ہو، مجھے اس پر زیادہ تعجب ہے، زیادہ افسوس ہے کہ آپ اتنی بات نہ سمجھ سکے میاں نوجوان، کہ بیگم صاحبہ صرف اس خیال سے آپ کی صحبت میں ٹھہر گئیں کہ آپ بیمار ہیں (اگر یہ سچ ہے کہ آپ زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے ہیں)، تو دوسرے لفظوں میں، وہ انسانی ہمدردی کے خیال سے تھم گئیں، جناب‌والا، محض آپ کی التجا پر، اور اس سے ان کے دامن پر، ان کے نام اور آبرو پر کسی قسم کا کوئی داغ نہیں آسکتا ہرگز...'' جنرل اس جملے پر تمام کرتے وقت غصے سے سرخ ہو گئے تھے ''لیزاویتا بیگم، آپ اگر چلنے پر آمادہ ہوں تو کرم فرما پرنس سے اجازت لی جائے۔''

''آپ نے جو سبق دیا اس کا شکریہ جنرل صاحب!'' اپپولیت نے سنجیدگی سے خلاف توقع جواب دیا۔ وہ خیالوں میں گم ہو کر جنرل کی صورت تک رہا تھا۔

''چلیں ممی، اور کتنی دیر لگائیں گے!'' اگلایا نے کرسی سے اٹھتے ہوئے بےصبری اور تلخی سے ماں کو ٹوکا۔

''بس، دو منٹ اور عزیز من، اگر آپ کی اجازت ہو تو —'' بیگم صاحبہ نے شوہر کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا ''مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس لڑکے کے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔ اس کی آنکھیں بتا رہی ہیں۔ اس حالت میں چھوڑ کر چل دینا مناسب نہیں۔ پرنس، لیو نکولائی‌وچ، کیسا رہے اگر وہ آج رات یہیں تمھارے ہاں گزار لے، آج اس حال میں پیترسبورگ تک کا سفر اسے مصیبت ہوگا۔ میرے اچھے پرنس، آپ اوب رہے ہیں نا؟'' وہ آپ سے آپ پرنس ش۔ کی طرف مڑ کر پوچھنے لگیں۔ ''ذرا ادھر تو آنا الیکساندرا، لاؤ تمھارے بال سنوار دوں میری بچی!''

انھوں نے الیکساندرا کے بال ٹھیک کئے جس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اسے پیار کیا کیونکہ اسی غرض سے پاس بلایا تھا۔

''میں سمجھتا تھا کہ آپ میں بہتری کی گنجائش ہے...،،
اپیولیت نے پھر محویت سے نکلتے ہوئے بولنا شروع کر دیا۔ ''مجھے یہی کہنا تھا،، اس نے اطمینان کا سانس لیا جیسے بھولی ہوئی بات یاد آگئی ہو ''لیجئے، یہ بردوفسکی ہے، اپنی ماں کی حمایت میں واقعی خلوص دل سے... سچ ہے نا؟ مگر حاصل کیا؟ یہ کہ اس غریب کی اور بھی رسوائی کرا بیٹھا۔ پرنس کو لیجئے، وہ بردوفسکی کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ سچے دل سے اسے اپنی ہمدردی اور سرمایہ دونوں پیش کرتے ہیں۔ ممکن ہے آپ سب لوگوں میں وہی ایک شخص ہوں جو بردوفسکی سے بیزار نہیں ہوئے۔ مگر ایک دوسرے کے روبرو ایسے کھڑے ہیں جیسے دشمن ہوں... ہا، ہا، ہا! آپ صاحبان کی نظر میں بردوفسکی اس لئے گر گیا کہ آپ کے خیال میں اس نے اپنی ماں کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ، شریفانہ عمل نہیں کیا، یہی نا؟ یہی بات؟ آپ سب کو بس ظاہر کے بناؤ سجاؤ، دکھاوے کی نفاست کی فکر پڑی رہتی ہے۔ اسی کے طرفدار ہیں آپ صاحبان، ہے نا؟ کیا غلط کہا؟ (بہت زمانے سے مجھے شبہ ہے کہ آپ کو انہی باتوں کی پچ ہے!) مگر کیا آپ کو اندازہ ہے کہ جیسی محبت بردوفسکی اپنی ماں سے کرتا ہے ویسی آپ میں سے کسی نے اپنی ماں سے نہ کی ہوگی! پرنس صاحب، مجھے خبر ہے کہ آپ نے اس کی ماں کو روپیہ بھیجا، گانیا کے ہاتھ مالی امداد بھیجوائی چپکے سے۔ مگر شرط لگا کر کہتا ہوں (ہی، ہی، ہی، قہقہے کا جنونی دورہ پڑا، ہی، ہی) شرط بدتا ہوں کہ بردوفسکی ہی آپ کو قصوروار ٹھیرائےگا کہ قاعدے قرینے سے کام نہ لیا، آپ نے اس کی ماں کی عزت کو بٹہ لگایا۔ قسم خدا کی، یہی بات۔ ہی ہی، ہاہا!،،

پھر سینے میں سانس پھنسا اور کھانسی آگئی۔

''بس، جو کہنا تھا، کہہ چکا، کہہ لیا سب؟ یا ابھی اور باقی ہے؟ اب جاکر سوجا، تو بخار میں تپ رہا ہے،، لیزاویتا پروکوفیونا نے بےصبری سے اس کی بات کاٹی۔ مگر ان کی بےچین نظریں اس پر سے ہٹ نہیں رہی تھیں ''ہائے، پروردگار، وہ تو اب بھی بولنے پر آمادہ ہے!،،

''آپ، شاید ہنسی اڑا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ برابر

میرا مذاق اڑائے جا رہے ہیں - ہے نا؟،، بے قراری سے، جھنجھلا کر وہ ایوگینی پاولووچ کی جانب متوجہ ہوا - واقعی وہ اس پر ہنس رہا تھا -

''میں آپ سے صرف اتنا پوچھنا چاہتا تھا مسٹر... اپپولیت... معاف کیجئے، کس نام سے پکارا جائے، بھول گیا - ،،

''مسٹر تیرنتئیف کہئے،، پرنس نے لقمہ دیا -

''ہاں، ہاں تیرنتئیف! شکریہ پرنس، ابھی یہ نام لیا گیا تھا، میرے ذہن سے نکل گیا... میں آپ سے پوچھنا چاہتا تھا مسٹر تیرنتئیف کہ آپ کا اپنے بارے میں جو یہ گمان سنا ہے، کیا یہ سچ ہے کہ کھڑکی میں سے لوگوں کو صرف پندرہ منٹ خطاب کر لیں اور وہ آنکھ بند کر کے آپ کے پیچھے چل دیں گے؟ کیا یہ سچ سنا؟،،

''عین ممکن ہے کہہ دیا ہو...،، دماغ پر زور دیتے ہوئے اپپولیت بولا ''ضرور کہا ہوگا!،، پھر جھرجھری لے کر، اکڑ کر اس نے سوال کرنےوالے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں - ''تو پھر اس سے کیا؟،،

''کچھ نہیں، میں صرف اپنی اطلاع کی تصدیق چاہتا تھا - ،،

ایوگینی پاولووچ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا، مگر اپپولیت تیرنتئیف اسے اب بھی عالم انتظار کی بےتابی سے دیکھتا رہا -

''ہاں تو بات ختم ہوئی یا نہیں؟،، بیگم جنرل ایوگینی پاولووچ سے مخاطب ہوئیں - ''جلدی سے یہ سلسلہ تمام کرو، اس کے سونے کا وقت ہوا - کیا ختم نہیں کر پائے؟،، (وہ سخت پریشانی میں مبتلا تھیں -)

''میں یہاں اتنا اضافہ کرنے میں پس و پیش نہیں کروں گا کہ،، ایوگینی مسکراتے ہوئے کہتا گیا ''کہ میں نے یہاں جو کچھ آپ کے کامریڈوں کی زبانی سنا مسٹر تیرنتئیف اور جو آپ نے ابھی بیان کیا، بلاشبہ بڑی لیاقت کے ساتھ بیان کیا، اس تمام سے تو، میرے خیال میں ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے، یعنی حق کی فتح کا نظریہ، اول و آخر، سب سے مقدم، سب سے افضل حق - بلکہ باقی تمام باتوں سے قطع نظر حق کا ادعا - بلکہ اس چھان بین سے بھی قطع نظر کہ دراصل حق کیا ہے، کسے پہنچتا ہے - شاید میں نے سمجھنے میں غلطی کی؟،،

''یقیناً غلطی کی آپ نے۔ میں تو سمجھا ہی نہیں کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں... آگے کہئے!''
ایک گوشے میں کچھ کھسر پھسر ہوئی۔ لیبیدیف کا بھانجا آدھی آواز میں بدبدایا۔
''آگے کیا — کچھ نہیں آگے!'' ایوگینی پاولووچ نے بات پوری کرنی چاہی۔ ''میں صرف یہ جتانا چاہتا تھا کہ اس منطق کا انجام ہوگا صرف طاقت کا حق۔ یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ گھونسے اور ذاتی خواہش کا حق، جیسا کہ دنیا میں اکثر ہوتا آیا ہے۔ فلسفی پرودھوں (Proudhon) طاقت کے حق کا دعویدار تھا۔امریکہ کی خانہ جنگی میں بہت سے روشن خیال لبرلوں نے بڑے مالدار مالکان زمین کے حق میں آواز اٹھائی اور دلیل یہ کہ سیاہ فام لوگ بہرحال کالے نیگرو ہیں، گوری‌نسل‌والوں سے کمتر درجے کے انسان۔ مطلب یہ کہ طاقت کا حق گوروں کی طرف ہے...''
''تو؟''
''تو یہ کہ آپ صاحبان طاقت کے حق سے منکر نہیں ہیں؟''
''آگے؟''
''تو آپ اسی اصول پر قائم ہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ طاقت کو حق مان لیا جائے تو شیروں اور گھڑیالوں کو برحق، بلکہ دانیلوف اور گورسکی تک کو حق پر ماننا پڑے گا۔''
''معلوم نہیں۔ پھر بھی آگے!''
معلوم ہوتا تھا کہ ایوگینی کی گفتگو ایپولیت کو ٹھیک سے سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اگر اس کے منہ سے ''تو'' اور ''آگے'' کے الفاظ نکل بھی رہے تھے تو خاص توجہ یا تجسس کے سبب اراداتاً نہیں بلکہ محض عادتاً۔ گفتگو میں اسے بےخیالی سے یہ لفظ کہنے کی پرانی عادت تھی۔
''آگے کچھ نہیں۔ بس!''
''خیر مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں'' خلاف توقع ایپولیت کی زبان سے اچانک یہ بول نکلے اور تقریباً دانستہ نادانستہ اس نے مسکرا کر ایوگینی پاولووچ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ ایوگینی کو پہلے تو اس حرکت پر تعجب ہوا اور پھر نہایت سنجیدہ سا منہ بنا کر ایپولیت کے ہاتھ پر ہاتھ مارا، مطلب یہ کہ معذرت قبول کی۔

''میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا،، اس نے گول مول احترام کے لہجے میں کہا ''کہ میں آپ کی اس عنایت کا شکرگزار ہوں جو آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا، کیونکہ بےشمار ایسے مواقع میری نظر سے گزرے ہیں کہ ہمارے لبرل حضرات، کیا مجال جو کسی دوسرے کو اپنے خیالات ظاہر کرنے کی مہلت دے دیں اور فوراً مخالف کا منہ توڑ جواب نہ دے ڈالیں، بد کلامی سے یا اس سے بھی بدتر جواب دئے بغیر وہ نہیں رہ سکتے...،،

''بالکل درست!،، جنرل ایوان فیودرووچ نے فوراً اظہار کیا۔ وہ اپنی پشت پر ہاتھ رکھ کر چہرے پر اکتاہٹ لئے ہوئے، برآمدے سے باہر نکلنے کے لئے قدم اٹھانے لگے اور پیچھے ہٹ کر بےلطفی سے جماہیاں لینے لگے۔

''اچھا، بس بہت ہو چکا برخوردار!،، فوراً بیگم جنرل نے ایوگینی پاولووچ کو ٹوکا ''تم لوگوں نے میرا ناطقہ بند کر دیا۔،،

''چلنے کا وقت ہو گیا،، فکرمندی سے اور کسی قدر اندیشے سے ایپولیت نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ ہڑبڑا کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ ''میں نے آپ صاحبان کو روکے رکھا۔ آپ کو سب کچھ بتا دینا چاہتا تھا۔ سوچا تھا... کہہ دوں سب کچھ... آخری موقع ہے... یہ بھی وہم و خیال کی بات تھی، اور کیا!،،

صاف نظر آ رہا تھا کہ رہ رہ کر وہ چونک اٹھتا ہے، تقریباً سرسامی حالت سے ذرا ذرا دیر کو، چند لمحوں کو ہوش میں آجاتا ہے، اور جب ان جھٹکوں کے درمیان عالم ہوش کا وقفہ ہو تو جو کچھ یاد آ جائے، وہ کہہ گزرتا ہے، بیشتر بےربط ٹکڑوں میں وہ باتیں زبان پر آجاتی ہیں جو شاید بیماری کی حالت میں، بستر پر، تن تنہا کئی کئی گھنٹے بےخواب پڑے پڑے کبھی سوچی تھیں، حافظے میں سینت کر رکھی تھیں۔

''اچھا، اب رخصت!،، وہ ایک دم جھٹکے سے بولا۔ ''آپ نے سمجھا ہوگا کہ اچھا، رخصت کہنا میرے لئے آسان ہے؟ ہا، ہا!،، وہ خود اپنے اس بےتکے سوال پر پھیکی ہنسی ہنس دیا، جیسے کھسیا گیا ہو اس بات پر کہ جو کہنا تھا وہ کہا نہیں جا رہا ہے، آخر اونچی آواز میں جھنجھلا کر پکارا ''سرکار عالی جاہ، آپ کو دعوت دینے کا شرف حاصل کرتا ہوں کہ اگر بار خاطر نہ ہو تو آپ میرے

جنازے پر تشریف لانے کی زحمت فرمائیں اور... آپ سب خواتین و حضرات جنرل صاحب کے ساتھ ساتھ!..،،

وہ پھر ہنس دیا۔ مگر یہ ایک دیوانے کی ہنسی تھی۔ لیزاویتا پروکوفیونا گھبرا کر اس کی طرف بڑھیں اور انھوں نے لڑکے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ انھیں ٹکٹکی باندھے دیکھے گیا اسی ہنسی کے ساتھ۔ لیکن اب ہنسی میں حرکت نہیں تھی، مردنی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اس کے چہرے پر جم گئی تھی۔

''آپ کو معلوم ہے، میں یہاں کیوں آیا؟ میں اس لئے آیا کہ درختوں کا نظارہ کروں۔ یہ دیکھئے... (اس نے پارک کے درختوں کی طرف اشارہ کیا) ہے نا مذاق کی بات؟ کیوں؟ اس میں بھلا مذاق کی کونسی بات ہے؟،، اس نے سنجیدگی کے ساتھ لیزاویتا پروکوفیونا سے سوال کیا اور خود آپ سے آپ سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر کوئی لمحہ بھر بعد سر اٹھایا اور مجمع میں نظر گھما گھما کر کسی کو تلاش کرنے لگا۔ پھر ایوگینی پاولووچ پر نظر ٹھیری جو داہنے ہاتھ بالکل نزدیک وہیں پہلے کی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ مگر ایپولایت اس کی موجودگی سے غافل ہوکر اسی کو چاروں طرف تلاش کر رہا تھا۔ ''آپ گئے نہیں!،، آخر ایوگینی اسے مل گیا۔ ''آپ ابھی اس پر ہنس رہے تھے نا کہ کھڑکی میں سے پندرہ منٹ تقریر کرنا چاہتا تھا۔ معلوم ہے آپ کو، میں ابھی اٹھارہ برس کا نہیں ہوا ہوں: تکیے پر سر دھرے دھرے اتنا زمانہ گزار دیا میں نے، اس کھڑکی میں سے اتنا دیکھا، اتنا سوچا، سب کے، لوگوں کے بارے میں کہ... وہ جو کہتے ہیں نا... مردے کی عمر نہیں ہوا کرتی۔ خبر ہے آپ کو ابھی پچھلے ہفتے، جب رات کو میری نیند اچٹ گئی تھی، میں نے یہ سوچا۔ آپ کو معلوم ہے کس بات سے آپ کو سب سے زیادہ ڈر لگتا ہے؟ سب سے زیادہ آپ ڈرتے ہیں ہمارے خلوص سے، اگرچہ خود ہمیں ذلیل سمجھتے ہیں۔ تبھی اس رات تکیے پر سر رکھے ہوئے میں نے سوچا تھا... آپ کو خیال گزرا بیگم صاحبہ لیزاویتا پروکوفیونا کہ تھوڑی دیر پہلے میں آپ پر ہنسنےوالا تھا۔ ہرگز نہیں، آپ پر نہیں۔ میں تو آپ کی صرف تعریف کرنا چاہتا تھا... کولیا نے مجھے بتایا کہ پرنس آپ کو

بالکل بچی کہتے ہیں... واہ وا، خوب! ارے، کہاں بہک گیا... کوئی اور بات کہنی تھی...''

اس نے ہاتھوں سے منہ ڈھانپ لیا اور سوچنے لگا۔

''ہاں یاد آیا۔ ابھی جب آپ نے رخصت ہونا چاہا تو فوراً مجھے خیال آیا: یہ ہیں لوگ، انہیں آج دیکھ لو، پھر نہ دیکھوگے۔ کبھی نہیں! درختوں کو بھی نہیں۔ بس اینٹوں کی ایک دیوار ہوگی، لال، سیٹروالی بلڈنگ کی... میری کھڑکی کے سامنے... جو کہنا ہے، سب کہہ لو۔ ہر بات... کوشش تو کرو کہنے کی۔ یہ رہی حسینہ... تم خود تو مردہ ہو، ایک مردے کی طرح تعارف کراؤ اپنا۔ کہہ دو اس سے 'مردے کو جائز ہے، جو چاہے کہہ دے'... اسے کوئی بھوت نہیں چمٹے گا۔ ہا، ہا!.. ارے آپ لوگ ہنستے بھی نہیں؟'' اس نے نظر گھما کر بے اعتباری سے سب کو دیکھا۔ ''آپ لوگ جانتے ہیں، تکیے پر سر رکھے رکھے مجھے کیا کیا نہیں سوجھتی! مجھے یہ بھی خیال آیا کہ نیچر کس قدر مذاق اڑاتا ہے۔ ابھی آپ نے کہا کہ میں نیچری یا دہریہ ہوں۔ اور معلوم ہے آپ کو، یہ نیچر... آپ پھر ہنس پڑے، کیوں؟ بلا کے بےرحم لوگ ہیں آپ!'' سب پر نظر ڈالتے ہوئے وہ یکایک آزردہ ہوکر تحقیر کے ساتھ بولا۔ ''میں نے کولیا کو نہیں بگاڑا،'' اس نے قطعی مختلف لہجے میں سنجیدگی اور یقین کے ساتھ اپنی بات یوں اچانک تمام کی گویا اتفاقاً یاد آ گئی ہو۔

''کوئی بھی تو، کوئی بھی نہیں ہنس رہا ہے تم پر، خاطرجمع رکھو!'' بیگم لیزاویتا نے دکھے ہوئے دل سے اطمینان دلایا۔ ''کل نیا ڈاکٹر آئےگا۔ پہلےوالے نے غلطی کی ہوگی۔ بیٹھ جاؤ، کھڑے نہ رہو۔ بکے جا رہے ہو... ہائے، اس لڑکے کا اب کیا کیا جائے!'' بیگم صاحبہ فکر میں گھلی جا رہی تھیں، اسے انہوں نے آرام کرسی میں بٹھا دیا۔ ان کے گال پر آنسو کی بوند ٹمٹمائی۔

اپپولیت سکتے میں رہ گیا۔ ہاتھ اٹھایا، ڈرتے ڈرتے بڑھایا، آنسو کی بوند کو چھوا اور بچوں کی طرح کھلکھلا کر ہنس دیا۔

''میں آپ سے...'' وہ مزے میں آ کر بولتا گیا ''آپ کو نہیں معلوم، میں آپ سے... آپ کے بارے میں وہ ایسے لطف لےلے کر سنایا کرتا ہے کولیا کہ کیا کہوں... مجھے اس کا ترنگ میں آ کر

بولنا بہت پسند ہے... میں نے اسے ہرگز نہیں بگاڑا! وہی تو ایک دوست رہا ہے میرا... میں تو سبھی کو اپنانا چاہتا تھا، سب کو، مگر کوئی ہو دوست تبھی تو، کوئی ہٹی نہیں۔ کوئی نہیں جس کا آخر تک ساتھ رہے... میں عملی سرگرمی میں پڑنا چاہتا تھا، مجھے حق تھا... کیا کیا ارمان تھے کہ دل میں رہ گئے! اب کوئی ارمان نہیں ہے۔ اب تو میں کچھ بھی چاہنا نہیں چاہتا۔ اپنے آپ سے عہد کر لیا ہے کہ کوئی آرزو کروں گا ہی نہیں۔ میرے بغیر ہی، اب یہ لوگ میرے بغیر ہی حق و صداقت کی تلاش کرتے رہیں۔ واقعی نیچر بھی کیا مذاق اڑاتا ہے! آخر کیوں...،، وہ کہتے کہتے جوش میں آ گیا ’’آخر کیوں بہتر سے بہتر ہستیاں وجود میں لائی جاتی ہیں اس لئے کہ بعد میں ان کا مذاق اڑایا جائے؟ قدرت کا ہی تو کرشمہ ہے کہ ایسا واحد انسان جسے پورے روئے زمین پر کمال کا نمونہ شمار کیا جائے، قدرت کا ہاتھ ہے نا اس میں کہ ایسی ہستی کو لوگوں کے سامنے لایا گیا اور اس کے منہ سے ایسی باتیں کہلوائی گئیں جن کے سبب خون کی ندیاں بہہ گئیں، اتنا خون بہا کہ اگر کہیں ایک دفعہ میں بہہ جاتا تو لوگ اس میں ڈوب جاتے یقیناً! اچھا ہے کہ میں مر رہا ہوں۔ ورنہ میرے منہ سے بھی کوئی ایسی ہولناک بکواس نکل جاتی جو قدرت نے مجھے مقدر کی تھی... میں نے کسی کو بھی راہ سے بے راہ نہیں کیا... میں تو سبھی لوگوں کی خوشی کی خاطر جینا چاہتا تھا، میں تو حق و صداقت کو بےپردہ کرنے اور پھیلانے کے لئے جینے کا آرزومند تھا... میں اپنی کھڑکی سے جھانک کر میٹیروالی بلڈنگ کی دیوار کو دیکھتا اور سوچا کرتا، بس، پاؤ گھنٹہ زبان کھولوں، اور سب کے، سبھی لوگوں کو منوا دوں... مگر زندگی میں یہی ایک موقع ملا، سب لوگوں سے نہیں، آپ لوگوں سے سہی! نتیجہ کیا؟ کچھ بھی نہیں! نتیجہ یہ کہ آپ کی نظر میں خود کو گرا لیا! مطلب یہ کہ کوئی ضرورت نہیں! مطلب یہ کہ احمق، الٹی کھوپڑی، مطلب یہ کہ چلنے کا وقت ہوا! اپنی کوئی اچھی یاد بھی نہ چھوڑی اور چلے! نہ کوئی آواز، نہ نشانی، نہ عمل، نہ کوئی عقیدہ یا ایمان پھیلایا اور وقت ختم!.. آپ اس احمق پر ہنسئے نہیں! بھول جائیے! سب کچھ دل سے محو کر دیجئے... بڑی

عنایت ہوگی کہ آپ سنگدلی نہ برتیں۔ آپ کو معلوم ہے، اگر یہ تپ دق مجھے نہ کھا جاتی تو میں خود اپنی جان لے لیتا...،،
شاید وہ اور بہت کچھ کہتا، مگر کہہ نہ پایا، آرام کرسی میں ڈھے گیا، ہاتھوں سے منہ ڈھانپ لیا اور رونے لگا، بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔

''بولو، اب اس کا کیا کریں؟،، بیگم لیزاویتا بےاختیار پکاریں، اس کی طرف جھپٹیں، اس کا سر تھام کر زور سے اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ روتے میں اس کا سارا بدن لرز رہا تھا۔ وہ اسے دلاسا دینے لگیں ''بس، بس، اور نہیں! روؤ نہیں۔ بہت ہو چکا۔ تم اچھے لڑکے ہو۔ خدا تمھیں معاف کرے گا، تمھاری گستاخیوں کو۔ بہت رولیے۔ ہمت سے کام لو... نہیں تو بعد میں شرماؤ گے...،،

''میرے وہ...،، اپپولیت نے بدقت تمام اپنا سر اٹھاتے ہوئے کہا ''میرے بھائی بہن ہیں... بچے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچارے، معصوم بچے... وہ عورت انھیں بگاڑ دے گی! آپ ایک پاکیزہ ہستی ہیں... آپ خود بچوں جیسی ہیں۔ آپ انھیں بچا لیجئے! اس سے چھین لیجئے! وہ عورت... شرم کی بات! ان کی مدد کیجئے! مدد کیجئے، خدا آپ کو ایک کا سو صلہ دے گا۔ خدا کا واسطہ، حضرت مسیح کا واسطہ!،،

''آخر بتائیے نا جنرل صاحب، کیا کروں اب؟،، بیگم نے نہایت بےبسی سے شوہر کی دھائی دی۔ ''مجھ پر احسان کیجئے، یہ چپ کا روزہ توڑیے اور بتائیے کیا کروں! آپ اب بھی کچھ نہ بولے تو خوب جان لیجئے، میں خود یہیں ٹھیر جاؤں گی صبح تک کے لئے۔ آپ کی من مانی حکمرانی بہت سہہ چکی ہوں اب تک!،،

لیزاویتا پروکوفیونا جوش و اصرار سے، غم و غصہ سے اپنے سوال کا فوری جواب طلب کر رہی تھیں۔ ایسے موقعوں پر زیادہ‌تر حاضرین، اگر بہت سے ہوں، تب بھی سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کرتے ہیں، ہاتھ پر ہاتھ دھرے تجسس سے دیکھتے رہتے ہیں، اپنے سر کوئی بار نہیں لیتے اور وقت گزر جانے کے بہت بعد کہیں اپنے خیال ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں فی الحال حاضرین میں ایسے لوگ تھے جو رات بھر یہیں بیٹھ کر گزارنے پر آمادہ ہو جاتے اور ایک حرف زبان پر نہ لاتے، مثلاً گانیا اور کولیا کی بہن وارورا جس

نے یہ پوری شام اوروں سے ذرا ہٹ کر ایک طرف خاموش بیٹھے بیٹھے گزار دی۔ تمام وقت وہ بڑے شوق سے اوروں کی باتیں سنتی رہی۔ ممکن ہے اس خاموشی اور اشتیاق کی اپنی کوئی وجہیں ہوں اس کے پاس۔

''میری رائے تو یہ ہے، میری عزیز،، جنرل نے بالآخر زبان کھولی ''کہ یہاں فی الحال ضرورت ہے، یوں کہئے کہ تیماردار کی، ہمارے پیچ و تاب کھانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ کوئی قابل اعتماد، چوکس آدمی یہاں رات بھر بیٹھے۔ بہر حال پرنس سے مشورہ کرنا چاہئے... اسے آرام درکار ہے، آرام لینے دیجئے! کل پھر دیکھیں، کیا ہو سکتا ہے۔،،

''اب رات کے بارہ بجے ہیں۔ ہم لوگ چلتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ جائےگا یا آپ کے پاس ٹھیرےگا؟،، داکترینکو نے چڑکر، منہ بناکر پرنس سے دریافت کیا۔

''آپ چاہیں تو آپ بھی یہیں ٹھیر جائیے، گنجائش نکل آئےگی،، پرنس نے جواب دیا۔

''سرکار عالی جاہ!،، مسٹر کیلر ایک دم جوش میں آ کر جنرل کی طرف لپکا ''اگر رات بھر کی تیمارداری کےلئے اطمینان کا آدمی درکار ہو تو میں اپنے دوست کی خاطر یہ قربانی دینے کو تیار ہوں۔ ایسا پیارا آدمی ہے یہ! بہت زمانے سے میں اسے عظیم شخص شمار کرتا ہوں حضوروالا۔ میں یقیناً تعلیم میں کچا رہ گیا، لیکن اگر وہ نکتہ‌چینی کرتا ہے تو منہ سے موتی جھڑتے ہیں سرکار عالی جاہ!..،،

جنرل نے بگڑ کر منہ پھیر لیا۔

''مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر وہ یہیں ٹھیر جائے، کیونکہ اس کےلئے اب سفر دشوار ہے،، پرنس نے بیگم صاحبہ کے جلے کٹے سوالوں کا ایک جملے میں جواب دے دیا۔

''کیا ہوا؟ نیند میں ہو کیا؟ تم نہیں چاہتے تو میں اسے اپنے گھر لئے جاتی ہوں۔ افوہ، خدایا۔ تو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا دشوار ہو رہا ہے! ہاں، کافی بیمار ہو، کیا بات؟،،

جب لیزاویتا پروکوفیونا نے یہاں آ کر پرنس کو بستر مرگ پر نہ پایا اور ظاہرا بھلاچنگا دیکھا تو وہ اس کی صحت کی

قابل اطمینان صورت حال کو بڑھا چڑھا کر سمجھیں - مگر ایک تو
پرنس کا تبھی بیماری سے اٹھنا، پھر وہ اذیت ناک یادیں، جو اس
مرض کے ساتھ لگی ہوئی تھیں، ہاتھ پاؤں پھلا دینےوالی اس شام
کی تھکن، ''پاولی‌شیف کے بیٹے،، کا ماجرا اور اب یہ ایپولیت‌والا
واقعہ ــ ان سب نے پرنس کی بیمار حسیت کو اس قدر جھنجھوڑ
ڈالا کہ واقعی اس پر سرسامی کیفیت طاری ہو چلی تھی - اس کے
علاوہ آنکھوں میں اب ایک اور فکرمندی بھی جھلکنے لگی، فکرمندی
کیا، پوری تشویش - وہ ایپولیت کو ایسے خوف سے دیکھ رہا تھا
گویا اس کی طرف سے کسی اور بات کا دھڑکا لگا ہوا ہو -

اتنے میں ایپولیت اٹھا، چہرے پر بلا کی زردی چھائی تھی،
بیزاری کی حد تک اپنی بگڑی ہوئی شکل پر خوفناک شرم کے آثار
طاری تھے - یہ ساری کیفیت خاص کر اس کی آنکھوں سے جھلک
رہی تھی جو نفرت اور خوف کی ملی جلی نظروں سے تمام حاضرین
کو دیکھ رہی تھیں اور کانپتے ہوئے ہونٹوں پر بےخیالی کی، ترچھی
اور تلخ مسکراہٹ جمی ہوئی تھی - اس نے فوراً آنکھیں جھکائیں
اور لڑکھڑاتا ہوا چلا، اب بھی ویسے ہی ہنسے جا رہا تھا -
بردوفسکی اور داکترینکو کی طرف بڑھا جو برآمدے سے باھر اترنے کی
جگہ کھڑے تھے - انھی کے ساتھ وہ بھی روانہ ہو گیا -

''لو، اسی کا اندیشہ تھا مجھے!،، پرنس کی زبان سے بے اختیار
نکلا - ''یہی ہونا باقی تھا!،،

سنتے ہی ایپولیت ایک دم اس کی طرف پلٹا - اس پر طیش
کے مارے جنون سوار تھا، چہرے کی ایک ایک نس پھڑک رہی تھی،
پورا چہرہ بول رہا تھا -

''تو آپ کو اسی کا اندیشہ تھا؟ 'یہی ہونا باقی تھا، آپ
کے خیال میں؟ معلوم ہے، یہاں اگر کوئی ہے ایسا جس کی صورت
سے نفرت ہو، تو،، بھرائی ہوئی چیخ جیسی آواز میں، منہ سے جھاگ
اڑاتے ہوئے بولا ''(ویسے مجھے آپ سبھی سے، سب سے نفرت ہے!)
تو بس، آپ ہیں وہ، آپ کی صورت سے، یسوعی، پاک پاکیزہ روح،
ایڈیٹ، لکھپتی داتا، دنیا میں سب سے زیادہ نفرت آپ سے کرتا ہوں!
بہت دن پہلے میں آپ کو سمجھ گیا تھا، تبھی سے نفرت ہو گئی -
جب آپ کے بارے میں سنا، جتنی نفرت ہو سکتی تھی دل میں، سب

آپ پر انڈیل دی... یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے! یہ آپ ہی کے کرتوت ہیں کہ میں ٹوٹنے کی نوبت کو پہنچ گیا! مرتے ہوئے آدمی کو شرم و ذلت تک پہنچا دیا، آپ، صرف آپ، آپ ہی قصوروار ہیں میری اس تباہحالی کے! اگر زندہ بچتا تو آپ کو جان سے مار ڈالتا! مجھے آپ کی مہربانی نہیں چاہئے، کسی کی عنایت درکار نہیں — کان کھول کے سن لیجئے، کسی سے کچھ نہیں چاہئے! میرے دماغ کو گرمی چڑھی ہوئی تھی، اس پر بغلیں مت بجانا!.. آپ پر، آپ سب پر میں لعنت بھیجتا ہوں!،،

یہ کہتے ہی اس کا سانس جواب دے گیا۔

''اپنے آنسو بہانے کی شرم مارے ڈال رہی ہے اسے،، لیبیدیف نے لیزاویتا پروکوفیونا سے سرگوشی کی۔ ''یہی ہونا باقی تھا!' واہ رے پرنس، اس کی روح میں جھانک کر دیکھ لیا۔،،

مگر بیگم لیزاویتا نے ایک نگاہ سے بھی اسے جواب کے قابل نہ سمجھا۔ وہ سیدھی تنی ہوئی، گردن اکڑائے ان ''سردکوں،، کو حقارت اور کرید کے ساتھ دیکھتی رہیں۔ اپپولیت نے کہنا بند کیا تو جنرل نے شانے جھٹک دئے۔ بیگم صاحبہ نے شوہر کو سر سے پاؤں تک گرم نگاہ سے دیکھا گویا ان کی اس حرکت پر جواب طلب کر رہی ہیں اور فوراً پرنس کی طرف رخ کیا۔

''شکریہ آپ کا، پرنس، ہمارے گھرانے کے سنکی دوست، شکریہ۔ اس خوشگوار شام کا شکریہ جو آپ کی بدولت ہمیں نصیب ہوئی۔ میں جانوں، اب آپ کا دل ٹھنڈا ہوا ہوگا کہ اپنی اس حماقت کی کھلواڑ میں ہمیں بھی الجھانے میں آپ کامیاب ہو گئے... بس، کافی ہے۔ ہمارے عزیز، شکریہ کہ اس بہانے ہمیں ایک موقع تو ملا آپ کو خوب دیکھ بھال لینے کا!..،،

بیگم لیزاویتا باہر نکلنے کےلئے غصے سے اپنے کپڑے درست کرنے لگیں، اور یہ بھی انتظار تھا کہ ''وہ لوگ،، کب نکل کر جاتے ہیں۔ ''ان لوگوں،، کےلئے اتنے میں گھوڑاگاڑی آ گے آگئی جسے بلانے کےلئے داکترینکو نے لیبیدیف کے لڑکے کو پندرہ منٹ پہلے بھیج دیا تھا۔ یہ لڑکا ہائی اسکول میں پڑھتا تھا۔ جنرل نے بھی چلتے چلاتے اپنی رفیقۂ حیات کی تقلید میں دو بول کہہ ڈالے:

''واقعی، پرنس صاحب، مجھے تو اس کا گمان تک نہ تھا...

ان تمام، ہمارے برادرانہ تعلقات کے بعد اور یہ، اور پھر آخر، لیزاویتا بیگم...،،

''افوہ، پاپا، آپ بھی غضب کرتے ہیں!،، ادےلائیدا چیخ پڑی اور لپک کر پرنس کی طرف بڑھی اور اپنا رخصتی ہاتھ بڑھا دیا۔

پرنس نے اپنے ہونق چہرے پر تبسم لا کر ادےلائیدا کو جواب دیا۔ عین اسی لمحے کان بجے، گویا پھرتی سے کسی نے سرگوشی میں اس کے کان میں چنگاری ڈال دی۔

''اگر آپ نے ان رذیلوں سے ابھی اسی وقت اپنا پیچھا نہ چھڑایا تو میں تمام عمر، جیتے جی آپ سے، صرف آپ سے نفرت کروں گی!،، یہ اگلایا تھی۔ طیش میں تھی اور اس سے پہلے کہ پرنس کی نظر پڑتی اس نے رخ پھیر لیا۔ وہاں تو اب پیچھا چھڑانے، نہ چھڑانے کا سوال ہی نہیں رہ گیا تھا۔ اس اثنا میں بیمار ایپولیت کو جیسے تیسے گاڑی میں بٹھا دیا گیا تھا اور گاڑی روانہ ہو چکی تھی۔

''کیا بات ہے جنرل صاحب، کیا ابھی یہ سلسلہ اور چلے گا؟ کیا خیال ہے آپ کا؟ ان خبیث چھوکروں کو کیا اور برداشت کرنا پڑے گا؟،،

''نہیں، میں تو، میری عزیز، میں بالکل تیار ہوں اور... پرنس...،،

جنرل نے نکاتے وقت اگرچہ پرنس کی طرف رخصتی ہاتھ بڑھایا، لیکن ہاتھ ملا نہ سکے، بیوی کے پیچھے لپکے جو پھبکتی فوں فاں کرتی برآمدے سے اتر گئیں۔ ادےلائیدا نے، اس کے منگیتر نے اور الیکساندرا نے خلوص سے، خوش اخلاقی کے ساتھ پرنس سے رخصت لی۔ ایوگینی پاولووچ بھی اسی طرح مل کر رخصت ہوا۔ وہی ایک آدمی بڑے مزے میں تھا۔

''میں نے جو کہا تھا آخر وہی نکلا! اتنا افسوس ضرور ہے کہ آپ بچارے اس مصیبت میں پڑے،، نہایت دلکش تبسم کے ساتھ اس نے زیرلب کہا۔

اگلایا رسماً رخصت ہوئے بغیر ہی چل دی۔

مگر اس شام کی واردات ابھی تمام نہیں ہوئی۔ لیزاویتا پروکوفیونا کو ابھی ایک اور خلاف توقع ملاقات درپیش تھی۔

ابھی انھوں نے زینے سے اتر کر (پارک کے پاس سے گزرنے والی) سڑک پر قدم رکھا بھی نہ تھا کہ اتنے میں دو سفید گھوڑوں کی چمچماتی فٹن پرنس کی قیامگاہ کے سامنے سے دندناتی ہوئی گزری، جس میں دو نہایت شاندار رئیس زادیاں سوار تھیں۔ کوئی دس قدم آگے بڑھ کر فٹن ایک دم رک گئی۔ دونوں سواریوں میں سے ایک نے جلدی سے مڑکر دیکھا گویا جان پہچان کی کوئی ایسی شخصیت نظر آ گئی جس سے ملاقات ضروری تھی۔

''ایوگینی پاولووچ، ارے تم؟،، ایک کھنکتی ہوئی پیاری سی آواز نے پکارا جسے سن کر پرنس کے بدن میں لہر دوڑ گئی۔ پرنس کے علاوہ شاید کسی اور کو بھی جھرجھری آئی۔ ''ہائے، کیا خوشی ہو رہی ہے کہ آخر تمھیں ڈھونڈھ نکالا! میں نے تو تمھاری تلاش میں دو دو آدمی شہر دوڑائے ہیں۔ دن بھر تمھاری ڈھنڈائی ہوتی رہی!،،

ایوگینی پاولووچ زینے کی اسی سیڑھی پر ایسے کھڑا رہ گیا جیسے اس پر بجلی گری ہو۔ لیزاویتا پروکوفیونا بھی وہیں کی وہیں رہ گئیں، مگر ایوگینی کی طرح بدحواسی یا ہیبت کے مارے نہیں، بلکہ وہ اس بے دھڑک اجنبی کو اسی جلالی شان سے، روکھے پن اور تحقیر سے تک رہی تھیں جیسے پانچ منٹ پہلے ان ''مردکوں،، کو دیکھ چکی تھیں۔ فوراً انھوں نے منہ موڑا اور ایوگینی پاولووچ کو غور سے دیکھا۔

''تازہ خبر!،، اسی کھنکتی آواز نے کہا۔ ''کوپفیر کے پرامیسری نوٹ کا ڈر دل سے نکال دو۔ میں نے راضی کر لیا ہے، رگوژین نے تیس میں وہ خرید لئے۔ اب تین مہینے کی بےفکری ہو گئی تمھیں۔ رہا وہ بسکوپ اور چھوٹے موٹے واجبات کا، تو وہ بھی غالباً جان پہچان والوں کے ذریعے نمٹ جائیں گے۔ تو گویا، بےفکری ہو گئی۔ سارے معاملے خیریت سے ٹھکانے لگ گئے۔ خوش رہو۔ کل ملیں گے!،،

فٹن حرکت میں آئی اور دیکھتے دیکھتے ہوا ہو گئی۔

''اس کی عقل میں فتور ہے شاید!،، ایوگینی بالآخر بولا۔ غصے میں اس کا منہ لال ہو گیا تھا اور بڑبڑا کر وہ چاروں طرف

دیکھ رہا تھا۔ ''معلوم نہیں، یہ تھی کون، اس نے کہا کیا؟ کیسے پرامیسری نوٹ! میں نے اسے پہچانا تک نہیں!،،

لیزاویتا پروکوفیونا اور کوئی دو سیکنڈ اس کی صورت تکتی رہیں۔ پھر ایک دم پورے گھماؤ سے وہ اپنے داچہ کی طرف چل پڑیں اور ان کے پیچھے پورا قافلہ۔ ٹھیک منٹ بھر بعد ایوگینی پاولووچ الٹے قدموں اسی برآمدے پر واپس آیا۔ وہ نہایت اضطراب کے عالم میں تھا۔

''پرنس، سچ بتائیے، اس کا کیا مطلب ہوا؟ آپ کچھ سمجھے؟،،

''میں کچھ نہیں جانتا،، پرنس نے جواب دیا۔ وہ خود مریضانہ تناؤ میں مبتلا ہو چکا تھا۔

''نہیں؟،،

''نہیں!،،

''میری بھی کچھ سمجھ میں نہیں آیا،، ایوگینی مسکرا دیا۔ ''خدا کی قسم، نہ میں نے کسی پرامیسری نوٹ پر دستخط کئے، نہ کچھ مطلب واسطہ۔ یقین کیجئے گا!.. مگر یہ آپ کو کیا ہو رہا ہے، بےہوشی کا حملہ ہے کیا؟،،

''نہیں، نہیں، کچھ نہیں۔ میری بات مانئے، کچھ نہیں!..،،

۱۱

کہیں تیسرے دن جنرل یپان‌چین‌والوں کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اگرچہ پرنس حسب معمول خود کو ہی بڑی حد تک مورد الزام قرار دیتا رہا اور خلوص دل سے اپنے کئے کی سزا کا منتظر تھا، پھر بھی شروع سے اس کا دل کہے جا رہا تھا کہ لیزاویتا پروکوفیونا ہرگز اس سے خفا نہیں ہو سکتی ہیں، اگر خفگی ظاہر ہوئی تو وہ بیشتر اپنے اوپر ہی تھی۔ لیکن جب اس عداوت نے اتنا طول پکڑلیا تو تیسرے دن دل ڈوبنے لگا۔ افسردگی کے اور بھی کئی سبب تھے مگر ایک سب سے مقدم تھا۔ تین دن تک برابر شک و شبہ کی کھرونچ بڑھتی اور گہری ہوتی گئی تھی۔ (ادھر کچھ عرصے سے پرنس خود کو قصوروار سمجھتا کہ اس کا ذہن دو انتہاؤں

کے درمیان ڈولتا رہتا ہے: ایک تو اس کی غیرمعمولی اور بیجا ہر ایک پر اعتبار کر لینے کی عادت اور اسی کے ساتھ بجھے ہوئے دل سے، بلکہ نیچ پن کی حد تک اوروں پر شبہ کرتے رہنا۔) مختصر یہ کہ تیسرے دن کے تمام ہوتے ہوتے پرنس کے دماغ میں اس بہنگم عورت کے تصور نے، جو اپنی فٹن پر سے ایوگینی کو کچھ کہہ کر گزر گئی تھی ہولناک معمے کی صورت اختیار کر لی۔ معاملے کے اور پہلوؤں سے قطع نظر خود اس معمے کی اصلیت پرنس کے ذہن پر ایک افسوسناک سوال کے طور پر کچوکے دے رہی تھی: آیا اس نئے ''آسیب،، کی ذمہ‌داری خود اس پر آتی ہے یا پھر یوں ہے کہ صرف... مگر وہ آگے نہ سوچ سکا کہ اور کون ہو سکتا ہے۔ جہاں تک حروف ن، ف، ب کا تعلق ہے تو اس کی نظر میں وہ صرف ایک معصومانہ شرارت تھی، محض بچکانہ چٹکی لینے کے سوا اس میں کچھ نہیں دھرا تھا اور اس پر دماغ کھپانا خواہ مخواہ کلسنے کے علاوہ ایک لحاظ سے گری ہوئی بات بھی تھی۔

البتہ یہ ہوا کہ اس اوٹ پٹانگ ''شام،، کے دوسرے دن جس کی گڑبڑ کا وہ خود ہی ''اصل سبب،، تھا، صبح کے وقت پرنس ش۔ اپنی منگیتر ادے‌لائیدا کے ساتھ پرنس سے ملنے آ گیا اور پرنس کو ان کے خیرمقدم کی راحت نصیب ہوئی۔ وہ دونوں بقول خود ''خاص اس لئے آئے تھے کہ پرنس کی خیریت دریافت کرتے چلیں،،۔ ٹہلنے نکلے تو ادے‌لائیدا کو پارک میں ایک عظیم الشان پرانا درخت نظر آ گیا جس کی لمبی لمبی، البیٹیں پڑی ہوئی شاخیں سبز پتیاں نکال رہی تھیں اور جس کا تنا کھوکھلا اور شگاف‌دار تھا۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ چاہے کچھ ہو، اس درخت کی تصویر ضرور بنائی جائے گی۔ یہ دونوں آدھ گھنٹے ٹھیرے اور اس درخت کے سوا ادے‌لائیدا نے اور کوئی بات کی ہی نہیں۔ پرنس ش۔ اچھے دوستانہ اخلاق سے پیش آیا۔ باتوں میں ذکر نکلا تو پچھلے دنوں کی باتیں پوچھنے لگا، پہلی ملاقات کے قصے چلے — اور ایسے چلے کہ گزشتہ رات کی بات زبان پر تقریباً آئی ہی نہیں۔ آخر ادے‌لائیدا سے نہ رہا گیا اور اس نے ہنس کر قبول دیا کہ وہ لوگ چپکے سے کھسک آئے ہیں۔ وہ تو صرف اتنا ہی اقرار کر کے رہ گئے۔ لیکن اس چپکے سے کھسکنے میں بات کا یہ پہلو نکلتا تھا کہ اس کے

والدین یعنی خاص کر لیزاویتا پروکوفیونا نے ابھی تک غصہ تھوکا نہیں، لیکن نہ تو ان کا نام زبان پر آیا، نہ اگلایا کا، نہ جنرل صاحب کے متعلق ادےلائیدا اور پرنس ش۔ نے اس ملاقات میں کوئی لفظ کہا۔ جب وہ پھر سیر کے لئے اٹھنے لگے تو دونوں مہمانوں میں سے کسی نے پرنس کو ساتھ چلنے تک کی دعوت نہ دی۔ منہ چھوانے کو بھی اپنے یہاں کا بلاوا نہ دیا۔ اس سلسلے میں ادےلائیدا کی زبان پر اتفاق سے ایک ایسا جملہ آگیا جو اس کے کردار میں معنی خیز تھا: اس نے اپنی ایک واٹر کلر تصویر کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ تمنا ظاہر کی کہ پرنس کو خصوصیت سے دکھانا چاہتی ہے۔ ''کیا انتظام کیا جائے کہ جلدی سے وہ تصویر دکھا دوں؟ ٹھیریے، یوں کرتے ہیں کہ یا تو میں آج ہی، اگر کولیا آنکلا تو اس کے ہاتھ بھجوا دوں‌گی، یا پھر کل، جب ہم اور پرنس ٹہلنے نکلیں گے تو میں خود لیتی آؤں‌گی۔،، آخر اتنا کہہ کر اس نے اپنا جی ٹھنڈا کرلیا کہ ایک مخمصے سے نکل آئی اور اس ہوشیاری سے جو کسی کو ناگوار بھی نہ گزرے، بات جتا کر مشکل کا حل نکال لیا۔

آخر میں چلتے چلاتے پرنس ش۔ کو گویا اچانک کوئی بات یاد آگئی:

''ہاں، وہ دیکھئے!،، اس نے پوچھا ''آپ کو کچھ خبر ہے، شاید معلوم ہو، کون تھی وہ ہستی، وہ جس نے کل رات اپنی گھوڑا گاڑی میں سے ایوگینی پاولووچ کو پکارا تھا؟،،

''وہ نستاسیا فلی‌پوونا تھی،، پرنس نے کہا ''آپ نے کیا نہیں پہچانا کہ یہ وہی تھی؟ اس کے ساتھ کون تھی، یہ نہیں معلوم۔،،

''جانتا ہوں، سن چکا ہوں!،، پرنس ش۔ نے تائید کی۔ ''مگر یوں آواز دینے کا کیا مطلب؟ ایسا معمہ ہے، میرے لئے بھی ایک پہیلی اور دوسروں کے لئے بھی۔،،

پرنس ش۔ یہ کہتے وقت بےانتہا حیرت‌زدہ نظر آرہا تھا۔

''وہ ایوگینی صاحب کے کسی ہنڈی یا پرامیسری نوٹوں کے بارے میں کہہ رہی تھی،، پرنس نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ ''یعنی وہ نوٹ جو اس عورت کے کہنے سے کسی ساہوکار سے

رگوژین کے ہاتھ لگے ہیں اور رگوژین وصولیابی کی جلدی نہیں مچائے گا۔ ،،

''میرے عزیز پرنس صاحب، میں نے بھی سنا، یہ تو سنا۔ مگر ایسا ہو نہیں سکتا! مسٹر ایوگینی کے ہاتھ کے پرامیسری نوٹ بھلا کیسے ہو سکتے ہیں! ایسے صاحب حیثیت آدمی کے... البتہ یہ صحیح ہے کہ جھونک میں آکر وہ پہلے کہیں لین‌دین کے معاملے میں پھنس چکے ہیں۔ خود میں نے ہی انہیں چھڑایا تھا... مگر ایسے صاحب حیثیت آدمی سے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی ساہوکار کو پرامیسری نوٹ لکھ دیں اور اس الجھن میں پڑتے پھریں۔ نہیں۔ اور پھر نستاسیا جیسی خاتون سے ان کے مراسم 'تو، اور 'تم، تک پہنچیں، اصل بات تو سوچنے کی یہ ہے! وہ قسم کھا کے کہتے تھے کہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ان کے کہنے پر مجھے پورا یقین ہے۔ مگر جناب پرنس، آپ سے صرف اتنا دریافت کرنا تھا کہ اس کی کچھ سن گن ملی ہو آپ کو تو؟ مطلب یہ کہ اتفاق وقت سے آپ کے کان میں بھنک پڑی ہو اس طرح کی؟،،

''جی نہیں، مجھے کچھ نہیں معلوم۔ یقین کیجئے کہ اس معاملے سے میرا کوئی سروکار نہیں رہا۔ ،،

''اوہ، آپ بھی، پرنس، کیا آدمی ہیں! آج تو پہچانے نہیں جارہے۔ بھلا میں نے کب کہا کہ آپ اس طرح کے معاملے میں شامل ہیں؟ ہاں، سچ، آپ آج موڈ میں نہیں ہیں۔ ،،

اس نے پرنس میشکن کو گلے لگایا، پیار کیا۔

''یہ آپ نے 'اس طرح کا، معاملہ کیوں کہا؟ مجھے تو 'اس طرح کا، کوئی معاملہ نظر نہیں آتا۔ ،،

''بے‌شک اس ہستی کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایوگینی صاحب کو کسی ترکیب سے، ایک نہ ایک معاملے میں اٹکا دے اور دیکھنے‌والوں کی نظر میں ایسی صفات ان سے منسوب کردے جن سے وہ بالکل پاک ہیں، جن میں وہ پڑ ہی نہیں سکتے،، پرنس ش۔ نے روکھے منہ جواب دیا۔

پرنس لیو نکولائی‌وچ الجھن میں مبتلا تھے، تاہم پرنس کو سوالیہ نظروں سے ایک ٹک دیکھتے رہے۔ پرنس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔

''تو کیا معاملہ صرف ہنڈی تک نہیں ہے؟ کل جو لفظ اس کی زبان سے نکلے، وہ صرف پرامیسری نوٹ کے بارے میں تھے نا؟،، پرنس میشکن نے آخر ذرا بےصبری سے دبی زبان میں کہا۔

''میں تو پھر کہہ رہا ہوں، آپ خود غور فرمائیے، بھلا ایوگینی صاحب اور... اس عورت کے درمیان اور پھر رگوژین سے کیا سروکار؟ پھر کہتا ہوں کہ بڑے صاحب جائداد آدمی ہیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ اس کے علاوہ انہیں چچا کی میراث میں بھی بہت کچھ ملےگا۔ بس نستاسیا فلی‌پوونا تو...،،

پرنس ش۔ ایک دم رک گیا، غالباً اس لئے کہ وہ پرنس سے نستاسیا کے بارے میں کہنا سننا نہیں چاہتا تھا۔

''بہرحال، قیاس کہتا ہے نا کہ وہ ایوگینی صاحب سے واقف ہے؟،، اچانک پرنس لیو نکولائی‌وچ نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد سوال کرلیا۔

''ہاں — واقفیت رہی ہوگی۔ جھونک میں آجاتے ہیں! لیکن اتنا ہے کہ اگر پہچان تھی تو بہت پہلے، کہیں دو تین سال پہلے تھی۔ خود توتسکی سے بھی ان کی میل ملاقات رہی ہے۔ اب اس قسم کا کوئی پھیر پڑتا، یہ ہونے سے رہا اور وہ 'تو، یا 'تم، پر اتر آئے ہوں، یہ بھی ممکن نہیں۔ آپ کو تو خود معلوم ہے کہ نستاسیا یہاں تھی ہی نہیں۔ کہیں پتہ نہیں تھا، اب تک بہتوں کو خبر نہیں کہ وہ پھر یہاں وارد ہوگئی ہے۔ اس کی سواری ابھی بمشکل تین دن پہلے مجھے نظر آئی۔،،

''کیا زبردست سواری اور سائیس رکھے ہیں!،، ادےلائیدا بولی۔

''ہاں، واقعی زبردست۔،،

دونوں رخصت ہونے لگے تو نہایت دوستانہ، یوں کہا جائے کہ پرنس کے ساتھ نہایت برادرانہ تعلق خاطر کا احساس لئے ہوئے گئے۔

البتہ ہمارے ہیرو کے لئے ان دونوں کی یہ آمد کافی اہمیت اختیار کر گئی۔ فرض کریں کہ وہ خود بھی کل رات والے اس واقعے پر کھٹکا ہوا ضرور تھا (بلکہ پہلے سے بھی کچھ شبہ رہا ہوگا)۔ مگر ان دونوں کی آمد تک یہ طے نہیں کر سکا تھا کہ شبہ

میں اصلیت کس قدر ہے۔ اب یہ بالکل صاف ہوگیا کہ پرنس ش۔ کو رات والے واقعے کے سمجھنے میں غلط فہمی تو ہوئی لیکن وہ اصلیت کے آس پاس چکر کاٹ رہا ہے، اتنا ضرور جان گیا کہ دال میں کالا ہے۔ (اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جانتا سب کچھ ہے، معاملے کی تہ کو پہنچ چکا لیکن تجاہل برت رہا ہے، اپنی زبان سے نہیں کہنا چاہتا، اس لئے الٹے سیدھے معنی نکال رہا ہے — پرنس نے سوچا۔) یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ فی‌الحال اس کی طرف آمد کا (خصوصاً پرنس ش۔ کی آمد کا) منشا یہ تھا کہ ممکن ہے باتوں باتوں میں اصل نکتہ نکل آئے۔ اور اگر ایسا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ مجھے اس ہیراپھیری میں شریک سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ سارا معاملہ اگر یوں ہے اور واقعی اتنا اہم ہے تو غالباً اس عورت کی نیت میں فتور ہوگا۔ ضرور اس نے جی میں کچھ ٹھان رکھی ہے۔ کیا ٹھانی ہے؟ آفت! ''بھلا اب اسے من‌مانی کرنے سے کون روک سکتا ہے؟ ایک بار وہ کوئی بات جی میں ٹھان لے تو پھر کس کی مجال کہ اسے باز رکھے!،، تجربے نے پرنس پر ثابت کردیا تھا۔ ''دیوانی ہے، بالکل دیوانی!،،

مگر اس دن دوپہر ہوتے ہوتے اتنے سارے معاملات کا ہجوم ہوگیا، ان کے سوا حالات کی گتھیاں ایسی پڑیں، ایک ہی وقت میں اتنی الجھنیں پیش آ گئیں جنھیں فوراً سلجھانا لازم تھا کہ پرنس کا دل بیٹھنے لگا۔ ویرا لیبیدیف، چھوٹی بہن لیوبوف کو گود میں اٹھائے چلی آئی تو ذرا جی بہل گیا۔ وہ آئی اور دیر تک نجانے کیا ہنس ہنس کر سناتی رہی۔ اس کے پیچھے پیچھے دوسری بہن منہ کھولے آئی اور بعد میں ہائی اسکول کا چھوکرا اس کا بھائی لپکا ہوا آیا۔ زور دے دے کر بتانے لگا کہ wormwood ستارہ،، * جس کا ذکر صحیفے (Apocalypse) میں آیا ہے، زمین پر پانی کی سوت پر گرا ہے اور غیبی پیش گوئی والد بزرگوار کے بیان کے مطابق یہ نکلتی ہے

---

* مقدس صحیفے کی پیش گوئی ہے کہ افسنتین (wormwood) ستارہ قیامت سے پہلے پانی کے ایک تہائی پر گرے گا، روئے زمین کا پانی کڑوا ہو جائے گا اور لوگ پیاس کے مارے مرجائیں گے۔ (ایڈیٹر)

کہ یہ سارے یورپ میں بچھا ہوا ریلوں کا جال ہے۔ پرنس اس کے کہنے پر ایمان نہیں لایا کہ لیبیدیف نے یہ مطلب نکالا ہوگا تو بحث میں طے پایا کہ جیسے ہی موقع ملےگا خود اس کے باپ سے تصدیق کی جائےگی۔ اس کی بہن ویرا کی زبانی پرنس کو پتہ چلا کہ کیلر کل سے برابر اس کے گھر کے پھیرے لگا رہا ہے اور نجانے کب تک یہیں دھرنا دئے رہےگا کیونکہ اسے اپنی گوں کا آدمی مل گیا ہے، جنرل ایولگین سے اس کی گاڑھی چھننے لگی ہے۔ ضمناً زبان پر لاچکا ہے کہ انھی کے یہاں ٹھیرےگا صرف اس غرض سے کہ اپنی تعلیم کی کمی نئی صحبت سے پوری کرے۔ لیبیدیف کے بچے روزبروز پرنس میشکن کے دل میں جگہ کرتے جا رہے تھے۔ آج سارے دن کولیا کا ادھر گزر نہیں ہوا۔ وہ ذرا سویرے پیترسبورگ کی طرف نکل گیا تھا (لیبیدیف بھی اپنے کسی چھوٹے موٹے کام سے باہر گیا ہوا تھا)۔ لیکن پرنس کو گاوریلا اردالیونچ کا بےچینی سے انتظار تھا جسے آج ہی ملاقات کےلئے آنا تھا۔

تیسرے پہر کے چھ بج چکے تھے اور دن کا کھانا نمٹا ہی تھا کہ مسٹر گاوریلا آ پہنچے۔ پہلی ہی نظر میں پرنس کو خیال گزرا کہ شخص موصوف کو یقیناً اس گتھی کا ایک ایک تار صحیح طور سے معلوم ہے۔ واروا جیسی بہن اور بہنوئی جس کا ہاتھ بٹانے والے موجود ہوں، بھلا کیسے ممکن ہے کہ اسے سراغ نہ مل چکا ہو؟ لیکن گانیا اور پرنس کے درمیان راہ و رسم کی ایک خاص نوعیت تھی۔ مثلاً یہی کہ پرنس نے بردوفسکی والا معاملہ پورا اس کے سپرد کر رکھا تھا اور خصوصیت سے اس کا خواستگار تھا۔ تاہم اس اعتماد کے باوجود اور پہلے جو کچھ گزری اس کے ہوتے ہوئے بھی، ان دونوں کے درمیان مستقل طور پر بعض تکلفات موجود تھے جن کے متعلق گویا دونوں نے طے کر رکھا تھا کہ زبان نہیں کھولیں گے۔ پرنس کو بعض اوقات ایسا لگا کہ گانیا اپنی طرف سے شاید اس تکلف کو دور کرنا، بھرپور اور مخلصانہ بےتکلفی بنانا چاہتا ہے۔ ابھی اس وقت یہ ہوا کہ جیسے ہی گانیا نے اندر قدم رکھا، پرنس کو خیال گزرا کہ گانیا کو پورا یقین ہوگیا ہے کہ وہ لمحہ آ پہنچا جب دونوں کے درمیان تکلفات کی دیوار کھڑے قد سے گرا دینی چاہئے۔ (گاوریلا صاحب کو جلدی بھی بہت تھی،

کیونکہ لیبیدیف کے ہاں اس کی بہن انتظار میں تھی۔ دونوں کو فوراً کہیں، کسی کام سے روانہ ہونا تھا۔)

لیکن اگر گانیا کو واقعی پرنس کی طرف سے بے تحاشا سوالوں کی بھرمار، بے اختیار اطلاعات، دوستانہ بے تکلفی کی توقع تھی تو اس نے سخت غلطی کی۔ سارے بیس منٹ جب تک وہ پرنس کے پاس ٹھیرا، صاحب‌خانہ اپنی فکروں میں گم بلکہ ایک حد تک خود فراموش رہا۔ گانیا کو جن سوالوں کی توقع تھی، یا یوں کہئے کہ ان میں جو اصل سوال تھا، اسے زبان پر لانے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ یہ دیکھا تو گانیا نے بھی طے کیا کہ گفتگو میں صبر و احتیاط سے کام لے گا۔ وہ مسلسل بیس منٹ تک بولتا چلا گیا۔ مسکراتے ہوئے اس نے نہایت ھلکے پھلکے، دل لگی کے اور چلتے ہوئے موضوع چھیڑے لیکن اصل سوال سے صاف کترا گیا۔

گانیا نے ضمناً بیان کیا کہ نستاسیا فلی‌پوونا کو یہاں آئے آج صرف چار دن ہوئے ہیں اور ابھی سے ہر ایک کی توجہ کا مرکز بن گئی ہے۔ کوئی جگہ ہے متروسکایا روڈ، وہیں کہیں ٹھیری ہوئی ہے، اوسط مکانیت کا بے‌ڈھنگا سا مکان داریا الیکسئی‌ونا کا بتاتے ہیں، اسی میں قیام ہے مگر اس بستی میں نمبر اول گھوڑا گاڑی اسی کے پاس ہے۔ اردگرد عمر رسیدہ اور نوجوان طلبگاروں کا ھجوم لگا رہتا ہے۔ گاڑی کے ساتھ ساتھ بعض اوقات سوار چلے ہیں۔ یہ عورت حسب سابق بڑی حد تک چڑھی ہے۔ ہر ایک کو منہ نہیں لگاتی۔ پھر بھی جب دیکھو اس کے پاس پوری ایک ٹیم اکٹھی ہوگئی ہے جو وقت پڑنے پر کام آسکتی ہے۔ بستی کے بنگلوں میں رہنے‌والا ایک شخص جس کی باقاعدہ منگنی ہوچکی تھی، نستاسیا کی خاطر اپنی منگیتر سے لڑ بیٹھا۔ ایک بوڑھے جنرل نے اسی کے باعث اپنے بیٹے کو قریب قریب عاق کرڈالا۔ جب وہ ہواخوری کو گاڑی پر نکلتی ہے تو ساتھ میں ایک دلربا کمسن لڑکی کو بٹھا لیتی ہے جسے ابھی سولھواں سال لگا ہے اور داریا صاحبہ کی دور کی رشتہ‌دار بتائی جاتی ہے۔ گاتی بھی خوب ہے۔ چنانچہ شام ہوتے ہی ان کا چھوٹاسا مکان لوگوں کا دھیان بٹانے لگتا ہے۔ نستاسیا فلی‌پوونا یوں تو انتہائی سلیقے سے چل رہی ہے یہاں تک کہ لباس میں بھی چمک بھڑک کا نام نہیں، غیرمعمولی خوش مذاقی

کے ساتھ۔ اس کا پہناوا بستی کی معزز خواتین میں ''خوش ذوقی، حسن اور فٹن گاڑی،، کی بدولت قابل رشک بن گیا ہے۔

''کل کا وہ سنکی پن یقیناً کسی خاص نیت سے تھا، اسے کسی شمار میں نہیں رکھنا چاہئے،، گانیا کی زبان سے نکلا۔ ''اس عورت کو خطاوار ٹھیرانے کے لئے سوچ سمجھ کر چلنا یا ٹھوس الزام سامنے لانا چاہئے اور اس میں اب دیر نہیں۔ ،، گانیا نے جملہ تمام کیا اور انتظار میں رہا کہ اب پرنس ضرور سوال کرے گا ''کل کے سنکی پن والے واقعے کو کسی خاص نیت سے کیوں منسوب کرتے ہیں آپ؟ اور کیوں اس میں اب دیر نہیں؟،، مگر پرنس نے یہ بھی نہ پوچھا۔

ایوگینی پاولووچ کے سلسلے میں گانیا نے آپ سے آپ ایسا بستار پھیلایا، بغیر کسی سوال جواب کے ہی بتانے بیٹھ گیا کہ بہت عجیب معلوم ہونے لگا کیونکہ وہ بےمحل، بےسبب اس کا ذکر زبان پر لے آیا۔ گانیا کا خیال تھا کہ ایوگینی پاولووچ سے نستاسیا کی جان پہچان تک نہیں۔ آج بھی یونھی سی صاحب سلامت ہے، وجہ صرف اس قدر کہ ابھی چار دن پہلے راستہ چلتے کسی نے تعارف کرادیا تھا، شاید ہی اوروں کی ہمراہی میں اس کے دروازے پر ایوگینی نے قدم رکھا ہو۔ رہی وہ پرامیسری نوٹ والی بات تو ممکن ہے (گانیا کو بقول خود اس کی پکی خبر تھی)۔ ایوگینی پاولووچ واقعی بڑی حیثیت کے آدمی ہیں، ''لیکن جاگیر کے معاملے میں البتہ کئی طرح کی بےضابطگی پائی جاتی ہے،،۔ اتنی سی کرید لگا کر گانیا نے گفتگو کا رشتہ توڑ دیا۔ کل شام جو نستاسیا فلی پوونا کا واقعہ پیش آیا تھا اس پر زبان سے ایک لفظ نہیں نکلا سوائے رواروی کے اس اشارے کے، جس کا ذکر آچکا ہے۔ آخر یہ ہوا کہ گانیا کی بہن واروارا دم بھر کو اندر آئی اور بتا گئی (وہ بھی بغیر پوچھے) کہ ایوگینی پاولووچ یا تو آج ورنہ کل پیترسبورگ پہنچنے والے ہیں، خود میرے شوہر ایوان پتیتسن بھی پیترسبورگ میں ہیں، عجب نہیں کہ وہ بھی انھی صاحب کے سلسلے میں وہاں پائے جاتے ہوں اور واقعی ان کا معاملہ کچھ نہ کچھ رنگ لایا ہے۔ رخصت ہوتے وقت اتنا اور کہہ گئی کہ لیزاویتا بیگم صاحبہ آج آگ انگارہ ہو رہی ہیں، مگر سب سے زیادہ حیرت‌انگیز بات یہ ہے کہ صاحبزادی

اگلایا سارے کنبے سے لڑ بیٹھی ہیں، صرف ماں باپ سے نہیں بلکہ دونوں بہنوں سے بھی اور یہ کہ ''ایسا ہونا کچھ اچھا نہیں،،۔ یہ آخری اطلاع جو بظاہر بلاارادہ اور ضمناً منہ سے نکل گئی تھی (اور پرنس کےلئے انتہائی معنی‌خیز بھی تھی) زبان پر لاتے ہی بھائی بہن، دونوں پرنس سے رخصت ہوگئے۔ ''پاولی‌شیف کے لڑکے،، کے قضیے میں بھی گانیا نے کچھ نہ بتایا، ممکن ہے جھوٹ موٹ کے تکلف میں چپ رہا یا شاید ''پرنس کے جذبات کو ٹھیس نہ لگانے کے خیال سے،، ٹال گیا، تاہم پورے معاملے کو بڑی لگن سے انجام تک پہنچانے پر دوبارہ پرنس نے شکریہ ادا کیا۔

پرنس میشکن نے چین کا سانس لیا کہ اب اسے تنہائی نصیب ہوئی۔ چبوترے سے اترکر وہ سڑک پار کرکے پارک میں نکل آیا۔ جی چاہتا تھا کہ خوب سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا طے کرلے۔ مگر یہ ''قدم،، ویسا نہیں تھا جس پر خوب غوروفکر کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس قسم کا تھا جس میں آدمی کی سوچ کام نہیں کرتی بلکہ صرف فیصلہ کیا جاتا ہے: ایک دم غضب کی بےچینی ہوئی کہ یہاں سب کچھ ایسے کا ایسا چھوڑ چھاڑ وہیں واپس چلا جائے جہاں سے آیا ہے، کہیں دور، بہت دور، جہاں کوئی نہ ہو اور کسی سے ملے بغیر، رخصت لئے بغیر، منہ اٹھائے چل‌دے۔ دل خبر دے رہا تھا کہ اگر اور ٹھیر گیا، صرف چند روز کےلئے رہ گیا تو دنیا کے معاملات میں ایسا پھنس جائےگا کہ پھر نکل نہ سکےگا اور آئندہ بھی اسی دنیا میں پھنسے رہنے پر مجبور ہوگا۔ مگر بس کوئی دس منٹ تک وہ اسی الجھن میں گرفتار رہا اور فوراً اس نتیجے پر پہنچا کہ اب نکل بھاگنا ''ناممکن،، ہے، فرار سخت بزدلی ہوگی، اسے ایسے مسائل درپیش ہیں کہ ان کے سلجھانے، یا کم از کم سلجھانے کی انتہائی کوشش سے جی چرانے کا اسے کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اسی ادھیڑبن میں کہ بمشکل پندرہ بیس منٹ ٹہلا ہوگا، وہ گھر واپس آ گیا۔ اس لمحے پرنس کی حالت بہت خستہ تھی۔

گھر پر لیبیدیف موجود نہیں تھا۔ چنانچہ شام ہوتے کیلر کو اس کی طرف دھاوا بولنے کا موقع مل گیا۔ کیلر فی‌الحال مدھوش نہیں تھا، البتہ دل کی بھڑاس نکالنے اور اپنی خطائیں قبولنے کے موڈ میں ضرور تھا۔ آتے ہی اس نے صاف کہا کہ پرنس کو پوری

آپ بیتی سنانے کی ٹھان چکا ہے اور خاص اسی غرض سے وہ پاولوفسک میں رکا بھی ہے ۔ اب کیلر کو دھتکارنا قطعی ناممکن ہوچکا تھا ۔ وہ آپہنچا تو اب اس کے ٹلنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا ۔ سوچ کر تو یہ آیا تھا کہ کافی وقت میں تفصیل سنائے گا اور بڑی بے ربطی سے ایک ایک بات کہہ ڈالے گا، لیکن زبان کھولی تو ایک جست میں انجام تک جا پہنچا اور کہنے لگا کہ میں ''اخلاق اور شرافت کی ایک ایک علامت،، سے اس قدر محروم ہوچکا ہوں (وجہ صرف یہ کہ قادر مطلق پر ایمان سے محروم تھا) کہ میں نے چوری تک کی ہے ۔ ''ذرا آپ تصور تو کیجئے!،،

''سنئے مسٹر کیلر،، پرنس نے اسے ٹوکنا چاہا ''آپ کی جگہ میں ہوتا تو بغیر کسی خاص مجبوری یا احتیاج کے ہرگز یہ بات زبان پر نہ لاتا، مگر میں جانوں، آپ بلاوجہ خود کو جان بوجھ کر قصوروار ٹھیرانے چلے ہیں ۔ ،،

''صرف آپ کے سامنے، آپ ہی سے ۔ اور وہ بھی محض اس خیال سے کہ مجھ میں سدھار کی کوئی صورت نکلے! اور کسی سے نہیں کہہ سکتا ۔ مرگیا تو اپنا راز کفن میں منہ چھپائے لے جاؤں گا! مگر پرنس، کاش آپ کو خبر ہوتی، کاش آپ کو اتنا پتہ ہوتا کہ آج کی دنیا میں روپیہ حاصل کرنا کس قدر دشوار ہوگیا ہے! اب آپ ہی براہ کرم بتائیے، کہاں سے آئے روپیہ ہاتھ میں؟ ایک جواب تو یہ ملتا ہے: 'سونا لاؤ، ہیرے جواہر لاؤ اور ان پر روپیہ لے جاؤ'، تو یہ وہ شے ہوئی جو میرے پاس ہے نہیں، ذرا آپ تصور تو کیجئے ۔ آخر طبیعت جھک ہوگئی ۔ دیکھتا رہا، کھڑا دیکھتا رہا ۔ پوچھا: 'زمرد لا کر دوں، روپیہ دوگے؟'، 'جی ہاں، وہ کہے 'چلو، زمرد پر بھی روپیہ دے دیں گے'۔ کہا 'بہت خوب!، ٹوپی اٹھائی، سر پر جمائی، چل دیا ۔ کم‌بختوں پر لعنت بھیجی ۔ دھت، تم پاجیوں کی ۔ خدا قسم!،،

''کیا آپ کے پاس زمرد موجود تھے؟،،

''بھلا میرے پاس کہاں! آپ بھی، پرنس اتنے روشن دماغ اور ایسے بھولے آدمی، زندگی کو، یوں کہنا چاہئے کہ بالکل گاؤدی کی طرح دیکھتے ہیں ۔ ،،

پرنس نے سنا تو اس پر ترس تو کیا آنا تھا، البتہ وہ کھسیانا ہوکر رہ گیا۔ دھندلا سا خیال دماغ میں ابھرا کہ ''کیا واقعی اس شخص کو کسی اچھے اثر کے ذریعے کچھ نہ کچھ بنایا جا سکتا ہے؟ کیوں نہ بنایا جائے؟،، رہا اپنا ذاتی اثر، تو کسی وجہ سے یہ اثر یہاں اپنا کام نہیں کرنے والا۔ یہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے، بلکہ چیزوں کے بارے میں اس کا مخصوص انداز نظر ہے۔ رفتہ رفتہ دونوں میں باتیں چل نکلیں، یہاں تک کہ رخصت ہونے کو جی نہ چاہا۔ کیلر نے غیرمعمولی مستعدی سے وہ سب کہہ ڈالا، ایسی حرکتوں کا اقبال جرم کر لیا جن کے متعلق تصور تک ناممکن تھا کہ کوئی اپنی زبان سے بیان کر سکتا ہے۔ ہر ایک کہانی سناتے وقت وہ پہلے ہی زور دے دے کر یقین دلاتا کہ اپنے کیے پر پشیمان ہے اور سینہ ''آنسوؤں سے بھرا ہوا،، ہے۔ مگر جب بیان کرنے پر آتا تو ایسے گویا اس حرکت پر سینہ ٹھونک کر فخریہ کہہ رہا ہے، اور ساتھ ہی ایسے پرمذاق انداز میں کہ سننے والے کی ہنسی چھوٹ جائے۔ وہ اور پرنس دونوں دیوانوں کی طرح قہقہے مارنے لگتے۔

''اصل بات یہ کہ آپ میں ایک بچکانہ صفت ہے دوسرے پر بھروسہ کر لینے کی اور غیرمعمولی بےلاگ پن ہے،، پرنس نے آخر اس سے کہا۔ ''یہی ایک ایسی خوبی ہے جس کے صلے میں آپ کے بہت سے گناہ دھل جاتے ہیں۔،،

''جی ہاں، میں شریف، خاندانی نوابوں کی طرح شریف ہوں!،، کیلر نے لجاجت سے کہا ''لیکن آپ کو معلوم ہے، پرنس صاحب کہ یہ سب خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ ان کو عملی جامہ پہنانے، کر گزرنے کی ہمت کبھی ہوئی ہی نہیں۔ بھلا ایسا کیوں؟ وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔،،

''دل چھوٹا مت کیجئے اور اب تو میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنا پکا ہمراز بنا ڈالا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب اگر چاہیں بھی تو جو کچھ کہہ چکے اس میں ذرہ برابر اضافہ نہیں کر سکتے۔ ہے نا؟،،

''اضافہ نہیں کر سکتا؟،، کیلر کسی قدر افسوس سے چیخ

پڑا۔ ''آپ بھی، پرنس صاحب، بس کیا کہوں، آدمی کو کسی حد تک اپنی وھی سوئٹزرلینڈی نظر سے دیکھتے ھیں۔''

''تو کیا ابھی اور اضافے کی گنجائش ھے؟'' پرنس نے دبی دبی حیرت کے ساتھ بےاختیار کہا۔ ''ذرا بتائیے تو کیلر، آپ کو مجھ سے کاھے کی توقع تھی؟ معلوم تو ھو کہ آپ اپنا اعمالنامہ سنانے یہاں، میرے پاس آئے تو کیا سمجھ کر آئے؟''

''آپ سے؟ کاھے کی امید تھی؟ اول تو یہ کہ صرف آپ کی سادگی ھی کو دیکھنا خوشگوار، پھر آپ کی صحبت اور گفتگو دلنواز۔ کم از کم یہ تو معلوم ھے کہ میرے سامنے نہایت نیک طینت شخص موجود ھے اور دوسری بات، یہ کہ دوسری بات...'' وہ گڑبڑا گیا۔

''شاید آپ کو مجھ سے کچھ روپیہ قرض لینا تھا؟'' پرنس نے بڑی سنجیدگی سے، سیدھے سیدھے کہہ دیا، اگرچہ دبی آواز میں کہنے کی احتیاط رکھی۔

کیلر چونک اٹھا۔ اس نے آناً فاناً، پہلے کی سی حیرت کے ساتھ پرنس سے آنکھیں چارکیں اور میز پر زور سے گھونسا مارا۔

''یہی تو ھے جس سے آپ آدمی کو چاروں شانے چت گرا دیتے ھیں! جی ھاں، عنایت کیجئے گا پرنس صاحب، ایک تو آپ کی یہ سادہ‌دلی، اس قدر معصومیت، ایسی خوبیاں کہ دنیا کے زریں دور میں بھی کبھی سننے میں نہیں آئیں اور اوپر سے یہ کہ آدمی کے اندر اتر جاتے ھیں، تیر کی طرح نفسیاتی مشاھدہ آپ کا اتنا زبردست ھے۔ مگر اجازت ھو تو عرض کروں کہ اس معاملے میں کچھ صفائی پیش کرنے کی ضرورت ھے، کیونکہ میں... میں بالکل ھی شکنجے میں ھوں۔ ظاھر بات ھے کہ آخر میری نیت تو وھی تھی کہ روپیہ قرض مانگوں‌گا۔ مگر آپ نے روپیے کے بارے میں اس انداز سے پوچھا گویا اس میں کوئی قباحت ھئی نہیں، گویا بس ایسے ھی ھونا چاھئے۔''

''جی ھاں۔ آپ سے اور ھونا بھی کیا ھے؟''

''آپ کو ناگوار تو نہیں گزرا؟''

''ناگواری کس بات کی؟''

''سنئے، حضرت، کل شام ڈھلے سے جو میں یہاں ٹھیرا ھوا ھوں

تو اس کی وجہ اول تو یہ کہ مجھے فرانسیسی لاٹ پادری ''بوردالو،، *
کا بڑا احترام ہے (لیبیدیف کے ہاں تین بجے تک کاگ اڑاتے رہے)۔
دوسرا سبب، خاص سبب یہ تھا میرے ٹھیر جانے کا (ہمہ قسم
صلیبوں کی قسم، حرف بحرف سچ ایمان سے کہہ رہا ہوں) کہ دل
چاہتا تھا، یوں کہیے کہ، آپ کے سامنے دل کھول کر اپنا پورا
اعمالنامہ سنا دوں اور اس راہ سے ذاتی اصلاح کی جانب قدم اٹھانے
کی سبیل پاؤں۔ انھی خیالات میں تین بجے کے بعد آنسو بہاتے
بہاتے میری آنکھ لگ گئی۔ اب آپ ایک نہایت شریف پاکباز انسان
کے کہنے کا یقین کریں گے: ٹھیک اسی لمحے، جب میری آنکھ
لگی، جب خلوص قلب کے ساتھ بہائے ہوئے اندر کے آنسوؤں اور
یوں کہئے کہ باہر کے آنسوؤں میں لت پت تھا (کیونکہ مجھے
خوب یاد ہے کہ تڑپ تڑپ کر رویا تھا اس وقت) مجھے ایک
جہنمی خیال آیا: 'کیا حرج ہے جو آخر میں انھی سے سارا اعمالنامہ
سنا چکنے کے بعد روپیہ قرض مانگ لوں؟، چنانچہ میں نے اپنے
کرتوتوں کی تمہید گانٹھی، یوں کہئے کہ گویا ''آنسوؤں میں
بھگوئی فینےزیرف،، ** تیار کی تاکہ اس چھڑکاؤ سے اپنا راستہ نرم
کروں اور آپ کا دل پسیج جائے تو آپ کوئی ڈیڑھ سو روبل کی رقم
یک مشت ڈھیلی کردیں۔ کیا کہتے ہیں آپ؟ نیچ پن نہیں ہے
یہ؟،،

''ہاں، یہ بات غالباً سچ تو نہیں بلکہ صرف ایک بات دوسری
میں الجھ گئی ہے۔ دو خیال باہم گتھ گئے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے۔
میرے ساتھ، تو خیر، مستقل یہی صورت رہتی ہے۔ ویسے مجھ سے
پوچھئے تو یہ کوئی اچھی بات نہیں اور آپ جانتے ہیں کیلر، اس
میں مجھے اپنا ہی قصور زیادہ نظر آتا ہے۔ آپ نے ابھی گویا میرے
اپنے خیالات بتائے ہیں۔ بعض اوقات تو میں نے سوچا کہ سبھی لوگ

---

* بوردالو، لوئی (۱۶۳۲ء — ۱۷۰۴ء) — فرانسیسی یسوعی،
کیتھولک پادری۔ کیلر نے اس کا نام طنزیہ استعمال کیا ہے
(''بوردا،، اور ''بوردو،، فرانسیسی شراب کی ایک قسم ہے)۔
(ایڈیٹر)

** فرانسیسی کھانے کے نام کا طنزیہ استعمال۔ (ایڈیٹر)

ایسے ہوتے ہیں...،، پرنس بڑی سنجیدگی سے، خلوص دل سے اور گہری دلچسپی کے ساتھ کہتا چلا گیا ''سبھی لوگ ایسے ہوں تو پھر خود کو کیوں الزام دوں! اپنے آپ کو بےقصور سمجھنا شروع کردیا کیونکہ ان ڈبل یا دوہرے خیالات سے کشتی لڑنا بری بلا ہے۔ تجربہ کرکے دیکھ چکا ہوں۔ خدا ہی جانے کہ یہ دوہرے خیالات آتے کہاں سے ہیں، پیدا کیسے ہوتے ہیں۔ مگر آپ اسے نیچ پن کا نام دیتے ہیں۔ اب مجھے پھر ان سے خوف آنے لگےگا۔ جو بھی ہو، بہرحال میں آپ کے قول و فعل کا قاضی نہیں ہوں۔ البتہ اتنا ہے کہ میرے خیال کے مطابق ان پر نیچ پن کا لیبل لگانا مناسب نہیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ آپ نے چال سوچی کہ آنسوؤں کی نمی سے روپیہ نکلوائیںگے، لیکن آپ نے ابھی ابھی خود قسم کھاکر کہا تھا کہ اپنے اعمال کا اقبال کرنے میں دوسری غرض بھی، شریفانہ غرض پوشیدہ تھی، صرف روپیہ اگلوانے کی نہیں۔ جہاں تک رقم کا سوال ہے تو وہ آپ کو درکار ہے رنگ رلیاں منانے کےلئے۔ یہی نا؟ اس طرح سے دین ایمان کی باتیں کرچکنے کے بعد اور گلچھرے اڑانے کی نیت، ظاہر ہے کہ طبیعت کا ہلکا پن ہے — اور کیا؟ مگر آخر کوئی منٹ بھر میں ان رنگ رلیوں سے روکے کیسے؟ یہ بھی ممکن نظر نہیں آتا۔ پھر کیا کیا جائے؟ بہتر یہی ہوگا کہ معاملہ خاص آپ کے ضمیر پر چھوڑ دیا جائے۔ کیا سوچتے ہیں آپ؟،،

پرنس انتہائی تجسس کے ساتھ کیلر کی صورت تکتا رہا۔ ظاہر تھا کہ خیالات کے ڈبل ہونے کا مسئلہ بہت دنوں سے اسے گھیرے ہوئے تھا۔

''سمجھ میں نہیں آتا کہ اس پر بھی کوئی آپ کو 'ایڈیٹ' کیسے کہہ سکتا ہے!،، کیلر پکار اٹھا۔

پرنس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔

''مسیحی واعظ بوردالو نے یوں انسان کی خطا سے درگزر نہ کیا ہوتا، مگر ایک آپ ہیں کہ درگزر کیا اور بھلمنساہت سے میرے معاملے کو دیکھا۔ اب اپنے آپ کو سزا دینے کی اور یہ ثابت کرنے کی خاطر کہ مجھ پر اثر ہوا ہے، میں ڈیڑھ سو کی رقم مانگنے سے منکر ہوں، صرف پچیس روبل دیجئے، بس، کافی ہے!

ضرورت بھی اتنے ہی کی ہے، زیادہ نہیں تو دو ہفتے چل جائیں گے۔ دو ہفتے سے پہلے میں ہاتھ پھیلانے نہیں آؤں گا۔ جی چاہ رہا تھا کہ ذرا اگاشا بائی‌جی کی خاطر مدارات کردوں، مگر نہیں۔ وہ اس قابل نہیں۔ عزیز من پرنس، خداوند عالم آپ کو برکت دے!''

آخر لیبیدیف جو تبھی باہر سے واپس آیا تھا اندر داخل ہوا اور کیلر کے ہاتھ میں پچیس کی رقم دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھانے لگا۔ لیکن روپیہ ٹٹولتے ہوئے کیلر نے وہاں سے کھسکنے میں جلدی کی اور فوراً چل پڑا۔ لیبیدیف ہاتھ کے ہاتھ اس کی خبر لینے پر تل گیا۔

''خواہ مخواہ آپ گرم ہورہے ہیں'' پرنس نے آخر لیبیدیف کو ٹوکا۔ ''وہ واقعی دل سے پشیمان ہے اپنے اعمال پر۔''

''ایسی پشیمانی کس کام کی؟ کل ہو بہو یہی میرے ساتھ ہوا۔ 'نیچ نیچ'، کہتا گیا اور خالی خولی لفظوں کے سوا تھا کیا؟''

''اچھا تو آپ بھی خالی خولی لفظ ادا کر رہے تھے، میں تو سوچتا تھا کہ...''

''میں، بس آپ کے، صرف آپ کے سامنے دل کی بات منہ سے نکالتا ہوں، کیونکہ آپ تو آدمی کے باطن میں اتر جاتے ہیں۔ قول اور فعل، جھوٹ اور سچ، سب کے سب ایک ساتھ، پورے خلوص کے ساتھ مجھ میں الجھے ہوئے ہیں۔ سچ اور عمل دونوں ایک مقام پر، سچی پشیمانی کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ آپ مانیں، نہ مانیں، قسم کھا کے کہتا ہوں۔ رہا قول اور جھوٹ تو وہ دونوں بھی شر بھرے جہنمی (اور ہر وقت چبھتے ہوئے) خیالات کے سوا اور کچھ نہیں ہیں کہ یہاں بھی آدمی کسی نہ کسی طرح پھنس جائے، پشیمانی کے آنسوؤں سے بھی فائدہ اٹھایا جائے! قسم خدا کی، بالکل یہی بات! کسی دوسرے کو میں نہ بتا سکتا، یا تو وہ ہنسی اڑاتا یا مجھ پر تھوک دیتا۔ مگر آپ، پرنس صاحب، آپ تو بھلمنساھت سے بھلے برے کو جانچتے ہیں۔''

''یہ لیجئے، ابھی ابھی وہ یہی کہہ‌رہا تھا مجھ سے،'' پرنس بےاختیار بولا۔ ''اور آپ دونوں ہی خودستائی بھی کرتے ہیں۔ آپ تو بلکہ مجھے حیرت میں ڈالتے ہیں، فرق یہ کہ وہ آپ سے ذرا زیادہ صاف گو ہے۔ اور آپ نے باقاعدہ ایک کاریگری کی شکل دے

دی ہے اسے۔ خیر، جو ہوا سو ہوا، اب لیبیدیف منہ مت بنائیے، دل پر ہاتھ مت رکھئے۔ کیا مجھ سے کچھ کہنا تھا؟ یوں بےسبب تو ادھر آنے سے رہے آپ...''

لیبیدیف حسب معمول مٹکنے جھٹکنے لگا۔

''آج دن بھر مجھے آپ کا انتظار تھا کہ ایک بات پوچھوں۔ زندگی میں کم از کم ایک دفعہ تو اول تا آخر سچ سچ بتا دیجئے: کل جو وہ گھوڑا گاڑی والا واقعہ پیش آیا اس میں آپ کا کچھ ہاتھ تھا یا نہیں؟''

لیبیدیف پھر مٹکا، کھی کھی کرنے لگا، ہتھیلیاں رگڑنے، ہاتھ مسلنے لگا، یہاں تک کہ اسے چھینک آ گئی — پھر بھی طے نہ کر پایا کہ زبان کھولے یا نہیں۔

''مجھے نظر آتا ہے کہ آپ کا ہاتھ ضرور تھا۔''

''براہ‌راست تو نہیں — ہاں، البتہ دور سے کچھ۔ سو فیصدی سچ کہتا ہوں! بس اتنا ہاتھ سمجھئے کہ ایک خاص ہستی کو بروقت اطلاع پہنچوائی کہ میرے یہاں اس طرح کی صحبت ہے اور فلاں فلاں صاحبان موجود ہیں۔''

''مجھے خبر ہے کہ آپ نے صاحبزادے کو فلاں جگہ بھیجا تھا۔ وہ ابھی مجھے بتا گیا ہے۔ یہ سب کیا جوڑ توڑ چل رہے ہیں؟'' پرنس اس پر بھڑک اٹھا۔

''میرے نہیں ہیں جوڑ توڑ، میرے بالکل نہیں'' لیبیدیف نے ہائے واویلا مچائی ''اور لوگ ہیں، اوروں کی، دوسروں کی تگڑم ہے یہ، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ تگڑم بھی نہیں، محض خیال آرائی ہے۔''

''مگر اصل معاملہ ہے کیا؟ مسیح کا واسطہ، صاف صاف کہہ ڈالئے۔ کیا واقعی آپ کی عقل میں نہیں آتا کہ اس کا مجھ سے براہ‌راست تعلق ہے؟ ایوگینی پاولووچ پر تہمت لگائی جارہی ہے۔''

''پرنس صاحب، پاک پاکیزہ پرنس صاحب'' لیبیدیف پھر کسمسایا ''آپ خود ہی تو موقع نہیں دیتے ساری اصلیت بتانے کا۔ میں تو چاہتا تھا کہ حقیقت بیان کردوں، کئی بار سوچا، مگر آپ پٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتے...''

پرنس خاموش رہا اور سوچ میں پڑ گیا۔

''خیر، چلو، اب حقیقت کہہ ڈالئے،، بمشکل اس کی زبان سے نکلا اور صاف نظر آتا تھا کہ سخت کشمکش کے بعد اتنا کہہ پایا ہے۔

''اگلایا ایوانوونا...،، لیبیدیف فوراً شروع ہوگیا۔

''بس خاموش، خاموش!،، پرنس تڑپ کر چیخا۔ طیش کے مارے یا شاید شرم سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ ''یہ ناممکن، بالکل بکواس! یا تو سب آپ کی من گھڑت ہے یا ایسے ہی پاگلوں کی۔ دیکھئے، آئندہ، خبردار، جو اس قسم کی بات زبان سے نکالی!،،

رات ہو چکی تھی، گیارہ کا عمل ہوگا کہ کولیا آ پہنچا۔ خبروں کا پورا پٹارا لئے ہوئے آیا۔ خبریں اس کی دو طرف سے تھیں۔ ایک پیترسبورگ سے متعلق، دوسری پاولوفسک سے۔ شروع اس نے پیترسبورگ کی خاص خاص خبروں سے کیا (زیادہ تر ایپولیت کے اور کل رات والے واقعے کے بارے میں سناتا رہا)، پھر اسے درمیان سے چھوڑ کر کہ تفصیل بعد میں سنائی جائے گی، وہ پاولوفسک کا قصہ لے بیٹھا۔ پیترسبورگ سے واپس آئے اسے تین گھنٹے ہوچکے تھے اور پرنس کی طرف آنے کے بجائے وہ جنرل یپانچین والوں کے ہاں سیدھا چلا گیا تھا۔ ''وہاں تو ایک قیامت برپا تھی!،، ظاہر ہے کہ گھوڑا گاڑی کے واقعے کی گونج، مگر اتنا ہی نہیں، کچھ اور بھی ہنگامہ ہوا ہوگا، نہ اسے خبر تھی، نہ پرنس کو معلوم تھا اس کے بارے میں۔ ''ظاہر ہے کہ میں نے سن گن لینے کی کوئی کوشش نہیں کی اور کسی سے پوچھ گچھ کرنے کو بھی جی نہ چاہا۔ البتہ اتنا بتادوں کہ میری وہاں آؤبھگت خوب ہوئی، اتنی ہوئی کہ امید سے زیادہ۔ مگر پرنس صاحب آپ کے بارے میں ذکر تک نہیں آیا!،، اصل بات یہ معلوم ہوئی کہ اگلایا ابھی ابھی اپنے گھروالوں سے گانیا کے پیچھے لڑ بیٹھی ہے۔ ہنگامے کی جڑ میں کیا تھا، پتہ نہیں چلا، صرف یہ خبر لگی کہ گانیا کے سبب چیخ ہوئی ہے (خود آپ قیاس کر لیجئے!)، معمولی تناتنی نہیں بلکہ بہت سخت واقعہ۔ مطلب یہ کہ کوئی بڑا ہی اہم واقعہ ہوا ہے۔ جنرل صاحب دیر سے گھر آئے، ان کا موڈ بگڑا ہوا تھا، ایوگینی پاولووچ کو ساتھ لئے ہوئے آئے۔ اس کی تو حد سے بڑھ کر خاطر مدارات ہوئی۔ خود وہ بھی خلاف معمول مزے میں تھا اور بچھا

جارہا تھا - سب سے بڑی اور اصلی بات یہ کہ بیگم صاحبہ لیزاویتا نے چیخ پکار کئے بغیر، خاموشی سے وارورا کو، جو لڑکیوں میں بیٹھی تھی، اپنے پاس بلایا اور ہمیشہ ہمیش کےلئے اپنے گھر سے نکال باہر کیا - یہ بھی نہایت تمیزداری اور سلیقے سے، ''خود واریا کی زبانی میں نے سنا ہے،، - مگر جب واریا بیگم صاحبہ کے پاس سے نکلی اور لڑکیوں سے رخصت ہونے گئی تو انہیں گمان تک نہیں گزرا کہ اسے گھر سے ہمیشہ کےلئے دھتکارا گیا ہے اور وہ آخری بار ان سے رخصت ہورہی ہے -

''مگر واریا تو میرے یہاں سات بجے ہوکر گئی ہے؟،، حیرت‌زدہ پرنس نے دریافت کیا -

''ہاں، اسے وہاں سے یا تو آٹھ سے ذرا پہلے یا آٹھ بجے نکالا ملا - مجھے واریا کے حال پر، گانیا پر ترس آرہا ہے... ان کے یہاں لگاتار کوئی نہ کوئی جوڑ توڑ چلتا ہی رہتا ہے - اس کے بغیر بسر نہیں - کبھی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ لوگ کس ادھیڑبن میں رہتے ہیں - سمجھنا بھی نہیں چاہتا میں - مگر میرے کہنے کا یقین کیجئےگا، پیارے میرے مہربان پرنس، کہ گانیا کے پاس دل ہے - یہ شخص یقیناً کئی حیثیتوں سے ڈوب گیا، لیکن اور کئی معاملوں میں دیکھئے تو کچھ ایسی خوبیاں ہیں جو تلاش کرنے سے ہی ہاتھ آتی ہیں - میں خود کو ہرگز معاف نہیں کروں‌گا کہ پہلے ان خوبیوں پر نظر نہ گئی - نہ سمجھ سکا... معلوم نہیں، واریا والے واقعے کے بعد اب یہ سلسلہ جاری رکھوں یا نہیں - سچ کہوں تو بالکل شروع سے ہی میں نے خود کو قطعی طور پر آزاد اور بےتعلق رکھا ہے - مگر پھر بھی ذرا سوچنا پڑےگا - ،،

''آپ خواہ مخواہ اپنے بھائی پر ترس کھا رہے ہیں،، پرنس نے رائےزنی کی - ''اگر یہ نوبت پہنچ چکی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ گاوریلا صاحب لیزاویتا بیگم کی نظر میں مخدوش ہوچکے ہیں اور اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کی جو بعض امیدیں تھیں ان کی تصدیق ہورہی ہے - ،،

''کیسے؟ کیسی امیدیں؟،، کولیا حیرت‌زدہ ہوگیا - ''کہیں آپ یہ تو نہیں سوچ رہے کہ اگلایا... مگر یہ ناممکن!،،

پرنس اس پر خاموش رہا۔

''آپ غضب کے شکی مزاج آدمی ہیں پرنس،، کوئی دو منٹ بعد کولیا نے کہنا شروع کیا۔ ''مجھے دکھائی دیتا ہے کہ ادھر کچھ دنوں سے آپ انتہائی شکی مزاج ہوتے جارہے ہیں۔ آپ کا ہر چیز پر سے یقین اٹھنا شروع ہوگیا ہے اور صرف فرض یا قیاس سے کام لینے لگے ہیں... اچھا، یہ بتائیے لفظ 'شکی، میں نے صحیح استعمال کیا نا؟،،

''میں جانوں، صحیح کیا۔ اگرچہ یہ ہے کہ غالباً میں خود بھی ٹھیک ٹھیک نہیں بتا سکتا۔،،

''مگر میں اب لفظ 'شکی، کے استعمال سے انکار کرتا ہوں، ایک اور صورت سمجھ میں آگئی،، کولیا ایک دم پکارا۔ ''آپ شکی نہیں بلکہ رقابت زدہ ہیں! ایک خاص مغرور لڑکی کے سلسلے میں آپ گانیا پر خار کھائے ہوئے ہیں!،،

اتنا کہہ کر کولیا اس زور سے بےاختیار قہقہے مارنے لگا کہ شاید پہلے کبھی یوں ہنسنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ پرنس کو لال پیلا ہوتے دیکھا تو اسے اور بھی ہنسی چھوٹنے لگی۔ وہ اس خیال سے بڑا لطف‌اندوز ہورہا تھا کہ پرنس کو اگلایا کے بارے میں رقابت جلا رہی ہے۔ مگر جیسے ہی نظر آیا کہ پرنس سچ مچ ناراض ہوا جارہا ہے تو اس نے اپنی ہنسی فوراً ضبط کرلی۔ اس کے بعد دونوں سنجیدگی سے اور فکرمندی سے کوئی گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ باتیں کرتے رہے۔

دوسرا دن پرنس نے کسی فوری ضرورت سے پیٹرسبورگ میں دوپہر بعد تک گزارا۔ پانچ بجے کے قریب پاولوفسک واپس آتے وقت ریلوے اسٹیشن پر ہی ایوان فیودرووچ سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ انھوں نے لپک کر اس کا ھاتھ تھام لیا، سر سے پاؤں تک یوں گھبرا کر دیکھا جیسے ڈرے ہوئے ہوں اور پرنس کو کھینچ کر فرسٹ کلاس کے ڈبے میں لے گئے تاکہ ساتھ سفر کیا جائے۔ کوئی اہم بات کہنے کےلئے وہ بےتاب ہورہے تھے۔

''اول بات تو یہ، میرے عزیز پرنس کہ مجھ سے ناراض نہ ہونا۔ اگر میری طرف سے کچھ کوتاھی ہوئی بھی تو اسے بھول جاؤ۔ کل میں خود تمھاری طرف آنےوالا تھا مگر معلوم نہیں بیگم

صاحبہ لیزاویتا کا کیا رخ ہو... میرے گھر میں... کیا کہوں... قیامت برپا ہے۔ نجانے کونسی بلا گھس آئی ہے اور میں ہوں کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ رہا تمھارا معاملہ، تو بھئی، میں جانوں، ہم سب سے کم خطاوار ہو تم۔ اگرچہ یہ بھی درست ہے کہ بہت کچھ تمھارے سبب سے ہوا ہے۔ پرنس صاحب، مخیر ہونا خاصی اچھی بات ہے، مگر زیادہ نہیں۔ ممکن ہے خود تم نے بھی اس کا پھل چکھ لیا ہو۔ ویسے دیکھو تو بیگم صاحبہ لیزاویتا کی نیک نفسی مجھے عزیز ہے اور ان کی عزت بھی ہے دل میں، مگر یہ...،،

جنرل صاحب دیر تک اسی طرح کی اکھڑی اکھڑی باتیں کرتے رہے۔ بے ربطی پر تعجب ہوتا تھا۔ ظاہر بات تھی کہ وہ کسی ایسی بات پر، جو قیاس سے بعید تھی، کھوئے ہوئے اور حد سے زیادہ بدحواس تھے۔

''مجھے ذرہ برابر شبہ نہیں کہ اس میں تم بالکل قصوروار نہیں ہو،، اب وہ کھل کر بات کرنے پر آ گئے ''مگر ایسا کرو کہ تھوڑے عرصے کے لئے ہمارے یہاں آنا جانا موقوف کر دو جب تک کہ ہوا تبدیل نہ ہو جائے۔ یہ میری دوستانہ درخواست ہے۔ رہا ایوگینی پاولووچ کا معاملہ تو،، جنرل نے بہت گرم ہوکر جھٹکے سے کہا ''تو یہ قطعی مہمل الزام ہے۔ ایسا ویسا نہیں، فرضی الزام! سازش گڑھی گئی، تگڑم ہوئی۔ صرف اس نیت سے کہ ہم لوگوں میں پھوٹ پڑجائے۔ دیکھا تم نے، کان میں کہتا ہوں، آج تک ہمارے اور ایوگینی صاحب کے درمیان ایک لفظ بھی کہا سنا نہیں گیا۔ سمجھے؟ ہمارے درمیان کوئی رشتہ، کوئی واسطہ نہیں۔ مگر ہاں، یہ ہے کہ دو بول ہمارے آپس میں ہونےوالے ہیں، شاید عنقریب ہوجائیں۔ بس، انھی میں بگاڑ پیدا کرنے کی نیت نظر آتی ہے۔ لیکن کس لئے، کیوں؟ عقل کام نہیں کرتی۔ وہ عورت عجیب ہے، عورت کیا، ایک فتنہ ہے، اسی سے ڈرتا ہوں، نیند تک نہیں آتی۔ کیا ٹھٹ رکھی ہے، سفید گھوڑے، سازوسامان، ایسی آن بان، وہی جسے فرنچ میں chic کہتے ہیں! کس نے یہ کرکے دیا اسے؟ خدا معاف کرے، برے برے خیال آئے۔ پرسوں تو ایوگینی صاحب کو ذمہ دار سمجھ بیٹھا تھا۔ مگر پتہ چلا کہ ایسا ہو ہی

نہیں سکتا۔ اور اگر ہو نہیں سکتا تو پھر کاہے کو وہ ہم میں بگاڑ ڈالنا چاہتی ہے؟ یہی ہے معمہ۔ کیا وہ ایوگینی پاولووچ کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کےلئے ایسا کررہی ہے؟ تو پھر دوبارہ تم سے قسمیہ کہتا ہوں کہ اس عورت سے ایوگینی صاحب کی جان پہچان تک نہیں۔ وہ پرامیسری نوٹ‌والی بات قطعی من گھڑنت ہے۔ اور اس بےحیائی سے راستہ چلتے آوازہ کسنا! ہو نہ ہو، کھلی سازش۔ بات صاف، اس پر تھوک دینا چاہئے اور ایوگینی پاولووچ کی قدر و منزلت دوگنی ہونی چاہئے۔ میں نے اپنی لیزاویتا بیگم سے یہی کہا۔ اب تمھیں بےتکلف، خاص دل کی بات بتاتا ہوں: اس عورت کو میری ذات سے کینہ ہے، وہ کینہ نکال رہی ہے۔ یاد ہے، پہلے جو بیتی۔ اگرچہ کبھی کسی معاملے میں اس کے سامنے میری آنکھ نیچی نہیں ہوئی۔ یاد بھی آجائے تو خیال سے شرم آتی ہے۔ میں سمجھا تھا غائب ہوئی۔ مگر اب پھر کہیں سے نکل پڑی ہے۔ یہ رگوژین کہاں چھپا بیٹھا ہے؟ مہربانی کرکے اتنا بتا دو۔ میں تو سمجھا تھا کہ وہ رگوژین کا ہاتھ تھام کر بیٹھ رہی ہوگی۔ ''

مختصر یہ کہ جنرل صاحب بری طرح حواس‌باختہ تھے۔ گھنٹے بھر کے سفر میں وہ ایک بات کہتے، سوال پر سوال کرتے، خود جواب نکالتے، پرنس کا ہاتھ بار بار دباتے۔ کم از کم اتنا ضرور یقین دلانا چاہتے تھے کہ کچھ بھی ہو، پرنس پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ یہ ایک بات پرنس کےلئے اہم تھی۔ آخر ان کا بیان اس پر تمام ہوا کہ ایوگینی پاولووچ کے سگے چچا کا ذکر لے بیٹھے جو پیٹرسبورگ میں کسی چانسری کے افسر تھے۔ کہنے لگے کہ ''ستر برس کے ہوں‌گے، اعلا عہدے پر ہیں۔ کھانے پینے اور گلچھرے اڑانے کے شوقین، ویسے بہت چالاک بڈھے ہیں... ھا۔ ھا! مجھے معلوم ہے کہ نستاسیا فلی‌پوونا کی بھنک ان کے کان میں پڑی۔ انھوں نے اس کے پاس پہنچنے کی کوشش بھی کی۔ ابھی ان کے یہاں ہوکر آرہا ہوں۔ کسی سے نہیں ملتے۔ طبیعت خراب ہے۔ مگر بڑے مالدار شخص ہیں۔ بہت رئیس۔ بڑی حیثیت۔ خدا ان کی عمر دراز کرے، مگر ان کا سارا مال منال جائےگا کہاں، ایوگینی پاولووچ ہی کو وراثت پہنچے گی... جی‌ہاں... بالکل...

پھر بھی مجھے اندیشہ ہے۔ وجہ نہیں معلوم، مگر خوف آتا ہے... کیا خبر، ہوا میں کوئی خطرہ سنگھائی دیتا ہے — جیسے کوئی چمگادڑ ہو، کوئی بلائے ناگہانی اڑی پھرتی ہے، ڈر ہی لگتا ہے، خوف آتا ہے!..،،

آخر، تیسرے دن، جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں، جنرل یپان‌چین کے گھروالوں اور پرنس لیو نکولائی‌وچ میشکن کے درمیان باقاعدہ صلح صفائی ہو گئی۔

۱۲

تیسرے پہر کے سات بجے تھے۔ پرنس پارک میں نکلنے کی تیاری کررہا تھا کہ اتنے میں لیزاویتا پروکوفیونا تن تنہا اس کے برآمدے پر نمودار ہو گئیں۔

''سنو، اول تو یہ کہ سوچنا بھی مت کہ میں تمھارے پاس معذرت طلب کرنے آئی ہوں۔ بالکل بکواس۔ قصور سب تمھارا ہے!،،

پرنس خاموش رہا۔

''بولو، قصوروار ہو یا نہیں؟،،

''اتنا ہی جتنی آپ! سچ تو یہ ہے کہ نہ آپ کی کوئی خطا، نہ میری، ہم دونوں نے ارادتاً کوئی قصور نہیں کیا۔ آج تیسرا دن ہے کہ خود کو الزام دئے جا رہا ہوں مگر اب دیکھتا ہوں تو کچھ بھی قصور نہیں۔ ،،

''ہاں تو، تم یوں سمجھتے ہو! خیر، چلو، یوں سہی۔ اب سنو، بیٹھ جاؤ، کیونکہ میں کھڑے رہنے کےلئے تیار نہیں ہوں۔ ،،

دونوں بیٹھ گئے۔

''دوسری بات یہ کہ ان خبیث چھوکروں کے بارے میں ایک لفظ منہ سے مت نکالنا۔ میں یہاں بیٹھ کر تم سے صرف دس منٹ بات کروں‌گی۔ تم سے پوچھ گچھ کرنے آئی ہوں۔ (تم خدا جانے کیا سمجھے ہوگے!) اگر تم نے ان چھوکروں کا اشارتاً بھی ذکر چھیڑا تو فوراً اٹھ کر چل دوں‌گی اور پھر تم سے قطعی قطع تعلق!،،

''بہت خوب!،، پرنس نے جواب دیا۔

''ایک بات یہ پوچھنی ہے کہ کیا دو ڈھائی مہینہ پہلے، ایسٹر کے دنوں کے نزدیک تم نے کوئی خط لکھا تھا، اگلایا کو خط بھجوایا تھا تم نے؟''

''جی، جی‌ہاں... لکھا تو تھا۔''

''مقصد کیا تھا؟ خط میں کیا لکھا تھا؟ مجھے وہ خط دکھاؤ!''

بیگم صاحبہ کی آنکھیں دھک رہی تھیں۔ بےصبری سے بدن قریب قریب کانپ رہا تھا۔

''میرے پاس خط تو نہیں ہے''، پرنس کو تعجب ہوا، وہ ہچک گیا ''اگر خط ہوگا صحیح سلامت، تو اگلایا صاحبہ کے پاس ہوگا۔''

''کنی مت کاٹو۔ جواب دو۔ کاہے کی بابت لکھا تھا؟''

''نہ کنی کاٹ رہا ہوں، نہ کسی سے ڈرتا ہوں۔ آخر میں کیوں نہ لکھتا، کیا وجہ مانع تھی؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

''ابھی، خاموش! بعد میں کہنا جو کہنا ہو۔ خط میں کیا تھا یہ بتاؤ! چہرہ سرخ کیوں ہوگیا؟''

پرنس سوچ میں پڑ گیا۔

''بیگم صاحبہ، آپ کے دل میں کیا خیالات سمائے ہیں، مجھے علم نہیں۔ صرف اتنا دیکھ رہا ہوں کہ وہ خط آپ کو ناگوار گزرا۔ آپ مانیں‌گی کہ چاہتا تو میں اس سوال کا جواب دینے سے انکار کردیتا۔ لیکن آپ کو یہ دکھانے کےلئے کہ مجھے خط کے معاملے میں نہ کوئی خدشہ ہے، نہ افسوس اور یہ کہ میں اس پر ایسا شرمندہ بھی نہیں ہوں کہ چہرہ سرخ ہو جائےگا (یہ کہتے وقت پرنس اور دوگنا سرخ ہوگیا) میں آپ کو عبارت سنائے دیتا ہوں کیونکہ شاید مجھے وہ زبانی یاد ہے۔''

یہ کہہ کر پرنس نے خط کی عبارت لفظ بلفظ زبانی سنا ڈالی۔

''کیا بکواس ہے! تمہارے خیال میں اس فضولیات کا مطلب کیا نکلتا ہے؟'' بیگم لیزاویتا نے غیرمعمولی توجہ سے خط کی عبارت سن کر تیزی سے پوچھا۔

''پوری طرح تو مجھے نہیں معلوم۔ صرف یہ علم ہے کہ میری نیت نیک تھی۔ زندگی میں اس وقت بھرپور اور انتہائی امید بھرے لمحے آگئے تھے۔''

''کس قسم کی امیدیں؟''
''وضاحت تو دشوار ہے، البتہ وہ امیدیں نہیں جن کی طرف غالباً آپ کا خیال گیا ہے۔ امیدیں، لیکن کیسی، مختصر یہ کہ آپ دیکھئے مستقبل کے، خوشی کے ارمان — اس کے بارے میں کہ آئندہ کیا امکان ہے، میں آپ کے ہاں کوئی غیرملکی نہیں، کوئی غیر نہیں۔ مجھے اپنے وطن آکر بہت اچھا لگا۔ ایک روز صبح کو جب دھوپ پھیلی تھی، میں نے قلم اٹھایا اور اسے خط لکھنا شروع کردیا۔ اسی کو کیوں لکھا، وجہ نہیں معلوم۔ بعض اوقات آدمی کا جی چاہتا ہے کہ دوست عزیز اپنے نزدیک ہو اور مجھے بھی دوست کی قربت کا ارمان ہوا ہوگا...'' ذرا دیر خاموش رہ کر پرنس نے جواباً کہا۔
''کیا عشق ہوگیا تھا؟''
''نہیں تو۔ میں نے تو... بہن سمجھ کر لکھا۔ نیچے میں نے بھائی لکھ کر دستخط کئے تھے۔''
''ہونھ! جان بوجھ کر! میں خوب سمجھتی ہوں۔''
''آپ کے ان سوالوں کا جواب دینا میرے لئے بہت تکلیف‌دہ ہے جناب!''
''جانتی ہوں، ضرور تکلیف‌دہ ہوگا۔ مگر مجھے اس سے کیا مطلب کہ تمھیں تکلیف ہوتی ہے۔ سنو، خدا کو حاضر ناظر جان کر کہو کہ جو کہوگے سچ کہوگے۔ ابھی سچ کہا ہے یا جھوٹ؟''
''جھوٹ نہیں کہا۔''
''سچ بتاؤ، تمھیں اگلایا سے محبت نہیں ہے کیا؟''
''معلوم ہوتا ہے کہ نہیں ہے۔''
''افوہ رے، پھر 'معلوم ہوتا ہے'، لگا دیا! اس 'چھوکرے' نے خط پہنچایا تھا؟''
''جی ہاں میں نے میاں کولیا سے ہی درخواست کی تھی...''
''چھوکرا کہو، چھوکرا!'' بیگم صاحبہ پر اسی لفظ کی دھن سوار ہوگئی۔ ''میں کیا جانوں کون میاں کولیا! چھوکرا کہو!''
''جی‌ہاں، وہ نکولائی اردالیونچ، عرف کولیا۔''
''بالشت بھر کا چھوکرا — کہہ تو دیا تم سے!''

''جی نہیں، وہ چھوکرا نہیں ہے، وہ نکولائی عرف کولیا ہے،'' آخر پرنس نے جم کر مگر ذرا نرم آواز میں جواب دیا۔

''اچھا، اچھا، میرے عزیز، یونہی سہی! تمھاری بات اوپر رہی۔''

منٹ بھر کو وہ خود کو ٹھنڈا کرنے اور دم لینے کےلئے رک گئیں۔

''اور یہ 'غریب سردار' والا معاملہ کیا ہے؟''

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میرا کوئی واسطہ نہیں اس سے۔ کوئی مذاق وذاق ہوگا!''

''نئی بات معلوم ہوئی! خیر۔ کیا اسے تم سے کوئی، کسی قسم کا لگاؤ ہو سکتا ہے؟ خود ہی تو تمھیں 'عیبی' اور 'اڈیٹ' کہہ چکی ہے۔''

''بہتر ہوتا کہ آپ ایسے الفاظ نہ دہراتیں!'' پرنس نے ملامت بھرے لہجے میں، دبی زبان سے ٹوکا۔

''ناراض نہ ہو۔ لڑکی ہے وہ بےلگام، دیوانی اور لاڈ پیار کی بگاڑی ہوئی۔ کسی سے پیار کرےگی تو اسے سنا سنا کر چڑائےگی ضرور اور منہ پر مذاق اڑائےگی۔ میں بھی اپنے وقتوں میں ایسی ہی تھی۔ ہاں، تم کہیں بغلیں مت بجانا، پیارے، وہ تمھاری نہیں ہے۔ میں یہ بات کبھی مانوںگی نہیں۔ اور یہ کبھی ہونےوالا نہیں۔ اس لئے جتائے دے رہی ہوں کہ ابھی سے احتیاط برتو۔ سنو، قسم کھا کے کہو کہ تمھاری اس عورت سے شادی نہیں ہو چکی۔''

''لیزاویتا بیگم صاحبہ، آپ کو یہ خیال ہی کیوں آیا؟'' پرنس حیرت سے اچھل پڑا۔

''ایسا وقت آیا تو تھا کہ تم شادی کرتے کرتے رہ گئے اس سے!''

''ہاں، شادی کرتے کرتے رہ گئے'' پرنس نے زیرلب کہا اور سر جھکا لیا۔

''تو، اب تم اس کے عشق میں مبتلا ہو، یہی بات؟ اسی کی خاطر یہاں آئے ہو؟ اس جیسی عورت کےلئے؟''

''میں اس لئے نہیں آیا کہ شادی رچالوں'' پرنس نے جواب دیا۔

''کوئی چیز تمھارے نزدیک مقدس ہے دنیا میں؟''

''ہے تو ۔ ''
''اسی کی قسم کھا کے کہو کہ اس عورت سے شادی کرنے کی نیت سے نہیں آئے ہو ۔ ''
''جس کی کہئے، قسم کھالوں!''
''یقین آگیا ۔ اب تم پیار کرو مجھے ۔ آخر میرے دل میں ٹھنڈک پڑی ۔ مگر ایک بات خوب سمجھ لو : اگلایا کو تم سے محبت نہیں ہے ۔ احتیاط برتو ۔ اور دیکھو، جب تک میری جان میں جان ہے، اس کی شادی تم سے نہیں ہوسکتی! سن‌لیا؟''
''جی، سن‌لیا ۔ ''
پرنس یہاں تک سرخ ہوگیا کہ بیگم لیزاویتا سے نظر بھی نہیں ملا سکا ۔
''جو کہا ہے اسے ذہن نشین کر لینا ۔ میں تو یوں تمھاری راہ دیکھ رہی تھی جیسے غیبی فرشتے کی (ویسے تم اس قابل ہو نہیں!)، راتوں کو میں نے آنسوؤں سے تکیے بھگوئے ہیں ۔ تمھاری خاطر نہیں، پیارے، اس بھول میں بھی مت رہنا ۔ مجھے اپنے، اور دوسرے دکھ بہت ہیں ۔ ہمیشہ وہی ایک سی کھٹک رہتی ہے ۔ لیکن میں اس لئے ایسی بےصبری سے تمھارا انتظار کرتی رہی کہ اب تک مجھے یقین ہے کہ خدا نے تمھیں غیب سے بھیجا میرے پاس، ایک ہمدرد اور سگے بھائی کی طرح ۔ میرا تو اس دنیا میں کوئی تھا ہی نہیں ان بڑی بی بیلوکونسکایا کے علاوہ، اور وہ بھی کیا، یہاں سے چلی گئیں اور کچھ سٹھیا بھی گئیں ۔ اب میں ایک سوال کرتی ہوں : ہاں یا نا میں جواب دینا ۔ کیا تمھیں خبر ہے کہ اس رات وہ فٹن میں سے کیوں پکار کر بولی تھی؟''
''ایمان سے کہتا ہوں، میرا اس میں کوئی ہاتھ نہیں اور نہ مجھے کچھ خبر!''
''بس کافی! یقین آگیا ۔ اب مجھے دوسری طرح کے خیالات آرہے ہیں اس معاملے میں ۔ کل صبح بھی میں سارا الزام ایوگینی پاولووچ کے سر تھوپ رہی تھی ۔ پرسوں تمام دن اور کل صبح تک یہی خیال تھا کہ ایوگینی قصوروار ہے ۔ اب میں ان لوگوں سے اختلاف نہیں کرسکتی ۔ اب تو چشمدید حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ ایوگینی کو بےوقوف بنایا جارہا ہے ۔ کوئی وجہ ضرور ہے،

کوئی غرض پوشیدہ ہے، کوئی نیت ہے اس میں (اسی پر شبہ گزرتا ہے! اور ہے بڑی چھچھوری حرکت!) مگر ہاں، صاف بتا دوں، اگلایا اس کی بھی نہیں ہوسکتی! اچھا آدمی ہے تو ہوا کرے۔ ہمیں کیا! پہلے تو میں ڈانواڈول تھی بھی اور اب فیصلہ کر چکی ہوں: 'پہلے مجھے قبر میں لٹا دو، زمین میں دفن کردو، پھر اپنی بیٹی کا ہاتھ اسے پکڑا دینا۔'، آج میں نے ایسے دوٹوک لفظوں میں ایوان فیودرووچ سے کہہ دیا۔ دیکھا، تمھیں بتا رہی ہوں، کتنا بھروسہ ہے تم پر!''

''جی ہاں، دیکھ رہا ہوں، سمجھتا ہوں۔''

لیزاویتا پروکوفیونا نے پرنس کو نظروں ہی نظروں میں ٹٹولا۔ ممکن ہے وہ یہ جاننے کو بےتاب ہوں کہ ایوگینی پاولووچ سے انکار کی یہ خبر اس پر کس طرح اثرانداز ہوتی ہے۔

''اور گاوریلا ایولگین (گانیا) کے بارے میں تمھیں کچھ نہیں معلوم؟''

''یعنی... معلوم تو بہت کچھ ہے۔''

''کیا یہ اطلاع ہے کہ اگلایا سے اس کی رسم وراہ چل رہی ہے؟''

''جی، بالکل نہیں معلوم'' پرنس حیران رہ گیا بلکہ بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ ''آپ کیا فرماتی ہیں کہ گانیا اور اگلایا کے درمیان کوئی بات ہے؟ یہ ہو نہیں سکتا!''

''ابھی حال کی بات ہے۔ اس کی جو بہن ہے، وہ چپکے چپکے راستہ بناتی رہی۔ چوھیا کی طرح کام کررہی تھی۔''

''یقین نہیں آرہا ہے مجھے'' کسی قدر سوچ میں پڑکر اور بےچینی سے پرنس نے زور دے کر کہا۔ ''اگر ایسا ہوا ہوتا تو اب تک مجھے خبر مل گئی ہوتی۔''

''تم نے کیا سوچا تھا کہ وہ خود آکر تمھارے سینے پر سر رکھ دے گا اور آنسو بہا بہاکر سب قبول دے گا؟ تم بھی کیا بدھو ہو! کیسے سادہ لوح آدمی! تبھی سب تمھیں بےوقوف بنا لیتے ہیں جیسے تم کوئی وہ ہو... کوئی وہ... تمھیں شرم نہیں آتی اس پر اعتبار کرتے؟ واقعی تمھیں نہیں دکھائی دیتا کہ اس نے کیسے لپیٹ لیا ہے تم کو؟''

''خوب جانتا ہوں کہ بعض اوقات وہ سجھے بےوقوف بناتا ہے،'' پرنس نے آدھی آواز میں بےدلی سے بالآخر مان لیا ''اور اسے بھی علم ہے کہ میں یہ بات جانتا ہوں...'' اس نے اتنا کہہ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

''یہ جان کر بھی اسے اپنا رازدار بنائے ہوئے ہو! بس، یہی کسر رہ گئی تھی! تم سے اسی کی امید تھی۔ اس میں تعجب کی کیا بات! اف، خدایا، ایسا بھی کوئی انسان ہوگا دوسرا! اخ تھو! کیا تمھیں خبر ہے کہ اسی گانیا کے بچے نے، اسی واریا کی بچی نے اگلایا کا نستاسیا سے تار ملا رکھا ہے؟''

''کس کا؟''

''اگلایا کا۔''

''یقین نہیں آتا! یہ تو قطعی ناممکن! بھلا کیا غرض ہوگی اس میں؟''

وہ کرسی سے اچھل پڑا۔

''یقین مجھے بھی نہیں آتا، اگرچہ اس کی علامتیں موجود ہیں۔ وہ جو لونڈیا ہے، بڑی سر پھری، منچلی اور دیوانی ہے۔ ایک نہیں، ہزار سال تک بھی کہے جاؤں‌گی کہ خبیث، بدذات، بدذات چھوکری ہے وہ! میرے ہاں تو سبھی ایسی نکل گئیں۔ اور تو اور، وہ بھیگی بلی الیکساندرا بھی ایسی ہی ہوگئی۔ مگر یہ جو ہے، تو یہ بالکل ہی ہاتھوں سے نکل گئی! اس کا بھی یقین نہیں آتا۔ وجہ شاید یہ کہ یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا'' یہ بات انہوں نے گویا اپنے آپ سے کہی ''تم ہمارے ہاں آئے کیوں نہیں؟'' ایک جھٹکے سے بیگم صاحبہ پھر پرنس کی طرف مڑیں۔ ''آج تیسرا دن ہے، تم ادھر آئے کیوں نہیں؟'' دوبارہ وہ اس پر چیخ پڑیں۔ ''بولو!''

پرنس اپنی صفائی پیش کرنے ہی والا تھا کہ انہوں نے خود سلسلہ جاری رکھا۔

''سب نے تمھیں الٹی کھوپڑی کا سمجھ رکھا ہے، سب تمھیں فریب دیتے ہیں! تو کل تم شہر گئے تھے؟ شرط لگانے کو تیار ہوں کہ تم شہر گئے، گھٹنوں کے بل جھک کر تم نے التجا کی، گڑگڑائے کہ وہ رذیل دس ہزار قبول کرلے۔ ہے نا؟''

''قطعاً نہیں۔ میں نے یہ سوچا تک نہیں۔ اس کی صورت تک نہیں دیکھی۔ اور پھر یہ کہ وہ رذیل نہیں ہے۔ میرے نام اس کا رقعہ آیا ہے۔''

''ذرا دکھاؤ تو!''

پرنس نے کاغذات کے بستے میں سے ایک رقعہ نکالا اور بیگم صاحبہ کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا تھا:

''جنابِ والا، مہربان من! دوسروں کی نظر میں اب مجھے آبرومند رہنے کا ذرہ برابر حق نہیں رہا۔ اور لوگ تو سمجھتے ہیں کہ میری حیثیت آبرو کے قابل ہئی نہیں۔ مگر یہ ہے کہ سب نے گرادیا، آپ نے نظر سے نہیں گرایا۔ مجھے حد سے زیادہ یقین آگیا جناب من کہ آپ غالباً ان سب سے بہتر ہیں۔ میں داکترینکو سے قطعی اتفاق نہیں کرتا اور اپنے اس یقین میں میرا اس کا ساتھ نہیں۔ آپ سے کبھی، کسی صورت میں بھی مجھے ایک کاپک بھی نہیں لینا۔ مگر آپ نے میری والدہ کی امداد کی، اس پر احسانمند ہونا واجب ہے۔ اگرچہ یہ بھی کمزوری کی علامت ہے۔ بہرحال جو بھی ہو، میں آپ کو اور طرح سے دیکھنے لگا اور یہ اطلاع دینا میرا فرض تھا۔ آخر میں یہ بھی عرض کردوں کہ آپ کے ہمارے درمیان آئندہ کوئی سلسلہ نہیں رہے گا۔ فقط۔ انتیپ بردوفسکی۔''

''پس نوشت: دو سو روبل کی رقم میں جو بقایا رہ گیا ہے، وہ وقت آنے پر لازماً ادا کردیا جائے گا۔''

''کیا بےعقلی ہے!'' لیزاویتا پروکوفیونا نے وہ رقعہ واپس پٹکتے ہوئے اظہار خیال کیا۔ ''فضول پڑھا۔ اب تم دانت کیا نکال رہے ہو؟''

''دیکھئے، مان لیجئے کہ آپ کو بھی یہ پڑھنے میں لطف آیا!''

''کیسے! یہ خواہ مخواہ کی شیخی‌بازی کی بکواس پڑھ کر؟ کیا تمھیں نہیں دکھائی دیتا کہ مفت کی اکڑ میں اور شیخی‌بازی میں یہ لوگ عقل گنوا بیٹھے ہیں؟''

''جی ہاں۔ پھر بھی اس نے اپنی خطا مانی، داکترینکو سے

قطع تعلق کیا۔ جتنی بھی زیادہ خودپسندی اس میں ہوگی، اتنی ہی سخت ضرب پڑی ہوگی۔ آپ بھی بالکل بچی ہیں بیگم صاحبہ!''

''کیا بکتے ہو، کیا چانٹا کھانے کا ارادہ ہے میرے ہاتھ سے؟''

''جی، ایسا کوئی ارادہ نہیں! مگر بات یہ کہ آپ اس کا رقعہ پڑھ کر خوش ہوئی ہیں اور یہ ظاہر کرنے کو تیار نہیں۔ اپنے جذبات سے بھلا شرمانے کی کیا ضرورت! یہ تو آپ کی افتاد طبع ہے!''

''اب آئندہ، خبردار، جو تمھارا قدم میرے یہاں آیا'' لیزاویتا پروکوفیونا واقعی غصے سے لال پیلی ہونے لگیں اور ڈانٹ کر بولیں ''آج کے بعد سے تمھارا سایہ میرے مکان میں نہ دکھائی دے، بس، کہہ دیا!''

''اور تین دن نہیں گزرنے پائیں گے کہ آپ خود آئیں گی مجھے بلانے کے لئے۔ آپ کو حیا نہیں آتی اس پر؟ یہ آپ کے نہایت عمدہ جذبات ہیں، آپ کا ان سے شرمانا کیا معنی! مفت میں اپنی جان ہلکان کرتی ہیں!''

''مرجاؤں گی، نہیں بلاؤں گی! تمھارا نام تک یاد سے نکال دوں گی! جاؤ، نکال دیا!!''

یہ کہہ کر وہ اچھل کر پرنس سے دور ہوگئیں۔

''آپ بلائیں نہ بلائیں، مجھے تو یوں بھی آپ کے ہاں آنا منع ہے'' پرنس نے باآواز بلند ان خاتون کو جتایا۔

''کیا کہا؟ کس نے تمھیں منع کیا؟''

لمحہ بھر میں وہ پلٹ پڑیں جیسے کسی نے سوئی چبھو دی ہو۔ پرنس جواب دینے میں ہچکچایا۔ اسے محسوس ہوا کہ بلاارادہ ضرورت سے زیادہ کہہ گیا۔

''کس نے تمھیں منع کیا آنے سے؟'' وہ طیش میں جواب طلب کرنے لگیں۔

''اگلایا ایوانوونا نے منع کیا ہے...''

''کب؟ — ب... بتاؤ فوراً!''

''آج صبح ہی، ان کا رقعہ ملا تھا۔ لکھا ہے کہ آئندہ بھول کر بھی ادھر قدم نہ رکھوں!''

لیزاویتا پروکوفیونا سکتے میں آ گئیں مگر برابر دماغ لڑا رہی تھیں۔

''کیا بھیجا؟ کس کے ھاتھ بھیجا؟ اسی چھوکرے کے ھاتھ؟ زبانی؟،، وہ پھر جھٹکے دے دے کر پوچھنے لگیں۔

''مجھے تو ان کی تحریر ملی ھے!،، پرنس نے جواب دیا۔

''کہاں ھے؟ دکھاؤ! ابھی دو!،،

پرنس منٹ بھر سوچتا رہ گیا۔ پھر واسکٹ کی جیب میں سے ایک مڑا تڑا کاغذ نکالا جس میں لکھا تھا:

''پرنس لیو نکولائی‌وچ صاحب۔ جو کچھ بیتی ھے، اگر اس کے بعد بھی آپ ھمارے داچہ میں قدم رنجہ فرما کر میرے لئے حیرت کا سبب بنے تو آپ یقین کیجئے کہ اپنی آمد پر خوش ھونے‌والوں میں آپ مجھے نہیں پائیں‌گے!

فقط: اگلایا یپان‌چین۔،،

لیزاویتا پروکوفیونا نے دم بھر کو دماغ پر زور دیا۔ پھر ایک دم پرنس پر جھپٹ پڑیں، اس کا بازو تھاما اور اپنے ساتھ گھسیٹنے لگیں۔

''ابھی اسی وقت چلو! ارادتاً چلو! اسی منٹ!،، ان پر انتہائی اضطراب اور بےصبری کا دورہ پڑا تھا اور وہ اسے کھینچے جا رہی تھیں۔

''مگر آپ تو مجھ پر زبردستی کررھی ھیں!،،

''کاھے کی زبردستی؟ بالکل ھی نادان بدھو ھو تم۔ میں تو جانوں، مردوے ھی نہیں ھو! اب میں دیکھوں‌گی، خود اپنی آنکھوں سب دیکھوں‌گی...،،

''کم‌ازکم مجھے ھیٹ تو اٹھا لینے دیجئے!،،

''لو، یہ رھا تمھارا سڑیل ھیٹ۔ چلیں اب! سلیقے کا لباس تک تمھیں پہننا نہیں آتا! یہ تو اس نے، وہ، اس واقعے کے بعد... یہ تو بخار میں لکھا...،، لیزاویتا بیگم صاحبہ اس کا ھاتھ تھامے،

ساتھ میں کھینچتی گھسیٹتی ہوئی بڑبڑانے لگیں۔ ''میں نے تو تھوڑی دیر پہلے تمھاری ہی طرفداری کی۔ زور سے سنا کر کہہ دیا کہ الٹی کھوپڑی کے ہو، جو آئے نہیں ہمارے ہاں! ورنہ وہ کیوں لکھتی ایسا بےوقوفی کا خط! ایسا بدتمیزی کا خط! ایک شریف، تمیزدار، عقلمند اور ذہین لڑکی کو ایسا خط لکھنا زیب نہیں دیتا!.. ہونھ!،، وہ کہتی چلی گئیں ''اسے ناگوار گزرا ہوگا کہ صورت تک نہیں دکھائی! یہ نہ سوچا اس لڑکی نے کہ تم جیسے ایڈیٹ کو اس طرح نہیں لکھنا چاہئے، کیا خبر لفظی مطلب نکال بیٹھے — اور وہی ہوا... تم کیا کان لگائے سن رہے ہو؟،، وہ ٹھنک کر بولیں۔ اندیشہ ہوا کہ کچھ زیادہ ہی منہ سے نکل گیا ہے۔ ''اسے تو تم جیسا مسخرہ چاہئے۔ اتنے دن ہوگئے، دیکھا نہیں، تو یوں تمھیں اس طرح بلوایا ہے۔ میں خوش ہوں۔ بڑی خوشی ہے کہ اب وہ اچھی طرح تمھیں نچائےگی! تم اسی قابل ہو۔ اسے تگنی کا ناچ نچانا خوب آتا ہے۔ آتا ہے اسے!،،

حصّہ سوّم

۱

ہر وقت یہ شکایت سننے میں آتی ہے کہ ہمارے ملک میں عملی لوگ نہیں ہیں، کہ سیاست‌دانوں کی بھرمار ہے اور جرنیلوں کی افراط، ہر قسم کا انتظام سنبھالنے والے جتنے چاہو دستیاب ہیں - لیکن عملی صلاحیت کے لوگ نہیں ملتے - کم از کم یہ عام شکوہ ہے - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چند ریلوے لائنوں پر لائق و کارگذار اسٹاف کی کمی بری طرح کھٹکتی ہے - علاوہ‌ازیں کسی جہازران کمپنی کےلئے مناسب اہلکار ملنا قطعی ناممکن - آپ سنتے ہیں کہ ادھر نئی نئی تعمیرشدہ ریلوے پر ٹرینیں ٹکرا گئیں یا پل پر سے ریل کے ڈبے گر گئے - آپ پڑھتے ہیں کہ ادھر ایک ریلوے ٹرین برف کے فرش پر موسم سرما گذار رہی ہے، جو چند گھنٹوں کے سفر پر روانہ ہوئی تھی وہ پانچ دن تک برف میں پھنسی رہی - لوگ کہتے ہیں کہ ایک مقام پر ہزاروں پوڈ* کا تجارتی مال مسلسل دو دو تین تین مہینے پڑا سڑتا رہا کیونکہ اسے چڑھانے کی نوبت ہی نہیں آئی - اور دوسری جگہ (جس پر مشکل سے یقین آتا ہے) ایک افسر نے جو کسی قسم کا سپرنٹنڈنٹ تھا، ایک تاجر کے منشی کے جبڑے پر سرکاری مکہ جڑدیا، جو مال کو روانہ کرنے کےلئے اسے ستائے جا رہا تھا - اپنی انتظامیہ سرگرمی پر افسر نے خود بتایا کہ اسے ''جوش،، آگیا تھا - بظاہر سرکاری ملازمت میں اتنی جگہیں موجود ہیں کہ سوچ کر بھی وحشت ہوتی ہے - تقریباً ہر کوئی یا تو سرکاری ملازم رہ چکا ہے یا ہے یا ملازمت کا ارادہ رکھتا ہے - اتنا ساز و سامان ہوتے ہوئے بھی ایسا کیوں ہے کہ کسی جہازران کمپنی کے لئے معقول اسٹاف ملنا مشکل؟

بعض اوقات اس کا انتہائی سادہ اور پھیکا جواب دیا جاتا

---

* ایک قدیم روسی وزن کی اکائی ۳۶،۱ پونڈ کے برابر - (ظ ا -)

ہے، اتنا سادہ کہ اس پر یقین نہیں آتا۔ صحیح ہے، جو وہ کہتے
ہیں، کہ ہمارے ہاں ہر کوئی سرکاری ملازمت میں رہ چکا ہے
یا ہے۔ یہ ایسا سسٹم ہے جو پچھلے دو سو برس سے بہترین جرمن
سانچے میں ڈھلا ہوا ہے اور چل رہا ہے، جو ہمارے اجداد سے
ان کی اولاد کو سونپا گیا۔ تاہم افسرشاہی بڑے ہی غیرعملی لوگوں
پر مشتمل ہے اور معاملہ تو ایسے نازک موڑ پر آگیا ہے کہ
لاپروائی اور عملی جانکاری کی کمی ابھی کچھ عرصہ پہلے تک خود
سرکاری ملازمین کی نظر میں سب سے بڑی خوبی اور ترقی کا راز
شمار کی جاتی تھی۔ لیکن ہم حکومت کے ملازمین کے متعلق کہتے
ہوئے خواہ مخواہ موضوع سے ہٹ گئے ہیں، ہمیں تو عملی لوگوں
کے متعلق بحث کرنی مقصود تھی۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ
بوداپن اور اپج کی کمی ہمیشہ سے اور آج بھی ہمارے ملک میں
ایک عملی انسان کی خاص اور بہترین علامت شمار کی جاتی ہے۔
لیکن اگر اس رائے کو الزام قرار دیا جائے، تو ہمارا اس میں کیا
قصور! ہر زمانے میں اور دنیا بھر میں ہر مقام پر اپج کی یا اختراع
کی کمی ہمیشہ ہی اعلی درجہ کی صفت سمجھی جاتی ہے اور کام
سے کام رکھنےوالے کاروباری اور عملی آدمی کی بہترین سفارش۔
کم از کم ننانوے فی‌صد لوگ (ایک محتاط اندازے کے مطابق) ہمیشہ
اس پر یقین رکھتے رہے ہیں۔ صرف ایک فی‌صد ہوں‌گے جو اس
مسئلے کو دوسری طرح سے دیکھتے تھے یا دیکھتے ہیں۔

موجدوں اور غیرمعمولی جی‌نی‌یس لوگوں کو ان کے کیریئر
کے ابتدائی دنوں میں (اور اکثر آخری دنوں میں بھی) سماج نے
بےوقوف سے زیادہ نہیں سمجھا۔ ایک عام مشاہدہ جو ہر شخص
پر اچھی طرح روشن ہے۔ اس طرح بیسیوں برس سے لوگ اگر اپنا
سارا سرمایہ بینک ہنڈیوں میں لگانے کے عادی ہو گئے اور چار
فی‌صد سود پر کروڑوں کی دولت جمع کرلی، پھر قاعدے کی بات
ہے کہ جب بینک بند پڑگیا اور سبھوں کو اپنی آمدنی کے ذرائع
پر گذارا کرنا پڑا اور کروڑوں کے سرمائے کا بڑا حصہ اندھادھند
سٹے کی گرمی سے دھواں بن کر اڑگیا یا چالبازوں کے ہتھے چڑھا —
تو یہ ٹھیرا آداب اور شائستگی کا تقاضہ۔ یعنی یہ ہوئی شائستگی۔
چونکہ، عام خیال کے مطابق، شائستگی کے ساتھ بوداپن اور جدت‌پسندی

کی خاصی کمی آج بھی ہمارے ملک میں کاروباری اور شریف آدمی کی مستقل خوبی سمجھی جاتی ہے تو اس ضمن میں کسی قسم کی ناگہاں تبدیلی قطعی غیرشریفانہ بلکہ نازیبا ہوگی۔ بھلا کونسی ماں جسے اپنے بچے سے دلی محبت و شفقت ہے اس بات پر دہشت محسوس نہ کرےگی کہ اس کا بیٹا یا بیٹی مقررہ روش سے ہٹ کر چلے۔ ''نہیں ۔ جدت پسندی کے بغیر ہی خوش و خرم زندگی بہتر رہےگی۔'' یہی بات کوئی بھی ماں اپنے بچے کو گود میں اچھالتے ہوئے سوچےگی۔ ہماری آیائیں بچوں کو جھولا جھلاتے وقت قدیم زمانہ سے یہ لوری سناتی چلی آئی ہیں:

سونے میں کھیلے لال ہمارا
جنرل بنےگا راج دلارا

اس طرح ہمارے بچوں کی انائیں بھی سمجھتی تھیں کہ جنرل کا مرتبہ روسی راحت و خوش‌نصیبی کی انتہا ہے۔ مطلب یہ کہ یہی سب سے مقبول عام قومی نصب العین تھا ایک آسودہ اور مکمل روحانی مسرت و نشاط کا۔ اور واقعی اوسط درجے میں اپنے امتحانات پاس کرنے اور پینتیس سال ملازمت کرنے کے بعد کون ہے جو ایک جنرل کے عہدے پر نہ پہنچ سکے اور بینک میں اچھی خاصی رقم جمع نہ کر پائے؟ اس طرح سے روسی آدمی زیادہ زور مارے بغیر آخر میں ایک کاروباری اور عملی آدمی کا درجہ حاصل کر لیتا۔ بالفعل یہ، صرف ایک جدت‌پسند انسان یا دوسرے لفظوں میں ایک بےچین بیکل آدمی ہی ہمارے ملک میں جنرل بننے میں ناکام رہتا۔ شاید یہاں کچھ غلطفہمی کا امکان ہو۔ لیکن عام طور پر یہ درست ہے۔ اور ہمارا سماج ایک عملی آدمی کے بارے میں اپنا آئڈیل وضع کرنے میں مکمل حق‌بجانب تھا۔

بہرحال ہم نے کافی غیرضروری باتیں کرلیں۔ درحقیقت ہم جو کہنا چاہتے تھے وہ چند توضیحی الفاظ تھے جو اپنے جانے پہچانے یپان‌چین خاندان‌والوں کے متعلق کہنے تھے۔ یہ لوگ یا کم سے کم اس خاندان کے زیادہ صاحب فکر افراد ایک خاص خاندانی خصلت رکھنے کی وجہ سے پیہم تکلیفیں اٹھاتے اور وہ تقریباً ان سب میں

موجود تھی، جو بالکل برعکس تھی ان خوبیوں کے جن کا ہم ذکر کر آئے ہیں۔ حقیقت کو پورے طور سے سمجھے بغیر (کیونکہ اسے سمجھنا ہی بہت مشکل ہے) انھیں یہ بات زیادہ کھٹکتی کہ ان کے خاندان میں سب کچھ ویسا نہیں ہوتا جیسا اوروں کے ہاں۔ سب کے ہاں ہمواری، ان کے ہاں کھردراپن۔ دوسرے لوگ عام ڈگر پر چلتے، یپان‌چین خاندان اسے برابر پھلانگتا رہا۔ دوسرے ہمیشہ رسماً دب کر شائستگی سے رہتے مگر یہ لوگ ایسا نہیں کرتے تھے۔ لیزاویتا پروکوفیونا حد سے زیادہ ہی سہمی رہتی تھیں پھر بھی ان میں اعلا سوسائٹی کی وہ خوش سلیقہ سعادت مندانہ روش ناپید تھی جس کی دلی آرزو تھی۔ لیکن شاید صرف لیزاویتا پروکوفیونا کو ہی یہ اندیشہ لگا رہتا۔ لڑکیاں اس لحاظ سے ابھی نوعمر تھیں گو وہ بڑی تیز فہم تھیں اور طنز سے بھرپور جبکہ جنرل کا اس تیزفہمی میں ان کا اپنا حصہ تھا (اگرچہ ذرا تکلف کا) لیکن نازک موقعوں پر وہ ''ہونکارہ،، بھرنے کے سوا کچھ نہ کہتے اور بالآخر اپنی ساری امیدیں لیزاویتا پروکوفیونا پر چھوڑ دیتے تھے۔ مطلب یہ کہ ساری ذمہ‌داری انھیں پر آپڑتی۔ وجہ یہ نہیں کہ یہ گھرانا جدت میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا یا جدت کے شوق میں جان بوجھ کر مقررہ حدیں پھلانگ جاتا تھا جو تمیز و اخلاق سے گزری ہوئی بات ہو۔ نہیں ہرگز نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، کسی مقصد کے پیش نظر ایسا نہیں کیا گیا۔ لیکن باتیں کچھ ایسی نکلتی گئیں کہ یپان‌چین خاندان کی اگرچہ بڑی قدر و منزلت تھی مگر وہ اتنا وضعدار نہ تھا جیسا کسی مقتدر گھرانے کو ہونا چاہئے۔ ابھی کچھ عرصہ سے لیزاویتا پروکوفیونا کو ان واقعات پر ساری تہمت خود اپنے سر لینے کی عادت ہوگئی تھی اور ان کی ''کمبخت طبیعت پر،، لیکن اس سے ان کی مصیبت اور بڑھتی گئی۔ وہ ہمیشہ خود کو ملامت کرتیں۔ ایک بےوقوف، مجہول، خبطی کہہ کر ان خیالی مصیبتوں پر خود کو اذیت دیتیں، بہت معمولی مسئلوں کا حل ڈھونڈھنے میں اکثر ناکام رہتیں۔ کسی بھی سانحے پر بڑی مبالغہ آرائی کرتیں اور مصیبت کو بہت بڑھا چڑھا کر دیکھتیں۔

ہم نے اپنی داستان کے شروع میں بتایا کہ یپان‌چین گھرانے کو عام طور سے عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ خود جنرل

پیان‌چین کو جنھوں نے ادنا حیثیت سے ترقی کی تھی ہر جگہ دعوت دی جاتی اور عزت کی جاتی۔ اس عزت کا انھیں حق بھی تھا۔ اولاً وہ ایک صاحب جائداد اور مشہور آدمی تھے، دوم وہ ایک بے‌حد شائستہ آدمی تھے۔ اگرچہ وہ معمولی سوجھ بوجھ کے آدمی تھے تاہم ذہن کا کسی قدر ٹھس ہونا یا موٹی عقل کا ہونا ایک بڑے آدمی میں نہیں تو کم از کم ایک ایسے آدمی میں جو پیسہ کمانے کی دھن میں بری طرح مصروف ہو ایک لازمی صفت معلوم ہوتی ہے۔ بالآخر جنرل پیان‌چین بذات خود خوش اطوار و سادہ دل آدمی تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اپنا منہ کب بند رکھنا چاہئے۔ ویسے کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچا سکتا اور یہ سب صرف جنرل کے عہدے کی بنا پر نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ ایک دیانتدار اور شریف شخص شمار ہوتے تھے۔ بڑی بات یہ کہ انھیں اوپر کی زبردست سرپرستی حاصل تھی۔ جہاں تک لیزاویتا پروکوفیونا کا تعلق ہے تو وہ جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں عالی نسب خاتون تھیں، حالانکہ ہمارے ہاں حسب نسب نہیں بلکہ اثرورسوخ کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اور پھر اوپر کی ہستیاں بھی ان سے عزت اور محبت سے پیش آتی تھیں، اس لئے یہ قدرتی امر تھا کہ ہر جگہ ان کا مان‌دان کیا جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کی گھریلو پریشانیوں کی کوئی بنیاد تو تھی نہیں، بڑی معمولی وجہ سے پیدا ہوتیں جسے وہ مضحکہ خیز حد تک بڑھا دیا کرتی تھیں۔ تاہم اگر آپ کی ناک یا ماتھے پر ایک مسا ہو تو آپ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ دنیا میں یہی ایک چیز ہے جسے دیکھنے کی دوسروں کو فرصت ہے اور اس کا مذاق اڑانے کی بھی۔ اور اس پر آپ کو ملامت کریں‌گے، بھلے آپ نے امریکہ ہی کیوں نہ دریافت کیا ہو۔ اس میں بھی شبہ نہیں کہ لیزاویتا پروکوفیونا کو سوسائٹی میں مسلمہ طور پر یوں تو ایک ''سنکی،، سمجھا جاتا لیکن ان کی تعظیم کی جاتی۔ پھر بھی وہ آخر میں اس تعظیم و تکریم سے بدگمان ہو گئیں اور یہی تھی مصیبت کی جڑ۔ اپنی بیٹیوں کی طرف دیکھ‌کر وہ اپنے آپ کو ان اندیشوں سے اذیت پہنچاتیں کہ وہ کسی طور سے ان کے خوش‌آئند مستقبل میں حائل ہو رہی تھیں اور یہ کہ ان کا کردار مضحکہ‌خیز، خلاف عادت اور ناقابل برداشت

ہے جس کا سارا الزام بےشک برابر اپنی بیٹیوں اور شوہر کے سر تھوپ دیتیں۔ وہ ان سے سارے سارے دن جھگڑا کیا کرتیں باوجودیکہ وہ ان سے بڑی وارفتگی بلکہ جنون کی حد تک محبت کرتی تھیں۔

وہ سب سے زیادہ دلگیر اس بات سے ہوا کرتیں کہ ان کی بیٹیاں بھی بالکل انھیں کی طرح ''آشفتہ،، سر ہوتی جارہی ہیں۔ پھر ان جیسی لڑکیاں سوسائٹی میں نہ تو ہوتی ہیں، نہ ہونی چاہئیں۔ ''وہ نہلسٹ بنتی جارہی ہیں،، وہ دل ہی دل میں کہتیں۔ پچھلے سال بھر سے خاص طور سے پچھلے کچھ دنوں سے ان کے ذہن میں ایک کانٹا کھٹک رہا تھا۔ ''اول تو ان کی شادیاں کیوں نہیں ہو جاتیں؟،، وہ خود سے پوچھا کرتیں۔ ''صرف اپنی ماں کو دق کرنے کے لئے۔ زندگی میں یہی ان کا ایک مقصد ہے۔ یہ سب ان نئے نئے خیالات سے نکلا ہے۔ اور وہ عورتوں کے مسئلے کا منحوس موضوع۔ اگلایا ہی تو تھی جس کے سر میں سمائی، ابھی چھ مہینے پہلے، کہ وہ اپنے شاندار بال ترشوا کر چھوٹے کرلے۔ (یا خدا! اس کی اتنی عمر میں میرے بال کبھی ایسے نہ ہوئے!) وہ قینچی ہاتھ میں لئے تھی۔ میں گھٹنوں کے بل اس کی منت سماجت کرتی رہی کہ وہ یہ ارادہ ترک کردے۔ ہاں اور کیا؟ اس نے محض جلانے کے لئے یہ سب کیا۔ بدباطن، ضدی اور لاڈ کی بگڑی لڑکی بلکہ خبیث، خبیث، خبیث! اور پھر وہ موٹی الیکساندرا کی بچی بھی اس کی نقل کرنے چلی اور اپنے گردن کے بال چھوٹے کرنےوالی تھی۔ کسی شرارت یا ترنگ میں آکر نہیں بلکہ اچھی نیت سے، باؤلی کہیں کی۔ اگلایا نے اسے باور کرایا کہ بال چھوٹے کر لینے سے اسے خوب اچھی نیند آئےگی اور سر کا درد بھی ختم ہوجائےگا۔ اور کیا گذشتہ پانچ برسوں میں شادی کے امیدواروں کا ایک غول نہیں آیا؟ ان میں کچھ واقعی بڑے اچھے نوجوان تھے بلکہ بہترین جوڑ۔ پھر وہ انتظار کس کا کررہی ہیں؟ وہ شادیاں کیوں نہیں کرلیتیں؟ صرف اپنی ماں کا دل دکھانا۔ دوسری ہرگز کوئی وجہ نہیں ہوسکتی!،،

آخرش سورج کی پہلی کرنوں نے اس کے ممتا بھرے دل کو بیدار کیا۔ کم سے کم ایک بیٹی ادےلائیدا تو تھی جو اپنا گھر بسانے جارہی ہے۔ ''ہاں، وہ کم از کم ہمارے ہاں سے چلی جائےگی،،

لیزاویتا پروکوفیونا کہا کرتی، جب بھی انہیں اپنے جذبات کے اظہار کا موقعہ ملتا (اگرچہ یہ بات وہ خود سے بڑے پیار سے کہتیں) ۔ اور پھر وہ کتنا عمدہ جوڑ ہے جس کو سوسائٹی میں پسند کیا گیا ۔ ایک دولت‌مند، شریف، اچھا، ممتاز شخص اور پھر طرہ یہ کہ محبت کی شادی ۔ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ وہ ادےلائیدا کےلئے اتنی فکرمند نہ تھی جتنی دوسری لڑکیوں کے لئے ۔ گو اس کا فنکارانہ شوق لیزاویتا پروکوفیونا کی مسلسل شکی طبیعت کے لئے سخت پریشانی کا باعث بنا رہتا تھا ۔ ''مگر پھر بھی مزاج بڑا شگفتہ ہے، کافی سوجھ بوجھ رکھتی ہے اس لئے وہ خود اپنی جگہ بنالےگی،، یوں وہ آخر میں خود کو تسلی دے لیا کرتی تھیں ۔ انہیں سب سے زیادہ اگلایا کا مستقبل بےچین کئے ہوئے تھا ۔ ہاں، ان کی سب سے بڑی بیٹی الیکساندرا کے متعلق وہ اب تک فیصلہ نہ کر سکی تھیں کہ اس کےلئے تشویش کریں یا نہیں ۔ کبھی کبھی وہ اس کی آس بالکل چھوڑ دیا کرتیں : پچیس برس کی ہوگئی، اس کی قسمت میں شاید بن‌بیاہی بڑھیا ہونا لکھا ہے ۔ ''اور ہے کتنی حسین!،، ماں اپنی بیٹی کی اس دشا پر رات میں آنسو بہایا کرتی اور خود الیکساندرا ایوانوونا مزے کی نیند سوتی رہتی ۔ ''وہ آخر کس قسم کی لڑکی ہے — نہلسٹ یا فقط ایک بےوقوف؟،، لیزاویتا پروکوفیونا کو بالکل شبہ نہ تھا کہ وہ بےوقوف تو نہیں تھی ۔ وہ الیکساندرا کی فہم‌وفراست کی بڑی قدر کیا کرتیں، اس سے مشورے کرنا بھی انہیں بہت پسند تھا ۔ مگر یہ کہ وہ ''بھیگی بلی ہے،، اس میں بھی کوئی شبہ نہیں : ''ہے ایسی ٹھنڈی طبیعت کی کہ کسی چیز کا اثر نہیں لیتی! لیکن 'بھیگی بلیاں، بھی تو آخر نچلی نہیں بیٹھتی ہیں! چھی چھی ۔ ان لڑکیوں کے پیچھے تو میری مت ماری گئی ہے!،، الیکساندرا کے لئے لیزاویتا پروکوفیونا کے دل میں ناقابل بیان رحم تھا ۔ اگلایا سے بھی زیادہ جس پر وہ واری واری جاتی تھیں ۔ جب وہ اپنی مادرانہ شفقت و محبت میں ترش روئی سے فقرہ کستیں اور ''بھیگی بلی،، کا لفظ استعمال کرتیں تو الیکساندرا بڑی محظوظ ہوتی ۔ کبھی کبھی لیزاویتا پروکوفیونا چھوٹی سی کسی بات پر بھی چراغ پا ہو جاتیں، آپے سے باہر ہو جاتیں ۔ مثال کے طور پر الیکساندرا دیر دیر تک سویا کرتی، اسے عموماً بہت سارے خواب دکھائی دیتے خالی متولی،

بےمعنی اور معصومیت بھرے خواب جو ایک سات برس کا بچہ
ہی دیکھ سکتا ہے۔ ان خوابوں کی معصومیت ماں کے چڑچڑےپن کی
دوسری وجہ بن گئی تھی۔ ایک مرتبہ الیکساندرا نے خواب میں نو
مرغیاں دیکھیں، اس پر ماں بیٹی میں بڑی جھڑپ ہوئی۔ پتہ نہیں
کیوں؟ ہاں البتہ ایک مرتبہ اس کے خواب میں ذرا انوکھاپن تھا —
اس نے ایک راہب کو دیکھا جو اکیلا ایک اندھیرے کمرے
میں بیٹھا تھا جس میں داخل ہوتے ہوئے وہ دہشت زدہ ہوئی۔ دوسری
دونوں بیٹیوں نے فوراً یہ خواب ماں کو بڑی شان سے اور قہقہوں
کے بےتحاشا شور میں سنایا جو ان پر بگڑ بیٹھیں اور تینوں کو
بےوقوفوں کی ٹولی کہا۔ ''ہونہہ، وہ تو پگلی، ٹس سے مس نہیں ہوتی۔
بلکہ قطعی 'بھیگی بلی'۔ اس پر کسی چیز کا اثر نہیں۔ اندر
ہی اندر گھل رہی ہے۔ کبھی کبھی نظر بھی آتی ہے، بےحد
اداس۔ بھلا وہ اتنی رنجیدہ و افسردہ کیوں رہتی ہے؟'' بعض اوقات
جب وہ یہ سوال اپنے شوہر کے سامنے رکھتیں تو حسب معمول
ہیجانی انداز میں اور دھمک کر، اس طرح کہ ہاتھ کے ہاتھ جواب
چاہئے۔ ایوان فیودرووچ صرف ایں ایں کرتے، چیں بجبیں ہوکر
شانے جھٹکتے، پھر اپنے ہاتھ پھیلا کر یوں رائے دیتے:

''اسے ضرورت ہے ایک شوہر کی!''

''خدا نہ کرے کہ تم جیسا شوہر ملے ایوان فیودرووچ! یا
کہ تمہارے جیسی عقل رکھتا ہو'' وہ ایک بم کی طرح پھٹ پڑتیں۔
''یا کہ تم جیسا گنوار ہو ایوان فیودرووچ...''

ایوان فیودرووچ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ ان کی بیوی
کا غصہ اس دھماکے کے بعد فرو ہوجاتا اور ہاں پھر اسی روز کی
رات میں شوہر کے ساتھ ان کا رویہ پہلے کی طرح معقول، شائستہ اور
خوش مزاجی کا ہوتا۔ ان کا گنواروں کا گنوار پیارا، مہربان و محبوب
ایوان فیودرووچ، وہ ایوان فیودرووچ جن سے انھوں نے ساری عمر
محبت کی، اس وقت بھی ان کے عشق میں مبتلا تھیں اور ایوان فیودرووچ
بھی اس سے اچھی طرح باخبر تھے۔ اسی لئے وہ اپنی لیزاویتا پروکوفیونا
کی بڑی عزت کرتے تھے۔

لیکن ان کی پریشانیوں کی اصل اور مستقل سبب اگلایا ہی تھی۔
''وہ بالکل ہی مجھ پر پڑی ہے، ہر زاویئے سے میری ہمزاد''

لیزاویتا پروکوفیونا خود سے کہتیں۔ ''ایک ضدی، بدخو، ننھی چڑیل! نہلسٹ کہیں کی۔ وھمی، سودائی۔ بدباطن۔ خبیث، خبیث، خبیث! خدایا، دیکھنا آگے چل کر کیسی مصیبت اٹھائےگی!،،

لیکن جیساکہ ہم نے پہلے کہا چڑھتے سورج کی کرنوں نے گویا اس لمحہ صورتحال کو ملائم اور درخشاں کردیا تھا۔ لیزاویتا پروکوفیونا کی زندگی کا پورا ایک مہینہ اس کی تمام پریشانیوں اور اندیشوں سے مکمل فراغت کا گذرا۔ ادےلائیدا کی شادی قریب آرهی تھی تو اگلایا بھی سوسائٹی میں موضوع گفتگو بن گئی۔ جہاں جاتی بڑے حسن سلوک سے پیش آتی، ہر ایک سے بڑی طمانیت، سوجھ بوجھ اور بڑی مسرور ہوکر ملتی۔ ساتھ ہی اس میں تمکنت کی جھلک بھی تھی لیکن اس کی اعلا خوبیوں سے میل کھاتی تھی۔ ماں کے ساتھ وہ پورا مہینہ بڑی خوش مزاجی اور مہرومحبت سے پیش آئی۔ (''بےشک ایوگینی پاولووچ کے بارے میں بڑی احتیاط سے چھان بین کرنا چاهئے۔ میں اس کے بارے میں پوری جانکاری حاصل کروںگی۔ اگلایا کو جیسے اسے اوروں میں سے انتخاب کرنا نہیں آیا!،،) بہرحال وہ ایکدم ایک نہایت عمدہ لڑکی میں تبدیل ہوگئی ہے۔ کتنی غیرمعمولی حسین تھی وہ، اللہ کتنی خوبصورت۔ اس کے حسن میں روزبروز اضافہ ہوتا گیا! اور اب...

ہاں اب جوں ہی یہ بدبخت پرنس، یہ شکستہ حال احمق تشریف لائے کہ ہر طرف پھر سے ہنگامہ مچ گیا۔ سارے کے سارے گھر میں افراتفری پھیل گئی۔

لیکن اصل میں ہوا کیا تھا؟

کسی دوسرے خاندان میں ایسا ہوتا تو فکرمند و پریشان ہونے کی کوئی بات نہ ہوتی لیکن لیزاویتا پروکوفیونا دوسروں سے اسی لئے مختلف تھیں کہ بےحد معمولی واقعات کے الجھاؤ اور افراتفری میں، اپنے ذاتی خدشوں کے سبب انھیں ہمیشہ کسی نہ کسی چیز سے اتنا ہول اٹھتا کہ بیمار پڑنے کی نوبت آجاتی اور ان کے اندر ایسا انجانا خوف بھر جاتا جو کٹیلا اور ناقابل بیان ہوتا اور جسے برداشت کرنا بہت مشکل۔ اور جب ان مضحکہ خیز و بےبنیاد پریشانیوں کے درمیان ناگہاں ایک ایسی بات سامنے آئے جو واقعی

اہم ہو اور خطرے، شک اور وسوسے کا سبب بنے تب ان کا ردعمل کیا ہوا ہوگا۔

''انھیں یہ جرأت ہوئی کیسے؟ انھوں نے مجھے ایسا گندہ گم‌نام خط لکھنے کی جرأت کیسے کی اس کمینی کے متعلق اور اس کی اگلایا سے خط و کتابت کے بارے میں؟،، یہ خیال لیزاویتا پروکوفیونا کے ذہن پر اس وقت ہتھوڑے لگا رہا تھا جب وہ پرنس کو اپنے ساتھ کھینچتی لئے جارہی تھیں اور اس وقت بھی جب اسے اپنے گھر لے جاکر اپنے سامنے گول میز پر بٹھایا تھا جس کے گرد سارا خاندان اکٹھا ہوگیا۔ ''انھوں نے ایسی بات سوچنے کی بھی جرأت کیسے کی؟ اگر مجھے اس میں ذرہ بھر سچائی بھی معلوم ہوجائے تو میں شرم سے ڈوب مروں‌گی۔ یا اگر میں یہ خط اگلایا کو دکھادوں۔ یپان‌چین خاندان کو بدنام کرنے کی جرأت کیسے کی؟ اور یہ سب ایوان فیودرووچ کی وجہ سے ہوا۔ تمھاری وجہ سے ایوان فیودرووچ! ہم یلاگن جزیرے پر کیوں نہ چلے گئے گرمیاں گذارنے؟ میں نے کہا تھا نا، ہمیں وہاں جانا چاہئیے! ہوسکتا ہے یہ خط اس چڑیل واریا نے لکھا ہو یا شاید... لیکن ان سب باتوں کے ذمہ‌دار ایوان فیودرووچ ہی ہیں۔ تمام باتوں کے۔ اس کمینی نے ان کو بیوقوف بنانے کے لئے یہ ساری ترکیب کی ہوگی۔ ان کے پرانے تعلقات کی یاددھانی کےلئے، انھیں سب کی نظروں سے گرانے کےلئے۔ جیسے اس نے احمق بناکر اس وقت مذاق اڑایا اور انھیں پھانسا تھا جب وہ اس کے لئے موتیوں کی مالا لے گئے — اور اب ہم سب اس معاملے میں پھنس گئے ہیں۔ تمھاری بیٹیاں بھی پھنس گئی ہیں، ایوان فیودرووچ۔ یہ نوجوان بیگمات جو اونچے حلقوں میں اٹھتی بیٹھتی ہیں۔ لڑکیاں جن کی شادی کی عمر ہورہی ہے، وہاں موجود تھیں۔ وہاں کھڑی تھیں حقیقتاً۔ اور ساری باتیں سن لیں۔ اور ان کمبخت لڑکوں‌والے معاملے میں بھی پھنس گئیں، تمھیں تو مزہ آئےگا کہ وہ وہاں سب سن رہی تھیں۔ میں ہرگز اس کمبخت پرنس کو معاف نہ کروں‌گی۔ ہرگز ہرگز نہیں! یہ اگلایا پر کیوں پچھلے تین دنوں سے ہیجانی دورے پڑرہے ہیں؟ وہ اپنی بہنوں سے کیوں کھنچی کھنچی رہتی ہے؟ الیکساندرا کے ساتھ بھی جس کے ہاتھ تو وہ یوں چومتی تھی جیسے اپنی ماں کے اور اب اس کی طرف دیکھتی بھی نہیں؟ وہ پچھلے

تین دنوں سے کیوں سب کو الجھن میں ڈالے ہوئے ہے؟ اس کا گوریلا ایولگین سے کیا تعلق؟ جس کی دو دن تو اس نے بڑی تعریف کی پھر بعد میں کیوں رو پڑی؟ اس گمنام خط میں کمبخت ''غریب سردار،، کا ذکر کیوں، جبکہ پرنس کا خط اپنی بہنوں تک کو نہیں دکھایا؟ پھر کیوں اور کس واسطے میں اس کے پاس پاگلوں کی طرح دوڑتی گئی اسے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ گھر لائی؟ یا خدا۔ میری عقل پر پتھر پڑگئے ہیں کہ یہ سب کیا! ایک نوجوان آدمی سے اپنی بیٹی کے راز پر بحث کی... وہ راز جن کا تعلق خاص اسی کی ذات سے ہوگا! بڑا شکر ہے کہ وہ ایک احمق آدمی ہیں۔ اور — اور خاندان کے ایک دوست! بھلا اگلایا اس غیر فطری عجوبے کی طرف مائل ہوسکتی ہے؟ میرے خدا۔ کیا بکواس کررہی ہوں! چھی چھی! خبطیوں کا ایک پٹارہ ہیں ہم لوگ۔ ہم سب کو نمائش کے لئے شیشوں میں لگاکر رکھ دینا چاہئے۔ اور مجھے سب سے آگے۔ اور دنیا کے عجوبے کی طرح تماش بین کو دکھانا چاہئے۔ فی داخلہ دس کاپک کے حساب سے۔ ایوان فیودرووچ میں اس پر تمہیں کبھی معاف نہ کروں‌گی۔ ہرگز نہیں! اور ایسا کیوں؟ وہ انہیں پھٹکارتی کیوں نہیں؟ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ پھٹکارے‌گی مگر ایسا نہیں کیا! وہ ادھر ان پر نظریں جمائے کھڑی ہے! منہ سے ایک لفظ نہیں پھوٹتا۔ وہاں سے ہٹتی بھی تو نہیں۔ وہیں جمی کھڑی ہے جبکہ اس نے ان پر حکم چلایا تھا کہ وہ دوبارہ قدم نہ رکھیں... اور وہ بیٹھے ہیں چہرے کا رنگ فق۔ اور وہ ڈبل منحوس بکواسی ایوگینی پاولووچ خود ہی بک بک کئے جارہا ہے بے‌تکان کہ کسی کا ایک لفظ بولنا مشکل! اگر مجھے بات چیت کو ٹھیک ڈھنگ پر لے‌جانے کا موقع ملتا تو میں ساری بات اگلوا لیتی...،،

اب ادھر دیکھئے پرنس کسی قدر زرد ہو کر گول میز کے گرد بیٹھا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بیک وقت دو طرح کے جذبات کی گرفت میں ہے — انتہائی بے‌چینی بھی اور کبھی کبھی ایسا وجدان جو ناقابل بیان ہو۔ وہ اپنی نظریں اس کونے کی طرف اٹھاتے ہوئے ڈر رہا ہے جہاں دو سیاہ جانی پہچانی آنکھیں اسے انہماک سے دیکھ رہی ہیں۔ اس وقت کیسی بے اندازہ مسرت ان سب کے

درمیان بیٹھنے سے ہو رہی تھی اور اتنی جلدی وہ اس مانوس آواز کو سن رہا ہوگا۔ اس کے اسے خط لکھنے کے بعد۔ ''یا خدا! اب وہ کیا کہے گی!،، اب تک پرنس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ اور ایوگینی پاولووچ کی بک بک کو سننے میں بھی سعی کرنا پڑرہی تھی۔ وہ اس شام بڑا مطمئن تھا اور تپاک سے پیش آرہا تھا۔ پرنس اسے سن تو رہا تھا لیکن کبھی کبھی ایک لفظ بھی اس کے پلے نہ پڑتا۔ ایوان فیودرووچ کے سوا سب حاضر تھے جو ابھی تک پیترسبورگ سے نہیں لوٹے تھے۔ پرنس ش۔ بھی وہاں موجود تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ چائے سے ذرا پہلے بینڈ سننے جانا چاہتے تھے۔ پرنس کے آنے سے قبل گفتگو شروع ہوچکی تھی۔ کولیا بھی جلد ہی کہیں سے آنکلا۔ ''مطلب یہ ہے، یہاں اس کی پہلے کی طرح آؤ بھگت ہوتی ہے،، پرنس نے سوچا۔

یپانچین خاندان کا دیہاتی بنگلہ ایک ٹھاٹ‌دار جگہ تھی سوئیس شیلے* کی وضع کا، جس کے چاروں طرف خوبصورت پھولدار بیلیں لگی تھیں۔ وہ ایک دلکش ننھے چمن کے وسط میں بنا تھا۔ برآمدہ جہاں سب جمع تھے میشکن کے برآمدے سے ملتا جلتا تھا بلکہ یہ زیادہ کشادہ اور خوش‌نما تھا۔

حاضرین میں سے اکثر بحث کے موضوع سے کوئی دلچسپی لیتے معلوم نہیں ہوتے تھے، جو شاید کج بحثی کے دوران نکل آیا تھا۔ ہر کوئی اس موضوع کو بدلنے کا خواہش‌مند دکھائی پڑتا تھا۔ لیکن ایوگینی پاولووچ ایک ہی ضدی تھا، اس بات سے بےپروا کہ اس کی باتوں کا کیا اثر پڑتا ہے۔ پرنس کی آمد سے تو اس کی زبان کترنی سی چلنے لگی تھی۔ لیزاویتا پروکوفیونا ناراض تھیں۔ اگرچہ وہ ہر بات کو جو کہی جارہی تھی سمجھ نہیں پارہی تھیں۔ اگلایا علحدہ تقریباً ایک کونے میں چپ سادھے بیٹھی سن رہی تھی۔

''لیکن میں کہوں‌گا،، ایوگینی پاولووچ کسی قدر جوش سے احتجاجاً کہہ رہا تھا ''مجھے لبرل‌ازم پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ کل کا ایک جزو ہے، جس کے بغیر

---

* پہاڑوں پر کسانوں کے چوبی مکان۔ (ظ ا۔)

وہ ٹوٹ کر گرجائے گا، بےجان ہوجائے گا۔ لبرل‌ازم کو قائم رہنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا وضعدار قداست پسندی کو۔ میں روسی قسم کی لبرل‌ازم پر حملہ کررہا ہوں۔ اور میں اس لئے کہہ رہا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ جو روسی لبرل ہے، وہ روسی لبرل نہیں۔ بلکہ ایک غیرروسی لبرل ہے۔ لائیے ایک روسی لبرل کو اور میں آپ سب کے سامنے اس کا منہ چوم لوں گا۔،،

''ہاں، لیکن جب وہ آپ کو چومنے دے، تب نا!؟،، الیکساندرا ایوانوونا نے کہا جو اب بپھر چکی تھی۔ اس کے گال پہلے سے زیادہ تمتما رہے تھے۔

''دیکھا،، لیزاویتا پروکوفیونا نے سوچا ''بس کھاتی پیتی اور پڑی سوتی رہتی ہے۔ کوئی اسے اٹھا نہیں سکتا۔ لیکن سال میں ایک آدھ بار جب وہ ایکدم حرکت میں آجائے تو سامنےوالے کو ایک ہی وار میں ڈھیرکر دیتی ہے۔،،

پرنس نے سمجھ لیا کہ الیکساندرا ایوانوونا نے ایوگینی پاولووچ کے اس سنجیدہ موضوع پر لاابالیانہ انداز گفتگو کو پسند نہ کیا۔ اس کے بناوٹی پرجوش لہجے میں مسخرا اوچھاپن ملا ہوا تھا۔

''پرنس آپ کے آنے سے ذرا پہلے میں دعوا کررہا تھا،، ایوگینی پاولووچ نے سلسلہ٘ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ''کہ اب تک ہمارے لبرل صاحبان سماج کے دو طبقوں سے آیا کرتے تھے — سابق زمیندار طبقہ (جس کا اب انسداد ہوچکا) اور سیمناریوں کا طبقہ۔ اور چونکہ یہ دونوں حکمراں طبقے اب دو واضح فرقوں میں تبدیل ہوچکے ہیں، قوم سے بالکل علحدہ شکل میں اور پشت بہ پشت یہ علحدگی بڑھتی جارہی ہے اس لئے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں، بالکل غیرقومی رہا ہے...،،

''کیا؟ مطلب یہ کہ ہر چیز جو کی گئی ہے غیرروسی کہی جائےگی؟،، پرنس ش۔ نے اعتراض کیا۔

''غیرقومی! بھلے وہ روسی طرز میں ہی کیوں نہ ہو، وہ غیرقومی ہے۔ ہمارے لبرل روسی نہیں ہیں۔ نہ ہمارے قداست‌پسند ہی۔ ان میں کوئی بھی نہیں۔ آپ پورا یقین رکھئے جو کچھ بھی زمینداروں اور سیمناریوں نے کیا قوم اسے نہ تو آج مانےگی، نہ آگے چل کر!،،

''بہت خوب! یہ پہیلیاں نہ بجھوائیے، اگر آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں۔ میں روسی زمیندار پر اس قسم کے حملے پسند نہیں کرتا۔ آپ خود ایک روسی زمیندار ہیں،، پرنس ش۔ نے جوش میں آکر اعتراض اٹھایا۔

''لیکن میں روسی زمیندار کا اس معنی میں ذکر نہیں کررہا ہوں جو آپ کے ذہن میں ہے۔ وہ ایک باعزت حکمراں طبقہ ہے، اس کی وجہ صرف یہ سہی کہ میں بھی اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ خصوصاً آج اس کا کیا موقع، جب وہ باقی ہی نہیں رہا...،،

''لیکن کیا ہمارے ادب میں قومی نام کی کوئی چیز نہیں؟،، الیکساندرا نے دخل دیا۔

''میں ادبی فضیلت کا دعوا نہیں کرتا لیکن میرے خیال میں روسی ادب بھی لومونوسوف*، پوشکن اور گوگول** کو چھوڑکر بحیثیت مجموعی روسی نہیں رہا ہے۔،،

''اولاً یہ بھی کافی سے زیادہ ہے۔ دوم ان میں سے ایک ادیب عوام میں سے تھا اور باقی دو زمیندار طبقہ سے آئے تھے،، ادےلائیدا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''بالکل ٹھیک۔ لیکن ابھی سے بغلیں نہ بجائیے۔ چونکہ یہ تین ہی روسی ادیب اب تک ہوئے ہیں جن میں ہر ایک کے پاس کہنے کے لئے ان کا اپنا کچھ تھا، انھوں نے کسی اور سے مانگے تانگے کا نہیں لیا، اسی لئے ان تینوں نے قومی کردار حاصل کیا۔ کوئی روسی جو خود اپنا لکھتا ہے یا کچھ کرتا ہے جو نہ تو الگ کیا جا سکے نہ مستعار لیا گیا ہو، لازمی طور پر قومی کردار حاصل کرتا ہے چاہے وہ کتنی ہی معمولی روسی کیوں نہ بولتا ہو۔ میرے لئے یہ ایک مقولہ ہے۔ لیکن ہم ادب پر بات نہیں کررہے ہیں، ہم نے سوشلسٹوں سے شروع کیا جہاں سے بحث چلی۔ ہاں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ روسی سوشلسٹ نام کی کوئی چیز نہیں۔ وہ کبھی نہیں رہے۔ کیونکہ ہمارے سارے سوشلسٹ بھی یا تو

---

* لومونوسوف، میخائیل (۱۷۱۱ء — ۱۷۶۵ء) — عظیم روسی سائنس‌داں۔ (ایڈیٹر)

** گوگول، نکولائی (۱۸۰۹ء — ۱۸۵۲ء) — عظیم روسی نثرنگار۔ (ایڈیٹر)

زمیندار طبقہ سے آئے ہیں یا سیمناریوں سے۔ ہمارے یہاں کے یا جو غیرممالک میں ہیں سارے کٹر اور مشہور سوشلسٹ دونوں لبرل ہی تو ہیں۔ جو کمیرے رکھنےوالے زمینداروں سے ابھرے ہیں۔ آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ مجھے ان کی کتابیں، ان کے نظرئیے، ان کی خود نوشت دکھائیے اور ادبی نقاد نہ ہونے کے باوجود میں ایک بےحد معقول ادبی تنقیدی رسالہ لکھنے کا ذمہ لیتا ہوں، جس میں ناقابل تردید طور پر ثابت کروں گا کہ ان کی کتابوں، پمفلٹوں اور خودنوشتوں کا ہر صفحہ اول ایک سابق زمیندار کے قلم سے نکلا تھا۔ ان کا بغض و عناد، ان کا غصہ، ان کا مذاق سب میں زمیندار شرفا طبقے کی جھلک ہے (بلکہ قبل فاموسوف* زمانے کا)۔ ان کا سرور، ان کے آنسو حقیقی اور شاید پرخلوص بھی ہیں۔ لیکن وہ ایک ہی سرچشمے سے نکلتے ہیں — زمیندار طبقے سے، یا تو ان سے یا سیمناریوں سے... آپ پھر ہنس رہے ہیں؟ اور آپ بھی پرنس! آپ بھی مجھ سے اتفاق نہیں کرتے؟''

قہقہے بلند ہونے لگے۔ اور پرنس بھی مسکرا رہا تھا۔

''میں یوں دوٹوک نہیں کہہ سکتا کہ آپ سے اتفاق کرسکتا ہوں یا نہیں''، موخرالذکر نے کہا۔ اس کی ہنسی رک گئی۔ اور خود یوں چونک پڑا جیسے اسکول کا ایک لڑکا شرارت کرتے پکڑا جائے۔ ''مگر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی باتیں سننے میں مجھے بےحد لطف آتا ہے...''

اس نے یہ ساری بات ایک سانس میں کہہ ڈالی۔ اس کے ماتھے پر ٹھنڈے پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ یہ پہلے جملے تھے جو اس نے میز کے پاس بیٹھنے کے بعد کہے۔ اس نے اپنے ارد گرد دیکھنے کی کوشش کی لیکن ہمت نہیں پڑی۔ ایوگینی پاولووچ اس کی کوشش کو بھانپ کر مسکرایا۔

''خواتین و حضرات! میں ایک حقیقت آپ کے گوش گذار کرنا

---

* فاموسوف — الیکساندر گریبائیدوف (۱۷۹۵ء — ۱۸۲۹ء) کی کلاسیکی طنزیہ کامیڈی ''عقل کی بپتا'' (۱۸۲۳ء) کا ایک خاص کردار۔ فاموسوف ایک قدیم طرز کے روسی دولت‌مند کمیرے رکھنےوالے زمیندار کی تمثیل پیش کرتا ہے۔ (ظ ا۔)

چاھتا ھوں،، اس نے اسی انداز سے بیان جاری رکھا یعنی ظاھر میں تو وھی جوش و جذبہ لیکن پھر خود اپنے ھی الفاظ میں تمسخر کا پہلو۔ ''ایک حقیقت جس کے مشاھدے بلکہ دریافت کا میں بلاشرکت غیرے دعوا کرنے کا حق رکھتا ھوں۔ بہرحال اس کے متعلق اب تک نہ کچھ کہا گیا ھے نہ لکھا گیا۔ یہ حقیقت اس قسم کی روسی لبرل ازم کا جس کا میں ذکر کررھا ھوں بذات‌خود نچوڑ ھے۔ پہلی بات تو یہ کہ عام معنوں میں لبرل‌ازم ھے کیا؟ حالات کے موجودہ نظام پر حملہ (وہ درست ھے یا غلط یہ دوسری بات ھے)، کچھ یوں ھی ھے نا؟ دیکھئے میری حقیقت یہ ثابت کرتی ھے کہ روسی لبرل‌ازم موجودہ نظام پر حملہ نہیں بلکہ بذات‌خود ھمارے کاموں پر، صرف نظم و ترتیب پر نہیں بلکہ خود ان باتوں پر۔ ایک حملہ جو روس کے نظام حالات پر نہیں بلکہ خود روس پر ھے۔ میرا لبرل اتنا آگے بڑھ گیا ھے کہ وہ خود روس کی نفی کرتا ھے۔ یعنی وہ خود اپنی ماں سے نفرت کرتا اور اسی پر وار کرتا ھے۔ کوئی بھی بدبخت و بھنگم روسی واقعہ اسے پھبتی کسنے کا ھی نہیں بلکہ لطف اٹھانے کا موقع دیتا ھے۔ اسے ھمارے قومی رسم و رواج سے، روسی تاریخ اور ھر اس چیز سے جس کا تعلق روس سے ھے، نفرت ھے۔ اگر اس کی تائید میں کچھ بولا جا سکتا ھے تو صرف اتنا کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کررھا ھے اور روس سے اپنی نفرت کو وہ بڑی ھی سودمند لبرل‌ازم سمجھتا ھے (آہ! ھمارے ملک میں آپ کی اکثر ایسے لبرل سے مڈبھیڑ ھوگی جس کی باتوں پر سب واہ واہ کرتے ھیں۔ لیکن جو بذات‌خود شاید سب سے بیہودہ، سب سے کند ذھن اور قدامت پرستوں میں سب سے خطرناک ھے۔ اور پھر بغیر ساری باتوں کو سمجھے ھوئے!)۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے تک ھمارے چند لبرل روس سے اس نفرت کو ملک سے سچی محبت سمجھتے رھے اور فخر کرتے تھے کہ وہ دوسروں سے بہتر جانتے ھیں کہ ایسی محبت کن چیزوں پر مشتمل ھونا چاھئے۔ فی‌الحال وہ زیادہ بےباک ھوگئے ھیں — ''ملک کی محبت،، جیسے فقرے سے شرمانے لگے ھیں جیسے انھوں نے فضول اور تباہ کن بتا کر خارج کردیا ھے۔ کون اس واقعے کو جھٹلا سکتا ھے؟ میں اس کی حمایت کرتا ھوں۔ بہرحال حق بات کھل کر، صاف گوئی سے جلد

یا بدیر کہہ دینا چاہئے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ ایسی انہونی حقیقت ہے جو ازل سے کسی بھی قوم میں نہ کہیں واقع ہوئی نہ کسی نے دیکھی سنی۔ اس لئے میں مانے لیتا ہوں کہ یہ ہنگامی اور غالباً عارضی ہے۔ ایک لبرل جو اپنے وطن سے نفرت کرتا ہو مطلقاً کہیں پر وجود نہیں رکھتا۔ پھر ہمارے ملک میں اپنی موجودگی کا اس کے پاس کیا جواز ہے؟ اور کیا! بالکل وہی بات جسے میں نے پہلے کہا۔ ایک روسی لبرل اب تک روسی لبرل نہیں بن سکا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کے علاوہ کوئی اور تشریح ہوسکتی ہے۔،،

''میرے خیال میں تم نے یہ سب کچھ مذاق میں کہا ہے!،، پرنس ش۔ نے سنجیدگی سے اعتراض کیا۔

''میں نے اب تک ہر چھاپ کا لبرل نہیں دیکھا اس لئے کوئی رائے نہیں دے سکتی،، الیکساندرا ایوانوونا نے کہا۔ ''مگر مجھے بڑا غصہ آیا آپ کا نظریہ سن کر۔ آپ ایک انفرادی مثال لے کر بیٹھ گئے اور اسے عام اصول بنا دیا۔ یہ افتراپردازی ہے!،،

''ایک انفرادی مثال؟ ہاں! اب کچھ بات ہوئی،، ایوگینی پاولووچ نے کہا۔ ''پرنس بتائیے آپ کیا فرماتے ہیں یہ ایک انفرادی مثال ہے کیا؟،،

''مجھے بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ میں لبرلوں کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں رکھتا، نہ ہی ان سے ربط رہا،، پرنس نے جواب دیا۔ ''لیکن میرا خیال ہے آپ کی بات کسی حد تک درست ہے۔ وہ روسی لبرل‌ازم جس کا آپ نے ذکر کیا واقعی اس کا کسی قدر جھکاؤ خود روس سے نفرت پر ہے۔ محض یہاں کے حالات کے موجودہ نظام سے نہیں۔ بیشک اس میں جزوی صداقت ہے... اس کا اطلاق سب پر نہیں ہوسکتا...،،

وہ اٹک گیا اور اپنی بات پوری نہ کہہ سکا۔ بیچینی کے باوجود اسے اس موضوع سے گہری دلچسپی ہوگئی تھی۔ یہ اس کی طبیعت کا خاصہ تھا کہ وہ گہرے انہماک سے ہمیشہ اپنی دلچسپی کی باتیں سنا کرتا اور زیربحث سوالوں کے جواب دیتے وقت بھی غیر معمولی بھولپن کا اظہار کرتا۔ اس کا چہرہ، اس کا انداز سب اس بھولپن کی گواہی دیتا اور ایک یقین جس میں دوسروں کی تضحیک یا ہنسی مذاق کا شائبہ بھی نہ تھا۔ گو اب تک ایوگینی پاولووچ

سارا وقت اس سے کسی قدر دل‌لگی سے مخاطب تھا لیکن اب پرنس کا جواب سن کر اس کی طرف بڑی سنجیدگی سے دیکھا جیسے اسے اس قسم کے جواب کی ہرگز توقع نہ تھی۔

''کیوں؟ ایں! کیسی عجیب بات ہے!،، اس نے کہا۔ ''پرنس کیا آپ واقعی متانت سے کہہ رہے ہیں؟،،

''تو کیا آپ نے یہ سوال متانت سے نہیں پوچھا تھا؟،، پرنس نے تعجب سے پلٹ کر کہا۔

سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

''ان کا کیا بھروسہ!،، ادےلائیدا نے کہا۔ ''ایوگینی پاولووچ ہمیشہ لوگوں کو بےوقوف بناتے رہتے ہیں۔ انھوں نے شاید ہی کبھی سنجیدگی سے بات کی ہو!،،

''میرا خیال ہے ایسی ناخوش‌گوار گفتگو چھیڑنا ہی نہیں چاہئے تھا،، الیکساندرا نے ترشی سے کہا۔ ''ہم چہل‌قدمی کے لئے جانا چاہتے تھے...،،

''بےشک چلئے ــ بڑی سہانی شام ہے!،، ایوگینی پاولووچ نے پکارکر کہا۔ ''پھر بھی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں یہ بات اس وقت قطعی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا، اور خصوصاً پرنس پر یہ بات ثابت کرنے کے لئے (کیونکہ پرنس صاحب آپ نے مجھے بڑا حیران کردیا ہے۔ مجھ پر اعتبار کیجئے میں اتنا اوچھا آدمی نہیں ہوں جتنا شاید نظر آتا ہوں۔ اگرچہ فی‌الحقیقت میں بالکل کوڑھ مغز ہوں!) اور... آپ کی اجازت سے، خواتین و حضرات، میں پرنس سے اخیر میں صرف ایک اور سوال کروں‌گا محض اپنے اشتیاق و تجسس کی بنا پر۔ اور یہ سوال، گویا عمداً، میرے ذہن میں دو گھنٹہ قبل آیا (دیکھئے پرنس میں کبھی کبھی بڑی سنجیدگی سے سوچتا ہوں)۔ مجھے اس کا جواب بھی سوجھ گیا ہے۔ مگر ہمیں سننا چاہئے کہ پرنس کیا کہتے ہیں۔ ایک ''انفرادی مثال،، فقرہ استعمال ہوا ہے۔ یہ فقرہ چل نکلا ہے اور اکثر سنا جاتا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے لوگ اس... ایک نوجوان کے ہاتھوں چھ آدمیوں کے بھیانک قتل کی باتیں تحریر و تقریر کا موضوع بنائے ہوئے تھے۔ اور وکیل صفائی نے اپنی عجیب تقریر میں یہ دلیل رکھی کہ مجرم کے افلاس کی وجہ سے فطری طور پر اس کے ذہن میں ان

چھ جانوں کے قتل کا خیال آیا ہوگا۔ میں اس کے الفاظ ہوبہو نہیں کہہ رہا ہوں مگر مطلب کچھ ایسا ہی یا اس سے کچھ ملتا جلتا ہے۔ ذاتی طور پر میں اس بات کا یقین رکھتا ہوں کہ جب بیرسٹر نے یہ غیرمعمولی خیال پیش کیا تو وہ غالباً اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ وہ سب سے زیادہ لبرل، سب سے زیادہ کریم‌النفس، سب سے زیادہ ترقی‌پسند نظرئیے کا اظہار کررہا ہے، جس کا ہمارے زمانے میں اظہار ممکن ہوسکتا ہے۔ اب اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ اب اس معاملے پر خیالات و عقیدے کا ایسا توڑ مروڑ جو ایک مسخ‌شدہ اور غیرمعمولی سوچ سے پیدا ہوا انفرادی مثال کہلائے گا یا عام رواج؟،،

قہقہوں کا ایک فوارہ پھوٹ پڑا۔

''ایک انفرادی مثال ہے، بے‌شک ایک ذاتی معاملہ،، الیکساندرا اور ادے‌لائیدا نے ہنستے ہوئے چلاکر کہا۔

''ایوگینی پاولووچ! میں تم کو دوبارہ یاد دلانا چاہتا ہوں،، پرنس ش۔ نے کہا ''کہ تمھارا لطیفہ بالکل گھسا پٹا تھا۔،،

''آپ کا کیا خیال ہے پرنس؟،، ایوگینی پاولووچ نے ہنسی ٹھٹھے کو نظرانداز کرتے اور میشکن کی پراشتیاق و متین نگاہوں کو، جو اس پر تھیں، متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ اسے انفرادی مثال سمجھتے ہیں یا عام رواج؟ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے اس سوال کا انتخاب خاص طور پر آپ کے لئے کیا تھا۔،،

''نہیں یہ ایک انفرادی مثال نہیں ہے،، پرنس نے ایک دھیمی مگر جاندار آواز میں جواب دیا۔

''یا خدا۔ لیو نکولائی‌وچ،، پرنس ش۔ کچھ چڑچڑے‌پن سے بولا ''دیکھ نہیں رہے ہیں، وہ آپ کو پھنسانے کی کوشش میں ہے؟ یہ سب مذاق ہے اور وہ آپ کو نشانہ بنا رہا ہے!،،

''مجھے یوں لگا کہ ایوگینی پاولووچ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں،، پرنس نے سرخ ہوکر اپنی آنکھیں جھکاتے ہوئے کہا۔

''میرے پیارے پرنس،، پرنس ش۔ نے سلسلۂ کلام جاری رکھا ''ذرا یاد کیجئے تین مہینے قبل ہم دونوں کس بات پر گفتگو کر رہے تھے۔ ہم کہہ رہے تھے کہ ہماری نئی قائم کردہ عدالتوں میں بہت سے ممتاز اور خداداد صلاحیت کے وکیل صفائی تھے۔

ہمارے جیوریوں* نے کتنے ہی شاندار فیصلے دئے۔ آپ کتنا خوش ہوئے تھے۔ اور اس وقت صرف آپ کو خوش دیکھ کر مجھے کتنی مسرت ہوئی تھی... ہم نے کہا تھا کہ ہمارے لئے یہ فخر کی بات ہے... ایوگینی پاولووچ نے بےشک جس بےڈھنگی مدافعت اور عجیب استدلال کا ذکر کیا وہ ایک اتفاق تھا، ہزار میں ایک۔"

ذرا دیر سوچنے کے بعد پرنس نے جواب دیا جس کے انداز میں اعتماد تھا، گو آواز مدھم تھی اور کچھ دبی سی:

"میں صرف اتنا کہنا چاہتا تھا کہ خیال یا مفہوم کا ایسا توڑمروڑ (بقول ایوگینی پاواووچ) اکثر دکھائی دیتا ہے اور بدقسمتی سے یہ انفرادی مثال کے بجائے بہت عام ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ توڑمروڑ اتنا عام نہ ہوتا تو شاید ایسے بھیانک جرائم نہ ہوتے جیسے یہ..."

"بھیانک جرائم! میں تو آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ بھیانک جرائم ماضی میں کئے گئے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ صرف ہمارے ملک ہی میں نہیں بلکہ ہر جگہ ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں وہ ایک لمبے عرصے تک ہوتے رہیں گے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ پہلے لوگوں میں تشہیر کم ہوتی تھی جبکہ آجکل لوگوں نے ان کا چرچا شروع کر دیا ہے بلکہ آزادی سے ان کے متعلق لکھتے ہیں۔ اسی لئے ایسا لگتا ہے گویا ایسے مجرم ابھی ابھی ظاہر ہوئے ہیں۔ آپ تو غلطی کرتے ہیں ایک اناڑی کی طرح۔ پرنس میں آپ کو یقین دلاتا ہوں" پرنس ش۔ نے تمسخرانہ مسکراہٹ سے کہا۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ماضی میں بھی بہت سے جرائم ہوئے ہیں جو اتنے ہی بھیانک تھے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے میں نے چند قیدخانے دیکھے، وہاں بہت سے قیدیوں سے ملا۔ وہاں ان سے بھی زیادہ دہشتناک مجرم ہیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ مجرم جنھوں نے بغیر پشیمانی کا ذرہ بھر احساس کئے درجن بھر

---

* جیوریوں کے ذریعے فیصلہ ۱۸۶۴ء میں قائم ہوا جو سرفڈم کے خاتمے کے فوراً بعد روسی قانونی نظام کی اصلاح کے نتیجے میں شروع ہوا تھا۔ (ایڈیٹر)

قتل کئے۔ لیکن میں بتاتا ہوں کہ میں نے یہ بات دیکھی کہ وہاں کٹر سے کٹر اور حد درجہ شقی القلب قاتل بھی جانتا ہے کہ وہ مجرم ہے یعنی وہ اس کا شعور رکھتا ہے کہ اس نے بدی کی ہے۔ گو وہ کوئی پشیمانی مطلق محسوس نہیں کرتا۔ اور وہ سارے کے سارے ایسے ہی ہیں۔ پھر بھی ایوگینی پاولووچ نے جن کا ذکر کیا وہ اس بات کے لئے تیار ہی نہیں کہ انہیں مجرم سمجھا جائے اور یہ سوچتے ہیں کہ انھوں نے جو کچھ کیا انہیں کرنے کا حق تھا۔ بلکہ انھوں نے درست کیا۔ یعنی کچھ اسی ڈھنگ سے سوچتے ہیں۔ میں نے جہاں تک سمجھا ہے اسی میں یہ افسوسناک اختلاف ہے۔ ذرا غور تو کیجئے یہ سب نوجوان ہیں جو اس عمر میں بیکسی و مجبوری کی حالت میں بہت آسانی سے خیالات کی گمراہی کا شکار ہوسکتے ہیں۔ ،،

پرنس ش۔ اب ہنس نہیں رہا تھا بلکہ بوکھلاہٹ سے پرنس کی بات سن رہا تھا۔ الیکساندرا ایوانوونا جو بہت دیر سے کچھ کہنا چاہتی تھی خاموش بیٹھی رہی جیسے کوئی زبردست خیال اسے روکے ہوئے تھا۔ ایوگینی پاولووچ پرنس کی طرف بڑی حیرت سے گھور رہا تھا اور اس بار بغیر تضحیک کی کسی جھلک کے۔

''آپ اس پر اتنے حیرت زدہ کیوں ہیں جناب عالی؟،، لیزاویتا پروکوفیونا نے خلاف توقع کہا۔ ''کیا آپ انہیں خود سے زیادہ احمق سمجھتے ہیں اور یہ کہ آپ کی طرح ان کو بحث و دلیل کرنا نہیں آتا؟،،

''نا' نا۔ ایسی بات نہیں،، ایوگینی پاولووچ نے کہا۔ ''فقط یہ کہ ایسا کیوں ہوا پرنس (اس سوال پر مجھے معاف فرمائیں) کہ اگر آپ اتنی واضح طور سے معاملات کو دیکھ سکتے ہیں پھر ایسا کیوں ہوا (دوبارہ مجھے معاف فرمائیں) پچھلے دنوں... اس عجیب واقعے پر... انہیں خیالات و اخلاقی عقائد کی گمراہی کو پہچاننے میں ناکام رہے جس میں ایک بردوفسکی نام کا شخص ملوث تھا۔ یہی نام تھا شاید؟ تقریباً بعینہ ویسی مثال تھی۔ میرا تاثر اس وقت یہ تھا کہ آپ کی نظر اس پر بالکل نہیں گئی۔ ،،

''مجھے کہنے دیجئے جناب،، لیزاویتا پروکوفیونا سے نہیں رہا گیا ''ہم سب نے نوٹ کیا تھا اور اب یہاں، ان کے سامنے بیٹھے

اپنی تعریف کر رہے ہیں اور انھیں آج ہی ان میں سے ایک کا خط ملا، وہ جو ان کا سرغنہ تھا۔ وہ مہاسوں‌والا شخص۔ تمھیں یاد ہے؟ کیوں الیکساندرا! اس خط میں اس نے پرنس سے معافی مانگی ہے گو اپنے انداز سے اور کہتا ہے کہ اس نے اپنے دوست کا جو اس وقت اکسا رہا تھا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ یاد ہے تم کو؟ الیکساندرا؟ اسے اب پرنس پر زیادہ بھروسہ ہے۔ ہمیں اس طرح کا خط کسی نے کبھی نہیں لکھا گو ہمیں سکھانے کی ضرورت نہیں کہ پرنس کے سامنے کیسے اپنی ناک اونچی رکھیں!،،

''اپپولیت بھی ہمارے یہاں ٹھیرنے کے لئے چلا آیا ہے!،، کولیا نے پکار کر کہا۔

''اچھا! کیا وہ پہنچ گیا؟،، پرنس نے فکر سے پوچھا۔

''ھاں وہ ٹھیک اس وقت آیا جب آپ اور لیزاویتا پروکوفیونا چلے گئے تھے۔ میں اسے یہاں لے آیا ہوں۔ ،،

''ھاں، میں شرط لگانے کو تیار ہوں،، لیزاویتا پروکوفیونا بھڑکتے ہوئے چلائیں۔ وہ اس بات کو بالکل بھول گئیں کہ ابھی ابھی پرنس کی طرف‌داری کررھی تھیں۔ ''میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ وہ کل اس فتنے کی اٹاری پر گئے تھے اور دوزانو ہوکر اس کی منت سماجت کی کہ وہ پاجی، خبیث ان کے پاس قیام کرکے ان کی عزت افزائی کرے۔ تم کل اس کے پاس گئے تھے، ہے نا؟ تم نے کل اعتراف کیا تھا۔ اب کہو کیا تھا کہ نہیں؟ اس کے سامنے دوزانو ہوئے تھے یا نہیں؟،،

''نہیں انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی!،، کولیا چیخا۔

''اس کے برعکس اپپولیت نے پرنس کا ھاتھ پکڑا اور دو مرتبہ اسے چوما۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس طرح ان کی گفتگو ختم ہوئی۔ اس کے علاوہ پرنس نے اپپولیت سے اتنا ضرور کہا تھا کہ وہ باھر کے بنگلے میں رہےگا تو سدھر جائےگا اور وہ فوراً راضی ہو گیا کہ جوں ھی اس کی طبیعت ذرا ٹھیک ہوئی وہ آجائےگا۔ ،،

''آپ کو یہ باتیں نہیں کہنی چاھئے کولیا...،، پرنس اٹھتے ہوئے اور اپنے ھاتھ میں ٹوپی لیتے ہوئے بدبدایا۔

''پرنس تم کہاں چلے؟،، لیزاویتا پروکوفیونا نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

''پرنس! آپ پریشان نہ ہوں،، تپتا ہوا کولیا بولا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ آپ وہاں جائیں اور اسے گھبرا دیں۔ وہ سفر سے آکر سو رہا ہے۔ یہاں آنے پر خوش ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس سے آج نہ ملیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ کل تک انتظار کریں ورنہ وہ پھر پریشان ہو جائے گا۔ آج صبح اس نے کہا کہ پچھلے چھ مہینے بعد آج خود کو اتنا بہتر اور تازہ دم محسوس کیا ہے۔ اس کی کھانسی بھی کم ہے۔ ،،

پرنس نے دیکھا کہ اگلایا نے اچانک اپنی کونے کی جگہ چھوڑ دی اور میز کے قریب آگئی۔ اسے اگلایا کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن بڑا شدید احساس کیا کہ وہ اس وقت اسے گھور رہی تھی۔ شاید غصے سے سرخ ہورہی تھی۔ بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آنکھوں سے غالباً آگ برس رہی ہے۔

''میرا خیال ہے، کولیا صاحب کہ آپ کو اسے یہاں نہیں لانا چاہئے تھا اگر آپ اس مدقوق لڑکے کا ذکر کررہے ہیں جو اس شام پھوٹ کر رو رہا تھا اور ہمیں اپنے جنازے میں شرکت کی دعوت دی تھی،، ایوگینی پاولووچ نے کہا۔ ''وہ برابر کے مکان کی دیوار کے بارے میں کس ذوق و شوق سے کہہ رہا تھا۔ یقین جانئے دیوار کی یاد اسے بری طرح ستائے گی۔ ،،

''درست ہے۔ وہ تم سے لڑ بیٹھے گا، اور تمھارا ساتھ چھوڑ کر نکل جائے گا۔ یہ میرا دعوا ہے!،، لیزاویتا پروکوفیونا نے کہا۔ ایک شان کے ساتھ انھوں نے اپنے سینے پرونے کا ڈبہ قریب کھینچ لیا، اس بات سے بالکل غافل کہ وہ سب چہل‌قدمی کی نیت سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ اس دیوار کے متعلق کس طریقے سے شیخی بگھار رہا تھا،، ایوگینی پاولووچ نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ ''اس دیوار کے بغیر وہ دھوم سے مرنےوالا بھی نہیں حالانکہ اسے دھوم دھام‌والی موت کی آرزو ہے۔ ،،

''تو اس سے کیا؟،، پرنس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''اگر آپ اسے معاف نہیں کرنا چاہتے تو اسے یوں ہی مرنا ہوگا... اس مرتبہ وہ یہاں درختوں کا منظر دیکھنے آیا ہے۔ ،،

''اوہ اپنی طرف سے تو میں نے اسے بالکل معاف کردیا، آپ اس سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ ''

''اس کو اس طریقے سے نہیں سمجھنا چاہئے،، پرنس نے آہستہ آہستہ متامل آواز میں اٹکتے ہوئے کہا۔ اس کی نگاہیں فرش پر ایک جگہ ٹکی ہوئی تھیں۔ ''بہتر ہے کہ آپ اس کی معافی قبول کرنے پر راضی ہوں۔ ''

''مجھے اس سے کیا لینا؟ میں نے اس کے ساتھ کونسی زیادتی کی ہے؟''

''اگر آپ نہیں سمجھتے کہ... پھر... لیکن آپ یقیناً سمجھتے ہیں۔ چاہتا تھا کہ آپ سب کو دعائیں دے اور جواب میں آپ سب کی دعائیں لیتا جائے۔ بس اور کچھ نہیں...''

''میرے پیارے پرنس،، پرنس ش۔ نے کچھ تشویش سے کہنے میں جلدی کی اور حاضرین کی طرف اچٹتی نگاہوں سے دیکھا۔ ''ایک ارضی جنت حاصل کرنا بہت مشکل ہے گو اسے پانے کی آرزو آپ دل میں ضرور رکھتے ہیں۔ جنت ایک بڑا دشوار معاملہ ہے۔ پرنس جتنا آپ کے مہربان دل کو لگتا ہے اس سے کہیں زیادہ دشوار ہے یہ۔ بہتر ہوگا اس مسئلے کو یہیں ختم کردیں ورنہ ہم پھر الجھ جائیں گے۔ اور پھر...''

''چلئے ہم بینڈ سننے چلیں،، لیزاویتا پروکوفیونا نے تیزی میں یک بیک اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

سب ان کے پیچھے چل پڑے۔

۲

پرنس دفعتاً ایوگینی پاولووچ کی طرف بڑھا۔

''ایوگینی پاولووچ،، اس نے عجیب گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا ''اطمینان رکھئے کہ ان ساری باتوں کے باوجود میں آپ کو ایک نہایت نفیس اور بےحد شریف انسان سمجھتا ہوں۔ یقین کیجئے میرے کہنے کا...''

ایوگینی پاولووچ حیرت میں واقعی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا،

وہ لمحہ بھر کے لئے زوردار قہقہہ لگانے کی ناقابل ضبط خواہش سے پنجہ آزمائی کررہا تھا۔ ذرا غور کرنے پر اس نے دیکھا کہ پرنس اپنے آپ میں نہ تھے۔ بہرحال وہ عجیب ذہنی کشمکش میں دکھائی پڑتے تھے۔

"شرط لگاتا ہوں" وہ چلایا "کہ آپ اتنی ہی بات کہنا نہیں چاہتے تھے۔ اور شاید مجھ سے نہیں۔ لیکن کیا بات ہے؟ کیا آپ کی طبیعت ناساز ہے؟"

"ہو سکتا ہے، شاید بہت ممکن ہے۔ آپ نے بڑی ہوشیاری سے معلوم کرلیا کہ شاید آپ مطلق نہیں تھے جس کو میں مخاطب کرنا چاہتا تھا۔"

اس نے یہ بات ایک عجیب بلکہ مضحک انداز میں ہنستے ہوئے کہی۔ اور پھر ایکدم جیسے کسی جھونک میں پکار کر کہا:

"میرا تین دن قبل کا برتاؤ یاد نہ دلائیے! میں جانتا ہوں کہ یہ تینوں دن میں کیسی شرمندگی محسوس کرتا رہا ہوں... میں جانتا ہوں کہ قصوروار تھا..."

"لیکن — لیکن آپ نے کیا کیا جو آپ کے لئے تکلیف‌دہ ہو؟"

"میں دیکھ رہا ہوں، ایوگینی پاولووچ کہ آپ شاید میرے لئے بہ‌نسبت دوسروں کے زیادہ شرمندہ ہیں۔ آپ شرما رہے ہیں۔ اور یہ نیک دلی کی علامت ہے۔ میں فوراً چلا جاؤں‌گا، اس کا اطمینان رکھئے۔"

"وہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا ان پر اس طرح دورہ پڑا کرتا ہے؟" لیزاویتا پروکوفیونا نے گھبرا کر کولیا سے پوچھا۔

"فکر نہ کیجئے، لیزاویتا پروکوفیونا۔ کوئی دورہ نہیں آرہا ہے۔ میں فوراً چلا جاؤں‌گا۔ میں جانتا ہوں مجھ پر قدرت کی مار پڑی ہے۔ میں چوبیس برس تک روگی رہا۔ اپنی پیدائش سے لیکر چوبیس برس تک اور جو کچھ ابھی کہہ رہا ہوں اسے یوں سمجھئے جیسے ایک بیمار آدمی کہہ رہا ہو۔ میں فوراً رخصت ہوجاؤں‌گا۔ آپ اطمینان رکھئے، فوراً۔ مجھے شرمانے کی کیا ضرورت۔ کیونکہ ایسی باتوں کے لئے شرمانا بھی عجیب ہوگا، ہے نا؟ لیکن سوسائٹی میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں... یہ بات میں خودپسندی سے

نہیں کہہ رہا ہوں... میں نے تینوں دن اس پر غور کیا ہے اور فیصلہ کیا کہ مجھے صاف صاف اور ایمانداری سے اپنے متعلق پہلی فرصت میں وضاحت کر دینا چاہئے۔ کچھ تصورات ہوتے ہیں، بلند تصورات جن کے متعلق مجھے کہنا نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے آپ سب کو ہنسی آئے گی۔ پرنس ش۔ نے مجھے ابھی اس پر ٹوکا کہ میرے طور طریق بےڈھنگے ہیں، اور مجھ میں اونچ نیچ کی سوجھ بوجھ نہیں۔ میرے الفاظ خیالات کو پہنچانے میں ناکام ہیں۔ بلکہ ان خیالات کےلئے بھی ننگ ہیں۔ اس لئے مجھے حق نہیں پہنچتا... علاوہ اس کے میں بےحد حساس ہوں۔ میں... میں یقین رکھتا ہوں کہ اس گھر میں مجھے کوئی تکلیف دینا نہیں چاہےگا اور مجھے یہاں اتنا زیادہ پسند کیا جاتا ہے جس کا میں مستحق نہیں ہوں۔ لیکن یہ بھی جانتا ہوں (اور بالکل یقین سے) کہ چوبیس سال کی بیماری اپنا اثر چھوڑے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ایک آدمی مجھ پر کبھی کبھی ہنسنے کے سوا اور کیا کرسکتا ہے... کیا ایسا نہیں ہے؟''

اس نے اردگرد یوں دیکھا جیسے وہ کسی جواب یا فیصلے کی توقع رکھتے تھے۔ سب لوگ اس غیرمتوقع، افسردہ کن اور بظاہر بےسبب جذبات کے طوفان پر الجھن میں کھڑے تھے لیکن اس طوفان سے ایک عجیب قصہ نکل آیا۔

''یہ بات آپ یہاں کیوں کہہ رہے ہیں ان سب کو؟'' اگلایا معاً چلائی۔ ''آپ ان لوگوں سے کیوں کہہ رہے ہیں، ان سب سے؟''

وہ گویا ہیجانی اور انتہائی برہم تھی۔ اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔ پرنس اس کے روبرو کھڑا تھا، گنگ۔ وہ یک بیک زرد پڑ گیا۔

''یہاں کوئی بھی ایسا نہیں جو آپ کے ان الفاظ کے لائق ہو!'' اگلایا برس پڑی۔ ''یہاں کوئی نہیں جو آپ کی چھنگلیا کے برابر ہو، نہ آپ کا سا ذہن، نہ دل! آپ کے اندر ان سب کو ملا کر بھی نسبتاً زیادہ دیانت و شرافت ہے۔ ان سے کہیں اچھے ہیں، رحم‌دل اور ہوشمند! یہاں کچھ تو اس لائق بھی نہیں کہ جھک کر آپ کا رومال ہی اٹھا دیں جو آپ سے گر پڑا ہو... آپ انکسار کیوں کر رہے ہیں، خود

کو کسی اور سے کمتر کیوں بنا رہے ہیں؟ آپ اپنے اندر کی ہر شے کو مسخ کیوں کر رہے ہیں، آپ اپنا سر اونچا کیوں نہیں رکھتے؟،،

''میرے خدا۔ یوں بھی ہو سکتا ہے، بھلا کسے گمان ہوگا؟،، لیزاویتا پروکوفیونا نے اپنے ھاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

''مرحبا، غریب سردار!،، کولیا نے خوشی سے نعرہ لگایا۔

''چپ رہو!.. آپ کے گھر پر انھیں میری توھین کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟،، اگلایا اپنی ماں پر اسی ہیجانی کیفیت میں بھڑک اٹھی جو آس پاس والوں سے بے پروا ہوکر ہر رکاوٹ کو ٹھکرا دیتی ہے۔ ''آپ سب مجھے اتنی اذیت کیوں دے رہے ہیں، آپ میں سے ہر ایک؟ پرنس! آپ کی وجہ سے وہ مجھے ستا کیوں رہے ہیں ان تین دنوں سے؟ میں آپ سے شادی ہرگز نہیں کروں‌گی! چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے! اچھی طرح سمجھ لیجئے! یاد رکھئے! آپ جیسے مسخرے سے کون شادی کرنا چاہے گا؟ ذرا آئینے میں اپنی صورت تو ملاحظہ کیجئے — جیسے آپ لگ رہے ہیں ادھر کھڑے ہوئے! کیوں، بھلا کیوں؟ یہ مجھے آپ سے شادی کرنے کی بات پر اتنا دق کیوں کرتے رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کیوں؟ آپ بھی ان سے ملے ہوئے ہیں!،،

''کسی نے تمھیں نہیں ستایا!،، گھبرائی ہوئی ادے‌لائیدا بڑبڑائی۔

''کسی نے ایسی بات سوچی ہی نہیں۔ نہ ہی اس بارے میں ایک لفظ کہا!،، الیکساندرا ایوانوونا چلائی۔

''اسے کون ستا رہا ہے؟ کب ایسا ہوا؟ ایسی بات کس نے اس سے کہی ہوگی؟ کہیں ھذیان کی حالت میں تو نہیں؟،، لیزاویتا پروکوفیونا نے غصے سے کانپتے ہوئے سب کو خطاب کیا۔

''یہ سب لوگ ان تین دنوں سے یہی کہہ رہے ہیں۔ ہر ایک نے کہا ہے! میں ان سے شادی نہیں کروں‌گی، ہرگز ہرگز نہیں!،،

جذبات کے طوفان کے بعد اگلایا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار لگ گئی۔ رومال میں منہ چھپاکر ایک کرسی پر اس نے سر ٹیک دیا۔

''لیکن انھوں نے کبھی پوچھا بھی...''
''اگلایا صاحبہ، میں نے کبھی آپ سے شادی کی درخواست نہیں کی،'' پرنس نے اچانک کہا۔
''کیا؟'' لیزاویتا پروکوفیونا نے یکبارگی حیرت و خفگی اور ھول سے چیخ کر پوچھا۔ ''یہ سب کیا ہے؟''
انھیں اپنے کانوں پر بھروسہ نہیں رہا تھا۔
''میرا مطلب تھا... میں کہنا چاھتا تھا...'' پرنس نے اٹکتی آواز میں کہا ''میں صرف اگلایا ایوانوونا کو سمجھانا چاھتا تھا... اس بات کی صفائی کرنا چاھتا تھا... کہ میرا کوئی ارادہ نہیں تھا... شادی کے لئے ان کی رضا... ان سے التجا کرنے کا... کبھی بھی نہیں رھا... میں بالکل بےقصور ہوں! خدا کی قسم بالکل بےقصور - میں نے کبھی نہیں چاھا۔ نہ کبھی خیال آیا۔ میں کبھی چاھوں گا بھی نہیں۔ آپ خود جان لیں گی، اطمینان رکھئے! کوئی بدمعاش آپ کی نظر میں مجھے بدنام کر رہا ہے! کوئی پروا نہ کیجئے!''
ان الفاظ کے ساتھ وہ اگلایا کی طرف بڑھا، جس نے اپنے چہرے پر سے رومال ھٹایا، ایک چھچھلتی نظر پرنس کے سہمے ھوئے وجود پر ڈالی، اس کے الفاظ کا مطلب سمجھا اور قہقہوں کا ایک فوارہ ابل پڑا۔ اتنا ھشاش بشاش اور بےتحاشہ قہقہہ، اتنا عجیب‌ومضحک کہ ادےلائیدا ضبط نہ کر سکی، خاص طور پر جب اس نے پرنس کی طرف دیکھا، وہ اپنی بہن کی طرف دوڑی، اسے اپنی بانہوں میں لےلیا اور اس پر بھی ھنسی کا دورہ پڑ گیا، ایک اسکولی لڑکی جیسا، اگلایا کی طرح بشاش قہقہہ۔ پرنس نے ان کی طرف دیکھا تو وہ بھی یکایک مسکرانے لگا، خوشی اور طمانیت سے دو بار کہا ''شکر خدا کا، شکر خدا کا!''
اس وقت الیکساندرا بھی کھل کر سب کی ھنسی میں شریک ھو گئی۔ ایسا لگا کہ ان بہنوں کے قہقہے کبھی تھمیں‌گے نہیں۔
''کیسی جنگلی لڑکیاں ھیں یہ تینوں!'' لیزاویتا بیگم بڑبڑائی ''پہلے تو ڈرا کر بدحواس کر دیتی ھیں اور پھر...''
لیکن پرنس ش۔ بھی اب ھنس رہا تھا۔ پھر ایوگینی پاولووچ بھی، پھر چلبلا کولیا بھی۔ پرنس بھی یہ سین دیکھ کر ھنستا رہا۔

''چلئے؟ ہم سب ہواخوری کو چلیں!،، ادےلائیدا پکاری ''ہم سب چلیں گے اور پرنس کو تو چلنا ھی پڑےگا۔ آپ ہمیں کیسے چھوڑ کر چل دیں گے شریف آدمی؟ کیسے پیارے ھیں وہ اگلایا! کیوں ہے نا ماں؟ اور کیا۔ میں ان کو ایک بار چومنا چاھتی ہوں اور گلے لگانا۔ کیونکہ انھوں نے کس انداز سے ابھی ابھی اگلایا کو ساری باتیں سمجھائی ھیں۔ پیاری ممی! کیا میں انہیں چوم لوں؟ اگلایا مجھے اجازت دو کہ تمھارے پرنس کو چوموں!،، شریر لڑکی چلائی۔ وہ واقعی لپکی اور پرنس کی پیشانی چوم لی۔ اس نے اس کے ھاتھ اپنے ھاتھ میں لیکر اتنی زور سے دبائے کہ وہ تقریباً چلا اٹھی۔ بےپایاں مسرت کے ساتھ اس کی طرف دیکھتے ہوئے پرنس نے اچانک جلدی سے اس کے ھاتھ اوپر اٹھاکر اپنے ہونٹوں سے لگائے اور تین مرتبہ چوما۔

''چلئے!،، اگلایا نے کہا۔ ''پرنس آپ میرے ھمراہ چلیں گے۔ کیوں ممی وہ منگیتر جس نے مجھے ٹھکرا دیا۔ آپ نے تو مجھے ھمیشہ کے لئے ٹھکرا دیا۔ ہے نا پرنس؟ نہیں نہیں یوں نہیں۔ کسی خاتون کی باھیں تھامنے کا یہ طریقہ نہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ کسی خاتون کے بازو میں بازو کس طرح ڈال کر چلتے ھیں؟ ھاں اب ٹھیک ہے! اب ہم دوسروں سے آگے آگے چلیں گے۔ کیا آپ دوسروں سے آگے آگے، تخلئے میں باتیں کرتے چلیں گے؟،،

وہ بےتکان بولتی جا رہی تھی۔ اور بیچ بیچ میں قہقہے بکھیرتی۔

''شکر خدا کا! شکر خدا کا!،، لیزاویتا پروکوفیونا دھراتی رھیں۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس بات کی تسکین محسوس کر رہی ھیں۔

''کتنے غیرمعمولی حد تک عجیب لوگ ھیں!،، پرنس ش۔ نے ان لوگوں کی آشنائی سے ابتک شاید سوویں بار سوچا۔ تاہم اسے یہ عجیب لوگ پسند آتے تھے۔ البتہ پرنس میشکن کے بارے میں اس کی پسند کچھ خاص نہیں تھی۔ پرنس ش۔ خیالات میں محو اور کسی قدر فکرمند تھا کہ سب ہواخوری کے لئے روانہ ہو گئے۔

ایوگینی پاولووچ سب سے زیادہ شگفتہ نظر آ رہا تھا۔ عیش‌باغ کی طرف جاتے ہوئے اس نے الیکساندرا اور ادےلائیدا کو محظوظ

کرنے کی پوری کوشش کی لیکن لڑکیاں اس کے لطیفوں پر اتنے زیادہ اشتیاق سے فرمائشی قہقہے لگاتی تھیں کہ اسے شبہ کی ایک پھانس چبھی کہ شاید وہ اس کی بات سنی ان سنی کئے دے رہی ھیں ۔ اس خیال سے آخر اس نے کوئی خاص سبب ظاھر کئے بغیر اچانک بھرپور اور خلوص قلب سے قہقہہ داغ دیا (اسی قسم کا آدمی تھا وہ!) ۔ دونوں بہنیں جو بہت ھی زندہ‌دل و خوش خرم دکھائی پڑتی تھیں اگلایا اور پرنس کی طرف بار بار سرسری نگاھیں ڈالتی جاتیں جو آگے آگے چل رہے تھے ۔ ان کی چھوٹی بہن نے صریحاً ان کے سامنے ایک معمہ رکھ دیا تھا ۔ ادھر پرنس ش ۔ لیزاویتا پروکوفیونا کو متوجہ کرنے اور قطعی غیرمتعلق معاملات پر گفتگو کرنے کی سخت کوشش کر رہا تھا، غالباً ان کے ذھن سے حالیہ واقعات ھٹانے کی غرض سے ۔ بیگم جنرل کو اس نے بہت تنگ کر ڈالا تھا ۔ ان کے خیالات بظاھر بالکل بےترتیب تھے اور جوابات بھی بےربط، کبھی کبھی تو وہ بھی نہ نکلتے ۔ لیکن اس شام اگلایا ایوانوونا کے معمے ختم نہیں ھو پائے ۔ سب سے آخری تنہا پرنس کے لئے رکھا گیا ۔ مشکل سے وہ لوگ بنگلے سے سو قدم گئے ھونگے کہ اگلایا نے ایک تیز مگر دھیمی آواز میں اپنے خاموش ھمراھی سے کہا:

''آپ دائیں طرف دیکھ رہے ھیں؟''

پرنس نے دیکھا ۔

''ذرا غور سے دیکھئے ۔ آپ وہ پارک میں رکھے ادھر اس بنچ کو دیکھ رہے ھیں، ان تین بڑے درختوں کے قریب؟ وہ سبز بنچ!''

پرنس نے اثبات میں جواب دیا ۔

''کیا وہ جگہ آپ کو پسند آئی؟ میں صبح سویرے کبھی کبھی وھاں جاتی ھوں، صبح سات بجے، جب سب پڑے سوتے ھیں اور تنہا بیٹھتی ھوں ۔''

پرنس بدبدایا کہ ھاں، خوب جگہ ہے ۔

''اور اب مجھے چھوڑ دیجئے ۔ اب میں آپکی بانھوں کے سہارے نہیں چلنا چاھتی ۔ یا بہتر ھو آپ میری باھیں تھام لیں ۔ لیکن منہ سے ایک لفظ نہ نکالیں ۔ میں اپنے ھی خیالات میں گم رھنا چاھتی ھوں ۔''

یہ تاکید فضول تھی کیونکہ اس کے بغیر بھی پرنس راستے بھر غالباً ایک لفظ منہ سے نہ نکالتا۔ اگلایا کی زبانی بنچ کے بارے میں سنکر اس کا دل زور زور دھڑکنے لگا۔ لیکن کچھ سوچنے کے بعد اس مضحکہ‌خیز خیال کو شرمندگی کے ساتھ ذہن سے نکال دیا۔

یہ عام بات ہے، یا کم‌ازکم جیسا کہ دور دور تک مشہور تھا کہ پاولوفسک کے عیش‌باغ میں اتوار کے علاوہ دنوں میں بھی جس قسم کے عوام دکھائی دیتے ہیں وہ اتوار یا کسی تہوار کی بہ‌نسبت ''زیادہ منتخب و چیدہ،، ہوتے ہیں، جب شہر سے آئے ہوئے ''ہر قسم کے لوگوں،، کی ریل‌پیل ہوتی ہے۔ عورتوں کے لباس سادہ مگر کافی ٹھاٹ‌دار ہوتے ہیں۔ بینڈاسٹینڈ کے گرد جمع ہونا بھی ایک رواج ہے، جہاں بینڈباجہ جو غالباً ہمارے ملک میں اس قسم کے بینڈوں میں بہترین ہے اپنا سنگیت پیش کرتا ہے اور تازہ‌ترین دھنیں بجاتا ہے۔ لوگوں کا رویہ مخصوص گھریلو ماحول یا دوستانہ بے‌تکلفی کے باوجود بڑا ہی شائستہ و مناسب رہا کرتا ہے۔ موسم گرما کے لئے آئے ہوئے لوگ اپنے ملنےوالوں سے سلام دعا کرنے جاتے ہیں، بہت سے لوگ تو خاص اسی غرض سے ادھر آتے ہیں اور پورے خلوص کے ساتھ اس عمل سے راحت محسوس کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف موسیقی کا لطف اٹھانے آتے ہیں۔ شور پکار، دنگے وغیرہ محض اتفاقی ہیں۔ گرچہ کبھی کبھی ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ اتوار کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی ہوجاتے ہیں۔ خیر، اس سے پاک ہونا بھی ممکن نہیں۔

اس قابل ذکر شام کو موسم بڑا فرحت‌بخش اور باغ میں خاصی بھیڑ تھی۔ بینڈاسٹینڈ کے قریب کی ساری جگہیں پر تھیں۔ اس لئے ہماری ٹولی نے ذرا الگ باغ کے بائیں ہاتھ باہر والے دروازے کے قریب کرسیوں پر نشست جمائی۔ موسیقی اور ہجوم نے بیگم لیزاویتا کا دل کسی قدر خوش کیا اور لڑکیوں کی توجہ بٹ گئی جنھوں نے وہاں جان پہچان‌والوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے مسکراکر آنکھوں اور سر کے اشارے سے سلام دعا کرلی۔ لوگوں کے لباس پر نظر ڈالی، کئی ایک عجیب وضع قطع پر تبصرہ اور تمسخر بھی کیا۔ ایوگینی پاولووچ بھی اپنے شناسائیوں سے باربار جھک کر ملتا رہا۔ اگلایا اور پرنس اب تک ساتھ ساتھ تھے تو بعض لوگوں

کی نظر ادھر اٹھتی تھی۔ جلد ھی کئی نوجوان ان کے شناسائی ان نوجوان لڑکیوں اور ان کی ماں سے ملے اور ان میں سے دو تین غپ‌شپ کے لئے وھیں ٹھیر گئے۔ یہ سب ایوگینی پاولووچ کے دوست تھے۔ ان میں ایک نوجوان افسر جو بڑا خوبرو، بہت زندہ‌دل اور باتونی تھا اگلایا سے گفتگو کرنے لگا جسے متوجہ کرنے کی اس نے بڑی کوشش کی تھی۔ اگلایا اس سے بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئی۔ اور سارا وقت خوش دلی سے ھنستی رھی۔ ایوگینی پاولووچ نے پرنس سے نووارد کا تعارف کروانے کی اجازت چاھی، پرنس مشکل سے سمجھ پایا کہ اس سے کیا کہا جا رھا تھا۔ لیکن تعارف ھو گیا اور دونوں نے ادب سے سر جھکائے اور مصافحہ کیا۔ ایوگینی پاولووچ کے دوست نے کچھ پوچھا لیکن پرنس نے جواب نہ دیا۔ یا پھر منہ ھی منہ میں کچھ کہتا رہ گیا جو اس کے سمجھ میں نہ آیا۔ اس لئے اس نے غور سے پرنس کی طرف دیکھا، پھر ایوگینی پاولووچ کی طرف اچٹتی نظر ڈالی اور سمجھ گیا کہ موخرالذکر نے یہ تعارف پہلے سے کیوں کروایا۔ وہ پھیکی ھنسی ھنسا اور پھر اپنی توجہ اگلایا کی طرف پھیر دی۔ صرف ایوگینی پاولووچ نے دیکھا کہ اس موقع پر اگلایا ایکدم گلنار ھو گئی تھی۔

پرنس نے دھیان ھی نہ دیا کہ اور لوگ اگلایا سے باتیں کرنے اور ریجھنے میں لگے ھیں، کبھی کبھی تو وہ اس بات سے بھی تقریباً غافل رھا کہ وہ اس کے برابر بیٹھا ھے۔ وہ کبھی چاھتا کہ کاش کہیں دور چلا جاتا، اس جگہ سے، جہاں وہ تھا غائب ھو جاتا۔ وہ کسی بےرونق ویران جگہ کو پسند کر لیتا جہاں وہ بالکل یکہ و تنہا اپنے خیالات میں مگن رھتا، کسی کو اس کا اتہ‌پتہ نہ ھوتا۔ یا کم از کم وہ اپنے گھر کے برآمدے میں ھی ھوتا۔ ان لوگوں کی بھیڑ سے الگ۔ لیبیدیف بھی نہیں، نہ ھی بچے۔ وہ اپنے صوفے پر جا پڑتا، تکیوں میں اپنا چہرہ دھنسائے، اسی طرح دن بھر پڑا رھتا۔ پھر ساری رات اور دوسرے دن تک۔ دوسرے لمحوں میں اس کی محویت اسے پہاڑوں پر لے جاتی۔ خصوصاً ایک خاص مقام پر جسے وہ بڑے پیار سے یاد کرتا اور جہاں وہ شوق سے جایا کرتا جب وہ وھاں ٹھہرا تھا۔ نیچے اس نے دیہات کو دیکھا تھا۔ وہ آبشار جو بمشکل نظر آتا جب وہ ایک باریک جھرنا

بن کر نیچے گرتا۔ وہ سفید بادل اور وہ پرانے قلعے کے کھنڈر۔ اس کی آرزو تھی کہ وہ وہاں پہنچ جائے، خود کو دوبارہ وہاں پائے۔ اور صرف ایک ہی بات کے متعلق سوچتا اور اپنی باقی زندگی کسی بھی چیز کے متعلق نہیں — اور یہ ایک ہزار برس کے لئے کافی ہوتا! اگر اس کے گرد لوگ اسے فراموش بھی کر دیتے تو کیا فرق پڑتا۔ اور کتنا اچھا تھا کہ یہ لوگ اسے ملے ہی نہ ہوتے اور یہ سب کچھ نہ ہوتا، سوائے ایک خواب کے۔ بےشک کیا یہ بالکل ایک ہی بات نہ تھی؟ خواب اور حقیقت؟ کبھی کبھی وہ یکبارگی اگلایا کو گھورنے لگتا، اس کی آنکھیں اس کے چہرے پر ایک وقت میں پانچ منٹ تک گڑی رہتیں۔ مگر اس کی ٹکٹکی بڑی عجیب تھی۔ وہ اس کی طرف یوں دیکھتا جیسے وہ ایک ایسی چیز تھی جو ایک کوس دور واقع تھی، جیسے وہ گوشت پوست کی ہونے کے بجائے ایک تصویر تھی۔

''آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں پرنس؟،، اس نے دفعتاً سوال کیا، اپنے گرد لوگوں کی شگفتہ اور رنگین گفتگو کو توڑتے ہوئے۔ ''آپ مجھے ڈرا دیتے ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ میری طرف بڑھنا اور میرا چہرہ چھونا چاہتے ہیں تاکہ اپنی انگلیوں سے محسوس کرسکیں۔ یہ میری طرف اسی طرح دیکھ رہے ہیں — ہے نا، ایوگینی پاولووچ؟،،

پرنس نے یہ الفاظ نکلتے سنے، اسے حیرانی ہوئی کہ یہ کہے کیوں گئے۔ ایک لمحہ اس نے غور کیا، شاید اچھی طرح سمجھے بغیر کہ کیا کہا گیا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ پھر یہ دیکھ کر کہ اگلایا اور دوسرے سب ہنس رہے ہیں تو اس نے یک بیک اپنا منہ کھولا اور ان کی ہنسی میں شریک ہو گیا۔ قہقہے بلند ہونے لگے۔ وہ افسر جو طبعاً خوش دل تھا کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

''ایڈیٹ!،، اگلایا نے دفعتاً خفگی سے دل ہی دل میں کہا۔

''خدایا! کیا یہ ایسی ہے... کیا اس کا سر پھر گیا ہے؟،، لیزاویتا پروکوفیونا دانت پیستے ہوئے بڑبڑائیں۔

''یہ اس کے مذاق کرنے کا طریقہ ہے۔ جیسے اس نے تب 'غریب سردار' کہہ کر کیا تھا،، الیکساندرا نے ان کے کان میں سمجھتے ہوئے سرگوشی کی۔ ''اور کچھ نہیں! وہ اپنے انداز میں

انھیں سرزنش کر رھی ھے۔ ھاں اس مرتبہ وہ مذاق سے آگے نکل گئی۔ اسے بند ھونا چاھئے ممی! تھوڑی دیر پہلے وہ مذاق کی ایکٹنگ کر رھی تھی اور ھمیں ڈرا رھی تھی...،،

''یہ تو اچھی بات ھوئی کہ ایسے 'ایڈیٹ، کو نشانہ بنا رھی ھے،، ماں نے جواب میں کاناپھوسی کی۔ بیٹی کی رائےزنی سے پھر بھی انھیں کچھ تسکین محسوس ھو رھی تھی۔

تاھم پرنس نے اس فقرے کو اتفاقاً سن لیا تھا اور وہ چونک پڑا۔ لیکن اس لئے نہیں کہ اسے احمق کہا گیا تھا۔ وہ اس واقعے کو فوراً بھول گیا کیونکہ اس نے ھجوم میں کسی جگہ سے جہاں وہ بیٹھا تھا اس کے نزدیک ھی — وہ ٹھیک سے اس مقام کو بتا نہ سکتا تھا — ایک تیزی سے سرکتے ھوئے چہرے کی جھلک دیکھی تھی۔ ایک زرد چہرہ اور کالے گھنگریالے بال، ایک بہت جانا پہچانا آشنا تبسم اور نظریں۔ ھو سکتا ھے اس کا تصور ھو۔ لیکن جس نے ایک زھرخند مسکراھٹ کا تاثر چھوڑا۔ وہ آنکھیں، وہ بھڑکدار سبز نکٹائی پہنے بنا ٹھنا ایک نوجوان مرد جس کی جھلک اس نے دیکھی تھی۔ پرنس کو ٹھیک اندازہ نہ ھوا کہ وہ ھجوم میں غائب ھو گیا یا عیش‌باغ کی طرف کھسک گیا۔

لیکن ایک آدھ منٹ کے بعد اس نے پھرتی اور بےچینی سے اپنے اردگرد دیکھنا شروع کیا: وہ پہلا سایہ تھا جو ممکن ھے دوسرے کا پیش خیمہ ھو۔ ایسا ھونا تقریباً یقینی تھا۔ اس نے مڈبھیڑ کے اس امکان کو عیش‌باغ کی سمت روانہ ھوتے وقت کیسے نظرانداز کر دیا؟ یہ بھی سچ ھے کہ اسے اس بات کا پورا اندازہ نہ تھا کہ ھمیں کدھر جانا ھے — اس کی ایسی حالت تھی۔ اگر محویت کچھ کم ھوتی تو پاؤ گھنٹہ پہلے غور کیا ھوتا کہ اگلایا بھی باربار اپنے اردگرد بڑی بےچینی سے اچٹتی نظروں سے دیکھ رھی تھی جیسے اسے کسی چیز یا شخص کی تلاش ھو۔ جب اس کا تردد ظاھر ھو گیا تو اگلایا کی بےچینی و بےاطمینانی بھی بڑھی، اور جب پرنس نے پیچھے دیکھا تو اس نے بھی فوراً ویسا ھی کیا۔ جلد ھی ان کے اندیشوں کی وجہ ظاھر ھوگئی۔

بازو کے باھر جانےوالے دروازے کے قریب سے جہاں پرنس اور سارا یپانچین خاندان بیٹھا تھا یکایک لوگوں کا ایک اچھا خاصا

گروہ جن کی تعداد کم‌ازکم ایک درجن ہوگی نمودار ہوا۔ آگے آگے تین عورتیں تھیں، جن میں دو بڑی انتہائی حسین تھیں اس لئے کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ کافی شیدائی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ لیکن عورتوں اور ان کے شیدائیوں میں ایسا نرالاپن تھا کہ وہ بینڈ اسٹینڈ کے گرد لوگوں کے مجمع سے بےجوڑ لگ رہے تھے۔ انھیں جلد ہی ہجوم کے تقریباً سب لوگوں نے توجہ سے دیکھا۔ اکثر تو ایسے بن گئے کہ جیسے انھیں دیکھا ہی نہیں پھر بھی انھوں نے ان نوجوانوں میں سے چند کو ہنسنے پر مجبور کیا، جنھوں نے دبی زبان سے کچھ رائےزنی کی۔ انھیں نظرانداز کرنا مشکل تھا۔ وہ لوگ اپنی نمائش کرنے آئے تھے، زور زور سے باتیں کرتے اور ہنستے جا رہے تھے۔ غالباً ان میں سے بہت سے مدہوش تھے اگرچہ ان میں کچھ نفیس اور خوش وضع لباس میں بھی تھے۔ پھر کئی عجیب سنکی، عجیب لباس اور عجیب لال بھبھوکا چہرے۔ کئی ایک فوجی بھی تھے۔ کچھ اتنے کم عمر بھی نہ تھے اور کچھ سنجیدہ، خوش‌قطع، ڈھیلےڈھالے کپڑوں میں بھی، کف کے بٹنوں اور انگوٹھیوں سے لیس، چمچماتی وگیں اور بالکل سیاہ رنگ کے گل‌مچھے، چہرے پر شرافت کے، مگر ساتھ ہی بےزاری کے آثار۔ تاہم سوسائٹی میں ایسے لوگوں سے یوں پرہیز کیا جاتا ہے جیسے پلیگ سے۔ وہ سوسائٹی جو پیترسبورگ کے نزدیک کی گرمائی صحت گاہوں میں رہتی ہے اس میں اکثر سخت محتاط اور بےحد معزز لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن بےحد محتاط لوگ بھی اس خطرے سے محفوظ نہیں جب ایک چھجے کے نیچے سے گذرتے وقت کوئی اینٹ نکل کر ان پر گر پڑے۔ اس قسم کی اینٹ اب بینڈ اسٹینڈ کے گرد منتخب مجمع پر گرنے ہی والی تھی۔

پاولوفسک کے عیش‌باغ کے تختوں سے تین زینے نیچے بینڈ اسٹینڈ کے گرد کی نشستیں تھیں۔ یہ ٹولی جس کا ہم نے ذکر کیا ان زینوں پر تھوڑی دیر کے لئے ٹھیری۔ لیکن عورتوں میں سے ایک نے آگے قدم بڑھایا، اس کے ساتھیوں میں صرف دو ہی جری نکلے جو اس کے نقش قدم پر چلے۔ ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کا سیدھا سادہ آدمی، دیکھنے میں اچھا خاصا لیکن قطعی کنوارا لگ رہا تھا جیسے دنیا میں کسی سے وابستگی نہیں ہوتی، یعنی ان میں

سے ایک جو کسی کو نہیں جانتے مانتے نہ ہی انھیں کوئی جانتا مانتا ہے ۔ دوسرا جو دیکھنے میں اوباش معلوم ہوتا تھا اور بےحد بدوضع و بداطوار ۔ اس سنکی عورت کے پیچھے اور کوئی نہیں آیا جس نے سیڑھیاں اترتے وقت پیچھے دیکھا ہی نہیں جیسے اسے پرواہ نہ تھی کہ کوئی اس کے پیچھے آ بھی رہا ہے یا نہیں ۔ وہ پہلے کی طرح زور زور سے ہنستی بولتی چلی آرہی تھی، اس کے کپڑے قیمتی تھے اور خوش‌مذاقی کا نمونہ اگرچہ اس موقع کی مناسبت سے کچھ زیادہ ہی شاندار تھے ۔ وہ بینڈ اسٹینڈ پار کرکے سڑک کی طرف بڑھی جہاں ایک پرائیویٹ گاڑی کسی کے انتظار میں کھڑی تھی ۔

اسے دیکھے ہوئے پرنس کو تین مہینے کا عرصہ گزر چکا تھا ۔ جب وہ پیٹرسبورگ آیا تھا تبھی وہ اس سے ملنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن وہ ہچکچاتا تھا، شاید کوئی پراسرار کھٹکا تھا ۔ بہرحال وہ تصور نہ کر سکتا تھا کہ اس سے دوبارہ ملنے پر اس کا کیا تاثر ہوگا ۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے تصور کرنے کی کبھی کبھی کوشش ضرور کی تھی ۔ لیکن ایک بات بالکل یقینی تھی کہ وہ ملاقات بڑی تکلیف‌دہ ہوگی ۔ ان چھ مہینوں کے دوران کئی مرتبہ اس نے اس پہلی پہچانی کیفیت کو یاد کیا جو اس کے اندر اس عورت کے چہرے سے ابھری، جب اس نے صرف اس کی تصویر دیکھی تھی ۔ اسے یاد آیا کہ اس میں بہت کچھ تھا جو تکلیف دہ تھا ۔ دیہات میں ایک مہینہ بھر وہ جب اس سے روزانہ ملا کرتا ۔اس کا اتنا خراب اثر پڑا کہ ان حالیہ واقعات کی کسی یاد سے پیچھا چھڑانے کے لئے اسے کبھی کبھی بڑی کشمکش کرنا پڑتی ۔ اس عورت کے چہرے میں کوئی ایسی بات تھی جو اسے شدید ذہنی اذیت پہنچاتی تھی ۔ رگوژین سے بات کرتے وقت پرنس نے اپنے احساس کی تشریح ایک بےپایاں رحم سے کی تھی اور یہ حقیقت تھی ۔ تصویر میں بھی اس کا چہرہ دیکھ کر پرنس کا دل دردمندی کے حقیقی کرب سے بھر گیا تھا ۔ اس مخلوق کے لئے دردمندی اور غم کا تاثر اس کے دل سے کبھی جدا نہ ہوا ۔ اب بھی وہی حال تھا ۔ بلکہ اب تو وہ اور پختہ اور راسخ ہو گیا تھا ۔ وہ ہمیشہ رگوژین کے سامنے اپنے خیال کو ظاہر کرنے کے طریقے سے غیرمطمئن

رہا۔ اور اب صرف اس کے یکایک نمودار ہونے پر پرنس کو اندازہ ہوا، شاید ایک قسم کے فوری جذبے کے تحت، کہ رگوژین سے بات کرتے وقت اس کے الفاظ میں کاہے کی کمی تھی اور وہ تھی اس کے الفاظ میں دہشت کا اظہار، ہاں دہشت! اب اس وقت وہ اپنے ذاتی علم کی بنا پر اچھی طرح باخبر تھا اور پورا اعتماد کہ وہ عورت خبطی تھی۔ اگر کوئی شخص عورت سے ایسا عشق کرے کہ اسے دنیا کی باقی ہر چیز ہیچ لگے یا ایسے عشق کے امکان کو دل میں جگہ دے سکے اور ناگہاں اسے زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھے، آہنی سلاخوں کے پیچھے، وارڈر کی لاٹھی کے نیچے، اس وقت اس کے دل پر جو گذرے گا اسی سے مشابہ اس لمحہ پرنس کی کیفیت تھی۔

''کیا بات ہے؟،، اگلایا نے تیزی سے سرگوشی کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا اور اس کے بازو کو بھولے پن سے کھینچا۔

پرنس نے اپنا سر اس کی طرف موڑا اور دیکھا، اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا جو کسی سبب سے چمک رہی تھیں۔ لیکن وہ سمجھ نہ سکا کس وجہ سے۔ اس نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن پھر اچانک گویا اسے اپنے ذہن سے خارج کرتے ہوئے اپنی نظریں دائیں طرف پھیر کر اس اذیت رساں سائے کی طرف دیکھنے لگا۔ نستاسیا فلی‌پوونا اس وقت لڑکیوں کی کرسیوں کے قریب سے گزر رہی تھی۔ اس اثنا میں ایوگینی پاولووچ پرزور آواز میں جلدی جلدی الیکساندرا ایوانوونا سے کچھ کہہ رہا تھا جو اسے ازحد دلچسپ و پرلطف معلوم ہوئی۔ پرنس کو یاد آیا کہ اگلایا نے یکایک نیم سرگوشی میں چوٹ کی ''کیسی ہے...،،

اگلایا کا لفظ ناتمام اور مبہم رہا۔ اگرچہ کچھ نہ کہا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ نستاسیا فلی‌پوونا جو اس طرح گزر رہی تھی جیسے اس نے خاص طور پر کسی کو نہ دیکھا ہو یک‌بیک ان کی جانب مڑی گویا اسی لمحے ایوگینی پاولووچ پر نظر پڑی ہو۔

''ہلو۔ یہ تو یہاں موجود ہے!،، وہ پکاری اور وہیں ٹھہر گئی۔ ''اس کا پتہ تو قاصدوں کی فوج بھی نہیں لگا سکتی اور یہ یہاں، جیسے ارادہ کرکے بیٹھا ہے۔ بھلا کس کو گمان ہوگا... ارے میں تو سمجھی تم وہاں ہوگے اپنے چچا کے پاس...،، وہ بولتی گئی۔

ایوگینی پاولووچ سرخ ہو گیا، نستاسیا فلی‌پوونا کی طرف ایک قہرآلود نگاہ ڈالی اور جلدی سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

''کیا ہے تمھیں ابھی تک معلوم نہیں ہوا؟ ذرا دیکھنا، اس نے پہچانا تک نہیں! ارے اس نے اپنے آپ کو گولی مار لی! تمھارے چچا نے آج صبح ہی خود کو گولی مار لی! مجھے ذرا پہلے، دو بجے کسی نے بتایا۔ آدھے شہر کو خبر ہے۔ سرکاری خزانے کا ساڑھے تین لاکھ غائب ہے، کوئی کہتا ہے پانچ لاکھ۔ اور میں سوچتی تھی کہ وہ تمھارے لئے بہت بڑی دولت چھوڑ جائے گا۔ وہ سب مٹی میں مل گیا۔ سچ مچ بڑا اوباش اور بدچلن تھا بڈھا... اچھا، گڈبائی۔ گڈ لک (good luck)! لیکن کیا تم شہر نہیں جاؤ گے؟ تمھیں جانا تو چاہئے۔ ہو نا چالاک، کہ استعفے کے کاغذات ٹھیک وقت پر بھیج دئے! اوہ بکواس! تمھیں پہلے سے علم تھا۔ شاید تمھیں کل ہی پتہ چل گیا ہوگا...''

اگرچہ گستاخی کے ساتھ یہ چھیڑخانی، جان نہ پہچان اور ایسے بےتکلفی کا مظاہرہ اس میں کوئی شبہ نہیں ایک خاص مقصد کے تحت ہوا، تاہم ایوگینی پاولووچ نے پہلے سوچا تھا کہ اس اذیت دینےوالی کو نظرانداز کر دے اور بالکل انجان بن جائے۔ نستاسیا فلی‌پوونا کے الفاظ بجلی بن کر گرے۔ چچا کی موت کی خبر سنکر وہ کاغذ کے تاؤ کی طرح پیلا پڑ گیا، خبر پہنچانےوالی کی طرف بڑھا۔ بلکہ اسی لمحے لیزاویتا پروکوفیونا اپنی نشست سے ایکا ایکی اٹھ کھڑی ہوئیں، اپنے گروپ کے تمام لوگوں کو اشارہ کیا اور ایسے بھاگیں جیسے دوڑ رہی ہوں۔ صرف پرنس اس جگہ رہ گیا جیسے وہ تذبذب میں ہو۔ اکیلا ایوگینی پاولووچ وہاں کھڑا رہا، اس کے حواس درست نہیں تھے۔ یپان‌چین خاندان ان سے بمشکل بیس قدم دور گیا ہوگا کہ یہاں ایک آفت برپا ہو گئی۔

فوج کا افسر، ایوگینی پاواووچ کا گہرا دوست، جو اگلایا سے گفتگو میں مصروف تھا انتہائی طیش میں آگیا۔

''یہاں فقط ایک چابک کی ضرورت ہے۔ اس زبان دراز قطامہ سے نپٹنے کا بس یہی ایک طریقہ ہے!'' اس نے تقریباً بلند آواز سے کہا (وہ غالباً پہلے سے ایوگینی پاولووچ کا ہمراز تھا)۔

نستاسیا فلی‌پوونا جھٹ اس کی طرف مڑی۔ اس کی آنکھیں چمک رھی تھیں، وہ ایک بالکل اجنبی نوجوان کی طرف لپکی جو اس سے دو قدم فاصلے پر کھڑا تھا جس کے ھاتھ میں ایک پتلی سی چھڑی تھی، اسے جھپٹ لیا اور اس خطاکار کے چہرے پر پوری طاقت سے ھاتھ چھوڑ دیا۔ یہ سب ایک پل میں ھو گیا۔ فوجی افسر آپے سے باھر اسے مارنے کے لئے اچھل کر آگے بڑھا۔ نستاسیا فلی‌پوونا کا کوئی ساتھی اس کے پاس نہ تھا۔ معزز دکھائی دینےوالا ادھیڑ آدمی چمپت ھو گیا۔ اور نشے کی ترنگ میں جو آدمی تھا، کنارے کھڑا اونچی آواز میں ھنسنے لگا۔ لمحہ بھر میں اس جگہ پولیس آگئی ھوتی لیکن اسی منٹ نستاسیا فلی‌پوونا بری پھنستی اگر اسے انجانی کمک نہ مل جاتی۔ پرنس نے جو وھاں سے صرف دو قدم دور تھا اس افسر کے ھاتھ کسی نہ کسی طرح پیچھے سے پکڑ لئے۔ افسر نے خود کو پرنس کی گرفت سے چھڑانے کے لئے ایسا زور کا دھکا مارا کہ پرنس تین قدم پیچھے ایک کرسی پر جا گرا۔ اب نستاسیا فلی‌پوونا کے دو طرفدار آگے آچکے تھے۔ ان میں سے ایک اب افسر کے مقابل کھڑا تھا وہ مکہ‌باز جس کے لکھے ھوئے مضمون سے قاری واقف ھے اور جو ایک مرتبہ رگوژین کے گروہ‌والے آدمی کی حیثیت سے روشناس ھو چکا ھے۔

"میرا نام کیلر ھے! میں ایک ریٹائرڈ سینیر لیفٹننٹ ھوں،" اس نے ڈھٹائی سے اپنا تعارف کرایا۔ "کیپٹن آپ اگر صنف‌نازک کے بدلے میں دست بدست لڑائی کے خواھشمند ھوں تو میں حاضر ھوں مکےبازی کے انگریزی فن کے ساتھ۔ کیپٹن، ڈھکیلو مت! آپ کی جان‌لیوا توھین پر مجھے آپ سے ھمدردی ھے۔ لیکن میں اجازت نہیں دے سکتا کہ آپ عورت ذات پر اپنے مکے کا استعمال کریں، وہ بھی کھلم کھلا، لوگوں کے سامنے۔ اگر آپ کوئی اور طریقہ پسند کرتے ھیں جو ایک عزت‌دار شریف آدمی کے شایان‌شان ھو، تو بےشک — آپ سمجھ گئے ھونگے کیپٹن..."

کیپٹن نے خود پر قابو پالیا تھا، اب اس کی طرف مطلق توجہ نہ دی۔ عین اس وقت رگوژین ھجوم سے برآمد ھوا۔ نستاسیا فلی‌پوونا کے ھاتھ میں ھاتھ ڈالا اور اسے ھٹا کر لے گیا۔ رگوژین خود

بدحواس تھا۔ رنگ فق اور بدن میں تھرتھری۔ تاہم نستاسیا فلی پوونا کو وہاں سے ہٹاتے وقت افسر کے منہ پر اس کا مذاق اڑاتے ہوئے ہنسا اور آہستہ سے ایک بازاری اکڑفوں سے کہا:

''اخ تھو! اچھا سبق ملا! منہ لال ہو رہا ہے۔ اخ تھو!''

کیپٹن جس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور اس بات سے بخوبی واقف کہ اسے کس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا ہے، پرنس کی طرف مڑا جو اپنی کرسی سے اٹھ چکا تھا اور اپنے گال پر رومال لگائے اس نے بڑے ادب سے کہا:

''پرنس میشکن، ہے نا؟ جن سے ملنے کا مجھے شرف ہوا ہے؟''

''وہ بالکل پگلی ہے! دیوانی! آپ یقین کیجئے!'' پرنس نے کپکپاتے لہجے میں کہا اور کسی وجہ سے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دئے۔

''میں اس اطلاع پر ناز تو نہیں کر سکتا لیکن آپ کا نام ضرور جاننا چاہتا ہوں۔''

اس نے سر ہلایا اور چلا گیا۔ پولیس ٹھیک پانچ سیکنڈ کے بعد آئی جب اس واردات میں حصہ لینےوالے آخری شریک بھی جاچکے۔ یہ سارا سانحہ دو منٹ سے زیادہ نہیں چلا۔ چند تماشائی اپنی کرسیوں سے اٹھ کر چل دئے۔ دوسروں نے صرف اپنی نشستیں بدل لیں، بعضوں نے اس تماشے سے خوب مزہ لیا، اور لوگ جو تھے انہوں نے بڑی دلچسپی ظاہر کی اور گرما گرم بحث میں مصروف ہو گئے۔ مختصراً یہ معاملہ اس طرح ختم ہوا جیسا ان موقعوں پر ہوا کرتا ہے۔ بینڈ کے ساز پھر بجنے لگے۔ پرنس بھی یپان‌چین کنبے کی طرف چل پڑا۔ اگر اسے اپنے بائیں طرف دیکھنے کا خیال آتا جب وہ اس کرسی پر ٹک گیا تھا جہاں وہ ڈھکیلا گیا تھا تو اس کی نظر اگلایا پر پڑتی جو وہاں سے بیس قدم دور ٹھیر کر سارا ہنگامہ دیکھ رہی تھی۔ اس کی ماں اور بہنیں آگے چلی گئی تھیں اور وہاں سے اس کی خوشامد کر رہی تھیں۔ پرنس ش۔ دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور بالآخر اسے راضی کیا کہ وہ جلد نکل چلے۔ اس کی ماں نے بعد میں سوچا کہ وہ جب واپس آئی تو اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ شاید ہی اس نے انہیں بلاتے ہوئے سنا ہوگا۔ لیکن ٹھیک دو

منٹ بعد جب وہ پارک میں داخل ہو رہے تھے تو اگلایا نے حسب معمول اپنے اسی بے پروا ٹھسکے سے کہا:

''میں صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ سوانگ کس طرح ختم ہوتا ہے!،،

۳

باغ والے حادثے نے ماں بیٹیوں کے اندر دہشت بٹھا دی۔ لیزاویتا پروکوفیونا بڑی گھبرائی ہوئی، بےچین اور پریشان سچ مچ باغ سے دوڑتی ہوئی گھر پہنچی تھیں۔ ان کے پیچھے پیچھے ان کی لڑکیاں۔ اس واردات کو انھوں نے جس طرح دیکھا اس سے اتنا کافی آشکار ہوا کہ باوجود ابتری و دہشت کے ان کے ذہن میں چند واضح خیالات ابھر آئے۔ اس کے علاوہ یہ بات سمجھ میں آئی کہ معمول سے ہٹ کر کوئی بات ہوئی ہے اور شاید خوش قسمتی سے کوئی غیر معمولی راز افشا ہونےوالا ہے۔ پرنس ش۔ کی پچھلی یقین دھانیوں اور صفائیوں کے باوجود ایوگینی پاولووچ ''بےنقاب اور اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو گیا تھا، اس کمینی سے اس کا رشتہ بھی سامنے آگیا،،۔ بیگم لیزاویتا اور ان کی بڑی بیٹیوں نے بھی سوچا۔ اس نتیجے سے فائدہ یہ ہوا کہ معموں کا اس سے بھی بڑا ڈھیر لگ گیا۔ اگرچہ لڑکیاں اپنی ماں کے ہول اور ان کی اندھا دھند بھاگم بھاگ سے کسی قدر ناراض تھیں لیکن انھوں نے اس وقت جرأت نہیں کی کہ حواس باختہ حالت میں انھیں سوالات سے دق کریں۔ اس کے علاوہ یہ احساس بھی تھا کہ ان کی بہن اس معاملے کے متعلق ان کی ماں اور خود ان سے زیادہ جانتی ہوگی۔ پرنس ش۔ جو رات کی طرح تاریک دکھائی دے رہا تھا بڑا فکرمند تھا۔ بیگم صاحبہ نے گھر آتے ہوئے اس پر نہ توجہ کی نہ ہی ایک لفظ اس سے کہا۔ وہ بھی غالباً اس سے بےنیاز رہا۔ جب ادےلائیدا نے اس سے کچھ اگلوانا چاہا ''کون‌سا چچا تھا اور پیترسبورگ میں کیا ہوا تھا؟،، اس نے ترشی سے ایک مبہم سا جواب دیا کسی سرٹیفکٹ کے کاغذات کے بارے میں اور یہ کہ سب محض بکواس

ہے۔ ''اس میں کیا شک ہے!،، ادےلائیدا نے جواب دیا پھر کوئی سوال نہ کیا۔ اگلایا بالکل پرسکون رہی اور صرف اتنا کہا کہ وہ چلنے میں جلدی کر رہی ہیں۔ ایک بار پیچھے مڑکر دیکھا کہ پرنس انہیں پکڑنے کےلئے تیزی سے چلا آرہا ہے۔ وہ اس کی کوشش پر حقارت سے مسکرائی اور دوبارہ پلٹ کر نہیں دیکھا۔

بنگلے کے قریب پہنچ کر وہ جنرل سے دوچار ہوئے جو ابھی ابھی پیترسبورگ سے لوٹے تھے اور ان کی طرف چلے آرہے تھے۔ پہلا سوال جو انہوں نے چھیڑا وہ ایوگینی پاولووچ کے متعلق تھا۔ ان کی بیوی، بغیر ان کی طرف دیکھے یا جواب دئے غصہ میں بھری گزر گئیں۔ لڑکیوں اور پرنس ش۔ کے چہروں نے ان پر فوراً واضح کر دیا کہ طوفانی بادل آچکے ہیں۔ بلکہ خود ان کے اپنے بشرے سے بڑے اضطراب کا اظہار ہوتا تھا۔ انہوں نے فوراً پرنس ش۔ کا بازو تھام لیا، صدر دروازے کے پاس رکے، اس سے مختصر سی کھسرپسر کی اور اپنی پریشان صورت لئے برآمدے میں داخل ہوئے اور بیگم لیزاویتا کے کمرے میں گئے جس سے یہ اندازہ ہو سکتا تھا کہ دونوں نے کوئی نہایت پریشان کن خبر سنی ہے۔ آہستہ آہستہ پوری جماعت بیگم صاحبہ کے اوپری منزل کے کمرے میں جمع ہو گئی۔ اور پرنس برآمدے میں تنہا رہ گیا۔ وہ ایک کونے میں بیٹھا گویا کسی چیز کا انتظار کر رہا تھا، بغیر سمجھے کہ وہ کیا چیز تھی۔ یہ بات اس کے ذہن میں آئی ہی نہیں کہ وہ چلے جائے کیونکہ اس گھر میں افراتفری مچی تھی۔ وہ جیسے ساری کائنات کو بھول چکا تھا اور اس بات کے لئے بھی تیار تھا کہ دو برس تک جما بیٹھا رہےگا۔ اوپر سے ٹھیر ٹھیر کر پریشان کن آوازیں آرہی تھیں۔ وہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کتنے عرصے وہاں بیٹھا رہا، کافی دیر ہو چکی تھی۔ رات آگئی تھی جب اچانک اگلایا برآمدے میں آپہنچی۔ وہ مطمئن مگر کسی قدر زرد دکھائی دے رہی تھی۔ جب اس نے پرنس کو دیکھا جسے یہاں ایک کونے میں بیٹھے دیکھنے کی اسے ''بظاہر امید نہیں تھی،، تو گویا حیرت سے مسکرائی۔

''آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟،، اس نے قریب آکر پوچھا۔

پرنس اپنی الجھن میں کچھ بڑبڑایا، کرسی سے اچھل پڑا لیکن جب اگلایا فوراً اس کے برابر بیٹھ گئی تو اس نے بھی اپنی نشست سنبھالی۔ اگلایا نے ناگاہ غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر نگاہیں کھڑکی کی طرف ہٹائیں جیسے وہ خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ''شاید وہ ہنس پڑنا چاہےگی،، پرنس نے سوچا ''لیکن نہیں، اس کا جی نہیں چاہتا۔ ورنہ ہنس پڑتی۔ ،،

''شاید آپ چائے پینا پسند کریں گے؟،، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ ''میں کچھ رکھواتی ہوں۔ ،،

''نا۔ نا۔ جی.... مجھے نہیں معلوم۔ ،،

''اچھا! یہ کیسے کہ آپ ایسی بات نہیں جانتے؟ اور ہاں سنئے۔ اگر کسی نے آپ کو ڈوئیل کےلئے چیلنج کیا تو آپ کیا کریں گے؟ میں آپ سے پہلے ہی پوچھنا چاہتی تھی۔ ،،

''ہاں، لیکن کون؟ کوئی بھی شخص مجھے ڈوئیل کے لئے چیلنج نہیں کرنےوالا۔ ،،

''لیکن فرض کیجئے کسی نے کیا — کیا آپ بہت خوفزدہ ہو جائیں گے؟،،

''میرا خیال ہے — میرا خیال ہے میں ڈر جاؤں گا۔ ،،

''واقعی! توآپ بزدل ہیں؟،،

''نا۔ نا۔ شاید بزدل نہیں ہوں۔ بزدل وہ جو ڈر کر بھاگ جائے اور وہ جو ڈر جاتا ہے لیکن بھاگتا نہیں وہ بزدل کہاں ہوا؟،، پرنس نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور آپ بھاگیں گے نہیں؟،،

''شاید میں نہیں بھاگوں گا،، اس نے کھل کر ہنستے ہوئے اگلایا کے سوال کا جواب دیا۔

''گو میں عورت ہوں لیکن میں ہرگز نہیں بھاگوں گی،، اس نے بھی کچھ خفگی سے رائے دی۔ ''لیکن آپ شاید مجھ پر ہنس رہے ہیں، آپ بن رہے ہیں جو آپ کی عادت ہے خود کو توجہ کا مرکز بنانے کےلئے۔ اچھا بتائیے ڈوئیل کی گولی بارہ قدم کے فاصلے سے چلائی جاتی ہے اور کبھی دس قدم سے — ہے نا؟ تب تو اس کا یقینی انجام یا مارا جانا یا زخمی ہونا؟،،

''میں سمجھتا ہوں ایسے ڈوئیلوں کی نوبت کم ہی آتی ہے۔،،

''کم کیسے؟ پوشکن * اسی میں مارا گیا!''
''محض اتفاق کی بات ہو شاید۔ ''
''بالکل نہیں! وہ مرنے مارنے کا ڈوئیل تھا۔ اور پوشکن مارا گیا!''
''گولی اتنی نیچے سے گئی کہ دانتھے غالباً اوپر نشانہ لگا رہا تھا ان کے سینے یا سر پر۔ ایسی جگہ کا نشانہ نہیں لیا جاتا۔ اس لئے قیاس غالب ہے کہ مار اتفاقی ہوگی۔ گولی خطا کر گئی۔ تجربہ کار لوگوں نے مجھے یہی بتایا ہے!''
''لیکن ایک سپاہی نے جس سے میں نے ایک دفعہ پوچھا تھا مجھے بتایا کہ گولی‌بار کا قاعدہ ہے کہ کسی پر بندوق چلانے کا حکم ہو تو جسم کے بیچوں بیچ شست باندھنا چاہئے۔ یہ اس کے الفاظ ہیں کہ جسم کے درمیانی حصے کا نشانہ لگایا جائے۔ مطلب یہ کہ سر یا سینے کا نشانہ نہیں باندھتے بلکہ جسم کے وسطی حصے پر گولی چلاتے ہیں۔ پھر میں نے ایک فوجی افسر سے بھی پوچھا اور اس نے بتایا کہ ہاں، بالکل یہی۔ بالکل درست۔ ''
''درست ہے کیونکہ وہ لمبی مار سے بندوق چلانے کےلئے ہے۔ ''
''کیا آپ کو آتی ہے نشانہ بازی؟''
''میں نے کبھی گولی نہیں چلائی۔ ''
''کیا آپ کو پستول بھرنا بھی نہیں آتا؟''
''نہیں آتا، میرا مطلب ہے میں سمجھتا تو ہوں کہ کیسے بھرنا چاہئے لیکن خود کبھی بھرا نہیں!''
''اس کا مطلب ہے آپ کو پستول بھرنا نہیں آتا کیونکہ اس کےلئے مشق کی ضرورت ہے۔ اچھا سنئے اور یاد رکھئے۔ پہلے آپ کو اچھا سا پستول کا بارود خریدنا چاہئے جو گیلا یا نم نہ ہو (کہتے ہیں کہ بالکل خشک ہونا چاہئے)، وہ باریک دانےدار ہونا چاہئے۔ آپ کو اسی قسم کا لینا چاہئے۔ وہ نہیں جو توپ میں

---

* پوشکن، الیکساندر (۱۷۹۹ء—۱۸۳۷ء) — روس کا عظیم شاعر، عالمی ادب کی ایک ہستی۔ ایک فرانسیسی مہاجر دانتھے کے ساتھ ڈوئیل میں مارا گیا۔ (ظ ا۔)

استعمال ہوتا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ کس طرح لوگ خود اپنی گولیاں بنا لیتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس پستول ہے؟،،

''نہیں، اور مجھے ضرورت بھی نہیں اس کی!،، پرنس کو ایکدم ہنسی آگئی۔

''اوہ کیا بکواس ہے! آپ کو ایک عمدہ سا پستول خرید لینا چاہئے۔ انگریزی یا فرانسیسی، کہتے ہیں وہ بہترین ہوتے ہیں۔ پھر ایک یا دو چمچی بھر بارود لے کر اس میں ڈالئے۔ بارود زیادہ ہو تو بہتر۔ پھر تھوڑے سے نمدے کی مدد سے اسے پورا ٹھونسئے (کسی بنا پر نمدہ بہت ضروری ہے، ایسا کہتے ہیں)، آپ کسی گدے میں سے یا دروازے کی دراروں میں سے تھوڑا سا نمدہ بآسانی نکال سکتے ہیں۔ پھر آپ اس میں گولی داخل کرتے ہیں۔ دھیان رکھئے۔ بارود پہلے اور گولی بعد میں۔ ورنہ وہ چلے گا نہیں۔ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ میں چاہتی ہوں آپ روزانہ کئی بار نشانہ‌بازی کی مشق کیا کریں اور نشانہ پکا کر لیں۔ بولئے، کریں گے؟،،

پرنس اس بات پر ہنس دیا۔ اگلایا نے چڑ کر اپنا پاؤں پٹکا۔ اس موضوع پر اس کی سنجیدگی سے پرنس کو کچھ اچنبھا ہوا۔ خیال ہوا کہ اس کے متعلق تحقیق کرنا، اس سے کچھ پوچھنا چاہئے تھا، کوئی ایسی بات جو یقیناً پستول بھرنے کے طریقے سے زیادہ سنگین ہے۔ لیکن اب اس کے ذہن میں اس بات کے سوا اور کوئی جگہ نہ تھی کہ وہ سامنے بیٹھی تھی اور وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اس بات سے کیا سروکار کہ وہ اس لمحے کس بارے میں کہہ رہی تھی۔

آخر خود ایوان فیودرووچ نیچے اتر کر برآمدے میں آ گئے۔ وہ گھر سے باہر جا رہے تھے، ناگواری اور فکرمندی کے ساتھ، دل میں کچھ ٹھانے ہوئے۔

''ارے تم ہو؟ لیو نکولائی‌وچ! تم اب کدھر؟،، انھوں نے پوچھا اور یہ بھی نہ دیکھا کہ لیو نکولائی‌وچ کا اپنی جگہ سے ہٹنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ ''میرے ساتھ آؤ۔ تم سے ایک بات ہو جائے۔،،

''خدا حافظ،، اگلایا نے اپنا ہاتھ پرنس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اب برآمدے میں کافی اندھیرا چھاگیا تھا کہ پرنس اس کے خدوخال صاف طور سے نہ دیکھ سکتا تھا۔ ایک منٹ بعد جب وہ اور جنرل بنگلے سے نکل رہے تھے وہ یکبارگی سرخ ہو گیا اور دائیں ھاتھ کی مٹھی بھینچ لی۔

جنرل بھی اس سمت جانےوالے تھے جدھر پرنس کو جانا تھا۔ اتنی رات ہونے پر بھی انھیں کسی سے ملنے اور بات کرنے کی جلدی پڑی تھی۔ اثنائے راہ میں وہ پرنس سے، عجلت میں، پریشانی اور بے ربطی سے گفتگو کرنے لگے، بار بار لیزاویتا پروکوفیونا کا نام زبان پر آتا۔ پرنس اگر توجہ سے سنتا تو قیاس کر سکتا تھا کہ ایوان فیودرووچ اس سے کچھ معلومات اگلوانا چاھتے ھیں۔ یا بہتر لفظوں میں یہ کہ اس سے کچھ پوچھنا چاھتے تھے مگر اپنے مدعا کا صاف اظہار بھی نہیں کرنا تھا۔ بدقسمتی سے پرنس ایسی بےخیالی کے عالم میں تھے کہ پہلے تو اس نے کچھ سناھی نہیں کیونکہ جب جنرل اس کے سامنے ایک پریشان کن سوال لے کر رک گئے تو اسے مجبوراً اعتراف کرنا پڑا کہ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا تھا۔ جنرل نے اپنے کندھے جھٹک دئے۔

''آپ سب کے سب عجیب لوگ ھو گئے، ھر لحاظ سے!،، وہ پھر شروع ھو گئے ''میں کہتا ھوں میں لیزاویتا پروکوفیونا کے خیالات، ان کے اضطراب کو سمجھنے سے قطعی قاصر ھوں۔ وہ ایک ھیجان میں مبتلا ھیں، وہ رو دیتی ھیں۔ کہتی ھیں ھماری بڑی بےعزتی ھوئی۔ اس سے کتنی ندامت اٹھانا پڑی؟ کس سے؟ کیسے؟ کیوں اور کب؟ میں اقرار کرتا ھوں میں قصوروار ھوں (میں اسے تسلیم کرتا ھوں)، واقعی قصوروار لیکن وہ چھیڑخانی... اس... اس جھگڑالو عورت کی (جس کا رویہ اس معاملے میں ملامت کے قابل ھے) پولیس کی مدد سے روکنا چاھئے۔ جاتے جاتے میں اس سلسلے میں کسی سے ملوںگا کہ مناسب کارروائی کی جائے۔ ھر چیز ھوشیاری اور شرافت بلکہ بھلمنساھت سے اور بلا ھنگامے کے، احتیاط سے رفع دفع کی جا سکتی ھے۔ میں مانتا ھوں کہ مستقبل حادثات سے پر اور بہت سی باتیں تشریح طلب ھیں، اندر اندر کوئی سازش بھی ھوگی۔ لیکن اگر کوئی بات یہاں معلوم نہ ھو اور وہ لوگ ادھر بھی کچھ سمجھا نہ سکیں، اگر میں نے کچھ نہ سنا، نہ ھی آپ نے،

نہ ہی تیسرے آدمی نے، نہ پانچویں یا چھٹے نے، پھر کس نے کیا سنا؟ میں تم سے پوچھتا ہوں یہ باتیں کیسے سمجھی جا سکتی ہیں؟ کیا ہے اس کے سوا کہ یہ معاملہ فرضی اور محض برائے نام کوئی چیز ہے، اس کا اصلی وجود تک نہیں جیسے مثلاً چاندنی... یا کوئی آسیب۔''

''وہ تو دیوانی ہے'' پرنس بڑبڑایا۔ اس تازہ واقعہ کی ہر بات سوچ کر اسے تکلیف ہوئی۔

''میرا بھی یہی خیال ہے اگر تم اس کا ذکر کررہے ہو۔ یہ خیال میرے ذہن میں بھی آیا اور سوچا کہ اس پر ایک رات کی نیند حرام کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن اب میری سمجھ میں آیا اور جیسا دوسرے لوگ بھی اسے زیادہ صحیح سمجھتے ہیں، مانا کہ عورت دیوانی نہیں ہے۔ بدمزاج ہے، لیکن اس میں ہے بڑی چترائی۔ پاگل پن سے بہت دور۔ کپی‌تون الیکسئی‌وچ کے ساتھ اس کا مکروہ رویہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے۔ یہ اس کی عیاری کا نمونہ تھا یعنی یسوعیوں کی طرح، کم‌از کم چالبازی تو ضرور تھی ایک خاص مقصد کے تحت۔''

''کس کپی‌تون الیکسئی‌وچ کا آپ ذکر کر رہے ہیں؟''

''میرے خدا! لیو نکولائی‌وچ! کیا تم سن نہیں رہے تھے۔ میں نے کپی‌تون الیکسئی‌وچ سے ہی بات شروع کی تھی اور اس سے مجھے ایسا دھچکہ لگا کہ اب بھی سوچ کر سر سے پاؤں تک کانپ اٹھتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے مجھے شہر سے آنے میں اتنی دیر بھی لگی۔ کپی‌تون الیکسئی‌وچ رادومسکی، ایوگینی پاولووچ کے چچا۔''

''ایں!'' پرنس چیخا۔

''صبح سویرے سات بجے خود کو گولی مار لی، ایک معزز سترسالہ بوڑھے، ایک عیاش۔ لفظ بلفظ وہی جو اس نے کہا — سرکاری خزانے کی خاصی بڑی رقم۔ غبن کی گئی۔''

''اسے کہاں سے...''

''کہاں سے جانا؟ ہاہا! جونہی وہ اس طرف آئی پورا ہیڈکوارٹر اس کے گرد بن گیا۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کیسے کیسے لوگ اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

اسے کچھ باتیں ان ملنےوالوں کی زبانی آسانی سے معلوم ہوئیں۔ سارے پیٹرسبورگ کو پہلے ہی اس کی خبر ہے۔ اور یہاں آدھا پاولوفسک یا شاید پورا پاولوفسک۔ اور پھر جیسا مجھے بتایا گیا کیسی باریک چوٹ کی اس نے کمیشن کے استعفے کے متعلق! میرا مطلب ہے کہ ایوگینی پاولووچ نے اپنے استعفے کے کاغذات ٹھیک وقت پر بھیجے۔ کس بلا کی چوٹ! نہیں، اس میں پاگل‌پن کا شائبہ نہیں۔ میں تو، خیر، ماننے سے انکار کرتا ہوں کہ ایوگینی پاولووچ کو اس حادثے کا پہلے سے علم ہو چکا تھا۔ یعنی اس خاص دن اور سات بجے صبح کے وقت وغیرہ کا۔ لیکن اسے پہلے سے اندیشہ البتہ رہا ہوگا۔ اور مجھے اور ہم سب کو، پرنس ش۔ کو بھی خیال تھا کہ بوڑھا اس کے نام میراث میں بڑی دولت چھوڑےگا! سخت افسوس‌ناک بات ہوئی! دیکھئے میں ایوگینی پاولووچ کو کسی بات کا الزام نہیں دے رہا۔ اور فوراً اس بات کی تردید کئے دیتا ہوں۔ پھر بھی یہ بات مشکوک ہے۔ پرنس ش۔ بھی بےانتہا ھکے بکے رہ گئے۔ یہ سب کچھ عجیب طور سے پھٹ پڑا۔"

"لیکن ایوگینی پاولووچ کے رویے پر شبہ کرنے کی کیا گنجائش ہے؟"

"مطلق نہیں! اس نے بےحد شریفانہ رویہ رکھا۔ میں کسی بات کی طرف بالکل اشارہ نہیں کرتا۔ میں تصور کرتا ہوں خود اس کی دولت جوں کی توں ہے۔ البتہ لیزاویتا پروکوفیونا کچھ سننے کو تیار نہیں... لیکن اصل بات یہ کہ یہ ساری خاندانی چپقلش یا گھریلو جھگڑے... بڑی مشکل ہے کہ کوئی موزوں لفظ ذہن میں نہیں آرہا... لیو نکولائی‌وچ تم حقیقی معنوں میں خاندان کے ایک دوست ہو اس لئے میں تم کو اعتماد میں لے کر کہتا ہوں، اب ذرا دیکھنا گو یقین نہیں آتا کہ ایوگینی پاولووچ نے ایک ماہ پیشتر اگلایا سے شادی کی درخواست کی تھی جسے لگتا ہے اس نے ٹھکرا دیا۔"

"نہیں نہیں ایسا نہ کہئے!" پرنس نے پکار کر کہا۔

"کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟ میرے عزیز دوست دیکھو!" جنرل نے شدید حیرانی سے کہا، وہ وہیں کے وہیں کھڑے رہ گئے۔ "شاید میں نے بھید کھول دیا بلاارادہ اور بےاحتیاطی سے،

لیکن وہ... وہ صرف اس وجہ سے کہ تم کہنا چاہئے ایک شریف مہذب انسان ہو ۔ شاید تم کو اس کے متعلق کوئی خاص معلومات ہوں؟،،

''میں اس کے متعلق، ایوگینی پاولووچ کے... کچھ نہیں جانتا،، پرنس بڑبڑایا ۔

''نہ میں جانتا ہوں میرے عزیز ۔ مجھے تو وہ سب مردہ اور مدفون دیکھنا چاہتے ہیں ۔ وہ یہ سمجھنے سے بھی انکار کرتے ہیں کہ ایک شخص کے ساتھ کتنی زیادتی ہوئی ۔ اور میں اسے برداشت نہ کر سکوں گا ۔ مجھے ابھی ایک وحشت ناک تماشا دیکھنا پڑا ۔ اور سوچو میں یہ تم کو اپنے بیٹے کی طرح بتا رہا ہوں ۔ اس پر طرہ یہ کہ اگلایا گویا اپنی ماں کا مذاق اڑا رہی تھی ۔ یہ تو اس کی بہنیں تھیں جنھوں نے قیاس سے یہ بات بتائی اور خاصی معتبر بھی کہ وہ ایک مہینہ قبل ایوگینی پاولووچ کی شادی کی درخواست کو رد کر چکی ہے ۔ لیکن مجھے تم سے کہنے کےلئے الفاظ نہیں ملتے کہ وہ لڑکی کیسی خود سر، ضدی اور ہٹیلی مخلوق ہے! وہ ہر خوبی رکھتی ہے، دل و دماغ کی بڑی لاجواب خوبیاں — یہ سچ ہے ۔ لیکن ساتھ ہی کتنا تلون، کتنی تحقیر! ایک لفظ میں وہ چڑیل ہے جس میں جھکی پن ہے اور اوپر سے واہمے ۔ وہ اپنی ماں کی خود ان کے منہ پر ہنسی اڑا رہی تھی ۔ ساتھ ہی اپنی بہنوں اور پرنس ش ۔ کی بھی ۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے بھی اپنا حصہ ملتا ہے ۔ وہ ہمیشہ میرا مذاق اڑایا کرتی ہے ۔ تاہم تم جانتے ہو میں اس سے محبت کرتا ہوں اس وقت بھی جب وہ میرا مذاق اڑاتی رہتی ہے اور میں سمجھتا ہوں اس لئے وہ چڑیل مجھ کو اوروں سے زیادہ چاہتی ہے، مجھے یقین ہے ۔ اور میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ وہ تمھارا بھی کسی کسی بات پر مضحکہ اڑا چکی ہے ۔ ابھی کچھ دیر پہلے بالائی منزل کے طوفان کے بعد میں نے اسے تم سے گفتگو کرتے دیکھا ۔ وہ تمھارے پاس اس طرح بیٹھی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ۔ ،،

پرنس کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا ۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچ لی لیکن کچھ نہ کہا ۔

''میرے پیارے کرم فرما لیو نکولائیوچ!،، جنرل نے معاً

گرمجوشی سے کہا۔ ''میں خود تم کو پسند کرتا ہوں اور لیزاویتا پروکوفیونا بھی (اگرچہ اس نے تم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا ہے اور تمھاری وجہ سے مجھ کو بھی۔ نہ جانے کیوں؟) ہم دونوں میں تمھارے لئے بےحد پرخلوص محبت و عزت ہے۔ گرچہ ظاہر میں کچھ بھی ہو۔ لیکن تم مجھ سے اتفاق کروگے میرے عزیز دوست اور تم کو اتفاق کرنا پڑےگا کہ اس سرد مہر ننھی دیدہ دلیر لڑکی کی پیچیدہ اور دق کرنےوالی حرکتیں (کیونکہ وہ اپنی ماں کے سامنے انتہائی حقارت کے ساتھ ہمارے اور خاص طور پر میرے سوالات کا سامنا کر رہی تھی۔ خدا ستیاناس کرے، میرے سر میں سودا سمایا کہ گھر کے بزرگ کی حیثیت سے سختی برتوں، ہاں میری حماقت تھی وہ) اس بےمروت دیدہ دلیر لڑکی نے اچانک اعلان کیا ہمارا مذاق اڑاتے ہوئے کہ وہ 'خبطی، عورت (اس نے یہی لفظ کہا۔ اور مجھے حیرت ہے کہ وہ بھی اس لفظ کے استعمال میں تمھاری ہمزبان ہے: 'تم ابتک کیونکر اس بات کو سمجھنے میں ناکام رہے؟، وہ کہتی ہے) اس خبطی 'عورت کے سر میں سودا سمایا ہے کہ میری ہر قیمت پر پرنس لیو نکولائیوچ سے شادی کرا دے۔ اور اسی لئے وہ ایسی حرکتیں کر رہی ہے کہ ایوگینی پاولووچ کا ہمارے گھر سے پتہ کٹ جائے،... اس نے بس یہی کہا۔ کوئی تشریح نہیں کی۔ ٹھٹھا مار کر ہنسنے لگی۔ اور ابھی ہم ھکا بکا کھڑے تھے کہ وہ باہر نکل گئی اور دروازہ اپنے پیچھے کھٹ سے بند کر لیا۔ پھر مجھے تمھارے اور اس کے درمیان سہ پہروالی نوک جھونک بتائی گئی۔ اور... اور سنو میرے عزیز پرنس (تم بات بات پر روٹھنےوالے آدمی نہیں ہو بلکہ بڑے سمجھدار۔ میں جانتا ہوں) لیکن برا نہ ماننا، اگر میں قسم کھا کر کہوں کہ وہ تمھارا مذاق اڑا رہی ہے۔ ایک بچکانہ حرکت ہے، تم کو اس پر خفا نہ ہونا چاہئے۔ کچھ ایسا ہی ہے۔ غلط مطلب نہ نکال لینا۔ تم کو بھی اپنے مذاق کا تختہ' مشق بنا لیا جیسے مجھے اور ہم سب کو بناتی ہے۔ اسے دوسرا کوئی کام تو ہے نہیں۔ اچھا خدا حافظ، تم ہمارے جذبات کو سمجھتے ہو؟ تمھارے بارے میں ہمارے پرخلوص جذبات؟ وہ اپنی مضبوطی سے قائم ہیں۔ کسی بھی حالت میں بدلیں‌گے نہیں... مگر... میں اب اس طرف جاؤں‌گا،

اس لئے خدا حافظ۔ اتنی بےچین ہوئی میں کبھی نہیں تھا (ایسا ہی کہتے ہیں نا؟) جیسا اب ہوں.... یہ ہوئی ہماری باہر کے بنگلے کی زندگی!،،

اس چوراہے پر تنہا کھڑے پرنس نے چاروں طرف دیکھا، تیزی سے راستہ پار کیا۔ قریب کے بنگلے کی روشن کھڑکیوں کے پاس آیا، کاغذ کے اس پرزے کو کھولا جسے ایوان فیودرووچ کی گفتگو سے ابتک اپنی دائیں مٹھی میں بھینچ رکھا تھا۔ کھڑکی کی مدھم روشنی میں اس نے ذیل کا پیغام پڑھا:

''میں کل صبح سات بجے پارک کے سبز بنچ پر رہوں‌گی اور آپ کا انتظار کروں‌گی۔ میں نے آپ کو وہ باتیں بتانے کا تہیہ کر لیا ہے جو نہایت اہم ہیں اور آپ سے براہ‌راست تعلق رکھتی ہیں۔

''پس نوشت: مجھے امید ہے آپ یہ رقعہ کسی کو نہ دکھائیں‌گے۔ گو مجھے آپ کو اس طرح تاکید کرنے پر الجھن محسوس ہو رہی ہے، میرا فیصلہ ہے کہ آپ اسی لائق ہیں۔ آپ کی بےسروپا طبیعت پر شرم سے سرخ ہوکر آپ کو لکھا ہے۔

''پس نوشت: وہی سبز بنچ جو میں نے شام میں اشارے سے دکھائی تھی۔ توبہ — مجھے یہ بھی بڑھانا پڑا۔ ،،

یہ رقعہ عجلت میں لکھا گیا تھا اور جیسے تیسے موڑا گیا تھا غالباً اگلایا کے برآمدے میں آنے سے ذرا پہلے۔ پرنس نے ایک ناقابل بیان گھبراہٹ سے جو خوف سے ملتی جلتی تھی، رقعہ کو دوبارہ مضبوطی سے ہاتھوں میں دبایا۔ اور کھڑکی سے یوں اچھل کر ہٹا جیسے ایک خوفزدہ چور۔ جیسے ہی وہ ہلا کہ ایک شخص سے ٹکرا گیا جو عین اس کی پشت پر کھڑا تھا۔

''میں آپ کا پیچھا کرتا رہا ہوں پرنس!،، اس شریف آدمی نے کہا۔

''ارے آپ ہیں کیلر؟،، پرنس تعجب سے پکارا۔

''میں آپ کی تلاش میں تھا۔ یپان‌چین بنگلے کے باہر کھڑا

انتظار کر رہا تھا۔ اندر نہ جا سکتا تھا۔ جب آپ جنرل کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے تو میں آپ کے پیچھے رہا۔ میں آپ کی خدمت کے لئے تیار ہوں پرنس۔ کیلر ہر مناسب حکم کے لئے تیار ہے، وہ ہر قربانی دیگا اور ضرورت پڑی تو آپ کےلئے جان بھی۔ ''

''لیکن — لیکن کس لئے؟''

''جانتے نہیں؟ ایک چیلنج دیا جائےگا یقیناً۔ وہ سینیر لیفٹننٹ مولوفتسوف، میں اسے جانتا ہوں، مگر ذاتی طور پر نہیں... وہ کوئی توہین برداشت نہیں کرےگا۔ بےشک وہ رگوژین اور مجھ جیسے لوگوں کو کچرا سمجھتا ہے، وہی جانے۔ اب آپ ہی رہ جاتے ہیں جن سے وہ مواخذہ کرے۔ اس کا حساب چکانا پڑےگا۔ پرنس میں نے سنا وہ آپ کے متعلق پوچھ گچھ کر رہا ہے۔ اس لئے اس کے دوستوں میں سے ایک یقیناً کل آپ کے پاس آئےگا۔ ہو سکتا ہے وہ آپ کا انتظار ہی کر رہا ہو۔ اگر آپ مجھے اپنا حامی چن کر مجھے نوازیں تو میں آپ کےلئے تخفیف پر معمولی سپاہی ہونا بھی گوارا کرلوںگا پرنس۔ اسی لئے آپ کو ڈھونڈھ رہا تھا۔ ''

''تو آپ بھی ڈوئیل کی بات کر رہے ہیں؟'' پرنس نے کہا اور قہقہہ مار کر ہنسنے لگا جس سے کیلر کو بڑی حیرت ہوئی۔ وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ کیلر جو پرنس کا جاں نثار ہونے کی پیشکش تک خود کو کانٹوں پر لئے پھر رہا تھا، اب پرنس کی اس بےاختیار ہنسی سے آزردہ ہو گیا۔

''لیکن آپ نے اس کے بازوؤں کو پکڑ لیا تھا، پرنس۔ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی باعزت آدمی کھلم کھلا برداشت نہیں کرےگا۔ ''

''لیکن اس نے مجھے سینے پر دھکا دے دیا!'' پرنس ہنستے ہوئے چلایا۔ ''ہمیں اس پر لڑنے کی کیا ضرورت؟ میں اس سے معذرت کرلوںگا، بس۔ لیکن اگر ہمیں لڑنا ہی پڑا تو لڑیں گے بھی۔ اسے مارنے دو، میں چاہتا بھی ہوں کہ وہ گولی مار دے۔ ہا — ہا! اب میں جانتا ہوں پستول کس طرح بھرا جاتا ہے! آپ کو پستول بھرنا آتا ہے کیلر؟ پہلے تھوڑا سا بارود خریدتے ہیں، پستول کا بارود جو گیلا نہیں ہوتا۔ موٹے دانے کا نہیں جسے توپ میں استعمال کرتے ہیں۔ پھر پستول میں خوب بارود ٹھونستے ہیں،

تھوڑا سا نمدہ ایک دروازے سے نکال لیتے ہیں، اس کے بعد گولی بھری جاتی ہے۔ گولی کے بعد بارود نہیں ورنہ وہ نہیں چلے گا۔ سن رہے ہیں کیلر؟ کیونکہ وہ چلے گا نہیں! ہا ہا! کیا یہ نہایت عمدہ وجہ نہیں، کیلر میرے دوست؟ اوہ کیلر! آپ جانتے ہیں میں آپ کو اسی وقت گلے لگا کر چومتا۔ ہاہا! یہ کیونکر ہوا کہ آپ ایسے اچانک اس کے بالکل سامنے آ کر کھڑے ہوگئے؟ آپ میرے ہاں شمپین پینے آئیے۔ جتنا جلد ہو سکے۔ ہم سب خوب مست ہو جائیں گے! جانتے ہیں میری شمپین کی ایک درجن بوتلیں لیبیدیف کے تہہ‌خانے میں رکھی ہیں، جو کسی طرح لیبیدیف کے ہاتھ لگ گئیں اور پرسوں ہی اس نے مجھے بیچی ہیں، جس دن میں نے اس کے گھر سکونت اختیار کی اس کے دوسرے دن۔ میں نے سارا اسٹاک خرید لیا۔ اپنے سب دوستوں کو مدعو کروں گا! کیا آج کی رات آپ سونے چل دیں گے؟،،

’’جیسے میں ہر رات کرتا ہوں پرنس!،،

’’تب تو جائیے، آرام کی نیند سوئیے! ہاہا!،،

پرنس نے راستہ پار کیا اور پارک میں غائب ہوگیا کیلر کو چھوڑ کر جو ابھی تک مخمصے میں گرفتار تھا۔ پرنس کو اس نے اس عجیب موڈ میں نہ دیکھا تھا نہ ہی اس کا تصور کر سکتا تھا۔

’’شاید انہیں بخار ہے کیونکہ وہ اعصابی مریض ہیں اور اس واقعے نے ان پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ لیکن وہ بزدلی تو ہرگز نہ دکھائیں گے، ایسے لوگ کبھی ایسا نہیں کرتے!،، کیلر نے سوچا۔ ’’ہوں، شمپین! بہت پرکشش تجویز ہے۔ بارہ بوتلیں، پوری ایک درجن، کچھ برا نہیں، خاصا بھرپور اسلحہ‌خانہ۔ شرط لگاتا ہوں کہ لیبیدیف نے کسی سے رہن میں یہ بوتلیں دبائی ہیں ہونہہ! وہ نہایت شریف انسان ہیں، یہ پرنس! میں ایسے شخص کو بہت پسند کرتا ہوں، بے‌شک کرتا ہوں۔ اچھا اب وقت ضائع کرنے سے کوئی مطلب نہیں، اگر یہ شمپین کا ہی معاملہ ہے تو اب وقت ہوگیا۔،،

یہ بات حقیقت سے کچھ دور نہ تھی، بے‌شک پرنس کو تیز بخار چڑھا تھا۔

کچھ دیر تک وہ اندھیرے پارک میں بلا مقصد گھومتا رہا اور جب سدھ آئی تو خود کو ایک روش میں پایا۔ اسے دھندلا سا شعور تھا کہ اس روش کی پوری لمبائی کے اس نے کم از کم تیس چالیس پھیرے لگائے ہونگے، ایک بنچ اور ایک پرانے بڑے اونچے سے درخت کے درمیان جو ایک دوسرے سے سو قدم سے زیادہ دور نہ تھے۔ اگر وہ یہ یاد کرنا بھی چاہتا کہ پارک میں ٹہلتے ہوئے گھنٹہ بھر تک کیا سوچتا رہا تو یہ بھی اس کےلئے ناممکن ہوتا۔ پھر بھی اس نے کچھ سوچا اور یکایک کھلکھلا کر ہنس پڑا جبکہ ہنسنے کی فی‌الواقعہ کوئی وجہ نہ تھی۔ وہ اس خیال کو نہ روک سکا کہ کیلر ہی وہ تنہا شخص نہیں ہوگا جسے ڈوئیل کا خیال آیا ہو۔ اس لئے پستول بھرنے کا سبق بھی بالکل اتفاقی نہ رہا ہوگا۔ ''ہونہہ،، وہ بلند آواز سے ہنکار کر معاً رک گیا کہ دوسرا خیال سوجھا۔ ''میں جب برآمدے میں بیٹھا تھا وہ گھر سے نکلی اور مجھے وہاں پاکر نہایت حیرت زدہ ہوئی۔ پھر کس طرح ہنسی، پھر مجھے چائے پیش کی اور اس اثنا یہ رقعہ سارا وقت اپنے ہاتھوں میں تھامے رہی۔ مطلب یہ کہ اسے معلوم تھا کہ میں وہاں موجود ہوں۔ تو پھر اس حیرت کا سبب؟ ہا۔ ہا!،،

اس نے جلدی سے رقعہ اپنی جیب سے نکالا اور اسے چوما لیکن فوراً سوچنے کےلئے رکا۔

''کیسی عجیب بات ہے! کیسی انوکھی بات ہے!،، اس نے ایک منٹ بعد کسی قدر تاسف سے کہا۔ نہ جانے کیوں وہ انتہائی خوشی کے لمحوں پر بھی ہمیشہ افسردہ خاطر ہو جایا کرتا۔ اس نے اپنے گرد و پیش غور سے دیکھا، حیران کہ وہ ادھر کہاں نکل آیا۔ بےحد تکان محسوس کرتے ہوئے وہ بنچ تک آیا اور بیٹھ گیا۔ ہر طرف گہرا سکوت اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ باغ کی موسیقی ختم ہو چکی تھی اور پارک غالباً ویران تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے کا وقت رہا ہوگا۔ وہ ایک پرسکون، گرم اور بے ابر رات تھی۔ اوائل جون کی مخصوص مثالی پیٹرسبورگ کی رات لیکن گھنے پارک کے درمیان کی سایہ‌دار روش بےحد تاریک تھی۔

اگر اس سے اس لحظہ کہا جاتا کہ وہ محبت میں، کسی کے بےپناہ عشق میں گرفتار ہو گیا تو وہ اس خیال کو حیرت سے رد

کر دیتا بلکہ شاید غصے میں جھٹک دیتا۔ اور اگر کوئی یہ کہتا کہ اگلایا کا یہ پیام ایک عشقیہ خط تھا جو دیدار یار کےلئے لکھا گیا تھا تو وہ شرم سے پانی ہوگیا ہوتا۔ شاید وہ کہنےوالے کو ڈوئیل کےلئے بھی چیلنج دے ڈالتا۔ وہ اس معاملے میں بےحد کھرا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس میں کوئی شک و شبہ تھا نہ ھی وہ دورخی سوچ کو گوارا کرتا کہ اس لڑکی کے اس سے محبت کرنے یا اس کے اس لڑکی سے محبت کرنے کے امکانات موجود ھیں۔ محبت کے امکان کا خیال، ''وہ بھی مجھ جیسے آدمی سے،، بڑا ھی وحشت انگیز تھا، اس کے تصور میں اگر کچھ تھا بھی تو وہ فقط اگلایا کا ایک خبط۔ ویسے اس نے اس خبط کو کوئی اھمیت نہیں دی جسے سرتاپا فطری سمجھتا تھا۔ وہ ایک بالکل مختلف خیال میں محو تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ مضطرب جنرل کے منہ سے جو بات نکلی کہ اگلایا ھر ایک کا خصوصاً پرنس کا مذاق اڑاتی رھتی ھے، وہ سچ ھے۔ اس نے اس کا قطعی برا نہ مانا۔ بلکہ محسوس کیا کہ ایسا ھی ھونا چاھئے۔ اس کےلئے اھم ترین بات یہ تھی کہ وہ کل صبح سویرے اگلایا سے ملنےوالا ھے۔ اس کے برابر سبز بنچ پر بیٹھےگا۔ اور پستول بھرنے کے بارے میں اس کی ھدایات سنےگا، اس کی طرف دیکھےگا۔ اسے اور کیا چاھئے۔ یہ سوال کہ وہ اس سے کیا کہنا چاھتی تھی اور وہ اھم مسئلہ جو اس کی ذات سے متعلق تھا جس کا ذکر اگلایا نے کیا تھا ایک دو بار اس کے ذھن میں آیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ ''اھم مسئلہ،، جس کے متعلق وہ بلوایا گیا تھا فی‌الحقیقت موجود تھا، گو اس پر غور کرنے اور سمجھنے کی قطعی خواھش اس نے محسوس نہ کی۔

راستے کے ریت اور کنکر پر قدموں کی چرمراھٹ سنکر اس نے اپنا سر اٹھایا۔ ایک شخص جس کے خدوخال تاریکی میں دکھائی نہ دیتے تھے قریب آیا اور بنچ پر اس کے برابر بیٹھ گیا۔ پرنس جلدی سے اس کے قریب سرکا، اتنا نزدیک کہ اس سے تقریباً چھو گیا اور پہچانا کہ وہ رگوژین کا زرد چہرہ تھا۔

''میں جانتا تھا کہ تم ادھر ھی کہیں بھٹک رھے ھوگے۔ اسی لئے تمھیں ڈھونڈھنے میں مجھے زیادہ وقت نہیں لگا،، رگوژین اپنے بھنچے ھوئے دانتوں کے درمیان بڑبڑایا۔

ہوٹل کی غلام گردش میں مڈبھیڑ کے بعد یہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔ رگوژین کے اچانک آجانے پر متعجب پرنس کچھ عرصہ اپنے خیالات مجتمع نہ کرسکا، اس کا دل دوبارہ ایک کوفت سے دکھنے لگا۔ رگوژین بھی اس تاثر سے واقف تھا جو اس کے آنے سے پیدا ہوا۔ اگرچہ ابتدا خواہ مخواہ کی دراندازی اور بناوٹی بے تکلفی سے کی تھی پرنس نے فوراً سمجھ لیا کہ نہ تو اس میں بناوٹ تھی نہ ہی گھبراہٹ۔ اگر اس کی حرکات و سکنات یا گفتگو میں کوئی بے ڈھنگاپن تھا تو وہ سراسر اوپری تھا۔ اس آدمی کی روح میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

''تم نے کس طرح... مجھے یہاں ڈھونڈھ لیا؟'' پرنس نے صرف کچھ کہنے کی غرض سے پوچھا۔

''کیلر نے مجھے بتایا (میں تمھارے ہاں گیا تھا) کہ تم پارک میں گئے ہو۔ میں نے سوچا 'تو یہ بات ہے'۔''

''کیا مطلب ہے تمھارا 'تو یہ بات ہے'؟'' پرنس نے چونک کر اس کے لفظ پکڑ لئے۔

رگوژین کھیس نکال کر رہ گیا اور کوئی صفائی نہ دے سکا۔

''مجھے تمھارا خط ملا، لیو نکولائی‌وچ۔ تمھاری یہ کوشش فضول ہے... لہذا معاملے کو یوں ہی رہنے دیں۔ میں اس کے پاس سے آیا ہوں۔ وہ تم سے اسی دم ملنا چاہتی ہے۔ کچھ کہنا چاہتی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ آج رات اس سے جاکر ملو۔''

''میں کل آؤں گا۔ گھر جا رہا ہوں۔ کیا تم چل رہے ہو؟''

''میں کیوں آؤں؟ میں نے تم کو سب کچھ بتا دیا! خدا حافظ۔''

''کیا تم نہیں آؤ گے؟'' پرنس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

''کیسے عجیب آدمی ہو تم لیو نکولائی‌وچ۔ سچ مچ ہر ایک کو ششدر کر دیتے ہو۔''

رگوژین طنزیہ ہنسا۔

''کیوں؟ تمھیں مجھ سے ایسی کیا عداوت ہو گئی؟'' پرنس نے کچھ افسردگی اور جوش سے پوچھا۔ ''اب تم نے اچھی طرح جان لیا، تمھارے سارے شک و شبہے جھوٹے نکلے۔ ضمناً مجھے اس بات کا یقین تھا کہ تمھاری عداوت نہیں گئی۔ جانتے ہو کیوں؟ وہ اب

بھی قائم ہے کیونکہ تم نے میرے خلاف ہاتھ اٹھایا۔ لیکن میں کہتا ہوں میں اسی پرفیون رگوژین کو جانتا ہوں جس سے میں نے اس دن صلیبوں کا تبادلہ کیا تھا، بھائی بندی کی قسم کھائی تھی۔ کل کے خط میں جس کا میں نے ذکر کیا تھا تاکہ تم اپنے دماغ سے وہ سارے وسوسے نکال دیتے اور دوبارہ مجھ سے ذکر نہ کرتے۔ تم مجھ سے بھاگتے کیوں ہو؟ مجھ سے ہاتھ ملانے میں جھجھکتے کیوں ہو؟ میں تمھیں بتاؤں کہ جو کچھ اس وقت ہوا وہ ایک قسم کا اعصابی بخار تھا۔ میں اب خوب واقف ہوں اس دن تم پر کیا گزر رہی ہوگی جیسے کہ خود سے واقف ہوں۔ اس وقت تم نے جو تصور کیا اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا اور نہ کبھی رہا ہوگا۔ تو ہم دونوں کے درمیان عداوت کیوں رہے؟،،

''تم میں کیسی عداوت رہنےوالی؟،، رگوژین نے پرنس کے فوری پرجوش الفاظ کے جواب میں دوبارہ ھنستے ہوئے کہا۔ وہ واقعی پرنس سے الگ الگ، کئی قدم دور کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

''میرے لئے مناسب نہ ہوگا کہ فی‌الوقت تمھارے گھر چلوں، لیو نکولائی‌وچ،، اس نے آہستہ آہستہ مختصراً بات ختم کی۔

''تم مجھ سے اس حد تک نفرت کرتے ہو؟،،

''میں تم کو ناپسند کرتا ہوں، لیو نکولائی‌وچ! پھر میں کیوں تمھارے گھر آؤں؟ تم بالکل ایک بچے کی طرح ہو: کھلونے کو جی چاھا اور بس فوراً ملنا چاہئے۔ لیکن معاملے کی ذرا بھی سوجھ بوجھ تم میں نہیں۔ فقط وہی دھرا رہے ہو جو تم نے خط میں لکھا۔ لیکن کیا میں تمھارا اعتبار نہیں کرتا؟ میں تمھارے کہے ہوئے ہر لفظ پر یقین رکھتا ہوں اور جانتا ہوں تم نے مجھے کبھی دھوکہ نہیں دیا اور نہ کبھی دوگے۔ پھر بھی میں تم کو ناپسند کرتا ہوں۔ تم لکھتے ہو کہ ہر بات دماغ سے نکال دی ہے اور صرف وہ رگوژین یاد ہے جس نے تم سے صلیبوں کا تبادلہ کیا تھا۔ وہ رگوژین نہیں جس نے تمھارے اوپر خنجر اٹھایا تھا۔ لیکن کیا تم میرے جذبات کو حقیقتاً جانتے ہو؟ (یہاں رگوژین پھر چھوٹی ھنسی ھنسا۔) شاید میں نے اپنے عمل پر ذرا بھی ندامت ظاہر نہیں کی تاہم تم نے اپنی برادرانہ معافی بھیج دی۔ شاید میں اس شام

اس سے بالکل مختلف بات سوچ رہا تھا۔ لیکن اس کے متعلق...،،
''تم سوچنا بھی بھول گئے!،، پرنس نے اس کی طرف سے بات پوری کی۔ ''اور کیا ہو سکتا ہے! میں تم سے شرط لگاتا ہوں کہ تم نے سیدھے پاولوفسک کےلئے ٹرین پکڑی اور یہاں موسیقی سننے آئے تاکہ اس طرح اس کا تعاقب کرو اور هجوم میں اس کی جاسوسی بھی۔ جیسا آج تم نے کیا۔ کیا تم سمجھتے ہو میں ذرا بھی متعجب ہوں؟ اگر تم اس حالت میں نہ ہوتے کہ صرف ایک ہی بات تمھاری سوچ پر چھائی رہتی تو شاید مجھ پر اپنا خنجر نہ اٹھاتے۔ اس دن صبح سے ہی جب میں نے تمھاری طرف دیکھا تھا میرے دل کو دھڑکا لگا تھا۔ کیا تم نے پوری طرح اندازہ کیا تم کس حالت میں تھے؟ جب ہم صلیبوں کا تبادلہ کررہے تھے اس وقت میرے ذہن میں شک و شبہ رہا ہوگا۔ اور ایسا کرتے وقت تم مجھے بوڑھی خاتون کے پاس کیوں لے گئے تھے؟ کیا تم نے سوچا تھا کہ تمھارا ہاتھ اس سے رک جائےگا؟ نہیں، تم نہیں سوچ سکے ہوگے۔ لیکن تم نے ویساھی محسوس کیا جیسا میں نے — ہم دونوں نے اس لمحہ یہی محسوس کیا۔ اگر تم نے اس وقت میرے خلاف ہاتھ نہ اٹھایا ہوتا (جسے خدا نے پھیر دیا) میں تمھاری نظروں میں اب کیا ہوتا؟ بہرحال میں نے تم پر شبہ کیا۔ اس لئے ہم دونوں ہی دراصل گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ (اس طرح ناک بھوں نہ چڑھاؤ، تمھیں مجھ پر ھنسنے کی بھی ضرورت نہیں۔) تم کہتے ہو تم نے ندامت ظاہر نہیں کی اور اگر تم چاھتے بھی تو غالباً ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے علاوہ تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ اگر میں تمھارے سامنے ایک فرشتے کی طرح معصوم و پاک بھی رہا تو تم مجھے کبھی گوارا نہیں کروگے جب تک تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تم سے نہیں مجھ سے محبت کرتی ہے، اس لئے یہ سب تمھاری رقابت سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن تم جانتے ہو پچھلے ھفتے میں کس نتیجہ پر پہنچا۔ میں تمھیں بتاؤں گا، پرفیون، کیا تمھیں معلوم ہے کہ اب وہ شاید کسی اور کی بہ‌نسبت تم سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ اتنا زیادہ کہ جتنا تمھیں ایذا دیتی ہے اتنا زیادہ تم سے محبت کرتی ہے۔ وہ ہرگز یہ بات تمھیں نہیں بتائےگی۔ لیکن تمھیں یہ سمجھنا چاھئے۔ آخر وہ تم سے شادی پر رضامند کیوں ہوگئی؟ وہ خود تمھیں

کسی دن بتائے گی۔ کچھ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو درحقیقت چاہتی ہیں کہ ان سے اسی طرح محبت کی جائے جس طرح تم اس سے کرتے ہو ۔ اور وہ ان میں سے ایک ہے ۔ تمھاری شخصیت، تمھاری محبت کو اس پر چھا جانا چاہئے! کیا تم جانتے ہو کہ ایک عورت مرد کو اپنی بےرحمی اور تمسخر سے شوریدہ سر بنانے کی اہلیت رکھتی ہے ۔ اور اپنے ضمیر میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتی کیونکہ ہر بار جب وہ تمھاری طرف دیکھتی ہے تو اپنے آپ سے کہتی ہے 'میں اس شخص کی جان عذاب میں ڈال دوں گی لیکن پھر بعد میں اپنی محبت سے اس کی تلافی کروں گی...،،

یہ سن کر رگوژین زور زور سے قہقہہ لگانے لگا۔

''ارے پرنس کیا تم کسی ایسی عورت کے پنجے میں پھنس چکے ہو؟ میں نے اس قسم کی بات تمھارے متعلق سنی تو ہے ۔ سچ؟،،

''تم نے بھلا کیا سنا ہوگا؟،، پرنس نے یکبارگی چونک کر کہا اور انتہائی الجھن سے رک گیا۔

رگوژین ہنستا رہا ۔ سنتے وقت اسے کچھ کرید بھی تھی اور مزا بھی آ رہا تھا ۔ پرنس کی پرشوق اور پرجوش کیفیت سے اسے سخت حیرت بھی ہوئی اور آسودگی بھی ملی ۔

''اس سلسلے میں میں نے نہ صرف سنا تھا بلکہ دیکھ بھی رہا ہوں ۔ سچ ہے نا؟،، وہ کہتا گیا ''تم نے ابھی جس طریقے سے بات‌چیت کی ایسی پہلے کہاں تھی؟ یہ تم کو زیب نہیں دیتا ۔ اگر اس قسم کی بات تمھارے متعلق نہ سنی ہوتی تو میں یہاں اس پارک میں آدھی رات کو نہ آیا ہوتا ۔ ،،

''تمھاری بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے پرفیون سیمیونچ !،،

''اس نے مجھے عرصہ ہوا اس کے متعلق بتایا تھا ۔ اور خود میں نے اپنی آنکھوں سے تم کو اس لڑکی کے ساتھ بیٹھے ہوئے، بینڈ سنتے دیکھا ۔ اس نے مجھے قسم کھا کر کہا، کل بھی کہا تھا اور آج بھی کہ تم اگلایا یپان‌چین سے عشق کرتے ہو ۔ مجھے اس سے کیا؟ اور اس میں میرا کیا جاتا ہے! اور اگر تم اب اس سے محبت نہیں کرتے پھر بھی اس نے تم سے محبت کرنا نہیں چھوڑا ۔ تم اچھی طرح جانتے ہو وہ تمھاری اس لڑکی سے شادی کروانے پر مصر ہے، اس نے یہ کرنے کی قسم کھا لی ہے ۔ ہو ہو! 'اور میں اس

وقت تک تم سے شادی نہیں کروں‌گی، وہ مجھ سے کہتی ہے 'جب وہ گرجا کی طرف روانہ ہونگے، تب ہم بھی ایسا ہی کریں‌گے۔'، میرے تو بالکل سمجھ میں نہیں آتا آخر یہ سب کیا ہے اور نہ میں سمجھ سکوں‌گا وہ یا تو تم سے بےانتہا محبت کرتی ہے یا... لیکن اگر وہ تم سے محبت کرتی ہے تو پھر کیوں چاہتی ہے کہ، تم کسی اور سے شادی کرلو؟ 'میں انہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں، وہ کہتی ہے، اس لئے میرا قیاس کہتا ہے، مطلب یہ کہ وہ تم سے بہت محبت کرتی ہے۔''

''میں نے تمھیں بتایا اور لکھا بھی کہ اس کا دماغ... صحیح نہیں ہے،'' پرنس نے کہا جو تکلیف سے رگوژین کی باتیں سن رہا تھا۔

''خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ تم یہاں غلطی پر ہو... آج جب میں اسے باغ سے گھر واپس لایا تو اس نے مجھے وہ دن بتایا۔ 'تین ہفتے کے اندر ہماری شادی ہو جائےگی۔ شاید اس سے پہلے بھی، اس نے کہا۔ اس نے اولیا کی شبیہ کو بوسہ دےکر قسم کھائی۔ اب یہ تمھارے ہاتھ میں ہے پرنس! ہی ہی۔''

''یہ سب بکواس ہے! تم میرے متعلق جو کچھ کہہ رہے ہو وہ ہرگز ہرگز نہیں ہوگا! میں کل تم سے ملنے آؤں‌گا۔''

''تم اسے خبطی کیوں کہتے ہو؟'' رگوژین نے پلٹ کر پوچھا ''دوسروں کےلئے تو اس کا دماغ صحیح، صرف تمھارے لئے دماغ خراب؟ اور اگر وہ ایسی ہوتی تو کیونکر اتنے سارے خط وہاں لکھا کرتی؟ اگر اس کا دماغ خراب ہوتا تو اس کے خطوں سے ہی وہ پہچان لیتے۔''

''تم کن خطوط کی بات کر رہے ہو؟'' پرنس نے گھبرا کر پوچھا۔

''وہ اس لڑکی کو لکھا کرتی ہے اور وہ لڑکی انہیں پڑھتی ہے۔ کیا تمھیں نہیں خبر؟ خیر، سب جان جاؤگے۔ وہ خود ہی تمھیں دکھا دےگی۔''

''مجھے اعتبار نہیں آتا!'' پرنس نے تڑپ کر کہا۔

''ارے، تم نے اس راہ میں ابھی قدم بھی نہیں رکھا جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔ ابتدائے عشق ہے، آگے آگے دیکھنا۔ تم خاص

اپنا جاسوسی کا محکمہ لگا لوگے ۔ دن رات نگرانی کروگے اور تم کو اس کے ایک ایک قدم سے واقفیت کی لگی رہےگی ۔ اگر واقعی...،،

''یہ گفتگو بند کرو ۔ اور دوبارہ ہرگز اس پر زبان نہ کھولنا!،، پرنس نے ڈانٹا ۔ ''سنو پرفیون ۔ تمھارے آنے سے پہلے میں یہاں ٹہل رہا تھا اور اچانک کھلکھلا کر ہنس پڑا صرف اس وجہ سے کہ مجھے یاد آیا — کل میری سالگرہ کا دن ہے ۔ آدھی رات ہونےوالی ہے ۔ میرے ساتھ چلو، ہم نیا دن نکلتے دیکھیں‌گے ۔ میرے ہاں کچھ شراب ہے، ہم کچھ پیئیں گے اور تم مجھے دل سے دعا دوگے جو میں اپنے آپ کو نہیں دے سکتا ۔ میں چاہتا ہوں کہ سوائے تمھارے کوئی نہ دے اور میں تمھارے لئے ہر خوشی کی دعا کروں ۔ اگر تم ایسا نہ کروگے تو میری صلیب مجھے واپس کر دو! آخر تم نے اسے دوسرے دن مجھے واپس نہیں بھیجا اور تم اسے اب بھی پہنے ہوئے ہو، ہے نا؟،،

''ہاں میں پہنے ہوں،، رگوژین نے کہا ۔

''اچھا آؤ ۔ میں اپنی زندگی کا نیا سال تمھارے بغیر نہیں دیکھنا چاہتا کیونکہ ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا ہے ۔ کیا تم نہیں جانتے پرفیون کہ میں نے آج نئی زندگی شروع کی ہے؟،،

''میں یہ شروعات خود دیکھ رہا ہوں اور جانتا ہوں ۔ اسے بھی بتاؤں‌گا ۔ آج تم آپے میں نہیں ہو، لیو نکولائی‌وچ!،،

۳

جب وہ رگوژین کے ساتھ بنگلے کے قریب پہنچا تو پرنس نے گھبرا کر دیکھا کہ ایک بڑی ہنگامہ خیز محفل اس کے روشن جگمگاتے برآمدے میں جمی ہوئی ہے، جہاں سے ہنسی دل لگی کی بلند آوازیں، قہقہے بلکہ چیخ پکار کی آوازیں بھی آرہی تھیں ۔ کوئی بھی شخص ایک نظر میں جان لیتا کہ وہ مجلس جی بھرکر موج اڑا رہی تھی ۔ جب وہ برآمدے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ سب پی رہے ہیں اور وہ بھی شمپین اور ظاہر تھا کافی دیر سے پی رہے ہیں ۔ کیونکہ ان میں بہت سے رنگ رلیاں منانےوالے انتہائی سرخوشی سے

بدمست ہوگئے تھے۔ پرنس سارے مہمانوں کو جانتا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ کہ وہ سب ایک ہی وقت میں اکٹھا ہو گئے تھے جیسے انھیں مدعو کیا گیا ہو۔ جبکہ پرنس نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی اور محض اتفاق تھا کہ اسے یاد آیا کہ اس کی سالگرہ آگئی۔

"تم نے شاید کسی سے کہا ہوگا کہ میز پر شمپین رکھی جائےگی۔ اسی لئے یہ سب دگنی تعداد میں آئے ہیں" رگوژین نے مدھم آواز میں کہا جب وہ پرنس کے پیچھے پیچھے برآمدے میں داخل ہوا۔ "میں اس قسم کے لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ کو صرف سیٹی بجانے کی دیر ہے اور یہ سب دم ہلاتے آدھمکتے ہیں" اس نے تقریباً جلن سے اضافہ کیا۔ اسے بلاشبہ اپنا تازہ تجربہ یاد آیا۔

پرنس مہمانوں کی ہنگامہ‌خیز تہنیت اور خیرمقدم سے دوچار ہوا جو اس کے گرد جمع ہوگئے۔ کچھ تو بہت شورو غوغا کررہے تھے، کچھ بہت خاموش تھے۔ لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ پرنس کی سالگرہ تھی تو سب اسے مبارکباد دینے لپکے۔ ان میں چند کی موجودگی پرنس کےلئے کچھ دلچسپی کا باعث تھی مثلاً بردوفسکی۔ لیکن جس بات نے اسے سب سے زیادہ حیران کیا وہ یہ کہ ایوگینی پاولووچ بھی وہاں آ گیا تھا۔ پرنس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ اور اسے دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گیا۔

اس دوران لال بھبھوکا لیبیدیف جو نشے میں دھت تھا اپنی صفائی دینے دوڑا آیا۔ اس کی طفلانہ باتوں سے یہ ظاہر ہوا کہ اس محفل کا پہلے سے کوئی منصوبہ نہ تھا اور وہ اتفاقاً جم گئی۔ سب سے پہلے شام ہوتے ایپولیت آیا تھا جو بھلا چنگا محسوس کر رہا تھا۔ اور اس نے طے کیا کہ پرنس کے آنے تک وہ برآمدے کے صوفے پر لیٹ جائے۔ پھر لیبیدیف مکان کے اپنے حصے سے آیا تھا۔ پیچھے پیچھے اس کے گھربار کے دوسرے لوگ بھی آ گئے یعنی جنرل ایولگین اور لیبیدیف کی بیٹیاں۔ بردوفسکی ایپولیت کو لےکر آیا تھا اور وہیں ٹھہر گیا۔ گانیا اور پتیتسن معلوم ہوتا تھا اتفاق سے وہاں پہنچے جو تھوڑی دیر پہلے وہاں سے گزر رہے تھے جس وقت باغ میں وہ واقعہ ہوا۔ پھر کیلر آیا تھا جس نے اعلان کیا کہ پرنس کی سالگرہ کی شام ہے۔ اس تقریب کےلئے اس نے شمپین کی فرمائش

کی۔ ایوگینی پاولووچ صرف آدھ گھنٹہ یا اس سے کچھ قبل آیا ہوگا۔ کولیا نے بھی شدت سے اصرار کیا تھا کہ اس جشن کے لئے شمپین کی بوتلیں کھولی جائیں۔ لیبیدیف نے بڑی پھرتی سے میز پر شراب لگا دی۔

''میری اپنی شراب ہے۔ میری اپنی، دھیان رہے!،، وہ پرنس سے بڑبڑایا۔ ''یہ میں نے آپ کو اعزاز پیش کرنے اور مبارکباد دینے کےلئے اپنے ذمہ لیا ہے۔ میری بیٹی ریفرشمنٹ سے تواضع کررھی ہے۔ لیکن پرنس ذرا سنئے تو سہی، ہم کس موضوع پر بحث کر رہے تھے۔ آپ کو یاد ہے ہملٹ کا سوال 'ھونا یا نہ ھونا؟، مسائل حاضرہ کا ایک مقبول عنوان! موجودہ حالات سے بے حد متعلق۔ سوالات و جوابات!.. اس اثنا میں مسٹر تیرنتئیف بےخوابی کی معراج پر ھیں۔ اس نے صرف ایک دو گھونٹ شمپین لےلئے ھیں جو اسے نقصان نہیں کرےگی... ذرا قریب آئیے اور ھمارا فیصلہ کیجئے! ہم آپ کے منتخب و یگانہ ذھن سے روشنی حاصل کرنے کے مشتاق ھیں...،،

پرنس نے لیبیدیف کی بیٹی ویرا کی آنکھوں میں نرمی اور مہربانی دیکھی جو ھجوم میں سے گزر کر اس تک پہنچنے میں عجلت کررھی تھی۔ پرنس نے دوسروں کو ھٹاتے ھوئے اپنا ھاتھ اس کی طرف بڑھایا اور وہ خوشی سے سرخ ھوتی ھوئی آئی اور اسے ''آج کے دن سے آئندہ تک پرمسرت زندگی،، کی مبارکباد دی اور پھر واپس باورچی‌خانے کی طرف دوڑی تاکہ ناشتہ تیار کرے۔ پرنس کی آمد سے پہلے جب بھی اسے اپنے کام سے ایک لمحے کی فرصت ملتی وہ بڑے شوق سے برآمدے میں آتی تاکہ اس دلچسپ اور گرماگرم بحث کو کان لگاکر سنے جو اس پرسرور رنگین محفل میں چل رھی تھی اور غیر متعلق و پیچیدہ ھونے کے سبب اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ دوسرے کمرے میں اس کی کمسن بہن منہ کھولے ایک بڑے صندوق پر سو رھی تھی۔ لیکن لڑکا، لیبیدیف کا بیٹا، کولیا اور ایپولیت کے قریب اپنی جگہ بناکر کھڑا تھا، اس کے پراشتیاق چہرے سے ظاھر ھوتا تھا کہ وہ اس طرح دس گھنٹے اور وھیں کھڑا بہت مزہ لے لے کر سنتا رہے گا۔

''میں خاص طور پر آپ کا انتظار کرتا رھا ھوں اور آپ کو

اتنا خوش دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہورہی ہے،، اپپولیت نے اس وقت کہا جب پرنس ویرا کے بعد اس سے ہاتھ ملانے بڑھا۔

''لیکن آپ کو کیا معلوم کہ میں بہت خوش ہوں؟،،

''آپ کا چہرہ گواہی دے رہا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے تہنیتوں سے نپٹ کر آئیے اور ہمارے پاس بیٹھئے۔ میں خاص طور پر آپ کا انتظار کرتا رہا ہوں،، وہ بولتا گیا۔ وہ انتظار کے لفظ پر بڑا زور دے رہا تھا۔ جب پرنس نے اس سے پوچھا کہ کیا اتنی رات گئے تک بیٹھنے پر اس کی طبیعت خراب نہ ہوگی، اپپولیت نے جواب دیا اسے اس بات کا یقین ہی نہیں آرہا کہ تین دن پیشتر وہ مرجانا چاہتا تھا اور یہ کہ اس سے پہلے کبھی اس کی طبیعت اتنی اچھی نہ تھی۔

بردوفسکی اچھل پڑا اور بدبدایا کہ وہ یونہی وہاں اپپولیت کا ہمسفر بن کر چلا آیا اور اب خوش بھی ہے۔ اس نے یہ بھی جوڑ دیا کہ اس نے جو کچھ اپنے خط میں لکھا تھا وہ لغو اور واہیات ہے اور اب وہ فقط خوش ہے۔ وہ آگے نہ کہہ سکا، پرنس کا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا اور بیٹھ گیا۔

سب کو آداب و تسلیمات کرنے کے بعد پرنس ایوگینی پاولووچ کے پاس گیا جس نے فوراً اس کا بازو تھام لیا۔

''میں صرف چند الفاظ آپ سے کہنا چاہتا ہوں،، اس نے مدھم آواز میں سرگوشی کی۔ ''ایک بےحد اہم مسئلے پر۔ آئیے تھوڑی دیر کےلئے ہم الگ ہٹ جائیں۔،،

''صرف چند الفاظ،، دوسری آواز نے پرنس کے دوسرے کان میں کانا پھوسی کی اور دوسرے ہاتھ نے اس کا دوسرا بازو پکڑ لیا۔ پرنس نے ایک نہایت آشفتہ حال شخص کو دیکھا، اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کا سرخ آنکھیں جھپکاتا ہنستا چہرہ۔ پرنس نے فوراً پہچان لیا — فردیشینکو جو خدا جانے کہاں سے آٹپکا تھا۔

''آپ کو فردیشینکو یاد ہے؟،، موخرالذکر نے پوچھا۔

''آپ کہاں سے ٹپک پڑے؟،، پرنس پکار اٹھا۔

''وہ نادم ہے!،، کیلر چلایا جو ان کے پاس دوڑ کر پہنچا۔ ''وہ کونے میں چھپا تھا کیونکہ وہ آپ کا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اپنے کئے پر نادم ہے اور اپنے جرم کا اقبال کرتا ہے۔،،

''کس لئے؟ کیا کیا ہے اس نے؟''

''وہ میں تھا جو اسے ابھی ملا۔ اور یہاں لے آیا پرنس! وہ میرے دوستوں میں سب سے نایاب دوست ہے۔ لیکن وہ پشیمان ہے۔''

''مجھے بڑی خوشی ہے صاحبان! براہ کرم دوسروں کے ساتھ اپنی نشست پر تشریف رکھئے۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں'' پرنس نے ان سے پیچھا چھڑاتے ہوئے کہا اور عجلت کی تاکہ وہ ایوگینی پاولووچ کے ساتھ تنہا رہ سکے۔

''یہاں تو بڑی پرلطف محفل سجی ہے'' ایوگینی نے اظہار رائے کیا۔ ''آپ کے انتظار کے دوران آدھ گھنٹہ مجھے بڑا مزہ آیا۔ میرے عزیز لیو نکولائیوچ میں نے کورمی‌شیف سے سارا معاملہ رفع دفع کرلیا ہے۔ اور اس بارے میں آپ کو اطمینان دلانے آیا ہوں۔ اب اس کےلئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس نے بڑی سمجھداری سے کام لیا ہے۔ اور وہی اسے کرنا چاہئے تھا، کیونکہ میں سمجھتا ہوں اس کا اپنا قصور زیادہ تھا!''

''کون سے کورمی‌شیف سے؟''

''ارے وہی شخص جس کے بازو آپ نے پکڑ لئے تھے۔ وہ اتنا غضبناک تھا کہ وہ کل اپنا حامی (ڈوئیل کے لئے) بھیجنے والا تھا۔''

''واقعی؟ کیسی سادہ‌لوحی ہے!''

''بےشک ایسا ہی ہے۔ اور یہ سب ایک واہی تباہی پر ختم ہوتا۔ لیکن ہمارے ملک میں ایسے لوگ...''

''شاید آپ مجھ سے کسی اور معاملے میں بھی ملنے آئے ہیں، ایوگینی پاولووچ؟''

''بےشک میں آیا تو ہوں'' موخرالذکر نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میرے عزیز پرنس کل بہت سویرے ہی میں پیترسبورگ روانہ ہو جاؤں گا، اس بدنصیب واقعے پر حاضر رہنے کے لئے (میرے چچا کی موت۔ آپ جانتے ہیں)۔ ذرا تصور کیجئے یہ بالکل حقیقت ہے اور عام خبر اور میں واحد مستثنی اس سے اتنا سراسیمہ ہوا کہ ان لوگوں (پیان‌چین خاندان) سے ملنے بھی نہ جا سکا۔ میں کل بھی نہ جا سکوں گا کیونکہ میں پیترسبورگ میں رہوں گا۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ؟ میں شاید تین چار دن تک باہر رہوں گا مختصراً یہ کہ

میرے معاملات چوپٹ ہوگئے ہیں۔ باوجودیکہ یہ معاملہ انتہائی اہمیت نہیں رکھتا، میں نے طے کیا ہے کہ جانے سے پہلے آپ سے فوری طور پر چند باتوں پر بےحد صاف دلی سے تبادلۂ خیال کرلوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں محفل ختم ہونے تک یہاں ٹھیرا رہوں، علاوہ اس کے میں اور جگہ جا بھی نہیں سکتا۔ اتنا بےقرار ہوں کہ آج رات مجھے نیند بھی نہ آسکےگی۔ اس کے علاوہ مجھے اندازہ ہے کہ خود کو اس طور سے آپ پر مسلط کرکے ایک طرح کی بدتمیزی اور قطعی نامناسب بات کررہا ہوں۔ لیکن آپ کو صفائی سے بتا دوں کہ میں آپ کی دوستی طلب کرنے آیا ہوں۔ میرے عزیز پرنس آپ ایک لاثانی اور بےنظیر شخصیت ہیں یعنی وہ جو عام طور پر جھوٹ نہیں بولتے، شاید کبھی نہیں۔ میں ایک خاص معاملے میں ایک دوست، ایک صلاح کار چاہتا ہوں کیونکہ اب میرا ستارہ گردش میں آ گیا ہے...،،

وہ پھر مسکرا دیا۔

''مشکل یہ ہے،، پرنس نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد کہا ''آپ ان کے اٹھ جانے تک انتظار کرنا چاہتے ہیں لیکن خدا جانے وہ کب اٹھیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم پارک میں چلے چلیں۔ وہ ٹھیر سکتے ہیں، میں ان سے معذرت کرلوں‌گا۔ ،،

''نہیں نہیں! میری اپنی وجوہات ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ انہیں شک ہو کہ ہم کسی خاص مقصد سے ایک فوری گفتگو کررہے ہیں۔ یہاں کچھ لوگ ہیں جو ہمارے تعلقات سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ پرنس کیا آپ کو علم نہیں؟ وہ یہ جان لیں تو زیادہ بہتر ہوگا کہ ہم دونوں کے دوستانہ تعلقات ہیں، لیکن یہ نہیں کہ ہمارے درمیان کوئی خاص قسم کا معاملہ آ پڑا ہے۔ آپ میرا مطلب سمجھے؟ یہ لوگ دو ایک گھنٹے میں چلے جائیں‌گے اور پھر میں آپ کے بیس منٹ لوں‌گا یا زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ۔ ،،

''میں ہر طرح سے تیار ہوں! مجھے بڑی خوشی ہوگی، کسی قسم کی صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔ دوستانہ تعلقات سے متعلق آپ کے خوشگوار الفاظ کا ممنون ہوں۔ ہاں، آپ کو میری پراگندہ خیالی پر آج مجھے معاف کرنا پڑےگا۔ آپ جانیں اس وقت میں کسی بات پر پوری توجہ نہیں دے پاتا۔ ،،

''ہاں میں دیکھ رہا ہوں،، ایوگینی پاولووچ نے کچھ مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اس شام گویا ہنسے جانے پر آمادہ نظر آتا تھا۔

''آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟،، بےچین پرنس نے پوچھا۔

''کیا آپ کو شبہ نہیں گزرا ،، ایوگینی پاولووچ نے بدستور مسکراتے ہوئے اور اس کے دوٹوک سوال کا جواب نہ دیتے ہوئے کہا ''آپ کو شبہ نہیں گزرا کہ میں آپ کو محض چکمہ دینے آیا ہوں اور ضمناً آپ سے کچھ خبر نکالنے؟،،

''مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ یہاں مجھ سے کچھ اگلوانے آئے ہیں،، پرنس نے کچھ توقف کے بعد مسکراتے ہوئے کہا ''اور شاید مجھے هلکا سا چکمہ بھی دینے کا ارادہ ہے۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ یقین کیجئے میرے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور — اور مجھے پورا اعتماد ہے کہ آپ اس کے باوجود ایک اعلا درجے کے انسان ہیں۔ اخیر یہ ہونےوالا ہے کہ ہم میں دوستی بن جائےگی۔ مجھے آپ سے انسیت ہوگئی ہے۔ ایوگینی پاولووچ، میں آپ کو ایک نہایت ہی شائستہ انسان خیال کرتا ہوں۔ ،،

''خیر — میں فقط اتنا کہہ سکوںگا کہ آپ سے کسی بھی قسم کا معاملہ رکھنا میرے لئے مسرت کی بات ہے،، ایوگینی پاولووچ نے ختم کرتے ہوئے کہا۔ ''آئیے میں آپ کی صحت کا ایک جام پیوں۔ یہاں آجانے پر انتہائی مسرت ہے مجھے۔ کیا،، اس نے دفعتاً پوچھا ''کیا یہ مسٹر ایپولیت آپ کے ہاں قیام کرنے آئے ہیں؟،،

''جی ہاں۔ ،،

''میں نہیں سمجھتا کہ وہ یہیں مر رہےگا۔ کیوں؟،،

''یہ کیوں پوچھتے ہیں؟،،

''کسی خاص وجہ سے نہیں۔ میں نے یہاں آدھ گھنٹہ اس کے ساتھ گزارا ہے۔ ،،

جب وہ دونوں علحدہ باتیں کر رہے تھے، ایپولیت پرنس کا انتظار کرتا رہا۔ رہ رہ کر اپنی نگاہیں پرنس اور ایوگینی پاولووچ کی طرف اٹھاتا۔ جب وہ میز کے پاس آئے تو وہ بےقراری سے تپنے لگا۔ بےچین اور بےحد مشتعل اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھرے۔ ایک مستقل اضطراب کے علاوہ اس کی چمکتی آنکھوں میں ایک طرح کی انجانی بےتابی تھی، نگاہ ایک شے سے دوسری شے پر،

ایک چہرے سے دوسرے پر بےمقصد متحرک و گردش کرتی تھی۔ گو اس نے اس عام پرشور گفتگو میں سرگرمی سے حصہ ایا تھا اس کی گرما گرمی محض سرسامی حالت تھی۔ موضوع گفتگو سے غافل، اس کے دلائل بےترتیب، مضحکہخیز اور اپنی کاٹ آپ۔ وہ جملے کے بیچ ہی میں رک جاتا اور اپنے اسی خیال کو ادھورا چھوڑ دیتا جس پر خود بڑی سرگرمی سے بحث چھیڑی تھی۔ پرنس کو یہ جان کر کہ اپپولیت کو شمپین کے دو بڑے جام چڑھا جانے کی چھوٹ مل چکی، تعجب بھی ہوا اور افسوس بھی۔ تیسرا جس کی شروعات ہوگئی تھی سامنے میز پر دھرا تھا۔ لیکن اس کا پتہ اسے بعد میں چلا کیونکہ اس وقت ان کی توجہ بٹی ہوئی تھی۔

''جانتے ہیں آپ، مجھے کس قدر خوشی ہوئی کہ آج کے دن آپ کی سالگرہ ہے!،، اپپولیت پکار اٹھا۔

''کیوں؟،،

''ابھی دیکھیںگے۔ براہ کرم یہاں فوراً بیٹھ جائیے۔ اول اس وجہ سے کہ اتنے سارے لوگ آپ کے شناسائی یہاں جمع ہوئے ہیں۔ شمار کرنے پر وہ واقعی بہت کافی نکلے اور زندگی میں پہلی دفعہ میرا حساب درست نکلا۔ کاش مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ یہ آپ کی سالگرہ کا دن ہے۔ تو میں آپ کے لئے ایک تحفہ لاتا... ہا۔ ہا۔ شاید میں آپ کے لئے ایک تحفہ لایا بھی ہوں! کیا دن نکلنے میں ابھی کافی دیر ہے؟،،

''دو گھنٹے سے کم،، پتیتسن نے اپنی گھڑی دیکھ کر بتایا۔

''پوپھٹنے کا انتظار کیوں کریں،، کسی نے کہا ''جب اتنی روشنی ہے کہ ہم باہر نکل کر پڑھ سکتے ہیں؟،،

''کیوں؟ کیونکہ میں سورج کی ٹکیا کی کور دیکھنا چاہتا ہوں۔ پرنس! کیا میں سورج کی سلامتی کا جام پی سکتا ہوں، کیا خیال ہے آپ کا؟،، اس نے تیزی میں کہا، دوسروں سے یہ تحکمانہ خطاب تھا غیرشعوری۔

''شوق سے۔ صرف آپ کو ذرا سکون ملنا چاہئے۔ ہے نا اپپولیت؟،،

''آپ مجھے ہمیشہ خوب سونے کے لئے اصرار کرتے ہیں۔ بالکل ایک انا کی طرح، پرنس۔ جونہی سورج نمودار ہوتا ہے اور

آسمان پر 'گھنٹیوں کی ٹن ٹن، ہوتی ہے (کون تھا وہ جس نے ایک نظم میں لکھا 'سورج آسمان میں ٹن ٹن گھنٹیاں بجاتا نکلا؟، بےمعنی تو ہے مگر خوب کہا!) ہم سو جائیں‌گے۔ لیبیدیف! سورج زندگی کا سرچشمہ ہے، ہے نا؟ صحیفے ان 'زندگی کے سرچشموں، کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ پرنس! کیا آپ نے ''wormwood ستارے،، کے بارے میں سنا ہے؟،،

''میں نے سنا ہے کہ لیبیدیف اس نام کے ستارے کو ریل کے اس جال سے موسوم کرتا ہے جو یورپ بھر میں پھیلا ہوا ہے۔،،

''نہیں نہیں، ذرا سنئے ایسا نہیں ہے!،، لیبیدیف چلایا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا اور اپنے بازوؤں کو اوپر نیچے اچکایا جیسے وہ سبھوں کی ہنسی روکنا چاہتا ہو جو شروع ہو چکی تھی۔ ''ذرا سنئے۔ یہ سارے شرفا،، وہ بولتا گیا پھر جھٹ پرنس کی طرف مڑا ''اس سے بہتر نہیں ہیں، جب چند سوالات سامنے آتے ہیں...،، اور پھر اس نے بڑی بےتکلفی سے دو بار میز کو پیٹا جس سے سبھوں کی ہنسی دل لگی میں اضافہ ہوا۔

لیبیدیف اگرچہ حسب معمول ''شام کی،، کیفیت میں تھا لیکن اس طویل اور عالمانہ مباحثے کی وجہ سے، اس وقت بہت جوش میں تھا اور تنک مزاج ہوگیا تھا اور ایسی صورت‌حال میں وہ اپنے مدمقابل کے ساتھ بڑی کھلی ہوئی حقارت سے پیش آتا تھا۔

''سب غلط! پرنس، آدھ گھنٹہ پہلے ہم متفق ہوئے تھے کہ کسی مقرر کو نہ تو ٹوکنا چاہئے نہ اس پر ہنسنا۔ تاکہ وہ اپنے جذبات کا کھل کر اظہار کر سکے۔ اس کے بعد دھریوں کو پوری چھوٹ ہوگی کہ وہ جو اعتراضات کرنا چاہیں کریں۔ ہم نے جنرل کو میر مجلس منتخب کیا ہے۔ ورنہ کس طرح کارروائی چلا سکیں‌گے؟ کوئی بھی شخص ایک بلندپایہ بات کہتے ہوئے گڑبڑا دیا جائےگا، ایک نہایت عمیق خیال...،،

''کہے جاؤ کہے جاؤ۔ کوئی تمھیں گڑبڑا نہیں رہا ہے!،، کئی آوازیں اٹھیں۔

''کہو! لیکن موضوع کی پابندی کرو۔،،

''وہ کونسا ستارہ ہے جسے wormwood کہتے ہیں؟،، کسی نے پوچھا۔

''مجھے بالکل خیال بھی نہیں!،، جنرل ایولگین نے کہا اور پھر بڑے وقار سے اپنی سابقہ جگہ پر صدر کی حیثیت سے واپس بیٹھ گئے۔

''میں حیرت انگیز طور پر ان مباحثوں اور نزاعات کا دلدادہ ہوں پرنس! بےشک اگر مباحث عالمانہ اور سیاسی ہوں،، کیلر کرسی پر چلبلاتے ہوئے اشتیاق کے ساتھ بڑبڑایا۔ ''عالمانہ اور سیاسی،، اس نے اضافہ کیا اور خلاف امید اچانک ایوگینی پاولووچ کو مخاطب کرتے ہوئے جو اس کے برابر بیٹھا تھا کہا: ''آپ جانتے ہیں میں ان اخبارات کے پڑھنے کا شائق ہوں جو برطانوی پارلیمنٹ کے مباحثوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ مطلب اس سے نہیں کہ وہ کیا بحث کرتے ہیں (میں کوئی سیاست‌داں نہیں ہوں، آپ جانتے ہیں) لیکن وہ انداز، وہ اسلوب جس سے وہ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں اور ان سے سیاست‌دانوں کی طرح پیش آتے ہیں۔ 'ایوان کی دوسری جانب بیٹھے شریف النفس وائی‌کاؤنٹ،۔ 'اعلا رتبہ ارل جو میرے رائے سے متفق ہیں،۔ یا 'میرے معزز مخالف جن کی تجویز نے یورپ کو حیران کر دیا ہے،۔ یعنی اس قسم کے فقرے۔ ایک آزاد قوم کے یہ پارلیمانی مباحث کا نظام جو مجھ جیسے لوگوں کا دل کھینچتا ہے، میں اس کا گرویدہ ہوں پرنس۔ میں ہمیشہ دل سے ایک فنکار رہا ہوں، قسمیہ کہتا ہوں ایوگینی پاولووچ۔،،

''اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے!،، گانیا کچھ برانگیختہ ہوکر دوسرے گوشے سے کہہ رہا تھا۔ ''آپ کا مطلب تو یہ ہوا کہ ریلوے نظام منحوس ہے، کہ وہ نوع بشر پر عذاب لاتا ہے اور یہ کہ وہ زہر ہے جو 'زندگی کے سرچشموں، کو آلودہ و نجس کرنے کے لئے پھینکا گیا ہے؟،،

گانیا اس شام خاص موڈ میں تھا۔ وہ، جیسا کہ پرنس کو محسوس ہوا، بہت موج میں اور تقریباً خوش‌دلی و مسرت سے بغلیں بجا رہا تھا۔ فی‌الحال وہ لیبیدیف کو چڑانے کے لئے محض مذاق سے کہہ رہا تھا۔ لیکن اخیر میں وہ خود ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہوگیا۔

''یہ ریلوے کا نظام ایسا نہیں ہے۔ نہیں نہیں!،، لیبیدیف نے جھلاہٹ کے ایک ہیجانی سیلاب کی طرح پھٹتے ہوئے اعتراض کیا

جس میں سرمستانہ مسرت ملی تھی۔ ”ریلوے نظام بجائے خود زندگی کے سرچشموں کو آلودہ نہیں کرے گا لیکن یہ سارا نظام آسیب‌زدہ ہے۔ پچھلی چند صدیوں کا عام رجحان شاید کلیتاً آسیب‌زدہ رہا ہے، اوپر سے چولا پہنے ہوئے سائنسی و عملی دونوں۔“

”کیا وہ یقینی آسیب‌زدہ ہے یا صرف ایسا معلوم ہوتا ہے؟“ ایوگینی پاولووچ نے پوچھا۔ ”یہ فرق اہمیت رکھتا ہے۔“

”ایک منحوس آسیب ہے۔ بالکل یقینی ایسا ہی!“ لیبیدیف اپنی بات پر سختی سے اڑا رہا۔

”لیبیدیف! اتنے سخت نہ بنئے، صبح آپ نسبتاً زیادہ فیاض ہوتے ہیں“ پتیتسن نے مسکرا کر رائے دی۔

”اسی لئے میں شام کو زیادہ بےباک ہوتا ہوں! اس وقت میں زیادہ مخلص و صاف گو ہوتا ہوں!“ لیبیدیف نے کسی قدر سرگرمی سے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ ”زیادہ سیدھا سادہ، پراعتماد، زیادہ دیانت‌دار اور آبرومند۔ میں ذرہ برابر پروا نہیں کرتا کہ میں زیادہ ہوشیار نہیں ہوں۔ اے دہریو! میں تمھاری علانیہ مخالفت کرتا ہوں۔ تم دنیا کو کیسے بچاؤ گے؟ تم سائنس، صنعت، تنخواہوں وغیرہ کے لوگو تم اسے سیدھے راستے پر کیسے لاؤ گے؟ ساکھ سے؟ ساکھ کیا ہے؟ یہ تمھیں کدھر لےجائےگی؟“

”آپ میں آگے جاننے کی کرید تو ہے ضرور!“ ایوگینی پاولووچ نے کہا۔

”دیکھئے میری رائے میں جو کوئی ایسے سوالات سے دلچسپی نہیں رکھتا محض ایک فیشن‌ایبل اوباش ہے!“

”ہاں، کم از کم وہ عالمگیر یک‌جہتی اور مفادات کے توازن کی طرف لےجائےگی“ پتیتسن نے رائے دی۔

”مگر بس وہیں تک! فرد کی خود غرضی اور مادی ضروریات کی تسکین کے سوا اور کسی بھی اخلاقی بنیاد کو نظرانداز کرکے؟ عالمگیر امن اور عالمگیر مسرت لازمی چیزوں میں سے؟ کیا میں آپ سے پوچھنے کی جسارت کروں کہ جناب کا مطلب یہی ہے؟“

”لیکن رہنے، کھانے پینے کی عالمگیر ضرورت و احتیاج، اس کے ساتھ پائدار اور بالآخر سائنس کے مستحکم تصورات کہ یہ احتیاج بغیر عالمگیر ادارے اور مفادات کی یک‌جہتی کے پوری نہیں کی

جاسکتی میرے خیال میں ایک کافی طاقتور تخیل ہے جو بنی‌نوع انسان کے لئے آئندہ صدیوں تک ایک بنیادی نقطه اور 'زندگی کا سرچشمه' بن سکے،، گانیا نے جو خاصا گرم ہوگیا تھا، کہا۔

''کھانے اور پینے کی ضرورت یعنی بقائے‌نفس کی جبلت...،،

''لیکن کیا بقائے نفس کی جبلت کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے؟ بہر کیف یه جبلت انسان کا طبعی قانون ہے...،،

''کس نے ایسا کہا؟،، ایوگینی پاولووچ اچانک پکار اٹھا۔ ''سچ ہے که یه ایک قانون ہے۔ لیکن ایسا ہی طبعی جیسا تباہی کا قانون اور شاید خود کو تباہ کرلینے کا۔ کیا بقائے نفس ہی بنی نوع انسان کا طبعی قانون ہے؟،،

''اوھو!،، ایپولیت جلدی سے ایوگینی پاولووچ کی طرف مڑتے ہوئے چلایا اور اس کی طرف ایک مضطرب اشتیاق سے دیکھا۔ لیکن اس نے جب اسے ہنستے دیکھا تو خود بھی ہنسنا شروع کیا۔ کولیا کو جو اس کے برابر کھڑا تھا ٹھوکا دیتے ہوئے دوبارہ اس سے وقت پوچھا بلکه بےقراری میں اس کے ہاتھوں سے چاندی کی گھڑی جھپٹ لی تاکه اس کی سوئیاں خود دیکھے۔ پھر بظاہر ہر چیز سے بےخبر وہ صوفے پر دراز ہوگیا اور اپنے ہاتھوں کو سر کے نیچے رکھ لیا اور چھت کی طرف تکنا شروع کیا۔ آدھ منٹ کے بعد وہ پھر میز کے گرد بیٹھا تھا۔ پیٹھ اکڑائے وہ لیبیدیف کی بک‌بک سننے لگا جو انتہائی گرم ہو رہا تھا۔

''یه تخیل مکر و فریب اور تضحیک سے پر ہے، ایک اشتعال‌انگیز تخیل ہے!،، لیبیدیف نے ایوگینی پاولووچ کے قول محال پر جھپٹتے ہوئے کہا۔ ''جو اس لئے رکھا گیا که اپنے مدمقابل کو لڑنے کے لئے اکسایا جائے۔ لیکن خیال جچا تلا بھی ہے! آپ جو سوسائٹی کا مضحکه اڑانےوالے اور شہسوار ہیں (گو لیاقت سے محروم نہیں!) اس بات کو سمجھ بھی نہیں سکتے که آپ کا تخیل کتنا گہرا اور جچا تلا ہے! ہاں جناب، خود کو تباہ کر لینے کا قانون اور بقائے نفس کا قانون دونوں بنی آدم میں برابر کے طاقتور ہیں! شیطان بنی آدم پر حکومت کرتا ہے اور ہمارے فہم و ادراک سے پرے ابدالآباد کرتا رہےگا۔ آپ ہنس رہے ہیں؟ کیا شیطان پر آپ کا اعتقاد نہیں؟ شیطان پر بےاعتقادی فرانسیسی تخیل ہے۔ ایک

بے ہودہ تخیل - کیا آپ کو علم ہے، شیطان کیا ہوتا ہے؟ کیا آپ اس کا نام جانتے ہیں؟ تاہم اُس کو جانے بغیر بھی آپ اس کی ظاہرا صورت کی تضحیک کرکے والتیئر کی تقلید کرتے ہیں، اس کے کھر، دم اور سینگ یہ آپ کی اپج ہے - دراصل بدی ایک طاقتور دہشتناک سہیب روح ہے - بغیر کھروں اور سینگوں کے جن کی ایجاد آپ نے کی ہے - تاہم فی‌الوقت وہ زیربحث مسئلے سے علحدہ ہے!..''

''اپ کس طرح جانتے ہیں کہ فی‌الوقت وہ زیربحث مسئلے سے علحدہ ہے؟'' ایپولیت دفعتاً چلایا اور ایسے ہنسنا شروع کیا جیسے اس پر دورہ پڑا ہو -

''ایک شاطرانہ اور معنی‌خیز تخیل!'' لیبیدیف نے پسند کرتے ہوئے کہا - ''لیکن یہ بھی زیربحث مسئلے سے علحدہ ہے - سوال یہ ہے کہ آیا 'زندگی کے سرچشمے' گھٹ گئے اس روزافزوں...''

''ریلوے نظام کی وجہ سے؟'' کولیا پکارا -

''نہیں میرے نوخیز اور منچلے دوست، ریلوے نظام کی وجہ سے اتنا نہیں، بلکہ سارے عام رجحان کی وجہ سے جس کی، یہ ریلوے نظام، فنکارانہ لفظوں میں کہئے تو محض ایک تصویر ہے - وہ کھڑکھڑاتا، چھک چھک کرتا تیزی سے دوڑتا ہے — کہتے ہیں یہ سب انسانی بہبود کے لئے - 'بنی نوع انسان بےحد شورپسند اور صنعت پرست ہوتا جا رہا ہے - اور روحانی سکون گھٹ رہا ہے،' — ایک گوشہ نشین مفکر شکایت کرتا ہے - 'ہو سکتا ہے - لیکن ریل گاڑیوں کی کھڑکھڑاہٹ جو بھوکے بنی آدم کےلئے روٹی لاتی ہیں شاید روحانی سکون سے بہتر ہے،' — دوسرے مفکر کی طرف سے جو ہر جگہ کا سفر کرتا ہے اور ایک غرور سے اکڑ کر ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہے - لیکن مجھ کمینے لیبیدیف کو ان چھکڑوں پر اعتقاد نہیں جو بنی آدم کے لئے روٹی لاتے ہیں! کیونکہ وہ ڈبے، کسی اخلاقی بنیاد کے بغیر بنی آدم کے ایک بڑے حصے کو بڑی سرد مہری سے اس روٹی کے لطف سے محروم کرتے ہیں جیسا کہ ماضی میں ہو چکا ہے...''

''ڈبے کیونکر سردمہری سے کسی کو محروم کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟'' کسی نے سوال کیا -

''جس طرح ماضی میں ہوچکا ہے'' لیبیدیف نے سوال پر کان

دھرے بغیر دھرایا۔ ''مالتھوس کو لیجئے۔ نوع بشر کا ایک دوست۔ تاھم نوع بشر کا ایسا دوست جس کی اخلاقی بنیادوں کی چولیں ڈھیلی ھوں، وہ نوع بشر کا آدم خور ھوگا۔ اس کی خود پسندی کا کیا کہنا۔ اگر بنی‌نوع انسان کے ان بےشمار دوستوں میں کسی ایک کی خودپسندی کو آپ نے مجروح کیا تو وہ انتقاماً دنیا کے چاروں کونوں پر آگ لگانے کو فوراً تیار ھوجائےگا۔ اشارتاً بالکل اسی طرح ھم میں سے ھر ایک کرےگا۔ سچی بات تو یہ ھے جیسے میں خود کمترین، شاید میں ایندھن کی لکڑیاں لانے میں پہل کروں‌گا۔ لیکن پھر بھاگ جاؤں‌گا۔ مگر پھر بھی یہ موضوع بحث سے ھٹا ھوا ھے!''

''تو موضوع بحث ھے کیا؟''

''دماغ چاٹ گیا!''

''وہ موضوع بحث قدیم زمانے کی ذیل کی ایک حکایت میں ھے، میں ضروری سمجھتا ھوں کہ قدیم زمانے کی ایک کہانی سنا دوں۔ ھمارے زمانے میں اور ھمارے ملک میں جس سے میں امید کرتا ھوں آپ بھی اتنی ھی محبت کرتے ھیں جتنی میں، حضرات، یہاں تک کہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک گرانے کو تیار ھوں...''

''کہے جاؤ۔ آگے کیا؟''

''ھمارے ملک میں یورپ کی طرح عام اور دور دور تک پھیلے ھوئے ھولناک قحط انسانیت کےلئے ایک بلا ھیں۔ جیسا کہ حساب لگایا گیا ھے، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ھے، پاؤ صدی میں زیادہ سے زیادہ ایک بار، دوسرے الفاظ میں ھر پچیس سال میں ایک قحط۔ میں صحیح تعداد پر زور دےکر نہیں کہوں‌گا۔ لیکن وہ نسبتاً بہت کم ھو گئے ھیں۔''

''نسبتاً کس سے؟''

''بارھویں صدی سے اور ادھر ادھر متصل لگی دو صدیوں سے۔ پھر، جیسے کہ لوگ لکھتے ھیں اور لکھنےوالے دعوا کرتے ھیں، عام اور دور تک پھیلے ھوئے قحط ھر دو سال میں بنی نوع انسان پر عذاب لاتے تھے۔ یا کم از کم تین سال میں ایک بار۔ اس طرح کہ ان حالات میں، چاھے پوشیدہ سہی، لیکن لوگ مردم خوری پر مجبور ھوئے۔ ان احدیوں میں سے ایک نے جب وہ بوڑھا ھوگیا

خود اپنی مرضی سے بغیر کسی جبر کے یہ راز فاش کیا کہ احتیاج کی اپنی اس طویل زندگی میں اس نے ساٹھ راہبوں اور کئی غیرکلیسائی بچوں کو، جن کی تعداد چھ تھی جو گرجا کی جماعت کے اراکین کی تعداد کے مقابلے میں ہیچ تھی پوری رازداری سے مار کر اکیلا خود کھا لیا۔ ایک بالغ دنیا دار پر، جیسا کہ بعد میں پتہ چلا اس نیت سے اس نے انگلی بھی نہیں اٹھائی۔''

''ایسا نہیں ہوا ہوگا!'' میر مجلس جنرل صاحب نے ایک خشمگین لہجے میں ٹوکا۔ ''حضرات میں اس کے ساتھ اکثر اسی قسم کے خیالات سے متعلق بحث کرتا رہا ہوں تاہم وہ ہمیشہ ایسے ہی ابہامات و لغویات نکالتا ہے جنھیں سن کر آپ کا جی متلانے لگے۔ ان میں اصلیت کا ذرا بھی شائبہ نہیں رہتا!''

''جنرل! قارص کے محاصرے کو یاد کیجئے۔ حضرات مجھے بتانے دیجئے کہ میری حکایت ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ اپنی جانب سے میں صرف اتنا جتاؤں گا کہ یہ ایک نہ بدلنے والے قوانین کے تابع ہے۔ عملی طور پر کوئی اصلیت ہمیشہ تقریباً بعید از قیاس اور غلط معلوم ہوتی ہے۔ فی‌الواقع جتنی زیادہ اصلیت ہوگی اتنی ہی کبھی کبھی وہ صداقت سے دور معلوم ہوگی۔''

''لیکن کیا ممکن ہے کہ کوئی ساٹھ راہبوں کو کھالے؟'' ہنستے ہوئے سامعین نے پوچھا۔

''ظاہر ہے اس نے سب کو ایک ساتھ نہیں کھایا ہوگا، بلکہ شاید پندرہ بیس سال کے درمیان۔ بالکل سمجھ میں آنےوالی اور فطری...''

''فطری بھی؟''

''ہاں فطری بھی!'' لیبیدیف نے کتابی نظریہ پرست کے ہٹیلےپن سے الٹ کر جواب دیا۔ ''اور باتوں کے علاوہ ایک کیتھولک راہب فطرتاً بودا، منکسر اور کھوجی طبیعت کا ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ بڑی آسانی سے کسی جنگل یا ویران جگہ پر پھسلا کر لے جایا جا سکتا ہے۔ اور جس طرح کہا گیا، ویسا ہی حشر ہوا ہوگا۔ پھر بھی میں تردید نہیں کرتا کہ کھائے گئے لوگوں کی تعداد اعتدال کے نقطے سے بھی غیر معمولی تھی۔''

''صاحبان! شاید یہ ایک سچائی ہے'' پرنس نے یکبارگی رائےزنی کی۔

وہ خاموشی سے بحث کرنےوالوں کی بات سنے جا رہا تھا۔ اور مباحثے سے الگ مگر اکثر عام قہقہوں کے ریلے میں بھی جی کھول کر شریک ہوتا تھا۔ ظاہر ہے وہ بےانتہا خوش تھا۔ اتنا پرشور اور سرخوشی کا عالم تھا، پھر محفل میں جام کے دور بھی خوب چل رہے تھے۔ شاید اس نے ساری رات ایک لفظ بھی نہ کہا ہوتا مگر اچانک بولنے کا فیصلہ کیا۔ اور کچھ ایسی غیرمعمولی سنجیدگی سے کہا کہ سب اسے فوری اشتیاق سے دیکھنے لگے۔

''میرا مطلب ہے صاحبان، کہ ان دنوں میں اکثر قحط پڑتے تھے۔ میں نے بھی ان کے متعلق سنا ہے۔ اگرچہ تاریخ کی مجھے ادنی معلومات ہیں لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ جب میں سوئیس پہاڑیوں پر رہنے گیا تو جاگیرداری قلعوں کے کھنڈر دیکھ کر حقیقتاً حیرت زدہ رہ گیا، جو پہاڑوں کی ڈھلانوں اور کھڑی ڈھلوان چٹانوں پر بنائے گئے تھے۔ اور عموداً کم از کم آدھا کوس نیچے (اس کے معنے یہ کہ پہاڑی راستے کے کئی کوس)۔ آپ سب جانتے ہیں کہ ایک قلعہ کیا ہوتا ہے — اینٹ پتھر کے معماری کام کا مجموعہ۔ اس کا مطلب ہے کمرتوڑ محنت کی ناقابل یقین مقدار! بےشک یہ محنت ان سارے غریب لوگوں، جاگیرداروں کے اسامیوں، غلاموں نے بہم پہنچائی تھی جنھیں ہر قسم کے ٹیکس محصول بھی بھرنا پڑتے تھے۔ اور اہل کلیسا کی کفالت بھی کرنا پڑتی تھی۔ پھر وہ کس طرح اپنی روزانہ کی روٹی حاصل کرسکتے اور زمین کو جوتتے کب اور بوتے کب؟ بڑی کثیر تعداد میں تو تھے نہیں اور کافی تعداد میں بھوک سے یقیناً مرے بھی ہونگے کیونکہ ان کے پاس کھانے کےلئے سچ مچ کچھ بھی نہ رہا ہوگا۔ میں کبھی کبھی خود سے سوال کرتا کہ وہ سب کے سب کیوں نہ مرگئے اور انھیں کیوں کچھ بھی نہ ہوا؟ انھوں نے کس طرح یہ سب کچھ برداشت کیا اور زندہ بچ گئے؟ لیبیدیف درست و بجا کہتا ہے کہ آدم خوری کا وجود تھا اور شاید ایک بڑے پیمانے پر، میں صرف یہ نہیں سمجھتا کہ اسے راہبوں کو اس میں گھسیٹ لانے کی کیا ضرورت اور کیا منشا ہے؟''

''قیاس غالب ہے کہ بارھویں صدی میں صرف راہب ہی

کھائے جانے کے قابل تھے کیونکہ وہی لوگ موٹے تازے تھے،، گاوریلا اردالیونچ نے اظہار کیا۔

''ایک لاجواب اور کھرا خیال!،، لیبیدیف چلایا ''کیونکہ اس کھانےوالے نے عام آدمیوں کو چھوا بھی نہیں۔ ان ساٹھ گرجاوالوں میں ایک بھی عام آدمی نہیں تھا۔ یہ ایک ہیبتناک خیال ہے، ایک تاریخی خیال اور ایک قطعی طور پر اعداد و شمار سے متعلق خیال۔ ایسے ہی حقائق سے تاریخ کو نئے سرے سے تشکیل دیتے ھیں۔ آگے ریاضی کے نپے تلے حساب کا سا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ پادری بقیہ بنی نوع انسان کی بہ‌نسبت کم از کم ساٹھ گنا زیادہ خوش نصیب، خوشحال اور کھاتے پیتے لوگ تھے۔ دوسروں سے شاید ساٹھ گنا موٹے...،،

''تم مبالغے سے کام لے رہے ہو، بڑھا چڑھا کر!،، اس کے سامعین قہقہوں کے درمیان پکارے۔

''میں اس کے تاریخی خیال ہونے سے تو اتفاق کرتا ہوں لیکن اس سے آپ کی مراد کیا ہے؟،، پرنس نے سلسلہ جاری رکھا۔ (اس نے اتنی سنجیدگی سے لیبیدیف کو چھیڑے بغیر جو عام قہقہوں کا نشانہ تھا کہا کہ عام لہجے کے پس منظر میں اس کا اپنا انداز نادانستہ ذرا زیادہ مضحکہ خیز بن گیا۔ وہ اس پر بھی ہنسنا شروع کر دیتے لیکن پرنس نے توجہ نہ کی۔)

''آپ نہیں دیکھتے کہ یہ آدمی خود حواس باختہ ہے؟،، ایوگینی پاولووچ نے اس کے شانے پر جھکتے ہوئے کہا۔ ''کسی نے مجھے ابھی بتایا کہ وکیل بننے اور وکیلوں کی طرح باضابطہ حوالے دے کر تقریر کرنے کے خیال نے اس کا دماغ پھرا دیا ہے۔ وہ قانون کے امتحان میں بیٹھنا چاھتا ہے۔ میں ایک شاندار مسخرا تماشہ دیکھنے کا منتظر ہوں۔،،

''میں اپنے موضوع کو ایک زبردست نتیجے پر پہنچانا چاھتا ہوں،، لیبیدیف گرجا۔ ''لیکن ہمیں سب سے پہلے بدکار کی نفسیاتی اور قانونی حالت کو جانچنا چاھئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اشیائے خوردنی کے عدم امکان کے باوجود اس بدکار یا کہنا چاھئے میرے موکل میں پشیمانی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور اھل کلیسا کے اراکین کو، اپنے عیب ذریعۂ معاش کی روش کو، کئی موقعوں پر مسترد کر دیا۔

واقعات سے یہ بات صریحاً دیکھی جا سکتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے پانچ یا چھ بچے کھائے، نسبتاً ایک معمولی تعداد ہے، لیکن دوسرے اعتبار سے اہم۔ ظاہر ہوتا ہے کہ ضمیر کی خلش سے ایذا رسیدہ (کیونکہ میرا موکل ایک مذہبی اور صاحب تقوا شخص تھا جیسا کہ میں ثابت کروں گا) اور اپنے گناہ کو امکانی حد تک گھٹانے کے لئے خانقاھی یا راھبانہ کے بجائے دنیادار خوراک سے بدلنے کی اس نے چھ مرتبہ کوشش کی۔ یہ تجربے کے طور پر کیا، پھر اس میں کلام نہیں کہ یہ صرف ایک تجربہ تھا۔ اگر یہ تنہا طعام کے تنوع کا معاملہ ھوتا پھر چھ کا معمولی عدد کیوں، تیس کیوں نہیں؟ (آدھا ایک قسم کا اور آدھا دوسری قسم کا۔) لیکن اگر یہ بےحرمتی اور چرچ کی خلاف‌ورزی کے خوف سے ایک مایوس کن تجربہ تھا تب چھ کا عدد آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ ضمیر کو تسکین دینے کی چھ کوششیں کافی سے زیادہ تھیں چونکہ ان کوششوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اولاً میری رائے میں بچہ بہت چھوٹا ھوتا ہے یعنی اتنا کافی نہیں ھوتا۔ اس طرح پادریوں کے مقابلے میں دنیا کے عام بچوں کی تین سے پانچ گنا تعداد کی ایک خاص عرصے میں ضرورت ھوگی۔ اس طور سے اگر گناہ ایک سرے پر گھٹا تو لازمی طور پر دوسرے سرے پر بڑھا، اگر صفت میں نہیں تو مقدار میں۔ اس انداز میں دلیل پیش کرتے ھوئے حضرات میں بارھویں صدی کے ایک مجرم کے دل میں اتر رھا ھوں۔ میں، جو انیسویں صدی کا انسان ھوں ایک مختلف طریقے سے استدلال کرتا۔ میں آپ کو بتانا چاھوں گا تاکہ آپ حضرات مجھ پر دانت نہ نکوسیں۔ اور جنرل، آپ کو تو یہ بات مطلق زیب نہیں دیتی۔ دوم میری ذاتی رائے ہے کہ ایک بچے میں کافی غذائیت نہیں ھوتی اور وہ شاید بہت میٹھا اور جلد سیر کر دینےوالا ھوتاہے جو بغیر بھوک مٹائے ضمیر کی خلش کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ اور پھر اخیر میں ناٹک کا انجام، حضرات، جو اس زمانے کے عظیم مسائل میں ایک کا حل رکھتا ہے اور ھمارے اپنے زمانے کا بھی! مجرم نے انجام کار خود کو اھل کلیسا کا کھلم کھلا مجرم ٹھیرایا اور اپنے آپ کو حکام کے حوالے کیا۔ سوال پیدا ھوتا ہے اس زمانے میں کتنی طرح کی جسمانی اذیت و تعذیب اس کی منتظر تھی — مجرموں

کے شکنجے، الاؤ کے شعلے یا بھڑکتی ہوئی آگ؟ کس چیز نے اسے خود کو کھلم کھلا مجرم ٹھہرانے پر مجبور کیا؟ اپنے راز کو ساٹھ پر رک کر آخری سانس تک چھپائے کیوں نہ رکھا؟ راہبی چھوڑ کر سنیاس میں اپنے جرائم پر پشیمان کیوں نہ رہا اور آخر یہ کہ وہ خود ایک خانقاہ میں کیوں نہ بھرتی ہو گیا؟ یہیں اس کا جواب ملتا ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی ایسی چیز تھی جو الاؤ کے شعلے اور بھڑکتی ہوئی آگ سے مضبوط تر تھی، اس کی بیس سالہ عادت و خصلت سے قوی تر۔ مطلب یہ کہ یہ ایک تخیل تھا آفات سماوی، فصلوں کے نقصانات، جسمانی اذیتوں، طاعون، کوڑھ اور آلام و مصائب کے اس جہنم سے بھی مضبوط تر اور اس خیال کے بغیر بنی‌نوع آدم قائم بھی نہیں رہ سکتا جس نے دلوں کو جوڑا، ان کی رہنمائی کی اور زندگی کے سرچشموں کو نہال کیا! اس قوت سے مشابہ کوئی چیز ہمارے بدکاریوں اور ریلوں کے زمانے میں مجھے بتائیے، بلکہ کہنا چاہئے تھا دخانی جہازوں اور ریلوں کے۔ لیکن میں کہتا ہوں ہمارے بدکاریوں اور ریلوں کے زمانے میں، کیونکہ میں بدمست ہوں مگر کھلے ذہن کا! مجھے کوئی نظریہ بتائیے جو آج بنی آدم کا شیرازہ باندھے رکھے اور اس زمانے کی قوت سے کم‌ازکم آدھا تو ہو۔ اور اس پر بھی کیا آپ یہ کہنے کی جرأت کریں‌گے کہ زندگی کے سرچشمے نہ تو گھٹے ہیں نہ گدلے ہوئے، اس 'ستارے' کے نیچے، اس جال کے نیچے جس نے لوگوں کو اپنے پھندے میں پھنسا لیا ہے؟ اور مجھے اپنی خوشحالی، اپنی دولت، قحطوں کی کمیابی اور رسل و رسائل کی تیزرفتاری سے مرعوب نہ کیجئے! یہاں دولت زیادہ ہے مگر قوت کم ہے۔ کوئی متحد کرنے‌والا خیال نہیں۔ ہر چیز لجلجی اور تھل تھل ہو گئی ہے۔ ہر چیز ستیاناس ہو رہی ہے اور اسی کے ساتھ سب لوگ بھی، ہم سب سارے کے سارے برباد ہو رہے ہیں!.. لیکن یہ سب بہت کچھ ہو چکا۔ سوال اب یہ نہیں رہا بلکہ یہ کہ کیا ہمیں شام کا کھانا لگانے کے لئے انتظام نہیں کرنا چاہئے، اے کرم فرمائے بندہ، پرنس، جو خاص آج کے مہمانوں کے لئے تیار کیا گیا ہے؟،،

لیبیدیف نے، جو اپنے سامعین میں سے کچھ کو غم و غصے کے قریب لے آیا تھا (یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ تقریباً

سارا وقت بوتلوں کے کاگ کھلتے رہے تھے)، فوراً سارے مخالفوں کو اپنی تقریر کے اس غیرمتوقع انجام سے ہموار کر لیا یعنی شام کے کھانے کے ذکر سے۔ اس اختتام کو اس نے خود واقعات کا ایک شاطرانہ اور وکیلانہ موڑ کہا۔ سرخوش قہقہے دوبارہ بلند ہونے لگے۔ مہمان شگفتہ خاطر ہو گئے۔ سب میز پر سے اٹھ گئے اور اپنی ٹانگیں سیدھی کرنے برآمدے میں آگئے۔ تنہا کیلر تھا جو لیبیدیف کی تقریر سے غیرمطمئن تھا اور بہت بپھرا ہوا تھا۔

''وہ تعلیم پر حملہ کرتا ہے۔ بارھویں صدی کی بےلگام وحشیانہ ظلم و تعدی کی تلقین کرتا ہے۔ مٹکتا ہے اور اپنے ضمیر پر ذرا بھی بار نہیں۔ وہ کس طرح یہ مکان حاصل کر سکا میں پوچھنا چاہوں گا؟،، اس نے ہر ایک کو روک کر بلند آواز میں کہا۔

''میں نے صحیفے کا ایک سچا ترجمان دیکھا تھا،، دوسرے کونے سے جنرل نے بعض سننےوالوں کو بتایا، جن میں ضمناً پتیتسن بھی تھا جس کا وہ بٹن پکڑے ہوئے تھا۔ ''وہ تھے آنجہانی گریگوری سیمیونووچ برمیستروف جو دلوں میں، یوں کہنا چاہئے، آگ لگا دیا کرتے تھے۔ پہلے وہ اپنی عینک لگاتے، پھر کالے چمڑے سے مجلد ایک موٹی قدیم کتاب کھولتے، ان کے حلئے میں ایک بھوری ڈاڑھی اور دو تمغوں کا اضافہ کر دیجئے جو انھیں خیر خیرات کے کاموں پر عطا کئے گئے تھے۔ وہ بڑے سخت، کڑے اور درشت لہجے میں شروع کرتے۔ جنرل ان کے سامنے سر جھکاتے اور بیگمات غش کھا جاتیں۔ یہ شخص ہے جو شام کے کھانے پر خاتمہ کرتا ہے! سمجھ سے باہر بات ہے!،،

پتیتسن جو مسکراتے ہوئے جنرل کی باتیں سن رہا تھا اب جیسے جانے کے لئے اپنی ہیٹ تھامنےوالا تھا لیکن یا تو ہمت نہ کرسکا یا اپنے اس ارادے کو بار بار بھول جاتا۔ گانیا نے دوسروں کے میز پر سے اٹھنے سے پہلے ہی یک بیک اپنے جام کو دور کھسکا دیا۔ اس کے چہرے پر افسردگی چھائی تھی۔ جب سب میز سے اٹھ گئے تو وہ رگوژین کے پاس جاکر برابر بیٹھ گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ ان دونوں میں بےحد دوستانہ تعلقات ہیں۔ رگوژین جس نے وہاں سے کھسکنے کی کئی دفعہ کوشش کی اب ساکت سر جھکائے یوں بیٹھا تھا گویا وہ جانے کا ارادہ بھول چکا تھا۔ اس نے ساری شام شراب کا

ایک قطرہ بھی نہیں چکھا - اپنے خیالات میں غرق تھا - ٹھہرٹھہر کر کبھی اپنی نگاہیں اوپر اٹھاتا، حاضرین میں ہر ایک کا جائزہ لیتا - اسے دیکھ کر گمان گزرتا کہ وہ کسی ایسی چیز کا انتظار کر رہا ہے جو اس کےلئے بڑی اہم تھی - اور تب تک وہیں ٹھیرنے کا فیصلہ کر چکا ہے -

پرنس شراب کے صرف دو تین گلاس پی کر سرور میں آ گیا تھا - جیسے ہی وہ میز سے اٹھا اس کی نظریں ایوگینی پاولووچ کی نظروں سے ٹکرائیں - اسے یاد آیا کہ دونوں کچھ بات‌چیت کرنےوالے تھے - ایک دوستانہ مسکراہٹ دی - ایوگینی پاولووچ نے سر جھکا کر جواب دیا، یکایک ایپولیت کی طرف اشارہ کیا جس کی حرکات و سکنات پر وہ برابر نظر رکھے ہوئے تھا - موخرالذکر صوفے پر ہاتھ پاؤں پھیلائے سو رہا تھا -

''پرنس مجھے بتائیے اس بدنصیب لڑکے نے خود کو آخر کیوں آپ پر لاد دیا ہے؟،، اس نے دفعتاً ایک کھلی ناگواری بلکہ جلن سے پوچھا کہ پرنس بالکل حیران رہ گیا - ''میں شرط لگاتا ہوں کہ اس کی نیت صاف نہیں - ،،

''میں نے غور کیا ہے یا کم از کم یہ تاثر لیا ہے کہ آج وہ آپ کی گہری دلچسپی کا مرکز بنا ہوا ہے، ایوگینی پاولووچ - میں بجا کہہ رہا ہوں نا؟،،

''اس میں یہ اضافہ بھی کر دیجئے کہ میرے موجودہ ذاتی معاملات میں اس کے بغیر بھی میرے پاس سر کھپانے کو بہت کچھ ہے - اس لئے مجھے خود تعجب ہے کہ میں ساری شام اس کے مکروہ چہرے سے اپنی آنکھیں اور خیالات ہٹا نہیں سکا - ،،

''چہرہ تو کافی حسین ہے...،،

''ہائیں! ذرا اس کی طرف دیکھئے تو، ذرا دیکھئے تو سہی!...،، ایوگینی پاولووچ نے پرنس کی آستین کھینچی -

پرنس پھر ایوگینی پاولووچ کو حیرت سے دیکھتا رہ گیا -

٥

ایپولیت جو ناگاہ لیبیدیف کی طویل مدلل تقریر کے آخر میں اونگھ گیا تھا اب اچانک بیدار ہوا، جیسے کسی نے اس کی پسلی

میں کہنی ماری ہو ۔ وہ اچھل پڑا، کہنیوں کے سہارے اٹھ بیٹھا، اپنے اردگرد دیکھا اور پیلا پڑ گیا ۔ اس کی نظریں جیسے ایک قسم کے خطرے کے ہول سے چو طرف گھومنے لگیں اور سب یاد آیا، حواس درست ہوئے تو دہشت کے آثار چہرے پر نمودار ہو گئے ۔
''کیا وہ جا رہے ہیں؟ کیا سب تمام ہو گیا؟ ختم ہو گیا سب؟ کیا سورج نکل آیا ہے؟،، اس نے بےچین ہوکر پرنس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا ۔ ''ابھی کیا بجا ہے؟ خدا کے لئے مجھے وقت بتاؤ! میں دیر تک سوتا رہا ۔ میں کتنی دیر تک سویا ہونگا؟،، وہ کہتا گیا، اس کی صورت پر حسرت برس رہی تھی، جیسے اس نے کوئی ایسی چیز کھوئی ہو جس پر اس کے مقدر کا انحصار تھا ۔
''آپ سات سے آٹھ منٹ تک سوتے رہے،، ایوگینی پاولووچ نے جواب دیا ۔
ایپولیت نے اس کی طرف اشتیاق سے دیکھا اور کچھ لمحے سوچا ۔
''اوہ — بس اتنا ہی؟ تب تو میں...،،
اس نے اطمینان کی لمبی سانس لی گویا ایک بھاری بوجھ اتار پھینکا ہو ۔ اس کی سمجھ میں آیا کہ کچھ بھی ''ختم نہیں ہوا تھا،، کہ سورج ابھی اوپر نہ آیا تھا اور یہ کہ مہمان صرف شام کے کھانے کے لئے اٹھے تھے اور فقط ایک ہی چیز کا اختتام ہوا تھا اور وہ تھی لیبیدیف کی بکواس ۔ وہ مسکرایا ۔ اس کے چہرے پر ایک مدقوق سرخی دوڑ گئی ۔ تپ دق کے سرخ دھبے اس کے رخساروں پر ابھر آئے تھے ۔
''جب میں سو رہا تھا تب آپ منٹ گن رہے تھے ایوگینی پاولووچ؟،، اس نے طنزاً کہا ۔ ''آپ نے ساری شام مجھ پر سے آنکھیں نہیں ہٹائیں جیسا کہ میں نے دیکھا... اوہ رگوژین! میں نے ابھی ان کو خواب میں دیکھا،، اس نے پرنس سے سرگوشی کی ۔ یہ اس نے میز پر بیٹھے رگوژین کی طرف سر ہلاتے چین بہ جبیں ہوکر کہا ۔ ''اوہ — ہاں!،، موضوع بدلتے ہوئے یکایک کہنے لگا ۔ ''مقرر کہاں ہے؟ لیبیدیف کہاں ہے؟ کیا اس نے اپنی تقریر ختم کر دی؟ وہ کس بارے میں کہہ رہا تھا؟ کیا یہ سچ ہے پرنس کہ آپ نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ حسن دنیا کو بچا لےگا؟ حضرات!،، اس نے مجلس کو مخاطب کیا ۔ ''پرنس دعوی کرتے ہیں کہ حسن

دنیا کو بچا لے گا! اور میں کہتا ہوں کہ ان کے ایسے شگفتہ خیالات کی وجہ یہ ہے کہ وہ عشق میں مبتلا ہیں! حضرات پرنس اب عشق میں مبتلا ہیں۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا جیسے ہی وہ اندر آئے۔ شرمائیے مت پرنس، ورنہ مجھے آپ پر رحم آئے گا۔ کس قسم کا حسن دنیا کو بچا لے گا؟ کولیا نے مجھے اس کے متعلق بتایا۔ کیا آپ اچھے عیسائی ہیں؟ کولیا نے مجھے بتایا کہ آپ خود کو ایک عیسائی کہتے ہیں!''

پرنس نے اسے غور سے دیکھا لیکن جواب نہیں دیا۔

''آپ مجھے جواب نہیں دیتے؟ شاید آپ سوچتے ہیں کہ میں آپ کو بہت پسند کرتا ہوں؟'' ایپولیت نے معاً کچھ اور سوچ کر کہا۔

''نہیں میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میں جانتا ہوں آپ مجھے ناپسند کرتے ہیں۔''

''کیا کل جو کچھ ہوا اس کے باوجود؟ کیا میں کل آپ کے لئے خلوص رکھتا تھا؟''

''کل بھی میں آپ کی ناپسندیدگی جانتا تھا۔''

''یعنی چونکہ میں آپ پر رشک کرتا ہوں۔ ہے نا رشک؟ آپ نے ہمیشہ ایسا ہی سوچا اور اب بھی۔ لیکن... لیکن میں آپ سے اس کے متعلق کیوں کہہ رہا ہوں؟ مجھے کچھ اور شمپین چاہئے۔ کچھ اور انڈیلئے کیلر۔''

''نہیں، آپ کو اب اور نہیں پینا چاہئے، ایپولیت۔ میں آپ کو پینے نہیں دوں گا'' پرنس نے گلاس سرکا دیا۔

''واقعی آپ بجا کرتے ہیں'' وہ فوراً راضی ہو گیا جیسے غور و فکر کررہا ہو۔ ''وہ پھر بھی کہہ سکتے ہیں... لیکن میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کیا کہیں گے! کیوں ہے نا؟ کیوں ہے نا؟ بعد میں جو چاہیں، کہتے رہیں۔ ہے نا پرنس؟ اور ہم سب کب پروا کرتے ہیں کہ آگے چل کر کیا ہوگا!.. ضمناً میں صرف نیم بیدار ہوں۔ میں نے ابھی ابھی کیسا بھیانک خواب دیکھا۔ مجھے بس ابھی یاد آیا... میں نہیں چاہتا کہ آپ ایسا کوئی خواب دیکھیں پرنس، اگرچہ میں آپ کو ناپسند کرتا ہوں، شاید واقعتاً ناپسند کرتا ہوں۔ ضمناً، اگر کوئی کسی کو ناپسند کرے تو

بھی اس کا برا کیوں چاہے؟ لیکن میں سوالات ھی کیوں کئے جا رہا ہوں؟ اپنا ھاتھ مجھے دیجئے کہ میں گرم‌جوشی سے دباؤں، اس طرح... دیکھئے آپ نے اپنا ھاتھ میری طرف بڑھایا۔ مطلب آپ سمجھتے ھیں کہ میں پورے خلوص سے آپ سے مصافحہ کروں گا؟.. ھاں میں اور نہیں پیئوں گا۔ ابھی کیا وقت ھوا ھے؟ اوہ کوئی مضائقہ نہیں، مجھے وقت کا علم ھے۔ وہ گھڑی آپہنچی ھے! ٹھیک وقت پر! وہ کیا ھے، وہ اس کونے میں رات کا کھانا لگا رھے ھونگے، اس لئے یہ میز خالی ھے؟ بہت خوب! حضرات میں... لیکن یہ تمام صاحبان سن بھی نہیں رھے ھیں... میں ایک مضمون پڑھ کر سنانا چاھتا ھوں پرنس۔ بے‌شک رات کا کھانا زیادہ پرکشش ھے مگر...''

اب اس نے ناگاہ اور بالکل خلاف توقع اپنی اوپر کی جیب سے ایک بڑا دفتری تقطیع کا لفافہ کھینچ نکالا جس پر ایک بڑی سرخ مہر لگی ھوئی تھی۔ لفافہ میز پر اپنے سامنے رکھا۔

اس خلاف امید حرکت نے اھل محفل پر بڑا گھرا اثر ڈالا جو اس بات کے لئے تیار نہ تھے، یا یوں کہیں کہ ''تیار'' تو تھے، لیکن اس کے لئے نہیں۔ ایوگینی پاولووچ تو اپنی کرسی سے اچھل پڑا۔ گانیا تیزی سے میز کے قریب کھسک آیا۔ رگوژین بھی، مگر ایک قسم کی تنک مزاج برھمی سے جیسے وہ جانتا تھا کہ آگے کیا ھوگا۔ لیبیدیف جو نزدیک ھی کھڑا تھا، آنکھوں میں تجسس لئے اور قریب آگیا۔ قیاس دوڑاتے ھوئے کہ لفافے کے اندر کیا ھو سکتا ھے، لفافے کو گھورنے لگا۔

''یہ آپ کے پاس کیا ھے؟'' پرنس نے فکرمند ھوکر پوچھا۔

''جوں ھی سورج کی تھالی کی کور دکھائی دے‌گی میں آسودگی سے لیٹ جاؤں گا پرنس جیسا کہ میں کہہ چکا ھوں، ایمان سے کہتا ھوں۔ آپ دیکھیں گے!'' اپپولیت چیخا۔ ''لیکن... لیکن کیا آپ سمجھتے ھیں کہ میں اس لفافے کو کھولنے سے قاصر ھوں؟'' اس نے ظاھرا مجلس کی طرف سرکشی سے دیکھ کر سب کو بلاامتیاز خطاب کرتے ھوئے اضافہ کیا۔ پرنس نے دیکھا کہ وہ سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔

''ھم میں سے کسی نے ایسی کوئی بات نہیں سوچی'' پرنس نے ان سب کی طرف سے جواب دیتے ھوئے کہا۔ ''آپ یہ کیوں سوچتے

ہیں کہ ہم میں سے کسی کو اس قسم کا خیال آیا ہوگا۔ اور کس قدر... کیسا عجیب خیال ہے کہ ہمیں کچھ پڑھ کر سنایا جائے۔ آپ کے پاس کیا ہے اپپولیت؟،،

''کیا بات ہے؟ اس کو کیا ہوا ہے؟،، چند سوالات تھے جو ہر طرف سے آ رہے تھے۔

وہ سب اپپولیت کے گرد جمع ہو گئے۔ ان میں سے کچھ ابھی اپنا کھانا چبا ہی رہے تھے۔ سرخ مہر لگے لفافے نے انہیں ایک مقناطیس کی طرح کھینچ لیا تھا۔

''میں نے خود کل ہی لکھا ہے۔ جب میں نے آپ سے یہاں آنے اور رہنے کا وعدہ کیا تھا اس کے فوراً بعد ہی۔ پرنس، میں سارا دن لکھتا رہا پھر ساری رات اور آج صبح ہی اس کو تمام کیا۔ مجھے صبح کے پچھلے پہر میں ایک خواب دکھائی دیا...،،

''کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اسے کل پڑھا جائے؟،، پرنس نے دبے لہجے میں اس کی بات کاٹی۔

''کل 'پھر نابود ہو جائےگا وقت کا وجود،!،، اپپولیت نے ایک ہیجان میں تحقیرآمیز ہنسی سے چیخ کر کہا۔ ''اس کی فکر نہ کیجئے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے میں چالیس منٹ سے زیادہ نہ لگیں گے۔ یا شاید ایک گھنٹہ۔ آپ دیکھ رہے ہیں سب لوگ کتنی دلچسپی رکھتے ہیں۔ سب جمع ہو گئے ہیں، ان کی آنکھیں مہر پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر میں نے لفافے پر مہر نہ لگائی ہوتی تو اس کا قطعی اثر نہ ہوا ہوتا۔ ہاہا! دیکھا پردۂراز کی طاقت! حضرات لفافے کی مہر توڑوں یا نہیں؟،، اس نے ایک عجیب سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''ایک راز! ایک بھید! آپ کو یاد ہے پرنس، وہ کون تھا جس نے اعلان کیا کہ 'پھر نابود ہو جائےگا وقت کا وجود،؟ صحیفے میں یہ الفاظ ایک عظیم اور زبردست فرشتے کی زبانی آئے ہیں۔ ،،

''بہتر ہوگا تم اسے نہ پڑھو!،، ایوگینی پاولووچ خلاف توقع ایسی بےقراری سے پکار اٹھا کہ حاضرین میں اکثر کو بہت عجیب لگا۔

''اسے پڑھنا نہیں!،، پرنس نے بھی اپنا ہاتھ لفافے پر رکھتے ہوئے اسے روکا۔

''پڑھنا وڑھنا کیا، ہمیں رات کا کھانا کھانا ہے،، کسی نے رائے زنی کی۔

''ایک مضمون؟ کسی رسالے کے لئے؟،، دوسرے نے پوچھا۔

''پڑھنے میں مزا نہ آئے شاید؟،، تیسرے نے اضافہ کیا۔

''یہ سب کس بارے میں ہے؟،، بقیہ نے پوچھا۔ مگر پرنس کے اندیشے نے جیسے اپپولیت کو بھی خوفزدہ کر دیا تھا۔

''تو پھر نہ پڑھا جائے؟،، اس نے پرنس سے سرگوشی کی۔ اس کے نیلے ہونٹوں پر درد سے اینٹھی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ ''تو پھر نہ پڑھا جائے؟،، اس نے ساری مجلس پر ایک نظر ڈالتے ان کی آنکھوں اور چہروں کا جائزہ لیتے دھیمی آواز میں دھرایا۔ اس کی نگاہیں وہی نمائشی تکرار کرتی جیسے ان پر چمٹ گئی ہوں۔

''کیا آپ خوفزدہ ہیں؟،، اس نے پرنس کی طرف دوبارہ مڑتے ہوئے پوچھا۔

''کس سے؟،، پرنس نے پوچھا، اس کا چہرہ بدلتا جا رہا تھا۔

''کیا کسی کے پاس بیس کاپک کا ایک سکہ ہے؟،، اپپولیت اپنی کرسی سے اچھل کر بولا جیسے ایک جوش و جذبے میں۔ ''کوئی بھی سکہ چلے گا۔،،

''یہ لو!،، لیبیدیف نے پھرتی سے ایک سکہ نکالتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن میں یہ خیال کوندا کہ بیمار لڑکے کا دماغ چل گیا ہے۔

''ویرا بی بی!،، اپپولیت نے جلدی میں لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا ''میز پر اچھال دو؟ چت یا پٹ؟ چہرہ آیا تو میں پڑھوں گا!،،

ویرا نے سکے کی طرف نظر ڈالی، پھر اپپولیت اور اپنے والد کی طرف دیکھا، پھر اپنے سر کو بے ڈھنگے پن سے پیچھے نیورا کر جیسے اس خیال سے کہ ادھر نہیں دیکھنا چاہئے سکہ اچھالا۔ چہرہ آیا۔

''اب میں پڑھوں گا!،، اپپولیت نے زیرلب کہا جیسے وہ پہلے سے لکھے مقدر تلے کچلا جارہا ہو۔ اگر اس نے سزائے موت کا حکم سنا ہوتا تو اس سے زیادہ زرد نہیں پڑ سکتا تھا۔ ''لیکن یہ سب کیا ہے؟،، آدھ منٹ کی خاموشی کے بعد اس نے ایکدم چونک کر کہا۔ ''کیا میں نے واقعی پانسہ پھینک دیا ہے؟،، ساری مجلس پر اس نے ایک بے چین بے تکلفی سے طائرانہ نظر ڈالی۔ ''کیسا

عجیب نفسیاتی روپ ہے!،، اس نے پرنس سے مخاطب ہوکر پکار کر کہا۔ ''یہ ایک اتھاہ روپ ہے پرنس!،، اس نے زیادہ سے زیادہ جذباتی ہوتے ہوئے تکرار کی اور پھر گویا سنبھلتے ہوئے بولا ''غور کیجئے پرنس اور یاد رکھئے گا۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ سزائے موت پر مواد اکٹھا کر رہے ہیں... مجھے یہ بتایا گیا ہے، ہا۔ ہا! یا خدا کتنی مضحکہ‌خیز خرافات ہے یہ سب!،، ان الفاظ کے ساتھ وہ صوفے پر بیٹھ گیا اور اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا، اس کی کہنیاں میز پر تھیں۔ ''یہ تو شرمناک بھی ہے مگر جہنم میں جائے شرم!،، وہ یکایک اپنا سر اٹھاتے ہوئے کہتا گیا۔ ''حضرات! حضرات میں لفافہ کھولتا ہوں،، اس نے ایک قسم کے اچانک فیصلہ کن انداز میں اعلان کیا۔ ''پھر بھی میں... مجھے اصرار نہیں کہ سنا ہی جائے!..،،

اضطراب کے مارے کانپتے ہاتھوں سے اس نے لفافے کی مہر توڑی، خط کے کاغذ کے کئی اوراق اس میں سے نکالے جن کی لکھاوٹ بڑی گنجان تھی۔ انھیں اپنے سامنے میز پر رکھ کر برابر کرنے لگا۔

''کیا ہے یہ؟ اس کا مطلب کیا؟ وہ کیا پڑھا جائے گا؟،، کسی کسی نے بیزاری سے کہا۔ باقی سب خاموش تھے۔ پھر بھی وہ سب بیٹھ گئے اور اسے اشتیاق بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ شاید وہ بالکل یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ کوئی غیرمعمولی بات ہوگی۔ ویرا مارے دہشت کے رونے پر آ گئی تھی اور باپ کی کرسی کی پشت پکڑے کھڑی تھی۔ کولیا بھی تقریباً اتنا ہی گھبرایا ہوا تھا۔ لیبیدیف جو بیٹھ چکا تھا ایکدم اٹھ‌کر کھڑا ہو گیا اور شمع اپیولیت کے نزدیک سرکا دی تاکہ پڑھنے کے لئے زیادہ روشنی ملے۔

''یہ رہا حضرات... لیکن آپ جلد ہی جان جائیں گے کہ یہ ہے کیا،، اپیولیت نے کسی وجہ سے اضافہ کیا اور جھٹ پڑھنا شروع کر دیا '' ''ایک بیان صفائی''! کتبہ ہے 'سیلاب بلا میرے بعد،... چھی چھی توبہ!،، وہ چیخا جیسے جل گیا ہو ''کیا واقعی میں نے ایسا احمقانہ کتبہ استعمال کیا ہے؟ سنئے صاحبان، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ شاید آخر میں یہ سب بہت معمولی بات ثابت ہو! میں نے فقط اپنے چند خیالات اختصار سے لکھے ہیں... اگر

آپ سمجھ رہے ہیں کہ اس میں... کوئی پراسرار بات ہے یا... کوئی ممنوع شے... ایک لفظ میں...،،

''بہتر ہوگا آپ اسے بلا تمہید کے پڑھ ڈالتے،، گانیا نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''وہ ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے!،، کسی نے اضافہ کیا۔

''خواہ مخواہ کی بک بک ہو رہی ہے،، رگوژین بولا۔ اب تک اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

ایپولیت نے جھٹ اس کی طرف دیکھا، جیسے ہی ان کی نظریں ملیں رگوژین نے ایک زہرخند سے دانت نکالے۔ اور آہستہ سے یہ عجیب الفاظ ادا کئے:

''اس چیز کو رکھنے کا یہ طریقہ نہیں ہے صاحبزادے۔ ایسے نہیں...،،

اگرچہ رگوژین کا مطلب کسی نے نہیں سمجھا لیکن اس کے الفاظ کا بڑا عجیب اثر پڑا، سب ایک عام مشترک خیال سے متوجہ ہوگئے۔ ایپولیت پر اس کا بڑا حیرت انگیز اثر ہوا۔ وہ شدت سے ایسا تھرتھرایا کہ پرنس نے اپنا ھاتھ بڑھاکر اسے سہارا دینا چاہا۔ اگر اس کی آواز حلق میں نہ اٹکتی تو وہ غالباً چیخ اٹھتا۔ پورا ایک منٹ وہ ایک لفظ بھی ادا نہ کر سکا۔ لیکن اس کی آنکھیں رگوژین پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ سارا وقت لمبی لمبی سانس کھینچ رہا تھا۔ آخرکار ھانپتے ہوئے بہت زور لگاکر بولا:

''تو وہ آپ تھے — ہے نا؟،،

''میں نے کیا کیا؟ میں کہاں تھا؟،، رگوژین نے حیران ہوکر پوچھا۔ لیکن ایپولیت بھڑک کر اور ایک طرح کے جنون کو ضبط کرتے ہوئے بلند اور تیز آواز میں چلایا:

''وہ آپ تھے، پچھلے ہفتے ایک رات میرے ھاں آئے تھے۔ ایک بجے کے بعد، جس دن صبح میں آپ سے ملنے آیا تھا۔ اسی رات آپ میرے ھاں آئے تھے۔ آپ! اقرار کر لیجئے!،،

''پچھلے ہفتے رات میں! پاگل تو نہیں ہو گئے ہو صاحبزادے!،،

وہ ''صاحبزادہ،، دوبارہ ایک منٹ کے قریب خاموش رہا، اس کی کلمہ کی انگلی پیشانی پر تھی۔ بہ‌ظاہر سوچ رہا تھا۔ مگر

اس کی زرد، بےرونق اور خوف سے مسخ مسکراہٹ میں دفعتاً کوئی چالاک، بلکہ فاتحانہ انداز ابھر آیا۔

''وہ آپ تھے!،، اس نے آخر میں دھرایا، تقریباً سرگوشی سے لیکن پورے یقین کے ساتھ۔ ''وہ آپ تھے جو میرے کمرے میں آئے اور پورا ایک گھنٹہ یا کچھ اوپر کھڑکی کے پاس ایک کرسی پر بیٹھے رہے چپ چاپ۔ وہ بارہ بجے سے صبح کے دو بجے کے درمیان کا عمل رہا ہوگا۔ پھر آپ اٹھے اور ٹھیک دو بجے کے بعد چلے گئے... وہ آپ تھے، آپ! آپ نے مجھے کیوں خوف‌زدہ کرنا چاہا؟ آپ مجھے اذیت پہنچانے کیوں آئے تھے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن وہ آپ ہی تھے!،،

یہ کہتے وقت اس کی نظروں میں بےپایاں نفرت بھری تھی گو وہ اب بھی وحشت سے برابر کانپ رہا تھا۔

''آپ ابھی سب باتوں سے آگاہ ہو جائیں‌گے صاحبان۔ میں... میں... لیکن سنئے تو...،،

اس نے دوبارہ عجلت میں اپنے کاغذات سنبھالے جو اس افراتفری میں تربتر ہو گئے تھے۔ انھیں ترتیب سے لگایا لیکن ھاتھوں کی کپکپاہٹ کی وجہ سے درست کرنے میں کچھ وقت لگا۔

آخرکار پڑھنا شروع ھوا۔ پہلے پانچ منٹ کے درمیان اس غیرمتوقع مضمون کا مصنف سانس تھامنے کے لئے ھانپ رہا تھا اور اس کا لہجہ بےربط و ناھموار ھو گیا تھا۔ لیکن بعد میں آواز جم گئی اور وہ جو کچھ پڑھ رہا تھا اس میں معنی نکلنے لگے۔ کبھی کبھی شدید قسم کی کھانسی کے دورے سے یہ سلسلہ ٹوٹ جاتا۔ آدھا مضمون پڑھا ھوگا کہ اس کی آواز بھرا گئی۔ جیسے جیسے وہ پڑھتا گیا اس میں بتدریج گرمی آتی گئی جو آخر میں اپنے منتہائے کمال کو پہنچ گئی۔ ویسا ھی تکلیف‌دہ تاثر اس نے اپنے سامعین پر چھوڑا۔

وہ ''مضمون،، من و عن یوں ہے۔

''ایک بیان صفائی،،

''سیلاب بلا میرے بعد!،،

''کل صبح پرنس مجھ سے ملنے آئے۔ ضمناً انھوں نے مجھے آمادہ کیا کہ میں ان کے مضافاتی بنگلے میں چلوں اور ٹھہروں۔ میں جانتا تھا وہ یقیناً اس پر اصرار کریں گے اور یہ بھی یقین تھا کہ وہ کہیں گے کہ اگر میں مضافات میں رہا تو 'درختوں اور لوگوں کے درمیان مرنا آسان ہوگا'، جیسا کہ انھوں نے کہا۔ لیکن اس بار انھوں نے 'مرنا' نہیں 'جینا' کہا جو میری موجودہ حالت میں ایک ہی بات ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ان کا بار بار 'درختوں' کا حوالہ دینے کا کیا مطلب ہے اور وہ کیوں ان 'درختوں' کو مجھ پر ٹھونس رہے ہیں۔ مجھے ان سے یہ معلوم کرکے بڑی حیرت ہوئی کہ میں نے خود اس شام کہا تھا کہ میں پاولوفسک اس لئے آیا تھا کہ آخری مرتبہ ان درختوں کو دیکھ لوں۔ جب میں نے انھیں اپنی رائے دی کہ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آیا میں ایک درخت کے نیچے مروں یا اپنی کھڑکی سے اینٹ کی ایک دیوار کو دیکھتے ہوئے اور بس دو ہفتے کے لئے یہ سب کرنے کی کیا ضرورت، انھوں نے مجھ سے فوراً اتفاق کیا۔ پھر بھی ان کی رائے میں ہریالی اور پاک صاف ہوا یقیناً مجھ میں جسمانی تبدیلی لائے گی، ساتھ ہی میرے اضطراب اور خوابوں میں بھی تبدیلیاں ہوں گی اور شاید مجھے کچھ راحت ملے۔ میں نے ہنستے ہوئے اپنی رائے دی کہ وہ ایک مادہ پرست کی طرح بات کر رہے ہیں۔ انھوں نے حسب معمول مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ وہ ہمیشہ سے مادہ پرست رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی بات ہے چونکہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ ان کا تبسم بڑا دلفریب ہے۔ میں نے اس مرتبہ انھیں بڑے غور سے اچھی طرح پرکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میں انھیں پسند کرتا ہوں یا ناپسند۔ ایسے سوالات سے پریشان ہونے کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔ یہ ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ ان سے میری پانچ ماہ پرانی نفرت گذشتہ مہینے سے کافی حد تک گھٹ چکی ہے۔ شاید میں پاولوفسک خاص طور پر انھیں دیکھنے کے لئے آیا تھا کون جانتا ہے؟ لیکن... میں نے اپنا کمرہ ایسا کرتے وقت کیوں چھوڑا؟ ایک شخص کو جسے موت کی سزا سنائی جاچکی ہو اپنی کوٹھری نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اگر میں نے اخیر میں ارادہ نہ کیا ہوتا اور اپنے آخری لمحوں تک ٹھہرنے کا فیصلہ کیا ہوتا تب بےشک میں

اپنا کمرہ کسی قیمت پر نہیں چھوڑتا۔ اور ان کے ہاں پاولوفسک جانے اور وہاں 'مرنے' کی دعوت قبول نہ کی ہوتی۔

''مجھے یہ سارا ''بیان صفائی'' کل سے پہلے تمام کرنے میں عجلت سے کام لینا چاہئے۔ مطلب یہ کہ مجھے اس کو اول تا آخر پڑھنے اور درست کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ میں اسے کل دوبارہ پڑھوں گا جب میں اسے پرنس اور دو تین گواہوں کی موجودگی میں جو وہاں ملیں گے پڑھ کر سناؤں گا۔ چونکہ اس میں جھوٹ یا دروغ بیانی کا ایک لفظ نہ ہوگا بلکہ فقط راستی و سچائی، وہ آخری اور شاندار راستی، میں اس کے ماقبل یہ جاننے کا اشتیاق رکھتا ہوں کہ اس گھنٹے اور منٹ پر جب میں پڑھنا شروع کروں گا خود مجھ پر کس قسم کا تاثر پیدا ہوگا؟ مجھے 'آخری اور شاندار راستی' کے الفاظ نہیں لکھنا چاہئے، گو کہ اس کے بغیر بھی صرف دو ہفتے کی مدت میں جھوٹ بولنے کے کوئی مطلب نہیں کیونکہ صرف دو ہفتے کی زندگی کے کوئی معنی نہیں۔ اور یہ سب سے اچھا ثبوت ہے کہ میں سوائے سچائی کے اور کچھ نہ لکھوں گا۔ (نوٹ: مجھے یہ نہ بھولنا چاہئے شاید میں اس وقت مخبوط الحواس ہوں، اس لمحے یعنی ان منٹوں میں؟ مجھے یقینی طور پر بتایا گیا ہے کہ وہ جو دق کے آخری درجے میں ہوتے ہیں کبھی کبھی عارضی طور پر مخبوط الحواس ہوجاتے ہیں۔ مجھے کل اس بات کی تصدیق سننے والوں کے تاثر سے کرنا چاہئے۔ یہ سوال بہرحال قطعی طور سے طے کر لینا چاہئے ورنہ کسی چیز کی شروعات نہیں کر سکتا۔)

''ایسا لگتا ہے کہ میں نے ابھی کچھ بات بڑی احمقانہ لکھی ہے۔ لیکن جیسا کہ جان بوجھ کر خود سے قسم کھائی تھی کہ اس مسودے کی ایک سطر بھی نہ بدلوں گا، یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ میں ہر پانچویں سطر پر خود کو رد کر رہا ہوں۔ کل کی پڑھائی میں مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ میری فکر منطقی رو سے درست ہے، آیا میں اپنی غلطیوں کو پکڑ سکتا ہوں۔ مطلب یہ کہ ہر بات جس کے متعلق میں نے اس کمرے میں پچھلے چھ ماہ کے دوران سوچا ہے درست ہے یا محض بکواس!

''اگر مجھے دو ماہ پہلے اپنا کمرہ چھوڑنا پڑا ہوتا جیسا کہ اب کر رہا ہوں اور میئر کی دیوار کو الوداع کہنا پڑتا

تو مجھے یقیناً قلق ہوتا۔ مگر اب مجھے مطلق احساس نہیں ہے۔ تاہم میں اپنا کمرہ اور یہ دیوار دونوں کل ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں گا! مطلب یہ کہ میرے اس یقین نے کہ یہ دو ہفتے کی مدت رنج و افسوس کرنے یا اس کے متعلق احساس رکھنے کی مستحق نہیں، میرے سارے وجود کو گرفت میں لے لیا ہے اور اب وہ میرے جذبات و احساسات کو حکم دے سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ سچائی ہے، کیا یہ سچ ہے کہ میری فطرت مکمل طور پر زیر ہو چکی؟ اگر مجھے اب جسمانی اذیت دی جائے تو میں یقیناً زور سے چیخوں گا اور یہ نہ کہوں گا کہ میرا چیخنا اور درد کا احساس رکھنا بےفائدہ ہے کیونکہ مجھے فقط دو ہفتے اور زندہ رہنا ہے۔

''لیکن کیا یہ سچ ہے کہ میرے پاس صرف دو ہفتے کی ہی زندگی رہ گئی اور زیادہ نہیں؟ میں نے اس وقت پاولوفسک میں جھوٹ کہا۔ ب۔ نے مجھ سے ہرگز کچھ نہیں کہا، نہ ہی مجھ سے کبھی ملا۔ لیکن قریباً ایک ہفتہ پیشتر طب کے ایک طالب‌علم کو مجھے دیکھنے کےلئے لایا گیا، کسلورودوف نام کا۔ عقیدے کے اعتبار سے وہ ایک مادہ پرست ہے، ایک دھریہ، ایک نہلسٹ۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اسے بلوایا۔ میں کسی ایسے شخص سے ملنا چاہتا تھا جو بالآخر مجھے کھلی ہوئی بےنقاب سچائی دکھائے، بلا کسی لیپاپوتی کے، بلا ٹامک ٹوئیاں مارے۔ اور اس نے ایسا ہی کیا اور نہ صرفُ رضامندی سے اور بےتکلفی سے، بلکہ کھلی خوش طبعی کے ساتھ (جو میری رائے میں فضول اور غیرضروری تھا)۔ اس نے مجھے دوٹوک بتا دیا کہ میں قریباً ایک ماہ اور زندہ رہوں گا، اگر موافق ماحول ملا تو شاید اس سے کچھ زیادہ۔ لیکن اس سے قبل بھی مر سکتا ہوں، اس کی رائے میں ناگہانی طور پر بھی، جیسے کہ کل ہی۔ ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ صرف تین دن قبل ایک مدقوق نوجوان خاتون جو کولومنا میں رہا کرتی تھی جس کی حالت ٹھیک میری جیسی تھی، کچھ کھانا خریدنے بازار جانے والی تھی کہ اچانک اس کی طبیعت بگڑی۔ وہ صوفے پر لیٹ گئی، آہ سرد کھینچی اور مر گئی۔ کسلورودوف نے کچھ اسی صاحبانہ بےرحمی اور بےاعتنائی سے یہ قصہ سنایا جیسے وہ مجھے کوئی اعزاز عطا کر رہا ہو۔ یعنی وہ یہ سب کچھ مجھے اپنے ہی جیسا، ہر چیز سے منکر قادر مطلق

هستی سمجھ کر بتا رہا تھا، جس کے لئے موت ایک بےوقعت بات تھی۔ بہرحال قطعی اور سیدھی سادی حقیقت: زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ اور بس! میں کامل وثوق رکھتا ہوں کہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔

''مجھے بڑا تعجب ہوا کہ پرنس یہ قیاس کیوں کر سکے کہ مجھے 'برے برے خواب، آتے ہیں۔ انہوں نے سچ مچ یہ کہا کہ پاولوفسک میں 'میرے خواب اور اضطراب، میں تبدیلی ہوگی لیکن انہوں نے خوابوں کے بارے میں کیوں کہا؟ یا تو وہ ڈاکٹر ہیں یا حقیقت میں غیرمعمولی بصیرت رکھنےوالے انتہائی ذہین انسان۔ (اگرچہ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ بالآخر وہ ہیں ایڈیٹ ہی۔) کچھ ایسا ہی ہوا۔ ان کے آنے سے ذرا پیشتر میں نے ایک چھوٹاسا انوکھا خواب دیکھا تھا (ضمناً اس قسم کا ایک، جیسے آجکل سیکڑوں دیکھ چکا ہوں)۔ میں اونگھ گیا تھا — میرا خیال ہے ان کی آمد سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل — اور خواب میں دیکھا کہ میں کسی کمرے میں ہوں (مگر میرا اپنا نہیں)۔ وہ میرے کمرے سے بھی بڑا، اونچی چھتوںوالا، خوب آراستہ، اور روشن۔ اس میں ایک کپڑا رکھنے کی الماری، ایک کمود، ایک صوفہ اور میرا بستر تھا۔ خوب بڑا اور چوڑا، سبز رنگ کے ریشمی لحاف سے ڈھنکا ہوا۔ لیکن میں نے کمرے میں ایک ہیبت‌ناک جانور دیکھا، ایک طرح کا عفریت۔ بچھو سے ملتا جلتا مگر بچھو نہیں، اس سے بھی مکروہ، گھناؤنا اور بڑا ہیبت‌ناک غالباً اس لئے بھی لگ رہا تھا کہ اس قسم کی مخلوق کا کوئی وجود نہیں اور اس کا خاص میرے ہی پاس ارادتاً پایا جانا ایسی بات ہے کہ ضرور کوئی راز، کوئی اسرار ہوگا۔ میں نے اس مخلوق کو اچھی طرح دیکھا: وہ ایک بھورا خول‌والا رینگتا کیڑا تھا۔ کچھ سات انچ لمبا اور سر سے نیچے مخروطی حصہ دو انگل موٹا اور دم کی طرف ایک انچ کے چھٹے حصے سے بھی کم موٹا۔ سر سے دو انچ آگے اس کی سونڈ سے دو پیر نکلے ہوئے تھے، دونوں طرف ایک ایک اور بدن سے پینتالیس درجہ کے زاویئے پر۔ ہر ایک پیر چار چار انچ لمبا تھا۔ اس طرح سے کہ اوپر سے دیکھنے پر وہ جانور ایک ترشول سے مشابہ تھا۔ میں اس کے سر کی شناخت نہ کر سکا مگر اس پر دو مونچھیں دیکھ سکتا تھا۔ کافی چھوٹی،

جیسے دو مضبوط سوئیاں، وہ بھی بھورے رنگ کی تھیں ۔ اسی قسم کی دو مونچھیں اس کی دم کے کنارے اور ہر پیر کے کنارے تھیں ۔ اس طرح کل آٹھ تھیں ۔ وہ جانور کمرے میں تیزی سے ادھر ادھر دوڑ رہا تھا پیروں اور دم کے بل پر ۔ جب وہ دوڑتا تھا اس کی دم اور پنجے سانپ کی طرح کلبلاتے اور پھنپھناتے تھے ۔ باوجود خول کے وہ غیرمعمولی سرعت کے ساتھ دوڑتا تھا ۔ اسے دیکھ کر بڑی کراہت آتی تھی ۔ میں بہت ڈرا ہوا تھا کہ وہ ڈنک مارے گا ۔ مجھے بتایا گیا کہ زہریلا ہے ۔ لیکن جو بات میرے لئے سب سے زیادہ عذاب‌جان تھی وہ یہ سوال کہ اسے میرے کمرے میں میرے خلاف کس نے اور کس نیت سے پہنچایا، اس میں کیا بھید ہے؟ وہ کپڑے کی الماری اور کمود کے نیچے چھپتا اور کونوں میں رینگتا تھا ۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنے پاؤں اندر سمیٹ لئے ۔ وہ پھر کمرے کے آرپار تیزی سے بھاگا اور میری کرسی کے قریب کہیں غائب ہو گیا ۔ میں نے خوف سے ادھر ادھر دیکھا، ڈر تھا کہ کہیں وہ رینگ کر کرسی پر نہ چڑھ آئے ۔ ناگہاں میں نے ایک قسم کی چٹختی سرسراہٹ اپنے پیچھے سر کے بالکل برابر سنی ۔ پیچھے مڑا اور دیکھا کہ وہ غلیظ جانور دیوار پر رینگ رہا تھا ۔ اب میرے سر کے برابر پہنچ کر واقعی اپنی دم سے میرے بالوں کو چھو رہا تھا ۔ اس کی دم گول گول اور آگے پیچھے بڑی حیرت انگیز سرعت کے ساتھ سرسرا رہی تھی ۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا، وہ جانور غائب ہو گیا ۔ میں اپنے بستر پر لیٹنے سے بھی ڈر رہا تھا کہ کہیں وہ تکیے کے نیچے رینگ کر نہ چلا آئے ۔ پھر ماں اور ان کے ایک شناسا کمرے میں داخل ہوئے ۔ اور اس مخلوق کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ میری بہ‌نسبت زیادہ پرسکون تھے اور قطعی خوفزدہ نہ تھے ۔ لیکن وہ کوئی بات سمجھ نہ سکے ۔ وہ منحوس دفعتاً پھر رینگ کر باہر نکلا، اس بار وہ بہت آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا، جیسے کسی خاص مقصد کے تحت اور بہت آہستگی سے بل کھاتا لہراتا تھا، جو اور بھی زیادہ مکروہ معلوم ہوتا تھا ۔ پھر وہ کمرے کو پار کرکے دروازے کی طرف چکر کاٹ رہا تھا ۔ اس لمحے ماں نے دروازہ کھولا اور ہماری کتی نورما کو آواز دی — ایک بڑی سیاہ جھبری نیوفاؤنڈلینڈ کتی جو پانچ سال قبل مرچکی ۔ کتی کمرے

میں گھس آئی اور اس کیڑے کو سامنے دیکھتے ہی جم کر رہ گئی۔ وہ جانور بھی رک کر کھڑا ہو گیا، اس کی دم اور پنجے تھر تھراتے فرش کو پیٹ رہے تھے۔ اگر میں غلطی نہیں کر رہا جانور کسی پراسرار دہشت کا تجربہ نہیں رکھتے لیکن مجھے اس وقت ایسا لگا کہ نورما کی دہشت میں کوئی غیرمعمولی بلکہ پراسرار بات تھی جیسے کہ کتی نے خود احساس کیا، بالکل میری طرح، کہ اس مخلوق کے ساتھ کچھ پراسرار اور مقدر کا لکھا وابستہ تھا۔ نورما دھیرے دھیرے پیچھے ہٹتی گئی، اس کا منہ بدستور حشرے کی طرف تھا جو بےحد چوکنا، محتاط اور چوکس اس کی طرف رینگ رہا تھا اس ارادے سے کہ وہ ناگہاں ایک جست لگائے گا اور اسے ڈنک مارے گا۔ نورما اتنی دہشت و ہیبت کے باوجود بڑی خونخوار دکھائی پڑتی تھی، گرچہ وہ کانپ رہی تھی۔ یکایک اس نے اپنے مہیب نوکیلے دانت آہستہ سے باہر نکالے، اپنا بڑا سا سرخ جبڑا کھولا۔ اپنے آپ کو بالکل تیار کیا اور ہمت کی، جھٹ اس کیڑے کو اپنے دانتوں میں پکڑ لیا۔ اس مخلوق نے بھاگنے کی کشمکش ضرور کی ہوگی کیونکہ نورما نے اسے دوبارہ ہوا میں اچک لیا اور اسے دو مرتبہ جھپٹنے کے بعد اپنے جبڑوں میں پکڑ لیا، جیسے وہ نکلنا چاہتی ہو۔ خول اس کے دباؤ سے چٹخ گیا۔ دم اور پنجے ابھی باہر ہی لٹکے بڑی ہولناک سرعت کے ساتھ تھرتھرا رہے تھے۔ یکبارگی نورما نے ایک قابل رحم عف عف کی، حشرے نے کسی طرح اس کی زبان میں ڈنک مار دیا تھا۔ عف عف بھونکتے اور چیختے چلاتے درد و تکلیف سے اس نے اپنا پورا جبڑا کھول دیا۔ اور میں نے اس کے منہ میں مڑے تڑے اور پارہ پارہ حشرے کو تڑپتے تلملاتے دیکھا۔ اس کے کچلے بدن سے جو کتی کی زبان پر تھا ایک سفیدی مائل لسدار رطوبت رس کر باہر نکل رہی تھی۔ جیسے ایک کچلے ہوئے سیاہ کاکروچ سے۔ اسی لمحے میری آنکھ کھلی اور پرنس اندر آئے۔ ،،

''حضرات!،، ایپولیت نے اپنی پڑھائی روکتے ہوئے بلکہ ذرا جھینپتے ہوئے کہا ''مجھے اس پر نظرثانی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لگتا ہے کہ میں نے بہت کچھ فضول لکھ ڈالا ہے۔ یہ خواب...،،

''بےشک یہی بات،، گانیا نے جلدی سے اس کی بات پکڑ لی۔

''اس میں بہت کچھ ذاتی ہے، میں اتفاق کرتا ہوں یعنی میرے خود کے بارے میں...''

جب ایپولیت نے یہ کہا وہ زرد اور کسلمند دکھائی دیتا تھا۔ اس نے رومال سے ماتھے کا پسینہ پونچھا۔

''ہاں آپ اپنے آپ میں بہت زیادہ منہمک تھے''، لیبیدیف نے منہ بناتے ہوئے زیرلب کہا۔

''صاحبان! میں پھر کہتا ہوں، میں اپنے آپ کو کسی پر نہیں لادتا۔ جو نہ سننا چاہے وہ جا سکتا ہے۔''

''وہ لوگوں کو نکال رہا ہے... دوسرے کے گھر سے''، رگوژین بیک مشکل سے سنائی دینے والی آواز میں بڑبڑایا۔

''اور فرض کیجئے ہم سب ایک ساتھ اٹھ کر چلے جائیں؟''، فردی‌شینکو نے بالکل خلاف امید رائے دی۔ اس نے اب تک کوئی بات بلند آواز سے کہنے کی جرأت نہ کی تھی۔

ایپولیت نے اچانک اپنی آنکھیں جھکا لیں اور مسودے کو تھام لیا، پھر جھٹ اوپر دیکھا، اس کی چمکتی آنکھیں فردی‌شینکو پر گڑی ہوئی تھیں اور گال لال بھبھوکا ہو رہے تھے۔

''آپ مجھے قطعی پسند نہیں کرتے!''، اس نے کہا۔

اس رائے پر قہقہہ لگا، لیکن سننےوالوں کی اکثریت کی طرف سے نہیں۔ ایپولیت بری طرح سرخ ہو گیا۔

''ایپولیت''، پرنس نے کہا ''اپنا مسودہ تہہ کرلیجئے، مجھے دیجئے اور خود میرے کمرے میں جاکر سوجائیے۔ کل ہم سونے سے پہلے خوب باتیں کریں‌گے۔ اور دوسرے دن بھی بشرطیکہ آپ ان صفحات کو ہاتھ نہ لگائیں۔ کیا مرضی ہے؟''

''کیا یہ ممکن ہے؟''، ایپولیت نے اس کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''صاحبان!''، وہ ایک دفعہ پھر ہذیانی بےقراری سے بھڑک کر پکارا۔ ''یہ ایک لغو قصہ ہے جسے میں ٹھیک سے پیش نہ کر سکا۔ میں دوبارہ پڑھائی درمیان سے نہیں توڑوں‌گا۔ جو سننا چاہیں وہ سنیں...''

اس نے گلاس سے غٹ غٹ گھونٹ پانی پیا اور اپنی کہنیوں کو جلدی سے میز پر ٹکایا تاکہ اس کا چہرہ دیکھنےوالوں سے چھپا رہے۔ اور پھر پڑھنا شروع کیا۔ اس کی الجھن جلد دور ہو گئی۔

''یہ خیال کہ چند ہفتوں کی زندگی قابل زیست نہیں (وہ پڑھتا گیا) ایک مہینہ قبل میرے اندر جڑ پکڑ گیا، جب میرے پاس زندگی کے چار ہفتے رہ گئے تھے۔ لیکن اس خیال نے صرف تین دن قبل مجھے بےقابو کر دیا تھا جب میں پاولوفسک کی اس شام سے واپس لوٹا۔ یہ خیال میرے دماغ میں واقعی جاگزیں ہوا جب میں پرنس کے برآمدے میں تھا۔ اس وقت میں نے فیصلہ کیا کہ زندگی کو دوسرا اور آخری آزمائش کا موقع دوں گا۔ درختوں اور لوگوں کو دیکھنے کی لگن محسوس کی (میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے ایسا کہا تھا)، میں بہت مشتعل و برانگیختہ ہو گیا اور اپنے 'عزیز قریب، بردوفسکی کے حقوق کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور تصور کیا کہ دوسرے لوگ میرے لئے اپنی باہیں پھیلائیں گے، مجھے اپنی آغوش میں لینے کے لئے، مجھ سے کسی بات کی معافی مانگیں گے اور میں بھی ویسا ہی کروں گا۔ مختصراً میں ایک پرلے درجے کا بےوقوف نکلا۔ ان ساعتوں کے درمیان ایک آخری 'یقین کامل، مجھ میں بھڑک اٹھا۔ میں اپنے آپ سے حیرت سے پوچھتا ہوں کہ اس یقین کے بغیر گذشتہ پورے چھ مہینے کیوں کر جیتا رہا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک لاعلاج مدقوق ہوں۔ مجھے اپنی حالت کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ تھی بلکہ ایک واضح ادراک۔ تاہم میں جتنی اچھی طرح سمجھ رہا تھا اتنی ہی زندہ رہنے کی حرص بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے زندگی کو ایک تنکے کی طرح تھام لیا اور ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہتا تھا۔ مانتا ہوں کہ میرے اندر بڑی تلخی تھی اس اندھی اور بہری قسمت کے خلاف جس نے حکم دیا کہ مجھے بلا کوئی سبب بتائے ایک مکھی کی طرح مسل دیا جائے۔ لیکن فقط اس آزردگی پر ہی میرا خاتمہ کیوں نہیں ہو جاتا؟ میں نے حقیقت میں کیوں جینا شروع کیا، اس علم کے ساتھ کہ اب کسی چیز کو شروع کرنے میں کافی دیر ہو چکی ہے؟ اب جب میرے لئے آزمانے کی کوئی چیز نہیں رہ گئی میں نے کیوں ایک نئی آزمائش کا فیصلہ کیا ہے؟ اس دوران میں کچھ پڑھنے سے بھی مجھے رغبت نہیں رہ گئی۔ ایک کتاب بھی نہیں اور پڑھنا بالکل ترک کر دیا: فقط چھ مہینے کے لئے کچھ پڑھنے یا سیکھنے

کا کیا فائدہ؟ کئی مرتبہ اس خیال نے مجھے کتاب پھینک دینے پر مجبور کیا۔

''ہاں سامنےوالی میٹر کی دیوار کئی کہانیاں سنانا چاھتی ھے۔ میں نے اس پر بہت کچھ لکھا ھے۔ اس غلیظ دیوار پر ایک بھی دھبہ ایسا نہ تھا جس کا میں نے بغور مشاھدہ نہ کیا ھو۔ وہ کم‌بخت دیوار! پھر بھی وہ مجھے پاولوفسک کے سارے درختوں سے زیادہ عزیز ھے۔ غالباً عزیزتر کہنا چاھئے تھا، اگر ان سب چیزوں سے میں قطعی بےنیاز نہ ھو چکا ھوتا۔

''مجھے یاد ھے کس شوق و دلچسپی سے میں نے اس وقت ان کی زندگی کا مطالعہ شروع کیا۔ پہلے کبھی ایسی دلچسپی محسوس نہیں کی تھی۔ جب میں اتنا بیمار ھو گیا کہ اپنے کمرے سے بھی نہ نکل سکوں تو کبھی کبھی بےقراری سے بلکہ گالی کوسنے سے کولیا کا خیرمقدم کرتا۔ ادنی سے ادنی تفصیل کریدتا، ھر ایک افواہ سے اتنی گہری دلچسپی لیتا کہ شاید افواہ باز بن کر رہ گیا۔ مثال کے طور پر میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان لوگوں کے پاس اتنی ساری زندگی ھے، پھر بھی یہ امیر ھونا نہیں جانتے (یہ بات میں آج تک سمجھ نہ سکا)۔ میں ایک افلاس زدہ شخص کو جانتا تھا جو، مجھے پتہ چلا کہ بھوک سے مر گیا۔ مجھے یاد ھے یہ سنکر میں طیش میں آپے سے باھر ھو گیا۔ اگر اس بدبخت کو دوبارہ زندہ کیا جاسکتا تو عجیب نہیں کہ میں خود ھی اسے مار ڈالتا۔ کبھی کبھی مسلسل کئی ھفتے افاقہ ھوتا تو باھر گھوم پھر سکتا تھا۔ لیکن اخیر میں سڑکوں نے مجھ میں ایسی تلخی گھول دی تھی کہ میں کئی کئی دنوں تک باھر نہ نکلتا، گرچہ دوسروں کی طرح میں بھی چل پھر سکتا تھا۔ میں ان گھبرائے ھوئے، ھمیشہ فکرمند و ملول اور ستائے ھوئے لوگوں کے ھجوم کی دھکاپیل، جو فٹ پاتھ پر ادھر ادھر الجھتے چلتے ھیں، دیکھنا برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ آخر کیوں، کس لئے یہ ان کی مستقل اداسی، ھمیشہ کی پریشانی، دنیاداری؟ منہ چڑھائے ھوئے ایک دوسرے سے حسد؟ (کیونکہ وہ بغض و عناد سے بھرے ھوئے ھیں، فقط کینہ، بغض و عناد۔) ان کے ناشاد رھنے کا، زندگی کے لئے ان کی نااھلی کا ذمہ‌دار کون ھے؟ اگرچہ ان کے پاس جینے کو آگے کے ساٹھ برس پڑے

ھیں؟ زارنیتسن نے کیوں خود کو فاقوں سے مرنے دیا، حالانکہ ابھی اور ساٹھ سال جی سکتا تھا؟ جسے دیکھو وھی چیتھڑے لٹکائے، محنت سے گٹے پڑے ھوئے ھاتھ دکھاتا ھے اور غصے میں چیختا ھے: 'ھم بیلوں کی طرح مشقت کرتے رھتے ھیں۔ ھم کتوں کی طرح بھوکے اور بدحال ھیں! دوسرے لوگ نہ کام کریں، نہ محنت مشقت، لیکن وہ امیر ھیں!'، (ھمیشہ کی ایک ھی الاپ!) ان کے درمیان صبح سے رات گئے تک بھاگ دوڑ کرتا، مارا مارا پھرتا ایک 'شریف نسب' کا شکستہ حال ہونا ھے' کوئی ایوان فومچ سوریکوف نام کا، جو ھمارے گھر کے اوپر رھتا ھے — ھمیشہ پھٹےحالوں اور نامراد۔ وہ دوسروں کے حکم پر صبح سے رات گئے تک بھاگ دوڑ کرتا رھتا ھے۔ اس سے بات کیجئے اور وہ آپ سے کہےگا: 'میں غریب، ضرورت‌مند اور محتاج ھوں۔ میری بیوی مر گئی کیونکہ میرے پاس دوا کے پیسے نہیں تھے۔ میرا بچہ سردیوں میں ٹھنڈ کھا کر مرگیا، میری بڑی بیٹی ایک داشتہ بن گئی...' وہ ھمیشہ شکوہ شکایت کرتا اور ٹسوے بہاتا رھتا ھے! آہ میں نے ایسے بےوقوفوں کےلئے ذرا سا بھی رحم نہ پہلے کبھی محسوس کیا نہ اب اس وقت۔ میں بڑے فخر سے کہتا ھوں! وہ خود روتھشیلڈ کیوں نہیں ھے؟ یہ کس کا قصور ھے کہ اس کے پاس روتھشیلڈ کی طرح کروڑوں کی رقم نہیں یا چھرہ شاھی اشرفیاں نہیں، سونے کا اتنا اونچا پہاڑ سا ڈھیر نہیں، جتنا ماسلےنیتسا* کارنیوال میں لگا تھا؟ اگر وہ زندہ ھے تو ھر چیز اس کی دسترس میں ھے! اگر اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تو قصور کس کا؟

''اب میرے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اب غم و غصے کی بھی مجھے مہلت نہیں۔ لیکن تب، تب تو اتنا غصہ آتا تھا کہ پھر دھراتا ھوں، کہ سچ‌مچ اپنا تکیہ چبا ڈالتا، طیش کے مارے اپنا کمبل پھاڑ ڈالتا تھا۔ اوہ اس وقت میرا کیسا ارمان تھا، کیسی تمنا تھی کہ مجھے، اٹھارہ سال کے لڑکے کو، جس کے پاس نہ پورے کپڑے، نہ اوڑھنے بچھونے کا سامان، ھاتھ پکڑکے گھر سے ایکاایکی باھر نکال دیا جائے، بے گھر، بےدر، تن تنہا، بےروزگار، بےیارومددگار،

---

* ماسلےنیتسا — موسم سرما کو رخصت کرنے کا پرانا سلافی تہوار۔ (ایڈیٹر)

روٹی کے ٹکڑے کو محتاج، کسی بڑے شہر میں بغیر کسی صورت آشنا کے، دربدر کی ٹھوکریں کھاتا (یہ بہتر ہو!) لیکن تندرست، پھرتا اور پھر میں انھیں تماشہ دکھاتا...

''کیا دکھاتا؟

''اوہ، کیا تم واقعی سمجھے بیٹھے ہو کہ مجھے نہیں معلوم کہ یوں بھی اپنے اس ''بیان صفائی،، سے خود کو کیسے ذلیل و رسوا کرلیا ہے؟ کون ہے جو مجھے زندگی سے جاھل ایک بونا اور زندگی کے علم سے کورا نہیں سمجھےگا یہ بھول کر کہ میں اب اٹھارہ برس کا نہیں رھا اور یہ کہ ان چھ مہینوں میں جس طرح جیا ہوں اس کے معنی ھیں کسی کا بڑھاپے تک جینا! انھیں ھنسنے اور کہنے دیجئے کہ یہ سب قصہ کہانی ہے۔ بےشک میں ھر دم خود کو ایسے خیالی قصوں سے بہلاتا رھا ھوں۔ میں نے اپنی ساری ساری راتیں ان سے بھری ھیں۔ اور اب وہ سب مجھے یاد ھیں۔

''لیکن کیا اب مجھے پھر ایک سرے سے وھی قصے سنانے ہوں گے — اب، جب کہ قصوں کہانیوں کا وقت میرے لئے گزر چکا ہے؟ اور میں کس کو بتاؤں؟ انھوں نے تب میرا دل بہلایا جب مجھ پر یہ بات ظاھر ھوچکی تھی کہ یونانی صرف و نحو پڑھنا بھی مجھے منع ہے، اور سوچ بھی لیا تھا کہ 'میں ترکیب نحوی تک پہنچنے سے پہلے مر جاؤں گا!'، یہ سوچا اور کتاب میز کے نیچے پھینک دی۔ وہ اب بھی وھیں پڑی ہے۔ کیونکہ میں نے ملازمہ سے کہا کہ وھیں پڑی رہنے دے۔

''جن کے ھاتھ میرا یہ ''بیان،، لگے اور جن میں صبر و تحمل ھو کہ اسے شروع سے اخیر تک پڑھ سکیں، وہ چاھیں تو مجھے ایک پاگل سمجھیں یا ایک اسکولی لڑکا، یا غالباً ایسا کوئی جسے موت کی سزا سنا دی گئی ھو اور وہ قدرتی طور پر سوچتا ہے کہ دنیا کے باقی سب لوگ زندگی کی قدر و قیمت کرنے میں بڑی کم عقلی سے کام لیتے ھیں، اسے بےحد کاھلی و بےایمانی سے برباد کرنے کے عادی ھوگئے ھیں اور اسی لئے اس کے نااھل ھیں! اس سے کوئی آدمی بچا نہیں! اس سے کیا مطلب؟ میں برملا کہتا ھوں کہ میرا قاری غلطی پر ھوگا اور یہ کہ میرے یقین کا میرے موت کی سزا سنا دئے جانے سے کوئی علاقہ نہیں۔ لیجئے، ان سے محض یہ پوچھئے،

ان سبھوں سے، ایک ایک سے کہ خوشی و شادمانی سے ان کی کیا مراد ہے! یقین کیجئے کہ کولمبس نے جب امریکہ دریافت کرلیا تب شادکام نہیں تھا بلکہ جب اسے دریافت کررہا تھا، تب تھا۔ آپ یقین کیجئے کہ اس کی انتہائی مسرت و شادمانی کا لمحہ شاید نئی دنیا کی دریافت کے تین دن قبل آیا ہوگا جب اس کا باغی عملہ مایوس و نامراد ہوکر یورپ لوٹنے کے لئے اپنا جہاز گھمانے ہی والا تھا! نئی دنیا ہی ان کی منزل، ان کا مرحلہ نہ تھی، چاہے وہ سراسر ڈوب جاتی۔ کولمبس بھی جب وہ مرا تو شاید ہی اسے دیکھ پایا تھا۔ اسے ٹھیک ٹھیک خبر بھی نہ تھی کہ کیا دریافت کرلیا ہے۔ اصل مسئلہ ہے زندگی اور صرف زندگی — اس کی دریافت کی مسلسل، پیہم اور دائمی تلاش، نہ کہ فی‌الحقیقت خود دریافت! لیکن یہ سب کہنے سے کیا حاصل؟ گمان گزرتا ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اتنی فرسودہ اور دقیانوسی بات ہے کہ غالباً مجھے ایک نچلی جماعت کا طالب‌علم سمجھا جائے گا جو 'طلوع آفتاب' پر ایک مضمون لکھنے بیٹھا ہو۔ یا یہ کہ الفاظ کے قالب میں کچھ باتیں رکھنے کی ساری کاوش کے باوجود میں بیان میں ناکام رہا۔ تاہم اتنا اضافہ کروں گا کہ کوئی انسانی تخیل جو غیرمعمولی اچھوتاپن یا جدت کی خصوصیت رکھتا ہے، یا کوئی بھی سنجیدہ، وزنی خیال جو کسی شخص کے ذہن میں ابھرے، اس میں ہمیشہ کوئی ایسی بات بھی ہوگی جسے دوسروں تک پوری طرح پہنچایا نہیں جا سکتا، چاہے آپ اس پر پوری پوری جلدیں لکھ ڈالیں یا پینتیس برس تک اس کی شرح تفسیر کرتے رہیں۔ کوئی نہ کوئی چیز ہمیشہ ایسی رہ جائے گی جو آپ کے کاسۂ سر سے نکلنے سے انکار کردے گی اور ہمیشہ کے لئے وہیں ٹکی رہ جائے گی۔ آپ وہ کسی کو سونپے بغیر، اپنے ساتھ لئے مرجائیں گے اور وہی شاید آپ کے خیال کا اہم نکتہ ہو۔ لیکن اگر میں بھی ساری بات ذہن‌نشین کرانے میں نااہل رہا ہوں جو مجھے پچھلے چھ مہینوں سے اذیت پہنچاتی رہی ہے، تو لوگ کم‌ازکم اتنا ضرور سمجھ جائیں گے کہ شاید اس پختہ یقین کی، جہاں میں اب پہنچا ہوں، بھاری قیمت چکائی ہے۔ یہی ہے جس کو میں نے اپنے چند وجوہات کی بنا پر، اس ''بیان صفائی'' میں پیش کردینا لازم سمجھا۔

''بہرحال میرا بیان ابھی جاری رہے گا۔''

''میں جھوٹ بولنے کی خواہش نہیں رکھتا۔ زندگی کے حقائق نے اکثر میرے لئے ان چھ ماہ کے دوران بھی جال بچھائے ہیں اور کبھی کبھی مجھے اتنا الجھا لیا کہ میں اپنی موت کی سزا تک بھول گیا ہوں۔ یا شاید اس پر دھیان دینے کی پرواہ نہیں کی اور اپنے معاملات میں مصروف رہا۔ لہذا اپنے تب کے ماحول کے بارے میں یہ لکھا ہے۔ آٹھ ماہ قبل جب میں بہت بیمار پڑا تب میں نے اپنے سارے رشتے توڑ ڈالے اور اپنے پرانے دوستوں کو چھوڑ دیا۔ چونکہ مجھ میں ہمیشہ سے ایک اکل کھراپن رہا ہے میرے ساتھیوں نے مجھے آسانی سے فراموش کردیا۔ وہ یوں بھی مجھے بھول ہی سکتے تھے۔ گھر پر میری جگہ یعنی 'خاندان، میں بھی تنہائی پسند شخص کی تھی۔ کوئی پانچ مہینے قبل میں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے مقفل کرلیا، اس طرح دوسرے کمروں سے بالکل الگ تھلگ ہوگیا۔ جب دیکھئے میری بات مانی جاتی، کسی کو میرے کمرے میں داخل ہونے کی ہمت نہیں تھی، سوائے خاص خاص بتائے ہوئے اوقات میں صاف صفائی کے لئے اور کھانا لانے کے لئے۔ میری ماں میری ہدایات کو ڈرتے کانپتے پورا کرتی، جب کبھی میں اسے اندر آنے کی اجازت دیتا اسے رونے کراہنے کی بھی جرأت نہ ہوتی۔ وہ بچوں کو اکثر پیٹا کرتی تاکہ وہ شور نہ مچائیں اور مجھے پریشان نہ کریں پھر بھی میں ان کے شور و غل کی شکایت کرتا رہتا تھا۔ پھر بھلا انہیں مجھ سے کیا خاک محبت ہوتی! میں سمجھتا ہوں میں نے اپنے 'وفادار کولیا، کو جسے اس نام سے پکارتا ہوں، بہت زیادہ ہی ستایا ہوگا۔ وہ اب کچھ عرصہ سے مجھے ترکی بہ ترکی جواب دینے لگا ہے۔ بالکل فطری بات ہے۔ آدمی ایک دوسرے کو اذیت دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ میں نے یہ دیکھا کہ وہ میرے غصیلے پن کو برداشت کرتا ہے، جیسے اس نے طے کرلیا ہے کہ بیمار کی بات کا برا نہ مانا جائے۔ یہ بات فطری طور پر مجھے غصہ دلاتی تھی۔ میرا خیال ہے اس کے سر میں سمایا کہ پرنس کی نقل میں 'عیسائیت کا عجز و انکسار، اپنائے، جو کسی قدر مضحک ہوا کرتا ہے۔ وہ ایک نوجوان اور جوشیلا لڑکا ہے۔ ظاہر

بات ہے کہ دوسروں کی نقل کرتا ہے۔ میں کبھی کبھی یہ سوچتا تھا کہ اب اس کے لئے اپنا دماغ بھی استعمال کرنے کا وقت آگیا ہے۔ واقعی میں اس کا بہت گرویدہ ہوں۔ میں نے سوریکوف کو بھی کچھ کم اذیت نہیں دی جو ہمارے اوپر کے مکان میں رہتا تھا اور ہمیشہ صبح سے رات گئے تک اوروں کے کام سے دوڑتا پھرتا تھا۔ میں اکثر اس پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا کہ غریب رہنا خود اس کا قصور ہے۔ اسی لئے اخیر میں وہ اتنا ڈر گیا کہ میرے پاس آنا چھوڑ دیا۔ وہ ایک بےزبان آدمی تھا، بےحد مسکین و منکسرمزاج (نوٹ: وہ کہتے ہیں خاکساری ایک زبردست قوت ہے۔ میں پرنس سے اس کے متعلق پوچھوں گا۔ کیونکہ یہ خود انھی کا فقرہ ہے) ۔ لیکن مارچ میں ایک دن میں اس کے 'ٹھنڈ سے مرے ہوئے بچے،' کو (جیسا کہ خود اس نے بتایا) دیکھنے اوپر کی منزل پر گیا۔ اور اس کے مردے پر بےساختہ مسکرا دیا کیونکہ میں نے دوبارہ سوریکوف کو سمجھانا شروع کیا کہ یہ خود اس کا قصور تھا۔ اس کا ہونٹ دفعتاً کانپنے لگا۔ ایک ہاتھ سے میرا شانہ پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے دروازہ دکھاتے ہوئے اس نے دھیمی آواز بلکہ تقریباً سرگوشی سے کہا 'جائیے جناب!'، میں باہر نکل آیا۔ اور مجھے، کہنا چاہئے، مزہ آیا۔ اس وقت مجھے مزہ آیا۔ اور بالکل اس لمحے بھی جب وہ مجھے گھر سے نکال رہا تھا۔ لیکن بعد میں ایک طویل عرصے تک اس کے الفاظ جب کبھی میں نے یاد کئے میرے اندر ایک تکلیف‌دہ احساس ابھرا — اس کے لئے ایک قسم کا عجیب اور حقارت‌آمیز رحم جسے میں قطعی محسوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس توہین کے موقع پر بھی (میں سمجھتا ہوں کہ اس کی توہین کی گو میرا ایسا ارادہ نہ تھا) اس دم بھی وہ آدمی اپنے حواس نہ کھو سکا! وہ غصہ نہیں تھا جس سے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے، میں قسم کھا سکتا ہوں۔ اس نے میرا بازو پکڑ لیا اور خفا ہوئے بغیر، بڑے سلیقے سے صرف 'جائیے، ادا کیا۔ اس میں ایک وضعداری تھی بلکہ حد سے زیادہ وضعداری جو اسے قطعی زیب نہیں دیتی تھی (اس قدر کہ خاصا مسخراپن لگتا تھا) لیکن غصہ نہیں تھا۔ شاید اس نے ایک فوری حقارت میرے لئے محسوس کی۔ اس کے بعد وہ دو تین مرتبہ مجھے زینے پر ملا۔ ہر بار احتراماً اپنی ٹوپی اتار کر سلام کرتا

جو پہلے کبھی نہیں کرتا تھا۔ مگر پہلے کی طرح کبھی رکا نہیں، بلکہ زناٹے کے ساتھ پریشانی کے عالم میں برابر سے گزر جاتا۔ اگر اس کے دل میں میرے لئے حقارت بھی تھی تو اس کے اپنے انداز میں، ایک 'مسکین سی حقارت'۔ وہ ادب سے اپنی ٹوپی شاید اس لئے اتارتا ہوگا کہ میں اس کی قرض خواہ کا بیٹا تھا۔ وہ برابر میری ماں کا مقروض رہا کرتا اور کبھی قرض سے سبک‌دوش نہ ہو سکا۔ یہی وجہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ میں نے چاہا کہ اس سے صلح صفائی کرلوں مگر میں جانتا تھا کہ وہ صرف دس منٹ کے اندر مجھ سے معذرت کرنے لگے گا، اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ اسے یوں‌ہی چھوڑ دینا بہتر ہوگا۔

''اسی دوران یعنی وسط مارچ میں جب سوریکوف نے اپنے بچے کو 'ٹھنڈ سے مرنے دیا، میری طبیعت اچانک نجانے کیوں ہلکی ہونے لگی۔ یہ بہتری تقریباً پندرہ دن تک رہی۔ میں گھر سے باہر جانے لگا، عموماً جھٹپٹے کے وقت۔ میں مارچ کے جھٹپٹے کو پسند کرتا تھا، جب سردی اثر کرنے لگتی ہے اور سڑک کی گیس کی روشنیاں جل اٹھتی ہیں۔ کبھی کبھی میں سیر کرتا دور نکل جاتا۔ ایک شام میں شیستی‌لاوچنی اسٹریٹ سے گزر رہا تھا، اندھیرے میں 'شریفوں، میں کا ایک نوجوان برابر سے گزر گیا جسے میں ٹھیک طور پر نہ دیکھ پایا۔ وہ کوئی چیز ایک کاغذ کے پارسل میں لئے جارہا تھا اور خستہ‌سا کوٹ پہنے ہوئے تھا جو اس کے قامت کے لحاظ سے بہت چھوٹا اور موسم کے اعتبار سے بہت ہلکا تھا۔ جب وہ مجھ سے قریباً دس قدم آگے روشنی کے کھمبے کے برابر ہوا، میں نے دیکھا کوئی چیز اس کی جیب سے گری۔ میں نے اسے اٹھانے میں جلدی کی اور بروقت ایسا کیا کیونکہ کوئی اور شخص بھی جو لمبا کفتان پہنے تھا اسی طرف لپکا، مگر وہ شے میرے ہاتھ میں دیکھ‌کر مجھ سے الجھا نہیں، میرے ہاتھوں پر ایک سرسری نظر ڈالی اور کھسک گیا۔ وہ چیز ایک بڑاسا پرانی وضع کا چرمی کاغذی بٹوہ تھا جو پورا ٹھساٹھس بھرا تھا۔ ایک نظر میں اندازہ ہوگیا کہ چاہے کچھ بھرا ہو لیکن اس میں نوٹ نہیں ہیں۔ وہ راہ‌گیر جس نے بٹوہ کھویا تھا مجھ سے چالیس قدم آگے جا چکا تھا اور جلد ہی ہجوم میں کھو گیا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا، اسے آواز بھی دی، لیکن چونکہ

میں صرف 'او او ' کرکے پکار سکتا تھا اس نے پیچھے مڑکر دیکھا بھی نہیں ۔ ناگاہ وہ بائیں ھاتھ کے ایک پھاٹک کی طرف لپکا ۔ میں ادھر دوڑ پڑا لیکن اندھیرے میں کچھ شناخت نہ کرسکا ۔ وہ گھر کافی لمبا چوڑا تھا، سٹہ‌بازوں کے تعمیرکردہ ان بڑے مکانات میں سے ایک جنھیں چھوٹے چھوٹے فلیٹوں میں تقسیم کردیا گیا ہو، جن کی تعداد کبھی کبھی سو تک پہنچ جاتی ہے ۔ جب میں ایک نہایت وسیع صحن‌خانے میں داخل ھوا میں نے بہت دور دائیں کونے میں کسی کو بھانپ لیا، گو تاریکی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا ۔ کونے پر پہنچ کر میں نے ایک دروازہ دیکھا جو ایک تنگ، غلیظ اور اندھیرے سے زینے کی طرف جاتا تھا ۔ قدموں کی تیزرفتار چاپ مجھے اوپر سے سنائی دی ۔ اس لئے میں زینے پر چڑھا، اس امید پر کہ جب وہ اس کا دروازہ کھول رھا ھو میں اسے جالوں ۔ اور ایسا ھی ھوا ۔ سیڑھیاں بہت تنگ تھیں اور بیشمار، چڑھتے چڑھتے میری سانس پھول گئی ۔ ایک دروازہ چوتھے منزلے پر کھلا اور بند ھوگیا ۔ مجھے اس وقت پتہ چلا جب میں تین ٹپہ نیچے تھا ۔ کئی منٹ گزر گئے جب میں اس منزل پر پہنچا، اپنی سانس سیڑھیوں کے چبوترے پر بحال کی اور گھنٹی کو ٹٹولا ۔ دروازہ ایک معمولی حیثیت کی عورت نے کھولا جو تنگ سے باورچی‌خانے میں سماوار گرم کررھی تھی ۔ اس نے چپ چاپ، ایک لفظ سمجھے بغیر، میرے سوالات سنے اور خاموشی سے برابر کے کمرے کا دروازہ کھولا ۔ وہ بھی چھوٹا سا تھا، چھتیں بہت نیچی تھیں اور خراب سا ضروری فرنیچر لگا تھا ۔ ایک پردے کے پیچھے نہایت لمبا چوڑا بستر جس پر کوئی 'تیرینتیچ'، لیٹا ھوا تھا (عورت نے اسی طرح اسے پکارا) جو لگتا تھا خوب پئے ھوئے ہے ۔ میز پر ایک آھنی شمعدان میں روغنی شمع کی روشنی چرچرا رھی تھی، وادکا کا ایک ادھا بھی رکھا تھا تقریباً خالی ۔ وہ شخص ناراضی سے کچھ بڑبڑایا اور برابر کے دروازے کی طرف ھاتھ سے اشارہ کیا، عورت چلی گئی ۔ میرے لئے سوائے دروازہ کھولنے کے کوئی چارہ نہ تھا ۔ میں نے ایسا ھی کیا اور دوسرے دروازے سے اندر داخل ھوگیا ۔

"یہ کمرہ پہلےوالے سے بھی چھوٹا تھا اور چلنے پھرنے تک کی گنجائش نہ تھی ۔ ایک تنگ، ایک آدمی کی سائز کا چھوٹا

پلنگ کونے میں بہت کافی جگہ گھیرے ہوئے تھا۔ اس کے علاوہ صرف تین سادہ کرسیوں کا فرنیچر، ہر ایک پر چیتھڑوں کا ایک انبار۔ سادہ سی باورچی‌خانے کی میز کے سامنے ایک خستہ حال صوفہ تھا جس پر کسی زمانے کا سوم جامہ کپڑا چڑھا تھا۔ بستر اور میز کے درمیان سے بھنچ بھنچا کر گزرنا بھی تقریباً ناممکن تھا۔ پہلے کمرے کی طرح یہاں بھی میز پر ایک آہنی شمعدان میں چربی کی شمع جل رہی تھی۔ بستر پر ایک ننھا بچہ چلا رہا تھا، اس کے رونے سے اندازہ ہوتا کہ وہ غالباً تین ہفتے سے زیادہ کا نہ ہوگا، جسے ایک پیلے چہرے کی روگی عورت کپڑے کی پٹیاں لپیٹ رہی تھی، وہ خود بظاہر نوعمر اور نیم عریاں تھی۔ ایک نظر میں پتہ چلتا کہ زچگی سے ابھی اٹھنے‌والی ہے۔ بچہ چپ نہیں ہوتا تھا، چلاتا ہی جا رہا تھا ماں کی لاغر چھاتیوں کی طلب میں۔ دوسرا بچہ صوفے پر سو رہا تھا، تین سال کی بچی جو دیکھنے میں کسی کا شام والا کوٹ اوڑھے تھی۔ میز کے پاس ایک شخص کھڑا تھا فرسودہ تار تار فراک کوٹ ڈاٹے (اس نے اپنا اوورکوٹ ابھی اتارکر بستر پر ڈالا ہوگا)، جو ایک نیلے کاغذ کا پارسل کھول رہا تھا جس میں دو پاؤنڈ کی سفید روٹی اور ایک جوڑ چھوٹے ساسیج تھے۔ میز پر ایک چائے‌دانی اور سیاہ روٹی کے چند ٹکڑے تھے۔ ایک کھلا ہوا چمڑے کا بیگ بستر کے نیچے سے باہر کو نکلا ہوا تھا۔ علاوہ اس کے چیتھڑوں کے دو بنڈل۔

''مختصراً وہ جگہ ردی حالت میں تھی۔ میرا پہلا تاثر یہ تھا کہ وہ دونوں — وہ خاتون اور مرد — امیرانہ ٹھاٹ کے لوگ رہے ہوں‌گے جو مفلسی پر اس درجے تک محتاج ہوگئے کہ خود بگاڑ یا بے‌ترتیبی اخیر میں اس سے نپٹنے کی ہر کوشش کو شکست دیتی، بلکہ لوگوں کو مجبور کرتی ہے کہ روزبروز بڑھتی ہوئی اس بے‌ترتیبی پر گویا انتقاماً ایک قسم کا تلخ اور کڑوا کسیلا لطف بھی حاصل کرنے لگتے ہیں۔

''جب میں داخل ہوا تو وہ شخص جو ظاہر ہے مجھ سے ذرا پہلے پہنچا اور پکوان کا پیکٹ کھولنے میں مصروف رہا تھا اپنی بیوی سے گرم ہوکر جلدی جلدی کچھ بول رہا تھا، وہ بچے کو کپڑوں میں لپیٹنے میں لگی تھی مگر اسے ٹسوے بہانے کا موقع

مل گیا۔ وہ حسب‌معمول بری خبر لایا ہوگا۔ دیکھنے میں اس اٹھائیس سالہ شخص کا چہرہ سوکھا اور سانولا اور سیاہ گل مچھوں کے چوکھٹے میں تھا۔ ٹھوڑی صفاچٹ ہونے سے چہرہ سجا بنا دکھائی دیا بلکہ خوشنما بھی، لیکن وہ اداس اور تیکھی نگاہیں جن میں ایک بیمار خودپسندی کی جھلک تھی جو بہت آسانی سے بھڑک سکتی تھی۔ میں نے اندر قدم رکھا تو ایک عجیب تماشہ ہوا۔

''کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی زودرنجی سے غیرمعمولی لطف حاصل کرتے ہیں۔ خاص طور پر جب ان کی بیمار زودحسی تیزی سے کچوکا لگاتی ہے (جو چشم‌زدن میں واقع ہوتی ہے)۔ ایسے لمحوں میں یوں لگتا ہے کہ دل کو چوٹ نہ لگنے کی بہ نسبت وہ چوٹ لگنے میں زیادہ فرحت محسوس کرتے ہیں۔ بے‌شک ایسے چڑچڑے اور تنک مزاج لوگ بعد میں بےحد ندامت محسوس کرتے ہیں، بشرطے کہ وہ ذہین تو ہوں اور اس بات کو سمجھ جاتے ہیں کہ انہیں جتنا بگڑنا چاہئے تھا وہ اس سے دس گنا زیادہ بپھر گئے تھے۔ کچھ دیر وہ شخص حیرت سے مجھے گھورتا رہا اور اس کی بیوی خوف و دہشت سے، جیسے کسی کا ان کے ہاں چلا آنا ایک نہایت عجیب بات تھی۔ پھر وہ یک‌بیک مجھ پر تقریباً دیوانگی سے جھپٹ پڑا۔ ابھی دو لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکلے ہوں گے کہ ایک سفید پوش آدمی کو بےتکلفی سے اپنے مکان میں داخل ہونے اور اسے ایسے غلیظ و قابل‌نفرت ماحول میں جس پر خود شرمندہ تھا دیکھنے کی جسارت پر بڑا رنج ہوا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا جس پر وہ اپنی خستہ‌حالی کا سارا غم و غصہ اتار سکتا تو یقیناً اسے خوشی ہوتی۔ ایک لمحے کےلئے خیال گزرا کہ وہ مجھ پر حملہ کر دے‌گا۔ لیکن وہ زرد پڑ گیا جیسے کوئی عورت خفقانی کیفیت میں ہو، اپنی بیوی کو بری طرح دہشت زدہ کردیا۔

'' 'اس طرح اندر آنے کی تمھیں جرأت کیسے ہوئی؟ نکلو باہر!'، غصے سے کانپتے اور بمشکل اپنے الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ چیخا۔ لیکن ناگاہ اس کی نظریں اپنے بٹوے پر پڑیں جو میرے ہاتھ میں تھا۔

'' 'میں جانوں آپ سے گرا ہے یہ، میں نے حد درجہ اطمینان اور روکھے‌پن سے کہا (یہی مناسب بھی تھا)۔

''کچھ دیر وہ مختل و بدحواس کھڑا رہا جیسے کوئی بات سمجھنے کے قابل نہ ہو۔ پھر اس نے اپنی بغلی جیب پر ہاتھ مارا۔ اس کے جبڑے تھرتھرا کر گر گئے۔

'' 'یا خدا! آپ کو کہاں ملا؟'

''میں نے کم سے کم الفاظ میں، رکھائی سے جو میرے اسکان میں تھا، وضاحت کی کہ کس طرح بٹوہ اٹھایا اور اس کے پیچھے دوڑا، اسے پکارا اور کس طرح قیاس سے اپنا راستہ تقریباً ٹٹولتے ہوئے اوپر تک اس کا پیچھا کیا۔

'' 'یا خدا!' وہ چیخا اور بیوی سے مخاطب ہوا 'اس میں میرے سارے کاغذات ہیں۔ میرے آخری اوزار تک — ہر چیز... اوہ میرے سرکار، کرم‌فرما، کیا آپ کو اندازہ ہے آپ نے مجھ پر کتنا احسان کیا ہے؟ ورنہ میں ختم ہو جاتا!'

''اس اثنا میں نے دروازے کی کڑی تھام رکھی تھی کہ اسے جواب دئے بغیر نکل جاؤں۔ میرا دم پھول گیا تھا۔ سخت بےچینی کی وجہ سے کھانسی کا دورہ پڑا، اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص کمرے میں ادھر ادھر خالی کرسی کےلئے جھپٹ رہا تھا۔ اخیر میں چیتھڑے فرش پر پھینک کر ایک کرسی اٹھائی اور احتیاط سے مجھے اس پر بٹھا دیا۔ کھانسی کا دورہ کوئی تین منٹ اور چلا۔ جب ہوش میں آیا تو وہ میرے برابر ایک کرسی پر جسے اس نے اسی طرح خالی کیا ہوگا بیٹھا تھا اور مجھے بڑی توجہ و انہماک سے دیکھ رہا تھا۔

'' 'آپ معلوم ہوتا ہے... تکلیف میں ہیں...' جس طرح ڈاکٹر عموماً کسی بیمار کی مزاج پرسی کرتا ہے، ویسے ہی اس نے تسلی‌آمیز لہجے میں کہا۔ 'میں ایک طبی آدمی ہوں' (اس نے ڈاکٹر نہیں کہا)۔ ان الفاظ کے ساتھ اپنا ایک ہاتھ کمرے کی طرف اشارہ کرکے ہلایا جیسے اپنی موجودہ حالت پر احتجاج کررہا ہو۔ 'میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ...'

'' 'ایک مدقوق،' میں نے ہر ممکن بےاعتنائی سے کہا اور اٹھا۔

''وہ بھی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

'' 'شاید آپ مبالغے سے کام لے رہے ہیں۔ اور مناسب علاج

سے اگر کام...، وہ بڑی پراگندگی کے عالم میں تھا اور اپنے منتشر حواس کو اکٹھا کرنے کے قابل نہ تھا۔ بٹوہ اب بھی اس نے بائیں ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔

''براہ کرم میری فکر نہ کریں، میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اور دروازے کے دستے کو پکڑتے ہوئے کہا۔ 'ب۔ نے میری جانچ پچھلے ہفتے کی تھی (دوبارہ مجھے اس کا ذکر کرنا پڑا) اور میرا کام تمام ہونےوالا ہے، معاف کیجئے۔ '

''میں دروازہ کھولنے اور اس بوکھلائے ہوئے، شکرگذار و شرمسار ڈاکٹر سے رخصت لینے ہی والا تھا کہ کمبخت کھانسی نے مجھے دوبارہ مغلوب کرلیا۔ اس وقت میرے ڈاکٹر نے اصرار کیا کہ دوبارہ بیٹھ جاؤں اور اپنے آپ کو سنبھالوں۔ وہ اپنی بیوی سے مخاطب ہوا جس نے وہیں کھڑے کھڑے چند الفاظ میں میرا شکریہ ادا کیا۔ ایسا کرتے وقت وہ بہت بوکھلائی ہوئی تھی۔ اس کے پتلے زردی مائل رخساروں پر ہلکا سا رنگ آگیا۔ میں ٹھیرا تو، لیکن ایک ایسے انداز سے کہ پتہ چلے کہ میں انھیں تکلیف دینے میں ناگواری سے ڈرتا ہوں (یہی مناسب تھا)۔ اخیر میں ڈاکٹر کا پچھتاوا، مجھے اندازہ ہوا، بےحد تکلیف‌دہ ہوتا گیا۔

'' 'اگر...، اس نے کہنا شروع کیا لیکن پھر سلسلہ ٹوٹ گیا اور کسی قدر بےربطی سے پھر شروع کیا۔ 'میں بےحد مشکور ہوں اور آپ کے ساتھ میرا برتاؤ... میں کتنی غلطی پر تھا... میں... آپ جانتے ہیں...، وہ کہتا گیا، کمرے کی حالت دوبارہ دکھاتے ہوئے 'میں اس وقت ایسی حالت میں ہوں...،

'' 'اوہ، میں نے کہا 'یہ بالکل ظاہر اور عام واقعہ ہے۔ آپ نے اپنی ملازمت کھو دی ہوگی اور یہاں آئے کہ معاملات کو صاف کرسکیں اور دوسری ملازمت حاصل کریں۔ '

'' 'کیسے — آپ کو کیسے معلوم؟، اس نے حیرت سے پوچھا۔

'' 'ایک شخص پہلی نظر میں بتا سکتا ہے، میں نے ایک غیرارادی تمسخر سے کہا۔ 'بہت سے لوگ دیہاتوں سے امید لئے آتے ہیں۔ شہر میں دوڑ بھاگ کرتے ہیں۔ اور اسی وضع سے رہتے ہیں۔ '

''اس نے یکایک گرمجوشی سے بولنا شروع کیا۔ ہونٹ کانپ

رہے تھے۔ جب اس نے اپنی رام کہانی سنائی مجھے اقرار کرنا چاہئے کہ اس نے مجھ میں دلچسپی پیدا کی اور میں قریباً ایک گھنٹے تک ٹھیرا رہا۔ وہ کہانی ایک بہت عام کہانی تھی۔ وہ کسی ضلع میں ایک معالج تھا۔ سرکاری عہدہ رکھتا تھا۔ مگر سازشوں کا شکار ہوا، اس کی بیوی بھی لپیٹ میں آگئی۔ وہ اپنی خودداری پر اڑا رہا۔ اور غصہ کرتے کرتے تنگ آگیا۔ حکام ضلع کی بدلی ہوگئی جو اس کے دشمنوں کے موافق پڑی۔ ریشہ دوانیاں شروع ہوئیں اور اس کے خلاف شکایات کا انبار لگ گیا۔ ملازمت جاتی رہی۔ آخری سبیل کے طور پر پیٹرسبورگ آیا تاکہ نظرثانی کی درخواست اور صفائی پیش کرے۔ شنوائی میں جیسا کہ عموماً ہوتا ہے، کافی انتظار کرنا پڑا اور جب اس کی منظوری ملی تو اپیل مسترد ہوگئی۔ پھر اسے امیدوں کا سبز باغ دکھایا گیا، اس کے بعد سخت اور کورا جواب۔ پھر اسے ہدایت دی گئی کہ ایک تحریری بیان صفائی پیش کرے، جو آخر قبول نہ ہوا۔ پھر دوبارہ کہا گیا کہ درخواست پیش کرے۔ اجمالاً اس بھاگ دوڑ میں چار ماہ نکل گئے اور سارا سرمایہ کھا پی کر برابر ہوا۔ بیوی کے آخری کپڑے تک رہن رکھ دئیے گئے۔ ایسے عالم میں بچہ پیدا ہوگیا۔ 'بالکل اسی روز، میری عرضداشت آخری بار مسترد ہوگئی۔ گھر میں روٹی کا ٹکڑا نہیں، کچھ بھی نہیں بچا۔ اس پر بیوی کی زچگی اور میں... میں...'

''وہ اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہوگیا اور منہ پھیر لیا۔ بیوی ایک کونے میں سسکیاں لےرہی تھی۔ بچے نے دوبارہ چلانا شروع کیا۔ میں نے اپنی نوٹ‌بک نکالی اور اس میں کچھ اندراج کیا۔ جب میں نے لکھنا بند کیا وہ میرے سامنے ایک گھبرائی ہوئی متجسس نظروں سے دیکھتا کھڑا رہا۔

'' 'میں نے آپ کا نام لکھ لیا ہے، میں نے کہا۔ 'اور دوسری باتیں بھی: آپ کی ملازمت کا مقام، گورنر کا نام، تاریخ، مہینے۔ میرا ایک دوست ہے، اسکول کا دوست بخموتوف نام کا، جس کے چچا پیوتر ماتوئیچ بخموتوف ایک اعلا عہدہ پر سرکاری افسر اور ڈائرکٹر...'

۳۸۰

''پیوتر ماتوئیچ بخموتوف!، میرا ڈاکٹر تقریباً کانپتے ہوئے پکارا۔ 'ارے وہی تو ہیں جن پر سب کچھ منحصر ہے!،

''درحقیقت، اس شخص کے معاملے کا اگلا سلسلہ اور اس کا خوش انجام سب کچھ جسے وہاں تک لانے کا اتفاق مجھے ہوا کچھ اس طرح پورا ہوا جیسے منصوبے سے کیا گیا ہو، ایک ناول میں جس طرح ہوتا ہے۔ میں نے ان بیچاروں سے کہا کہ مجھ سے کوئی امید رکھنے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ میں محض جمنازیم کا ایک غریب طالب‌علم ہوں (میں نے جان بوجھ کر اپنی ادنا حالت پر زور دیا۔ میں نے اپنی پڑھائی مکمل کرلی تھی۔ اور اب جمنازیم کا طالب علم نہیں ہوں)۔ میرا اپنا نام بھی غیراہم تھا۔ میں اس وقت صدرمقام کے واسیلیفسکی جزیرےوالے علاقے کی طرف فوراً چل دوں‌گا تاکہ اپنے اسکولی دوست بخموتوف سے ملوں، اور چونکہ میں یقین سے جانتا تھا کہ اس کا چچا ایک اعلا رتبہ سرکاری افسر، مجرد و بےاولاد ہے، اپنے بھتیجے کو بےانتہا چاہتا ہے، پرستش کی حد تک اور ان کے شریف خاندان کے آخری نوعمر چشم و چراغ ہونے کے ناطے اس سے جنون کی حد تک محبت کرتا ہے — تب 'شاید میرا دوست اپنے چچا کے ذریعے آپ کےلئے کچھ کر سکےگا اور بےشک میرے لئے بھی...،

''کاش مجھے صرف ایک دفعہ شرف باریابی عطا ہوجائے کہ ہر بات ہز ایکسلینسی کو سمجھا سکوں! کاش مجھے یہ سب زبانی گوش گذار کرنے کا موقع عنایت ہو!، وہ پکار اٹھا، یوں کانپتے ہوئے جیسے اسے حرارت ہو۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے حقیقتاً 'عنایت، کہا۔ یہ دہراتے ہوئے کہ معاملے میں قطعی کچھ نہیں، نام کو نہیں اور سب کچھ آناً فاناً صاف ہوجائےگا میں نے اضافہ کیا کہ اگر میں آئندہ صبح حاضر نہ ہوسکا تو ہر چیز کا خاتمہ سمجھئے، آگے کوئی امید نہ رکھئے۔ تقریباً پھولے نہ سماتے ہوئے انہوں نے مجھے جھک کر رخصت کیا۔ میں ان کے چہروں کے تاثرات ہرگز نہ بھول سکوں‌گا۔ میں نے ایک گھوڑا گاڑی لی اور سیدھا واسیلیفسکی جزیرے کی طرف چل پڑا۔

''جمنازیم میں بخموتوف کے ساتھ میری مستقل عداوت رہی تھی۔ ہم سب اسے اشراف و خواص میں سمجھتے تھے، کم‌از کم ہ ن

تو اسے بھی کہا کرتا۔ وہ ہمیشہ خوش لباس رہتا اور ذاتی گھوڑا گاڑی میں اسکول آیا کرتا تھا۔ تاہم وہ دولت کا گھمنڈی ذرا بھی نہ تھا بلکہ ایک اچھا بےتکلف یار۔ اکثر زندہ‌دل بلکہ بڑا ظریف‌الطبع، اگرچہ وہ بہت ذہین نہ تھا، پھر بھی ہمیشہ کلاس میں اول رہا کرتا تھا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں کبھی کسی چیز میں اول نہیں رہا۔ وہ ہمارے اسکول کے سب لڑکوں میں مجھے چھوڑ کر بڑا ہر دلعزیز تھا۔ ان چند برسوں کے دوران وہ کئی بار میرے پاس آیا۔ لیکن ہر مرتبہ جب وہ آتا میں اکھڑپن اور تنک‌مزاجی سے منہ پھیر لیتا۔ اب ایک سال ہونے کو آیا کہ میں نے اس کی صورت نہیں دیکھی۔ وہ یونیورسٹی میں تھا۔ جب میں اس کے گھر قریباً آٹھ بجے کے بعد داخل ہوا (یہ سب بڑے تکلفات و آداب کے ساتھ ہوا۔ میرا نام اندر پہنچایا گیا) وہ مجھے حیرت سے لیکن کچھ زیادہ مہربانی سے نہیں ملا۔ مگر ذرا میں بشاش ہو گیا۔ مجھے دیکھتے دیکھتے قہقہے لگانے لگا۔

''تیرنتئیف، کیا ہوا جو آپ کو یہاں میرے پاس آنے کا خیال آگیا؟، وہ اپنے حسب معمول بےتکلفانہ انداز میں پکارا جو کبھی کبھی بےباکی کے قریب آجاتا لیکن دل شکن ہرگز نہ ہوتا۔ اس کی یہ خصوصیت مجھے ہمیشہ سے پسند تھی اور اسی کے سبب نفرت بھی ہوتی تھی۔ 'لیکن آخر آپ کو یہ ہوا کیا ہے؟، وہ مضطرب ہو کر چلایا 'آپ کافی بیمار دکھائی دیتے ہیں!،

''کھانسی کے ایک دورے نے مجھے پھر جھنجھوڑ ڈالا۔ میں ایک کرسی پر گرپڑا اور سانس تھامنے لگا۔

''سب کچھ ٹھیک ہے۔ صرف دق ہے، میں نے کہا 'آپ سے ایک درخواست کرنے آیا ہوں۔،

''وہ اچنبھے میں بیٹھ گیا۔ اور میں نے ڈاکٹر کی ساری کہانی سنائی اور وضاحت کی کہ بخموتوف اپنے چچا پر غیر معمولی اثر سے کام لے کر شاید اس شخص کی کچھ مدد کردے۔

''میں کروں گا۔ یقیناً اور قطعی کروں گا۔ کل اپنے چچا سے نپٹ لوں گا۔ بلکہ مجھے تو بہت خوشی بھی ہوگی۔ اور پھر آپ نے سب کچھ بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ مگر ہاں تیرنتئیف آپ کو یہاں میرے پاس آنے کا خیال کیسے آیا؟،

''کیونکہ بہت کچھ آپ کے چچا پر منحصر ہے۔ اور پھر میں اور آپ ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں، بخموتوف۔ چونکہ آپ ایک شریف وضعدار شخص ہیں، میں نے سوچا آپ دشمن کی بات نہیں ٹالیں گے، میں نے طنزاً اضافہ کیا۔

''جس طریقے سے نپولین نے برطانیہ کو خطاب کیا تھا!، وہ قہقہہ مارتے ہوئے بولا۔ 'میں ضرور یہ کام کردوں گا، نپٹ لوں گا۔ ممکن ہوا تو ابھی اسی وقت جاؤں گا!، اس نے جلدی سے اضافہ کیا جب دیکھا کہ گمبھیر ہوکر اپنی جگہ سے اٹھ چکا ہوں۔

''امید کے مطابق وہ معاملہ خلاف توقع بےحد اطمینان بخش طریقے پر طے ہوگیا۔ ڈیڑھ مہینے کے اندر ہمارے ڈاکٹر کا ایک دوسرے ضلع میں کسی اسانی پر تقرر ہوا۔ اور اسے سفر خرچ بھی دیا گیا بلکہ رقم کا عطیہ بھی۔ میں گمان کرتا ہوں کہ بخموتوف جس نے اکثر ڈاکٹر کے ہاں آنا جانا شروع کیا (اس وجہ سے میں نے اپنی ملاقاتیں قصداً ترک کردیں۔ بلکہ جب ڈاکٹر مجھ سے ملنے آیا کرتا تو میں اس سے بڑی سردمہری سے ملتا)، بخموتوف نے جیسا میں نے گمان کیا ڈاکٹر کو راضی کیا کہ وہ قرض کی رقم قبول کرلے۔ ان چھ ہفتوں کے دوران میں بخموتوف سے دو مرتبہ ملا۔ اور پھر تیسری مرتبہ ایک الوداعی پارٹی میں ڈنر شمپین کے ساتھ جو ڈاکٹر کے لئے بخموتوف کے گھر پر ہوئی تھی۔ یہاں ڈاکٹر کی بیوی بچے کو سنبھالنے کی خاطر جلد ہی ڈنر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اوائل مئی کی ایک سہانی شام تھی جب سورج کی بڑی گیند خلیج میں اتر رہی تھی بخموتوف مجھے گھر تک چھوڑنے آیا۔ ہم نکولائی‌فسکی پل کے راستے چلے۔ دونوں بہت سرخوش تھے۔ بخموتوف نے اس معاملے کے کامیاب انجام پر دلی خوشی کا اظہار کیا۔ میرا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ اس نیک کام کی تکمیل پر مسرت محسوس ہوئی۔ اور یقین دلایا کہ اس کا سہرا میرے سر جاتا ہے۔ وہ کہتا گیا کہ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو تلقین کرتے ہیں کہ انفرادی نیکی کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ مجھے بھی اپنی بات کہنے کا شوق ہوا۔

''کوئی بھی شخص جو انفرادی نکوکاری پر حملہ کرتا ہے، میں نے شروع کیا 'آدمی کی فطرت پر حملہ کرتا ہے اور اس کی

انفرادی عظمت سے نفرت کرتا ہے۔ تاہم سماجی نکوکاری کی تنظیم اور شخصی آزادی کا مسئلہ دو جداگانہ سوال ہیں جن کے درمیان کوئی بیر نہیں۔ انفرادی نیک کام ہمیشہ باقی رہےگا کیونکہ وہ ایک انسانی ضرورت کا اظہار کرتا ہے، ایک فرد کے دوسرے پر بلاواسطہ اثر ڈالنے کی ضرورت کا۔ ایک مرتبہ ماسکو میں ایک بوڑھا اعلا سرکاری افسر رہا کرتا تھا 'جنرل، کے درجے کا، وہ ایک جرمن خاندانی نام رکھتا تھا۔ زندگی بھر قیدخانوں کا معائنہ کرنے کی مصیبت بھگتتا رہا۔ قیدیوں کا ہر جتھا جو سائبیریا بھیجا جاتا پہلے سے جانتا تھا کہ ووروبیوف پہاڑی پر بوڑھے 'جنرل، کے سامنے حاضری دینی ہے جو اپنی ذمہ‌داری بےحد سنجیدگی اور خداترسی سے انجام دیتا ہے۔ وہ نکلتا، قیدیوں کی قطار سے گزرتا جو اسے گھیر لیتے، اور ہر ایک کے آگے رکتا، ان کی ضرورتوں کے متعلق پوچھتا۔ وہ کسی شخص کو کبھی پندونصیحت نہیں کرتا تھا، انہیں وہ 'میرے دوست، کہہ کر مخاطب ھوتا۔ وہ ان میں پیسے بانٹا کرتا اور ہر قسم کی ضروریات بھیجا کرتا — موزے، کتان یا پٹیاں اور ایسی ہی چیزیں۔ اور کبھی روحانی نجات پر کتابیں لایا کرتا جو خوانده لوگوں کو تحفتاً دے دیا کرتا۔ اسے کامل یقین تھا کہ انہیں سائبیریا کے سفر میں خود پڑھیں‌گے اور ان‌پڑھ لوگوں کو پڑھ کر سنائیں‌گے۔ وہ کسی خاص جرم سے متعلق شاید ہی کبھی سوالات کرتا ہو، البتہ جب کوئی قیدی اس معاملے میں کچھ کہنا چاہتا تو وہ ضرور کان دھرتا۔ وہ تمام قیدیوں سے یکساں سلوک کرتا۔ بغیر کسی امتیاز کے وہ ان سے اس طرح گفتگو کرتا جیسے وہ ان کا بھائی ہو، لیکن اخیر میں وہ اسے باپ کی جگہ سمجھنے لگے۔ اگر وہ کسی مجرمہ کو دیکھ لیتا جو گود میں بچہ لئے ہوتی تو اس کے پاس جاتا، بچے کے سر پر ھاتھ پھیرتا، اسے ہنسانے کےلئے چٹکی بجاتا۔ وہ اپنا نیک کام برسوں تک کرتا رہا، آخری سانس تک۔ سارے روس میں اور سارے سائبیریا میں یعنی تمام مجرموں میں اس کا نام پھیل گیا۔ ایک شخص نے جو سائبیریا جا چکا تھا ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ اس نے بڑے بڑے خوفناک مجرموں کو بھی دیکھا جو جنرل کو یاد کیا کرتے گرچہ اس کے ھاتھ سے کسی قیدی کو کبھی بیس کاپک سے زائد نہ ملے ہوں‌گے۔ یہ

سچ ہے وہ اسے بلاکسی خاص سنجیدگی یا گرمجوشی کے یاد کرتے۔ بیس برس میں ایک بار ان 'بدنصیبوں، میں سے ایک نے، جو ایک درجن آدمیوں کو قتل کرچکا تھا یا آدھے درجن بچوں کو چھرا گھونپ چکا تھا، فقط اپنے خبط یا مزے کے لئے (ایسے لوگ بھی، سنا ہے کہ ہوتے ہیں)، ناگاہ اور بغیر کسی خاص عذر یا وجہ کے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا 'پتہ نہیں وہ بوڑھا جنرل ابھی زندہ ہے یا نہیں،۔ ان الفاظ کے ساتھ ساتھ ایک بناوٹی ہنسی بھی ہوا کرتی۔ اور بس۔ لیکن آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کیسے بیج اس بوڑھے جنرل نے اس کی روح میں ہمیشہ کےلئے بوئے ہونگے، جسے وہ بیس سال بعد بھی فراموش نہ کرسکا تھا؟ آپ کیا کہہ سکتے ہیں، بخموتوف، ایک شخص کی دوسرے کے ساتھ ایسی رفاقت دوسرے شخص کی تقدیر میں کیا اہمیت رکھتی ہے؟.. دیکھئے، ہمارے پاس کیا ہے — ایک پوری زندگی ہے اور اس میں بےشمار پیچیدگیوں کی گتھی، جو ہماری نظروں سے مخفی ہیں۔ ایک بہترین اور بےحد طباع شاطر آگے کی صرف چند چالیں سوچ سکتا ہے۔ ایک فرانسیسی کھلاڑی جو آگے کی دس چالیں سوچ سکتا تھا اسے محیرالعقول لکھا گیا۔ تاہم ہمارے معاملے میں کتنی چالیں ہیں؟ اور کتنی ایسی ہیں جنھیں ہم نہیں جانتے؟ کسی بھی شکل میں اپنے بیج بکھیرتے ہوئے، اپنی نکوکاری بانٹتے ہوئے، اپنے نیک کام پھیلاتے ہوئے آپ اپنی شخصیت کا کچھ حصہ اوروں کو دے دیتے ہیں اور دوسرے کی شخصیت کا کچھ حصہ جذب کر لیتے ہیں۔ آپ میں باہمی رفاقت ہوتی ہے۔ ایک ذرا سی زائد توجہ آپ کو علم کا اور بےحد غیرمتوقع دریافتوں کا انعام دےجاتی ہے۔ یقیناً بالآخر آپ اپنے کام کو ایک سائنس سمجھنے لگتے ہیں جو آپ کی ساری زندگی کو گھیر لے اور اسے لبالب بھر بھی دے۔ دوسری طرف آپ کے سارے خیالات، وہ سارے بیج جو آپ نے بکھیرے ہیں اور شاید قطعی فراموش کردئے ہیں، وہ پھوٹیںگے۔ ان کی نشوونما ہوگی، وہ پختہ ہونگے۔ حاصل کرنےوالا انھیں دوسروں کو منتقل کرےگا۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے انسانی مقدر کے مستقبل کے تعین میں کتنا حصہ لیا ہے؟ اگر علم اور ایسے کام کےلئے ساری زندگی ایسی سطح پر آپ کو اٹھاتی ہے جو آپ کو کوئی ایک زبردست جلیل القدر

بیج اگانے اور دنیا کو کوئی عظیم خیال آئندہ نسلوں کےلئے چھوڑنے کے قابل بناتی ہو — پھر...، وغیرہ۔ اس طریق پر میں کافی دیر تک بولتا گیا۔

''’اور ستم ظریفی که آپ کو کچھ اور زندگی نہیں دی گئی، ان سب لوگوں میں آپ ھی!، بخموتوف چلایا جیسے کسی کو مطعون کر رہا ہو۔

''ہم اس لمحے پل پر کھڑے ہوئے تھے۔ پل کی دیوار سے جھکے نیچے نیوا میں دیکھ رہے تھے۔

''’جانتے ھیں اس وقت مجھے کیا خیال آیا؟، میں نے پل کی دیوار سے ذرا اور جھکتے ہوئے کہا۔

''’دریا میں کودنے کا یقیناً نہیں؟، بخموتوف تقریباً گھبرا کر چیخا۔ شاید اس نے میرے چہرے پر وہ خیال پڑھ لیا تھا۔

''’نہیں، فی‌الحال نہیں۔ صرف یه تخیل جو ذیل میں ھے: میرے پاس آگے دو یا تین مہینے کی زندگی رہ گئی ھے۔ شاید چار، لیکن جب مثال کے طور پر میرے پاس ایک دو مہینه رہ جائےگا اور اگر مجھ میں ایک نیک کام انجام دینے کی زبردست تمنا جاگ اٹھے اور وہ بہت محنت طلب کام ہو — بھاگ دوڑ، پریشانی، زحمت جیسا که یه ایک معامله ھمارے ڈاکٹر کا تھا، تو مجھے یه جذبه وقت کی کوتاھی کی وجه سے چھوڑ دینا پڑےگا اور کسی اور ’نیک کام، کی تلاش کرنی ہوگی، کوئی چیز جو آسان اور میرے بس میں ہو (اگر میں نے ایک نیک کام انجام دینے کی ترغیب محسوس کی)۔ آپ اتفاق کریں‌گے یه ایک مزیدار خیال ھے!،

''بیچارے بخموتوف نے میرے لئے بڑی بےچینی محسوس کی۔ مجھے گھر تک چھوڑنے آیا اور کافی موقع‌شناس تھا که تسلی کےلئے کچھ نه کہا۔ واقعی اس نے ایک لفظ بھی نه کہا۔ جب اس نے مجھ سے رخصت لی، میرا ھاتھ گرمجوشی سے دبایا اور آئندہ ملنے کی اجازت مانگی تو میں نے جواب دیا که اگر وہ ایک ’غم گسار، کی حیثیت سے آئےگا (کیونکه وہ مجھے دلاسے دینے کےلئے آئےگا بھلے وہ ایک لفظ بھی نه کہے۔ میں نے اسے سمجھایا)، ہر ایک آمد پر وہ مجھے اور زیادہ موت کی یاد دلائےگا۔ اس نے اپنے کندھے جھٹکے

لیکن مجھ سے اتفاق کیا۔ ہم بڑی شائستگی سے جدا ہوئے جس کی مجھے ہرگز امید نہ تھی۔

''لیکن اسی شام اور اسی رات میرے 'یقین کامل' کے پہلے بیج ڈالے گئے۔ میں نے اس نئے خیال کو شوق سے مضبوط پکڑا، اتنے ہی شوق سے اس کا تجزیہ کیا، اسے ہر پہلو سے، سارے پیچ و خم کے ساتھ دیکھا (میں ساری رات نہ سو سکا)۔ جتنا ہی اس کی گہرائی میں گیا، جتنا اسے جذب کیا، اتنی ہی میری دہشت بڑھی۔ آخر میں خوف کا ایک ہولناک احساس مجھ پر چھا گیا اور کئی دن تک میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ جب کبھی میں اس مستقل خوف کے بارے میں سوچتا دہشت کا ایک نیا احساس فوراً برف کر ڈالتا۔ اس ڈر سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس 'یقین کامل' نے مجھ میں بہت اندر تک جڑ پکڑ لی ہے اور میں اس کے منطقی ماحصل پر پہنچنے ہی والا تھا۔ تاہم مطلب یہ کہ مجھ میں ثابت‌قدمی کی کمی تھی۔ تین ہفتے بعد وہ ختم ہوگیا اور ثابت‌قدمی پیدا ہوئی، ایک عجیب و غریب صورت‌حال کے باعث۔

''میں نے اپنے اس ''بیان صفائی'' میں تمام اعداد اور تاریخیں دے دی ہیں۔ آگے تو میں اس سے بےتعلق ہونے ہی والا ہوں، لیکن اب (اور ہوسکتا ہے خاص اسی لمحے) میں چاہتا ہوں کہ وہ تمام لوگ جو میرے عمل پر فیصلہ صادر کریں گے صاف طور پر انجام کی وہ منطقی زنجیر دیکھیں جس نے میرے اندر 'یقین کامل' پیدا کیا۔ میں نے ابھی لکھا ہے کہ 'یقین کامل' کی تکمیل کرنے میں جو آخری ثابت‌قدمی کی کمی تھی وہ نمودار ہوئی، معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی منطقی سلسلۂ نتائج سے نہیں بلکہ عجیب و غریب جھٹکے اور ایک عجیب واقعے سے ہوئی، جو شاید حالات سے قطعی غیرمتعلق تھا۔ کچھ دس دن قبل رگوژین خود اپنے کسی کام سے جس کے بارے میں میں یہاں نہیں کہنا چاہتا مجھ سے ملنے آیا۔ میں نے اس سے پہلے رگوژین کو کبھی نہیں دیکھا تھا، لیکن اس کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ میں نے اسے وہ ساری خبریں مہیا کردیں جس کی اسے ضرورت تھی۔ چونکہ وہ فقط اسی خبر کےلئے آیا تھا، یہ معاملہ وہیں ختم ہوگیا ہوتا۔ لیکن مجھے اس سے بڑی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ سارا دن عجیب خیالات مجھ پر چھائے رہے اس

لئے میں نے طے کیا کہ دوسرے دن اس کے گھر جاؤں اور بازدید کروں۔ صاف نظر آیا کہ رگوژین مجھے دیکھ کر خوش نہ ہوا بلکہ قصداً اشارہ بھی کیا کہ ہمیں اپنی جان پہچان جاری رکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تاہم میں نے وہاں ایک گھنٹہ بڑی دلچسپی سے گزارا اور کہہ سکتا ہوں کہ اس نے بھی۔ ہم دونوں میں نمایاں تضاد بھی دونوں پر اثر ڈالے بغیر نہ رہ سکا۔ خاص طور سے مجھ پر۔ میں آخری گھڑیاں گن رہا تھا اور وہ بھرپور اور چاق چوبند زندگی گزار رہا تھا۔ حال میں مگن اور 'آخری، انجام، حساب کتاب کے چکر سے، فکروں سے پاک، جن کا اس سے فلاں بات، فلاں بات... مطلب یہ کہ جو اس کے دماغ پر چھائی تھی، اس سے تعلق نہ ہو۔ رگوژین صاحب مجھے اس فقرے پر معاف کریں، برا قلمکار سمجھ کر درگزر کریں، جو اپنے خیالات کے اظہار کا سلیقہ نہیں رکھتا۔ اس کی کج ادائی کے باوجود میں نے یہ جان لیا کہ وہ ایک سمجھدار آدمی ہے۔ اور بہت کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل، گو باہر کی چیزوں سے اسے دلچسپی یوں ہی سی تھی۔ میں نے اسے اپنے 'یقین کامل، کے متعلق کوئی اشارہ نہیں دیا۔ لیکن نجانے کیوں احساس ہوا کہ میرے الفاظ سے تاڑ گیا ہے۔ وہ خاموش رہا۔ نہایت کم سخن آدمی ہے۔ جب میں رخصت ہورہا تھا میں نے اسے آگاہ کیا کہ ہم دونوں کے درمیان اختلاف اور تضاد کے باوجود les extrêmités se touchent (یعنی انتہاؤں کی کڑی مل جاتی ہے، میں نے اسے روسی میں سمجھایا)، اس لئے وہ میرے 'یقین کامل، سے بہت دور نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس پر نہایت ناگواری اور ترشی سے اس نے یوں جواب دیا کہ خود اٹھ کھڑا ہوا اور خود نے میری ٹوپی میرے ہاتھ میں تھمائی، جیسے میں اپنی مرضی سے رخصت ہو رہا ہوں۔ اور سیدھے سیدھے مجھے اپنے منحوس گھر سے باہر تک چھوڑنے آیا، ایسی صورت بنا کر کہ گویا وہ مجھے خوش خلقی سے رخصت کررہا تھا۔ اس کے گھر نے مجھے حیرت میں ڈال دیا، گھر کیا ہے، قبرستان ہے۔ لیکن وہ اسے اسی طرح پسند کرتا تھا۔ یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے۔ جس قسم کی بھرپور اور رنگیلی زندگی وہ گزار رہا تھا وہ خود اتنی کافی تھی کہ اس کی خاطر کسی بناؤ سنگار کی ضرورت نہ تھی۔

''رگوژین سے اس ملاقات نے مجھے تھکا مارا۔ علاوہ ازیں صبح سے طبیعت ناساز تھی۔ جب شام ہوئی میں بہت کمزور ہوگیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ کبھی کبھی مجھے حرارت ہو جاتی۔ اور کبھی کبھی سرسامی حالت۔ کولیا گیارہ بجے تک میرے پاس رہا۔ مجھے ہر وہ بات یاد ہے جو اس نے کہی اور ہر چیز جس پر ہم نے بات‌چیت کی۔ لیکن جب بھی میری پلک جھپکتی میں ایوان فومچ سوریکوف کو کروڑوں کا سرمایہ سمیٹتے دیکھتا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اس دولت کا کیا کرے۔ وہ اس پر دماغ پاشی کرتا۔ خوف سے کانپتا کہ کہیں یہ دولت چوری نہ ہو جائے۔ اخیر میں اس نے گویا فیصلہ کیا کہ اسے زمین میں گاڑ دے۔ بالآخر میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ سونے کے اس ڈھیر کو بےفائدہ نہ گاڑے بلکہ اسے گلوا ڈالے اور سردی سے اکڑے ہوئے بچے کےلئے اس کا تابوت بنائے اور اس مقصد کےلئے بچے کی لاش قبر کھود کر نکالی جائے۔ سوریکوف نے لگتا تھا کہ میری اس مسخرےپن کی تجویز کو تشکر کے آنسوؤں سے قبول کیا۔ اور فوراً میرے بتائے ہوئے منصوبے کے پورا کرنے میں جٹ گیا۔ میں نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔ اور اس کو وهیں چھوڑ کر چل دیا۔ جب پوری طرح ہوش آیا تو کولیا نے مجھے یقین دلایا کہ میں قطعی سویا نہیں اور اس سے همه‌وقت سوریکوف کے متعلق باتیں کرتا رہا ہوں۔ کبھی کبھی مجھ پر انتہائی اداسی اور بےقراری چھا جاتی، اتنی کہ کولیا بہت فکرمند ہوکر چلا گیا۔ جب میں اس کے جانے کے بعد دروازہ مقفل کرنے کےلئے اٹھا تو دفعتاً مجھے ایک تصویر کا خیال آیا جو رگوژین کے هاں دیکھی تھی، اس کے کمروں میں سب سے زیادہ بےرونق کمرے کے ایک دروازے کے اوپر۔ جب ہم اس کے قریب سے گزر رہے تھے اس نے مجھے اشارے سے بتایا تھا۔ اور میرا خیال ہے میں اس کے سامنے تقریباً پانچ منٹ تک کھڑا رہا۔ فنی لحاظ سے اس میں کوئی خوبی نہیں تھی۔ لیکن اس نے مجھ میں عجب طرح کی بےچینی لگا دی۔

''مسیح کو صلیب سے اتارنے کے فوراً بعد کی شبیہ بنائی گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں مصوروں کی عموماً عادت ہے کہ وہ مسیح کی شبیہ بناتے ہیں تو دونوں حالتوں کی بناتے ہیں — چلیپا پر یا اس

سے اتارے جانے کے بعد کی۔ دونوں میں چہرے کے غیرمعمولی حسن کی جھلک موجود ہوتی ہے ۔ وہ اس حسن کو شدید ترین کرب کے وقت بھی برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رگوژین والی شبیہ میں حسن کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ وہ بلامبالغہ ایسے آدمی کی لاش ہے جسے صلیب پر چڑھانے سے پہلے ہی لاانتہا کرب سہنا پڑا — زخموں، جسمانی اذیتوں، پہرےداروں اور لوگوں کے ہاتھ سے مارے پیٹے جانے کے بعد جب وہ صلیب کا بوجھ اٹھا کر چلا اور بوجھ کے مارے اس کے نیچے گرکر دب گیا۔ اور اخیر میں صلیب پر ٹنگ رہنے کی سخت جسمانی اذیت جو چھ گھنٹے تک رہی (کم از کم میرے حساب کے مطابق)۔ یہ سچ ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کا چہرہ ہے جسے ابھی ابھی صلیب سے اتارا گیا ہو یعنی اس میں زندگی کی حرارت ابھی برقرار تھی۔ جسم ابھی اکڑنا شروع نہیں ہوا چنانچہ مردے کے چہرے پر اذیت اور کرب کے آثار نظر آتے ہیں۔ وہ ابھی تک اذیت محسوس کرتا ہوا نظر آتا ہے (یہ نکتہ مصور نے بڑی خوبی سے اپنی گرفت میں لیا ہے)۔ تاہم چہرے میں بھی کسی طرح کی کسر نہیں چھوڑی۔ یہاں فقط فطری کیفیت موجود ہے۔ اس انسان کی لاش، جسے اتنی اذیتیں دی گئی ہوں، ایسی ہی ہونی بھی چاہئے۔ میں جانتا ہوں کہ پہلی صدیوں میں کلیسا نے سکھایا کہ مسیح نے مصیبت جھیلی، علامتی طور پر نہیں بلکہ واقعی، مطلب یہ کہ ان کا جسم صلیب پر مکمل اور پوری طرح سے قانون فطرت کے تابع تھا۔ شبیہ میں چہرہ چوٹوں کی وجہ سے انتہائی حد تک مسخ اور زخموں سے چور، ڈراونے طریقے پر سوجا ہوا اور چوٹ سے نیلا، خراشوں سے بھرا ہوا دکھایا گیا ہے۔ آنکھیں کھلی اور پتلیاں پھری ہوئی۔ بڑی بڑی کھلی ہوئی آنکھوں کے ڈھیلے موت کی جامد حالت میں شیشے کی طرح چمک رہے ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اس جسمانی اذیت رسیدہ شخص کی نعش کو دیکھو تو ایک انوکھا اور عجیب سوال اٹھتا ہے۔ اگر ہوبہو اسی قسم کی نعش (اور وہ ہوبہو اسی قسم کی رہی ہوگی) ان کے سارے حواریوں نے دیکھی ہوگی، مستقبل کے سربرآوردہ اولیا نے، ان عورتوں نے جنھوں نے ان کی خدمت و تیمارداری کی اور جو چلیپا کے پاس کھڑی تھیں اور ان سبھوں نے جو ان پر اعتقاد رکھتے تھے، ان

کی پرستش کرتے تھے — پھر وہ ایمان کیسے لائے، صلیب پر یہ لاش دیکھنے کے ساتھ یہ ایمان کہ وہ ایک روز اٹھ کھڑا ہوگا؟ اس موقع پر یہ خیال غیرارادی طور پر اٹھتا ھے کہ اگر موت اتنی ھی ھیبتناک اور فطرت کے قانون اتنے سنگدلانہ ھیں تب ان پر کیونکر قابو پایا جاسکتا ھے؟ اور انھیں کیونکر تسخیر کیا جاسکتا ھے جبکہ وہ خود ان پر فتح نہ پا سکا جس نے اپنی زندگی میں قدرت یا فطرت کو مطیع کیا تھا اور فطرت جس کے حکم کی پابند رھی تھی، جس نے پکار کر کہا: 'تالیتھا کومی، * — اور وہ لڑکی زندہ ہو کر اٹھ گئی۔ 'لزار باھر نکل جا، * * — اور وہ مردہ آدمی باھر نکلا؟ جب کوئی اس تصویر کی طرف دیکھتا ھے ایسا محسوس ہونے لگتا ھے کہ فطرت ایک بہت مہیب، سنگدل، گونگا اور وحشی درندہ ھے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح ہوگا اگرچہ بےتکا یا عجیب‌سا ھے، یہ کہنا کہ فطرت کوئی بڑی ھی زبردست اور جدیدترین بھاری بھرکم مشین ھے جس نے بےحسی سے، کچھ کہے سنے بغیر، بےمعنی طور پر ایک زبردست عظیم اور قیمتی ہستی کو دبوچ کر پارہ پارہ کرکے نگل لیا ھے — ایک ایسی ہستی جو تنہا ساری فطرت اور اس کے سارے قوانین کے ہم‌پلہ تھی، جو تمام روئے زمین کے برابر قدروقیمت رکھتی تھی، تمام عالم ہستی شاید اسی لئے خلق ہوا تھا، صرف اس لئے کہ اس ہستی کے ظہور کی بشارت دے! یہ شبیہ گویا اس بےغیرت، اندھی اور بےحس ابدی طاقت کے خیال کو ظاھر کرتی اور غیرارادی طور پر آگاہ کرتی ھے جس کا ھر چیز پر فرمان چلتا ھے اور سب اس کے حکم کے پابند ھیں۔ ان لوگوں نے جو مردہ آدمی کے قریب تھے (جن میں سے ایک بھی تصویر میں دکھائی نہیں دیتا) یقیناً بےحد دردناک کرب و تکلیف اس شام محسوس کی ہوگی، جس نے ایک ھی جھٹکے میں ان کے اعتقاد و ایمان کو پاش پاش کر ڈالا اور اندر سے توڑ دیا۔ وہ لوگ سخت خوف و دھشت لئے ہوئے وھاں سے چلے ہونگے، گرچہ ان میں سے ھر ایک اپنے اندر

---

* لڑکی، میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ جا۔ (ایڈیٹر)

* * انجیل میں یہ الفاظ مسیح کی زبانی آئے ھیں جو مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ (ایڈیٹر)

ایک زبردست خیال بھی لے گیا ہوگا جو کبھی کسی حالت میں اس کا ساتھ چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اگر اس آقا نے صلیب پر چڑھائے جانے کی شام کی اپنی یہ شبیہ دیکھی ہوتی تو کیا وہ یوں خود سے صلیب پر چڑھتا، کیا یوں جان دے دیتا؟ اس تصویر یا شبیہ کو دیکھنے پر یہ ایک سوال بےساختہ ذہن میں آتا ہے۔

''کولیا کے چلے جانے کے بعد ڈیڑھ گھنٹے تک، وقفے وقفے سے میرے ذہن میں یہ سب شاید سچ‌مچ میرے هذیان کے دوران، بعض اوقات شکلوں کی صورت میں تیرتا رہا۔ لیکن کیا وہ جس کی کوئی شکل نہیں ہے کوئی شکل اختیار کر کے نظر آسکتا ہے؟ تاهم مجھے کبھی کبھی تو ایسا لگا کہ ایک عجیب اور ناممکن شکل میں اس لامحدود طاقت کو، اس بہری گونگی، اندھی ہستی کو دیکھتا ہوں۔ مجھے یاد ہے جیسے کوئی مجھے ھاتھ پکڑے لے جا رہا ہو، ھاتھ میں ایک شمع ہے۔ مجھے ایک مہیب اور مکروہ تارنتولا مکڑا دکھاتے ہوئے بتایا جا رہا ہے کہ یہی وہ تیرہ و تار اور بہری اور ہر چیز پر قدرت رکھنے‌والی ہستی تھی۔ دکھایا اور میری ناسمجھی کا مذاق اڑایا۔ میرے کمرے میں ہمیشہ ایک شبیہ پر چراغ رات بھر جلتا رہتا ہے۔ بجھی بجھی، ٹمٹماتی لو ہوتی ہے۔ پھر بھی اس سے اتنی روشنی ضرور ہوتی ہے کہ چیزیں دھندلے طور پر دکھائی دے جائیں بلکہ اس میں پڑھا بھی جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے وہ وقت آدھی رات کے فوراً بعد کا رہا ہوگا۔ میں سویا نہیں، آنکھیں کھولے پڑا تھا۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور رگوژین نے اندر قدم رکھا۔

''وہ داخل ہوا، دروازہ بھیڑا۔ میری طرف خاموشی سے دیکھا، چپ چاپ اس کرسی کی طرف گیا جو شبیہ کے چراغ کے ٹھیک نیچے رکھی تھی۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی اور اس کی جانب متوجہ ہوا۔ رگوژین چھوٹی میز پر ایک کہنی رکھ کر جھکا اور کچھ کہے بغیر مجھ پر نظریں گاڑ دیں۔ اس طور سے دو تین منٹ گزرے ہوں گے۔ مجھے یاد ہے کہ اس کی خاموشی ناگوار اور تکلیف‌دہ ہونے لگی۔ آخر یہ بولتا کیوں نہیں؟ اتنی رات گئے اس کا آنا مجھے کچھ عجیب سا لگا۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ میں خاص کر اس پر حددرجہ حیرت‌زدہ نہیں ہوا تھا، بلکہ اس کے برخلاف۔ اگرچہ میں نے اس روز

صبح اپنے خیال کا کھل کر اظہار نہیں کیا تھا، تاهم میں جانتا تھا کہ اس نے تاڑ لیا ہے۔ وہ خیال اس نوعیت کا تھا جس کی خاطر اتنی رات گئے بھی تبادلۂ خیال والی ملاقات کےلئے آیا جا سکتا تھا۔ میں نے قیاس کیا کہ وہ اسی مقصد سے آیا ہوگا۔ صبح کو ہم کسی قدر کدورت سے جدا ہوئے تھے اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ اس نے مجھے ایک یا دو مرتبہ بڑے تمسخر سے دیکھا تھا۔ وهی تمسخر اب اس کی آنکھوں میں پایا تو اس سے مجھے ٹھیس لگی۔ شروع میں میں نے ایک لمحہ بھی شک نہیں کیا کہ وہ واقعی رگوژین هی تھا اور کوئی فریب نظر، کوئی سایہ، یا سرسامی اثر نہیں تھا۔ یہ خیال تک میرے دماغ میں بالکل نہیں آیا۔

''اس اثنا وہ وهیں بیٹھا رها۔ اسی تمسخرانہ تبسم کے ساتھ مجھے دیکھتا رها۔ اپنے بستر پر ناراضی سے کروٹ لیتے ہوئے میں تکیے پر کہنیوں کے سہارے اٹھ بیٹھا اور قصداً خود بھی خاموش رهنے کا تہیہ کیا، چاہے همیں سارا وقت اسی طرح گزارنا پڑے۔ کسی وجہ سے مجھے ضد ہوگئی کہ بات میں وہ پہل کرے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی بیس منٹ اسی طرح نکل گئے۔ معاً ایک خیال میرے ذهن میں آیا: اور اگر وہ رگوژین نہ ہوا بلکہ فقط فریب نظر — تو؟

''نہ اپنی بیماری کے دوران، نہ هی اس سے پیشتر کبھی ایسا ہوا کہ میں نے ایک بھی سایہ دیکھا ہو۔ لیکن میں نے همیشہ محسوس کیا، اپنے لڑکپن کے دنوں میں بھی اور اب بھی یعنی ابھی کچھ عرصہ پہلے کہ اگر ایک مرتبہ بھی سائے پر نظر پڑ گئی تو وهیں پر مرجاؤں گا، اگرچہ میں بھوت پریت پر مطلق یقین نہیں رکھتا۔ لیکن جب یہ خیال میرے ذهن میں آیا کہ وہ رگوژین نہیں بلکہ صرف ایک سایہ ہے تو مجھے یاد ہے کہ میں ذرا بھی دهشت‌زدہ نہیں ہوا بلکہ اس پر مجھے غصہ آگیا۔ اور بھی عجیب بات یہ کہ میں اس سوال کا جواب معلوم کرنے کےلئے کہ آیا وہ رگوژین تھا یا نہیں، مشتاق یا فکرمند بالکل نہ تھا جتنا ہونا چاهئے۔ مجھے یقین ہے میں اس وقت کچھ اور هی سوچ رها تھا۔ مثلاً یہ سوچ ذهن پر زیادہ طاری تھی کہ رگوژین آج دن میں تو گھریلو واسکٹ اور چپل پہنے ہوئے تھا، یہ اب اس وقت فراک کوٹ، سفید واسکٹ اور سفید نکٹائی کیوں ڈاٹے ہوئے ہے؟ پھر مجھے دوسرا خیال آیا۔ اگر وہ ایک

سایا ہے اور مجھے اس کا کوئی خوف نہیں تو کیوں نہ میں اٹھوں، اس کے پاس جاؤں اور خود معلوم کرلوں؟ ہوسکتا ہے میں ڈر گیا ہوں اور ہمت نہیں پڑی۔ لیکن ابھی سوچاہی تھا کہ میں ڈر گیا ہوں کہ سردی کی لہر نے مجھے سر سے پیر تک لپیٹ لیا۔ میری ریڑھ کی ہڈیوں میں برف دوڑ گئی اور میرے گھٹنے لرزنے لگے۔ ٹھیک اسی لمحے، جیسے اس نے میرے خوف کو بھانپ لیا ہو، اس نے اپنا ہاتھ ٹھڈی کے نیچے سے نکالا، کمر سیدھی کی اور اپنا منہ یوں کھولا جیسے وہ اب ہنسنے پر آمادہ ہے۔ وہ میرے چہرے کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس بات نے مجھے ایسا برافروختہ کیا کہ میں ایکا ایکی پوری طاقت سے اس پر ٹوٹ پڑتا۔ لیکن چونکہ میں نے قسم کھائی تھی کہ بولنے میں پہل نہ کروں گا، بستر پر ہی پڑا رہا۔ اور پھر یہ بھی کہ میں تذبذب میں تھا کہ آیا وہ واقعی رگوژین ہے بھی یا نہیں؟

''مجھے ٹھیک سے یاد نہیں کہ یہ سلسلہ کتنی دیر تک چلتا رہا۔ نہ ہی ٹھیک سے یاد ہے کہ آیا میں وقتاً فوقتاً بےہوشی کے عالم میں تو نہیں پہنچ جاتا تھا۔ بالآخر رگوژین اٹھ کھڑا ہوا، ڈھیلےپن اور غور سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا جیسے اس وقت جب وہ داخل ہوا تھا، مگر ہنسی اڑائے بغیر۔ وہ خاموشی سے تقریباً پنجوں کے بل دروازے تک گیا، دروازہ کھولا، باھر نکلا اور دروازہ بھیڑ کر چلا گیا۔ میں بستر سے نہ اٹھا۔ یاد نہیں کہ اور کتنی دیر میں وہیں آنکھیں کھولے، ہمہ وقت سوچ میں غرق پڑا رہا۔ خدا جانے میں کیا سوچ رہا تھا۔ پتہ نہیں کب غفلت ہوگئی۔ دوسری صبح میں نو بجے کے بعد کسی وقت بیدار ہوا، جب دروازے پر کوئی دستک دے رہا تھا۔ گھر میں یہ انتظام ہے کہ اگر میں نو بجے کے بعد خود دروازہ نہیں کھولتا اور چائے لانے کےلئے نہیں کہتا، تو ہماری ملازمہ متریونا کا فرض ہے کہ دستک دے۔ میں نے جب اس کےلئے دروازہ اندر سے کھولا تو فوراً یہ خیال ذہن میں آیا کہ جب دروازہ مقفل تھا تو رگوژین کیونکر اندر آسکتا تھا؟ پوچھ گچھ کے بعد یہ بات حتمی طور پر سمجھ میں آگئی کہ رگوژین کا گھر کے اندر داخل ہونا ممکن نہ تھا، کیونکہ ہمارے سارے دروازے رات میں مقفل رہتے ہیں۔

''یہ نرالا واقعہ جسے میں نے اتنی تفصیل سے لکھا ہے، میرے ایک 'حتمی نتیجے' پر پہنچنے کا سبب بنا۔ مطلب یہ کہ منطق یا منطقی نتیجے کا حاصل نہیں جو آخری اور حتمی فیصلے کی طرف لے جائے بلکہ وہ ہے تنفر کا احساس۔ میں ایسی زندگی نہیں گزار سکتا جو عجیب اور تکلیف‌دہ شکلیں اختیار کرلیتی تھی۔ اس فریب‌نظر یا سائے نے میرا دل کھٹا کردیا۔ میں اپنے آپ کو ایسی تیرہ و تاریک طاقت کے حوالے نہیں کرسکتا جو ایک تارنتولا مکڑے کی شکل اختیار کرلیتی تھی۔ صرف اس وقت جھٹپٹے کے وقت جب مجھے محسوس ہوا کہ حتمی فیصلے کے آخری لمحے پر پہنچ گیا ہوں، تب جا کے دل ہلکا ہوا۔ لیکن وہ فقط پہلا لمحہ تھا۔ دوسرے لمحے میں پاولوفسک جانے کےلئے سوار ہوا۔ مگر اس کے بارے میں کافی وضاحت کی جا چکی ہے۔''

۷

''میرے پاس ایک چھوٹا جیبی پستول ہے، جو میں نے بچپن میں حاصل کیا تھا اس مسخرے پن کی عمر میں جب ڈاکوؤں کے قصے اور ڈوئیل کی کہانیوں میں خوب مزا آتا اور سوچا کرتا تھا کہ ڈوئیل میں مخالف کی پستول کا سامنا کرتے وقت میں کس شان سے کھڑا ہوں‌گا۔ دراز میں، جہاں وہ رکھا تھا، اس کے ساتھ ایک جوڑ گولیاں اور بارود بھی تھا۔ اتنا بارود جو تین دفعہ بھرنے کےلئے کافی ہو۔ یہ پستول ہے بالکل نکما جو سیدھا نشانے پر نہیں مارتا اور اس کی مار زیادہ سے زیادہ پندرہ قدم تک ہوتی ہے۔ لیکن اگر اسے کنپٹی پر رکھ کر چلایا جائے تو بلاشبہ آدمی کا بھیجہ نکل پڑے۔

''میں نے طے کیا کہ پاولوفسک میں پوپھٹتے ہی اس پارک میں اپنا خاتمہ کر لوں‌گا تاکہ بنگلے پر کسی کو پریشانی میں نہ ڈالوں۔ میرا ''بیان صفائی'' پولیس پر ہر چیز واضح کردےگا۔ نفسیات کے شوقین اور دوسرے لوگ جو نتائج اخذ کرنا چاہیں، اخذ کرتے پھریں۔ میں اپنے مسودے کی کوئی تشہیر و اشاعت کرنا نہیں چاہتا۔ میں پرنس سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ ایک نقل خود اپنے

پاس رکھیں اور دوسری اگلایا ایوانوونا پیان‌چین کو دے دیں۔ یہ میری وصیت ہے۔ میرا ڈھانچہ میڈیکل اکادمی کے حوالے کردیا جائے تاکہ سائنسی غرض سے کام آئے۔

''دوسرے میرے متعلق فیصلہ صادر کریں میں کسی کا یہ حق تسلیم نہیں کرتا۔ اور جانتا ہوں کہ اب کسی بھی عدالت کی دسترس سے باہر ہوں‌گا۔ تھوڑا عرصہ پہلے ایک مضحکہ‌خیز مفروضہ میرے ذہن میں آیا تھا: کیسا رہے اگر ناگہ میرے سر میں یہ سمائے کہ جسے بھی چاہوں، اس کو یا اکٹھے دس آدمیوں کو قتل کرکے یا کسی ایسی انتہائی ہولناک حرکت کا مرتکب بنوں جو دنیا میں سب سے زیادہ ہولناک عمل سمجھا جائے۔ عدالت کیسی بےڈھب صورت‌حال کے مخمصے میں پھنس جائےگی جبکہ میرے پاس زندگی کی صرف دوہفتہ مدت رہ گئی ہو اور جسمانی اذیت یا دوسری جسمانی سزائیں لاحاصل ہو چکی ہوں۔ میں ان کے ہسپتال میں آرام سے مروں‌گا۔ ڈاکٹر کا تپاک، آسائش اور ہمدردی کا وہ سلوک میسر ہوگا جو اپنے گھر میں بھی میسر نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میری جیسی حالت کے لوگ ایسی بات کیوں نہیں سوچا کرتے، چاہے مذاق میں ہی کیوں نہ ہو۔ شاید وہ سوچتے ہوں گے۔ ہمارے یہاں خوش باش بندوں کی کیا کمی ہے۔

''اگرچہ میں اپنے بارے میں اوروں کے فیصلے کا حق تسلیم نہیں کرتا، تاہم جانتا ہوں کہ وہ مجھ پر فیصلہ صادر کریں گے جب میں ایک بےآواز اور بےحس مدعا علیہ بن‌جاؤں‌گا۔ لیکن میں جواب میں یہ چند الفاظ جو آزادی سے، برضاورغبت، بلاجبر و اکراہ اور اپنی صفائی کےلئے نہیں — یہ الفاظ اپنے پیچھے چھوڑے بغیر رخصت ہونا نہیں چاہتا۔ نہیں، نہیں، میرے پاس کوئی وجہ نہیں، نہ ہی کوئی ہے جس سے میں معافی طلب کروں۔ بلکہ صرف اس وجہ سے کہ یہ میری خواہش ہے!

''یہاں اول تو یہ ایک عجیب خیال اٹھتا ہے۔ کون اور کس ناطے سے اور کس مقصد سے میری دو یا تین ہفتے کی میعاد زندگی کے میرے حق پر معترض ہونے کے بارے میں سوچےگا؟ کونسی عدالت میری عدل گستری کرےگی؟ کون چاہےگا کہ میں نہ صرف اپنی موت کی سزا سنوں بلکہ اس مدت کو اپنی آخری ہچکی تک

تمیزداری سے پورا بھی کروں؟ بھلا کس کو اس کی ضرورت ہے؟ کیا اخلاقی وجوہات کی بنا پر یہ ضروری ہے؟ میں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ اس وقت اگر میں اپنی زندگی کو ختم کرنے کی کوشش کرتا جب میں صحت و توانائی کا پورا لطف اٹھا رہا ہوتا، جب وہ 'میرے عزیزوں کےلئے بھی سودمند ہوتی، وغیرہ تب اخلاقیات بھی مجھے سرزنش و ملامت کرسکتی تھی جیساکہ رواج چلا آ رہا ہے کہ میں نے اپنی زندگی کو دوسروں سے مشورہ لئے بغیر ختم کیا یا اخلاقیات کا جو بھی دعوا ہو ۔ لیکن اب؟ اب کیا جبکہ مجھے موت کی سزا سنائی جا چکی ہے؟ کس قسم کی اخلاقیات کو ضرورت ہے نہ صرف تمھاری زندگی کی بلکہ تمھارے نرخرے کی آخری خرخراہٹ کی جس کے ساتھ ہی تم اپنی زندگی کا آخری جوہر نچوڑ دیتے ہو، جب تم پرنس سے ان کے عیسائی دلائل و مباحث کے دلاسے کے الفاظ سن رہے ہو جو اس خوشگوار خیال تک ضرور پہنچیں گے کہ بالآخر بھی تمھارے لئے بہتر ہے کہ مر رہے ہو۔ (ان جیسے عیسائی ہمیشہ اس خیال پر پہنچتے ہیں، یہ ایسوں کو خبط ہوتا ہے ۔) وہ اپنے ان مضحکہ‌خیز 'پاولوفسک کے درختوں، کے ساتھ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ میری زندگی کی آخری ساعتوں کو شیریں بنانا؟ وہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جتنا‌ھی میں خود کو فراموش کرتا ہوں، جتنا ہی زندگی اور محبت کے آخری سراب سے خود کو زیادہ وابستہ کرتا ہوں جس کے ذریعے وہ میرے میئر کی دیوار کے نظارے اور اس پر ہر چیز جو اتنی صفائی اور سادہ‌دلی سے لکھی گئی ہے، اس میں حائل ہوتے ہیں، اتنا ہی مجھے شکستہ دل بنا رہے ہیں؟ یہ تمھارا سارا عالم فطرت میرے لئے کیا ہے، تمھارے پاولوفسک کے پارک، تمھارے طلوع و غروب آفتاب، تمھارا نیلا آسمان اور تمھارے شادآباد چہرے، جب یہ دعوت و ضیافت جس کا کوئی انت نہیں، شروع یہیں سے ہوئی کہ تنہا مجھے فضول و ناکارہ شمار کرلیا گیا؟ اس کے سارے حسن و جمال سے مجھے کیا سروکار؟ جب میں ہر منٹ اور ہر سیکنڈ پورے طور سے سمجھنے کےلئے مجبور ہوں یا مجبور کیا جاتا ہوں کہ ایک ننھی مکھی بھی جو اس وقت میرے قریب سورج کی ایک کرن میں بھنبھنا رہی ہے وہ بھی اس دعوت و ضیافت میں، اس عیش و طرب کے طائفے میں شریک ہے، وہ اپنا مقام جانتی ہے، اس سے

پیار کرتی ہے اور خوش ہے۔ جبکہ میں تنہا ایک اچھوت ہوں اور یہ ہے وہ بات جسے سمجھنے سے میری بزدلی نے ابتک روکا ہے۔ اوہ، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ پرنس اور دوسرے لوگ مجھے اس نوبت کو پہنچانا چاہتے ہوں گے کہ اس 'گھٹیا اور شرارتی، تقریر بازی کے بجائے وہ نیکی کی تلقین کرنےوالا، اور اخلاق و شرافت کا علمبردار کلام پڑھ کر، فرانسیسی شاعر میلوآ* کی نظم کا یہ بند ترنم سے پڑھ کر سناؤں:

O,puissent voir votre beauté sacrée
Tant d'amis sourds à mes adieux!
Qu'ils meurent pleins de jours, que leur mort soit pleurée,
Qu'un ami leur ferme les yeux!**

''لیکن میرا یقین کرنا اے سادہ دل بندو، یقین کیجئے کہ اس دعائیہ بند میں جو فرانسیسی شاعری میں دنیا کےلئے ایک عالمانہ دعائے خیر کا درجہ رکھتا ہے، بہت کچھ ڈھکی چھپی ناگواری، شاعرانہ رمز میں چھپی بےلوچ کینہوری اور خودپسند غصہ ہے کہ خود شاعر بھی گمراہ ہوگیا ہوگا، اس غصہ اور جلن کو محبت و شفقت کے آنسو سمجھا ہوگا۔ یہی تصور لئے دنیا سے سدھار گیا۔ خدا مغفرت کرے! آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ آدمی کےلئے اپنی بےبسی اور بےطاقتی کا پورا اندازہ کرکے اور اسے مان لینے میں شرم کی وہ آخری حد آجاتی ہے جس کے آگے کوئی حد نہیں۔ پھر انسان اسی شرم و ذلت میں بےپناہ لطف اٹھانے کا احساس پالنے

---

* ان سطروں کا اصل مصنف چارلس میلوآ (۱۷۸۲ء — ۱۸۱۶ء) نہیں تھا بلکہ نکولائی جوزیف لاؤرینٹ گلبرٹ (۱۷۵۱ء — ۱۷۸۰ء) ایک فرانسیسی شاعر و طنزنگار۔ (ایڈیٹر)

** دیدار کرلیں آپ کے پاکیزہ حسن کا
جو میری موت پر بھی ہیں ناسوگوار دوست
جب ان کا وقت آئے تو اچھا ہے یار دوست
ان کی بھی آنکھیں بند کریں، اشکبار ہوں

لگتا ہے... ہاں، البتہ یہ مانے لیتا ہوں کہ اس معنی میں عجز و انکسار ایک زبردست طاقت ہے۔ گو کہ اس معنی میں نہیں جس میں مذہب عجز و انکسار کو ایک طاقت بتاتا ہے۔
''مذہب! میں دائمی زندگی کے امکان کو مانتا ہوں اور شاید ہمیشہ سے مانتا تھا۔ چلئے ہم فرض کریں کہ انسانی شعور کو ایک اعلاترین قوت کی مرضی یا ارادے سے روشن کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اس نے دنیا پر نظر ڈالی اور کہا «ego sum» (میں ہوں)۔ آئیے ہم آگے یہ بھی فرض کریں کہ یہ اعلاترین قوت یکبارگی اس شعور کو فنا کرنے کا حکم دیتی ہے، کیونکہ کسی وجہ سے یہ ضروری ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہ سہی، اس کے بغیر بھی یہ حکم‌فنا ضروری ہو سکتا ہے۔ میں نے یہ سب مان لیا۔ چلئے مگر وہی ازلی و ابدی سوال اٹھتا ہے — ان سب میں میری تسلیم و رضا (عجز و انکسار) کی آخر کیا ضرورت؟ یوں کیوں نہیں کہ میں فقط نگل لیا جاؤں اور مجھ سے یہ تقاضا نہ کیا جائے کہ اس کی حمد و ثنا بھی کروں جس نے مجھے نگل لیا؟ کیا کوئی ذات اوپر ایسی ہے جسے واقعی میرا اگلے دو ہفتہ کی مدت تک انتظار کی خواہش نہ کرنا ناگوار گزرے گا؟ یہ بات ہے جسے میں نہیں مان سکتا۔ یہ قیاس کرنا اس سے کہیں زیادہ بظاہر معقول ہوتا کہ میری ہیچ، بےحقیقت زندگی، ایک ذرہ کی زندگی کسی کائناتی آفاقی ہم‌آہنگی کی تکمیل کی خاطر درکار ہے، کسی جمع تفریق کے لئے، کسی نہ کسی تضاد کے لئے اس کی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ٹھیک اسی طرح جیسے مخلوقات کی کثیر تعداد کی زندگیاں روزانہ قربان ہونی ضروری ہیں جن کی موت کے بغیر دنیا کا بقیہ حصہ قائم نہیں رہ سکتا (اگرچہ یہاں یہ بات نظر میں رکھئے کہ یہ تصور بھی بجائے خود کوئی بلندنظری نہیں)۔ خیر، یونہی سہی! میں اتفاق کئے لیتا ہوں کہ بصورت دیگر یعنی مسلسل ایک دوسرے کو نگلے بغیر دنیا کی تعمیر و ترتیب قطعی ناممکن ہوتی۔ یہ ماننے کے لئے بھی تیار ہوں کہ اس عمارت دنیا کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ لیکن ایک بات ضرور یقین سے جانتا ہوں کہ اگر مجھے اس حقیقت کا شعور کہ 'میں ہوں، عطا کیا گیا ہے تو اس سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے کہ دنیا کی تعمیر و ترتیب عیب‌دار یا ناقص ہے اور یہ کہ بصورت دیگر وہ چل نہیں سکتی۔ اس کے

بعد کون ہے جو مجھ پر اپنا فیصلہ صادر کرے اور کس لئے؟
آپ کچھ بھی کہیں یہ سب ناممکن ہے اور ناانصافی ہے۔

''تاہم میری اپنی خواہش کے باوجود میں ہرگز یہ تصور قائم نہ کرسکا کہ حیات بعدالموت کا وجود نہیں اور کوئی پروردگار نہیں۔ قیاس غالب ہے کہ یہ سب چیزیں وجود رکھتی ہیں لیکن یہ حیات بعدالموت اور اس کے قوانین ہماری عقل سے باہر ہیں۔ اچھا یہ سب اگر اتنا دشوار ہے اور اس کا ادراک قطعی ناممکن تو کیا مجھے اس ناقابل ادراک کو سمجھنے کے ناقابل ہونے پر قصوروار ٹھیرایا جائےگا؟ سچ ہے — وہ سب کہتے ہیں اور پرنس بھی ان کے ہم‌آواز ہوکر کہیں‌گے کہ ہاں جس کی ضرورت ہے یہاں وہ ہے اطاعت و بندگی، بےحجت و تکرار تسلیم و رضا، صرف نیکی یا پارسائی کی خاطر۔ اور یہ کہ میرے عجز و انکسار کا حساب ہوگا اور عاقبت میں یقیناً اجر ملےگا۔ ہم پروردگار کو اپنے خیالات و تصورات سے منسوب کرکے اس کی تحقیر کرتے ہیں، اس بددلی کے سبب کہ ہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ مگر میں پھر دہراتا ہوں، اگر عقل سے اسے پہچاننا ممکن نہیں، فہم انسانی کو اس کی توفیق نہیں تو پھر انسان کا قصوروار ہونا یا جواب‌داری کرنا اور بھی دشوار ہے۔ اور جب یوں ہے تو میں پروردگار کے قانون اور اس کی مشیت کو نہ سمجھ سکا، یہ قصور تو نہ ہوا اس کی جانچ کیسی؟ نہیں، بہتر ہے ہم مذہب کو علحدہ رہنے دیں۔

''بس، بہت ہو چکا۔ جب میں ان سطروں پر پہنچوں‌گا تو غالباً سورج نکل چکا ہوگا اور 'سورج آسمان میں ٹن‌ٹن گھنٹیاں بجاتا نکلےگا، اور تمام روئے زمین پر اتھاہ، ان‌گنت طاقت اپنے بازو پھیلا چکی ہوگی۔ ہوتا رہے، قوت و حیات کے سرچشمے کو ٹکٹکی لگائے دیکھتے ہوئے میں مرجاؤں‌گا، مجھ میں اس زندگی کی کوئی امنگ نہ ہوگی! اگر پیدا نہ ہونا میرے بس کی بات ہوتی تو غالباً ایسی مضحکہ خیز شرائط پر جامۂ‌ہستی قبول ہی نہ کرتا۔ لیکن مرنے کی قوت اب بھی مجھ میں ہے۔ اگرچہ میں وہی لوٹاؤں‌گا جو پہلے ہی شمار ہوچکا ہے۔ نہ کوئی بڑی قوت ہے، نہ کوئی بڑی بغاوت!

''ایک آخری وضاحت: میں اس لئے نہیں مر رہا ہوں کہ تین ہفتے زندہ رہنے کا بوجھ سہنے کے قابل نہیں ہوں۔ اوہ، مجھ

میں اتنی طاقت آگئی ہوتی اور اگر چاہتا، ایسی خواہش کرتا تو محض اس شعور کے بل پر کہ میرے ساتھ ناانصافی کی گئی، خود کو تسلی دے لی ہوتی۔ مگر میں کوئی فرانسیسی شاعر نہیں ہوں اور نہ ایسے بہانوں سے بہلنےوالا ہوں۔ آخر میں ایک ترغیب رہ جاتی ہے ۔ قدرت نے تین ہفتے کی سزا طے کرکے میرے عمل کا دائرہ اس قدر محدود کردیا کہ شاید خودکشی ہی ایک واحد عمل بچا ہے جس میں آغاز اور انجام دونوں میری قوت ارادی کے اختیار میں ہیں۔ بہت خوب! شاید میں عمل کرنے کے آخری موقع کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ احتجاج بھی بعض وقت کوئی چھوٹی بات نہیں ہوتی...،،

''بیان صفائی،، ختم ہوا اور بالآخر ایپولیت رک گیا...

بعض انتہائی صورتوں میں بدمزاج بےباکی اس آخری درجے تک پہنچ جاتی ہے جب اعصابی ہیجانزدہ انسان بہت برافروختہ اور بےقابو ہوکر ہر قسم کے خوف سے بالکل پاک اور ہر طرح کا ہنگامہ برپا کرنے کو نہ صرف آمادہ بلکہ اس سے خوش بھی ہوتا ہے ۔ وہ دوسروں پر ٹوٹ پڑےگا۔ اپنے اندر ایک مبہم لیکن مصمم ارادہ چھپائے رکھتا ہے کہ منٹ بھر بعد کہیں بلند عمارت سے کود پڑےگا اور ان تمام الجھنوں اور پیچیدگیوں کا صفایا کردےگا جو اس وقت نظر کے سامنے آجائیں۔ عام طور پر یہ حالت جسمانی طاقت کے جواب دے جانے سے پہلے کی ایک علامت ہوتی ہے ۔ نہایت غیرمعمولی اور تقریباً غیرفطری اعصابی تناؤ جو ایپولیت کو اس حد تک تھامے ہوئے تھا، اب آخری انتہا پر پہنچ گیا تھا۔ بجائےخود اٹھارہ سال کا یہ لڑکا جو بیماری سے ہلکان اور اس قدر کمزور، بےجان تھا جیسے درخت سے ٹوٹا لرزتا پتہ۔ لیکن جیسےہی اس کی نظروں نے اپنے سامعین کا جائزہ لیا — پہلی دفعہ اس آخری گھنٹے کے دوران نظر اٹھائی — تو اس کی نگاہوں میں اور تبسم میں فوراً ایک بڑی متکبر، حقارتآمیز اور ناگوار نفرت ابھر کر ظاہر ہوئی، اپنے چیلنج میں اس نے جلدبازی برتی۔ ادھر اس کے سامعین بھی برهمی سے بھرے بیٹھے تھے۔ وہ شور کرتے ہوئے ابتری کے عالم میں میز سے اٹھنے لگے۔ تھکن، شراب اور ذہنی تناؤ نے

اس پراگندگی کو بدتر کردیا تھا۔ اگر یوں کہنا مناسب ہو تو گویا مجموعی تاثر میں گندگی گھول دی تھی۔

اپپولیت اچانک اچھل پڑا جیسے کسی نے اسے کرسی سے نکال پھینکا۔

''سورج نکل آیا ہے!،، وہ پہلی کرن میں نہاتی ہوئی درختوں کی پھننگوں کو دیکھ کر اور پرنس کو ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چیخا جیسے کوئی معجزہ ہوگیا۔ ''وہ نکلا!،،

''ارے! تو آپ کیا سمجھے تھے وہ نہیں نکلےگا؟،، فردی‌شینکو نے رائےزنی کی۔

''اب ہمیں اس تپادینےوالی گرمی کا دوسرا دن گزارنا ہوگا،، گانیا کھلی بےکیفی سے جماھی اور انگڑائی لیتے بڑبڑایا۔ ٹوپی اس نے ھاتھ میں اٹھائی۔ ''ذرا خیال تو کرو، سوکھی گرمی کا پورا مہینہ!.. پتیت‌سن! ہم چل رہے ہیں یا نہیں؟،،

اپپولیت نے ایسے تعجب سے سنا گویا مخبوط الحواس ہونےوالا ہے۔ دفعتاً وہ بےحد پیلا پڑگیا اور اس کا سارا بدن کانپنے لگا۔

''آپ نے اپنی لاتعلقی دکھانے کی کوشش بڑے بےڈھنگےپن سے کی۔ مجھے ذلیل کرنے کی ترکیب ہے یہ،، وہ گانیا کو گھورتے ہوئے بولا ''آپ نابکار ہیں!،،

''آپ حد سے بڑھے جا رہے ہیں۔ یہ کیا حرکت ہے پاجامے سے باہر!،، فردی‌شینکو گرجا۔ ''عجیب سوکھے مریل سے پالا پڑا!،،

''وہ محض گھامڑ ہے،، گانیا نے کہا۔

اپپولیت نے اپنے آپ کو کچھ سنبھالا۔

''میں سمجھتا ہوں صاحبان!،، اس نے بدستور کانپتے اور ایک ایک لفظ پر رکتے ہوئے شروع کیا۔ ''میں آپ کے انتقام کا مستحق ہو سکتا ہوں۔ اور اس بےمعنی گفتگو (اس نے مسودے کی طرف اشارہ کیا) سے آپ کو تنگ کرنے کا افسوس ہے مجھے۔ یا شاید افسوس ہو کہ میں نے آپ کو قطعی تنگ نہیں کیا... (اس کی مسکراہٹ احمقانہ تھی) کیا میں نے آپ کو تنگ کیا ایوگینی صاحب؟،، اس نے معاً ایوگینی پاولووچ کو مخاطب کرکے پوچھا۔ ''میں نے کیا ہے یا نہیں کیا ہے؟ مجھے بتائیے!،،

''ذرا زیادہ کھینچ دیا، لیکن...،،

''جو کہنا ہو کہہ ڈالئے! زندگی میں ایک بار تو جھوٹ نہ بولئے!،، ایپولیت نے کانپتے ہوئے حکم دیا۔

''اوہ میرے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مہربانی کرکے میری جان چھوڑئے،، ایوگینی پاولووچ نے کراھت سے ھٹتے ہوئے کہا۔

''شب بخیر پرنس،، پتیتسن نے پرنس کے پاس جاکر کہا۔

''لیکن آپ یہ کیا کررہے ھیں؟ وہ خود کو گولی مارنےوالا ھے! ذرا اس کی طرف تو دیکھئے!،، ویرا چیخی۔ وہ ایپولیت کی طرف گھبراھٹ میں جھپٹی بلکہ اس کا ھاتھ پکڑ لیا۔ ''اس نے کہا ھے نا کہ سورج نکلتے ھی اپنے آپ کو گولی مار لےگا؟ آپ نے کیا سوچا؟،،

''وہ خود کو گولی نہیں مارےگا!،، کئی آوازیں جس میں گانیا کی بھی تھی تلخ مسرت سے بلند ہوئیں۔

''صاحبان، صاحبان!،، کولیا چیخا۔ اس نے بھی ایپولیت کے بازو تھام رکھے تھے۔ ''ذرا اس کی طرف دیکھنا! پرنس، آپ کیا سوچ رہے ھیں پرنس؟،،

ایپولیت کو اب ویرا، کولیا، کیلر اور بردوفسکی نے گھیر لیا تھا۔ چاروں اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے۔

''اس کو پورا حق ھے — پورا حق!..،، بردوفسکی بڑبڑایا جو معلوم ھوتا تھا بالکل بدحواس ھے۔

''مجھے پوچھنے کی اجازت دیجئے پرنس۔ آپ کی کیا ھدایات ھیں؟،، لیبیدیف نے پرنس کے پاس آکر پوچھا۔ وہ مدھوش تھا اور غصے سے بدتمیزی پر اتر آیا تھا۔

''ھدایات سے آپ کا کیا مطلب؟،،

''معاف کیجئے جناب۔ میں اس گھر کا مالک ھوں گو میں آپ سے گستاخی کرنا نہیں چاھتا۔ آپ بھی یہاں مالک ھیں، میں تسلیم کرتا ھوں۔ لیکن میں نہیں چاھتا کہ میرے ذاتی گھر میں...،،

''وہ اپنے آپ کو نہیں مارےگا — لڑکا بےوقوف بنا رہا ھے!،، جنرل ایولگین نے خلاف توقع خفگی لیکن اعتماد سے پکار کر کہا۔

''بہت ٹھیک کہا جنرل!،، فردی‌شینکو نے صاد کرتے ہوئے کہا۔

''مانا کہ وہ ایسا نہیں کرےگا، جنرل صاحب، میرے معزز جنرل۔ لیکن پھر بھی... یہ دیکھتے ہوئے کہ میں مالک مکان ھوں...،،

''سنئے، مسٹر تیرنتئیف!،، پتیتسن نے دفعتاً پرنس کو خداحافظ

کہنے کے ساتھ اپنا ایک ہاتھ اپپولیت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میں سمجھتا ہوں آپ نے اپنی نوٹ بک میں کچھ ایسا کہا ہے کہ اکادمی کو اپنا ڈھانچہ عطا کرنے کی وصیت کی ہے؟ کیا آپ کا مطلب ہے کہ جسم کا ڈھانچہ یعنی کہ آپ کی ہڈیاں؟''

''جی ہاں۔ میری ہڈیاں...''

''اب سمجھا۔ میں نے پوچھا کیونکہ کسی سے غلطی ہوسکتی ہے۔ میں نے سنا کہ اس قسم کا واقعہ پہلے بھی ہوچکا ہے۔''

''آپ اسے غصہ کیوں دلا رہے ہیں؟'' پرنس نے پکار کر کہا۔

''آپ لوگوں نے اسے رلا دیا ہے'' فردی‌شینکو نے اضافہ کیا۔

لیکن اپپولیت مطلق رو نہیں رہا تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے ہٹنے کی کوشش کی، لیکن ان چاروں نے جو اس کو گھیرے ہوئے تھے بیک وقت اسے بازوؤں سے جکڑ لیا۔ قہقہہ بلند ہوا۔

''وہ یہیں تک لا رہا تھا تاکہ اسے بازوؤں سے پکڑ لیا جائے اور اسی لئے اس نے اپنی نوٹ بک پڑھ کر سنائی تھی'' رگوژین نے جملہ کسا۔ ''خدا حافظ پرنس۔ کب سے یہاں بیٹھے رہے۔ میرا تو جوڑجوڑ دکھ رہا ہے۔''

''اگر آپ واقعی اپنے آپ کو گولی مارنا چاہتے ہیں تیرنتئیف'' ایوگینی پاولووچ نے ہنسی اڑاتے ہوئے کہا ''اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو اس خیال کو اتنی داد و تحسین کے بعد ترک کردیتا، تاکہ ان کے ہوش اڑ جائیں۔''

''ان لوگوں کا جی چاہتا ہے کہ مجھے خود کو گولی مارتے دیکھیں!'' اپپولیت اس پر بھڑک اٹھا۔

وہ یوں کہہ رہا تھا جیسے کسی پر لپکنے والا ہو۔

''وہ تماشے سے محروم رہنے پر برہم ہیں'' ایوگینی پاولووچ نے کہا۔

''آپ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ نہیں دیکھ سکیں گے؟''

''میں آپ کو اکسا نہیں رہا ہوں، اس کے برعکس میں تو سمجھتا ہوں یہ عین ممکن ہے کہ آپ خود کو گولی مار لیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ اپنے غصے کو ضبط کریں...'' ایوگینی پاولووچ نے مربیانہ انداز میں چبا چبا کر کہا۔

''اب جاکر سمجھ میں آیا کہ میں سخت غلطی پر تھا جو یہ

مسودہ پڑھ کر سنا دیا!،، اپپولیت نے یکبارگی ایوگینی پاولووچ کی طرف ایک اعتماد بھری صورت سے دیکھتے ہوئے کہا جیسے وہ کسی دوست سے مشورہ لے رہا ہو۔

''ہے ایک مضحکہ‌خیز صورت‌حال۔ لیکن... دراصل میں نہیں جانتا کہ آپ کو کیا مشورہ دوں،، ایوگینی پاولووچ نے مسکراکر کہا۔

اپپولیت نے درشتی سے اس کی طرف دیکھا۔ نظریں وہیں جمی رہیں۔ خاموش رہا۔ گمان گزرتا کہ اس پر غشی کا دورہ پڑگیا ہے۔

''نہیں۔ یہ نہیں چلےگا۔ ذرا اس کا انداز تو دیکھو کس طرح جتاتا ہے،، لیبیدیف کی زبان سے نکلا ''آپ کی اجازت سے میں پارک میں اپنے آپ کو گولی مار لوں‌گا تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو،! وہ واقعی تصور کرتا ہے کہ کسی کو تکلیف نہیں دےگا۔ بس، سیڑھی سے تین قدم اترکر باغ میں جانے کی دیر ہے۔،،

''حضرات...،، پرنس نے شروع کیا۔

''نا، نا — مجھے اجازت دیجئے میرے معززترین پرنس،، لیبیدیف نے کچوکا دیتے ہوئے کہا۔ ''چونکہ آپ خود تسلیم کریں‌گے کہ یہ کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے، چونکہ آپ کے کم‌ازکم آدھے سے زیادہ مہمان ایک ہی رائے رکھتے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ یہاں الفاظ ادا کرنے کے بعد وہ عزت آبرو کی خاطر خود کو گولی مار لےگا، میں اس مکان کے مالک کی حیثیت سے اور گواہوں کی موجودگی کے درمیان اعلان کرتا ہوں کہ میں فہمائش کرتا ہوں کہ آپ ہاتھ بٹائیں!،،

''کیا کرنا چاہئے لیبیدیف؟ میں آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔،،

''آپ یوں کرسکتے ہیں: اول تو اس سے وہ پستول رکھوالیں جس کی ہمارے سامنے اتنی شیخی بگھاری ہے، اس کے سارے لوازمات کے ساتھ۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو میں اسے اپنے گھر میں اس کی مریضانہ حالت کے پیش‌نظر ایک رات گزارنے کی اجازت دیتا ہوں۔ مگر ہاں، میری نگرانی میں۔ کل البتہ جدھر اس کا منہ اٹھے، ادھر ضرور نکل جائے۔ آپ مجھے معاف فرمائیں‌گے پرنس۔ اگر وہ اپنا ہتھیار حوالے نہیں کرتا، میں ابھی اسی وقت اس کا ہاتھ پکڑ لوں‌گا۔ ایک ہاتھ میں پکڑوں‌گا اور ایک جنرل، میں پولیس کو

فوراً رپورٹ کروں گا۔ پھر یہ معاملہ پولیس کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ وہ جانے۔ ایک ملاقاتی کی حیثیت سے مسٹر فردی‌شینکو بلا لائیں گے۔ ،،

شور مچ گیا۔ لیبیدیف نے جو بہت مشتعل تھا صبر کا دامن چھوڑ دیا۔ فردی‌شینکو پولیس کی طرف جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ گانیا شدت سے کہتا رہا کہ کوئی خودکشی کرنےوالا نہیں۔ ایوگینی پاولووچ خاموش رہا۔

''پرنس کیا آپ نے کسی گھنٹہ گھر سے چھلانگ لگائی ہے؟،، اپپولیت نے معاً سرگوشی میں پوچھا۔

''ایں۔ نہیں تو،، پرنس کا معصومانہ جواب تھا۔

''کیا آپ سمجھتے ہیں مجھے اس ساری نفرت کی توقع نہیں تھی؟،، اپپولیت نے دوبارہ سرگوشی کی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور وہ پرنس کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا گویا اسے واقعی اس سے کسی جواب کی توقع ہو۔ ''بس، بہت ہو چکا!،، وہ دفعتاً ساری مجلس سے مخاطب ہوکر چلایا۔ ''میں ملزم ہوں، سب سے بڑھ کر! لیبیدیف یہ رہیں کنجیاں،، (اس نے ایک بٹوہ نکالا اور اس میں سے لوہے کا چھلہ کھینچا جس میں تین یا چار کنجیاں لگی ہوئی تھیں) ''یہ رہی! آخری سے پہلےوالی... کولیا آپ کو بتا دےگا... کولیا! کولیا کہاں ہے؟،، وہ پکارا۔ اس کی نظر سیدھی کولیا پر تھی، لیکن وہ اسے دیکھ نہیں پایا۔ ''ہاں... وہ آپ کو بتائےگا۔ اس نے آج صبح مجھے تھیلا باندھنے میں مدد کی تھی۔ کولیا انہیں وہاں لےجاؤ۔ وہ پرنس کے مطالعہ کے کمرے میں ڈیسک کے نیچے ہے... میرا تھیلا... اس چابی کا استعمال کرنا۔ نیچے، صندوقچے میں... میرا پستول ہے۔ بارود‌دان بھی۔ اور تھوڑا سا بارود۔ اس نے خود لپیٹا باندھا ہے، مسٹر لیبیدیف، اور وہ آپ کو بتا دےگا۔ مگر ایک شرط ہے کہ آپ میرا پستول کل صبح مجھے اس وقت واپس کردیں جب میں پیٹرسبورگ روانہ ہوں‌گا۔ سنا آپ نے؟ میں یہ سب پرنس کی خاطر کررہا ہوں، آپ کی خاطر نہیں لیبیدیف۔ ،،

''یہ ٹھیک رہا!،، لیبیدیف نے کنجیاں کھینچتے اور برابر کے کمرے کی طرف بھاگتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ایک زہرخند تھا۔

کولیا کچھ کہنے کے ارادے سے رک گیا تھا۔ مگر لیبیدیف اسے گھسیٹتا ساتھ لے گیا۔

ایپولیت ہنسی اڑاتے ہوئے مہمانوں کو تک رہا تھا۔ پرنس نے دیکھا کہ اس کے دانت بج رہے تھے جیسے اسے تیز بخار چڑھا ہو۔

''یہ سب کتنے نابکار ہیں!،، ایپولیت نے پھر جنون میں پرنس سے سرگوشی کی۔ وہ جب بھی پرنس سے مخاطب ہوتا، اس کی طرف خوب جھک کر کان میں بات کرتا۔

''چھوڑئیے انھیں — آپ نڈھال ہو رہے ہیں...،،

''میں اب جانےوالا ہوں۔ بس تھوڑی دیر میں... ابھی۔ ،، اس نے پرنس کو اچانک گلے لگا لیا۔

''شاید آپ سمجھتے ہوں گے کہ میں پاگل ہوں؟،، اس نے اس کی طرف ٹکٹکی باندھے اور ایک عجیب طور سے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''نہیں لیکن آپ...،،

''ذرا ایک منٹ۔ کچھ نہ کہئیے۔ ٹھیرئیے، فقط خاموش رہئیے، میں آپ کی آنکھوں میں جھانکنا چاہتا ہوں... اسی طرح کھڑے رہئیے۔ اور مجھے دیکھنے دیجئیے۔ میں واقعی ایک انسان سے رخصت ہو رہا ہوں۔ ،،

دس سیکنڈ تک وہ خاموش کھڑا رہا۔ اس کی نظریں پرنس پر جمی رہیں، چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی، کنپٹیاں پسینے کی بوندوں سے چمک رہی تھیں۔ اور کچھ عجیب طریقے سے پرنس کا ھاتھ پکڑے ہوئے تھا، گویا اسے ڈر تھا کہ وہ چھوٹ نہ جائے۔

''ایپولیت، ایپولیت! کیا ہوا آپ کو؟،، پرنس پکارا۔

''بس ایک لمحہ... کافی ہوگا... میں لیٹ جاتا ہوں۔ میں سورج کی صحت کا صرف ایک گھونٹ پیئوں گا... میں چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں، مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئیے!،،

اس نے میز پر سے ایک جام جھپٹ لیا۔ پرنس سے الگ ہٹ گیا۔ اور ایک پل بعد برآمدے کے زینوں پر پہنچ گیا تھا۔ پرنس اس کے پیچھے دوڑنے ہی والا تھا لیکن کچھ ایسا ہوا گویا عمداً کہ عین اسی وقت ایوگینی پاولووچ نے اسے خدا حافظ کہنے کےلئے ھاتھ بڑھایا۔ بمشکل ایک سیکنڈ گزرا ہوگا کہ اچانک برآمدے سے

شور سنائی دیا۔ اس کے بعد ایک منٹ سخت افراتفری مچی۔
اور یہ سب یوں ہوا۔
برآمدے کے زینے پر پہنچ کر ایپولیت رکا۔ جام اس کے بائیں ہاتھ میں تھا اور داھنا ھاتھ اوورکوٹ کی بغلی جیب میں تھا۔ کیلر نے بعد میں حتمی طور پر کہا کہ پرنس سے باتیں کرتے وقت بھی وہ اپنا داھنا ھاتھ جیب میں ڈالے ہوئے تھا۔ پرنس کے شانے اور کالر کو بائیں ھاتھ سے تھامے ہوئے تھا اور داھنا ھاتھ جیب کے اندر رکھا تھا۔ اس پوزیشن پر کیلر نے کہا کہ اسے پہلی دفعہ شبہ ھوا۔ بہرحال جو بھی ھو، کیلر کے دل کو دھڑکا لگا ھوا تھا جس نے اسے ایپولیت کے پیچھے دوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن وہ رہ گیا۔ اس نے صرف ایپولیت کے داھنے ھاتھ میں کوئی چیز چمکتے دیکھی اور اسی سیکنڈ میں چھوٹاسا جیبی پستول اس کی کنپٹی پر لگا ھوا تھا۔ کیلر اس کا ھاتھ پکڑنے دوڑا، تبھی ایپولیت نے لبلبی دبائی۔ ایک تیز کٹ کٹ کھٹکے کی آواز ھوئی۔ لیکن گولی نہ چلی۔ جب کیلر نے ایپولیت کو جکڑا تو وہ اس کے بازوؤں پر گرگیا۔ ظاھرا بےسدھ۔ شاید وہ اپنے آپ کو فی‌الحقیقت مرا ھوا سمجھ رھا تھا۔ پستول اب کیلر کے قبضے میں تھا۔ ایپولیت کو سہارا دے کر ایک کرسی پر بٹھایا گیا، اور تمام حاضرین اس کے گرد جمع ھوگئے۔ اور زور زور سے بولنے اور سوالات کرنے لگے۔ سب نے لبلبی کی کٹ کٹ سنی تھی اور اب اسے زندہ دیکھ رہے تھے، کہیں پر کھرونچ تک نہیں تھی۔ خود ایپولیت بیٹھا ھوا تھا فہم و شعور سے قطعی قاصر کہ یہ کیا ھو رھا ھے اور خالی خالی نظروں سے اپنے اردگرد لوگوں کو دیکھ رھا تھا۔ عین اس موقع پر لیبیدیف اور کولیا دوڑتے آئے۔

''کیا رنجک چاٹ گئی؟،، ایک عام سوال تھا۔
''شاید بھرا ھوا نہیں تھا!،، دوسروں نے قیاس ظاھر کیا۔
''وہ بھرا ھوا تو ھے،، کیلر نے پستول کا معائنہ کرتے ھوئے اعلان کیا ''لیکن...،،
''تو کیا اسے رنجک چاٹ گئی؟،،
''اس کی ٹوپی غائب ھے!،، کیلر نے کہا۔
اس کے بعد جو افسوس‌ناک واقعات ھوئے انھیں بتانا مشکل

ہے۔ شروع کی عام گھبراہٹ اور پریشانی کی جگہ ہنسی مذاق ہونے لگا۔ کچھ لوگ تو قہقہے مارنے لگے، انھیں گویا اس صورت‌حال سے ایک طرح کی مردار تفریح حاصل ہورہی تھی۔ اپپولیت سسکیاں بھر رہا تھا جیسے وہ تشنجی کیفیت میں ہو، وہ اپنے ہاتھ مروڑ رہا تھا۔ ایک ایک پر گرا جارہا تھا۔ فردی‌شینکو تک کے پاس پہنچا، اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور قسم کھا کھا کے کہنے لگا کہ وہ بھول گیا تھا — کارتوس میں ٹوپی داخل کرنا۔ ''جان بوجھ کر نہیں محض اتفاق سے بھول گیا تھا۔ وہ ساری ٹوپیاں یہاں میری واسکٹ کی جیب میں پڑی ہیں۔ کوئی دس ہوں‌گی،، (اس نے گھوم کر ہر ایک کو دکھائیں)۔ پہلے سے لگا کر نہیں رکھی تھی کہ کہیں پستول اتفاق سے اس کی جیب میں ہی نہ چل جائے۔ اسے بھروسہ تھا کہ وقت ضرورت ٹوپی چڑھانے کا موقع تو مل ہی جائےگا۔ اور عین وقت پر دماغ سے نکل گیا۔ وہ پرنس اور ایوگینی پاولووچ کی طرف لپکا اور پھر کیلر کی منت سماجت کی کہ وہ اس کا پستول واپس دے دے اور کہا کہ اس کی عزت کا معاملہ ہے، سب کو دکھا دےگا کہ ''میری عزت، عزت ہے،، اور یہ کہ اب ''ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا ہوگیا!..،،

آخرکار اس نے ہوش و حواس کھو دئے اور دھڑام سے گر پڑا۔ اسے پرنس کے مطالعے کے کمرے میں لےجایا گیا۔ لیبیدیف نے جو تب تک اپنی سدھ میں آچکا تھا، فوراً ڈاکٹر کو بلانے بھیجا اور خود بیمار کے سرھانے مع اپنی بیٹی اور بیٹے، بردوفسکی اور جنرل کے ٹھہر گیا۔ جب بےہوش اپپولیت کو باہر لے جانے لگے، کیلر نے کمرے کے وسط میں پینترا سنبھالا اور ذیل کا اعلان کیا، تاکہ ساری محفل اسے سن لے۔ اور ایک ایک لفظ کو خوب زور دے دے کر پوری شدت کے ساتھ ادا کیا:

''حضرات! اگر آپ میں سے کسی نے بھی میری موجودگی میں یہ آواز نکالی کہ ٹوپی دانستہ طور پر نہیں لگائی گئی اور اس پر اڑا رہا کہ یہ بدنصیب نوجوان محض ایک مزاحیہ تماشا دکھا رہا تھا تو اس شخص کو مجھ سے نپٹنا پڑےگا۔،،

کوئی جواب نہیں ملا۔ مہمان اخیر میں جلدی جلدی رخصت ہو رہے تھے۔ پتیتسن، گانیا اور رگوژین اکٹھا نکلے۔

پرنس ایوگینی پاولووچ کی اس تلون مزاجی پر حیران ہوا کہ بغیر اس سے ملے ہوئے، حالانکہ پہلے ارادہ ظاہر کر چکا تھا، اور جلدی کی وجہ بتائے بغیر چل دیا۔

''آپ تو دوسروں کے جانے کے بعد مجھ سے بات کرنےوالے تھے نا؟،، اس نے پوچھا۔

''بےشک میں نے کہا تو تھا،، ایوگینی پاولووچ نے معاً خود بیٹھتے اور پرنس کو اپنے برابر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ''لیکن میں نے فی‌الحال اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ مانتا ہوں کہ میں کسی قدر پریشان ہوں اور آپ بھی ہیں۔ میرے خیالات اس وقت بالکل گڈمڈ ہیں۔ علاوہ اس کے میں جو مشورہ آپ سے لینا چاہتا تھا وہ میرے لئے بےحد اہم ہے اور آپ کے لئے بھی۔ اس لئے پرنس جیسا آپ جانتے ہیں، زندگی میں ایک بار میں بےحد دیانت‌داری سے یعنی بغیر کسی درپردہ خیال کے عمل کرنا چاہتا ہوں اور ہاں میں سمجھتا ہوں میں فی‌الحال، ابھی، اس وقت پورے صدق‌دل سے کوئی کام کی بات کرنے کے قطعی ناقابل ہوں۔ اور شاید آپ بھی، ہاں، اور کیا... آپ بھی... خیر... ہم اس معاملے کو بعد میں صاف کرلیں‌گے۔ اگر ہم تین دن اور انتظار کرلیں کیونکہ میں ان دنوں پیترسبورگ میں رہوں‌گا تو اتنے میں ممکن ہے میرے اور آپ کےلئے بھی وہ معاملہ اور زیادہ صاف ہوجائے۔،،

اتنا کہہ کر وہ دوبارہ اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔ اس لئے یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ وہ بیٹھا ہی کیوں تھا۔ پرنس نے یہ تاثر لیا کہ ایوگینی پاولووچ ناراض اور چڑا ہوا تھا۔ یہ کہ اس کی نظروں میں کدورت آگئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے جو کیفیت تھی، وہ اب بالکل بدل چکی تھی۔

''ضمناً ایک بات۔ کیا اب آپ اس دکھیا کو دیکھنے جا رہے ہیں؟،،

''ہاں... مجھے ڈر ہے کہ،، پرنس کی زبان سے نکلا۔

''ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ غالباً آئندہ چھ ہفتے کے لگ بھگ اور زندہ رہےگا۔ اور یہاں شاید سدھر بھی جائے۔ آپ کے لئے بہتر یہی ہوگا کہ اسے کل یہاں سے چلتا کردیں۔،،

''میں نے واقعی اسے شہ دی ہوگی اس بات سے کہ کچھ بھی

نہ کہا۔ شاید اس نے سوچا کہ مجھے بھی شک ہے کہ وہ اپنے آپ کو گولی مار لے گا۔ کیا خیال ہے آپ کا ایوگینی پاولووچ؟،،

''ذرا بھی نہیں - یہ آپ کی حددرجہ شرافت ہے کہ اس کے لئے آپ تشویش محسوس کرتے ہیں - میں نے ایسی باتیں سنی ہیں - لیکن اب تک واقعی مجھے کسی ایسے آدمی سے سابقہ نہ پڑا تھا جو اپنے آپ کو اس لئے گولی مارنے پر تلا ہو کہ لوگوں سے داد و تحسین حاصل کرے - یا اس تکدر کے سبب کہ اس کی تعریف نہیں کی گئی - بڑی بات یہ کہ مجھے کبھی یقین نہ آتا کہ کمزوری کا اتنا کھلا اعتراف بھی ممکن ہے! بہرحال آپ تو کل تک اس سے چھٹکارا حاصل کر ہی لیں - ،،

''کیا خیال ہے، وہ اپنی جان لینے کی دوسری کوشش کرے گا؟،،

''نہیں - وہ اب ایسا نہیں کرے گا۔ لیکن ہمارے دیسی قسم کے لیسےنیئروں* سے خبردار رہئے! پھر جتا دوں کہ ان نکمے، بےقرار اور حریص اور سفلہ لوگوں کے لئے کوئی جرم کر ڈالنا نہایت معمولی حربہ ہوتا ہے - ،،

''کیا وہ لیسےنیئر ہے؟،،

''اصل تو ایک ہی ہے، روپ الگ الگ ہو سکتے ہیں - مجھے کوئی تعجب نہیں ہوگا اگر یہ شخص محض 'دل‌لگی' کے لئے ایک درجن افراد کو مار ڈالے بالکل اسی طرح جیسا اس نے اپنے 'بیان' میں بتایا ہے - اس کے یہ الفاظ رات میں میری نیند حرام کئے رہیں گے - ،،

''شاید آپ ان باتوں کا اپنے دل پر بہت اثر لے رہے ہیں!،،

''آپ ایک بہت عجیب آدمی ہیں پرنس - آپ کو واقعی یقین نہیں آتا کہ وہ ایک چھوڑ دس قتل کرنے کا اہل ہوگیا ہے؟،،

''میں اس سوال کا جواب دینے سے ڈرتا ہوں - یہ سب کتنا عجیب ہے لیکن...،،

''ٹھیک ہے، آپ کی مرضی - جیسی آپ کی مرضی!،، ایوگینی

---

* لیسےنیئر — پئیر فرانسوآ (۱۸۰۰ء — ۱۸۳۶ء) - تیسری دھائی کے درمیان کئی بھیانک سنگدلانہ قتل کے جرم میں مقدمہ چلانے کے لئے پیرس لایا گیا تھا۔ (ایڈیٹر)

پاولووچ نے آخر میں چڑکر کہا۔ ''علاوہ اس کے آپ کے پاس اتنی ہمت و جرأت ہے۔ صرف اس بات کا خیال رکھئے کہ ان دس میں آپ کا شمار نہ ہو۔''

''قیاس غالب ہے کہ وہ کسی کو قتل نہیں کرسکتا،، پرنس نے ایوگینی پاولووچ کی طرف متفکر نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اور ایوگینی پاولووچ کی ہنسی میں کدورت تھی۔

''اچھا اب مجھے جانا چاہئے۔ خدا حافظ۔ کیا آپ نے اس ''وضاحت،، کی ایک نقل وصیت کے مطابق اگلایا ایوانوونا کے حوالے کرنے پر غور کیا؟،،

''میں نے کیا۔ اور بھی کچھ سوچ رہا ہوں۔''

''وہی، وہی، دس جانوں کے سلسلے میں،، ایوگینی پاولووچ نے دوبارہ ہنستے ہوئے کہا اور رخصت ہوگیا۔

ایک گھنٹے بعد تین بج چکے تھے کہ پرنس پارک کی طرف چلا۔ اس نے گھر پر نیند حاصل کرنے کی بےسود کوشش کی تھی لیکن اس کا دل بڑے درد سے دھڑک رہا تھا۔ گھر پر ہر چیز کا بندوبست ہوچکا تھا، معاملات امکانی حد تک پرسکون ہوگئے تھے۔ بیمار لڑکا بھی اونگھ گیا تھا اور ڈاکٹر نے دیکھ کر بتا دیا کہ کوئی خاص خطرہ نہیں ہے۔ لیبیدیف، کولیا اور بردوفسکی نے بیمار کے کمرے میں اپنی اپنی جگہ سنبھالی تاکہ وہ باری باری ایپولیت کی خبرگیری کریں۔ پریشانی کی کوئی بات نہ ہو۔

لیکن ہر منٹ گزرنے کے ساتھ پرنس کی بےچینی بڑھتی جاتی تھی۔ وہ پارک میں گھومتا رہا۔ قطعی غائب دماغ۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا جو بینڈ اسٹینڈ کے قریب تھا تو تعجب سے رک گیا اور دیکھا کہ خالی نشستوں کی قطار تھی اور موسیقی کا چبوترہ تھا۔ جگہ کی ہیئت نے اس کو حیران کیا اور کسی وجہ سے یہ نظارہ اسے مکروہ لگا۔ اس لئے وہ واپس مڑگیا۔ اسی راستے پر چلتا ہوا جس پر وہ ایک دن پہلے یپان‌چین خاندان کے ساتھ عیش باغ کی طرف گیا تھا، اس سبز بنچ تک پہنچا جسے ملاقات کی جگہ بتایا گیا تھا۔ وہ اس پر بیٹھ گیا اور دفعتاً بڑے زور سے ہنسا۔ پھر فوراً ایک بےحد برھمی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ اس کے دل پر بوجھ باقی رہا اور اس نے محسوس کیا کہ کہیں چلے جانا چاہئے... لیکن نہیں جانتا

تھا کہ کہاں۔ سر کے اوپر ایک درخت پر ایک چڑیا بیٹھی چہچہا رہی تھی۔ آنکھیں ان پتیوں میں چڑیا کو ڈھونڈھنے لگیں۔ اچانک چڑیا اڑ گئی۔ اور اسی وقت یاد آیا کسی وجہ سے کہ ایپولیت کے لفظوں میں ''وہ ننھی مکھی،، جو سورج کی کرن میں بھنبھنا رہی تھی، ''وہ اپنا مقام جانتی ہے اور اس دعوت و ضیافت کے طائفے میں شریک ہے۔ جبکہ تنہا میں ایک اچھوت ہوں،،۔ اس خیال نے اسے تب بھی حیران کیا تھا، اسے اب یاد آیا۔ بہت پہلے کی فراموش کردہ ایک یاد ذھن میں کلبلائی اور ناگہاں اس کے سامنے کھل کر آگئی۔

وہ یاد تھی سوئٹزرلینڈ کی۔ اس کے طبی علاج کے پہلے سال کی، بلکہ اس کے ابتدائی مہینوں کی۔ تب تک وہ بالکل ھی ایڈیٹ تھا۔ نہ اچھی طرح کوئی بات کہہ سکتا تھا، نہ یہ سمجھ پاتا تھا کہ اس سے کیا کہا جا رہا ہے، کاھے کے لئے کہا جا رہا ہے۔ ایک روشن اور دھوپ بھری صبح کو وہ کسی پہاڑی قطعے میں نکل گیا۔ کافی دیر تک ادھر ادھر گھومتا رہا اور ایک ناقابل برداشت خیال میں محو رہا جو کوئی شکل اختیار نہیں کر رہا تھا۔ چمکتا آسمان تھا، نیچے ایک جھیل۔ چاروں طرف افق — صاف شفاف اور لامحدود جو لامتناھی فاصلوں تک پھیلا ھوا تھا۔ اس نے اس منظر کو دیر تک غور سے اور کرب کے ساتھ دیکھا اور اب اسے یاد آیا کہ ان روشن، نیلگوں اور لامحدود وسعتوں پر اپنے ھاتھ پھیلائے تھے اور رو دیا تھا۔ اسے یہ بات اذیت دے رھی تھی کہ وہ ان سب کے لئے کلیتاً بیگانہ ہے۔ یہ بھلا کس قسم کی ضیافت تھی، کیسا امر اور سہان تیوھار جس کا کوئی انت نہیں اور جس کےلئے وہ اتنے عرصے سے بچپن سے ہمیشہ سے کشش محسوس کرتا رہا۔ لیکن جس کا وہ کسی طرح ساتھ نہیں دے سکتا۔ ھر روز وھی پرجلال شاندار طلوع آفتاب، ھر روز ھر صبح آبشار پر قوس قزحی پھوار اور ھر شام بہت دور برف‌پوش سب سے اونچی چوٹی ارغوانی رنگ سے دھکتی تھی جہاں آسمان کا کنارہ ہے۔ ھر ایک ''ننھی‌سی مکھی جو سورج کی کرن میں اس کے قریب بھنبھناتی تھی، وہ موسیقی کے اس طائفے میں شریک تھی، اپنا مقام جانتی تھی، اس سے محبت کرتی اور خوش و خرم تھی،،۔ گھاس کی ھر پتی اگتی تھی اور شاد تھی۔ ھر شے کا اپنا راستہ، ھر ایک اپنا راستہ جانتی تھی، گیت

کے ساتھ آتی اور گیت کے ساتھ چلی جاتی۔ تنہا وہی تھا جو نہ تو کچھ سمجھتا تھا، نہ جانتا پہچانتا تھا، نہ لوگوں کو، نہ آوازوں کو۔ ہر ایک کے لئے اجنبی اور سب کے لئے اچھوت۔ تب وہ ایسے الفاظ ادا کرنے یا اپنے سوال کا اظہار کرنے تک سے معذور تھا۔ بہرا اور گونگا، اندر ہی اندر تڑپتا تھا۔ لیکن اسے اب ایسا لگا جیسے اس نے تب بھی یہ سب کچھ کہا ہوگا، بالکل انھی الفاظ میں، اور یہ ''مکھی،، والی بات اپپولیت نے خود اسی سے، تب کے الفاظ اور آنسوؤں سے لی ہوگی۔ اسے اس بات کا یقین تھا۔ اور نجانے کیوں اس خیال پر دل تیزی سے دھڑکنے لگا...

وہ بنچ پر اونگھ گیا۔ لیکن اس کی بیچینی اس کی نیند میں بھی چلتی رہی۔ آنکھ لگنے سے پہلے اسے یاد آیا کہ اپپولیت دس آدمیوں کو قتل کر ڈالے گا، اور وہ اس خیال کے مہمل ہونے پر مسکرا دیا۔ ہر طرف ایک سناٹا اور پرسکون خاموشی چھائی ہوئی تھی جو صرف پتیوں کی سرسراہٹ سے ٹوٹتی تھی، جس کی بدولت چو طرف تنہائی اور سناٹا اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ جب تک وہ سوتا رہا ایک خواب کے بعد دوسرا آتا رہا۔ سب میں اضطراب اور بےچینی جن سے وہ سارے وقت چونک چونک پڑتا تھا۔ آخر میں ایک عورت نمودار ہوئی جسے وہ جانتا تھا، دکھ کے ساتھ پہچانتا تھا۔ وہ اس کا نام بتا سکتا تھا اور اشارہ کرکے دکھا سکتا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ کہ اب اس کا چہرہ اس سے بالکل مختلف تھا جس سے وہ ہمیشہ آشنا تھا۔ یہ وہی عورت ہے اب اسے ماننا بھی اس کے لئے سوہان روح ہونے لگا۔ اب اس چہرے پر ایسی ہیبت اور پشیمانی تھی کہ معلوم ہوتا وہ ایک دہشتناک مجرم ہے جس نے ابھی ابھی ایک بڑا خطرناک جرم کیا ہے۔ اس کے زرد رخسار پر ایک آنسو لرز رہا تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے پاس بلایا۔ اپنے لبوں پر انگلی رکھی جیسے وہ اسے خبردار کررہی ہو کہ خاموشی سے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اس کا دل ڈوب گیا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے مجبور نہیں کرسکتی کہ وہ اسے مجرم مانے۔ تاہم محسوس ہوا کہ ابھی ابھی کوئی ایسا دہشتناک واقعہ ہونےوالا تھا جو اس کی ساری زندگی پر اثرانداز ہوگا۔ وہ گویا پارک ہی میں قریب کوئی چیز اسے دکھانا چاہتی تھی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے کےلئے

اٹھا لیکن اتنے میں ناگاہ اس کے نزدیک کسی کی کھنکھناتی، تازہ دم ہنسی سنائی دی۔ کسی کا ہاتھ اس کے ہاتھوں کو چھوتا محسوس ہوا۔ اس نے وہ ہاتھ پکڑ لیا، زور سے دبایا اور آنکھ کھل گئی۔ اگلایا اس کے سامنے کھڑی تھی اور اونچی آواز میں قہقہے لگا رہی تھی۔

۸

اگرچہ وہ ہنس رہی تھی لیکن برہم بھی تھی۔

''سو گئے! آپ سو رہے تھے!؟'' اس نے تحقیرآمیز استعجاب سے پکار کر کہا۔

''ارے آپ ہیں؟'' وہ بڑبڑایا۔ ابھی وہ پوری طرح بیدار نہیں ہوا تھا اور حیرت سے چونک کر اسے پہچانا۔ ''اوہو۔ ہاں، ہم یہاں ملنے والے تھے... میں ذرا اونگھ گیا۔''

''میں نے دیکھا۔''

''آپ کے سوا اور کسی نے بھی مجھے جگایا تھا؟ کیا آپ کے علاوہ اور بھی کوئی یہاں آیا تھا؟ میں سمجھا، کوئی... دوسری عورت...''

''کوئی دوسری عورت، یہاں؟..''

آخر اب پوری طرح حواس درست ہوئے۔

''وہ محض ایک خواب تھا'' اس نے غور کرتے ہوئے کہا۔ ''کتنا عجیب ہے ایسے وقت میں ایسا خواب... بیٹھ جائیے۔''

اس نے اگلایا کا ہاتھ پکڑا اور بنچ پر بٹھا لیا۔ پھر خود اس کے برابر بیٹھ گیا اور سوچ میں کھو گیا۔ اگلایا نے گفتگو کی ابتدا نہیں کی بلکہ اس کی طرف غور سے دیکھتی رہی۔ اس کی نظریں بھی اگلایا پر گڑی ہوئی تھیں، یوں گویا وہ اس کی آنکھوں کے آگے تھی ہی نہیں۔ وہ تمتمانے لگی۔

''ارے ہاں!'' اس نے چونک کر کہا ''اپپولیت نے اپنے گولی مار لی۔''

''کہاں؟ آپ کے مکان پر؟'' اس نے پوچھا مگر زیادہ حیرت کے بغیر۔ ''لیکن وہ کل شام تک تو زندہ تھا، میں سمجھتی ہوں۔

ہے نا؟ اس واقعے کے بعد آپ کو نیند کیسے آ گئی؟،، وہ معاً چونک کر پکاری۔

''لیکن وہ مرا نہیں۔ پستول نہیں چلا۔،،

اگلایا نے اصرار کیا تو پرنس کو پچھلی رات کے واقعات کا تفصیلی بیان دینا پڑا۔ اگلایا کہانی جاری رکھنے کے لئے اسے اکساتی رہی، لیکن ساتھ ہی اسے بار بار کے سوالات بلکہ زیادہ‌تر بے‌حد غیرمتعلق سوالات سے بیچ بیچ میں ٹوکتی رہی۔ ضمناً وہ بڑے اشتیاق سے ایوگینی پاولووچ کی باتیں کریدتی رہی اور کئی مرتبہ پرنس سے پوچھا کہ جو کچھ اس نے کہا تھا اسے پھر دھرائے۔

''اچھا، بس۔ بہت ہو چکا،، اس نے ساری کہانی سن لینے کے اختتام پر کہا۔ ''ہمیں عجلت سے کام لینا چاہئے۔ ہمیں صرف ایک گھنٹہ وقت ہے آٹھ بجے تک۔ کیونکہ مجھے آٹھ بجے گھر پہنچنا چاہئے، تاکہ وہاں نہ معلوم ہو جائے کہ میں یہاں بیٹھی تھی۔ میں یہاں خاص مقصد سے آئی ہوں۔ مجھے بہت ساری باتیں آپ کو بتانی ہیں۔ لیکن آپ کی کہانی نے مجھے چکر میں ڈال دیا ہے۔ جہاں تک اپپولیت کا سوال ہے اس کا پستول تو رنجک چاٹنے ہی والا تھا۔ کیونکہ یہ تو اس کا وطیرہ رہا ہے۔ لیکن کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ واقعی اپنے آپ کو مارنا چاہتا تھا، فریب نہیں دے رہا تھا؟،،

''کوئی فریب نہیں تھا!،،

''ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا اس نے واقعی لکھا تھا کہ اس کا ''اعتراف نامہ،، یا ''بیان صفائی،، مجھے پہنچا دیں؟ پھر آپ کیوں نہیں لائے؟،،

''لیکن وہ مرا نہیں۔ میں اس سے پوچھوں گا۔،،

''دیکھئے، ضرور لے آئیے۔ آپ اس سے پوچھنے کی زحمت نہ کریں۔ وہ خوش ہوگا بے‌شک کیونکہ غالباً اس نے اپنے آپ کو مارنے کی کوشش اسی غرض سے کی ہوگی کہ میں اس کا اعتراف بعد میں پڑھ لوں۔ براہ مہربانی میرے الفاظ پر میرا مذاق نہ اڑائیں، لیو نکولائی‌وچ صاحب، کیونکہ یہ سچ بھی ہوسکتا ہے۔،،

''میں مذاق نہیں اڑاؤں گا کیونکہ مجھے یقین ہے اس میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہو سکتی ہے۔،،

''کیا آپ کو اس کا یقین ہے؟ کیا آپ بھی واقعی ایسا سمجھتے ہیں؟،، اگلایا نے ایک دم انتہائی حیرت سے چیخ کر کہا۔
اس کے سوالات یکے بعد دیگرے چلے آ رہے تھے، جلدی جلدی بول رہی تھی لیکن بعض اوقات وہ اٹک جاتی اور اکثر اپنے جملے پورے کرنے میں ناکام رہتی۔ بعض دفعہ وہ گویا اسے کسی بارے میں خبردار کرنے کے لئے بےتاب تھی۔ اور باوجود دلیری اور تقریباً علانیہ سرکشی کے رویے کے جو اس نے اختیار کر رکھا تھا وہ کسی قدر گھبرائی ہوئی، سہمی ہوئی بھی تھی۔ روزانہ کے معمولی لباس میں ملبوس تھی جو سادہ تھا اور اس پر سجتا بھی تھا۔ وہ بنچ کے بالکل سرے پر بیٹھی ہوئی اکثر چونکتی اور جھینپ جاتی تھی۔ پرنس کی اس توثیق نے کہ ایپولیت نے اپنی جان لینے کی اس لئے کوشش کی تاکہ وہ بعد میں اس کا ''اعتراف‌نامہ،، پڑھے، اگلایا کو حیرت زدہ کردیا تھا۔

''بےشک،، پرنس نے تشریح جاری رکھی ''آپ کے سوا وہ چاہتا تھا کہ ہم سب بھی اس کی تعریف کریں...،،

''کیا مطلب، تعریف کریں؟،،

''یعنی کہ... اچھا... اب میں کیسے کہوں؟ اسے الفاظ میں ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ یوں سمجھئے کہ غالباً وہ چاہتا تھا کہ ہم اس کے گرد جمع ہوجائیں، اسے بتائیں کہ ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اس کی بڑی قدر کرتے ہیں اور اس سے التجا کریں کہ وہ زندہ رہے۔ ہوسکتا ہے اس کے ذہن میں آپ سب سے زیادہ تھیں کیونکہ اس نے ایسے نازک موقع پر آپ کا نام لیا... اگرچہ اسے غالباً خود خبر نہ ہوگی کہ آپ اس کے ذہن میں بسی ہیں۔،،

''یہ ایسی بات ہے کہ میں مطلق سمجھ نہیں سکتی۔ اس کے ذہن میں تھی اور خبر نہیں تھی کہ ذہن میں بسی ہوں۔ اچھا، ہاں۔ خیال آیا، میں سمجھتی ہوں اسے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب میں صرف تیرہ برس کی تھی کوئی تیس مرتبہ زہر کھانے کی سوچی ہوگی۔ زہر کھا کے سو رہوں اور یہ سب معاملہ اپنے والدین کو ایک خط میں لکھ دوں۔ یہ بھی تصور کرلیا تھا کہ کس طرح میں قبر میں پڑی ہونگی۔ سب کھڑے مجھ پر رو رہے ہونگے اور اپنے

آپ کو الزام دیتے ہونگے کہ مجھ سے کیا کیا بدسلوکی کرتے رہے... آپ پھر سے ہنس کیوں رہے ہیں؟'' وہ ناک بھوں چڑھا کر تیزی سے بولتی گئی۔ ''جب آپ تنہا ہوتے ہیں اور خیالی پلاؤ پکاتے ہیں تب کیا کچھ نہیں سوچتے؟ شاید آپ خود کو فیلڈمارشل سمجھتے ہیں جس نے نپولین کو شکست دی ہو؟''

''واقعی، قسم سے، صاف بتاؤں، مجھے اس کا خیال بھی آتا ہے خصوصاً سوتے میں'' پرنس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''صرف نپولین کو نہیں بلکہ سارے آسٹرین لوگوں کو مار بھگاتا ہوں۔ ''

''مجھے آپ سے مذاق کرنے کی قطعی خواہش نہیں، مسٹر لیو نکولائیوچ۔ میں خود ایپولیت سے ملوں‌گی۔ مہربانی کرکے اسے مطلع کردیں۔ آپ کی جانب سے میں سمجھتی ہوں سخت غلطی ہوئی۔ کیونکہ اس طرح سے دیکھنا اور انسان کی روح پر فیصلے صادر کرنا جیسا کہ آپ نے ایپولیت پر کیا زیادتی ہے۔ آپ میں نزاکت احساس نہیں۔ سچائی کے سوا کچھ بھی نہیں، اور محض حق گوئی ناانصافی ہے۔ ''

پرنس سوچ میں پڑگیا۔

''آپ میرے ساتھ ناانصافی کررہی ہیں، میرے خیال میں'' پرنس نے کہا۔ ''اگر اس نے ایسا سوچا تو میں اس کی سوچ میں کوئی برائی نہیں پاتا کیونکہ سبھی لوگوں میں ایسا سوچنے کا رجحان ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں شاید اس نے مطلق یہ سوچاھی نہ ہو بلکہ صرف یہ چاھا ہو... آخری مرتبہ چاھتا تھا کہ وہ لوگوں سے مل‌لے، ان کی محبت اور قدردانی حاصل کرلے۔ یہ بہت اچھے جذبات ہیں۔ صرف اتنا ہے کہ ان کی تعمیل میں کسر رہ گئی۔ اس کی بیماری کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے۔ مزید یہ کہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جن سے باتیں بنتی ہیں اور کچھ سے ہمیشہ بگڑ جاتی ہیں...''

''یہ آپ نے اپنے متعلق اضافہ کیا غالباً'' اگلایا نے رائےزنی کی۔

''جی ھاں، اپنے بارے میں'' پرنس نے جواب دیا۔ اسے گمان نہ گزرا کہ سوال چبھتا ہوا تھا۔

''خیر، جو بھی ہو، اگر میں آپ کی جگہ ہوتی تو بالکل آنکھ نہ لگتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے آپ کو جہاں کہیں موقع

ملتا ہے فوراً سوجاتے ہیں۔ یہ آپ کے شایان شان نہیں معلوم ہوتا۔''

''لیکن مجھے ساری رات نیند نہیں ملی۔ اور پھر میں ٹہلتا رہا، چلتا رہا۔ اور پھر وہاں پہنچا جہاں موسیقی...''

''کونسی موسیقی سے آپ کا مطلب ہے؟''

''جہاں کل بینڈ بج رہا تھا۔ پھر میں یہاں آیا اور بیٹھ گیا۔ کچھ سوچا اور سوچتے سوچتے سو گیا۔''

''اچھا تو یوں ہوا؟ اس سے آپ کا معاملہ ہلکا ہوجاتا ہے... لیکن آپ بینڈ اسٹینڈ پر کیوں گئے؟''

''معلوم نہیں۔ یوں ہی...''

''خوب، بہت خوب۔ اس پر بعد میں۔ آپ میری بات کاٹتے ہیں۔ مجھے اس سے کیا سروکار کہ آپ بینڈ اسٹینڈ پر گئے تھے۔ اور وہ عورت کون تھی جسے خواب میں دیکھا؟''

''وہ تھی... وہی، آپ اسے دیکھ چکی ہیں۔''

''میں سمجھ گئی۔ بالکل سمجھ گئی۔ آپ اسے بہت زیادہ... آپ نے خواب میں اسے کیسے دیکھا؟ وہ کیسی دکھائی دیتی تھی؟ لیکن نہیں، میں جاننا نہیں چاہتی'' اس نے یکبارگی دق ہوتے ہوئے طراری سے کہا۔ ''مجھے نہ ٹوکئے...''

وہ تھوڑا سا رکی، جیسے اپنے آپ کو آمادہ یا اپنی پریشانی سے چھٹکارا پانے کی کوشش کررہی ہو۔

''اصل معاملے کی بات یہ ہے، آپ کو یہاں آنے کی تکلیف جو دی تو وجہ یہ کہ میں یہ تجویز رکھنا چاہتی ہوں کہ آپ میرے دوست بن جائیں۔ آپ مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہیں؟'' اس نے ناراضی سے اضافہ کیا۔

پرنس واقعی بےحد غور سے اس کی صورت تک رہا تھا۔ دیکھا کہ وہ پھر شدت سے سرخ ہونے لگی۔ ایسے حالات میں جتنا ہی وہ سرخ ہوتی تھی اتناہی گویا وہ خود پر خفا ہونے لگتی تھی۔ اور یہ چیز اس کی آنکھوں کی چمک سے اور بھی جھلکنے لگتی تھی۔ عموماً وہ اپنا غصہ ایک آدھ منٹ بعد اس شخص پر اتارتی جس سے وہ گفتگو کرتی ہو، چاہے وہ شخص مورد الزام ہو یا نہ ہو، اور پھر لڑنا شروع کردیتی۔ اپنے وحشی‌پن اور شرمیلے‌پن سے آگاہ ہوتے ہوئے وہ گفتگو میں کم سے کم حصہ لیتی اور اپنی بہنوں کی بہ‌نسبت

بہت کم سخن تھی، بعض اوقات حد سے زیادہ کم گو ہو جاتی تھی۔ جب کبھی خاص طور پر ایسے نازک موقعوں پر، جب زبان کھولے بغیر کام نہ چلتا اور وہ بولنے پر مجبور ہوتی تو ایک غیرمعمولی گھمنڈ سے کام لیتی بلکہ ایک قسم کی کھلم کھلا للکار کے ساتھ۔ اسے ہمیشہ پہلے سے خبر ہوجاتی تھی کہ اب چہرہ تمتمانے کا وقت آیا چاہتا ہے یا اس کا جی چاہتا ہے۔

''شاید آپ میری پیش کش قبول کرنا نہیں چاہتے؟،، اس نے تمکنت سے پرنس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی نہیں، میں تو چاہتا ہوں۔ فقط یہ کہ یہ قطعی غیرضروری ہے... یعنی میں ہرگز یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ کسی کو اس طرح کی پیش کش کرنی چاہئے،، پرنس نے بالکل ہڑبڑا کر کہا۔

''اور آپ نے کیا سوچا تھا؟ میں نے آپ کو اس جگہ بلایا ہی کیوں؟ آپ کے ذہن میں کیا ہے؟ شاید آپ مجھے ایک ننھی سی بےوقوف سمجھتے ہیں جیسے ہمارے گھروالوں نے سمجھ رکھا ہے؟،،

''مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ آپ کو بےوقوف شمار کرتے ہیں۔ اور میں... میں تو نہیں سمجھتا۔،،

''آپ نہیں سمجھتے؟ آپ کتنے سمجھدار ہیں! خاص کر آپ نے کتنی عقلمندی سے یہ بات کہی۔،،

''میں تو سمجھتا ہوں کہ شاید آپ بعض اوقات بہت زیادہ عقلمند بھی ہوتی ہیں،، پرنس کہتا گیا۔ ''آپ نے ابھی ابھی بڑی دانائی کی ایک بات کہی۔ ایپولیت کے بارے میں میرے شبہات سے متعلق جو کہا 'یہاں سچائی کے سوا کچھ بھی نہیں، اور محض حق گوئی ناانصافی ہے'، — میں اسے یاد رکھوں گا اور اس پر غور کروں گا۔،،

اگلایا ایک دم خوشی سے پھول گئی۔ موڈ کی ایسی تبدیلیاں اس میں بےحد بےتکلفی اور غیرمعمولی سرعت سے ہوا کرتی تھیں۔ پرنس بھی شاد ہوگیا۔ اور اس کی طرف دیکھ کر خوشی سے سچ مچ ہنس دیا۔

''سنئے،، اگلایا نے کہا ''میں ایک عرصہ سے آپ کو ساری باتیں بتانے کی منتظر تھی۔ اس وقت سے جب آپ نے مجھ کو وہاں سے خط لکھا تھا۔ بلکہ اس سے بھی پہلے سے... آدھی بات تو کل

آپ نے اس میں سے سن ھی لی۔ میں آپ کو بےحد دیانت‌دار اور بہت کھرا سچا انسان سمجھتی ھوں۔ بلکه ھر ایک سے زیاده دیانت‌دار اور سچا۔ اگر لوگ آپ کے بارے میں یه... که آپ کے دماغ کے بارے میں کہتے ھیں، یعنی آپ بعض اوقات ذھنی بیمار ھوتے ھیں تو یه زیادتی ھے۔ میں اس نتیجے پر پہنچی ھوں اور سبھوں سے بحث کی ھے کیونکه اگرچه آپ کبھی کبھی واقعی کسی دماغی مرض میں مبتلا ھوتے ھیں (آپ اس بات کا برا نه مانیں۔ میں بہت بلند نقطهٔ نظر سے بات کررھی ھوں) تو بھی آپ کی اصل عقل ان سب کی عقلیں ملاکر، ان سب سے کہیں بہتر و برتر ھے۔ آپ کو ایسی عقل ملی ھے جو انھیں خواب میں نصیب نہیں ھوئی۔ کیونکه دماغ دو قسم کے ھوتے ھیں۔ ایک خاص دماغ اور ایک وه جو خاص نہیں ھوتا۔ یہی ھے، ھے نا؟،،

''شاید ایسا ھی ھے،، پرنس بمشکل بول سکا۔ اس کا دل دھڑک رھا تھا، بری طرح دھڑک رھا تھا۔

''میں یقینی طور پر جانتی تھی که آپ سمجھ جائیں گے،، وه کہتی گئی ایک پروقار انداز میں۔ ''پرنس ش۔ اور ایوگینی پاولووچ کو ان دونوں قسم کے دماغوں کی سمجھ نہیں ھے۔ نه ھی الیکساندرا کو، لیکن ذرا سوچئے، ممی کو ھے!،،

''آپ اپنی والده سے بہت مشابه ھیں۔،،

''واقعی؟ کیا میں واقعی ان سے ملتی ھوں؟،، اگلایا نے تعجب سے پوچھا۔

''خدا گواه۔،،

''آپ کے الفاظ کا شکریه،، اس نے سوچتے ھوئے کہا۔ ''بڑی خوشی کی بات ھے که میں ممی کی طرح ھوں۔ مطلب یه که آپ ان کے متعلق بہت اونچی رائے رکھتے ھیں؟ ھے نا؟،، اس نے اضافه کیا، بغیر یه احساس کئے که اس کے سوال میں کتنا بھولپن تھا۔

''بےشک، بہت اونچی، اونچی رائے اور مجھے خوشی ھے که آپ نے یه بات صاف سمجھ لی۔،،

''میں بھی خوش ھوں کیونکه میں نے دیکھا که ان پر بھی... بعض اوقات ھنسا جاتا ھے۔ لیکن اھم بات سنئے که بڑے غور و فکر کے بعد میں نے آپ کا انتخاب کیا ھے۔ میں نہیں چاھتی که میرا

خاندان مجھ پر ہنسے۔ نہ ہی میں چاہتی ہوں کہ وہ مجھے ایک ننھی بیوقوف سمجھیں یا مجھے ستائیں... میں نے یہ سب فوراً سمجھ لیا اور ایوگینی پاولووچ کو قطعی مسترد کردیا کیونکہ میں ہر وقت شادی کے بازار میں نہیں رہنا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں... میں جو واقعی چاہتی ہوں... میں اپنے گھر سے بھاگ جانا چاہتی ہوں۔ اور میں نے آپ کو چنا کہ میری مشکل آسان کریں۔ ،،

''گھر سے بھاگنا؟،، پرنس چیخا۔

''ہاں۔ ہاں۔ ہاں میں گھر سے بھاگنا چاہتی ہوں!،، وہ دفعتاً غصے سے بھڑکتے ہوئے پکاری۔ ''میں ہمیشہ شرمانے لجانے پر مجبور نہیں کی جا سکتی۔ میں نہیں چاہتی کہ ان کے سامنے شرماؤں، نہ پرنس ش۔ کے، نہ ایوگینی پاولووچ کے — نہ ہی کسی اور کے سامنے — اور اسی لئے میں نے آپ کا انتخاب کیا ہے۔ آپ کے ساتھ میں کسی بھی چیز پر، ہر چیز پر گفتگو کرسکتی ہوں۔ بلکہ سب سے اہم بات پر بھی، جب چاہوں، بات کرسکتی ہوں۔ جہاں تک آپ کا تعلق ہے، آپ کو مجھ سے کوئی بات چھپانی نہیں چاہئے۔ میں چاہتی ہوں کہ کم از کم ایک شخص تو ہو جس سے ہر عنوان پر گفتگو کرسکوں جیسے خود سے کرسکتی ہوں۔ اچانک یہ چرچا شروع ہوا ہے کہ میں ہمیشہ آپ کا انتظار کرتی ہوں اور آپ سے محبت کرتی ہوں۔ یہ سب آپ کے آنے سے پہلے کی بات ہے اور میں نے انہیں آپ کا خط نہیں دکھایا تھا اور اب تو سبھی کی زبان پر یہ بات آچکی ہے۔ میں حوصلہ‌مند ہونا چاہتی ہوں، کسی سے ڈرنا نہیں۔ میں ان کی رقص کی محفلوں میں شریک نہیں ہونا چاہتی بلکہ کچھ سودمند کام کر جانا چاہتی ہوں۔ میں نے ہمیشہ بھاگ جانا چاہا۔ بیس سال تک میں ڈربے میں بند رہی اور اب وہ اٹھتے بیٹھتے یہی چاہتے ہیں کہ میری شادی ہوجائے۔ جب میں چودہ سال کی تھی تب بھی مجھے گھر سے بھاگنے کا خیال آیا، اگرچہ اس وقت میں عقل کی کوری تھی۔ اب میں نے مکمل خاکہ بنا لیا ہے۔ بس آپ کا انتظار تھا تاکہ آپ سے بیرونی ملکوں کے متعلق معلومات کرلوں۔ میں نے ایک بھی گوتھک گرجا گھر نہیں دیکھا۔ میں روم جانا چاہتی ہوں، ہر قسم کے سائنسی ادارے دیکھنا چاہتی ہوں اور پیرس میں تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

میں نے یہ سارا برس پڑھائی میں اور تیاری میں گزارا۔ بہت سی کتابیں پڑھ ڈالی ہیں۔ جن کتابوں پر بندش ہے وہ بھی پڑھ لیں۔ الیکساندرا اور ادےلائیدا کو اجازت ہے کہ وہ اپنے پسند کی کوئی بھی کتاب پڑھیں۔ لیکن مجھے نہیں — مجھ پر نظر رکھی جاتی ہے۔ میں اپنی بہنوں سے لڑنا نہیں چاہتی لیکن میں نے ماں باپ سے ایک عرصہ پہلے کہہ دیا تھا کہ میں اپنی سماجی حیثیت میں مکمل تبدیلی چاہتی ہوں۔ تعلیم و تربیت کا پیشہ اختیار کرنے کی سوچی ہے اور آپ پر بھروسہ رکھتی ہوں کیونکہ آپ بتا چکے ہیں کہ بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ کیا ہم دونوں مل کر تعلیمی کام ہاتھ میں لے سکتے ہیں؟ اگر آج نہیں تو مستقبل میں کسی وقت؟ ہم دونوں مل کر سودمند کام کریں گے۔ میں محض ایک جنرل کی بیٹی بن کر رہنا پسند نہیں کرتی... مجھے بتائیے کیا آپ بہت صاحب علم آدمی ہیں؟،،

''اوہ، نہیں۔ مطلق نہیں۔ ،،

''بڑے افسوس کی بات ہے۔ نجانے میں نے یہ کیوں سوچ رکھا تھا؟ تاہم آپ میری رہنمائی تو کریں گے کیونکہ آپ ہی کو میں نے چنا ہے۔ ،،

''یہ سب فضول ہے، اگلایا ایوانوونا۔ ،،

''میں چاہتی ہوں۔ میں گھر سے بھاگ جانا چاہتی ہوں!،، وہ چیخی اور اس کی آنکھیں پھر چمکنے لگیں ''اگر آپ اتفاق نہیں کرتے تو میں مسٹر گاوریلا سے شادی کرلوں گی۔ میں نہیں چاہتی کہ گھروالے مجھے ایک کمینی صورت سمجھیں اور خدا جانے کیا کیا الزام دھریں۔ ،،

''آپ کا دماغ تو صحیح ہے نا؟،، پرنس نے تقریباً بنچ سے اچھلتے ہوئے کہا۔ ''آپ کو کس بات پر الزام دیا گیا اور کس نے دیا؟،،

''گھر پر ہر ایک نے — ماں، بہنیں، باپ، پرنس ش۔ ، اور تو اور آپ کے اس منحوس کولیا نے بھی! اگر منہ پر ایسا نہیں کہتے تو سوچتے یہی ہیں۔ میں نے ان سب سے کہہ دیا ہے۔ ان کے منہ پر، ماں باپ تک سے۔ ممی تو سارے دن بیمار پڑی رہیں۔ دوسرے دن الیکساندرا اور پاپا نے مجھ سے کہا کہ مجھے اندازہ

ھی نہیں کہ کیا بکواس کررھی تھی اور کیسے الفاظ کہہ جاتی ھوں۔ اس پر میں نے پلٹ کر جواب دیا کہ میں سب سمجھتی ھوں، ھر قسم کے الفاظ آتے ھیں، میں بچی نہیں ھوں اور ابھی دو سال قبل پال دے کاک کے دو ناول اسی مقصد سے پڑھے کہ ھر چیز سیکھ لوں، جان لوں۔ ممی نے جب یہ سنا تو قریب تھا کہ غش کھا کر گر جائیں۔ ''

پرنس کے دماغ میں معاً ایک عجیب خیال چمکا۔ اس نے اگلایا کی طرف غور سے دیکھا اور مسکرا دیا۔

یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ یہ وھی مغرور لڑکی تھی جس نے ایک دفعہ بڑے فخر و نخوت سے گاوریلا اردالیونچ کا خط اسے پڑھ کر سنایا تھا۔ وہ بالکل سمجھ نہ سکا کہ اتنی نخوت پسند اور تیزوطرار حسینہ کیونکر ایک بچہ بن سکتی ھے، ایسا بچہ جو شاید اب بھی فی‌الحقیقت سارے الفاظ نہیں سمجھ سکتی۔

''کیا آپ ھمیشہ گھر پر ھی رھی ھیں، اگلایا ایوانوونا؟'' اس نے پوچھا۔ ''میرا مطلب ھے کیا آپ کبھی کسی اسکول یا کالج میں گئی ھیں؟''

''میں کبھی کہیں نہیں گئی! ھمیشہ گھر پر ڈربے میں قید، بوتل میں بند رھی ھوں۔ اور اب مجھ سے توقع ھے کہ بھک سے بوتل سے نکل کر شادی میں سیدھی جا گروں۔ لیکن آپ تمسخر سے دانت کیوں نکال رھے ھیں؟ میں دیکھ رھی ھوں کہ آپ بھی گویا مجھ پر ھنس رھے ھیں اور انھی کی تائید کررھے ھیں'' وہ غصے میں ناک بھوں چڑھا کر کہتی گئی۔ ''مجھے غصہ نہ دلائیے۔ خود نہیں جانتی کہ مجھ پر کیا گزر رھی ھے... مجھے یقین ھے، آپ یہ مان کر ادھر آئے ھیں کہ مجھ کو آپ سے محبت ھے اور یہاں آپ کو رومانی ملاقات کے لئے بلایا ھے میں نے'' اس نے تنک‌مزاجی سے کہا۔

''مجھے کل اسی بات کا خطرہ تھا'' پرنس کی زبان سے سادہ لوحی میں یہ لفظ نکلے (وہ بالکل بدحواس تھا) ''لیکن آج مجھے اعتماد محسوس ھوتا ھے کہ آپ...''

''کیا؟'' وہ چلائی۔ اس کا نچلا ھونٹ اچانک لرزنے لگا۔ ''آپ کو خطرہ تھا کہ میں... آپ کو یہ سوچنے کی جرأت کہ

میں... یا خدا! آپ نے یہ گمان کیا ہوگا کہ میں نے آپ کو یہاں اس لئے بلایا کہ آپ کو پھنساؤں تاکہ ہم دونوں کو اکٹھا یہاں پایا جائے اور پھر آپ کو مجھے ایک بیوی کی طرح قبول کرنے پر مجبور کیا جائے...،،

''اگلایا ایوانوونا! آپ کو ایسی باتیں کہتے شرم نہیں آئی؟ کس طرح ایسا ناپاک خیال آپ کے پاکیزہ اور معصوم دل میں آگیا؟ میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ آپ نے جو کچھ کہا اس کے ایک لفظ پر خود یقین نہیں کرتیں اور... یہ بھی نہیں جانتیں کہ کیا کہہ رہی ہیں!،،

اگلایا آنکھیں جھکائے اور آزردہ بیٹھی رہی گویا اس نے ابھی جو کہا تھا اس سے گھبرا گئی ہو۔

''مجھے کسی بات سے مطلق شرمندہ ہونے کی وجہ نہیں،، وہ بڑبڑائی۔ ''اور آپ کیا جانتے ہیں کہ میرے پاس ایک معصوم دل ہے؟ آپ نے مجھے اس وقت عشقیہ خط لکھنے کی جسارت کیسے کی تھی؟،،

''عشقیہ خط؟ میرا خط عشقیہ تھا؟ وہ تو ایک بے حد شائستہ خط تھا۔ میری زندگی کے انتہائی تکلیف‌دہ لمحے پر وہ میرے دل سے نکلی ہوئی صدا تھا! میں نے اس وقت روشنی کی کرن سمجھ کر آپ کو یاد کیا... میں...،،

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ اچھا،، اس نے بات کاٹتے ہوئے کہا، لیکن بدلے ہوئے لہجے میں، نہایت خجل اور سہمے ہوئے لہجے میں، وہ پرنس کی طرف جھکی، گو اس کی جانب دیکھے بغیر، جیسے وہ اس کے شانے چھولےگی تاکہ اسے منالے اور ناراضی دھو دے۔ ''ٹھیک ہے،، بہت شرمسار ہوکر اس نے گفتگو کی ڈور تھامی ''مجھے احساس ہے کہ میں نے ایک بہت بےہودہ فقرہ استعمال کیا۔ صرف اس خیال سے... ایسا کیا کہ آپ کے آزمانے کے لئے۔ اسے ان کہا سمجھئے۔ اگر آپ کو ناراض کیا تو مجھے معاف کر دیجئے۔ اور مہربانی کرکے ادھر میرے چہرے پر نہ دیکھئے، منہ پھیرئے، ادھر دیکھئے۔ آپ نے کہا کہ وہ ایک ناپاک خیال تھا۔ میں نے دانستہ آپ کو کچوکا دینے کے لئے کہا تھا۔ میں بعض اوقات خود ڈرتی ہوں وہ کہتے ہوئے جو کہنا چاہتی ہوں کہ خدا نخواستہ

زبان سے نکل ہی نہ جائے۔ آپ نے ابھی کہا کہ وہ خط اپنی زندگی کے بےحد تکلیف‌دہ لمحے میں لکھا تھا... مجھے معلوم ہے، وہ کونسا لمحہ تھا،، اس نے دھیمی آواز سے کہا اور آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔

''اوہ کاش آپ کو سب کچھ معلوم ہوتا!،،

''مجھے سب معلوم ہے!،، وہ مزید اضطراب کے ساتھ چیخی۔ ''پورا ایک مہینہ آپ اس کمینی عورت کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہ چکے ہیں جس کے ساتھ آپ بھاگے تھے...،،

وہ اس مرتبہ غصے سے سرخ نہیں ہوئی بلکہ جوں‌ہی یہ الفاظ ادا کئے زرد پڑگئی اور یکبارگی اٹھ کھڑی ہوئی گویا بےخبری میں۔ اور پھر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے فوراً دوبارہ بیٹھ گئی۔ اس کا نچلا ہونٹ بدستور کچھ دیر تک تھرتھراتا رہا۔ قریباً ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ اس اچانک بھونچال سے سراسیمہ ہوکر پرنس یہ نہ سمجھ پایا کہ اسے کس بات سے تعبیر کرے۔

''میں آپ سے قطعی محبت نہیں کرتی،، اس نے دفعتاً جھٹکے سے کہا۔

پرنس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور دوسرے منٹ تک دونوں چپ بیٹھے رہے۔

''میں گاوریلا اردالیونچ سے محبت کرتی ہوں،، اس نے جھپاکے سے مگر تقریباً ان‌سنی آواز میں کہا۔ اس کا سر اور بھی جھک گیا۔

''یہ سچ نہیں ہے،، پرنس نے کہا۔ اس نے بھی تقریباً سرگوشی میں کہا۔

''آپ کا مطلب ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں؟ یہ سچ ہے، میں نے ان سے وعدہ کرلیا ہے اسی بنچ پر۔ پرسوں کے دن۔،،

پرنس چونک پڑا اور تھوڑی دیر سوچ میں رہا۔

''یہ جھوٹ ہے،، اس نے سختی سے دھرایا۔ ''آپ نے یہ سب گھڑلیا ہے۔،،

''آپ نے حیرت انگیز شائستگی برتی۔ آپ کو جاننا چاہئے کہ وہ اب بہت سدھر گئے ہیں۔ اور مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنا ہاتھ آگ پر رکھ کر جلا لیا

میرے سامنے۔ صرف یہ ثابت کرنے کو کہ مجھے جان سے زیادہ چاہتے ہیں۔،،

''ہاتھ آگ پر رکھ دیا؟،،

''ہاں، اپنا ہاتھ آگ پر رکھ کر جلا لیا۔ آپ باور کریں یا نہ کریں میری بلا سے۔،،

پرنس دوبارہ خاموش ہوگیا۔ اگلایا کے الفاظ میں مذاق کا ذرا بھی شائبہ نہ تھا۔ وہ آزردہ ہوگئی۔

''اچھا اگر یہ واقعہ یہاں ہوا تو وہ اپنے ساتھ شمع لائے تھے کیا؟ دوسری اور کوئی صورت میری سمجھ میں نہیں آتی۔،،

''جی ہاں، وہ شمع لائے تھے۔ اس میں نہ ماننے کی ایسی کیا بات ہے؟،،

''پوری ایک شمع یا شمعدان میں لگی ہوئی؟،،

''اچھا۔ ہاں... نہیں... آدھی شمع... شمع کا ایک جلا ٹکڑا، پوری شمع، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ جانے دیجئے، چھوڑئیے! اور وہ اپنے ساتھ دیاسلائی بھی لائے تھے، اگر آپ سننا چاہیں۔ شمع جلائی اور اپنی انگلی آدھ گھنٹے تک لو پر رکھے رہے۔ کیا اس میں کوئی بات ناممکن ہے؟،،

''لیکن میں نے انہیں کل دیکھا۔ انگلیاں تو ٹھیک دکھائی دے رہی تھیں!،،

اگلایا کی ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ بچے کی طرح لوٹ پوٹ ہوگئی۔

''آپ جانتے ہیں میں نے ابھی ابھی یہ گپ کیوں ماری؟،، اس نے پرنس کی طرف جھٹ مڑتے ہوئے ایک طفلانہ اعتبار کے ساتھ پوچھا۔ ہنسی اب بھی اس کے ہونٹوں پر ناچ رہی تھی۔ ''یوں ہے کہ جب آپ کچھ گھڑتے ہیں اگر کوئی غیرمعمولی، کوئی بہت نرالی بات، آپ جانتے ہیں کوئی بات جو کبھی شاذ و نادر ہی واقع ہوتی ہے اور اسے ہنرمندی سے پیش کردیتے ہیں تو وہ بہت حد تک قیاس میں آتی ہے۔ میں نے یہ نوٹ کیا ہے۔ میں نے پھوہڑپن سے اسے بگاڑ دیا۔ کیونکہ میں اسے ٹھیک سے نہ کہہ سکی...،،

وہ دفعتاً برہم ہوگئی جیسے اپنے آپ کو سنبھال لیا ہو۔

''آپ کو یاد ہے،، اس نے پرنس کو مخاطب کرکے اس کی

طرف سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے کسی قدر افسردہ ہوکر کہا ''میں نے 'غریب سردار، والی نظم جو آپ کو سنائی تھی تو میرا ارادہ تھا کہ آپ میں ایک بات کی تعریف کروں لیکن ساتھ ہی آپ کے برتاؤ پر چوٹ کروں۔ اور آپ کو یہ جتا دوں کہ مجھے سب معلوم ہے...''

''آپ مجھ سے بڑی بےانصافی کررہی ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس بدنصیب عورت سے بھی جس کا ایسے بھیانک انداز میں آپ نے ذکر کیا ہے، اگلایا۔''

''میں نے اس لئے یوں اظہار کیا تھا کہ میں سب باتیں جانتی ہوں! میں جانتی ہوں آپ نے سب کے سامنے چھ ماہ پیشتر اس سے شادی کی پیش کش کی تھی۔ مجھے نہ ٹوکئے۔ آپ دیکھ رہے ہیں میں کوئی حاشیہ آرائی نہیں کررہی۔ پھر وہ رگوژین کے ساتھ بھاگ گئی۔ اس کے بعد آپ اس کے ساتھ کسی دیہات یا شہر میں رہے۔ پھر وہ آپ کو چھوڑ کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی۔'' (کہتے وقت اگلایا کا رنگ گہرا سرخ پڑگیا۔) ''پھر وہ رگوژین کے پاس لوٹ آئی، جو اس سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتا ہے۔ پھر آپ — کہ بڑے دانا آدمی تو آپ ہیں ہی — یہاں اس کے پیچھے پیچھے دوڑے چلے آئے جوں‌ہی آپ کو معلوم ہوا کہ وہ پیٹرسبورگ لوٹ آئی ہے۔ کل شام آپ اس کی حمایت میں دوڑ پڑے۔ اور ابھی ابھی آپ نے خواب میں اس کا دیدار کرلیا۔ دیکھا، میں سب باتیں جانتی ہوں... آپ اسی کے لئے یہاں آئے ہیں۔ صرف اسی کی خاطر — ہے نا؟''

''ہاں! اسی کی خاطر''، پرنس نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا، ملال اور فکر کے بوجھ سے۔ وہ اس سے بھی قطعی بےنیاز تھا کہ اگلایا کیسی چمکتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''اس کے لئے... لیکن صرف یہ معلوم کرنے کے لئے... مجھے یقین نہیں کہ وہ رگوژین کے ساتھ خوش رہ سکےگی۔ اگرچہ... میں نہیں جانتا، مختصر یہ کہ معلوم نہیں، میں اس کے لئے یہاں کیا کرسکتا ہوں یا کس طرح اس کی مدد کرسکتا ہوں۔ لیکن میں یہاں آ گیا۔''

وہ چونک پڑا اور اگلایا کی طرف اچٹتی نگاہ ڈالی۔ وہ ساری

باتیں سن رہی تھی لیکن چہرے سے نفرت ٹپک رہی تھی۔
''اگر آپ بلا کوئی سبب جانے یہاں آئے ہیں پھر آپ اس سے بہت محبت کرتے ہیں،، اس نے برلآخر کہہ دیا۔
''نہیں،، پرنس نے جواب دیا ''نہیں، میں اس سے محبت نہیں کرتا۔ کاش آپ کو علم ہوتا کہ میں کس دہشت سے اس زمانے کو یاد کرتا ہوں جو میں نے اس کے ساتھ گزارا ہے!،،
یہ الفاظ ادا کرتے وقت اس کے بدن میں جھرجھری آگئی۔
''ساری بات مجھے بتائیے،، اگلایا نے کہا۔
''اس میں کوئی بات ایسی نہیں کہ آپ سن نہ سکیں۔ میں نہیں جانتا کہ کیوں؟ لیکن مجھے یہ کہانی خاص آپ کو سنانے کی خواہش رہی ہے — اور صرف آپ کو۔ شاید وجہ یہ ہو کہ میں واقعی آپ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ اس بدنصیب عورت کو پکا یقین ہے کہ وہ دنیا کی سب سے زیادہ گری ہوئی، سب سے زیادہ بدچلن، بگڑی ہوئی مخلوق ہے۔ خدارا اسے رسوا نہ کیجئے۔ اس پر پتھر نہ اٹھائیے۔ وہ خود کو ناواجب ذلت و خواری کے شعور کی مار سے کس قدر اذیت دے چکی ہے! خدایا، آخر اس کا قصور کیا ہے؟ اور وہ ذرا ذرا دیر کو اضطراری حالت میں چیختی ہے کہ اس کا کوئی گناہ نہیں، کہ وہ دوسروں کی صید ہوس ہے، کسی فاسق بدکار کی شکار۔ لیکن وہ کچھ بھی کہے اس سے بحث نہیں۔ آپ کو جاننا چاہئے کہ وہ اپنے کہے پر یقین نہ رکھنے میں اول ہے اور تہہ دل سے اس کے برخلاف یقین رکھتی ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ... قصوروار وہ خود ہے۔ جب میں نے اس کے دل سے یہ داغ دھونے کی کوشش کی تو وہ پھر ایسے کرب میں مبتلا ہوئی کہ میرا دل ہمیشہ خوں چکاں ہوگا جب بھی میں اس ہولناک وقت کو یاد کروں گا۔ سچ یہ ہے کہ وہ زخم کبھی مندمل نہیں ہونےوالا۔ آپ جانتی ہیں وہ میرے پاس سے کس لئے بھاگی تھی؟ اس بات کو فقط مجھ پر اور تنہا مجھ پر ثابت کرنے کے لئے کہ وہ نیچ اور ذلیل ہے۔ مگر اس سے زیادہ تکلیف‌دہ بات یہ کہ وہ شاید خود نہیں سمجھتی تھی کہ وہ صرف مجھی پر یہ بات ثابت کرنا چاہتی تھی بلکہ اس لئے بھاگ گئی کہ یقیناً کوئی اندرونی ارمان تھا کچھ ایسی حرکت کرنے کا جو شرمناک و ذلت‌آمیز ہو تاکہ وہ فوراً

اپنے آپ سے کہہ سکے کہ 'لو، تم نے پھر تازہ شرمناک و مذموم حرکت کی یعنی تم ہو ہی نیچ، بدچلن!'، اوہ — شاید آپ اس بات کو نہ سمجھ سکیں، اگلایا! آپ جانتی ہیں، عین ممکن ہے کہ اپنی ذلت و رسوائی کی اس مسلسل ذہنی خلش میں اس کے لئے کوئی ہولناک، غیرفطری لطف‌اندوزی پوشیدہ ہے جیسے وہ کسی سے انتقام لے رہی ہو۔ بعض اوقات میں اسے یہاں تک لانے میں کامیاب ہوا کہ گویا اپنے اردگرد چاروں طرف روشنی نظر آنے لگتی تھی لیکن وہ فوراً برہم ہوجاتی، اس حد تک کہ وہ تلخی سے مجھے الزام دیتی تھی کہ میں اپنے آپ کو اس سے بلند و برتر مقام دے‌رہا ہوں (جو کبھی میرے دماغ میں آیا ہی نہیں) اور آخر میں شادی کی درخواست کے جواب میں اس نے مجھ سے صاف صاف کہہ دیا کہ اسے کسی شخص سے مشفقانہ ہمدردی کی یا مدد کی، یا 'اوپر اٹھاکر اپنے ہم رتبہ بنائے جانے' کی نہ طلب ہے، نہ توقع۔ آپ نے اسے کل دیکھا۔ کہیں یہ تو نہیں سجمھ لیا کہ وہ اس گروہ کے ساتھ خوش ہے یا وہ اس کے جوڑ کی سوسائٹی ہے؟ آپ کو اس کا اندازہ نہیں کہ وہ کتنی پڑھی لکھی ہے اور کیا کچھ سمجھ سکتی ہے! وہ کبھی کبھی مجھے بھی حیرت میں ڈال دیتی تھی!''

''اور آپ وہاں بھی ایسے ہی پند و نصیحت کی تلقین کرتے رہتے تھے؟''

''جی نہیں'' پرنس نے سوال کے لہجے پر توجہ کئے بغیر بے‌خیالی سے بیان جاری رکھا ''میں تقریباً ہمہ وقت خاموش رہا کرتا۔ میں اکثر اس سے بات کرنا چاہتا، لیکن کیا کہوں یہ نہ جانتا تھا۔ بعض حالات میں آپ جانیں کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اوہ، میں اس سے محبت کرتا تھا، بڑی محبت کرتا تھا... لیکن پھر... پھر... بعد میں اس نے سب کچھ بھانپ لیا۔''

''اس نے کیا بھانپ لیا؟''

''کہ میں اس پر صرف ترس کھانے لگا تھا اور یہ کہ... میں... مجھے اس سے محبت نہیں رہ گئی تھی۔''

''آپ یہ کیسے جانتے ہیں، شاید وہ اس سے محبت کرنے لگی — اس زمیندار سے — جس کے ساتھ وہ بھاگی تھی؟''

''نہیں، میں اس بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وہ اس کا محض مضحکہ اڑاتی تھی۔''

''کیا اس نے کبھی آپ کا مضحکہ نہیں اڑایا؟''

''نہ، نہیں۔ غصے میں البتہ، ان دنوں وہ غصے کی حالت میں بڑی تلخی سے مجھے ملامت کرتی تھی اور پھر خود صدمہ اٹھاتی۔ لیکن... بعد میں... مجھے یاد نہ دلائیے... اب وہ بات یاد نہ دلائیے!''

اس نے ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

''کیا آپ کو خبر ہے کہ وہ مجھے تقریباً روزانہ خط لکھتی ہے؟''

''تو گویا یہ بات سچ ہے!'' پرنس چونک کر پکارا۔ ''میں نے بھی سنا تھا۔ لیکن یقین نہ کرسکا۔''

''آپ نے کس سے یہ سنا؟'' اگلایا نے ادبدا کر پریشانی سے پوچھا۔

''رگوژین نے کل مجھے بتایا۔ لیکن صاف لفظوں میں نہیں۔''

''کل؟ کل صبح کو؟ کب کی بات ہے؟ موسیقی کے پروگرام سے پہلے کی یا بعد کی؟''

''بعد میں، شام کو گیارہ بجے کے بعد کسی وقت۔''

''اوہ تو وہ رگوژین تھا۔ اچھا... لیکن آپ جانتے ہیں وہ مجھے کس بارے میں لکھا کرتی ہے؟''

''مجھے کسی بات سے تعجب نہ ہوگا۔ وہ صحیح دماغی کیفیت میں نہیں ہے۔''

''یہ رہے اس کے چند خطوط (اگلایا نے جیب سے تین لفافوں میں تین خط باہر کھینچے اور پرنس کے سامنے ڈال دئے)۔ پورے ایک ہفتے سے وہ میری خوشامد کرتی، اکساتی اور ترغیب دیتی رہی ہے کہ میں آپ سے شادی کرلوں۔ وہ... خیر... وہ کافی عقلمند ہے۔ بھلے صحیح الدماغ نہ ہو۔ اور آپ درست کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے کہیں زیادہ ہوشیار ہے... وہ لکھتی ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہوگئی ہے اور ہر روز مجھ سے ملنے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتی ہے چاہے دور سے ہی کیوں نہ ہو۔ وہ لکھتی ہے کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اور اسے خبر ہے۔ اور

ایک عرصہ سے سمجھ چکی ہے اور یہ کہ آپ نے وہاں میرے متعلق اس سے ذکر کیا تھا۔ وہ آپ کو خوش دیکھنا چاہتی ہے۔ اور اسے یقین ہے کہ صرف میں ہی آپ کو دل کا چین دے سکوں گی... اس کے خطوط اتنے شوریدہ سر اور عجیب ہوتے ہیں... میں نے اب تک کسی کو نہیں دکھائے۔ صرف آپ کا انتظار کررہی تھی۔ کیا آپ سمجھے، ان سب کا کیا مطلب ہے؟ آپ کو کوئی اندازہ نہیں ہوتا کیا؟،،

''یہ پاگل پن ہے۔ اس کا ثبوت کہ وہ صحیح الدماغ نہیں ہے،، زبان سے یہ لفظ ادا ہوتے وقت پرنس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔

''آپ رونے پر تو نہیں آگئے؟،،

''نہیں اگلایا۔ میں رو نہیں رہا ہوں،، پرنس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''پھر میں اس کا کیا کروں؟ آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ میں ان خطوط کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتی!،،

''اوہ اسے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ میں التجا کرتا ہوں!،، پرنس چیخا۔ ''آپ کو اس تمام جھمیلے سے کیا غرض۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ وہ آئندہ یہ خط لکھنا بند کردے۔،،

''اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو بالکل سنگدل ہیں!،، اگلایا چلائی۔ ''کیا آپ نہیں سمجھتے کہ وہ میں نہیں ہوں جس سے وہ محبت کرتی ہے بلکہ آپ اور صرف آپ سے؟ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس میں اور باتیں تو دیکھیں پھر بھی اس بات پر نظر نہیں گئی؟ آپ جانتے ہیں یہ خطوط کیا ظاہر کرتے ہیں؟ رقابت اور محض رقابت یا جلن نہیں، کچھ اور بھی۔ وہ... کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ واقعی رگوژین سے شادی کرلے گی، جیسا کہ وہ ان خطوں میں لکھتی ہے؟ جس دن ہمارے شادی کا سہرا بندھا اس کے اگلے دن ہی اپنے آپ کو مار ڈالے گی!،،

پرنس چونک اٹھا۔ دل ڈوب رہا تھا۔ لیکن وہ حیرت سے اگلایا کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ یہ سمجھنا بہت عجیب معلوم ہوتا تھا کہ یہ بچی عرصہ گزرا پوری عورت بن چکی ہے۔

''خدا گواہ ہے میرا، اگلایا۔ میں اس کا دماغی سکون بحال

کرنے اور اسے خوش و خرم دیکھنے کے لئے اپنی جان دے دوں گا، لیکن... میں اب اس سے محبت نہیں کر سکتا۔ اور وہ یہ جانتی ہے!،،

''تو پھر آپ اپنی قربانی دیجئے۔ یہ بات آپ کو خوب جچتی ہے! آپ بڑے آئے سب کا بھلا کرنے والے۔ اور مجھے صرف اگلایا نہ کہئے... آپ ابھی کئی مرتبہ یہ بے تکلفی برت چکے ہیں۔ آپ کو چاہئے، آپ پر فرض ہے کہ اس کی زندگی بحال کریں، دوبارہ اس کے ساتھ نکل جائیں، اس کے دل کو تسکین دیں، ٹھنڈک پہنچائیں۔ آخر تو آپ کو اس سے محبت ہے نا!،،

''میں اپنے آپ کو اس طرح قربان نہیں کرسکتا۔ اگرچہ ایک مرتبہ چاہا ضرور تھا۔ اور شاید... میں اب اس وقت بھی چاہتا ہوں۔ لیکن یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ میرے ساتھ تباہ ہوجائے گی، اور اسی لئے میں اسے چھوڑ رہا ہوں۔ آج سات بجے اس سے ملنے والا تھا۔ اب شاید ملنے بھی نہیں جاؤں گا۔ اپنی نخوت میں وہ مجھے میری محبت معاف نہیں کرنے والی — اور ہم دونوں ہی تباہ ہوجائیں گے! ہے یہ غیرفطری بات۔ لیکن یہاں تو سبھی کچھ غیرفطری ہے۔ آپ کہتی ہیں وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ لیکن کیا اسے محبت کہتے ہیں؟ جو کچھ مجھ پر گزر چکی اس کے بعد کیا اسے محبت کہیں گے؟ نہیں۔ یہ کوئی اور ہی چیز ہے، محبت نہیں!،،

''آپ کتنے زرد پڑگئے!،، اگلایا گھبرا کر چیخی۔

''معمولی بات ہے۔ مجھے بہت کم نیند نصیب ہوئی۔ کچھ کمزوری ہے۔ میں... تب واقعی ہم آپ کے متعلق باتیں کرتے رہے اگلایا...،،

''تب تو یہ سچ ہے؟ آپ فی الحقیقت میرے متعلق اس سے باتیں کرسکتے تھے اور... اور آپ کو مجھ سے محبت کیسے ہوسکتی تھی جب آپ نے مجھے صرف ایک ہی بار دیکھا تھا؟،،

''میں نہیں جانتا، کیسے؟ شاید اس وقت جب میں تاریکی میں تھا، مجھے دھندلا سا احساس ہوا... یا شاید مجھے ایک نئی سحر کی جھلک دکھائی دی۔ میں نہیں جانتا کس طرح پہلی بار آپ کے بارے میں سوچا تھا۔ جب میں نے اس وقت لکھا تھا کہ مجھے نہیں معلوم تو وہ سچ ہی لکھا تھا۔ وہ صرف ایک خواب تھا پہلے کے

ذهنی عذاب کے اثر سے... پھر میں نے اپنے لئے ایک مشغولیت ڈھونڈھ لی اور تین سال ادھر کا رخ نہ کرتا...''

''مطلب یہ کہ اس کی وجہ سے آپ یہاں آئے؟'' اگلایا کی آواز میں کسی طرح کی لرزش تھی۔

''ہاں، اسی کی خاطر!''

اس کے بعد دو منٹ کے لئے دونوں طرف ایک سوگوار خاموشی رہی۔ پھر اگلایا اپنی نشست سے اٹھ گئی۔

''اگر آپ خود کہتے ہیں'' اس نے ناہموار آواز میں شروع کیا ''اگر آپ کو درحقیقت خود یقین ہے کہ یہ... یہ... آپ کی عورت... صحیح الدماغ نہیں تو آپ خوب سمجھ لیجئے کہ اس کے مریضانہ واہمے سے مجھے کوئی سروکار نہیں... براہ کرم، لیو نکولائیوچ، یہ تینوں خط لیجئے اور میری طرف سے اس کے منہ پر مار دیجئے۔ اب اگر وہ جسارت کرے گی'' وہ ایک دم چیخ اٹھی ''اگر اس نے مجھے ایک سطر بھی لکھنے کی جسارت کی تو اس سے کہہ دیجئے گا کہ میں اپنے والد سے شکایت کردوں گی اور اسے پاگل خانے کی ہوا کھانی پڑے گی۔ ''

پرنس اگلایا کے اس طرح غضبناکی سے پھٹ پڑنے پر گھبرا کر اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے گویا دھند کی گھٹا آگئی۔

''آپ ایسے احساسات نہیں رکھ سکتیں... یہ صحیح نہیں ہے!'' وہ بڑبڑایا۔

''یہ صحیح ہے! سچ ہے!'' اگلایا چیخی۔ اسے اپنے آپے کا ہوش نہیں رہا تھا۔

''کیسا، سچ، کہاں کا سچ؟ یہ سب کیا ہے؟'' نزدیک سے ایک سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

ان کے سامنے لیزاویتا پروکوفیونا بیگم کھڑی تھیں۔

''یہ سچ ہے کہ میں گوریلا اردالیونچ سے شادی کرنے والی ہوں! میں اس سے محبت کرتی ہوں اور کل اس کے ساتھ گھر سے بھاگ جاؤں گی!'' اگلایا اپنی ماں پر پھٹ پڑی۔ ''سن رہی ہیں آپ؟ آپ کو جو کرید لگی ہوئی تھی اب اس کی تسکین ہوئی؟ اب تو خوش ہیں نا؟''

اور وہ گھر کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔

''نہیں، میرے عزیز - میں آپ کو اس طرح نہیں جانے دوں گی،، لیزاویتا پروکوفیونا نے پرنس کو روکتے ہوئے کہا - ''کرم کیجئے، چل کر مجھے ساری بات سمجھائیے - کتنی اذیت‌ناک باتیں ھیں یہ، میں تو ساری رات ایک پل بھی نہیں سو سکی...،،

پرنس ان کے پیچھے پیچھے چل دیا -

۹

اپنے گھر میں داخل ہوتے ھی لیزاویتا پروکوفیونا پہلے ھی کمرے میں رہ گئیں - آگے نہ چل سکیں، نڈھال ھوکر ایک کوچ میں دھنس گئیں، اور تو اور، پرنس کو بیٹھنے کےلئے کہنا بھی بھول گئیں - یہ ایک کافی لمبا چوڑا ملاقاتی کمرہ تھا، جس کے وسط میں ایک گول میز تھی، ایک آتشدان، کھڑکیوں کے پاس اوپر تلے خانےدار اسٹینڈوں پر پھولوں کی آرائش، پیچھے کی دیوار میں ایک شیشےدار دروازہ جو باغ کی طرف کھلتا تھا - ادےلائیدا اور الیکساندرا جو عین اسی وقت وھاں آپہنچیں استعجاب و حیرت سے پرنس کو اور اپنی ماں کو دیکھتی رہ گئیں -

جب وہ شہر سے باھر کے بنگلے میں رہتے تھے لڑکیاں عموماً نو بجے تک اٹھا کرتی تھیں - گذشتہ دو تین دن سے اکیلی اگلایا ھی کسی قدر پہلے اٹھنے لگی تھی اور باغ میں ٹہلنے نکل جاتی تھی، سات بجے نہیں بلکہ آٹھ بجے یا اس کے بعد - لیزاویتا پروکوفیونا، جنھوں نے اپنے طرح طرح کے جھنجھٹوں کی وجہ سے بےخواب رات گزاری تھی، صبح آٹھ بجے کے قریب بیدار ھوئیں تاکہ اگلایا سے باغ میں ملیں، اس بھروسے پر کہ وہ اٹھ کر وھیں گئی ھوگی - لیکن وہ نہ سونے کے کمرے میں نظر آئی نہ باغ میں - اگلایا کو نہ پاکر وہ بہت گھبرا گئیں اور اپنی دوسری بیٹیوں کو جگا دیا - ملازمہ کی زبانی معلوم ھوا کہ اگلایا ایوانوونا پارک کی طرف چھ بجے کے کچھ دیر بعد ھی چلی گئی تھی - لڑکیاں اپنی اس نرالی باتیں سوچنے والی بہن کی نئی جھک پر ھنس پڑیں اور ماں سے کہا کہ اگر آپ اسے پارک میں ڈھونڈھنے گئیں اور وہ ملی تو آپ کو

دیکھ کر اور بھڑک جائےگی۔ وہاں وہ غالباً سبز بنچ پر بیٹھی کتاب پڑھتی ہوگی جس کے متعلق اس نے تین دن پیشتر ذکر کیا تھا اور جس کے بارے میں وہ پرنس ش۔ سے الجھ پڑی تھی کہ ان صاحب کو اس کے محل وقوع میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی تھی۔ اپنی بیٹی اور پرنس کی ملاقات اور اگلایا کے عجیب الفاظ سن کر بیگم صاحبہ کئی وجہوں سے بےحد مضطرب ہو گئیں۔ لیکن اب پرنس کو اپنے ساتھ گھر لانے کے بعد انھیں دھڑکا لگا کہ یہ سارا قصہ پھر آغاز ہوتا ہے: ''آخر اگلایا کیوں نہ پرنس سے پارک میں ملے اور اس سے گفتگو کرے، بھلے یہ ملاقات پہلے سے مقررشدہ ہو؟،،

''کوئی خیال نہ کیجئےگا، میرے عزیز،، اس نے ہمت بہم پہنچاکر کہا ''کہ میں آپ کو پوچھ تاچھ کے لئے یہاں تک کھینچ لائی... گذشتہ رات کے واقعات کے بعد سے میں شاید ایک عرصے تک آپ کی صورت بھی نہ دیکھتی...،،

اس جگہ وہ رک گئی۔

''تاہم آپ یہ ضرور جاننا چاہیں‌گی کہ آج یہ میری اور اگلایا صاحبہ کی ملاقات کیسی تھی؟،، پرنس نے جملے کو مکمل کرتے ہوئے سکون کے ساتھ کہا۔

''اچھا خیر، فرض کیجئے میں چاہتی ہوں؟،، لیزاویتا پروکوفیونا نے کسی قدر شدت سے الٹ کر پوچھا۔ ''میں اس بات سے نہیں ڈرتی کہ مجھے بےباک کہا جائے۔ میں کسی پر زیادتی نہیں کرتی اور نہ کبھی میں نے ایسا کرنا چاہا...،،

''لیکن آپ جاننا چاہیں تو قدرتی بات ہے، اس میں کسی پر زیادتی کا کیا سوال۔ آپ ماں ہیں۔ اگلایا ایوانوونا اور میں آج سبز بنچ پر ملے، ٹھیک سات بجے۔ کیونکہ انھوں نے کل یہاں آنے کو کہا تھا۔ کل سر شام ایک رقعے کے ذریعے مجھے اطلاع دی کہ وہ مجھ سے ایک اہم معاملے پر گفتگو کے لئے ملنا چاہتی ہیں۔ ہم ملے اور پورا گھنٹہ بھر ان معاملات پر گفتگو کی جس کا تعلق صرف اگلایا ایوانوونا کی ذات سے تھا۔ اور بس۔،،

''بےشک میرے عزیز، اتنا ہی ہوگا بغیر کسی شک و شبہ کے، بس اتناهی ہوگا،، لیزاویتا پروکوفیونا نے شان سے کہا۔

"بہت خوب، پرنس!،، اگلایا نے کمرے میں ایک دم داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے بھی جھوٹ پر اتر آنے کے نااہل سمجھا۔ ممی! آپ کی بات ختم ہوئی یا استفسار کا سلسلہ جاری رکھنے کا ارادہ ہے؟ ،،

"تم اچھی طرح باخبر ہو کہ آج تک مجھے تمھارے سامنے شرمانے کا کوئی موقع ہرگز نہیں ملا ہے... اگرچہ تمھیں تو خوشی ہوتی اگر تمھارے آگے میری نظر نیچی ہوجاتی،، لیزاویتا پروکوفیونا نے جم کر جواب دیا۔ "خداحافظ پرنس۔ مجھے معاف کرنا کہ میں نے آپ کو تکلیف دی۔ امید ہے کہ آپ کی جو وقعت میرے دل میں ہے، اس میں کوئی فرق نہ پائیں گے۔ ،،

پرنس نے فوراً دائیں اور بائیں سر خم کیا اور بلا ایک لفظ کہے رخصت ہوا۔ الیکساندرا اور ادےلائیدا مسکرائیں اور آپس میں کھسر پھسر کرنے لگیں۔ لیزاویتا بیگم نے ان کی طرف درشتی سے دیکھا۔

"یہ اس لئے کہ پرنس نے کتنی خوبصورتی سے تسلیمات کیں ممی!،، ادےلائیدا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بعض اوقات وہ بالکل ٹھس ہوتے ہیں لیکن اس وقت وہ ابھی ایک دم... ایوگینی پاولووچ کی طرح۔ ،،

"ایسی شائستگی اور سلیقہ صرف دل عطا کرتا ہے نہ کہ رقص کا استاد،، لیزاویتا پروکوفیونا نے مجملاً کہا اور اگلایا کو دیکھے بغیر اوپر اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

جب پرنس نو بجے کے قریب اپنے گھر پہنچا اس نے ویرا اور ملازمہ کو برآمدے میں پایا جو گذشتہ شب کی ابتر و پراگندہ مجلس کے بعد جگہ کی صاف صفائی اور جھاڑ پونچھ میں مصروف تھیں۔

"شکر خدا کا کہ ہم نے آپ کے آنے تک کام پورا کر لیا!،، ویرا نے مسرت سے کہا۔

"صبح بخیر۔ نیند نہیں ملی، مجھے چکرسا آرہا ہے۔ ذرا جھپکی لینا چاہتا ہوں۔ ،،

"یہاں برآمدے میں، کل کی طرح؟ اچھی بات ہے۔ سب سے کہہ دوں گی کہ آپ کی نیند خراب نہ ہو۔ ابا کہیں گئے ہیں۔ ،،

جب ملازمہ کمرے سے باہر نکلی ویرا بھی اس کے پیچھے

جانےوالی تھی مگر واپس ہوئی اور چہرے پر پریشانی کے آثار لئے پرنس کے قریب آئی۔

''پرنس،، اس نے کہا ''اس پر رحم کیجئے... اس بدنصیب لڑکے پر۔ اسے آج نہ نکالئے۔ ،،

''ہرگز نہیں نکالوں گا۔ جیسی اس کی مرضی۔ ،،

''وہ اب کچھ نہیں کرے گا۔ اور... اس کے ساتھ سختی سے نہ پیش آئیے۔ ،،

''اوہ، نہیں عزیزہ۔ میں بھلا کیوں سختی...،،

''اور — اور اس کا مذاق نہ اڑائیے۔ یہی اصل بات ہے۔ ،،

''گھبراؤ مت۔ یقین رکھو۔ ،،

''یہ میری حماقت ہے کہ ایسی باتیں آپ جیسے شخص سے کررھی ہوں،، ویرا نے شرم سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔ ''اور اگرچہ آپ تھک گئے ہیں،، اس نے ہنستے ہوئے اور باہر جانے کےلئے مڑتے ہوئے اضافہ کیا ''آپ کی آنکھیں اس وقت کیسی شاندار لگ رہی ہیں ... کتنی شاداں۔ ،،

''کیا واقعی؟،، پرنس نے پرجوش انداز میں اور خوشی سے ہنستے ہوئے پوچھا۔

ویرا جو ایک بچے کی طرح بھولی اور بےلاگ تھی ایک دم بہت لجا گئی۔ شرم سے چہرے پر سرخی دوڑ گئی، اور بدستور ہنستے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

''کتنی... پیاری بچی ہے...،، پرنس نے سوچا۔ اور پھر فوراً اسے بھول گیا۔ وہ ایک کونے میں گیا جہاں ایک کوچ رکھا تھا۔ اسی کے برابر ایک ننھی سی میز پڑی تھی۔ وہ بیٹھ گیا اور اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا۔ اس طرح کچھ دس منٹ تک بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ایک عجلت اور گھبراھٹ سے جھٹ اپنی بغلی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے تینوں خطوط نکالے۔

لیکن اتنے میں دروازہ پھر کھلا اور کولیا داخل ہوا۔ پرنس کو گویا ان خطوں کو دوبارہ جیب میں رکھنے اور اس منٹ کو ٹال جانے سے راحت محسوس ہوئی۔

''کیا جھنجھٹ ہے!،، کولیا نے کوچ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور اپنے جیسوں کے معمول کے مطابق وہ فوراً مطلب پر آیا۔ ''اب

ایپولیت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ گر گیا نظر سے؟''

''آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں؟ لیکن کولیا... میں بہت تھک گیا ہوں۔ علاوہ اس کے، دوبارہ ان ساری باتوں کو دھرانا بڑا افسوسناک ہوگا... پھر بھی اب وہ کیسا ہے؟''

''وہ سویا ہوا ہے۔ ابھی دو گھنٹہ اور سوتا رہے گا۔ میں سمجھتا ہوں آپ کو گھر میں نیند بالکل نہیں ملی اور پارک میں ٹہلتے رہے... واقعی، کیسی فکریں آپ کو... فطری بات ہے!''

''آپ کیسے جانتے ہیں کہ میں پارک میں ٹہلتا رہا اور گھر پر نیند نہ مل سکی؟''

''ابھی ابھی ویرا نے بتایا، مجھے اندر آنے سے روک رہی تھی۔ لیکن میں خود کو ایک منٹ کے لئے یہاں آنے سے نہ روک سکا۔ ابھی ابھی اس کے سرھانے دو گھنٹے ڈیوٹی کی ہے۔ اور اب کوستیا لیبیدیف کی باری ہے۔ بردوفسکی چلا گیا۔ اس لئے آپ آرام کر سکتے ہیں پرنس۔ صبح بخیر بلکہ روز بخیر۔ لیکن میں واقعی حیرت‌زدہ ہوں۔ آپ سمجھے۔''

''بے‌شک... یہ سب... جو...''

''نہیں، یہ بات نہیں پرنس، میں ''اعتراف نامے'' سے متحیر ہوا۔ خاص طور سے اس جگہ جہاں وہ پروردگار اور حیات بعدالموت کے بارے میں کہتا ہے۔ وہاں ایک زبردست خیال موجود ہے!''

پرنس نے کولیا کی طرف شفقت سے دیکھا جو فقط اس زبردست خیال پر بات چھیڑنے آیا تھا۔

''اصل بات، اصل بات تنہا اس خیال میں نہیں بلکہ اس کے پورے ماحول میں ہے! اگر اسے والتیئر یا روسو یا پرودھوں لکھتا تو میں پڑھ لیتا، لیکن اس درجہ حیران نہ ہوتا۔ مگر وہ شخص جو یقینی طور پر جانتا ہے کہ زندگی کے صرف دس منٹ باقی ہیں، یوں کہنا ایک فخر کی بات ہے! یہ کسی کے وقار کی اعلاترین آزادی ہے۔ اس کا مطلب ہے سرکشی کا دوٹوک اعلان... نہیں، یہ روح کی زبردست قوت ہے! اور اس کے بعد یہ دعوی کرنا کمینگی اور بناوٹ ہے کہ وہ جان بوجھ کر کارتوس کی ٹوپی لگانا بھول گیا! آپ جانتے ہیں اس کی چال؟ اس نے کل ہم سب کو دھوکے میں رکھا۔ نہ میں نے کبھی اس کا بیگ باندھا، نہ اس کا پستول کبھی دیکھا۔

اس نے خود اپنے ہاتھ سے یہ کام کیا ہوگا۔ لیکن مجھے پورے طور سے جھانسہ دے دیا۔ ویرا کہتی ہے کہ آپ اسے یہاں ٹھہرنے دیں گے۔ قسم سے کہتا ہوں اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خاص طور پر جب ہم سارا وقت اس کے پاس موجود ہیں۔''

''رات میں اس کے پاس کون تھا؟''

''کوستیا لیبیدیف، بردوفسکی اور میں خود۔ کیلر تھوڑی دیر تک رہا اور پھر سونے کےلئے لیبیدیف کے مکان میں چلا گیا، کیونکہ وہاں اوڑھنے بچھونے کو کچھ نہ تھا۔ فردی‌شینکو بھی لیبیدیف کے مکان پر ہی سویا۔ صبح سات بجے گیا ہے۔ جنرل بھی جو مستقل لیبیدیف کے ہاں رہتے ہیں، چلے گئے... لیبیدیف تھوڑی دیر میں آپ سے ملنے آتا ہوگا، وہ آپ کی تلاش میں تھا۔ پتہ نہیں کیوں۔ دو دفعہ آپ کے متعلق پوچھا بھی۔ اگر آپ سونا چاہتے ہوں تو اسے اندر آنے دوں یا نہیں؟ میرا خیال ہے کہ خود بھی لیٹ جاؤں۔ اور ہاں آپ سے ایک بات کہنی تو رہ گئی۔ جنرل نے ابھی تھوڑی دیر پہلے حیرت میں ڈال دیا۔ لگ بھگ چھ بجے کے بعد بردوفسکی نے مجھے جگایا کہ میں اپنی باری پر اپیولیت کے سرہانے بیٹھوں۔ مشکل سے چھ بجے کا وقت ہوگا۔ میں ایک منٹ کے لئے باہر گیا۔ ناگاہ جنرل سے ٹکرا گیا، جو نشے میں اتنا زیادہ چور تھے کہ مجھے پہچان بھی نہ سکے۔ کھمبے کی طرح سامنے کھڑے تھے۔ جب کچھ سدھ آئی تو بالکل میرے اوپر پل پڑے۔ 'بیمار کیسا ہے؟'، انھوں نے پوچھا۔ 'میں اس بیمار کے متعلق پوچھنے آیا ہوں۔'، جو معلوم تھا میں نے انھیں بتا دیا پھر وہ کہنے لگے 'یہ سب اچھی بات ہے۔ لیکن اصل بات جس کے متعلق میں بتانے آیا ہوں اور جس لئے اٹھا، وہ یہ کہ میں تمھیں خبردار کروں۔ میرے پاس قیاس کرنے کی وجہیں ہیں کہ مسٹر فردی‌شینکو ایسا آدمی نہیں جس کے سامنے ہر بات کھل کر کہہ دی جائے۔ اس کے سامنے احتیاط سے کام لینا چاہئے۔'، آپ سمجھ رہے ہیں نا پرنس؟''

''اچھا، ایسا ہے؟ ہمارے لئے سب برابر ہے۔''

''ہاں، واقعی۔ ہم کوئی فری میسن‌والے تو ہیں نہیں، خفیہ کچھ نہیں۔ تبھی تو جنرل کے اتنی رات گئے صرف اتنی‌سی بات کہنے کےلئے آنے پر مجھے تعجب ہوا۔''

''فردی‌شینکو چلا گیا، آپ کہتے ہیں؟''

''ہاں وہ سات بجے چلا گیا۔ جاتے وقت مجھ سے ملنے آیا۔ میں اس وقت اپپولیت کے سرھانے بیٹھنے کی ڈیوٹی پر تھا۔ اس نے کہا کہ باقی رات ویلکن کے ہاں گزارے گا۔ اس نام کا ایک شرابی ہے یہاں۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ اوہ یہ رہے لوکیان لیبیدیف... پرنس کچھ سونا چاہتے ہیں، لوکیان صاحب، اس لئے الٹے پاؤں واپس!''

''صرف ایک منٹ کے لئے، میرے محترم پرنس، میری نظر میں ایک بےحد اہم مسئلہ ہے'' لیبیدیف نے کہا جو کمرے میں بڑے ادب کے ساتھ سر جھکاتا داخل ہوا تھا۔ لفظ کھینچ کھینچ کر، گمبھیر لہجے اور دبی آواز میں یہ بات کہی گئی۔ وہ ابھی ابھی مکان واپس لوٹا تھا اور ہیٹ ہاتھوں میں لئے تھا کیونکہ وہ ابھی تک اپنی طرف نہیں گیا تھا۔ اس کے چہرے سے تشویش ٹپک رہی تھی، لہجے میں اپنی قابلیت کا کوئی خاص غیرمعمولی احساس گھلا ہوا تھا۔ پرنس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''میں نے سنا آپ نے دو بار مجھے پوچھا۔ شاید اس لئے کہ کل جو کچھ ہوا اس سے بڑے فکرمند ہیں آپ؟..''

''آپ کا اشارہ ہے اس لڑکے سے متعلق پرنس؟ اوہ نہیں، جناب، کل میرے خیالات کسی قدر الجھے ہوئے تھے... لیکن آج میرا ارادہ آپ کے منصوبوں سے کسی طرح بھی کونترے کیریر (بحث و تکرار) کا مطلق نہیں ہے۔''

''کونترے — کیا کہا آپ نے؟''

''میں نے کہا کونترے کیریر۔ یہ ایک فرانسیسی لفظ ہے اور بہت سے لفظوں کی طرح جو روسی زبان کا جزو بن چکے ہیں۔ تاہم میں اس پر خاص طور سے اصرار نہیں کرتا۔''

''آپ آج بڑے وقیع اور سنجیدہ نظر آتے ہیں لیبیدیف اور الفاظ بھی بڑے سلیقے سے ادا کررہے ہیں'' پرنس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مسٹر نکولائی'' لیبیدیف نے کولیا کو تقریباً التجا کے لہجے میں مخاطب کیا ''مجھے پرنس سے ذرا خاص ذاتی بات کرنی ہے۔''

''بے شک بے شک۔ ضرور، مجھے کیا مطلب۔اچھا خدا حافظ پرنس!،، کولیا نے کہا اور باہر چلا گیا۔
''میں اس لڑکے کو سمجھداری کی وجہ سے پسند کرتا ہوں،، لیبیدیف نے جاتے ہوئے کولیا کے پس پشت کہا۔ ''بڑا زودفہم لڑکا ہے، لیکن کسی قدر لیچڑ۔ میں ایک بڑی ھولناک مصیبت میں پھنس گیا ہوں، میرے محترم پرنس۔ یا تو گذشتہ رات میں یا آج صبح سویرے... میں ٹھیک وقت بتانے سے قاصر ہوں۔ ،،
''ایسی کیا بات ہے؟،،
''میرے کوٹ کی جیب سے چار سو روبل نکل گئے، میرے محترم پرنس۔ میں لٹ گیا!،، لیبیدیف نے ایک زہرخند کے ساتھ اضافہ کیا۔
''آپ کے چار سو روبل گم ہوگئے؟ افسوس۔ ،،
''خاص طور پر مجھ غریب آدمی کے لئے جو عزت کی روٹی کھاتا ہے۔ ،،
''بے شک، بے شک۔ لیکن یہ ہوا کیسے؟،،
''پینے کے نتیجے میں۔ آپ کے پاس آیا ہوں جیسے پروردگار کے حضور۔ اے میرے سرکار، پرنس، میں نے چار سو روبل کی رقم ایک قرض خواہ سے چاندی کے سکوں میں کل پانچ بجے سہ پہر میں وصول کی اور ٹرین سے سیدھا یہاں آیا۔ بٹوہ میری جیب میں تھا۔ جب میں نے اپنا یونی‌فارم* بدل کر فراک کوٹ پہنا تو یہ رقم کوٹ میں رکھ لی تاکہ پاس رہے۔ خیال تھا کہ شام کو تو ایک طلب کرنے‌والے کو دینی ہی ہے... ایک ایجنٹ کو آنا تھا۔ ،،
''اس ضمن میں دریافت کرنا ہے، لیبیدیف، کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے اخبارات میں اشتہار دیا تھا کہ آپ سونے چاندی کی اشیا رھن رکھ‌کر رقم ادھار دیتے ہیں؟،،
''ایک ایجنٹ کی معرفت۔ پتے کے نیچے میرا خود کا نام نہیں آتا۔ آپ اتفاق کریں گے کہ میرے قلیل سرمائے کے اور میرے خاندان کی ضروریات کے پیش‌نظر صرف مناسب شرح سود...،،

---

* سول افسران ۱۹۱۷ء سے پہلے یونی‌فارم پہنا کرتے تھے۔ (ایڈیٹر)

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں صرف جاننا چاہتا تھا۔ میری دخل اندازی معاف کرنا۔''

''وہ ایجنٹ نہیں آیا۔ اور اس دوران وہ بدنصیب لڑکا یہاں لایا گیا۔ کھانے کے بعد مجھ کو چڑھ گئی۔ مہمان آ گئے، پینا پلانا رہا... پھر چائے پی... ایسی مستی چھائی کہ تباہی ہو گئی۔ پھر کیلر رات گئے آدھمکا اور اعلان کیا کہ اس دن آپ کی سالگرہ کا موقع ہے اور یہ کہ آپ نے اسے شمپین کے متعلق بتایا ہے۔ اے میرے عزیز اور بے حد محترم پرنس، میں دل رکھتا ہوں (وہ جسے آپ نے پہلے ہی دیکھ لیا ہوگا کیونکہ میں اس کا مستحق ہوں) تو میرے پاس دل ہے جو اگر حساس نہیں تو شریف ضرور ہے اور مجھے اس پر فخر ہے۔ مبارکباد پیش کرنے کی توقع اور آنے والے خوشی کے موقع کی اہمیت کے پیش نظر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے چیتھڑے اتار کر یونی فارم پہن لوں جسے میں نے گھر پر اتار دیا تھا۔ میں نے یہی کیا جس پر آپ نے بھی غالباً غور کیا ہوگا کہ میں ساری شام یونی فارم پہنے تھا۔ لباس تبدیل کرتے وقت میں بٹوے کو اپنے فراک کوٹ کی جیب میں بھول گیا... سچ ہے خدا جب کسی پر برا وقت لاتا ہے تو پہلے اس کی عقل سلب کرتا ہے۔ آج بھی جب میں ساڑھے سات بجے بیدار ہوا تو پہلا کام جو میں نے کیا کہ پاگل کی طرح بستر سے اچھلا اور اپنے فراک کوٹ کی طرف جھپٹا۔ جیب بالکل خالی تھی! بٹوے کا نام و نشان نہ تھا۔''

''افوہ، کتنی تکلیف دہ بات ہوئی!''

''بجا فرمایا، تکلیف دہ بات۔ آپ نے اپنی موقع شناسی سے بڑا موزوں لفظ چنا''، لیبیدیف نے اضافہ کیا، وہ بھی طنز کے بغیر نہیں۔

''پھر بھی کیا ہوا؟''، پرنس نے فکرمند ہو کر پوچھا۔ ''یہ ایک سنگین معاملہ ہے۔''

''سنگین موزوں ہے۔ دوبارہ آپ نے موزوں لفظ انتخاب کیا۔ اس کی اہمیت...''

''اوہ بہت ہوچکا، لوکیان تیموفے ئچ۔ اس سے کیا ملنے والا ہے؟ اہمیت الفاظ کی نہیں... کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کی جیب سے رقم اس وقت گری جب آپ مدھوش تھے؟''

''ہوسکتا ہے، جب کوئی شخص مدھوش ہو تو سب کچھ ممکن ہے، جیسے کہ آپ نے نہایت خلوص سے فرمایا، عالی مقام پرنس! لیکن براہ کرم سوچئے اگر بٹوہ میری جیب سے گرا ہوتا جب میں کپڑے اتار رہا تھا تو اسے فرش پر پڑا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن وہ شے وہاں بھی کہاں ہے؟''

''ہوسکتا ہے آپ نے کسی دراز میں رکھ دیا ہو؟''

''میں نے ہر جگہ تلاش کیا، ہر چیز الٹ پلٹ کی اگرچہ میں نے اسے کہیں نہیں رکھا تھا اور نہ ہی کوئی دراز کھولی تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے!''

''کیا آپ نے الماری میں دیکھا؟''

''پہلے وہی کیا اور اب تک کئی بار دیکھ چکا ہوں... لیکن میں وہاں کس طرح رکھ سکتا تھا، میرے محترم حقیقی پرنس صاحب؟''

''مجھے اعتراف ہے کہ الجھن میں پڑگیا ہوں، لیبیدیف۔ پھر وہ بٹوہ کسی نے فرش پر پڑا پایا ہوگا؟''

''یا میری جیب کاٹی ہوگی۔ دونوں متبادل امکانات ہیں۔''

''بڑی پریشانی کی بات ہے کہ بھلا کون ہوسکتا ہے... اب یہی سوال ہے!''

''بلاشبہ، یہی اصل معاملہ ہے۔ موزوں الفاظ اور خیالات حیرت‌انگیز طور پر آپ کی گرفت میں آجاتے ہیں اور صورت‌حال کی توضیح بڑی صحت سے فرماتے ہیں عالی مقام پرنس!''

''بس مسٹر لوکیان، یہ لفظوں کی کرتب بازی چھوڑئیے۔ یہاں...''

''کرتب‌بازی؟'' لیبیدیف پکارا اور دونوں ہاتھ انکار میں اٹھا دئیے۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں ناراض نہیں ہوں۔ یہ ایک بالکل مختلف بات ہے... مجھے اوروں کا اندیشہ ہے۔ یہ بتائیے، کس پر شک ہے؟''

''یہ ایک بے‌حد مشکل اور... بڑا پیچیدہ سوال ہے! نوکرانی پر شک نہیں کرسکتا کیونکہ وہ ہمہ‌وقت باورچی‌خانے میں رہتی ہے۔ بچے خود اپنے ہیں۔ وہ بھی...''

''اور کیا!''

''مطلب یہ کہ ملاقاتیوں میں کوئی ہوگا!''

''لیکن کیا ایسا ہوسکتا ہے؟،،

''ایسا ہونا قطعی و تمام تر ناممکن ہے۔ تاہم لازماً ایسا ہی ہوا ہوگا۔ پھر بھی میں یہ تسلیم کرنے کو تیار ہوں، علاوہ ازیں واقعتاً یقین رکھتا ہوں کہ اگر یہ چوری کا معاملہ ہے تب وہ شام میں نہیں ہوئی جب لوگ جمع تھے بلکہ رات میں یا پھر صبح میں، یہاں رات بسر کرنےوالوں میں سے کسی نے۔ ،،

''توبہ ہے خدایا!،،

''پردوفسکی اور کولیا کو خارج کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے کمرے میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ ،،

''میرا بھی یہی خیال ہے، بھلے وہ کمرے میں داخل بھی ہوئے ہوں۔ اور کون تھا رات میں یہاں؟،،

''مجھ سمیت، ہم کل چار تھے دو متصل کمروں میں۔ جنرل، کیلر، مسٹر فردی‌شینکو اور میں خود۔ تو پھر ہم چار میں سے کوئی ایک ہونا چاہئے!،،

''یعنی تین میں سے ایک۔ مگر کون؟،،

''میں نے اپنے آپ کو انصاف اور باضابطگی کی خاطر شامل کیا تھا۔ پھر بھی آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ میں اپنے یہاں چوری نہیں کرسکتا۔ اگرچہ ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں...،،

''افوہ، لیبیدیف۔ یہ کیسی اکتانےوالی باتیں کرتے ہیں آپ!،، پرنس بےتابی سے چیخا۔ ''موضوع پر آئیے۔ اس سے ہٹ کیوں رہے ہیں؟،،

''اچھا، جناب۔ اب تین رہ گئے۔ پھر اول مسٹر کیلر جو قابل اعتماد آدمی نہیں، ایک بلانوش اور کسی قدر آزاد خیال یعنی دوسروں کی جیبوں کے سلسلے میں۔ جبکہ دوسرے معاملات میں اس میں آزاد خیالی کی بہ‌نسبت سورماپن زیادہ ہے۔ اس نے رات کا پہلا حصہ بیمار کے کمرے میں گزارا لیکن پھر ہمارے پاس اس بہانے سے آگیا کہ سخت فرش پر نیند نہیں آتی۔ ،،

''کیا آپ کو اس پر شبہ ہے؟،،

''اس پر شبہ تھا۔ جب قریباً سات بجے کے بعد میں ایک پاگل کی طرح بستر سے اچھل پڑا اور اپنے ہاتھ سے اپنا ماتھا پیٹنے لگا، میں نے فوراً جنرل کو جگایا جو بےخبر سورہا تھا۔ فردی‌شینکو

کی عجیب روپوشی کے پیش نظر جو بجائے خود مشتبہ تھی، ہم نے فوراً کیلر کی تلاشی لینے کا فیصلہ کیا جو ایک... بالکل... کیل کی طرح بکھرا پڑا تھا۔ ہم نے پوری تلاشی لی۔ اس کی جیبوں میں دھیلا تک نہیں تھا، نہ کوئی جیب بلاسوراخ کی ملی۔ ایک بڑا واہیات سا، نیلا چوخانے کا سوتی رومال تھا، بس۔ اور کسی بیگم کی ملازمہ کا ایک عشقیہ خط نکلا جس میں پیسوں کی طلب اور دھمکیاں تھیں۔ اور پھر اس 'مضمون' کے پرزے ٹکڑے تھے، جو آپ کے علم میں ہے۔ جنرل نے فیصلہ دیا کہ وہ بےقصور ہے۔ پھر اپنا اطمینان کرنے کےلئے ہم نے اسے جگایا، زور زور سے جھنجھوڑا۔ وہ مشکل سے سمجھ پایا کہ کیا معاملہ ہے۔ اس کا منہ کھلا ہوا، ہیئت شرابیوں کی سی، اور چہرے پر ہونق، سادہ‌لوحی بلکہ حماقت کے آثار تھے۔ نہیں، وہ نہیں ہوسکتا!''

''مجھے بڑی خوشی ہوئی!'' پرنس نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ ''مجھے اس کے نام کا اندیشہ تھا!''

''اندیشہ؟ یعنی آپ کے پاس کوئی وجہ رہی ہوگی؟'' لیبیدیف نے اپنی آنکھیں بھینچتے ہوئے پوچھا۔

''ارے نہیں! میں نے ایسے ہی کہہ دیا'' پرنس نے ھچکچاتے ہوئے کہا۔ ''حماقت سے کہہ بیٹھا کہ مجھے اندیشہ تھا۔ مجھ پر کرم کرنا لیبیدیف، میرے یہ الفاظ کسی سے نہ دھرانا...''

''پرنس، پرنس! آپ کے الفاظ تو میرے دل کے اندر تہہ کئے ہوئے رہتے ہیں، میرے دل کی گہرائی میں! یہ ہے قبر!..'' لیبیدیف نے اپنا ہیٹ دل کے پاس دباتے ہوئے چمک کر کہا۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، تو پھر وہ فردی‌شینکو رہا ہوگا ایں؟ یعنی میں پوچھنا چاھتا ہوں کہ کیا آپ کو فردی‌شینکو پر شبہ ہے؟''

''اس کے سوا اور کس پر؟'' لیبیدیف نے دبی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھیں پرنس پر جمی ہوئی تھیں۔

''ہاں اور کیا... اور کون ہوسکتا ہے... مگر پھر ثبوت کیا؟''

''وہ تو موجود ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ صبح سات بجے اس کا غائب ہونا یا سات سے بھی کچھ پہلے۔''

''میں جانتا ہوں، کولیا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اس سے ملنے آیا تھا اور یہ کہا کہ وہ رات کا بقیہ حصہ اس کے یہاں... کس کے یہاں، میں اس کے دوست کا نام بھول گیا۔ ''

''ویلکن کے ہاں۔ تو مسٹر کولیا نے آپ کو بتایا تھا؟''

''اس نے مجھے چوری کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ ''

''اسے علم نہیں ہے، کیونکہ میں فی الحال اسے راز میں رکھ رہا ہوں۔ تب وہ ویلکن کے ہاں گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک شرابی کا دوسرے کے ہاں جانا انوکھی بات نہیں۔ بھلے وہ بہت سویرے ہی کیوں نہ جائے اور بغیر کسی کام، کسی حیلے کے۔ لیکن اس جگہ ایک سراغ ملتا ہے۔ رخصت ہوتے وقت اس نے اپنا پتہ چھوڑا... اور اب پرنس اس سوال کو لیجئے، اس نے پتہ کیوں چھوڑا؟.. وہ نکولائی (کولیا) کے پاس دانستہ کیوں گیا؟ اس طرح اصل راستے سے ہٹاتے ہوئے اس سے یہ کہنا کہ وہ رات کا بقیہ حصہ ویلکن کے ہاں گزارے گا۔ اس بات سے کون دلچسپی رکھتا ہے کہ وہ کدھر چلا، ویلکن کے ہاں یا کہیں اور ؟ اسے اس انداز سے اعلان کرنے کی کیا ضرورت؟ نہیں یہاں ایک چالبازی ہے، ایک چور کی! ٹھیک یوں کہنا کہ 'میں اپنے قدموں کے نشانات مٹا نہیں رہا ہوں پھر میں چور کس طرح سے ہوا؟ کیا کوئی چور یہ خبر دے کر رخصت ہوگا کہ وہ کہاں جارہا ہے؟، اسے زیادہ فکر ہے کہ شک و شبہ کی گنجائش نہ رہنی دی جائے۔ یا یوں کہئے کہ ریت پر سے قدموں کے نشانات مٹانے کی کوشش... آپ سمجھ رہے ہیں نا، میرے معزز پرنس؟''

''میں سمجھا بے شک، اچھی طرح سمجھا۔ لیکن کیا یہ کافی ہے؟''

''پھر دوسرا سراغ — یہ پتہ غلط نکلتا ہے۔ نشان جھوٹ۔ ایک گھنٹہ بعد یعنی آٹھ بجے میں ویلکن کے دروازے پر دستک دیتا ہوں۔ وہ قریب ہی پانچویں گلی پر رہتا ہے بلکہ ہماری جان پہچان بھی ہے۔ وہاں فردی‌شینکو کا نام‌ونشان نہیں۔ البتہ میں وہاں کی بہری ملازمہ سے یہ معلومات نکال سکا کہ ایک گھنٹہ قبل کسی نے گھنٹی بجائی تھی اور اتنی بے‌تحاشہ کہ گھنٹی ہی توڑ ڈالی مگر ملازمہ نے دروازہ اس خیال سے نہیں کھولا کہ وہ نہیں چاہتی

تھی مسٹر ویلکن جاگ جائیں۔ یا شاید وہ خود اتنے سویرے اٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔''

''بس، یہی کل ثبوت آپ کے پاس ہیں؟ یہ کافی نہیں ہیں۔''

''لیکن پرنس، پھر کس پر شبہ کیا جا سکتا ہے؟ براہ کرم سوچئے!'' لیبیدیف نے منت سماجت سے کہا اگرچہ اس کی مسکراہٹ میں مکاری کی آمیزش تھی۔

''ایک بار پھر اپنے کمروں اور درازوں کو خوب اچھی طرح سے دیکھ لینا چاہئے!'' پرنس نے کچھ غور کرنے کے بعد فکرمندی سے کہا۔

''میں نے سب دیکھ لیا ہے!'' لیبیدیف نے پہلے سے زیادہ اصرار اور لجاجت سے کہا۔

''ہوں!.. لیکن آپ کو اس طرح کوٹ کیوں بدلنا پڑا؟'' پرنس پریشانی میں میز پر مکا مارتے ہوئے چیخا۔

''یہ سوال ایک قدیم طرز کی کامیڈی کا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میرے مہربان پرنس! آپ میری مصیبت سے بہت زیادہ متاثر ہورہے ہیں! میں اس قابل نہیں ہوں یا شاید میں تنہا اس قابل نہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ مجرم کا درد دل میں لئے ہوئے ہیں... اس نکھٹو مسٹر فردی‌شینکو کا۔ ہے نا؟''

''ہاں، ہاں، آپ نے واقعی مجھے فکر میں ڈال دیا ہے'' پرنس نے غائب دماغی اور کچھ ناراضی سے بات کاٹی۔ ''اب آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر پورا یقین ہے کہ وہ فردی‌شینکو ہی تھا؟''

''لیکن، نہایت قابل احترام پرنس، وہ نہیں تو اور کون ہوسکتا ہے؟'' لیبیدیف اور بھی زیادہ عاجزی اور لجاجت سے دوہرا ہونے لگا۔ ''کسی دوسرے شخص کی عدم موجودگی جس کا نام ذہن میں آتا ہو، اور یوں کہنا چاہئے کسی اور پر شبہ جانے کا قطعی امکان نہ ہونا ماسوا مسٹر فردی‌شینکو کے، یوں کہنا چاہئے کہ مسٹر فردی‌شینکو کے خلاف ایک اور گواہی بنتا ہے۔ یہ تیسری ہے۔ ورنہ آخر کون ہوسکتا ہے؟ مسٹر بردوفسکی پر تو شبہ کرنے سے رہا؟ ہی، ہی!''

''کتنی بے ہودہ بات ہے!''

''یا اخیر میں جنرل، ہی ہی ہی؟''

''کیا بکواس ہے!'' پرنس نے تقریباً ناراض ہوتے، اپنی جگہ کسمساتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ہے تو بکواس! ہی ہی ہی! اور اس شخص نے مجھے ہنسا مارا۔ مطلب یہ کہ جنرل نے! ہم ویلکن کے ہاں بڑی شدت سے تعاقب کرتے چلے... اور دھیان کیجئے جب میں نے جنرل کو چوری کا پتہ چلنے پر جگایا تو وہ مجھ سے زیادہ بوکھلایا ہوا تھا۔ اس کا رنگ بدل گیا، باری باری پہلے سرخ پھر سفید ہوا اور آخر اچانک اتنے طیش میں اور شریفانہ برھمی سے بھر گیا کہ مجھے خیال و خواب میں بھی ایسی توقع نہیں تھی۔ ایک بےحد شریف‌النفس انسان ہے! لگاتار بےپر کی اڑاتا رہتا ہے لیکن یہ اس کی ایک کمزوری ہے۔ ویسے وہ بہت اعلا احساسات کا انسان ہے۔ تاہم قطعی سیدھا سادہ، بےچھل بل، جس کا بھولپن مکمل اعتماد پیدا کرتا ہے۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں معزز پرنس کہ میرے دل میں اس کےلئے نہ صرف ایک نرم گوشہ بلکہ محبت نام کی چیز بھی ہے۔ چلتے چلتے سڑک کے بیچ میں رک گیا۔ کوٹ کے بٹن کھولے اور اپنا سینہ باہر نکال دیا۔ 'تمھیں میری تلاشی بھی لینا چاہئے، اس نے کہا 'تم نے کیلر کی تلاشی لی تو پھر میرے ساتھ بھی وہی کیوں نہیں کرتے؟ انصاف کا تقاضا تو یہی ہے!'، اور اس دوران اس کے ہاتھ پیر سب کانپ رہے تھے۔ پورا زرد بھی پڑ گیا، خوفناک دکھائی دیتا تھا۔ میں ہنسا اور کہا 'دیکھو جنرل، اگر تمھارے متعلق کوئی اور شخص ایسی بات کہتا، تو میں اپنے انھی ہاتھوں سے اپنا سر اتار کر ایک بڑی تھالی میں رکھتا اور تم پر شبہ کرنےوالوں کے سامنے تھالی لے جا کر رکھتا اور کہتا: 'کیا تم اس سر کو دیکھ رہے ہو؟ اس کے ساتھ، میرے اپنے سر کے ساتھ میں اس آدمی کی صداقت کی تصدیق کرتا ہوں، میں اس کے لئے آگ میں سے بھی گزر جاؤں گا!'، دیکھا، اس طرح میں تمھارے لئے تصدیق کرنے کو تیار ہوں!'، اس پر وہ مجھ سے سڑک کے بیچ میں بغل گیر ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ کانپ رہا تھا۔ اتنی زور سے مجھے بھینچا کہ میرا کھانسنا مشکل ہوگیا۔ کہنے

لگا: 'میری مصیبتوں میں تم میرے تنہا دوست رہ گئے ہو!' ایک حساس آدمی ہے وہ! پھر مجھے اسی قسم کا ایک مزاحیہ واقعہ سنانے لگا کہ کس طرح جب وہ جوان تھا اس پر بھی پانچ لاکھ روبل چرانے کا شبہ کیا گیا اور اس کے دوسرے روز وہ ایک جلتے ہوئے گھر میں گھس پڑا، جہاں سے اس نے اسی کاؤنٹ کو کھینچ کر باہر نکالا جس نے اس پر شبہ کیا تھا اور نینا الیکساندرووونا کو بھی جو تب تک ناکتخدا تھی۔ کاؤنٹ نے اسے گلے لگا لیا اور یوں نینا الیکساندرووونا سے اس کی شادی ہوئی۔ واقعے کے اگلے دن مکان کے جلے ہوئے ملبے میں گمشدہ رقم کا صندوقچہ ملا۔ لوہے کا بکس، انگریزی ساخت کا تھا، ایک چور تالہ لگا ہوا، اتفاق سے فرش کے تختے کے نیچے گر گیا تھا، کسی کی نظر نہ پڑا۔ اس آتش‌زدگی کی وجہ سے ہی وہ نکل آیا۔ واقعہ بےشک جھوٹ کا پوٹ، لیکن جب اس نے نینا الیکساندرووونا کا ذکر کیا تو ٹسوے بہانے لگا۔ بےحد شریف خاتون ہیں نینا بیگم، اگرچہ مجھ سے ناراض رہتی ہیں۔''

''کیا آپ انہیں نہیں جانتے؟''

''قریب قریب نہیں۔ مگر میں دل و جان سے جان پہچان کا خواہش‌مند ہوں، چاہے صرف اس خیال سے کہ ان کی نظر میں خود کو بجا ثابت کر سکوں۔ نینا کو مجھ سے بغض اس بات کا ہے کہ وہ سمجھتی ہیں ان کے شوہر کو بوتل کی لت لگانے میں میرا ہاتھ ہے۔ حوصلہ‌افزائی کرنا تو رہا الگ، الٹا میں ان کو پینے سے روکتا ہوں اور شاید بری صحبت اختیار کرنے میں بھی مانع آتا ہوں۔ علاوہ ازیں وہ میرے دوست ہیں اور میں آپ سے اعتراف کروں گا کہ میں انہیں کبھی ایسے ہی نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ وہ جہاں جائیں گے میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔ چونکہ ان کی صحبت میں محض زودحسی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ اب انہوں نے کپتان کی بیوہ کے ہاں آنا جانا بھی چھوڑ دیا ہے، اگرچہ وہ اس کی یاد میں کڑھتے ہیں بلکہ اس کےلئے آہیں بھرتے ہیں۔ خصوصاً صبح کے وقت جب وہ اپنے جوتے پہنتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس خاص وقت ہی کیوں ایسا کرتے ہیں۔ جنرل کے پاس روپیہ پیسہ ہے نہیں، اور اس عورت کے ہاں خالی ہاتھ جانا غلط۔ انہوں نے آپ سے تو روپیہ نہیں مانگا، میرے محترم پرنس؟''

''نہیں تو، نہیں مانگا!،،

''شرما گئے۔ ارادہ تو تھا بلکہ مجھ سے اعتراف بھی کیا کہ وہ آپ کو زحمت دینےوالے ہیں۔ لیکن اس بارے میں جھجھک محسوس ہوئی ہوگی، چونکہ آپ کچھ عرصہ پہلے ایک رقم ادھار دے چکے ہیں۔ اوپر سے خیال آیا ہوگا کہ آپ اور نہ دیں گے۔ مجھے دوست سمجھ کر ساری باتیں بتا دی تھیں۔ ،،

''آپ کبھی انہیں روپیہ نہیں دیتے؟،،

''پرنس، عزیزترین پرنس! اس آدمی کےلئے نہ صرف میں روپیہ دے دوں بلکہ یوں کہئے اپنی جان بھی دے دوں گا... خیر، جان تو نہیں، مبالغہ کرنا نہیں چاہتا۔ نہیں، اپنی جان نہیں بلکہ سخت بخار کے حملے، پھوڑا پھنسی یا کالی کھانسی میں بھی مبتلا ہونے پر رضامند ہو جاؤں گا۔ خدا کی قسم، میں اس کےلئے تیار ہوجاؤں گا بشرطیکہ اس کی واقعی ضرورت ہو۔ کیونکہ میں اسے ایک بڑا آدمی مگر برائیوں میں مبتلا آدمی سمجھتا ہوں۔ معاملہ صرف روپیے کا نہیں ہے!،،

''مطلب یہ کہ انہیں روپیہ دیتے ہیں، نا؟،،

''نا۔ نہیں۔ میں نے روپیہ تو نہیں دیا۔ اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ روپیہ نہیں دوں گا۔ اور محض انہیں باز رکھنے اور ان کی اصلاح کے پیش نظر۔ اب وہ بضد ہیں کہ میں ان کے ساتھ پیترسبورگ جاؤں۔ میں وہاں مسٹر فردیشینکو کو پکڑنے کےلئے جارہا ہوں کہ ابھی سراغ تازہ ہے۔ کیونکہ میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ وہ وہیں ہوگا۔ جنرل روانہ ہونے کےلئے بےقرار ہیں۔ لیکن مجھے شبہ ہے وہ مجھے پیترسبورگ میں جل دے کر کپتان کی بیوہ کے ہاں چل دیں گے۔ میں اعتراف کئے لیتا ہوں کہ میں انہیں دانستہ چھوڑ دوں گا جیسا کہ ہم نے طے کر لیا ہے کہ ہم دارالخلافہ پہنچ کر اپنے الگ الگ راستے جائیں گے۔ کیونکہ اس طرح ہمیں مسٹر فردیشینکو کو پکڑنے کا بہتر موقع ملے گا۔ اس لئے میں انہیں جانے دوں گا۔ اور پھر میں اچانک، جیسے سر پر برف ٹپک پڑے بیوہ کے گھر انہیں پکڑ لوں گا، خلاف توقع وہاں پہنچنے کا صرف ایک مقصد ہے کہ انہیں، ایک انسان، ایک گھر گرہستیوالے آدمی کو شرمندہ کروں۔ ،،

''صرف ہڑبونگ نہ مچانا،لیبیدیف، براہ کرم، شوروغل نہ کرنا،'' پرنس نے دبی آواز میں اور بےحد پریشانی میں کہا۔

''ارے نہیں صاحب، صرف اسی قدر کہ وہ اپنے آپ شرمندگی محسوس کریں اور میں دیکھوں کہ وہ کس قسم کا منہ بناتے ہیں — کیونکہ قیافے سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے، معززترین پرنس، خاص طور پر اگر آدمی ایسا ہو! اوہ پرنس! گو میری مصیبت کچھ معمولی نہیں پھر بھی میں ان کی خاطر، ان کی اخلاقی اصلاح کی خاطر توجہ صرف کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ مجھے آپ سے ایک بڑی درخواست یہ کرنی ہے عالی مقام پرنس، اور درحقیقت خاص اسی مقصد سے آپ کی خدمت میں حاضر بھی ہوا ہوں کہ آپ ایولگین خاندان سے اچھی طرح واقف ہیں اور ان کے مکان پر رہ چکے ہیں۔ اس لئے اگر آپ میری مدد پر راضی ہوں، اے میرے بےحد رحم دل پرنس، تمام‌تر جنرل کی خاطر اور ان کی بھلائی کی خاطر ...''

اس موقع پر لیبیدیف نے ہاتھ اس طرح جوڑ لئے جیسے دعا کےلئے بڑھائے ہوں۔

''کیسے؟ میں کس طور سے آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟ یقین کیجئے، میں آپ کی بات پوری طرح سمجھنے کےلئے بےچین ہوں، لیبیدیف۔''

''میں آپ کے پاس اس واحد یقین سے آیا ہوں کہ جنرل کی بیگم نینا الیکساندرووناکے ذریعے کچھ کیا جا سکتا ہے، کہ ہم اس طرح جنرل پر نظر رکھ سکیں یعنی کہ عزت‌مآب ہز ایکسلینسی پر نگرانی ان کے اپنے خاندان کے خول میں۔ بدقسمتی سے میرا ان کا کوئی تعارف نہیں... پھر نکولائی اردالیونچ یعنی کولیا ہے جو آپ سے والہانہ محبت رکھتا ہے، یوں کہنا چاہئے، اپنے نوخیز دل کے ساتھ۔ شاید وہ مدد کر سکے...''

''نا... نہیں۔ نینا بیگم جنرل کو تو بیچ میں لائیے نہیں، خدا بچائے! یا کولیا کو... لیکن شاید میں آپ کی بات ٹھیک سے سمجھ نہیں پا رہا ہوں لیبیدیف!''

''اس میں سمجھنے کی کیا بات رہی؟'' لیبیدیف تقریباً کرسی سے اچھل کر چیخا۔ ''نازک احساس اور شرافت ہی وہ تقویت بخش دوائیں ہیں جن کی ہمارے بیمار کو ضرورت ہے۔ آپ

مجھے اجازت دیں کہ میں جنرل کو ایک بیمار سمجھوں۔ کیوں پرنس؟ ،،

''اس سے آپ کی معاملہ فہمی اور عقلمندی ظاہر ہوتی ہے۔،،

''وضاحت کی خاطر میں یہاں ایک مثال پیش کروں گا، جو عملی تجربے سے لی گئی ہے۔ آپ جانتے ہیں جنرل کس قسم کا آدمی ہے۔ کپتان کی بیوہ اس کی کمزوری ہے، جو اس سے تب تک نہیں ملےگی جب تک کہ وہ کچھ رقم ساتھ نہ لائے۔ اسے آج میں اس کے ہاں رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتا ہوں۔ اور یہ سب اس کی بھلائی کےلئے۔ لیکن اگر یہ فرض بھی کریں کہ وہ بیوہ کا تنہا معاملہ نہ ہو، لیکن کوئی ایسا جرم جو اس نے واقعی کیا ہو یا کسی قسم کی بددیانتی کا فعل (اگرچہ وہ اس کے قطعی نااہل ہے)۔ پھر بھی میں کہتا ہوں، کوئی شخص فیاضانہ شرافت سے اس کی اصلاح کر سکتا ہے۔ کیونکہ جنرل انتہائی حساس آدمی ہے! مجھ پر یقین کریں، وہ ایسی چیز اپنے پاس پانچ دن سے زائد نہیں رکھ سکتا، بلکہ اگل دےگا، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگےگا اور اعتراف کرلےگا — بشرطیکہ کوئی بڑی ہوشیاری اور تمیز سے قدم اٹھائےگا، اس کا خاندان بھی اور آپ بھی اس پر مسلسل نظر رکھیں یعنی کہ اس کی صورت پر، رفتار و گفتار پر... اے میرے مہربان پرنس!،، اور لیبیدیف وجد کی جھونک میں اچھل پڑا۔ ''میں یقین سے دعوا نہیں کرتا کہ وہ...اور میں اسی لمحے اس کےلئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کو تیار ہوں۔ لیکن آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ جنرل کی بےاعتدالی، اس کی شراب خوری اور کپتان کی بیوہ یہ سب ملکر کسی بھی نوبت کو پہنچا سکتے ہیں۔ ،،

''میں بےشک اس مقصد کی خاطر ہمیشہ ساتھ دینے کو تیار ہوں،، پرنس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے صرف یہ اعتراف کرنا ہے لیبیدیف کہ میں بےحد بیچینی محسوس کررہا ہوں۔ مجھے بتائیے کہ کیا آپ بھی... ایک لفظ میں، کیا آپ اب بھی مسٹر فردی‌شینکو پر شبہ کرتے ہیں؟،،

''پھر اور کون ہوسکتا ہے؟ دوسرا کون میرے مخلص پرنس؟،، لیبیدیف نے ایک مصنوعی پرجوش مسکراہٹ سے پوچھا اور دوبارہ اپنے ہاتھ منت سماجت میں جوڑ لئے۔

پرنس بیزاری کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

''یاد رکھئے لیبیدیف، یہاں پر ایک غلطی بہت بھیانک ہوگی۔ یہ فردی‌شینکو... میں اس کی برائی کرنا پسند نہ کروں‌گا... لیکن یہ شخص، فردی‌شینکو... یعنی — کون کہہ سکتا ہے، شاید وہی ہو واقعی، میرا مطلب ہے... شاید وہ ایسی حرکت کرنے کے واقعی زیادہ اہل ہے بہ نسبت... بہ نسبت کسی اور کے۔''

لیبیدیف ہمہ تن گوش تھا۔

''آپ جانتے ہیں،'' پرنس نے بڑھتی ہوئی گھبراہٹ اور خفگی سے کہا۔ اور جتنا ہی وہ کمرے میں ٹہلتا جارہا تھا، لیبیدیف سے نظریں چرا رہا تھا۔ ''مجھے بتایا گیا ہے... مسٹر فردی‌شینکو کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی موجودگی میں بہت محتاط رہنا چاہئے۔ دوسری باتوں کے علاوہ... کوئی غیرضروری بات کہنے میں بڑے ضبط سے کام لینا چاہئے۔ میرا مطلب ہے کہ وہ ایسی حرکت کرنے کا زیادہ اہل ہے بہ‌نسبت کسی اور کے... لیکن اہم بات یہ ہے کہ غلطی سے احتراز کیا جائے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟''

''لیکن مسٹر فردی‌شینکو کے متعلق آپ کو کس نے یہ بتایا؟'' لیبیدیف نے انتہائی اشتیاق سے پوچھا۔

''اوہ۔ یہ بات مجھے آہستہ سے بتائی گئی۔ اگرچہ میں خود اس پر اعتبار نہیں کرتا... یہ بات بتانے پر مجبور ہونا پڑا، اس کا قلق ہے۔ تاہم یقین کیجئے کہ میں اس پر اعتبار نہیں کرتا... یہ بکواس ہے چھی چھی... یہ بات زبان پر ہی کیوں آئی، محض میری حماقت!''

''آپ جانتے ہیں پرنس'' لیبیدیف نے بالکل جذبات سے کانپتے ہوئے کہا ''یہ بہت اہم ہے۔ اب یہ اور بھی اہم ہوگئی مسٹر فردی‌شینکو کی وجہ سے نہیں، لیکن اس وجہ سے کہ آپ تک یہ اطلاع کیسے پہنچی'' (جب لیبیدیف یہ کہہ رہا تھا وہ پرنس کے آگے پیچھے لپک رہا تھا اور اس سے قدم ملانے کی کوشش کررہا تھا)۔ ''سنئے پرنس! اب میری باری ہے کچھ کہنے کی۔ جب میں اور جنرل ویلکن کے ہاں جارہے تھے، جب اس نے مجھے آتش‌زدگی کی کہانی سنائی تھی اور غصے سے آگ بگولا تھا، اس

نے اچانک اس بات کی طرف یعنی مسٹر فردی‌شینکو سے متعلق اشارتاً بات چھیڑی لیکن ایسے مہمل اور بےڈھنگے طور سے کہ میں کئی سوالات کئے بغیر نہ رہ سکا اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ ساری بات ہز ایکسلینسی کے دماغ کی اپج ہے، اور کچھ نہیں... تنہا اسی کی فیاض طبیعت سے ابھری - بےپر کی اڑانے کا واحد سبب یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ اب براہ کرم سوچئے۔ اگر وہ جھوٹ بول رہا تھا جس کا مجھے یقین ہے، پھر آپ نے کس طرح سنا ہوگا؟ آپ کو سمجھنا چاہئے پرنس کہ جنرل کےلئے یہ ایک منٹ کی ترنگ تھی، بس، اس کے علاوہ کون آپ سے کہہ سکتا تھا؟ یہ بہت اہم ہے... اور یعنی...،،

''وہ کولیا تھا جس نے مجھ سے کچھ دیر پہلے بتایا اور جسے اس نے اپنے والد سے سنا، جب وہ ڈیوڑھی میں نجانے کیوں آج صبح چھ بجے یا چھ کے کچھ بعد گیا تھا۔ ،،

پرنس نے ساری کہانی تفصیل سے سنائی۔

''اوھو! یہ ہے جسے سراغ کہا جاسکتا ہے،، لیبیدیف اپنے ہاتھ ملتے ہوئے اور بےآواز ہنسی سے پکارا۔ ''بالکل یوں ہی میں نے سوچا تھا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہز ایکسلینسی نے قصداً اپنی گہری بےخبر نیند توڑی چھ بجے کے کچھ دیر بعد کہ اپنے پیارے بیٹے کو جاکر جگائے اور اسے اطلاع دے کہ مسٹر فردی‌شینکو کی قربت کتنا زبردست خطرہ رکھتی ہے! اس کے بعد مسٹر فردی‌شینکو کتنا خطرناک شخص ہوسکتا ہے، ہز ایکسلینسی کی طرف سے کتنا پدرانہ اندیشہ، ہی ہی ہی!..،،

''سنئے لیبیدیف،، پرنس نے گھبراتے ہوئے کہا ''سنئے، احتیاط سے کام لیجئے! اس پر ہنگامہ کھڑا نہ کیجئے! میں التجا کرتا ہوں لیبیدیف... اس معاملے میں میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی مدد کروں‌گا! لیکن اس شرط پر کہ کسی کو معلوم نہ ہونے پائے۔ یاد رکھئے کسی کو پتہ نہ چلے!،،

''پورا یقین رکھئے، مطمئن رہیں، شریف ترین، مخلص‌ترین، میرے انتہائی کرم فرما پرنس،، لیبیدیف بڑے زوروں میں جھومتے ہوئے چیخا ''آپ اس بات سے مطمئن رہیں کہ یہ سب میرے جان نثار دل میں دفن رہےگا! ہم دونوں اکٹھا پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں‌گے،

آهٹ کئے بغیر اور مل کر کام کریں گے! میں تو اپنے خون کا ایک ایک قطرہ... میرے نام‌ور پرنس، میں بھلے ھی اپنی روح اور نفس سے کمینہ ہوں گا لیکن کسی سے بھی پوچھئے، کمینے کو چھوڑئے کسی بدمعاش کو ھی لیجئے کہ وہ کس سے لین دین کرنا پسند کرے گا: ایک بدمعاش سے جیسا کہ وہ خود ھے یا ایک بے‌حد معزز شخص سے جیسے آپ ھیں؟ اس کا جواب ہوگا کہ وہ ایک بے‌حد شریف انسان کو زیادہ پسند کرے گا اور اسی میں نکوکار کی فتح ھے! خداحافظ میرے بے‌حد قابل توقیر و تعظیم پرنس! ھم پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں... آھٹ کئے بغیر... اور مل کر۔‘‘

۱۰

پرنس آخر میں سمجھا کہ وہ جب بھی تینوں خطوں کو چھوتا تھا ھر بار سرد کیوں پڑ جاتا تھا اور اس نے کیوں ان خطوں کا پڑھنا شام تک کےلئے ملتوی رکھا تھا۔ جب وہ صبح کو تینوں لفافوں میں کسی ایک کو کھولتے وقت جھجکا اور صوفے پر بیچینی کی نیند میں ڈوب گیا تھا، اسے ایک اور پریشان کن خواب دکھائی دیا، جس میں وھی ’’مجرم‘‘ پھر نظر آئی۔ وہ پھر اس پر اپنی نظریں گاڑے ہوئے دیکھ رھی تھی اور لمبی پلکوں پر آنسو چمک رھے تھے۔ اس نے دوبارہ اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ آنکھ پھر کھل گئی اور اس کا چہرہ اذیت و اضطراب کے احساس سے یاد آیا۔ جی چاھا کہ فوراً ’’اس کے پاس‘‘ جائے لیکن نہ جاسکا۔ بالآخر تقریباً مایوس ہوکر اس نے وہ خطوط کھولے اور پڑھنا شروع کیا۔

وہ خطوط بھی خواب سے ھی مشابہت رکھتے تھے۔ بعض اوقات نہایت ھولناک خواب دکھائی دیتے ھیں، ناممکن اور غیرفطری۔ بیدار ہونے پر آپ کو ان کی ایک ایک بات یاد ہوتی ھے اور اس عجیب حقیقت پر تعجب ہوتا ھے کہ: سب سے پہلے یاد آتا ھے کہ فہم و ادراک نے خواب کے دوران کسی وقت بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ یاد آتا ھے کہ آپ انتہائی ہوشیاری، چالاکی اور عقلمندی سے اس طول طویل وقت تک کام لیتے رھے جس وقت آپ

قاتلوں کے درمیان کھڑے تھے اور بڑی مکاری سے اپنے ارادے یا نیت کو چھپائے رکھا، انھوں نے آپ کے ساتھ دوستانہ سلوک کیا، حالانکہ ھتھیار لئے تیار اور صرف ایک اشارے کے منتظر کھڑے تھے۔ آپ کو یاد آتا ھے کہ کس ھوشیاری سے آپ نے روپوشی کرکے انھیں جھانسہ دےدیا۔ پھر آپ کی سمجھ میں آیا کہ وہ آپ کی چال سے مکمل طور پر باخبر ھوگئے تھے، لیکن صرف تجاھل سے کام لےرھے تھے، ناواقفیت کا بہانہ بنائے ھوئے تھے۔ تاھم آپ نے مکر اور ھوشیاری کا استعمال کیا اور انھیں پھر دھوکہ دےدیا۔ آپ یہ ساری باتیں بڑی وضاحت سے یاد کر لیتے ھیں۔ لیکن عقل و فہم اس وقت کیونکر ایسی کھلی خرافات و ناممکنات سے سمجھوتہ کر لیتی ھیں جن سے آپ کے خواب بھرے ھوئے ھوتے ھیں؟ آپ کے ھونےوالے قاتلوں میں ایک کی شکل عورت میں تبدیل ھوگئی خود آپ کی آنکھوں کے سامنے، وہ عورت سے ایک عیار و مکروہ بونے میں بدل گیا اور آپ نے فوراً ان سب کو ایک معمول سمجھ کر قبول کرلیا، تقریباً کسی قسم کی پراگندگی کے بغیر۔ اور یہ ایسے وقت میں جب دوسری جانب آپ کی ھوشمندی، آپ کی عقل و فہم انتہائی تناؤ کی حالت میں ھوتے ھوئے غیرمعمولی قوت، شدت، ذکاوت اور منطق سے کام لےرھی تھی؟ ایسا کیوں؟ اور ایسا بھی کیوں کہ جب آپ بیدار ھوگئے اور حقیقت کی دنیا میں پوری طرح لوٹ آئے تو ھر بار یہ محسوس کرتے ھیں، کبھی کبھی غیرمعمولی وضاحت کے ساتھ محسوس کرتے ھیں کہ خواب کے ساتھ ملی ھوئی کوئی ایسی چیز اپنے پیچھے چھوڑ آئے ھیں جس کا حل نہیں سوجھ رھا؟ آپ اپنے خواب کی نامعقولیت پر مسکراتے بھی ھیں اور ساتھ ھی ساتھ محسوس کرتے ھیں کہ ان مہملات سے باھم وابستہ کوئی تخیل ھے، کوئی بالکل حقیقی خیال جو کسی نہ کسی صورت آپ کی موجودہ زندگی کا اھم جزو ھے، کوئی چیز جو آپ کے دل میں موجود ھے اور ھمیشہ سے موجود رھی ھے۔ یوں معلوم ھوتا ھے گویا خواب نے آپ سے کوئی نئی بات کہہ دی ھے، پیغمبرانہ بات جس کی آپ کو توقع تھی۔ اس کا تاثر بڑا قوی ھوتا ھے، چاھے مسرت‌بخش ھو یا کربناک پھر بھی آپ نہ سمجھ پاتے ھیں، نہ یاد رکھتے ھیں کہ وہ تاثر کن چیزوں پر مشتمل تھا یا اس نے آپ کو کیا دیا۔

کچھ ایسی ہی کیفیت ان خطوں کے بعد ہوئی۔ انہیں کھولنے سے قبل ہی پرنس نے محسوس کیا کہ ان خطوں کا امکان، ان کی موجودگی بجائے خود غضب کی بات تھی۔ اس عورت نے کس طرح خود کو اس کے نام لکھنے پر آمادہ کیا ہوگا، پرنس نے اپنے آپ سے پوچھا جب وہ اس شام تنہا ٹہل رہا تھا (کبھی تو خود بےخبر کہ وہ کہاں چل رہا ہے)۔ اس نے کس دل سے یہ بات لکھی ہوگی، کس طرح یہ جنونی خیال اس کے دماغ میں ابھرا ہوگا؟ پھر بھی اس خیال نے عملی جامہ پہن لیا تھا۔ اور جس بات نے اسے کسی اور بات سے زیادہ متعجب کیا وہ یہ کہ خطوط پڑھتے وقت اس نے خود اس تخیل کے امکان بلکہ اس کے بجا ہونے کو مان لیا۔ بےشک یہ ایک خواب تھا، بھیانک خواب، پاگل پن، لیکن اسی میں کوئی بات ایسی تھی جو تکلیف‌دہ حد تک حقیقی تھی اور جنونی حدتک بجا و درست۔ کوئی ایسی بات جو خواب کو، خواب پریشان کو اور پاگل پن کو برحق اور درست ثابت کرتی تھی۔ اس نے جو کچھ پڑھا تھا وہی مسلسل کئی گھنٹے تک گویا اس پر چھایا رہا اور ہر منٹ وہ عبارت کے ٹکڑوں کو یاد کرتا، اس پر ٹھیرتا اور ان کے مطالب کی چھان‌بین کرتا رہا۔ کبھی کبھی وہ اپنے آپ سے کہنا چاہتا کہ اسے ان تمام باتوں کا پہلے سے علم تھا یا قرین قیاس تھا۔ اسے یوں بھی لگا گویا وہ انہیں بہت عرصے قبل ہی پڑھ چکا تھا اور تبھی سے جس جس چیز کا غم دل میں سمایا ہوا تھا، جس بات نے اسے اذیت دی تھی اور جس کا اندیشہ ابھارا تھا، وہ سب کا سب ان خطوط میں موجود تھا جنھیں وہ بہت عرصہ پہلے پڑھ چکا ہے۔

''جب آپ یہ خط کھولیں‌گی (نامے کا پہلا فقرہ شروع ہوا) آپ سب سے پہلے دستخط کی طرف دیکھیں‌گی۔ دستخط ہی آپ کو ہر بات بتا دیں‌گے، ہر بات کی تشریح کردیں گے، یہاں تک کہ مجھے اپنے آپ کو بجا ثابت کرنے یا تشریح کرنے کی ضرورت نہیں رہ جائےگی۔ اگر میں کسی طور سے آپ کی برابری کرسکتی تبھی ایسی گستاخی آپ کو ناگوار گزرتی۔ لیکن میں کہاں اور آپ کہاں؟ ہم دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ اور میں آپ کے سامنے اس درجہ ادنا و حقیر ہوں کہ اگر چاہوں بھی تو شکایت کا موقع نہیں دے سکتی۔''

آگے چل کر ایک دوسری عبارت میں اس نے لکھا تھا:

''میرے الفاظ کو ایک بیمار ذہن کی مریضانہ ترنگ نہ سمجھئے گا لیکن میرے لئے آپ ایک مکمل ہستی ہیں۔ میں نے آپ کا دیدار کیا ہے، ہر روز دیکھتی ہوں۔ میں نے آپ کی جانچ کی جسارت نہیں کی اور آپ کو کامل ہستی سمجھنے میں کسی دلیل و حجت سے کام نہیں لیا بلکہ محض دل سے مان لیا ہے۔ لیکن ایک بات ہے جس کےلئے میں آپ کے سامنے گنہگار ہوں اور وہ یہ کہ آپ سے محبت کرتی ہوں۔ کامل ہستی محبت کرنے کی شے نہیں ہوسکتی۔ اسے تو صرف کامل کی حیثیت سے دیکھنا چاہئے۔ یہی نا؟ مگر ہوا یہ کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی۔ اگرچہ محبت لوگوں کو برابر کی سطح پر لے آتی ہے، مگر آپ پریشان نہ ہوں، میں آپ کو اپنے مساوی یا برابر سمجھنے کا خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتی۔ 'آپ پریشان نہ ہوں،'— میں نے اوپر لکھا ہے۔ بھلا آپ میری وجہ سے کیوں پریشانی محسوس کرنے لگیں؟.. اگر ممکن ہوتا تو میں آپ کے نقوش پا کو بوسہ دیتی۔ توبہ، توبہ، میں آپ کو اپنے مساوی کیا سمجھوں گی!.. دستخط کی طرف دیکھئے۔ ذرا جلدی کیجئے، دستخط دیکھئے!''

''پھر بھی میں اندازہ لگاتی ہوں (اس نے دوسرے خط میں لکھا) کہ میں آپ کے نام کے ساتھ ان کا نام جوڑ رہی ہوں، ایک بار بھی یہ پوچھے بغیر کہ آیا آپ انہیں چاہتی بھی ہیں یا نہیں۔ وہ صرف ایک مرتبہ دیکھتے ہی آپ سے محبت کرنے لگے۔ انھوں نے آپ کو 'روشنی کی ایک کرن' سے تعبیر کیا۔ یہ ان کے الفاظ تھے جو خود انھی کی زبان سے سنے تھے۔ لیکن الفاظ کے بغیر بھی میں نے پوری طرح سمجھ لیا کہ آپ ان کی زندگی کی روشنی ہیں۔ میں ان کے ساتھ پورا ایک مہینہ بہت قریب رہ کر گزار چکی ہوں، تب میری سمجھ میں آیا کہ آپ بھی ان سے محبت کرتی ہیں۔ میرے لئے آپ اور وہ دونوں ایک ہیں۔''

(آگے چل کر لکھتی ہے) ''ایسا کیوں؟ کل جب میں آپ کے قریب سے گزری تو آپ شرما کر سرخ ہو گئی تھیں؟ ایسا نہیں ہوسکتا۔ مجھے ایسا تصور ہوا ہوگا۔ اگر آپ کو گندے سے گندہ مجرموں کے اڈے پر لےجایا جائے اور وہاں بدی کو اس کی ساری

عریانی کے ساتھ دکھایا جائے تب بھی آپ کو شرمانا نہیں چاہئے۔ آپ ایسی نہیں ہیں کہ کسی گری ہوئی حرکت پر خفا ہوجائیں۔ آپ ان سب کےلئے جو ذلیل اور سفلے ہیں، نفرت محسوس کرسکتی ہیں، خود اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کےلئے، ان کےلئے جن پر زیادتی کی گئی ہو۔ آپ کو تو کوئی رنج نہیں پہنچا سکتا۔ آپ جانتی ہیں، میرا خیال ہے آپ کو مجھ سے بھی محبت کرنی چاہئے۔ میرے لئے بھی آپ ویسی ہی ہیں جیسے ان کےلئے: ایک درخشاں روح، وہ فرشتہ ہے جو نفرت محسوس نہیں کرسکتا، محبت سے انکار نہیں کرسکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بلا استثنا سب سے، سارے انسانوں سے، اپنے قریبی لوگوں سے محبت کی جائے؟ یہ ایک سوال ہے جو میں نے اکثر اپنے آپ سے پوچھا۔ بےشک، یہ ممکن نہیں۔ یہ فطری بھی نہیں۔ نوع بشر کی محبت پالنے میں ایک شخص تقریباً ہمیشہ تنہا اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔ لیکن یہ ہمارے لئے ناممکن ہے، آپ کا معاملہ تو اور ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی نہ کسی سے محبت ہی نہ کی ہو، جبکہ آپ کسی موازنے سے بالاتر ہیں اور کسی شخصی ناراضی و خفگی سے بلند ہیں؟ تنہا آپ ہیں جو خود غرضی کے بغیر محبت کرسکتی ہیں۔ اکیلی آپ ہیں جو محبت کرسکتی ہیں خود اپنے لئے نہیں بلکہ اس کے لئے جس سے محبت ہو۔ میرے لئے یہ کیسی تلخ حقیقت ہوتی اگر معلوم ہوتا کہ میری وجہ سے آپ نے شرم یا غصہ محسوس کیا! یہ ہے آپ کی تباہی: آپ اور بھلا میری سطح پر اتر آئیں!..

''کل آپ سے ملنے کے بعد میں گھر آئی تو ایک خاص تصویر کا خیال سوجھا۔ مصور صاحبان اکثر عیسی مسیح کا انجیل کی کہانیوں کے مطابق نقش کھینچتے ہیں، مگر میں انہیں مختلف انداز سے بناتی۔ میں اپنے نقش میں انہیں بالکل تنہا دکھاتی — بہرحال ان کے حواریوں نے انہیں کبھی کبھی تنہا بھی چھوڑا ہے۔ میں ان کے پاس صرف ایک ننھا سا بچہ رہنے دیتی۔ بچہ ان کے برابر کھیل رہا ہے یا شاید طفلانہ انداز میں کوئی بات ان سے کہہ رہا ہے۔ مسیح اس کی بولی سن رہے ہیں۔ لیکن سنتے سنتے خیالوں میں کھو گئے اور ان کا ایک ہاتھ غیر شعوری یا خود فراموشی میں بچے کے صاف ستھرے سر پر رکھا رہ گیا۔ افق پر بہت دور کہیں ان

کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں - خیال، جو اتنا ہی لامحدود ہے جتنی ساری کائنات، ان کی آنکھوں میں بسا ہے - چہرہ ملول ہے - بچہ خاموش ہوگیا اور ان کے زانو پر کہنی رکھے جھکا بیٹھا ہے، ایک ننھاسا ہاتھ اپنے ایک رخسار پر دھرے ہوئے - ایسے غور سے ان کو تک رہا ہے جیسے بچے کبھی کبھی دیکھتے ہیں — اور سورج غروب ہورہا ہے... یہ رہی میری تصویر! آپ مجسم معصومیت ہیں اور اسی معصومیت میں آپ کی کاملیت ہے - صرف اتنا ہی یاد رکھئےگا! رہا میرا جوش الفت آپ کےلئے — تو اس سے آپ کو کیا مطلب؟ آپ اب میری ہیں اور عمر بھر آپ کے پاس رہوں‌گی... میں عنقریب مرجاؤں‌گی - ''

آخر میں، بالکل آخری خط پڑھا:

''خدا کےلئے میرے بارے میں کچھ نہ سوچنا، نہ ہی یہ سمجھنا کہ آپ کو لکھتے ہوئے میں خود کو ذلیل کر رہی ہوں - اور یہ کہ میں اس مخلوق میں سے ایک ہوں جسے اپنی تذلیل سے لذت حاصل ہو، چاہے غرور کے مارے ایسا ہوتا ہو - نہیں، میں اور طرح سے طمانیت محسوس کرتی ہوں، اگرچہ اسے سمجھانا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے - میں تو یہ خود اپنے آپ سے بھی کھول کر نہیں کہہ سکتی، گو یہ مجھے مستقل اذیت پہنچائے جاتی ہے - پھر بھی میں جانتی ہوں کہ میں غرور کا دورہ پڑنے پر بھی اپنی تذلیل نہیں کر سکتی - دل کی پاکیزگی سے خود اپنی تذلیل ایسی چیز ہے جس کی میں نااہل ہوں - مطلب یہ کہ میں کسی طور سے اپنی تذلیل نہیں کررہی ہوں -

''میں آپ دونوں کو کیوں ملانا چاہتی ہوں؟ آپ کےلئے یا اپنی خاطر؟ بےشک اپنی خاطر - کیونکہ بہت عرصہ پہلے خود کو سمجھا چکی ہوں کہ اسی میں میرے سارے مسئلوں کے حل موجود ہیں... میں نے سنا کہ آپ کی بہن ادےلائیدا نے ایک مرتبہ میری تصویر کے بارے میں کہا کہ ایسے حسن کے ساتھ تو کوئی دنیا کو تہ و بالا کر سکتا ہے - تاہم میں نے دنیا کو تیاگ دیا ہے - آپ کو میرے یہ الفاظ مضحکہ‌خیز لگیں گے کیونکہ آپ نے مجھے گوٹے کناری اور ہیرے موتی‌والے لباس میں ان شرابیوں اور نابکاروں کی معیت میں دیکھا تھا - براہ‌کرم ان سب کو نظرانداز کیجئے

کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میں نے زندہ رہنا تقریباً چھوڑ دیا ہے۔ خدا جانے میرے اندر میرے ذاتی نفس کے بجائے کون رہتا ہے۔ اور ایسا ہی کچھ میں ہر روز ان دو خوفناک آنکھوں میں پڑھتی ہوں جو مسلسل مجھ پر جمی رہتی ہیں بھلے وہ میرے سامنے نہ ہوں۔ یہ آنکھیں اب بےزبان ہیں (ہمیشہ خاموش) لیکن میں ان کے راز جانتی ہوں۔ اس کا گھر ویران اور بےرونق ہے اور اپنے اندر ایک راز چھپائے ہوئے ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کسی دراز میں پوشیدہ اس کے پاس ریشمی کپڑے میں لپٹا ایک استرا ہے، ٹھیک ویسا جیسا ماسکو کے قاتل کے پاس تھا۔ وہ قاتل بھی ماں کے ساتھ تنہا ایک مکان میں رہتا تھا اور استرا ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر رکھے ہوئے تھا۔ کسی کا گلا کاٹنے کےلئے۔ جن دنوں میں ان کے مکان میں رہتی تھی مجھے ہر وقت یہ تصور رہا کرتا کہ فرش کے تختوں کے نیچے کسی جگہ، کہیں پر، ایک لاش شاید اس کے باپ نے چھپا کر رکھی ہوگی ماسکووالے قاتل کی طرح، روغنی کپڑوں میں لپٹی اور ژدانوف جراثیم کش دوا کے مرتبانوں سے گھری ہوئی۔ میں وہاں وہ گوشہ بھی دکھا سکتی تھی۔ وہ ہمیشہ خاموش رہا کرتا ہے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اب نفرت نہ کرنا اس کے بس سے باہر ہوچکا ہے۔ آپ کی شادی اور میری شادی ایک ہی دن ہونی چاہئے — ہم دونوں اس پر متفق ہیں۔ اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں۔ میں اسے محض خوف و ہراس کے مارے مار ڈالتی... لیکن وہ مجھے پہلے قتل کرےگا... وہ ابھی ابھی ہنس‌دیا اور کہنے لگا کہ میرے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔ اسے خبر ہے کہ میں آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔"

ان خطوط میں اسی قسم کی بہت ساری بےمعنی باتیں بھری تھیں۔ ان میں سے ایک خط، دوسرا خط باریک حروف میں بڑے سائز کے خط کے کاغذ پر دونوں طرف لکھا گیا تھا۔

آخرکار پرنس پارک کے اندھیرے سے باہر نکلا جہاں وہ ایک عرصے سے بھٹک رہا تھا، بالکل گذشتہ دن کی طرح۔ بےابر، صاف شفاف رات معمول سے زیادہ روشن لگتی تھی۔ "کیا ابھی تک اتنا سویرا ہے؟" اس نے سوچا۔ (وہ اپنے ساتھ گھڑی لانا بھول گیا تھا۔) اس نے تصور کیا کہ کہیں دور سے موسیقی کی آواز آرہی

ہے۔ ''عیش باغ سے غالباً،، اس نے قیاس کیا۔ ''یقیناً وہ لوگ آج رات ادھر تو گئے نہیں ہوں گے۔ ،، جونہی اسے یہ خیال آیا اس نے دیکھا کہ وہ پیان‌چین بنگلے کے باہر کھڑا ہے۔ پہلے ہی سے محسوس کرلیا تھا کہ اس کی سیر ٹھیک اسی مقام پر ختم ہونےوالی ہے اور پھر دھڑکتے دل سے وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر قدم رکھنے لگا۔ کسی سے اس کا سامنا نہیں ہوا۔ برآمدہ خالی تھا۔ کچھ دیر انتظار کیا اور وہ دروازہ کھولا جو ملاقاتیوں کے کمرے کی طرف کھلتا تھا۔ ''یہ دروازہ تو کبھی مقفل نہیں رھتا تھا،، یہ خیال اس کے ذھن میں آیا۔ لیکن یہ کمرہ بھی خالی اور تقریباً تاریک تھا۔ وہ اس کمرے کے وسط میں پریشان کھڑا رھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور الیکساندرا اندر داخل ھوئی۔ اس کے ھاتھ میں ایک شمع تھی۔ پرنس کو دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رہ گئی جیسے کچھ سوال کرتی ھو۔ ظاھر تھا کہ وہ صرف کمرے کو پار کررھی تھی ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف اور کسی کے وھاں پانے کا سان گمان تک نہ تھا۔

''آپ یہاں کیسے؟،، اس نے بالآخر پوچھ لیا۔

''میں... صرف... چلاآیا۔ ،،

''سمی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ نہ ھی اگلایا کی۔ ادےلائیدا سونے گئی ھے اور میں بھی چلی۔ ھم سب ساری شام اکیلے رھے۔ ابا اور پرنس ش۔ پیترسبورگ میں ھیں۔ ،،

''میں آگیا... میں یہاں آیا ھوں... اب...،،

''آپ جانتے ھیں کیا وقت ھوگیا؟،،

''نا۔ نہیں تو...،،

''ساڑھے بارہ بج رھے ھیں۔ ھم لوگ ایک بجے بستر پر چلے جاتے ھیں۔ ،،

''ارے، میں تو سمجھا تھا ساڑھے نو بجے ھوں گے۔ ،،

''خیر کوئی بات نہیں،، وہ مسکرائی۔ ''آپ کچھ پیشتر کیوں نہ آئے؟ آپ کا شاید انتظار بھی تھا۔ ،،

''میں نے سوچا...،، وہ دروازے کی طرف رخ کرتے ھوئے لڑکھڑایا۔

''اچھا، شب بخیر! کل سب کو اس حرکت پر ھنسی آئے گی۔،،

وہ پارک کے گردوالے راستے پر چلتا ہوا اپنے بنگلے کی سمت چلا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا، خیالات گڈمڈ تھے اور ساری بات جیسے ایک خواب معلوم ہوتی تھی۔ اچانک ٹھیک پچھلی دو مرتبہ کی طرح جب خواب میں بالکل اسی موقع پر آنکھ کھل گئی تھی بالکل وہی سایہ اب اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہی عورت پارک سے نکلی اور اس کے مقابل کھڑی ہوئی۔ گویا وہ یہیں اس کے انتظار میں تھی۔ وہ چونک پڑا اور سکتے میں رہ گیا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑلیا اور مضبوطی سے دبایا۔ ''نہیں، یہ کوئی سایہ نہیں ہے!،،

آخرکار وہ اس کے سامنے کھڑی تھی، قطعی بالمقابل، جدائی کے بعد پہلی بار۔ وہ اس سے کچھ کہہ رہی تھی، لیکن وہ خاموشی سے اس کی صورت تکتا رہا۔ دل درد سے دکھ رہا تھا۔ افوہ، یہ ایسی ملاقات تھی جو پھر کبھی عمر بھر نہ بھلا سکا اور جب بھی یاد کیا، دل اسی کرب سے تڑپنے لگا۔ وہ وہیں راستے پر اس کے سامنے گھٹنوں کے بل گر گئی جیسے کسی اثر سے گڑ گئی ہو۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ لیکن اس نے پرنس کا ہاتھ چومنے کےلئے پکڑ لیا۔ اور جیسا کہ حال ہی میں ایک خواب میں دیکھ چکا تھا، اس کی لمبی پلکوں پر آنسو جھلملا رہے تھے۔

''اٹھو، اٹھ جاؤ!،، اسے اٹھانے کی کوشش کرتے، سہمی ہوئی سرگوشی میں کہا۔ ''جلدی سے کھڑی ہوجاؤ!،،

''خوش ہو، نا؟ خوش ہو؟،، اس نے پوچھا۔ ''مجھے بس ایک لفظ میں بتاؤ۔ کیا اب خوش ہو؟ آج، اس لمحہ؟ اس سے ملنے گئے تھے؟ اس نے کیا کہا؟،،

وہ بدستور دوزانو رہی اور اس کی ایک نہ سنی۔ جلدی جلدی سوال کئے جارہی تھی، اسے بس کہنے کی جلدی تھی، ایسی جلدی گویا کوئی اس کا پیچھا کررہا ہے۔

''میں کل یہاں سے چلی جاؤں‌گی جیسا کہ تم نے مجھے حکم دیا ہے۔ میں نہیں... یہ آخری موقع ہے تمھیں دیکھنے کا، بالکل آخری دیدار! واقعی بالکل آخری دفعہ ہے یہ!..،،

''گھبراؤ نہیں، کھڑی ہوجاؤ!،، وہ مایوسی سے پکارا۔

وہ بڑے اشتیاق سے اس کا ہاتھ پکڑے سر سے پاؤں تک دیکھتی رہی۔

''الوداع!،، اس نے اٹھ کر آخر میں کہا۔ وہ تیز قدموں سے تقریباً دوڑتی ہوئی چلی گئی۔ پرنس نے رگوژین کو ناگاہ اس کے برابر نمودار ہوتے، اس کا بازو تھامتے اور اسے لےجاتے دیکھ لیا۔

''پرنس! میرا انتظار کرنا،، رگوژین چلایا۔ ''میں پانچ منٹ میں واپس آتا ہوں بس یہیں۔،،

واقعی وہ پانچ منٹ میں واپس آ گیا۔ پرنس اس کا وہیں انتظار کر رہا تھا۔

''میں نے اسے گاڑی میں سوار کر دیا ہے،، اس نے کہا۔ ''دس بجے سے اس کونے پر گاڑی کھڑی تھی۔ تمھارا انتظار ہو رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہاں اس لڑکی کے یہاں آدھی رات گئے تک رہوگے۔ تم نے جو کچھ مجھے لکھا تھا میں نے ہوبہو اس تک پہنچا دیا۔ وہ اسے اب کبھی خط نہیں لکھےگی۔ اس نے وعدہ کیا ہے۔ اور تمھاری خواهش کے مطابق وہ کل یہاں سے جارہی ہے۔ تم سے آخری مرتبہ ملنے کی خواهش کی گو تم نے تو انکار کیا تھا۔ ہم وہاں ادھر اس بنچ پر بیٹھے، ادھر سے تمھاری واپسی کا انتظار کررہے تھے۔،،

''کیا وہ خود تم کو اپنے ساتھ لائی؟،،

''کیوں نہ لاتی؟،، رگوژین نے بدتمیزی سے اپنے دانت نکالے۔ ''میں نے اپنی آنکھوں دیکھا جو میں پہلے سے جانتا تھا۔ کیا میں نے وہ خط نہیں پڑھے ہیں؟ کیوں؟،،

''کیا تم نے واقعی خط پڑھے تھے؟،، پرنس نے اس خیال سے حیرت زدہ ہوکر پوچھا۔

''اور کیا؟ ایک ایک خط اس نے مجھے خود دکھایا تھا۔ تمھیں وہ استرےوالی بات یاد ہے، کیوں — ہی ہی؟،،

''وہ بےعقل ہے!،، پرنس اپنے ہاتھ ملتے ہوئے چیخا۔

''کون کہہ سکتا ہے؟ شاید کوئی نہیں،، رگوژین نے ایسی دھیمی آواز سے کہا جیسے وہ خود سے کہتا ہو۔

پرنس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''اچھا، خدا حافظ،، رگوژین نے کہا۔ ''میں بھی کل روانہ ہو رہا ہوں، میرے متعلق برا خیال نہ رکھنا! سنو، میرے بھائی،،

اس نے تیزی سے مڑتے ہوئے اضافہ کیا ''تم نے اس کے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اب خوش ہو، یا اب بھی نہیں؟''

''نہیں، نہیں۔ بالکل نہیں'' پرنس ناقابل بیان رنج کے ساتھ پکارا۔

''تعجب ہوتا جو تم کہتے کہ 'ہاں'،'' رگوژین نے زہرخند کے ساتھ کہا اور مڑ کر دیکھے بغیر چلا گیا۔

حصّہ چہارم

۱

ہماری کہانی کے دونوں کرداروں کو سبز بنچ پر ملے ہوئے ایک ہفتہ گزرا تھا۔ ایک خوشگوار صبح کو ساڑھے دس بجے کے قریب وارورا پتیتسن، جو کہیں میل ملاقات کے لوگوں میں گئی ہوئی تھی، اپنے گھر منہ لٹکائے، اداس اور فکرمند واپس آئی۔

ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جو ایک بار میں پوری کی پوری شخصیت کو، ان کی اہم خصوصیات اور صفات کے ساتھ بیان کردے، بڑا مشکل کام ہے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جنھیں عرف عام میں ''سادہ یا معمولی،،' ''بڑی اکثریت،، کے لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے اور واقعی وہ کسی بھی سماج کی بڑی بھاری اکثریت ہوتے ہیں۔ ادیب حضرات اپنے ناولوں اور کہانیوں میں زیادہ‌تر یہی کوشش کرتے ہیں کہ سوسائٹی سے خاص نمونے کے کردار چن لیں اور انھیں اپنے خاص انداز میں فنکارانہ کمی‌بیشی کے ساتھ پیش کردیں، لیکن یہ نمونے‌والے ٹائپ حقیقی زندگی میں شاذونادر ہی کبھی پورے کے پورے نظر آتے ہوں گے مگر اس کے باوجود خود حقیقت سے زیادہ سچے اور حقیقی ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً ''پدکلےسن،، کو لیجئے*، وہ اپنی ٹیپی‌کل شکل میں، ممکن ہے کچھ مبالغہ‌آمیز نظر آئے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے کردار ہوا نہیں کرتے۔ نجانے کتنے سارے ذہین لوگوں نے گوگول کے بیان کئے ہوئے پدکلےسن کو پڑھتے ہی انگلی اٹھانا

---

* کلاسیکی روسی ظرافت‌نگار گوگول کی کامیڈی ''شادی،، کا مشہور کردار ہے ''پدکلےسن،، جسے ڈرامائی شکل میں بےحد پسند کیا گیا۔ (ظ ا۔)

شروع کر دیا کہ ان کے بھلے مانس ملنے جلنے والوں اور دوستوں میں دس بیس نہیں، سیکڑوں ہیں جو پدکلےسن سے انتہائی مشابہت رکھتے ہیں۔ گوگول کی تحریر سامنے آنے سے پہلے بھی اپنے دوستوں میں اس قسم کے کرداروں سے واقف ضرور ہوں گے مگر یہ خبر نہیں تھی کہ ایسے ٹائپ پر پدکلےسن کا لیبل چپکایا جا سکتا ہے۔ سچ مچ کی زندگی میں دیکھئے تو یہ کہاں ہوتا ہے کہ اچھا خاصا دولھا عین شادی کے موقع پر کھڑکی سے کود کر بھاگ لے، کیونکہ اس طرح رفوچکر ہونے میں دوسری دشواریوں کا ذکر تو رہا ایک طرف، بجائے خود کود جانا بھی کافی دشوار کام ہے۔ پھر بھی خاصے لائق اور معقول لوگ ایسے ہوں گے جو سہرا بندھواتے وقت، شادی سے ٹھیک پہلے اپنے دل کی گہرائی میں پدکلےسن کی نوبت کو پہنچ کر اس کا اعتراف کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک شوہر ایک ایک قدم اٹھاتے وقت نہیں پکارتا کہ «Tu l'as voulu, George Dandin!»* لیکن خدا کی پناہ، کتنے لاکھوں کروڑوں مرتبہ یہ پکار شادی کا پہلا میٹھا مہینہ گزار چکنے کے بعد اور عین ممکن ہے شادی کے دوسرے ہی دن دنیا بھر کے شوہروں کے دل سے نکلی ہوگی۔

چنانچہ، ذرا وزنی قسم کی بحث و دلیل میں پڑے بغیر ہم صرف اتنا کہیں گے کہ کرداروں کا ٹپی‌کل یا نمونے کی ہستی ہونا ذرا نخالص ہو جاتا ہے، یہ سارے کے سارے جارج داندن اور پدکلےسن سچ مچ کا وجود رکھتے ہیں، روزانہ ہمارے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں، دوڑتے پھرتے ہیں مگر ان میں کسی قدر ملاوٹ ضرور ہوتی ہے۔ آخر میں سچائی کو کمی بیشی کی گنجائش سے بچاتے ہوئے ہم یہ بھی بڑھا دیں کہ جوں کا توں جارج داندن، جیسی تصویر مولیر نے کھینچی ہے، ہوبہو ویسا ہی ہمیں اصلی زندگی میں بالکل اتفاق سے سہی، لیکن مل ضرور سکتا ہے، اور ہم اسی بیان پر اپنی یہ بحث تمام کئے دیتے ہیں جس میں اخباروں رسالوں کی رائےزنی کا رنگ آگیا ہے۔ کچھ بھی کہئے، تاہم ایک سوال ہمارے سامنے باقی رہ جاتا ہے: ناولسٹ ان سیدھے سادے لوگوں کے ساتھ، جو

---

* ''اسی دن کی آرزو تھی، تمھیں جارج داندن!''

قطعی ''معمولی،، ہیں، کیا کرے، انھیں پڑھنےوالوں کے سامنے کیسے پیش کرے کہ وہ تھوڑے بہت دلچسپ ضرور ہوجائیں۔ قصے کی رفتار میں ان کو بالکل نظر انداز کر جانا بھی نامناسب، کیونکہ یہی معمولی سے لوگ ہیں جو ہر دم اور اکثر و بیشتر روزمرہ کی زندگی کے سلسلے کی لازمی کڑی ہوتے ہیں، انھیں نظرانداز کر دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ راست‌بیانی کے اصول کو توڑا جائے۔ ناول کو صرف ٹائپ کیرکٹروں سے پاٹ دینے میں، یا محض دلچسپی قائم رکھنے کی خاطر ناول کو عجیب و غریب اور انوکھے انھونے نمونوں سے بھر دینے میں صداقت کا رشتہ ھاتھ سے نکل جاتا ہے، بلکہ خود دلچسپی بھی غارت ہو سکتی ہے۔ ہمارے خیال میں ادیب کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ان عام، سادھارن لوگوں میں بھی دلچسپ اور فکرانگیز رنگ تلاش کرکے ابھارے۔ مثال کے طور پر، جب کسی عام قسم کی ہستی کا اصل جوھر اس کی مستقل اور لازوال معمولیت کی صفت میں ھی پوشیدہ ہو، یا بہتر لفظوں میں یوں کہئے کہ ان ہستیوں کی انتہائی جان‌توڑ کوششوں کے باوجود کہ وہ کسی نہ کسی صورت معمولیت یا روش عام کے چکر سے باھر نکل آئیں، انجام یہ نکلے کہ وہ جوں کی توں اور ہمیشہ ایک ھی حال، ایک ھی روش عام پر قائم رہیں، تب ایسی ہستیاں بھی اپنے آپ میں آدمی کی ایک خاص قسم اور نمونے کی مخلوق بن کر رہ جاتی ہیں — یعنی ایسا معمولی‌پن، جسے وہ بنے رہنا کسی قیمت پر گوارا نہیں ہوتا جو وہ حقیقت میں ہے، اور چاہے کچھ ہوجائے، چاہے اس میں آزادانہ روش کا ذرا نام و نشان تک موجود نہ ہو، لیکن وہ انوکھاپن اور آزادانہ روش دکھانے کے لئے مرا جاتا ہے۔

''معمولی،، یا ''عام،، مخلوق کی اسی صف میں ہماری زیر نظر کہانی کی بعض ہستیاں بھی آتی ہیں، جن کو اب تک (میں مانتا ہوں) پڑھنےوالے کے سامنے پوری طرح پیش نہیں کیا گیا۔ چنانچہ واروارا، اس کا شوہر مسٹر پتیت‌سن اور اس کا بھائی گاوریلا اردالیونچ (گانیا) اسی وضع کے لوگ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر افسوسناک بات کیا ہوگی کہ آدمی، مثلاً مالدار ہو، خاندانی ہو، وضع قطع، صورت شکل نہایت معقول، تعلیم اچھی خاصی، عقل سے بھی کورا نہیں، بلکہ شریفوں کے

طور طریق، اور یہ سب ہونے پر بھی نہ اس میں کوئی ہنر ہو، نہ خاص لیاقت، نہ کوئی امتیازی شان، نہ اپنا کوئی ذاتی خیال یا رائے، ہمیشہ بس ایک بات پر اٹل کہ ''جیسے اور لوگ''۔ دولت تو ہے، روتھ شلیڈ کی سی بات نہیں؛ خاندان اونچا ہے، نامور ہے، مگر کبھی یوں نہ ہوا کہ کسی صفت میں خود نام پیدا کیا ہو؛ نک سک رکھ رکھاؤ سب موجود لیکن اس کا اظہار بہت ہی کم؛ تعلیم معقول مگر اس تعلیم کا استعمال کہاں اور کیسے کیا جائے، اس کا پتہ نہیں چلتا؛ عقل ہے مگر اپنے ذاتی فکرونظر سے خالی؛ دل بھی ہے مگر اہل دل کا سا ظرف نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اور صفات میں بھی یہی حال۔ دنیا میں اس قسم کے لوگوں کی بےانتہا بہتات ہے، اس سے بھی کہیں زیادہ، جتنی وہ نظر آتی ہے۔ اور تمام انسانی آبادی کی طرح وہ بھی دو خانوں میں تقسیم ہیں: ایک وہ جن کی نظر بہت محدود ہے، دوسرے جو ''بڑے دانا بینا'' ہوتے ہیں۔ پہلی قسم والے شاد با مراد رہتے ہیں۔ محدود نظر کے ''عام سے'' آدمی کے لئے، مثلاً، اس سے زیادہ آسان کچھ نہیں کہ وہ خود کو اپنے طور پر غیر معمولی اور جدت پسند شمار کرے اور دل میں شک‌وشبہ لائے بغیر اسی تصور سے لطف‌اندوز ہوتا رہے۔ ہماری بعض صاحبزادیوں کو صرف اپنے بال ترشوا کر، نیلی عینک آنکھوں پر چڑھا کر، خود کو نہلسٹ (منکر) کہنے کی دیر ہوتی ہے کہ وہ اپنی جگہ یقین کر بیٹھتی ہیں کہ رنگین عینک چڑھاتے ہی ایک دم ان کی نظر ''ذاتی رائے'' اور عقیدے کی حامل ہوگئی ہے۔ کسی شخص نے اپنے دل میں کہیں سے عام انسانی احساس یا اعلا جذبات کا ایک قطرہ ٹپکتا محسوس کرلیا اور بس اتنے میں ہی یہ سمجھ بیٹھا کہ اب میری طرح سے محسوس کرنےوالا کوئی نہیں اور عام معیار ترقی میں اس کا قدم سبھوں سے آگے پہنچ گیا ہے۔ بعض لوگ تو کسی اچھوتے خیال کے محض لفظ لے اڑے یا کسی کی تحریر کا ایک صفحہ، اول و آخر جانے بغیر، پڑھ لیا اور اسی کو کافی مان کر خوش فہمی میں مبتلا ہوگئے کہ یہ ان کے ''ذاتی خیالات'' ہیں، جن کی خاص ذہن شریف میں ولادت ہوئی ہے۔ اس قسم کے واقعات میں 'سادہ‌لوحی کی بےحیائی'، اگر یہ ترکیب درست ہو تو، حیرت‌انگیز حد تک پہنچ جاتی ہے۔ یقین کرنا مشکل ہے لیکن قدم قدم پر اس کی مثالیں ملتی رہتی ہیں۔ سادہ‌لوحی

کی یہ بےحیائی، احمق آدمی کی اپنی خداداد قابلیت پر یہ اٹل خوش فہمی گوگول نے لفٹننٹ پیراگوف کا ٹائپ دکھانے میں کمال کر دیا ہے۔ پیراگوف کو دور دور بھی شبہ نہیں ہوتا کہ وہ جی‌نی‌یس ہے، دوسرے جتنے جی‌نی‌یس ہیں ان سب سے اعلا خداداد ذہانت اس کو ملی ہے۔ اس کی خوش فہمی یہاں تک پختہ ہے کہ اس کے بارے میں کبھی سوچنے کا بھی روادار نہیں ہوتا۔ اور پھر اس کے یہاں سوال جواب کی گنجائش بھی کہاں رہ گئی تھی۔ آخر اس عظیم ادیب (گوگول) کو مجبوراً اپنے تخلیق کئے ہوئے پیراگوف کے بدن پر کوڑے لگوانے پڑے تاکہ پڑھنےوالے کے احساس اخلاق و شرافت کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اس کی تلافی کردی جائے، لیکن جب دیکھا کہ وہ بڑا آدمی بدن جھاڑ کر ٹھیک ٹھیک ہو گیا اور سزایابی کے بعد اپنی طاقت و اثر جمانے کی خاطر کیک کھانے پر جٹ گیا، تو مصنف نے بےبسی میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئے اور پڑھنےوالے کو اسی حال میں چھوڑ دیا۔ مجھے ہمیشہ سے یہ بات چبھتی رہی ہے کہ گوگول نے بڑے آدمی پیراگوف کو اتنے کم حیثیت عہدے پر رکھ دیا، کیونکہ پیراگوف اس قدر خودپرستی کا شکار ہے کہ اس کےلئے سب سے آسان کام تھا یہ تصور جمالینا کہ جس رفتار سے اس پر سال بہ سال عہدوں کی نوازش بڑھتی اور ”یکے بعد دیگرے،، ترقیوں کی بارش ہوتی جا رہی ہے تو وہ غیرمعمولی منصب، مثلاً فوجی کمانڈر کے درجے تک پہنچ ہی جائےگا۔ محض تصور کر لینے پر بس نہیں، بلکہ اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں — جب جنرل تک جا پہنچا تو فوجی کمانڈر ہونے میں کیا کسر ہے؟ پھر اسی کینڈے کے لوگوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جو میدان جنگ میں سب کچھ تلپٹ کر ڈالتے ہیں؟ خود ہمارے اہل قلم میں، اہل علم میں، پرچارکوں میں کتنے سارے پیراگوف گزرے ہیں۔ میں نے کہا ”گزرے ہیں،، لیکن یقیناً آج بھی موجود ہیں...

ہماری اس کہانی کا ایک کردار گاوریلا اردالیونچ ایولگین دوسرے خانے کا ہے۔ وہ آدمیوں کی اس صف سے تعلق رکھتا ہے جو ”بڑے دانا بینا،، ہوتے ہیں اگرچہ اس کے سارے وجود میں سر سے پیر تک اوریجنل یا جدت‌پسند ہونے کی تمنا سرایت کئے ہوئے

تھی۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں، اس صف کے لوگ پہلے والوں سے کہیں زیادہ خوشی سے محروم رہا کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ عقلمند ''عام سا،، آدمی، اگر اس خوش فہمی میں مبتلا بھی ہو (بلکہ عمر بھر اسی میں مبتلا رہے) کہ اسے بڑی دور کی سوجھتی ہے، بڑا انوکھا اور جدت‌پسند ہے، تب بھی دل میں شک و شبہ کا کیڑا پلتا رہتا ہے، جو اس نوبت کو پہنچا دیتا ہے کہ یہ عقلمند شخص آخر میں بالکل ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔ اگر کبھی ہتھیار ڈال بھی دے تو نجات نہیں، اندرونی خودپسندی ٹیڑھی میڑھی ہوکر اس کے تن‌بدن میں زہر گھول دیتی ہے۔ ضمناً یہ عرض کرتے چلیں کہ ہم نے ایک انتہائی مثال چنی ہے۔ اس طرح کے عقلمندوالے خانے کے لوگوں کی بہت بھاری اکثریت میں معاملات ایسی دردناک صورت اختیار نہیں کرنے پاتے۔ ممکن ہے عمر کی آخری منزل پر آکر جگر خراب ہوجائے اور بس۔ پھر بھی ہوتا یہ ہے کہ جھک جانے یا ہتھیار ڈال دینے سے پہلے اس قماش کے لوگ بہت مدت تک تلملاتے رہتے ہیں نوجوانی کے دور سے لے کر تقدیر سے راضی برضا ہوجانے تک، اپنی سی کئے جاتے ہیں صرف اوریجنل ہونے کی تمنا میں۔ عجب عجب واقعات نظر کے سامنے آتے ہیں: صرف انوکھے‌پن کی بےتابی میں بعضا شریف ایماندار آدمی بہت ہی گھٹیا حرکت کرنے پر اتر آتا ہے۔ ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ خوشی خرمی سے محروم ان لوگوں میں کوئی شخص نہ صرف یہ کہ ایماندار ہے، بلکہ نیک دل انسان ہے، اپنے کنبے کا پیٹ پالتا ہے، اپنی محنت مشقت سے صرف اپنوں کا نہیں، پرایوں کے خورد و نوش کا بھی بوجھ اٹھائے رہتا ہے — مگر اس سے کیا؟ زندگی میں اسے چین نہیں پڑتا۔ یہ خیال کہ وہ اپنے انسانی فرائض اتنی خوش اسلوبی سے ادا کرتا رہا، یہ خیال بھی نہ اسے راحت دینے پاتا ہے، نہ تسلی کو کافی ہوتا ہے، بلکہ اس کے برخلاف وہ اور زیادہ خود سے الجھتا ہے کہ ''دیکھو، عمر بھر میں بھی کس جھنجھٹ میں پڑا رہا، کن کن فکروں نے میرے ہاتھ پاؤں باندھے رکھے، یہ کیا روگ پال لیا جس نے مجھے بارود کی ایجاد کا سہرا باندھنے سے روکے رکھا! اگر یہ الجھنیں مول نہ لی ہوتیں تو شاید میں کوئی نہ کوئی دریافت دنیا کو دے جاتا — بارود کی ایجاد،

نہیں تو امریکہ کی دریافت، معلوم نہیں کونسی، لیکن کوئی نہ کوئی دریافت میرے ھاتھوں انجام ضرور پاتی!،، ان صاحبان میں خاص صفت یہ پائی جاتی ھے کہ واقعی عمر بھر انھیں پتہ نہیں چلنے پاتا کہ کیا دریافت کرنا ھے اور جیتے جی کس چیز کی ایجاد یا دریافت کی تیاری میں لگے رھے — وہ بارود تھی یا امریکہ؟ لیکن نئی چیز ڈھونڈھ نکالنے کی کسک اور سوز تمنا ان میں اتنی ھوتی ھے کہ کولمبس یا گیلیو کو پوری پڑے۔

گوریلا اردالیونچ اسی راہ کا نووارد تھا، مگر ابھی اس کی شروعات ھی تھی۔ ابھی اسے بہت پاپڑ بیلنے تھے۔ اپنے اندر کوئی خاص جوھر نہ ھونے کا کانٹا دل میں لگاتار کھٹکتے رھنا اور پھر اسی کے ساتھ خود کو یہ پختہ یقین دلانے کی تمنا کہ وہ اوروں سے بڑھ کر آزادانہ روش رکھنےوالا آدمی ھے، دونوں نے مل کر بہت پہلے، تبھی سے، جب مسیں بھیگ رھی تھیں، اس کے دل میں ھلچل مچا رکھی تھی۔ وہ حسد اور ایک دم بھڑک اٹھنےوالی تمناؤں کا شکار نوجوان تھا جو شاید جنم سے ھی اعصابی ھیجان میں مبتلا رھا ھوگا۔ ترنگوں کی تیزی کو اس نے ان کی طاقت کا راز سمجھ رکھا تھا۔ بعض اوقات جب سر میں کوئی سودا سماتا تو وہ اس پر آمادہ ھو جاتا تھا کہ آنکھ بند کرکے آگ میں کود پڑے؛ لیکن جہاں وہ آگ میں اندھادھند کود پڑنے کا لمحہ آیا کہ ھمارے اس سورما کو فوراً ھوش آجاتا اور وہ فیصلہ کن قدم اٹھانے سے رک جاتا تھا۔ یہی چیز اسے مارے ڈالتی تھی۔ ممکن ھے کہ کسی صورتحال میں، محض اپنے کسی خواب کی تعبیر کی خاطر، نیچ سے نیچ حرکت پر اتر آنے اور کر گزرنے کی ٹھان لیتا اور کر گزرتا، لیکن، گویا پہلے سے طے شدہ ھو، ھمیشہ یہ ھوتا رھا کہ جہاں معاملہ آخری حد پر پہنچا کہ وہ انتہائی گھٹیا حرکت کر گزرنے سے ٹھٹک کر کچھ زیادہ ھی معقول اور شریف آدمی ثابت ھوا۔ (چھوٹے موٹے گھٹیا معاملے میں البتہ اسے کوئی ھچکچاھٹ نہیں ھوتی تھی۔) اسے اپنے خاندان کی غریبی اور گراوٹ دیکھ کر گھن آتی تھی اور جی کڑھتا رھتا تھا۔ اور تو اور، ماں کے ساتھ بھی وہ ناک چڑھا کر، تحقیر کے ساتھ پیش آیا کرتا تھا، حالانکہ اسے خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ اسی ماں کے ننگ و ناموس اور کیرکٹر

کی بدولت نہ صرف پورے گھرانے کا بلکہ خود اس کی اپنی اٹھان اور حیثیت کا بھرم بنا ہوا ہے۔ جنرل یپان‌چین کے ہاں قدم رکھتے وقت اس نے خود کو فوراً سمجھا لیا: ''اگر مجھے نیچ حرکت کرنی پڑی تو اس کو بھی آخری حد تک پہنچا کر دم لوں گا، مگر بازی جیتنی ہے بہرحال،، تاہم شاید ہی کبھی نیچ پن کی آخری حد کو پہنچا ہو۔ اب کوئی پوچھے کہ نیچ پن پر اتر آنے کی اسے سوجھی ہی کیوں بھلا؟ اگلایا کی طرف سے تب اسے ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا، لیکن کبھی اس معاملے کا دامن ہاتھ سے نہ دیا، ڈھیل دیتا گیا کہ کیا خبر کب بات بن جائے، مگر کبھی اس پر اعتبار نہ آیا کہ اگلایا کی نظر میں اپنا اعتبار پیدا کرلےگا۔ پھر جب وہ نستاسیا فلی‌پووناوالا قصہ چلا تو ایک دم اسے خیال آیا کہ لےدے کے ساری جیت روپیے کی ہے۔ ''جب نیچ پن کرنا ہے تو بس وہی کر ڈالنا ہے،، ان دنوں وہ روزانہ اپنے آپ سے کہا کرتا اور خود کو تھپک لیتا لیکن کسی قدر کھٹک ہوتی رہتی تھی کہ ''گر کر بازی چلنی ہے تو کہیں جھجکنا نہیں،، ہر بار وہ اپنی ہمت بندھاتا ''عام مخلوق ایسے حالات میں ٹھٹک کر رہ جائے، مگر ہم کوئی عام مخلوق تو ہیں نہیں!،، اگلایا کو ہاتھ سے کھونے اور حالات کے ہاتھوں کچلے جانے کے بعد اس نے بالکل ہمت ہار دی، اور واقعی وہ رقم پرنس کے ذریعے لوٹانے آیا جو اس دیوانی عورت نے اس کے منہ پر پھینک ماری تھی اور ایک دیوانے کے ہاتھ سے اسے ملی تھی۔ رقم واپس کرنے پر وہ بعد میں ہزار بار پچھتایا، اگرچہ یہ بھی درست ہے کہ اسی حرکت پر برابر خودستائی بھی کرتا رہا۔ سچ بات ہے کہ تین دن مسلسل، جب تک پرنس پیترسبورگ میں رہا، گاوریلا عرف گانیا روتا ہی رہا۔ مگر ان تین دن میں اسے پرنس کی صورت سے نفرت بھی ہو چلی کیونکہ وہ اسے ترس بھری نظروں سے دیکھتا رہتا تھا، حالانکہ دیکھنے کی بات یہ تھی کہ اس نے اتنی بڑی رقم اٹھا کر واپس کردی ''جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی،،۔ مگر اسی کے ساتھ ایک شریفانہ اقرار اس حقیقت کا کہ یہ ساری خلش اور یہ کسک صرف دبی کچلی خودپسندی کی مستقل اذیت ہے، یہ اسے برابر دردناک کچوکے دئے جا رہا تھا۔ کافی وقت گزر چکا تب جاکر اس نے سارے معاملات پر نظر ڈالی اور مان لیا کہ اگلایا جیسی نادان اور عجیب

ہستی سے واسطہ رکھنے کا انجام کچھ اور بھی نکل سکتا تھا۔ پشیمانی دل کو چبانے لگی۔ اپنی ملازمت چھوڑ کر وہ اداسی اور بیدلی میں ڈوب گیا۔ اپنے بہنوئی پتیتسن کے خرچ پر ماں باپ سمیت رہنے لگا اور کھلے عام پتیتسن سے نفرت بھی کئے جاتا تھا۔ نفرت کے باوجود اس کے مشورے اور ہدایات بھی سنتا رہتا، اور اتنا سعادت‌مند بن گیا کہ قریب قریب ہمیشہ اس کی صلاح لیا کرتا تھا۔ مثلاً وہ اس بات پر جھنجھلاتا تھا کہ پتیتسن کو روتھ شیلڈ جیسا کروڑپتی بننے کی کیوں نہیں سوجھتی، کیوں نہیں اسے اپنی منزل مقصود بناتا۔ ''بھئی، جب تم ساہوکار ہو تو پھر ساہوکار کی انتہا تک جاؤ، لوگوں کو نچوڑو، ان سے روپیہ اگلواؤ، ایک شخصیت بنو، یہودیوں کے بادشاہ بن‌جاؤ !،، پتیتسن اپنی طبیعت سے خاکسار اور ٹھنڈا آدمی تھا۔ سنتا اور مسکرا دیتا، لیکن ایک بار البتہ اسے وزن و وقار کے ساتھ گانیا کے سامنے کھل کر اپنی پوزیشن واضح کرنی پڑی اور ذرا سلیقے سے اپنا فرض ادا کردیا۔ اس نے ثبوت سمیت سمجھایا کہ میں کوئی بےایمانی نہیں کرتا، خواہ مخواہ مجھے یہودی ہونے کا طعنہ دیتے ہو؛ اب اگر روپیے کی یہ قیمت ملتی ہو تو اس میں میرا کیا قصور ؛ میں تو کھرا سودا کرتا ہوں ایمانداری کے ساتھ، اور سچ پوچھو تو ان سودوں میں میری حیثیت دلال کی ہے۔ اور آخری بات یہ کہ لین دین کے معاملات میں اس قدر چوکسی اور کھراپن برتتا ہوں کہ اچھے معنی میں سب سے اوپر کے لوگوں میں میری ساکھ بن گئی ہے اور کاروبار برابر پھیلتا جاتا ہے۔ ''روتھشیلڈ تو نہیں بنوں‌گا، کسی حالت میں نہیں،، اس نے مسکرا کر اتنا اور بڑھا دیا ''لیکن ہاں، لیتےئنایا جیسے شاندار علاقے میں ایک گھر ضرور کھڑا کر لوں‌گا، بلکہ ممکن ہے، ایک نہیں، دو گھر، بس، یہیں تک ہے اپنی دوڑ،،۔ یہ کہہ کر دل میں سوچنے لگا ''دو ہی کیوں، کون جانے تین گھر ہوں!،، مگر دل کی بات زبان پر نہیں لایا، آرزو پوشیدہ رکھی۔ اس طرح کے لوگ فطرت کے منظور نظر ہوتے ہیں۔ وہ پتیتسن جیسوں کو تین تین بلکہ چار چار بنگلوں کے انعام سے نوازتی ہے، خاص وجہ اس کی یہ کہ وہ بچپن سے ہی باخبر رہتے ہیں کہ ہمیں روتھ شیلڈ

نہیں بنتا۔ مگر یہ بھی ہے کہ فطرت کے انعام کا سلسلہ چار گھر سے آگے ہرگز نہیں چلتا اور پتیتسن کا معاملہ وہیں پہنچ کر ہمیشہ کےلئے رک جاتا ہے۔

اس سے سراسر مختلف ہستی تھی گانیا کی بہن واروِرا۔ آرزوئیں اس کی بھی زبردست ہوتی تھیں، لیکن ان میں اشتعال کے بہ‌نسبت استقلال زیادہ تھا۔ واروِرا میں، ایسے وقت جب معاملہ اپنے آخری مرحلے پر آجائے تو، ہوشمندی بلا کی تھی، مگر وہاں تک پہنچنے سے پہلے بھی وہ ہوش کا دامن نہیں چھوڑتی تھی۔ درست ہے کہ وہ انھی ''معمولی،، لوگوں میں سے تھی جنھیں جدت پسندی کے خواب آتے ہیں، لیکن ہاتھ کے ہاتھ وہ یہ بھی مان لینے کی گنجائش نکال لیتی تھی کہ میرے ہاں کسی خاص اوریجنلٹی کا نام‌و نشان تک نہیں، اس کے بارے میں بہت دعوے بھی نہیں کرتی تھی، شاید اس خیال سے کہ مخصوص قسم کی خودداری کو ٹھیس نہ لگنے پائے۔ اس نے زندگی میں پہلا عملی قدم بہت دھڑلے سے اٹھایا اور وہ یہ کہ مسٹر پتیتسن سے شادی کرلی۔ مگر یہ قدم اٹھاتے وقت اپنے دل کو یوں نہیں سمجھایا تھا کہ ''نیچ پن کرنا ہے تو بس کر گزرنا ہے، ہمیں اپنے کام سے مطلب،،۔ اس کی جگہ بڑا بھائی گاوریلا ہوتا تو وہ اس طرح کہے بغیر نہ رہ سکتا (قریب قریب یہی بات وہ اپنی بہن کے اس فیصلے کی تائید کرتے وقت اس کے منہ پر کہہ گزرا تھا)۔ بلکہ اس کے برخلاف ہوا یہ کہ واروِرا اردالیونوونا نے شادی کا قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے اپنا پکا اطمینان کرلیا کہ میرا ہونےوالا شوہر خاصا انکسارپسند، پسندیدہ، تھوڑا بہت تعلیم یافتہ آدمی ہے اور کسی حالت میں بھی کبھی کوئی بڑی گھٹیا حرکت اس سے سرزد نہیں ہونےوالی۔ رہا چھوٹا موٹا سفلہ‌پن، تو ان سے واروِرا نے درگزر کیا کہ چھوٹی باتیں ناقابل اعتنا ہوتی ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ کہاں نہیں ہوتیں۔ آئڈیل کہاں ڈھونڈھے سے ملتا ہے؟ ساتھ ساتھ یہ بھی جان چکی تھی کہ پتیتسن سے شادی کرنے میں وہ اپنی ماں، باپ اور بھائیوں کو رہنے کا ٹھکانہ مہیا کر دےگی۔ بڑے بھائی کو مصیبت میں دیکھا تو اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہوگئی اور پچھلی خاندانی ناگواریوں کو یکسر نظرانداز کر دیا۔ بعض اوقات پتیتسن دوستانہ انداز میں سہی، سرکاری

ملازمت لینے کےلئے ٹھوکے دیتا رہتا تھا ''تم یوں تو جنرلوں اور جرنیلی کو حقارت سے دیکھتے ہو،، وہ مذاق کے لہجے میں کہہ دیتا ''اور دیکھنا کہ یہ سب کے سب، ایک دن اپنی اپنی باری سے جنرل کے عہدے پر پہنچ کر دم لیں گے - زندگی رہےگی، خود دیکھ لینا - ،، گانیا سن کر دل ہی دل میں طنزیہ سوچتا ''بھلا، انھوں نے کیسے سوچا کہ مجھے جنرل اور جرنیلی ناپسند ہے؟،، وارورا نے اپنے بھائی کی مدد کی نیت سے ایک سبیل نکالی کہ میدان‌عمل ذرا وسیع کیا جائے - اس نے جنرل یپان‌چین کے گھرانے میں راہ بنائی، راہ بنانے میں بچپن کی یادوں نے بڑا کام کیا کیونکہ وارورا اور گانیا بہن بھائی اسی خاندان کے بچوں میں کھیل کود کر بڑے ہوئے تھے - یہاں ایک بات جتاتے چلیں کہ اگر کہیں وارورا نے یپان‌چین‌والوں میں آمدورفت کے ساتھ کوئی غیر معمولی آرزو وابستہ کر رکھی ہوتی تو شاید خود ہی فوراً اس قماش کے لوگوں سے اپنا رشتہ توڑ لیتی جس قماش میں اپنے آپ کو شمار کرتی تھی؛ ان لوگوں کے ہاں آنا جانا شروع کیا تو کسی خواب و خیال کی ڈور ڈھیلی نہیں چھوڑ دی، بلکہ پہلے خوب جانچ پرتال، ناپ تول سے کام لیا - اس نے یپان‌چین گھرانے کے مزاج کو بنیاد بنایا - سب سے چھوٹی اگلایا کی طبیعت کا اور چھور پانے میں کسر نہیں چھوڑی اور آخر یہ بیڑا اٹھایا کہ ان دونوں کو، یعنی اگلایا اور اپنے بھائی کو موڑ کر پھر ایک دوسرے کے قریب لےآئے - اسے کچھ نہ کچھ کامیابی نصیب ہوئی ہوگی، ممکن ہے کہیں نہ کہیں ٹھوکر بھی کھائی کہ بھائی کی طرف سے کچھ زیادہ ہی توقع رکھی تھی، ایسی بات کی توقع جس پر وہ ہرگز، کسی صورت سے تیار نہ تھا - بہرحال یپان‌چین والوں کے ہاں اس کی سرگرمی نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے چلتی رہی - کئی ہفتے تو اس نے بھائی کا نام تک درمیان میں نہ آنے دیا، ہمیشہ انتہا درجے کی راست‌بازی اور خلوص سے کام لیتی رہی، سیدھے سبھاؤ مگر بڑے رکھ رکھاؤ کے ساتھ - جہاں تک اپنے ضمیر کی گہرائی کا تعلق ہے، وہ اس میں جھانکنے سے کبھی نہیں ہچکچائی اور نہ کبھی کسی بات پر اسے پچھتانے کی نوبت آئی - یہی صفت تھی جس نے اسے طاقت بخشی - البتہ ایک کوتاہی تھی جو اسے اپنے اندر بعض اوقات کھٹکتی رہتی

تھی اور وہ یہ کہ اسے بھی غصہ آجاتا تھا، خودپسندی میں بہت مبتلا تھی، بلکہ اندر ھی اندر دبی کچلی خودنمائی کا مرض پل رہا تھا؛ خصوصاً جب وہ یپانچین والوں کے گھر سے نکلنے کو ہوتی تو ہر بار نکلتے وقت دل میں یہ احساس چٹکیاں لیا کرتا تھا۔

چنانچہ، جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے ھیں، وہ فی‌الوقت اسی گھرانے سے گردن لٹکائے، اداس اور فکرمند واپس آئی تھی۔ اس اداسی میں کوئی نہ کوئی تلخ طنزیہ تبسم بھی جھانک رہا تھا۔ پتیتسن ان دنوں پاولوفسک میں ایک بدنما سے مگر کافی کشادہ چوبی مکان میں مقیم تھا جو کچی غبارآلود سڑک کے کنارے کھڑا تھا۔ یہ مکان عنقریب پوری طرح اس کی ملکیت میں آنےوالا تھا اور ابھی سے کسی کے ھاتھ فروخت کرنے کی بات چل رہی تھی۔ باھر کی سیڑھیاں چڑھتے وقت واروارا کو مکان کے بالائی حصے میں ھنگامہ خیز شور سنائی دیا۔ غور سے سننے پر پتہ چلا کہ بڑے بھائی اور باپ میں چیخ پکار مچی ہوئی ھے۔ ھال کمرے میں پہنچی تو دیکھا کہ بھائی گانیا کمرے میں ادھر سے ادھر تیز قدم لپک رہا ھے، طیش میں چہرہ فق ھے، بس نہیں چلتا کہ اپنے بال نوچ ڈالے، یہ دیکھتے ھی اس نے برا سا منہ بنایا اور حال سے بےحال ہوکر، ٹوپ اتارے بغیر صوفے میں ڈھے گئی۔ خوب سمجھ بوجھ کر کہ اب اگر میں نے منٹ بھر چپ لگائے رکھی اور بھائی سے یہ آگے پیچھے لپکنے کا سبب نہ پوچھا تو وہ یقیناً آگ بگولہ ہو جائےگا، واریا نے آخر مہر سکوت توڑی اور سوال کے انداز میں صرف اتنا کہا:

''وھی پہلے والی بات؟،،

''پہلے والی کیا ہوتی ھے جی!،، گانیا بےاختیار چیخا۔ ''پہلےوالی! نہیں، لعنت ہو، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، یہاں کیا آفت برپا ھے۔ پہلےوالی نہیں! بڑے میاں کا تو دماغ چل گیا... اماں الگ حلق پھاڑے جا رہی ھیں۔ خدا کی قسم، واریا، تمھاری جو بھی مرضی ہو، مگر میں بڑے میاں کو گھر سے نکال باھر کروںگا، ورنہ... ورنہ پھر میں ھی تم لوگوں سے دور نکل جاؤںگا،، یہ بعد والا حصہ اس نے غالباً کچھ سوچ کر بڑھا دیا کیونکہ اتنے میں اسے ہوش آگیا ہوگا کہ دوسرے کے گھر سے کسی کو نکالنے کا حق اسے نہیں پہنچتا۔

''کچھ برداشت سے کام لینا،، واریا نے دبی زبان سے تسلی دی۔
''کیسی برداشت؟ کس کی برداشت؟،، گانیا پھٹ پڑا۔ ''ان کی بیہودگیوں کی برداشت؟ نہیں، آگے جو تمھاری مرضی، یہ نہیں ہوسکتا! نہیں ہو سکتا، ہرگز نہیں، بالکل نہیں! ذرا طور طریق تو دیکھو: خود قصوروار اور بڑھ بڑھ کے کڑکڑاتے ہیں۔ 'مجھے یہ گیٹ نہیں چاہئے، کٹھرا ہٹا دو یہاں سے!..، تمھیں کیا ہوا؟ تمھاری صورت بدلی ہوئی ہے!،،
''صورت تو ویسی ہی ہے،، واریا نے ذرا خفگی سے جواب دیا۔
گانیا غور سے اس کی صورت تکتا رہا۔
''وہاں گئی تھیں کیا؟،، اس نے سوال کیا۔
''وہاں۔،،
''ذرا ٹھیرنا، پھر چیخ پکار مچی ہوئی ہے! بڑے شرم کی بات ہے، وہ بھی ایسے وقت میں!،،
''ایسے، کیسے وقت میں؟ کوئی ایسا خاص وقت تو ہے نہیں۔،،
گانیا اپنی بہن کے چہرے پر اور بھی نظر گاڑ کر دیکھنے لگا۔
''کچھ خیر خبر ملی؟،، اس نے دریافت کیا۔
''کوئی نئی بات تو معلوم نہیں ہوئی کم از کم۔ خبر یہ ملی کہ وہ سب معاملہ صحیح ہے۔ میرے شوہر نے جو کہا تھا تو ہم دونوں سے زیادہ صحیح کہا تھا۔ شروع میں ہی جو قیاس تھا ان کا وہ سچ نکلا۔ کہاں ہیں وہ؟،،
''گھر پر نہیں ہیں۔ کیا سچ نکلا؟،،
''پرنس سے اس کا رشتہ پکا ہوگیا، نسبت طے ہے۔ مجھے بڑی بہنوں نے بتا دیا۔ اگلایا بھی راضی ہے۔ اب اس بات پر کوئی پردہ نہیں ڈالتا۔ (اب تک تو اس قدر رازداری برتی جاتی تھی ان لوگوں کے ہاں۔) ادےلائیدا کی شادی پھر ٹل گئی تاکہ دونوں چھوٹی بڑی بہنوں کی شادی ایک ساتھ ایک دن نمٹ جائے۔ واہ، کیا شاعرانہ بات ہے! شاعری معلوم ہوتی ہے۔ تم کیا کمرے میں بلاوجہ دوڑے پھر رہے ہو، جاؤ، دو دو شادیوں کے ایک موقع کےلئے کچھ شعر ویر لکھ ڈالو۔ آج شام ان کے یہاں پرنسس بیلوکونسکایا آنےوالی ہیں؛ بڑے وقت سے آئی ہیں۔ مہمانداری رہےگی۔ پہلے سے تعارف ہے، مگر آج اسے، پرنس کو، ان کے

سامنے حاضر کیا جائے گا۔ لگتا ہے کہ منگنی کا اعلان ہوجائے گا۔ بس اتنی سی بات کا خطرہ ہے کہ کمرے میں بھرے مہمانوں کے سامنے جب وہ داخل ہو تو کہیں کچھ گرا نہ دے، توڑ نہ دے، یا یہ کہ خود ہی ڈھیر نہ ہوجائے؛ اس سے کچھ بعید نہیں۔"

گانیا بہت غور سے سنتا رہا، لیکن بہن کو حیرت اس بات پر تھی کہ ایسی ہوش اڑا دینے والی خبر کا اس پر اتنا اثر نہیں ہوا کہ ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے۔

ذرا سوچ کر وہ بولا "تو کیا ہوا، یوں تو ہونا ہی تھا۔ مطلب یہ کہ قصہ ختم!" اس نے عجیب سے تمسخر کے ساتھ بہن کو جواب دیا اور نظر بچاکر اس کی صورت تکنے لگا۔ ابھی تک وہ کمرے میں آگے پیچھے ٹہلے جا رہا تھا مگر اب رفتار دھیمی پڑ گئی تھی۔

"یہ بھی اچھا ہوا کہ تم اسے فلسفیانہ رنگ میں دیکھتے ہو۔ سچ کہوں، مجھے تو اس کی خوشی ہے" واروارا بولی۔

"ہاں، سر کا بوجھ اترا؛ اور نہیں تو کم از کم تمھارا تو اترا۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ میں نے تمھارا کام بڑی لگن سے کیا، نہ بحث کی، نہ تمھیں تنگ کیا، تم سے پوچھا تک نہیں کہ اگلایا سے آخر تمھیں کونسی راحت و مسرت کی جستجو ہے۔"

"تو کیا — تم سمجھتی ہو، مجھے اگلایا سے کسی راحت‌ومسرت کی تلاش تھی؟"

"بس کرو، براہ کرم، فلسفہ مت بگھارو اب۔ تلاش تو ضرور تھی تمھیں۔ بہت ہوا، ہم کافی بیوقوف بن چکے۔ منہ پر کہہ دوں کہ مجھے خود تو اس معاملے میں کبھی کوئی وزنی بات نظر نہیں آتی تھی، پھر بھی سوچا 'تدبیر کر دیکھیں، جو بھی ہو، میں نے اس میں ہاتھ ڈالا۔ اگلایا کی طبیعت کے کھلنڈرے پن سے امید بندھتی تھی، مگر اصل بات یہ کہ تمھارا دل ٹھنڈا کرنے کی خاطر یہ سودا مول لیا۔ نو بٹا دس ناکامی کا چانس تھا۔ مجھے تو اب تک معلوم نہیں کہ خود تمھارے دل میں کیا سمائی ہے۔"

"ہاں، اب تم اور تمھارے شوہر، دونوں مجھے سرکاری نوکری کی پٹی پڑھایا کروگے، مستقل مزاجی اور قوت‌ارادی کے درس دوگے،

چھوٹی موٹی باتوں کو نظر انداز نہ کرنے کی اور جانے کیا کیا، تعلیم دی جائےگی۔ مجھے سب نوک زبان ہے پہلے سے،، گانیا قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

''اب انہیں کوئی نئی سوجھی ہے،، واریا نے سوچا۔

''ان لوگوں کی سناؤ ۔ خوش ہیں نا ماں باپ؟،، اچانک گانیا پوچھ بیٹھا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ نہیں۔ تم خود سوچ سکتے ہو۔ ایوان فیودرووچ تو مطمئن ہیں؛ ماں کو دھڑکا لگا ہے۔ کیونکہ منگیتر کی حیثیت سے، وہ اسے پہلے ناپسند کرتی تھیں؛ معلوم تو ہے۔،،

''میں یہ نہیں پوچھ رہا تھا۔ منگیتر وہ قطعی بےجوڑ اور بےمعنی ہے، اس میں کیا شک۔ میں نے تو یہ پوچھا کہ اب کیا رنگ ہیں؟ اب وہاں کیسے ہے؟ اس نے باضابطہ رضامندی دے دی؟،،

''اس نے ابھی تک 'نا، تو نہیں کہا۔ اور بس۔ وہ اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ تمہیں تو معلوم ہے وہ آج کے دن تک کتنی چونچلوں والی اور شرم و حیا کی ماری لڑکی رہی ہے: بچپن میں اتنا جھینپتی تھی کہ الماری میں جا چھپتی تھی، دو دو تین تین گھنٹے اندر بند رہتی تھی کہ مہمان کا سامنا نہ ہونے پائے۔ ڈیل ڈول تو نکال لیا، پھر بھی مزاج ویسا کا ویسا ہی ہے۔ تم سمجھے، مجھے کچھ ایسا خیال پڑتا ہے کہ ان لوگوں کے ہاں کوئی نہ کوئی کانٹے کی بات ہے، خود اس لڑکی کی طرف سے بھی۔ کہتے ہیں کہ پرنس پر وہ قہقہے مار کر ہنسا کرتی ہے صبح سے رات تک، کہ کہیں اصلیت نہ کھل جائے۔ ایکن روزانہ غالباً کوئی بات آہستہ سے ان کے کان میں ڈالنے کی ترکیب اسے آتی ہے، کیونکہ پرنس صاحب جو ہیں تو ان کے قدم زمین پر نہیں پڑتے، چہرہ دمک رہا ہے... سنا ہے کہ ہونق آدمی ہیں پرلے درجے کے۔ انھی کے ہاں سننے میں آئی یہ بات۔ مجھے یہ بھی لگا کہ میرے منہ پر انھوں نے، بڑی والیوں نے، میرا مذاق اڑایا۔،،

گانیا آخر منہ چڑھانے لگا۔ ممکن ہے واریا نے جان بوجھ کر یہ قصہ کچھ زیادہ ہی کرید ڈالا ہو، تاکہ بڑے بھائی کے خیالات کی ٹوہ لی جائے۔ مگر اتنے میں اوپر سے پھر ایک چیخ سنائی دی۔

''میں انہیں گھر سے باہر کر دوں‌گا!،، گانیا چمک کر بولا،

گویا اپنی اداسی کا سلسلہ توڑنے کا بہانہ ملنے پر خوش ہو گیا ہے۔

''تب وہ ہمیں پھر ذلیل و رسوا کرتے پھریں گے کل کی طرح۔''

''کیسے، کل کی طرح، کیا مطلب؟ کیا کل بھی...'' گانیا بہن کی بات سن کر ایک دم بدحواس ہو گیا۔

''افوہ، خدایا، تمھیں نہیں معلوم کیا؟'' واریا نے گھبرا کر کہا۔

''کیا کہا؟.. کیا سچ، وہ ان کے ہاں گئے تھے کل؟'' گانیا نے چونک کر پوچھا۔ شرم اور طیش کے مارے اس کا چہرہ تمتمانے لگا ''توبہ ہے، تم تو وہیں سے آرہی ہو! کیا تمھیں کچھ سن گن ملی؟ بڑے میاں وہاں گئے تھے؟ گئے تھے یا نہیں؟''

گانیا یہ کہتے ہی دروازے کی طرف جھپٹا لیکن واریا نے اسے لپک کر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

''کیا ہوا تمھیں؟ کہاں چلے تم؟ اب انھیں نکالا تو وہ اور بھی خرابی کردیں گے۔ سب کے پاس جا کر رونا روئیں گے!..''

''وہاں کیا کر آئے؟ کیا کہہ ڈالا؟''

''وہ خود تو کچھ ٹھیک بتا نہیں سکے اور سمجھے بھی نہیں۔ اتنا ہے کہ سب کو سہما دیا۔ ایوان فیودرووچ کے پاس پہنچے تھے، وہ ملے نہیں گھر پر، تو بیگم صاحبہ کی صدا لگائی۔ اول تو ان سے پوچھتے رہے کہ کہاں کہاں کونسی آسامی خالی ہے تاکہ نوکری کرلیں، پھر ہم سب کی شکایتیں لے کر بیٹھ گئے۔ میری شکایت، میرے شوہر کا رونا، خاص کر تمھارا دکھڑا... پتہ نہیں کیا کچھ کہتے رہے۔''

''تم پتہ نہیں چلا سکیں؟'' گانیا ایسے تڑپ کر بولا گویا اعصاب میں اینٹھن ہو۔

''پتہ کیا خاک چلنا تھا! انھیں تو شاید خود بھی ہوش نہ ہوگا کہ کیا کہے جا رہے ہیں اور ممکن ہے ان لوگوں نے مجھے پورا نہ بتایا ہو۔''

گانیا سر تھام کر ایک کھڑکی کی طرف لپکا، واریا دوسری کھڑکی کے پاس بیٹھ گئی۔

''عجب مسخری چھوکری ہے یہ اگلایا بھی'' واریا آپ سے

آپ بولی ''مجھے جاتے جاتے روکا اور کہنے لگی 'میری طرف سے اپنے ماں باپ کو خاص، ذاتی طور پر، جھک کر آداب کہئےگا اور سنئے، غالباً چند روز میں مجھے موقع مل جائےگا آپ کے والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا۔ ، بڑی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ کیسی عجیب بات ہے!..''

''مذاق اڑانے کو تو نہیں، مذاق میں تو نہیں؟''

''یہی تو بات کہ مذاق میں نہیں، اسی میں تو ہے عجوبہ پن۔''

''اس لڑکی کو ہمارے بڑے میاں کا حال معلوم ہے یا نہیں، کیا خیال ہے تمھارا؟''

''گھر والوں میں تو اس کی خبر ہے نہیں، اتنا تو میں یقینی طور پر جانتی ہوں، البتہ تمھارے پوچھنے پر خیال آیا کہ عجب نہیں جو اگلایا کو خبر ہو اس بات کی۔ بس اسی اکیلی کو خبر ہوتی کیونکہ جب وہ اتنی سنجیدگی سے آداب تسلیمات کہلوا رہی تھی تو بہنیں بھی تعجب میں پڑ گئی تھیں۔ خاص ہمارے ابا کو ہی کیوں چنا آداب کےلئے؟ اسے اگر کچھ خبر ہے تو ظاہر ہے پرنس نے ہی بتایا ہوگا!''

''یہ پتہ چلانا کیا مشکل ہے کہ کس نے بتایا ہوگا۔ چور! بس اسی کی کسر رہ گئی تھی۔ ہمارے خاندان میں چور موجود ہے — وہ بھی 'خاندان کا سربراہ'!''

''واہیات بالکل!'' واریا نے چوٹ محسوس کر کے کہا ''پینے پلانے کا چکر ہے، اور کچھ بھی نہیں۔ بھلا کس کو یہ سوجھی ہوگی؟ لیبیدیف، پرنس؟.. خوب ہیں دونوں، عقل کے کولھو۔ مجھے ان کا کوڑی بھر یقین نہیں۔''

''بڑھئو چور اور شرابی'' گنیا نہایت تلخی سے کہتا گیا ''میں مفلس، بہنوئی ساھوکار، اگلایا کی رال ٹپک پڑتی ایسے رشتے پر! کیا کہنا، لاجواب!''

''یہ جو بہنوئی ہے نا ساھوکار، یہ تم کو...''

''روٹی دیتا ہے — یہی نا؟ تکلف مت کرو، کہہ ڈالو۔''

''غصہ آ گیا تمھیں ناحق'' واریا نے خود کو پیستے ہوئے کہا ''تم کچھ بھی نہیں سمجھتے، ابھی تک اسکول کے لڑکے ہو۔ تم سوچتے ہو کہ ان سب وجہوں سے تم اگلایا کی نظروں میں گر

سکتے تھے؟ تب تو تمھیں اس کی طبیعت کا رخ نہیں معلوم۔ وہ ایسی ہے کہ اول درجے کے رشتہ دینے والے سے منہ پھیر کر بڑی خوشی سے کسی بھکمرے اسٹوڈنٹ کے ساتھ کہیں چھت یا اٹاری پر سر رہنے کو بھاگ لے۔ یہ ہے اس کی تمنا! تمھاری سمجھ میں کبھی نہ آیا کہ اگر تم جم کر، سر اونچا کرکے ہمارے حالات کا دوٹوک سامنا کرلیتے تو اس لڑکی کی نظر میں تمھاری کیا شان ہوتی۔ پرنس نے یہی لھاسا لگایا اور پھانس لیا، کیونکہ اول تو اس نے جال نہیں بچھایا، دوسرے یہ کہ سب کی نظر میں احمق تھا۔ اس ایک کی خاطر اگلایا نے پورے خاندان کو تہوبالا کر رکھا ہے اور اس میں مزا لے رہی ہے۔ ھائے، تم تو کچھ بھی نہیں سمجھتے!،،

''خیر دیکھیں گے آگے، سمجھیں یا نہ سمجھیں،، گانیا مگھم طریقے سے بدبدایا ''بس ایک بات ہے جو مجھے گوارا نہیں۔ اگلایا پر بڑے میاں کا احوال کھل گیا۔ مجھے خیال تھا کہ پرنس تحمل سے کام لےگا، بتائےگا نہیں۔ اس نے تو لیبیدیف کے منہ کو لگام دی تھی۔ جب میں کرید رہا تھا تو مجھ تک سے ساری بات نہیں کہی...،،

''مطلب یہ کہ، تم نے خود دیکھا کہ پرنس کے بغیر ھی سارے معاملے کی خبر ہوگئی۔ اب تمھیں کرنا بھی کیا؟ کس بات کی امید ہے؟ اب اگر تھوڑی بہت امید ہو سکتی ہے تو صرف اس طور پر کہ اس کی نظروں میں تم ستم‌زدہ اور زخم خوردہ بن کر سماؤ۔،،

''اس کی جذباتی کشش رہی ایک طرف، جو آفت مچےگی اس سے وہ ڈر جائےگی۔ سب کچھ ایک حد میں، ایک مقررہ حد میں چاھئے۔ تم سب ایک جیسے لوگ ہو نا۔،،

''اگلایا اور ڈر کر رہ جائے؟،، واریا بپھر گئی، بھائی کو تحقیر سے دیکھتے ہوئے بولی ''واقعی ہے تمھاری روح میں گھٹیاپن! کوڑی کام کے نہیں — تم سب ایک جیسے! ہونے دو، جو وہ مسخرےپن کی اور اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی رہتی ہے، مگر ایک خوبی کہ ہم سب سے ہزار بار زیادہ شریف طبیعت کی ہے وہ۔،،

''اچھا، اچھا، یوں سہی، ناراض مت ہو،، گانیا نے پھر خودپسندی سے ہنکارا بھرا۔

''مجھے تو صرف اماں پر ترس آتا ہے،، واریا نے کہنا جاری

رکھا ''ڈرتی ہوں کہ یہ ابا والا قصہ ان کے کان تک نہ پہنچے۔ ہائے، اسی کا ہول آتا ہے مجھے!''

''غالباً پہنچ بھی گئی ہے'' گانیا نے رائے ظاہر کی۔

واریا اٹھنے والی تھی کہ اوپر ماں کے پاس جائے، مگر پھر ٹھیر گئی اور غور سے بھائی کو تکنے لگی۔

''ان سے بھلا کس نے کہا ہوگا؟''

''اپپولیت نے، قطعی اسی نے۔ میں جانوں اس کے دل کو پہلی ٹھنڈک اسی سے پڑنے والی تھی کہ جیسے ہی ہمارے ہاں قدم رکھا، فوراً اماں کے پاس پہنچ کر انھیں سارا ماجرا سنا ڈالا۔''

''مگر اسے کہاں سے پتہ چلا؟ ذرا یہ تو بتاؤ براہ کرم۔ پرنس نے اور لیبیدیف نے تو ہونٹ سی لئے تھے، رہا کولیا، تو اسے خود کچھ نہیں معلوم۔''

''اپپولیت کا کیا، اس نے خود معلوم کرلیا ہوگا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ یہ کیسا چالاک کیچوا ہے۔ چھنٹا ہوا افواہباز، ایسی ناک ہے کہ ہر جگہ بدبودار باتیں سونگھ لیتا ہے، فتنے اٹھاتا ہے، ادھر کی ادھر کرتا پھرتا ہے۔ مانو، ست مانو، مجھے تو یقین ہے کہ اس نے اگلایا کو ہاتھ میں لے رکھا ہے! اب تک نہیں تو اب لے لےگا۔ رگوژین کی بھی اس سے خوب پٹتی ہے۔ تعجب ہے کہ پرنس کی نظر کیسے چوک گئی! اب وہ میرے معاملے میں بھانجی مارنے کے لئے کیسا مچلتا ہوگا! آج سے نہیں، بہت دنوں سے جانتا ہوں کہ مجھے اپنا ذاتی دشمن شمار کرتا ہے، ایسا کیوں ہے؟ خود اسے کیا لینا دینا، مرنے کو تیار بیٹھا ہے، میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ خیر، تم دیکھ لینا، وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکےگا، میں ہی اس کا بگاڑ دوں گا۔''

''تو پھر تم نے اسے گھر میں جگہ ہی کیوں دی اگر اتنی نفرت ہے تو؟ کیا واقعی وہ اس قابل ہے کہ اس کا کچھ بگاڑا بھی جائے؟''

''تم نے ہی تو مشورہ دیا تھا کہ اپنے ہاں جگہ دے دو۔''

''میں سمجھی تھی کہ وہ کام کا آدمی ہوگا؛ تمھیں خبر ہے کیا ہوا؟ اسے اب خود اگلایا سے پیار ہو گیا ہے، خط بھی لکھتا ہے اسے۔ مجھ سے پوچھ گچھ ہوئی تھی اس بارے میں... میں

تو جانوں بیگم صاحبہ لیزاویتا کو خط لکھنے کی کسر رہ گئی ہے، بس۔ ''

''اس معنی میں خطرناک نہیں ہوگا!،، گانیا نے کڑوی ہنسی کے ساتھ رائے ظاہر کی ''سچ کہوں تو یوں نہیں، تمھارا نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھا۔ یہ کہ ایپولیت اس کی محبت میں پڑگیا، کچھ تعجب نہیں، کیونکہ ابھی چھوکرا ہی ہے! مگر... پھر بھی وہ بڑی بی کو گمنام خط لکھنے سے رہا۔ یہ اس قدر کینہ‌ور، رذیل اور خودپسند مخلوق ہے کہ بس!.. مجھے یقین ہے، خوب معلوم ہے کہ اس نے مجھے بڑی بی کے سامنے چلتا پرزہ بناکر رکھ دیا تھا اور وہیں سے اس کی شروعات ہوئی۔ مانتا ہوں کہ مجھ سے حماقت ہوئی کہ شروع میں اس پر اعتبار کرلیا؛ میں سمجھا تھا کہ پرنس سے خار کھانے کے سبب وہ میرے کام کا نکلےگا۔ بڑا ہی چالاک کیچوا ہے! اور اب اس کی اصلیت کھلی ہے پوری طرح۔ وہ جو چوری کا معاملہ تھا، وہ اس چھوکرے نے اپنی ماں سے، کپتان کی بیوہ سے سنا۔ بڑے میاں نے اگر ایسی حرکت کی تو اسی عورت کی خاطر کی۔ آپ سے آپ، بلا سبب، مجھے بتانے لگا کہ 'جنرل، نے اس کی ماں سے چار سو روبل کا وعدہ کیا ہے، وہ بھی یوں ہی، نہ کوئی موقع، نہ محل، از خود چار سو کی رقم دینے کا وعدہ۔ تب ساری بات میری سمجھ میں آگئی۔ اور یہ چھوکرا جو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے، ذرا مزہ لےکر دیکھ رہا تھا! یقین جانو، اماں کو بھی اسی نے خوش خوش بتا دیا ہوگا، صرف اس نیت سے کہ ان کا دل پھٹ جائے۔ مر کیوں نہیں جاتا کہ پاپ کٹے، بتاؤ، خدارا؟ تین ہفتے میں مرنے پر کمر باندھ رکھی تھی اور اب اس پر موٹاپا چڑھ رہا ہے! اب تو اسے کھانسی کا دورہ بھی نہیں پڑتا۔ کل شام ہی کہہ رہا تھا کہ آج دوسرا دن ہے جو کھانسی میں خون نہیں آیا۔ ''

''اسے نکال باہر کرو۔ ''

''مجھے اس سے نفرت نہیں، ہیچ پوچ سمجھتا ہوں،، گانیا نے نخوت سے کہا ''خیر، یوں سہی، چلو، اس سے نفرت سہی!،، وہ نہایت طیش میں چیخ پڑا ''یہ میں اسے جتا بھی دوں‌گا جب وہ تکیے پر سر رکھے دم توڑ رہا ہوگا! کاش تم نے اس کا وہ ''اعتراف‌نامہ،،

پڑھا ہوتا تو تم جانتیں، توبہ ہے، کیسی سادہ لوح بدتمیزی تھی وہ! لفٹننٹ پیراگوف بنا تھا، نزدریوف* بنا تھا اس ڈرامے کا، اور دیکھو تو ھاتھ بھر کا چھوکرا! اس وقت میرا بس چلتا تو خوشی سے ایسا ھاتھ رسید کرتا کہ اس کے ہوش اڑ جاتے۔ اب سبھوں سے انتقام لیتا پھرےگا کہ اس وقت نشانہ چوک گیا تھا... مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟ پھر وہی شور پکار؟ آخر یہ ہے کیا معاملہ؟ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔ پتیتسن! یہ کیا چل رہا ہے؟ آخر اس ہنگامے کا کہیں خاتمہ بھی ہونے والا ہے کہ نہیں؟.. یہ... یہ کیا...،، گانیا نے پتیتسن کو پکار کر کہا جو کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

لیکن اب یہ شور اور نزدیک آگیا، یکایک دروازہ چوپٹ کھلا، بڑے میاں جنرل ایولگین فوں فاں کرتے، تمتماتے، بدحواس، آپے سے باہر بڑھے اور پتیتسن پر جھپٹے۔ ان کے پیچھے ان کی بیوی نینا الیکساندرو‌ونا تھیں، کولیا تھا اور سب کے پیچھے ایپولیت۔

۲

ایپولیت آج پانچ دن سے پتیتسن کے گھر میں ٹھیرا ہوا تھا۔ یہ ایسی بات تھی جیسے بالکل قدرتی ہو، بغیر کہے سنے، اس میں اور پرنس میں بلا حیل حجت؛ نہ صرف یہ کہ پرنس اور ایپولیت میں کوئی تکرار نہیں ہوئی، بلکہ دیکھنے میں گویا دونوں نے دوستانہ جدائی اختیار کی ہو۔ گاوریلا اردالیونچ، جسے واقعے کی رات ایپولیت سے اتنی کد تھی، تیسرے ہی دن آپ سے آپ اس سے ملنے چلا آیا، غالباً کوئی خاص فوری خیال اس کا دامن کھینچتا لایا ہو۔ نجانے کیوں رگوژین بھی اس بیمار کے پاس آنے جانے لگا۔ پرنس کو شروع میں تو یہ خیال رہا کہ اس ''بچارے لڑکے،، کے حق میں بہتر ہوگا کہ وہ ان کے گھر سے کہیں اور اٹھ جائے۔

---

* نزدریف، ایک مشہور شیخی‌باز، خودپسند کردار ہے گوگول کے ناول ''مردہ روحیں،، کا۔ (ظ ا۔)

چنانچه جب ایپولیت وهاں سے چلنے لگا تو اس نے ظاهر بھی کردیا کہ پتیتسن کے هاں رهنے جا رها هے ''جو اس قدر نیک‌نفس آدمی هے کہ اسے رهنے کا ٹھکانا دے دےگا،، مگر ایک بار بھی زبان پر گانیا کا نام نہ لایا، اگرچہ گانیا کا هی اصرار تھا کہ ایپولیت کو یہاں اس مکان میں رهنے دیا جائے۔ گانیا نے یہ بات تبھی نوٹ کرلی تھی اور دل میں ناگواری کے ساتھ رکھ بھی لی تھی۔

بہن سے جب گانیا نے کہا کہ بیمار کا حال اب اچھا هے تو وہ حق بجانب تھا۔ واقعی ایپولیت کو پہلے سے کافی افاقہ تھا اور اس کی صورت دیکھتے هی بہتری کا اندازہ هو جاتا تھا۔ وہ کمرے میں داخل هوا تو اسے کچھ جلدی نہ تھی، سب کے پیچھے، تمسخر اور دل کے کھوٹ والی مسکراهٹ لئے هوئے چل رها تھا۔ بیگم نینا الیکساندرووونا بہت ڈری سہمی اندر آئیں (اس چھ مہینے کے عرصے میں ان کی حالت میں بڑا فرق آگیا تھا، دبلی هوگئی تھیں؛ بیٹی بیاہ چکنے اور اسی کے گھر میں کنبے سمیت آ جانے کے بعد سے انھوں نے اولاد کے معاملات میں ظاهرا دخل دینا بند کر دیا تھا۔) کولیا فکرمند تھا اور ذرا الجھن میں گرفتار؛ بقول خود ''جنرل کی خبط الحواسی،، میں بہت سا اس کی سمجھ سے باهر تھا اور واقعی فی‌الحال جو اس گھر میں هنگامہ برپا تھا اس کی بنیادی وجہیں کولیا کو معلوم هی نہیں تھیں۔ البتہ اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ باپ اتنا سٹھیا گیا هے کہ بات بات پر، موقع بےموقع بکے جاتا هے، اتنا بدل گیا هے کہ گویا وہ آدمی هی نہیں رها جو پہلے کبھی تھا۔ اسے یہ چیز بھی پریشان کر رهی تھی کہ بڑے میاں نے پچھلے تین دن سے شراب چکھی تک نہیں تھی۔ کولیا کو خبر تھی کہ لیبیدیف سے اور پرنس سے باپ کی ناچاقی هی نہیں، جھگڑا بھی هوگیا هے۔ وہ گھر میں آیا تو اپنی ذاتی کمائی سے وادکا کا ایک ادھا بھی لیتا آیا تھا۔

''اچھا هے، ٹھیک تو هے اماں،، نیچے اترنے سے پہلے وہ اپنی ماں بیگم جنرل کو راضی کر رها تھا ''اماں، اچھا هے، پی لینے دو انھیں۔ تین دن هوگئے انھوں نے چھوئی تک نہیں۔ طبیعت بگڑتی هوگی نا۔ ٹھیک هے، میں تو انهیں وهاں، قرضداروں کی جیل تک میں شراب پہنچا دیا کرتا تھا...،،

جنرل نے دروازہ چوپٹ کھول دیا اور چوکھٹ پر دھم سے کھڑے ہوگئے جیسے برھمی کے مارے کانپ رہے ہوں۔

''جناب عالی،، اونچی آواز میں صاحب خانہ پتیتسن کو انھوں نے ھانک لگائی ''جناب، اگر آپ نے واقعی فیصلہ کرلیا ہے کہ ایک انگوٹھا چوستے اور بےدین لڑکے کو اس باعزت بوڑھے آدمی پر، اس آدمی پر جو آپ کا، یعنی کم از کم آپ کی بیوی کا باپ ھونے کا شرف رکھتا ہے، جو اپنے آقائے نامدار شہنشاہ کی خدمت کر چکا ہے، اس پر ترجیح دیں گے تو جناب میں آج اس وقت سے آپ کے دولت خانے پر قدم بھی نہیں رکھوں گا۔ اب آپ چن لیں، فوراً دونوں میں چن لیں : یا تو میں، یا یہ... برما! جی ھاں، برما! میں نے بلا ارادہ کہا، لیکن ہے یہ برما! کیونکہ یہ شخص میرے سینے میں سوراخ کئے جا رہا ہے، برما رہا ہے۔ عزت احترام کا نام تک نہیں... برما کہیں کا!،،

''ڈاٹ کھولنے والا کانٹا نہیں؟،، اپپولیت نے ترمیم پیش کی۔

''نہیں، کانٹا نہیں۔ کیونکہ میں تیرے سامنے ایک جنرل ہوں، کوئی بوتل نہیں ہوں۔ میرے پاس شاھی تمغے ہیں، میڈل ہیں... اور تو، تو بس ٹھینگا۔ اب یا تو وہ، یا میں! حضوروالا، ابھی اسی دم فیصلہ کرلیں!،، وہ پھر پتیتسن پر برس پڑے۔ اتنے میں کولیا نے کرسی ان کی طرف بڑھا دی اور جنرل ایولگین نڈھال ہوکر اسی میں ڈھیر ہوگئے۔

''اچھا ھوتا، آپ ذرا آرام کرلیتے... سو لیتے،، بری طرح پھنسے ہوئے پتیتسن نے دبی زبان سے کہا۔

''لو، اور اوپر سے ڈانٹ ڈپٹ بھی کر رہے ہیں!،، گانیا نے بہن سے آدھی آواز میں کہا۔

''سوجاؤں!،، جنرل پھر چیخے ''میں پیئے ہوئے نہیں ہوں حضوروالا، آپ میری توھین کر رہے ہیں۔ ،، وہ پھر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہتے گئے ''مجھے دکھائی دیتا ہے، یہاں سب کچھ میرے خلاف ہوگیا ہے، سب کچھ اور سب کے سب۔ بس، بہت ہوا! اب میں چلتا ہوں... مگر آپ جانتے ہیں، جناب عالی، آپ کو خبر ہے کہ...،،

انھیں جملہ پورا کرنے نہیں دیا گیا اور پھر وھیں بٹھا دیا،

ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی۔ گانیا طیش کے مارے ایک کونے میں ہو رہا۔ نینا الیکساندروونا تھرتھراتی اور روتی رہی۔

''بھلا میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے، کاہے کی شکایت ہے؟،، ایپولیت دانت نکالتے ہوئے چیخا۔

''نہیں، تم نے تھوڑئی بگاڑا؟،، نینا الیکساندرووونا نے ایک دم ٹوکا ''تمھیں تو خاص طور سے شرم آنی چاہئے... ایک بوڑھے بزرگ کو اتنی بیدردی سے ستاتے ہوئے... اور وہ بھی تم جیسی پوزیشن میں ہوکر۔،،

''اول تو یہ فرمائیے کہ مجھ جیسی پوزیشن میں ہونے کا کیا مطلب بی‌بی جی! میں آپ کی بڑی عزت کرتا ہوں، خاص کر آپ کی، ذاتی طور پر، مگر...،،

''یہ لڑکا نہیں، برما ہے!،، جنرل پھر چیخے ''اس نے میری روح، میرے دل کو چھید ڈالا ہے! جب دیکھو، مجھے بے‌دین بنانے پر تلا رہتا ہے! سمجھ‌لے کہ ابھی تو پیدا بھی نہیں ہوا تھا کہ میں تمغوں اور میڈلوں سے لد چکا تھا۔ اور تیری ہستی کیا، جلن کا مارا کیڑا، دو ٹکڑوں میں کٹا ہوا، کالی کھانسی سے... اور کینہ اور بے‌دینی سے موت کے منہ میں پڑا ہوا... تجھے گاوریلا یہاں لایا ہی کیوں؟ سب میری چھاتی پر چڑھے جاتے ہیں، پرایا اور اپنا بیٹا، دونوں!،،

''بس کیجئے، بہت ٹریجیڈی کرچکے!،، گانیا نے چیخ کر کہا ''شہر بھر میں ہمیں رسوا نہ کریں تو غنیمت ہے!،،

''کیا کہا، دودھ پیتے صاحبزادے، تمھیں رسوا کرتا ہوں میں؟ ارے، میرے دم سے تو، تمھاری آبرو قائم ہے، بے‌آبروئی نہیں!،،

وہ زور سے اچھل کھڑے ہوئے، انھیں کوئی تھام نہیں سکا؛ لیکن اتنے میں گانیا بھی قابو سے باھر ہو چکا تھا۔

''تم اور آبرو کی بات کرو!،، گانیا نے زھر بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا کہا تم نے؟،، جنرل کو اور گرمی چڑھی۔ چہرے کا رنگ بدل گیا اور بیٹے کی طرف ایک قدم بڑھا دیا۔

''نہیں تو — دیکھئے، بس، میرے منہ کھولنے کی دیر ہے...

که آپ کو...،، گانیا بےقابو ہو چلا تھا مگر لفظ چبا کر رہ گیا۔ باپ بیٹے غصے میں آپے سے باہر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ گانیا خاص کر۔

''گانیا، تمھیں کیا ہوا؟،، ماں نینا الیکساندرووناچیخ کر ایک دم بیٹے کو روکنے لپکیں۔

''ہر طرف سے گندگی اچھل رہی ہے!،، واریا خفگی سے جھلا کر بولی ''اماں، بس کیجئے،، اس نے ماں کو تھام لیا۔

''صرف اماں کا لحاظ ہے جو پی جاتا ہوں،، گانیا نے دکھی ہو کر زبان روکی۔

''نہیں، کہہ ڈالو!،، جنرل نہایت طیش میں غرائے ''کہہ دو، سمجھ لینا کہ عاق کردوں گا، دل کی بھڑاس نکال لو!،،

''ہاں، عاق کر دینے کی دھمکی سے تو میں دبنےوالا ہوں نا! کس کا قصور ہے کہ آج آٹھواں دن ہوا اور آپ پر پاگل‌پن سوار ہے؟ آٹھواں دن، میں گن کر کہہ رہا ہوں۔ دیکھا آپ نے... دیکھ لیجئے زیادہ تنگ مت کیجئے مجھے، سب کہہ ڈالوں گا... کل آپ یپان‌چین‌والوں میں کیوں جا گھسے تھے؟ بوڑھے بزرگ کہلاتے ہیں، بال سفید ہوگئے، خاندان کے بڑے — کیا خوب!،،

''گانیا، بس چپ رہو، زبان بند، احمق کہیں کے!،، چھوٹا بھائی کولیا چیخ پڑا۔

''مگر میں بھی تو جانوں، کیسے، میں نے کیسے ان کی توہین کردی؟،، اپپولیت کو ضد ہوگئی، مگر اب بھی لہجہ گویا وہی مذاق اڑانے کا تھا۔ ''یہ مجھے برما کیوں کہتے ہیں، آپ سب نے سنا تو؟ خود میرے سر ہوگئے، ابھی آئے اور کسی کپتان یروپیگوف کی باتیں سنانے لگے۔ جنرل صاحب، مجھے آپ کی صحبت خود بھی پسند نہیں۔ پہلے بھی اس سے کتراتا رہا ہوں، آپ کو تو معلوم ہے۔ بھلا مجھے کسی کپتان یروپیگوف سے کیا لینا دینا، آپ خود ہی جانتے ہیں۔ میں کپتان وپتان کی خاطر یہاں رہنے نہیں آیا ہوں۔ مجھ سے بس اتنا قصور ہوا کہ انھیں سنا کر اپنی رائے ظاہر کردی کہ ممکن ہے اس نام کا کوئی کپتان سرے سے وجود ہی نہ رکھتا ہو۔ یہ سننا تھا کہ انھوں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔،،

''بےشک اس نام کا کپتان تھا ہی نہیں!،، گانیا نے تیزی سے کہہ دیا۔

جنرل دنیاومافیہا سے بالکل بےخبر کھڑے تھے اور چاروں طرف خالی نظروں سے تکے جا رہے تھے۔ بیٹے کے لفظوں نے انتہا سے زیادہ منہ پھٹ ہونے کے سبب جنرل کے ہوش اڑا دئے۔ سنتے ہی پہلے تو ان کی زبان گنگ ہوگئی، منہ پر لفظ تک نہ آیا اور آخر، جیسے ہی اپپولیت نے گانیا کے جواب میں زوردار قہقہہ مار کر نعرہ لگایا کہ ''یہ لیجئے، سن لیا، آپ کے، خاص آپ کے سگے صاحبزادے بھی فرماتے ھیں کہ اس نام کا کوئی کپتان ہوا ہی نہیں،، تو بڑے میاں کی زبان کھلی اور لفظ توڑ توڑ کر بولے:

''کپتان کس نے کہا؟ میں تو کپی‌تون یروپیگوف کہہ رہا تھا۔ کپتان نہیں، کپی‌تون، یہ اس لفٹننٹ کرنل کا نام تھا جو ریٹائر ہوا۔ یروپیگوف... کپی‌تون۔،،

''ھاں تو کپی‌تون بھی کوئی نہیں ہوا،، اب واقعی گانیا بالکل چڑ گیا۔

''کیـ... کیوں نہیں ہوا؟،، جنرل بڑبڑایا اور اس کے چہرے پر سرخی اچھل آئی۔

''بس، بہت ہوا!،، پتیتسن اور واریا دونوں میاں بیوی نے انھیں ٹالنے کی کوشش کی۔

''گانیا بھیا، بکے مت جاؤ!،، کولیا پھر چیخا۔

ہمدردی کے یہ بول جنرل کو گویا ہوش میں آنے کا سہارا بن گئے۔

''کیسے نہیں ہوا؟ کپی‌تون کا وجود کیوں نہیں تھا؟،، جنرل نے بڑے بیٹے کو ڈانٹ کر پوچھا۔

''ایسے ہی۔ کیونکہ اس نام کا آدمی تھا ہی نہیں، نہ تو ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا! سن‌لیا اب؟ میں کہہ رہا ہوں، چپ ہو جائیے، یہیں پر۔،،

''لو، یہ بیٹا ہے... یہ میرا سگا بیٹا ہے جسے میں نے... توبہ خدایا! یروپیگوف، یروشکا یروپیگوف تھا ہی نہیں!،،

''لیجئے یروشکا بھی ہوگیا، کبھی کپی‌توشکا، کبھی وہ!،، اپپولیت نے جملہ پلٹ دیا۔

''جی جناب، کپی‌توشکا، یروشکا نہیں، کپی‌تون الیکسئی‌وچ، میرا مطلب کپی‌تون ہے... لفٹننٹ کرنل تھا... ریٹائر ہوا... ماریا سے اس کی شادی ہوئی تھی... ماریا پتروونا سو... سو... دوست اور ساتھی... سوتوگووا، جب سے ہم کیڈٹ کور میں ساتھ تھے۔ اس کےلئے میں جان پر... اس پر خود کو ڈال دیا تھا... مارا گیا۔ اور اب کہتے ہیں کہ کپی‌توشکا یروپیگوف تھا ہی نہیں، اس نام کا ہوا ہی نہیں!،،

جنرل گلا پھاڑ کر جوش میں بولے جا رہے تھے مگر کچھ اس طرح کہ آدمی سوچنے لگے کہ مسئلہ ایک تھا اور چیخ ہے دوسرے کے بارے میں۔ یہ سچ ہے کہ کوئی اور وقت ہوتا تو یقیناً کپی‌تون یروپیگوف کے نہ ہونے کا ذکر کیا، اس سے کہیں زیادہ تکلیف‌دہ حملہ سہہ جاتے، چیخ پکار مچاکر، قصہ چھیڑ کر، آپے سے باہر ہوکر دم لیتے اور آخر میں تھک تھکاکر اوپر سونے چلےجاتے۔ لیکن فی‌الحال، انسان کا دل بھی کیا عجیب شے ہے، کہ واقعے نے ایسا رخ اختیار کرلیا جو کسی یروپیگوف کے وجود سے انکار جیسی معمولی شکایت کی بات اسے کھل گئی اور صبر کا پیمانہ لبریز کرکے چھوڑا۔ بڑے میاں کا چہرہ سرخ ہوگیا، ھاتھ اٹھا دئے اور پکار کر بولے:

''بس، حد ہوگئی! میری طرف سے لعنت... اس گھر سے دفان! کولیا میرا بیگ اٹھاؤ، میں چلا... یہاں سے!،،

وہ کمرے سے نکل گئے، طیش کے مارے ھاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے بیوی نینا، بیٹا کولیا اور داماد پتیت‌سن بھی لپکے۔

''دیکھا، تم نے یہ کیا کردیا!،، واریا نے بھائی سے کہا۔ ''وہ پھر انھی لوگوں کے گھر کا رخ کریں‌گے، کیا رسوائی ہوگی، کیا ذلت کا سامان!،،

''چوری نہ کرتے!،، گانیا چیخ کر کہتا مگر غصے میں آواز پھنس گئی؛ اتنے میں ایپولیت سے نظریں چار ہوئیں تو دانت پیس کر تڑپ کر رہ گیا اور اس سے بولا ''آپ کو، جناب‌عالی، آپ کو یہ یاد رکھنا چاھئے تھا کہ بہرحال آپ دوسرے کے گھر آئے ہوئے ہیں... مہمان‌نوازی کا فیض اٹھا رہے ہیں، بوڑھے بزرگ کو،

جو ظاہر ہے کہ بالکل سٹھیا گئے ہیں... یوں تنگ نہ کرنا چاہئے تھا۔''

اپپولیت بھی تن گیا تھا مگر اس نے لمحہ بھر میں خود پر قابو پالیا۔

''میں آپ سے بالکل اتفاق نہیں کرتا کہ آپ کے والد بزرگوار سٹھیا گئے ہیں،'' اپپولیت نے آرام سے جواب دیا ''مجھے تو لگتا ہے کہ اس کے برعکس ادھر کچھ دنوں سے ان کی عقل ٹھکانے آ گئی ہے، خدا گواہ۔ آپ نہیں مانتے کیا؟ اتنے محتاط، شکی اور چوکنے ہوگئے ہیں، ایک ایک لفظ تولنے لگے ہیں... وہ جو کپی‌توشکاوالی بات تھی، انھوں نے مجھے کسی خاص غرض سے بتانی چاھی تھی؛ ذرا تصور کیجئے، ان کی غرض یہ تھی کہ مجھے...''

''لعنت بھیجئے، مجھے کیا مطلب کہ وہ آپ کو کس غرض سے اور کیا! بس اتنا کرم کیجئے جناب کہ مجھے بیوقوف بنانے اور چال چلنے کی کوشش نہ کی جائے!'' گانیا نے دانت پیس کر کہا ''اگر آپ کو بھی صحیح وجہ معلوم ہے اس کی جو بڑے میاں پر فی‌الحال گزر رہی ہے (اور آپ ان پانچ دن اس طرح میری ٹوہ میں رہے ہیں کہ غالباً وجہ معلوم ہوگی آپ کو) تو آپ کو بالکل زیب نہیں دیتا تھا کہ انھیں... ان مصیبت‌زدہ آدمی کو چڑائیں... اور بات کا بتنگڑ بنا کر، میری ماں کے لئے مصیبت کھڑی کریں، کیونکہ یہ سارا قصہ محض بکواس ہے، پینے پلانے کا چکر ہے، اس کے سوا کچھ نہیں، نہ اس میں دم، نہ اس کا کوئی ثبوت، اور میں اسے کوڑی برابر حیثیت نہیں دیتا... مگر آپ کہاں رکنےوالے، ڈسیں گے، جاسوسی کریں گے ضرور، کیونکہ آپ، آپ تو...''

''برما ہیں، یہی نا؟'' اپپولیت کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''کیونکہ آپ سڑیل آدمی ہیں، آدھے گھنٹے تک لوگوں کو ستاتے رہے، سمجھے کہ ان پر دھشت بٹھا دیں گے خالی پستول سے اپنے گولی مارنے کا منظر دکھا کر، اس قدر شرمناک حرکت کی آپ نے، جو خودکشی کا فریب کرنے چلے تھے۔ دو ٹانگوں پر پھرتے ہیں صفرا تھوکتے ہوئے... میں نے آپ سے مہمان‌نوازی کا برتاؤ کیا، آپ کی صحت بننے لگی، کھانسی جاتی رہی اور اب اس کا یہ صلہ دے رہے ہیں؟..''

''صرف دو لفظ کہنے کی اجازت دیجئے۔ میں آپ کا نہیں، وارورا صاحبہ کا مہمان ہوں۔ آپ کی طرف سے مجھے کوئی مہمان‌نوازی نہیں ملی ہے، بلکہ سوچتا ہوں کہ آپ بذات خود مسٹر پتیتسن کی مہمانداری کا فیض اٹھا رہے ہیں۔ چار دن ہوئے، میں نے اپنی ماں سے التجا کی تھی کہ پاولوفسک میں کہیں میرے رہنے کا ٹھکانا کردیں اور خود بھی یہیں آجائیں، کیونکہ یہاں پر واقعی مجھے کچھ افاقہ ہے، اگرچہ بدن پر گوشت نہیں چڑھا، کھانسی اب بھی آتی ہے۔ اماں نے کل شام خبر دی ہے کہ مکان کا انتظام ہوگیا اور اب میں آپ کو جلدی سے مطلع کردوں کہ جناب کی والدہ اور بہن کا احسانمند ہوتے ہوئے آج ہی یہاں سے اٹھ جاؤں‌گا اور دوسرے مکان میں چلے جانے کا فیصلہ کل شام ہی کرچکا ہوں۔ معاف کیجئے کہ آپ کی بات کاٹی۔ آپ غالباً آگے بھی بہت کچھ کہنے‌والے تھے۔ ''

''اچھا، اگر یوں ہے تو...'' گانیا تھرتھرانے لگا۔

''اگر یوں ہے تو مجھے بیٹھ جانے کی اجازت دیجئے'' ایپولیت نے لقمہ دیا اور بڑے اطمینان کے ساتھ اس کرسی پر بیٹھ گیا جس پر ابھی جنرل براجمان تھے۔ ''میں بہرحال بیمار آدمی ہوں؛ لیکن اب آپ کی پوری بات سن سکوں‌گا، ایک وجہ یہ بھی کہ یہ ہماری آخری گفتگو ہے، بلکہ عین ممکن ہے، آخری ملاقات بھی ہو۔ ''

گانیا سنتے ہی کھسیانا ہونے لگا۔

''اطمینان رکھئے کہ آپ سے حساب کرنے کی سطح پر نہیں اترنے‌والا'' وہ بولا ''لیکن اگر آپ...''

''آپ خواہ مخواہ اتنا اونچا مت اڑئیے'' ایپولیت نے بات کاٹی ''میں تو جس دن یہاں رہنے آیا اسی روز اپنے آپ سے عہد کر چکا تھا کہ آپ کے منہ پر صاف صاف رائے جتانے کی لذت سے خود کو محروم نہیں کروں‌گا، جو کہنا ہے، جدا ہوتے وقت دوٹوک کہہ ڈالوں‌گا۔ اب جبکہ موقع آ گیا ہے، اس عہد کی تعمیل پر آمادہ ہوں۔ لیکن ظاہر ہے کہ آپ کے بعد ہے میری باری۔ ''

''مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ یہ کمرہ خالی کر دیجئے۔ ''

''بہتر ہو کہ آپ کہہ ڈالئے۔ کہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے کہ کچھ کہنے کو رہ گیا۔ ''

''بس کیجئے ایپولیت۔ یہ اس قدر شرمناک باتیں ہیں، اتنی مہربانی کیجئے کہ آگے کچھ مت کہئے!،، واریا بولی۔

''خیر، صرف خواتین کی خاطر سہی!،، یہ کہتے ہوئے ایپولیت اٹھنے لگا ''وارورا صاحبہ، صرف آپ کا دل رکھنے کو میں بات مختصر کئے دیتا ہوں، لیکن صرف مختصر، کیونکہ میرے اور آپ کے بھائی صاحب کے درمیان بعض باتیں صاف ہونی ضروری ہیں۔ میں ہرگز کسی قیمت پر اپنی پوزیشن نہیں چھوڑوں گا، غلط فہمیاں باقی نہیں رکھوں گا۔،،

''مختصر سے مختصر یہ کہ آپ اوروں پر کیچڑ اچھالنے کے عادی ہیں،، گانیا چیخ پڑا ''یہی وجہ ہے کہ کیچڑ اچھالے بغیر ٹلنے والے نہیں۔،،

''دیکھا نا۔ آخر آپ سے ضبط نہ ہو سکا،، ایپولیت نے ٹھنڈے ٹھنڈے جملہ کسا ''سچ کہتا ہوں، دل میں رکھا تو بعد میں پشیمان ہوں گے۔ پھر موقع دیتا ہوں، کہہ ڈالئے۔ میں ٹھیرا ہوا ہوں۔،،

گاوریلا اردالیونچ (گانیا) چپ رہا اور نفرت حقارت سے اسے دیکھے گیا۔

''نہیں کہنا چاہتے۔ ضبط و تحمل کی شان رکھنا چاہتے ہیں۔ چلئے، جیسی آپ کی مرضی۔ اپنی طرف سے انتہائی اختصار سے کام لوں گا۔ آج کے آج دو تین مرتبہ مہمان‌نوازی کا طعنہ مجھے دیا گیا۔ یہ زیادتی ہے۔ جب آپ نے یہاں رہنے کو بلایا تو خود مجھے جال میں پھانسا تھا؛ حساب یہ جمایا ہوگا کہ مجھے پرنس سے انتقام کی لگی ہے۔ اور آپ یہ بھی سن چکے تھے کہ اگلایا ایوانوونا مجھ پر مہربان ہیں اور میرا ''اعتراف‌نامہ،، بھی پڑھ چکی ہیں۔ نجانے کیوں آپ نے قیاس کیا کہ اس صورت‌حال کے ہوتے آپ کے ہاتھوں میں کھیل جاؤں گا اور امید باندھ لی کہ ممکن ہے، میں آپ کے کام کی چیز نکلوں، فی‌الحال اس کی تفصیل چھوڑتا ہوں۔ آپ سے بھی کسی تائید یا تصدیق کا امیدوار نہیں۔ بس اتنا ہی بہت ہے کہ آپ کو آپ ہی کے ضمیر پر چھوڑوں اور جتا دوں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو خوب سمجھ چکے ہیں۔،،

''آپ تو، خدا جانے، کیوں بات کا بتنگڑ بنائے دے رہے ہیں!،، واریا نے پکار کر کہا۔

''میں نے خود کہا نا تم سے کہ اسے کیچڑ اچھالنے کی عادت ہے اور ہے چھوکرا،، گانیا آہستہ سے بولا۔

''اجازت دیجئے وارورا صاحبہ، میں اپنا بیان جاری رکھتا ہوں۔ پرنس جو ہیں تو ان سے پیار نہ ہو، ان کی عزت نہ کروں، یہ میرے بس کی بات نہیں۔ وہ آدمی، بہرحال نہایت نیک نفس... اگرچہ ذرا بھنگم ہیں۔ مگر یہ کہ ان سے نفرت کی جائے، اس کی دور دور گنجائش نہیں۔ آپ کے بھائی نے جب مجھے ان کے خلاف تاننا چاہا تو میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ نیت یہ تھی کہ ابھی ٹال جاؤں، انجام کار ہنسی کا موقع مجھی کو ملے گا۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ کے یہ بھائی صاحب، دل کی بات زبان پر لے آئیں گے اور ان کا نشانہ دور تک خطا کرے گا۔ بالکل یہی ہوا... میں اب ان سے درگزر کرنے کو تیار ہوں، لیکن صرف آپ کے احترام میں واریا صاحبہ۔ مگر ہاں، آپ سے صاف کہتا چلوں کہ مجھ جیسے آدمی کو کانٹے میں پھنسانا اتنا آسان نہیں۔ یہ بھی جتاتا چلوں کہ آپ کے بھائی کو اپنے سامنے بدھو بنانے کی اتنی آرزو کیوں تھی مجھے۔ برملا اقرار کرتا ہوں کہ نفرت کے جذبے نے مجھے اس پر آمادہ کیا تھا۔ مرتے مرتے بھی (کیونکہ بہرحال میرا وقت آخر قریب ہے، چاہے آپ لوگ کتنا کہیں کہ بدن پر گوشت چڑھ گیا) تو مرتے مرتے مجھے محسوس ہوا کہ سیدھا، دلی اطمینان کے ساتھ جنت میں جاؤں گا اگر یہ نیک کام کرجاؤں کہ اس بےشمار قسم کی مخلوق میں سے صرف ایک نمائندے کو حماقت کی پوٹ ثابت کر دکھاؤں جس نے زندگی بھر میرا پیچھا کیا، مجھے تنگ کئے رکھا، جس سے مجھے جیتے جی نفرت رہی، اور جس کی ایک بھرپور تصویر یا نمونہ ہیں یہ حضرت آپ کے بھائی صاحب۔ جناب گاوریلا صاحب، مجھے آپ سے گھن آتی ہے، آپ کی صرف اس خصوصیت پر، شاید آپ اسے تعجب کی بات شمار کریں — مگر صرف اس خصوصیت پر

کہ آپ انتہا درجے کے بےشرم، انتہائی خود فریب، انتہائی گھٹیا اور نیچے سے نیچے درجے کے ادناپن کا ایک جیتا جاگتا، بھرپور اور مکمل نمونہ واقع ہوئے ہیں! آپ کا ادنا یا معمولی پن، آن بان کے ساتھ ادناپن، خود سے نہایت مطمئن، سفلہ پن کو وہ صفت اٹل قسم کا۔ آپ معمول سے بڑھ کر روش عام والے آدمی ہیں! ذرہ

برابر بھی ذاتی اپچ یا نادر خیال نہ آپ کی عقل شریف میں راہ پا سکتا ہے، نہ کبھی آپ کے دل میں جگہ بنا سکتا ہے۔ مگر آپ کے حسد کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ آپ کو پختہ یقین ہے کہ زبردست جی‌نی‌یس ہیں۔ البتہ کبھی کبھار، کسی تاریک لمحے، دل میں شبہ سر اٹھاتا ہے اور آپ جھنجھلاتے ہیں، حسد کی آگ میں جلنے لگتے ہیں۔ ابھی (ذہنی) افق پر کچھ سیاہ نقطے باقی رہ گئے ہیں، لیکن وہ رہیں‌گے نہیں، جب قطعی طور پر آپ کی مت ماری جائے‌گی اور وہ وقت دور نہیں ہے۔ تاہم اتنا ہے کہ آپ کے سامنے ایک طول طویل اور رنگارنگ راستہ پھیلا پڑا ہے؛ میں نہیں کہتا کہ وہ راستہ پرلطف بھی ہوگا، اسی کی خوشی ہے مجھے۔ اول تو آپ کو باخبر کردوں کہ کبھی آپ حاصل نہ کرسکیں‌گے اس خاص ہستی کو...،،

''اب ناقابل برداشت!،، واریا کا صبر جواب دے‌گیا ''ختم بھی کریں‌گے آپ، گھناؤنے، کٹھور آدمی؟،،

گانیا کا رنگ فق تھا، وہ کانپ رہا تھا اور خاموش تھا۔ اپپولیت چپ ہوگیا اور ٹکٹکی باندھے، مزا لیتے ہوئے اسے تکتا رہا، پھر واریا کی طرف نظر پھیری، مسکرایا، سر جھکاکر آداب کیا اور کمرے سے نکل گیا۔ نکلتے وقت ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

گانیا حق بجانب تھا اگر اسے اپنی قسمت اور ناکامی کا شکوہ ہوتا۔ تھوڑی دیر تو واریا اپنے بھائی سے کچھ کہنے سننے میں ہچکچائی، بلکہ اسے ایک نظر دیکھا تک نہیں، اور وہ بڑے بڑے قدم رکھتا اس کے برابر سے گزرتا رہا، آخر بہن کی طرف پیٹھ کرکے کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ واریا کو اس وقت وہ روسی مثل یاد آرہی تھی ''لاٹھی کے ہیں دو سرے، کیا پتہ کونسا پھرے،،۔ اوپر سے پھر شور بلند ہوا۔

''تم چل دیں؟،، گانیا ایک دم بہن کے اٹھنے کی آہٹ سن کر اس کی طرف مڑا ''ٹھیرو، یہ دیکھتی جاؤ۔،،

وہ قریب آیا اور اس کے سامنے میز پر چھوٹا سا کاغذ کا پرزہ ڈال دیا جو رقعہ کی طرح لپٹا ہوا تھا۔

''افوہ، خدایا!،، واریا پکاری اور ہاتھ جھٹک دئے۔

رقعے میں صرف سات سطریں لکھی تھیں:

''گوریلا اردالیونچ صاحب، میرے حال پر جو آپ کی خاص توجہ رہی ہے، اس کے بھروسے میں نے اپنے تعلق سے ایک اہم معاملے میں آپ سے مشورہ طلب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں کل صبح ٹھیک سات بجے سبز بنچ پر۔ یہ جگہ ہمارے بنگلے سے نزدیک ہے۔ وارورا، آپ کی بہن، جنھیں لازمی طور پر آپ کے ساتھ آنا چاہئے، یہ جگہ اچھی طرح پہچانتی ہیں۔ فقط۔ اگلایا۔''

''یہ لو، اب اس کے بعد ان صاحبزادی کا کیا کیا جائے؟'' وارورا نے دونوں ھاتھ بےبسی میں پھیلا دئے۔

گانیا نے اس لمحے چاہے شادیانہ بجانے کی تمنا کو کتنا ھی دبایا ھو، تاھم اپنی فتحمندی کے اظہار پر مجبور ھوکر رہ گیا، خصوصاً ایسے وقت جب اپپولیت کے طنزوتحقیر کا زخم ھرا تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان قلب کی مسکراھٹ پھیلی اور خوشی کے مارے واریا کی بھی باچھیں کھل گئیں۔

''یہ بھی ایسے دن، جب ان کے ھاں منگنی کرنے کی تیاری ھو چکی ھے! اب اس کے بعد بتاؤ، کیا کر لوگے ان صاحبزادی کا!''

''کیا خیال ھے تمھارا، کل وہ کاھے پر گفتگو کرنےوالی ھے؟'' گانیا نے پوچھا۔

''کچھ بھی سہی، بڑی بات یہ کہ چھ مہینے بعد پہلی بار ملاقات کی خواھش کی ھے اس نے۔ سنو، گانیا، وھاں جو بھی ھو، بات جو رخ بھی اختیار کرے، اتنا سمجھ لو کہ کوئی اھم بات ھے۔ بہت ھی اھم! نہ پھر سے بغلیں بجانا، نہ چوک جانا، مگر بزدلی بھی مت کرنا! کیا اسے نہ چبھا ھوگا کہ میں چھ مہینے کیوں ان کے گھر کے پھیرے لگاتی رھی؟ اور ذرا سوچو تو آج اس نے مجھ سے ایک لفظ تک نہیں کہا، چہرے سے بھی کچھ ظاھر نہ کیا۔ میں ان کے ھاں دبے پاؤں، چوری چھپے گئی تھی۔ بڑی بی کو خبر تک نہ تھی کہ میں وھاں بیٹھی ھوں، ورنہ، وہ تو کھڑے کھڑے نکال باھر کرتیں۔ تمھاری خاطر یہ خطرہ مول لیا تھا کہ بہرحال کچھ سن گن تو ملے...''

مکان کے بالائی حصے سے پھر چیخ پکار سنائی دی۔ زینے پر سے کئی آدمیوں کے اترنے کی آواز آئی۔

''اب اسے یوں ہونے سے روکو، ہرگز مت ہونے دو!،، واریا منہ پھلا کر اور سہم کر بولی ''دیکھنا، فتنہ نہ پھیلنے پائے! جاؤ اور جاکر ان سے معافی مانگ لو!،،

مگر خاندان کے بزرگوار تب تک مکان سے باہر نکل گئے تھے۔ کولیا ان کے پیچھے پیچھے سامان کا تھیلا لادے ہوئے تھا۔ ماں زینے پر کھڑی آنسو بہا رہی تھیں۔ وہ بھی بڑے میاں کے ساتھ گھر چھوڑنے پر آمادہ تھیں لیکن پتیتسن نے انہیں تھام رکھا تھا۔

''آپ انھی باتوں سے انہیں اور بھڑکائے دے رہی ہیں،، پتیتسن انہیں تسلی دے رہا تھا ''جائیں‌گے کہاں۔ آدھ گھنٹے بعد یہیں پہنچا دئے جائیں‌گے۔ میں نے کولیا سے بات کرلی ہے؛ جتنی حماقت کرنی ہے، کرلینے دیجئے انہیں۔،،

''یہ کیا ہنگامہ مچا رکھا ہے، بھلا جائیں‌گے کہاں؟،، گانیا کھڑکی میں سے پکارا ''جانے کےلئے کہیں ٹھکانا بھی تو ہو!،،

''ابا، آپ واپس آجائیے! پڑوسی تک سن لیں‌گے،، واریا نے باپ کو آواز دی۔

جنرل جاتے جاتے رکے، مڑے، ایک ہاتھ اٹھایا اور جھٹکے سے کہا:

''میری بد دعا لگے اس پورے گھر کو!،،

''کہا بھی تو بالکل تھیٹری لہجے میں!،، گانیا زور سے کھڑکی بھیڑتے ہوئے بڑبڑایا۔

پڑوسیوں نے واقعی سب کچھ سن‌لیا۔ واریا کمرے سے بھاگی ہوئی گئی۔

واریا ہٹ‌گئی تو گانیا نے میز سے وہ رقعہ اٹھایا، اسے پیار کیا، ٹٹکاری بھری اور ڈانس کے انداز میں ایڑی سے ایڑی بجائی۔

۳

جنرل‌والی افراتفری، کوئی اور وقت ہوتا تو یوں ہی نمٹ جاتی۔ کچھ اسی قسم کے ناگہانی دورے ان پر پہلے بھی پڑتے رہے، اگرچہ ان کی نوبت کبھی اتفاق سے ہی آتی تھی، کیونکہ عام طور

سے دیکھئے تو وہ مرنجاں مرنج آدمی اور طبیعت سے بھلا مانس تھے۔ کوئی سو بار انھوں نے کوشش کی ہوگی کہ جو بےقاعدگی حاوی ہوگئی ہے اس سے کشتم کشتا ہوجائیں۔ اچانک انھیں یاد آجاتا تھا کہ ''خاندان کا بزرگ،، ہوں، تو بیوی سے صلح صفائی کرلیتے، سچے دل سے آنسو ٹپکا لیتے۔ بیوی کی اس صفت پر وہ پرستش کی حد تک قدر کرتے تھے کہ وہ اتنا کچھ چپ‌چاپ سہہ گئی اور انھیں معاف کرتی رہی، اور تو اور مضحکہ‌خیز اور گری ہوئی حالت میں بھی انھیں چاہتی رہی۔ مگر بڑے میاں جو عالی‌ظرفی سے اپنی بےقاعدگی کے خلاف آستین چڑھاتے، وہ معمولاً تھوڑے وقت کےلئے۔ کیونکہ جنرل کی فطرت میں ''وقتی جوش،، بھرا تھا، اگرچہ یہ بھڑک اٹھنا خاص اپنی قسم کا تھا۔ اپنے کئے پر پشیمان ہونے اور خاندان میں سکھ چین سے رہنے کا طور طریق ان کےلئے ناقابل برداشت تھا، اس کا انت شورش پر ہوا کرتا تھا۔ ان کے سر میں کوئی بھی سودا سما جاتا اور پھر کیا مجال جو اسے ضبط کرجائیں، حالانکہ عین ممکن ہے کہ اسی وقت وہ خود کو ملامت بھی کرتے جاتے ہوں: آفت برپا کرتے، بلند بانگ اور دلفریب دعوے کرتے، اپنے لئے حد سے گزری ہوئی اور ناممکن سی عزت و حرمت کا تقاضا کرتے اور پھر آخر میں گھر سے غائب ہوجایا کرتے، کبھی کبھی یہ غیرحاضری لمبے عرصے تک چلتی۔ ادھر کے دو برس میں اپنے کنبے کے معاملات کی خیر خبر انھیں یوں ہی سی یا سنی سنائی رہتی تھی۔ تفصیلات میں پڑنا انھوں نے خود ہی چھوڑ دیا تھا، نہ اس طرف سے کوئی ہلکی سی خلش ہوتی تھی۔

مگر اس بار ''جنرل سے ہڑبونگ،، میں کوئی غیرمعمولی سی بات آگئی تھی۔ گویا ہر ایک کو کسی بات کی خبر تھی، گویا ہر ایک کسی بات کو زبان پر لاتے ڈرتا تھا۔ جنرل اپنے گھروالوں کے، یعنی بیگم نینا الیکساندرو‌ونا کے سامنے ''باقاعدہ،، ابھی صرف تین دن پہلے نمودار ہوئے تھے، مگر اب کے انھیں قرار نہیں تھا، کسی قسم کی پشیمانی نہیں تھی جیسا کہ پہلے کی ''نمود‌اریوں،، میں ہوا کرتی تھی، بلکہ اس کے برخلاف اس دفعہ بات بات پر چڑ جانے کی کیفیت بڑھی ہوئی تھی۔ ان کی زبان تالو کو نہ لگتی تھی، نچلا نہ بیٹھتے تھے، ہر کس و ناکس سے بات کرتے میں گرما گرمی

پر آجاتے، جیسے بات کرتے ھاتھ چھوڑ بیٹھیں گے۔ لیکن ھر بار ادھر ادھر کی بےربط اور بےجوڑ چیزوں پر زبان کھولتے کہ سننےوالے کو ھرگز آخر تک پتہ نہ چلنے پائے کہ دراصل کس بات نے انھیں اتنا چراغ پا کر رکھا ھے۔ کئی کئی منٹ خوب مزے میں ھیں، لیکن اکثر خیالوں میں محو، اگرچہ خود کو بھی خبر نہ ھوگی کہ کاھے کی سوچ لگی ھے، اتنے میں ایکاایکی کچھ بیان کرنا شروع کرتے، یپانچین والوں کے، پرنس کے اور لیبیدیف کے بارے میں بات کر رھے ھیں کہ ایک دم تار توڑ دیتے اور زبان کو تالا لگاکر رہ جاتے، اب اگر آگے پوچھ گچھ کی جاتی تو مبہم سی مسکراھٹ کے ساتھ جواب ٹال جاتے، اور تو اور یہ بھی نظر میں نہ لاتے کہ لوگ ان سے پوچھے جا رھے ھیں اور وہ جواباً مسکرائے جا رھے ھیں۔ پچھلی رات انھیں آھیں بھرتے، کراھتے گزری تھی، بیوی کو عاجز کر ڈالا تھا جو رات بھر نجانے کس‌لئے لیپ گرم کرکے لگاتی رھی۔ صبح ھوتے ان کی آنکھ لگ گئی۔ چار گھنٹے سولئے اور آنکھ کھولی تو جھنجھلاھٹ اور الجھ پڑنے کا بہت سخت اور بےتکا دورہ پڑا تھا جو ایپولیت سے توتکار پر اور اس کے بعد ''پورے گھر پر لعنت،، بھیجنے پر ختم ھوا۔ دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ ان تین دن کے دوران لگاتار ان پر اپنی عزت آبرو جتانے کا سرض سوار رھا، جس کے نتیجے میں بات بن بات روٹھ جانے کی بھی خلاف معمول شدت تھی۔ کولیا کو برابر اصرار تھا اور وہ ماں کو یقین دلائے جا رھا تھا کہ شراب کی لت ستا رھی ھے، اور ممکن ھے لیبیدیف کی جدائی میں یہ حال ھو، جس سے جنرل کی ان دنوں بہت ھی گاڑھی چھنتی رھی تھی۔ لیکن تین دن ھوئے لیبیدیف سے ایک دم بگڑ گئی اور غضب کی تلخی کے ساتھ قطع تعلق کر بیٹھے، یہاں تک کہ پرنس کے ساتھ بھی کوئی ناگوار واقعہ ھوگیا۔ کولیا نے پرنس سے وجہ معلوم کرنی چاھی، مگر پھر آخرکار کھٹک گیا کہ وہ بھی کسی بات کا پردہ رکھنا چاھتے ھیں۔ جیسا کہ گانیا کے لئے قرین قیاس تھا اگر ایپولیت اور بیگم نینا کے درمیان کوئی خاص قابل ذکر بات ھوئی ھوتی تو یہ عجیب ھے کہ وہ کینہ پرور صاحبزادہ، جسے گانیا نے صاف منہ پر ھی کیچڑ اچھالنے والا کہہ دیا تھا، وہ کولیا تک کو اسی طرح کہہ سنانے

کی لذت سے محروم رہ جاتا۔ عین ممکن ہے کہ وہ اس قسم کا کینہ‌پرور ''چھوکرا،، نہ ہو جیسا گانیا نے بہن سے کہتے وقت تصور کیا تھا، بلکہ کسی اور قسم کی بدطینتی رکھتا ہو۔ اور ہاں، نینا الیکساندرووناکو بھی اس نے شاید ہی اپنے مشاہدے کا کوئی ایسا ٹکڑا بتا دیا ہو، صرف اس نیت سے کہ ''ان کا دل پھٹ جائے،،۔ یہاں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ انسانی اعمال کی تہ میں جو وجہیں ہوتی ہیں وہ انتہائی ان‌گنت پیچیدگی اور رنگارنگی رکھتی ہیں بہ نسبت ان وجہوں کے جو ہم لوگ ہمیشہ بعد میں نکال لیتے ہیں۔ اصل وجوہ کی خانہ‌بندی شاید ہی کبھی صحیح بیٹھتی ہو۔ بعض اوقات افسانہ‌نگار کی عافیت اسی میں ہے کہ واقعات کو جوں کا توں چن‌دینے تک خود کو محدود رکھے۔ چنانچہ ہم جنرل کے ساتھ فی‌الحال جو آفت برپا ہے، اس کی مزید وضاحت کرنے میں بھی راہ اختیار کریں‌گے۔ کیونکہ چاہے ہم اپنی سی کچھ بھی کرلیں لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ زیرنظر کہانی کے ایک ثانوی کردار کو اس سے ذرا زیادہ ہی توجہ اور جگہ دے دی جائے جتنی اب تک اس کے حصے میں آنےوالی تھی۔

یہ واقعات یکے بعد دیگرے اس ترتیب سے پیش آئے:

جب لیبیدیف پیترسبورگ میں فردی‌شینکو کا اتہ پتہ نکالنے کی خاطر گھوم پھر کر جنرل سمیت اسی روز واپس اپنے مکان پر آیا تو اس نے پرنس کو خاص کوئی اطلاع نہیں دی۔ اگر پرنس خود ہی ان دنوں ادھر سے بےتوجہ اور دوسرے اہم تاثرات میں الجھا ہوا نہ ہوتا تو فوراً بھانپ جاتا کہ واپسی کے دو دن بعد تک لیبیدیف نے نہ صرف اس کو تفصیلات سے آگاہ نہیں کیا بلکہ خدا جانے کیوں اس سے کتراتا بھی رہا۔ آخر جب ادھر توجہ گئی تو پرنس کو بڑا تعجب ہوا کہ ان دو دنوں کے دوران جب بھی اتفاقی آمنا سامنا ہوا ہے تو صرف یہی نقش چھوڑ گیا کہ لیبیدیف کی صورت پر بہت شاندار موڈ کی چاندنی کھلی ہوئی اور جنرل اس کے دم کے ساتھ لگے ہوئے۔ دونوں دوست دم بھر کو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ کبھی کبھی اوپر کے مکان سے پرنس کے کان تک اونچے سروں میں اور تیز تیز گفتگو کی گونج آتی رہی تھی، ہنسی دل لگی، مزے کی بحثابحثی۔ ایک بار تو رات

گئے فوجی رنگ رلیوں کے گانے بھی سنائی دئے جو اچانک اور بےمحل گونجنے لگے تھے اور انھی میں جنرل کی پھٹی آواز بھی دھواں دھار پہچانی جا رہی تھی۔ مگر جو گیت بلند ہوا تھا، دیر تک چلا نہیں۔ ایک دم ٹھنڈا پڑگیا۔ اس کے کوئی گھنٹہ بھر بعد پھر بڑے زوروں کی ترنگ میں گیت گان شروع ہوا اور آثار ایسے تھے جیسے شرابی نشے کی جھونجھ میں باتیں کرتے ھیں۔ قیاس کیا جا سکتا تھا کہ اوپر جو دوست ھنسی دل لگی کر رہے تھے، انھوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور ان میں سے کوئی آخر میں رو پڑا۔ اس کے بعد اچانک زور کی توتو، میں میں چلتی رہی، وہ بھی تیز رفتار تھی، چلی اور فوراً ھی سناٹا ھوگیا۔ اس تمام وقت کولیا کسی خاص فکر میں مبتلا رھا۔ پرنس اس اثنا میں زیادہ تر گھر پر نہیں رھا، واپسی ھوتی تو بعض اوقات رات گئے ھوتی۔ گھر پہنچ کر ھمیشہ اسے اطلاع ملتی کہ کولیا سارے دن اس کی تلاش میں تھا اور باربار پوچھتا رھتا تھا۔ مگر جب وہ ملا تو کوئی خاص بات زبان پر نہ لایا سوائے اس کے کہ جنرل کی طرف سے، ان کے آجکل کے طور طریق سے بالکل ''دل کھٹا،، ھو گیا ھے۔ دیکھئے ''ایک دوسرے سے چمٹے رھتے ھیں، پاس کے شراب خانے میں پیتے پلاتے رھتے ھیں، گلے لگتے ھیں، سڑک پر گالم‌گلوچ کرتے ھیں، ایک دوسرے کو کچوکے دیتے ھیں مگر جدا نہیں ھو سکتے،،۔ جب پرنس نے اسے یاد دلایا کہ پہلے کیا تھا، قریب قریب روز یہی سلسلہ رھا کرتا تھا تو کولیا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دے اور کس طرح کھول کر سمجھائے کہ فی‌الوقت اس کی پریشانی کا خاص سبب کیا ھے۔

صبح کو، دن چڑھے، شرابیوں کی سی رنگ رلیوں اور توتکار والی رات کے بعد گیارہ بجے کے قریب پرنس گھر سے نکلا تو جنرل اچانک سامنے نمودار ھوئے۔ نجانے کس وجہ سے وہ نہایت اضطراب کے عالم میں، بلکہ حواس باختہ نظر آ رھے تھے۔

''بہت زمانے سے آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کا امیدوار تھا، محترم لیو نکولائی‌وچ صاحب! بہت دنوں سے،، انھوں نے بےساختہ کہا اور مصافحے میں اس زور سے ھاتھ دبایا کہ دکھنے لگا ''جناب، بہت زمانے سے، کافی عرصے سے۔ ،،

پرنس نے جنرل سے بیٹھ جانے کی درخواست کی۔
''نہیں، بیٹھوں گا نہیں، اور پھر آپ کو روک لوں، مناسب نہیں، آئندہ پھر کبھی... شاید وقت آگیا ہے کہ آپ کو مبارکباد دیتا چلوں کہ — آپ کے دل کی مراد بر آئی۔ ،،
''کیسی دلی مراد؟،،
پرنس گھبرا گیا۔ جو کوئی بھی اس کی سی حالت میں ہوتا اسے پرنس کی طرح یہی لگتا کہ کسی شخص نے بھی قطعی طور پر نہ کچھ دیکھا ہے، نہ صحیح قیاس کیا، نہ سمجھا۔
''خیر، آپ گھبرائیں نہیں۔ اطمینان رکھئے۔ نازک جذبات کو ٹھیس نہیں لگاؤں گا۔ خود کا تجربہ ہے، جانتا ہوں کہ جب کوئی غیر آدمی... وہ کیا مثل ہے کہ... غیر آدمی خواہ مخواہ... دوسرے کے معاملات میں ناک ٹھونسنے لگے... مجھے تو ہر صبح اس مصیبت کا سامنا ہے۔ میں فی‌الحال دوسرے کام سے آیا تھا، ایک اہم کام تھا۔ آپ سے ضروری کام تھا پرنس۔ ،،
پرنس نے پھر ان سے بیٹھنے کو کہا اور خود بیٹھ گیا۔
''چلئے، دم بھر کو سہی... ایک مشورہ طلب کرنا تھا۔ ویسے تو میرے کوئی عملی مقاصد ہیں نہیں۔ لیکن اپنی عزت آبرو کا خیال رکھتے ہوئے اور کام سے کام رکھتے ہوئے، جس کی روسی آدمی میں بڑی کمی ہوتی ہے، ذرا گول مول بات میں... خود کو، اپنی بیوی کو، بچوں کو اس حال میں پیش کرتا ہوں کہ... مختصر یہ پرنس صاحب کہ مجھے آپ سے مشورہ چاہئے۔ ،،
پرنس نے ان کی نیت پر حوصلہ‌افزائی کی۔
''نہیں، یہ سب فضول بات ہے،، جلدی سے جنرل نے بات کاٹی ''وہ نہیں جو آپ سمجھے، دوسری بات کے متعلق، اہم مسئلے پر۔ پرنس لیو نکولائی‌وچ، میں نے خاص آپ کے سامنے کیوں خلاصہ کرنے کا فیصلہ کیا، کیونکہ آپ وہ آدمی ہیں، جس کے مخلصانہ برتاؤ پر، شریفانہ جذبات پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں، جیسے کہ... اچھا، آپ کو میرے الفاظ پر تعجب تو نہیں ہوتا؟،،
پرنس اگر کسی خاص تعجب سے نہیں تو غیرمعمولی توجہ اور اشتیاق سے ضرور اپنے مہمان کا ارشاد سن رہا تھا۔ بڑے میاں کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، ہونٹ لرز اٹھتے تھے، ہاتھوں

کو ایک جگہ قرار نہ تھا۔ وہ صرف چند سیکنڈ ہی کرسی پر بیٹھے تھے کہ اتنے میں دو بار کسی وجہ سے اٹھتے اٹھتے رہ گئے، اپنی ان حرکات پر، ظاہر تھا کہ انھوں نے ذرا بھی دھیان نہیں دیا۔ میز پر کتابیں رکھی تھیں، انھوں نے ایک کتاب اٹھالی، بات کرتے کرتے اتفاق سے کھلے ہوئے صفحے پر نظر ڈالی، فوراً بند کرکے کتاب میز پر رکھ دی، پھر دوسری اٹھائی، اس کے ورق نہیں کھولے، جب تک بیٹھے رہے، کتاب اپنے داھنے ھاتھ میں تھامے لگاتار ھوا میں لہراتے رہے۔

''بہت ھوا! بس!،، وہ ایک دم پکارے ''مجھے نظر آرھا ھے کہ آپ کو کچھ زیادہ ھی پریشانی لگا دی۔،،

''جی بالکل نہیں۔ معاف کیجئے گا، آپ فرمائیے۔ میں تو، بلکہ، غور سے سن رھا ھوں اور سمجھنا چاھتا ھوں...،،

''پرنس صاحب، میں خود کو ایسی حالت میں رکھنا چاھتا ھوں کہ اس کی عزت ھو... میں خود قدرو منزلت کرنا چاھتا ھوں اپنی... اور اپنے حقوق کی۔،،

''جس آدمی میں یہ خواھش ھو، وہ محض اس خواھش کی بنا پر ھر قسم کی قدرو منزلت کا مستحق ھے۔،،

پرنس نے اپنا کتابی قول اس پختہ یقین کے ساتھ دھرا دیا کہ لاجواب اثر پڑے گا۔ بےساختہ اسے خیال گزرا کہ اس قسم کا خالی خولی مگر خوشنما فقرہ، برمحل زبان سے ادا ھوجائے تو جنرل کے قماش کا آدمی اس سے متاثر بھی ھوگا، ٹھنڈا بھی پڑ جائے گا، خصوصاً ایسی حالت میں جس میں جنرل مبتلا تھے۔ جو بھی ھو فی‌الحال تو ایسے مضطرب مہمان کو تھپکنا مقصود تھا، اس کی سبیل کرنی تھی۔

واقعی یہ جملہ رنگ لایا، جنرل کے دل کو چھوا، راحت دی۔ وہ اس سے فوراً متاثر ھوگئے اور لمحہ بھر میں اپنا لہجہ تبدیل کرکے، مزے مزے میں طول طویل تشریح پر اتر آئے۔ مگر پرنس نے کان لگا کر، چاھے کتنی ھی توجہ سے ان کی باتیں سنی ھوں، تاھم کچھ پلے نہیں پڑا۔ جنرل کوئی دس منٹ کچھ کا کچھ کہتے چلے گئے، جوش میں، جلدی جلدی، گویا خیالات کا ھجوم ھے، زبان تک پہنچنے میں وہ پھنسے اور اٹکے جا رھے ھیں؛ یہاں تک

کہ بیان کے آخر پر پہنچ کر آنکھوں میں آنسو بھی جھلملانے لگے، لیکن جو کچھ انھوں نے کہا وہ آغاز و انجام سے بے ربط محض جملوں کا انبار تھا، جھٹکے سے نکلے ہوئے لفظ، بے تکے خیالات۔ افراتفری میں ٹوٹے، بکھرے ہوئے، ایک دوسرے پر پھلانگتے پھاندتے ہوئے الفاظ و خیالات۔

''بس، کافی۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے۔ میرے دل کو قرار آگیا،، انھوں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے ایک دم کہا ''آپ کا جیسا دل ایک ستم‌زدہ کا دکھ نہ سمجھے، یہ ہو نہیں سکتا۔ پرنس صاحب، آپ آئڈیل کی طرح شریف النفس انسان ھیں! آپ کے سامنے اوروں کی کیا حقیقت؟ آپ مگر ابھی نوعمر ھیں، خدا آپ کو رحمت کے سائے میں رکھے۔ لے دے کے میری غرض صرف اتنی تھی کہ ایک اھم گفتگو کے لئے آپ سے گھنٹہ بھر مانگوں۔ اصل امید خاص اسی بات کی تھی۔ صرف دوستی کی اور ھمدرد دل کی تلاش ھے مجھے پرنس۔ کبھی اپنے دل کے تقاضے پورے کرنے کا موقع نہیں ملا ھے مجھے۔ ''

''مگر ابھی کیوں نہیں کہہ ڈالتے آپ؟ میں سننے کو تیار ھوں...،،

''نہیں پرنس، اب نہیں!،، جنرل نے گرم ھوکر بات کاٹی۔ ''ابھی اس وقت نہیں۔ ابھی صرف خواب ھے! وہ بات کہیں زیادہ اھم، بس بہت ھی اھم ھے! گھنٹہ بھر جو گفتگو کرنا چاھتا ھوں، وہ گھنٹہ تقدیر کے آخری فیصلے کا ھوگا۔ وہ صرف میرا وقت ھوگا۔ میں نہیں چاھتا کہ اس نیک لمحے کو، جو بھی اندر قدم رکھے، ملیامیٹ کردے، جو کوئی ناھنجار اندر گھس آئے، بگاڑ دے۔ ایسے ناھنجاروں کی کیا کمی ھے،، انھوں نے اچانک پرنس کو عجیب اور رازدارانہ نظر سے دیکھتے ہوئے تقریباً سہمی ہوئی سرگوشی میں کہا ''کوئی ایسا ناھنجار جو آپ کے پاؤں کی جوتی کی نوک کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا، میرے پیارے پرنس! دیکھا، میں نے اپنی جوتی نہیں کہا۔ غور کیا آپ نے؟ ذرا غور کیجئے کہ میں نے اپنے پاؤں کا لفظ نہیں کہا ھے؛ وجہ کیا کہ میری نظر میں اپنی وقعت اتنی زیادہ ھے کہ منہ پر صاف یہ بات نہیں لاسکتا۔ لیکن صرف آپ ایسے آدمی ھیں جو یہ سمجھنے کی اھلیت رکھتے ھیں کہ

اس قسم کے معاملے میں اپنی جوتی تک کو درمیان میں لانے سے جو احتراز کیا تو ممکن ہے اس طرح اپنی حیثیت اور مقام کا احترام ملحوظ رکھا۔ آپ کے سوا بھلا کون ہے جو یہ نکتہ سمجھ پائے۔ رہا وہ شخص تو وہ بالکل ہی کورا، وہ تو کچھ بھی نہیں سمجھتا پرنس؛ قطعی نہیں، ہرگز سمجھنے کے قابل نہیں! آدمی کے پاس دل ہونا چاہئے تاکہ سمجھ سکے!،،

ختم کے قریب پرنس کی حالت غیر ہوگئی اور اس نے جنرل سے دوسرے دن اسی وقت ملاقات ٹھیرا لی۔ وہ خوش و خرم، پوری طرح اپنی تسلی کئے ہوئے اور نہایت مطمئن یہاں سے رخصت ہوئے۔ شام کو چھ بجے کے بعد پرنس نے لیبیدیف کو منٹ بھر کےلئے اپنے پاس بلا بھیجا۔

لیبیدیف سنتے ہی دوڑا آیا۔ اندر قدم رکھتے ہی اس نے فوراً کہا ''اسے میں اپنی عزت سمجھتا ہوں،، اور دور دور کہیں سایہ تک نظر نہ آیا اس بات کا کہ تین دن سے روپوش تھا اور پرنس سے کنی کاٹ رہا تھا۔ آتے ہی کرسی کے کنارے بیٹھ گیا، منہ بناتا، مسکراتا، چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تبسم اور تجسس لئے، دونوں ہاتھ ملتا مروڑتا، معصومانہ اشتیاق چہرے پر لاکر دیکھتا رہا گویا اس قسم کی کوئی بڑی وزنی بات کان میں پڑنے والی ہے جس کا دیر سے انتظار تھا اور جو پہلے سے سب کے علم میں آچکی ہے۔ پرنس کو بہت کوفت ہوئی۔ اب یہ صاف ہو گیا جسے دیکھو وہی اس کی طرف سے کسی نہ کسی بات کے انتظار میں ہے، سب کی نظریں ایسے پڑتی ہیں گویا کسی بات پر مبارکباد دینےوالے ہیں، اشارے، کنایے، مسکراہٹیں، اور آنکھ مارنے کی کوششیں۔ کیلر اب تک کوئی تین بار دم بھر کو ادھر جھانک گیا، اس کی صورت پر بھی مبارک سلامت کے آثار تھے، ہر بار لطف لینے اور کچھ گول مول کہنے کی شروعات کی مگر جملہ پورا نہ کرپایا اور جلدی سے سرک گیا۔ (ادھر چند روز سے وہ یہیں کہیں پینے پلانے میں غرق تھا اور بلیرڈ کی دھن سوار تھی۔) کولیا تک، رنجیدہ رہنے کے باوجود، کوئی دو دفعہ پرنس سے گھما پھرا کر کچھ کہنے چلا تھا — مگر کہہ نہ پایا۔

پرنس نے صاف لفظوں میں، ذرا چڑکر لیبیدیف سے پوچھ لیا

کہ جنرل کی موجودہ حالت کے متعلق اس کا کیا خیال ہے اور وہ آجکل اتنا پریشان کیوں رہتے ہیں؟ لیبیدیف کو مختصر لفظوں میں اس روز کی جنرل والی روداد سنا بھی دی۔

''اجی، پرنس، ہر ایک کو اپنی پریشانی لگی رہتی ہے... اور خاص کر آجکل کے ہمارے اوٹ پٹانگ اور بےقرار زمانے میں۔ تو، یہ کہ بس...،، لیبیدیف نے ذرا روکھےپن سے جواب دیا اور شکایت‌آمیز خاموشی اختیار کرلی، صورت ایسی بنالی جیسے کسی کے اعتبار کو سخت صدمہ پہنچا ہو۔

''واہ، کیا فلسفہ چھانٹا ہے!،، پرنس مسکرا دیا۔

''جی‌ہاں، فلسفہ درکار ہے، بہت ضرورت ہے فلسفے کی، ہمارے دور میں۔ عملی صورت میں چاہئے فلسفہ۔ مگر اسی سے لوگ کتراتے ہیں۔ بس یہ ہے معاملہ۔ جہاں تک میرا تعلق ہے قابل صد احترام پرنس صاحب، اگرچہ مجھے شرف حاصل رہا کہ آپ نے ایک خاص نقطے پر مجھے اعتماد و اعتبار کے قابل گردانا، تاہم بس ایک حد تک اور وہ بھی جہاں تک حالات نے، جن کا واسطہ خاص اس نقطے سے تھا، وہیں تک محدود... میں اسے سمجھتا ہوں، کوئی شکوہ شکایت نہیں اس پر۔،،

''لیبیدیف، معلوم ہوتا ہے، آپ شاید کسی بات پر خفا ہیں — کیوں؟،،

''بالکل نہیں۔ قطعاً نہیں۔ قابل صد احترام، حضور پر نور پرنس، بالکل خفا نہیں!،، لیبیدیف بڑے تکلف سے پکارا اور دل پر ہاتھ رکھ لیا ''خفا ہونا تو درکنار جناب، وہ وقت آپہنچا ہے کہ دنیا کے سامنے میری جو بھی حیثیت ہو، دل و دماغ کی جو بھی قوت ہو، مال و دولت کتنا بھی ہو، پہلے جو کچھ بھی میری رفتار گفتار رہی ہو، علم و شعور کچھ بھی ہو، اس کے باوجود آپ کے اعتماد کے درجہٗ شرف اور جو بڑی بڑی امیدیں رکھی گئیں، ان کے منصب کے قابل خود کو شمار نہیں کرتا۔ پھر بھی اگر مجھے کسی خدمت کے قابل آپ شمار کریں تو غلام اور خدمتگار کی حیثیت میں حاضر ہوں، اس کے سوا اور کچھ نہیں... میں خفا نہیں ہوں، بس رنجیدہ ہوں صاحب۔،،

''مسٹر لوکیان لیبیدیف، کیا بات ہے، بتائیے!،،

''اس کے سوا اور کچھ نہیں! فی‌الحال بھی یہی صورت ہے، یہی ہے بحالت موجودہ! آپ سے سامنے ہوتا اور میرے دل‌ودماغ سائے کی طرح آپ کے ساتھ رہتے تو خود کو سمجھا لیا کرتا تھا کہ دوستانہ بات چیت کے قابل تو ہوں نہیں، تاہم صاحب خانہ کی حیثیت میں ممکن ہے، آئندہ کسی مناسب وقت پر، ایک مقررہ میعاد پر، یوں کہنا چاہئے کہ کچھ ہدایات مجھے موصول ہوں‌گی، یا تھوڑی بہت اطلاع سے نوازا جاؤں‌گا صورت حالات کی بعض پیش آیند اور قرین قیاس تبدیلیوں سے۔''

یہ سب کہتے وقت لیبیدیف اپنی بھنچی ہوئی آنکھوں سے پرنس کی صورت دیکھے جا رہا تھا، اور پرنس تعجب کے ساتھ اسے تک رہا تھا۔ لیبیدیف کو اب بھی توقع تھی کہ اسے جو کرید لگی ہوئی ہے وہ تسکین پائے‌گی۔

''قطعاً کچھ سمجھ نہیں پایا،'' پرنس قریب قریب غصے سے چیخ پڑا۔ ''آپ بڑے اینچ پینچ والے آدمی ہیں!'' ایک دم پرنس کو ہنسی چھوٹی۔ بے‌اختیار ہنسنے لگا۔

لمحہ بھر کو لیبیدیف بھی ہنس دیا۔ اس کی نظروں میں جو سوالیہ علامت تھی، اس سے ظاہر ہوا کہ امیدوں میں جان ہی نہیں پڑی بلکہ دوگنی ہوگئیں۔

''آپ کو معلوم ہے مسٹر لوکیان لیبیدیف، کیا کہنے‌والا ہوں؟ بس، ناراض نہ ہونا مجھ سے۔ آپ کی سادہ‌لوحی پر تعجب ہوتا ہے اور صرف آپ کی نہیں۔ آپ کو اس قدر سادہ لوحی کے ساتھ کسی بات کی مجھ سے توقع ہے فی‌الوقت، ٹھیک اسی لمحے کہ میں جھجک رہا ہوں، شرم آرہی ہے کہ میرے پاس ایسی کوئی بات ہئی نہیں جو آپ کی تسکین کر سکے۔ قسم کھاکے کہتا ہوں کہ قطعی طور پر کچھ ہئی نہیں۔ آپ میری بات مانئے!''

پرنس کو پھر ہنسی آگئی۔

لیبیدیف نے خود کو سنبھال لیا۔ سچ کہئے تو وہ بعض اوقات سادہ لوحی میں حد سے گزرا ہوا اور ٹوہ لینے میں سخت چمٹو واقع ہوا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ صفت بھی تھی کہ کافی چالاک اور چھل بل والا لچکیلا بھی، بلکہ بعض صورتوں میں نہایت ہوشیاری سے زبان بند رکھنا بھی جانتا تھا۔ بار بار کی دھتکار سے پرنس نے

اسے اپنا مخالف بنانے میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مگر دھتکارنے، دھکیانے کی وجہ یہ نہیں کہ پرنس اس کی تذلیل کرتا تھا، نہیں، وجہ صرف یہ کہ لیبیدیف کو جس معاملے کی کرید تھی وہ تھا ہی بڑا نازک۔ کئی دن ہو چکے تھے کہ پرنس اپنے بعض ارمانوں کو جرم شمار کر رہا تھا اور یہاں لیبیدیف اس کے انکار یا پہلوتہی کو اپنی طرف سے بددلی اور بےاعتباری سمجھے جا رہا تھا، دل میں تلخی لئے سامنے سے ہٹ جاتا تھا اور پرنس کے تعلق سے، کولیا اور کیلر تو کیا، خود اپنی بیٹی ویرا کو رشک کی نظر سے دیکھنے لگا تھا۔ شاید وہ خاص اس لمحے خلوص دل سے آرزومند ہوگا کہ پرنس کو ایسی اطلاع بہم پہنچائے جو موصوف کے لئے انتہائی دلچسپی کا سامان رکھتی ہو، لیکن منہ لٹکا کر چپ ہو رہا اور کچھ بتائے بغیر رہ گیا۔

''فرمائیے، قابل صد احترام پرنس صاحب، میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں، نظر براں کہ جناب نے مجھے طلب فرمایا ہے؟،، ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے بالآخر دریافت کیا۔

''جی ہاں — وہ، خاص، جنرل کے بارے میں بات کرنی تھی،، پرنس نے بھی منٹ بھر سوچ میں گم رہنے کے بعد چونک کر کہا۔ ''اور... وہ جو آپ نے بتایا تھا نا — چوری آپ کی رقم کی، تو...،،

''کس سلسلے میں جناب؟،،

''یہ لیجئے، اب آپ گویا میری بات ہی نہیں سمجھ رہے! توبہ ہے، بھئی آپ سے تو، جب دیکھو کوئی نہ کوئی رول کر رہے ہوں گے! میں روپیے کی بات پوچھ رہا ہوں، وہ روپیہ، چار سو روبل، جو بٹوے میں تھے، کھو گئے تھے، جن کا واقعہ سنانے آپ میرے پاس آئے تھے، صبح سویرے، پیترسبورگ روانہ ہوتے وقت۔ اب آپ سمجھے؟،،

''آہا — وہ چار سو روبل، ان کے بارے میں؟،، لیبیدیف نے کھینچ کر ایسے کہا جیسے اب جاکے بات سمجھا ہے۔ ''پرنس صاحب، میں آپ کی اس توجہ خاص کا شکرگزار ہوں۔ میرے لئے یہ فخر کی بات ہے۔ مگر... وہ مجھے بعد میں، کافی دن ہوئے، تبھی مل گئے تھے۔،،

''مل گئے؟ شکر ہے خدا کا!،،

''آپ کا اس طرح چونکنا، فکر کرنا انتہائی شرافت ہے آپ کی، کیونکہ چار سو روبل ایک خاصی رقم ہے ایسے غریب آدمی کےلئے جو بمشکل گزر بسر کرتا ہو اور بن ماں کے بچوں کا بڑا کنبہ پال رہا ہو...''

''میں اس کے بارے میں نہیں... خیر، سن کر خوشی ہوئی کہ گم‌شدہ رقم مل گئی'' پرنس نے جلدی سے اپنی بات سنبھالی۔ ''مگر یہ تو... بتائیے، کیسے ملی؟''

''انتہائی معمولی طریق سے۔ کرسی کے نیچے ملی جس کرسی پر فراک کوٹ ٹنگا ہوا تھا، یعنی ہوا یہ ہوگا کہ بٹوہ جیب سے پھسل کر فرش پر گر گیا۔''

''کرسی کے نیچے کیسے؟ ناممکن، آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ کونا کونا چھان مارا؛ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بالکل سامنے کی جگہ پر نظر نہ گئی ہو؟''

''جی ہاں، دیکھا تھا۔ خوب اچھی طرح، صاف یاد ہے کہ وہاں دیکھ لیا تھا۔ چاروں ہاتھ پاؤں پر رینگا، اس جگہ کو خوب ٹٹولا، کرسی ہٹائی، خود اپنی آنکھوں پر بھی اعتبار نہ کیا اور تلاش کرتا رہا، کچھ بھی نہ پایا، خالی، سپاٹ، صاف جگہ، ہتھیلیوں کی طرح صاف سپاٹ۔ پھر بھی ہتھیلیاں پھیرتا گیا۔ انسان جب کسی شے کی تلاش میں پڑجائے تو اس قسم کی کم‌ظرفی پر ہمیشہ آمادہ ہو جاتا ہے جناب... اگر کوئی قابل ذکر اور افسوس‌ناک گم شدگی واقع ہوجائے۔ سامنے دیکھ رہا ہے کہ کچھ بھی نہیں، جگہ بالکل خالی، پھر بھی ایک چھوڑ پندرہ مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔''

''ہاں، مان لیا۔ مگر آخر یہ ہوا کیسے، پھر بھی؟ میری عقل میں نہیں آتا'' پرنس نے بھٹکی ہوئی عقل کے ساتھ بےاختیار سوال کیا ''دیکھئے نا، پہلے آپ نے کہا کہ رقم وہاں نہیں تھی، آپ تلاش کرکرکے تھک گئے۔ اب یہ کیسے کہ وہیں اچانک پائی گئی؟''

''جی ہاں، بس، وہیں پائی گئی جناب۔''

پرنس نے لیبیدیف کو عجیب نظر سے دیکھا۔

''اور جنرل؟'' ایک دم وہ پوچھ بیٹھا۔

''یعنی، کیا مطلب آپ کا؟ جنرل سے کیا؟،، لیبیدیف پھر سمجھنے سے منکر ہوگیا۔

''افوہ، خدایا، آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ نے کرسی کے نیچے بٹوہ تلاش کیا تو جنرل نے کیا کہا؟ پہلے تو آپ دونوں مل کر ہی ڈھونڈھ رہے تھے نا!،،

''جی ہاں، پہلے تو ہم دونوں ہی۔ لیکن مجھے اقرار ہے کہ اس بار میں نے زبان بند رکھی اور یہی بہتر جانا کہ جنرل کو مطلع نہ کروں کہ بٹوہ مل گیا ہے، مجھ اکیلے کی تلاش سے ملا ہے۔،،

''کیوں، کیسے؟.. رقم سلامت تھی؟،،

''بٹوہ کھولا، رقم پوری — ایک ایک روبل موجود۔ ،،

''کم از کم مجھی کو بتا دیا ہوتا،، کچھ سوچتے ہوئے پرنس کی زبان سے نکلا۔

''اندیشہ تھا کہ آپ کی ذات خاص کو پریشان کروں پرنس صاحب، شاید، ممکن ہے آپ کی ذات خاص کو ، یوں کہنا چاہئے کہ انتہائی اہم مسائل درپیش ہوں اور میں خلل ڈالوں۔ اور پھر یہ بھی کہ خود ایسی صورت بنا رکھی ہے گویا کچھ ملا ولا نہیں۔ بٹوہ کھولا، اندر جھانکا، بند کیا اور پھر وہیں کرسی کے نیچے ڈال دیا۔ ،،

''مگر کیوں؟ کس لئے؟،،

''ایسے ہی، دیکھنے کو کہ آگے کیا ہوتا ہے،، لیبیدیف ایک دم دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کھی کھی کرنے لگا۔

''تو کیا اب تک وہیں پڑا ہے تین دن سے؟،،

''جی نہیں، صرف ایک دن رات پڑا رہا۔ دیکھئے نا، میں کسی قدر یہ بھی چاہتا تھا کہ جنرل کو تلاش میں ملے۔ کیونکہ اگر آخر مجھے مل گئی تو جنرل کی نظر کیسے چوک جائےگی اس چیز سے، جو یوں کہنا چاہئے کہ بالکل نظر کے سامنے ہے اور کرسی کے نیچے سے جھانک رہی ہے۔ میں نے وہ کرسی بار بار اٹھائی اور جگہ بدل بدل کے رکھی تاکہ بٹوہ بالکل ہی، پہلی نظر میں دکھائی دے جائے، مگر جنرل نے دیکھا تک نہیں اور وہ وہیں ایک دن رات پڑا رہا۔ اب وہ بالکل خود فراموش ہوگیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا اسے ہوا کیا؛ بات کرتا ہے، قصے سنانے بیٹھتا ہے، ہنستا

ہے، قہقہے مارتا ہے، مگر اچانک مجھ سے بگڑ بیٹھتا ہے، معلوم نہیں کیا وجہ۔ آخر میں ہم گھر سے نکلنے کو تیار ہوئے تو میں نے دروازہ عمداً کھلا چھوڑ دیا۔ وہ ذرا تذبذب میں پڑا، کچھ کہنے کا ارادہ کیا، غالباً یہ کہ بٹوہ اور خاصی معقول رقم کی بات، پھر جھجک گیا، مگر بری طرح بگڑ بیٹھا اور زبان کھولے بغیر رہ گیا۔ ابھی ہم دو قدم گئے ہوں گے کہ اس نے میرا ساتھ چھوڑا اور دوسری طرف مڑ گیا۔ شام کو صرف شراب خانے میں آمنا سامنا ہوا۔"

"تو، مطلب یہ کہ آپ نے کرسی کے نیچے سے وہ بٹوہ اٹھا لیا نا؟"

"جی نہیں، اسی رات وہ کرسی کے نیچے سے ندارد۔"

"تو اب کہاں ہے؟"

"اب یہاں ہے" لیبیدیف کو بےساختہ ہنسی آگئی۔ کرسی سے وہ قدآدم اٹھ کھڑا ہوا اور پرنس کو خوشی خوشی دیکھتا ہوا بولا "آپ سے آپ یہاں پایا گیا، خاص میرے فراک کوٹ کے دامن میں۔ ملاحظہ ہو، دیکھئے، ٹٹول کر دیکھئے۔"

واقعی فراک کوٹ کے دامن میں بائیں طرف آگے کو نکلی ہوئی، اچھی خاصی تھیلی نظر آرہی تھی۔ ہاتھ لگاتے ہی فوراً کھل جاتا کہ چمڑے کا بٹوہ ہے جو پھٹی ہوئی جیب سے کھسک کر یہاں آپہنچا۔

"میں نے نکالا اور دیکھا۔ سب سلامت۔ پھر وہیں ڈال دیا اور اسی طرح کل صبح سے گھوم رہا ہوں، دامن میں باندھے۔ ٹانگوں تک کو لگتا ہے۔"

"آپ کو محسوس نہیں ہوتا؟"

"جی بالکل نہیں، ہی ہی۔ ذرا آپ تصور فرمائیں قابل احترام حضرت پرنس، اگرچہ یہ رقم آپ کی کسی خاص توجہ کی مستحق نہیں، یوں تو میری جیبیں ہمیشہ پکی اور اندر سے سلامت رہتی ہیں، لیکن اچانک ایک رات میں اتنا بڑا سوراخ نمودار ہوگیا۔ میں نے خوب الٹ پلٹ کر دیکھا کہ پتہ چلے، جیسے کسی نے قلم بنانے کے چاقو سے جیب کاٹی ہو۔ یقین کرنا مشکل ہے نا؟"

"اور ... جنرل؟"

"سارے دن ناراض رہا، کل بھی، آج بھی۔ بہت ہی برہم؛

کسی وقت اتنا خوش کہ نشے کی ترنگ میں خوشامد کی حد تک، کبھی بات بات پر آزردہ کہ آنسو نکل پڑیں، اور دیکھتے دیکھتے ناراض، اس قدر ناراض کہ مجھے خوف آتا ہے — قسم خدا کی۔ آپ جانیں، پرنس صاحب، میں کوئی فوجی آدمی تو ہوں نہیں۔ ابھی کل کی بات ہے، شراب خانے میں ہم بیٹھے تھے، میرے کوٹ کے اندر کا دامن باہر نکل پڑا کہ سب کی نظر پڑے، اچھا خاصا پھاڑ۔ جنرل نے نظر بچا کے دیکھا اور بگڑ بیٹھا۔ کتنے دن ہوگئے کہ مجھ سے آنکھ چار نہیں کرتا۔ سوائے اس کے کہ بہت پیے ہوئے یا بہت پگھلا ہوا ہو۔ لیکن کل کوئی دو بار ایسی نظر ڈالی مجھ پر کہ جھرجھری آگئی۔ کل البتہ میرا ارادہ ہے کہ بٹوہ ملنا بتادوں گا اور کل تک اور ایک شام اس کے ساتھ تفریح کرلوں۔''

''انھیں اتنا کیوں ستا رہے ہیں آپ؟'' پرنس نے جھٹکے سے پوچھا۔

''ستا نہیں رہا ہوں، ہرگز نہیں'' لیبیدیف نے جوش میں پرنس کی بات پکڑلی ''مجھے تو اس سے دلی محبت ہے... دل میں اس کی عزت ہے جناب اور اب، آپ مانیں، نہ مانیں، پہلے سے بھی زیادہ قدر کھلی اس کی، اب وہ اور بیش‌بہا ہو گیا ہے جی۔''

لیبیدیف نے یہ الفاظ اس قدر سنجیدگی سے اور خلوص سے ادا کئے کہ پرنس کو ناگواری ہوئی۔

''محبت ہے؟ اور ستا بھی رہے ہیں آپ؟ اسی کو لیجئے، صرف اس بات کو کہ انھوں نے گم‌شدہ چیز یوں نظر کے سامنے ڈال دی، کرسی کے نیچے اور فراک کوٹ کے اندر، تو صرف اسی ایک حرکت سے انھوں نے آپ پر صاف ظاہر کردیا کہ آپ سے چال کرنا نہیں چاہتے بلکہ سیدھے سبھاؤ معافی کے طلب گار ہیں۔ سنا آپ نے، اب وہ معذرت طلب کر رہے ہیں! مطلب یہ کہ آپ کے جذبات کی نزاکت سے امید رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کی دوستی پر انھیں پورا اعتماد ہے۔ اور آپ ہیں کہ انھیں، ان جیسے... انتہائی ایماندار آدمی کو اتنا نیچا دکھانے پر تلے ہوئے ہیں!''

''جی ہاں، انتہائی ایماندار، انتہائی... پرنس صاحب!'' لیبیدیف نے بات پکڑلی، اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''بس آپ ہی ایک، انتہائی شریف‌النفس آدمی ایسے پائے جاتے ہیں جو اس

کےلئے یہ منصفانہ، یہ شایان شان لفظ کہہ سکیں۔ تبھی تو میں دل و جان سے آپ کا پرستار ہوں، مانا کہ مجھ میں طرح طرح کے داغ لگے ہوئے ہیں۔ طے پایا! ابھی جاتا ہوں، بٹوے کی تلاش کرتا ہوں، کل نہیں، ابھی۔ اسی وقت۔ یہ لیجئے، نکال لیا آپ کی نظروں کے سامنے۔ یہ لیجئے، پوری رقم موجود ہے، نظروں کے سامنے۔ یہ سنبھالئے، شرافت کے پیکر پرنس، اسے سنبھالئے بس، کل تک۔ کل ورنہ پرسوں آپ سے لےلوں‌گا جناب۔ یوں کرتا ہوں پرنس صاحب، کہ کہیں باغیچے میں پتھر تلے، اسی پہلی رات کو گم‌شدہ رقم والا بٹوہ پڑا مل گیا۔ کیا خیال ہے آپ کا؟،،

''دیکھنا، کہیں ان کے منہ پر مت کہہ بیٹھئےگا کہ بٹوہ مل گیا ہے۔ خود، آپ سے آپ دیکھ لیں کہ اب کوٹ کے دامن میں کچھ نہیں تو سمجھ ہی جائیں‌گے کہ مل گیا۔،،

''اچھا، یہ بات؟ کیا بہتر نہ ہوگا کہ صاف صاف بتا دوں کہ مل گیا اور ظاہر یہ کروں کہ اب تک سوجھی نہیں تھی کہ کہاں مل سکتا ہے؟،،

''نہیں، بالکل نہیں،، پرنس نے سوچ کر کہا ''اب وہ وقت نکل چکا۔ یہ زیادہ خطرناک ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں بلکہ ان کے ساتھ اور زیادہ نرمی سے پیش آئیں۔ مگر بہت دکھاوا بھی نہ کیجئے اور... اور آپ جانتے ہیں...،،

''سمجھا، پرنس صاحب، میں سمجھا۔ جانتا ہوں مگر اس کی تعمیل نہیں کرپاؤں‌گا۔ وجہ یہ کہ اس کی تعمیل کو ایسا دل چاہئے جیسا آپ کا۔ پھر یہ بھی کہ خود چڑا ہوا ہے اور چالاک بھی ہے۔ ان دنوں بعض اوقات جنرل میرے ساتھ ایسے نخوت سے پیش آتا ہے۔ ابھی ہنسی دل لگی، اور گلے لگانا اور ابھی توہین، تذلیل اور مذاق اڑانا۔ لائیے، بس، اب یہ دامن لیتا ہوں اور عمداً سامنے دکھاتا۔ ہی، ہی! پرنس، اب رخصت دیجئے کیونکہ دکھائی دے رہا ہے کہ میں خلل ڈال رہا ہوں، حرج کر رہا ہوں یوں کہئے کہ سب سے زیادہ پرشوق جذبات ...،،

''بس، کرم کیجئے، پہلے کی طرح بصیغہ راز!،،

''پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں، آہٹ کئے بغیر!،،

سارا معاملہ اب نمٹ چکا تھا مگر پرنس کی فکرمندی پہلے سے

زیادہ نہیں تو کچھ کم بھی نہیں ہوئی۔ اب اسے بےصبری سے کل کے اس وقت کا انتظار تھا جب جنرل اس سے ملنے والا تھا۔

۳

طے پایا تھا کہ گیارہ بجے کے بعد ملیں گے لیکن پرنس کو خلاف توقع دیر ہوگئی۔ گھر واپس آیا تو دیکھا کہ جنرل پہلے سے انتظار میں ہیں۔ ایک نظر میں ان کی برھمی کا پتہ چل گیا، وجہ شاید یہ کہ انھیں پرنس کا انتظار کیوں کرنا پڑا۔ معذرت طلب کرتے ہی پرنس جلدی سے بیٹھ گیا لیکن کچھ عجب طرح دبا اور شرمایا سا رہا گویا اس کا سہمان شیشے کا ہے، ڈر ہے کہ دم بھر میں کہیں ٹوٹ نہ جائے۔ پہلے کبھی جنرل کے سامنے دبنے یا شرمانے کی نوبت نہ آئی تھی، گمان تک نہ تھا کہ یہ وقت کبھی آسکتا ہے۔ دیر نہ ہوئی تھی کہ پرنس نے دیکھ کر بھانپ لیا کہ کل والا کوئی اور تھا اور آج بالکل دوسرا شخص ہے۔ جہاں کل تک اکھڑا اکھڑاپن اور غائب دماغی تھی، وھاں آج غیرمعمولی ضبط و احتیاط کا جلوہ نظر آیا۔ صاف اندازہ ہوتا تھا کہ سامنے جو شخص ہے وہ دل میں کچھ ٹھانے ہوئے ہے۔ صبروقرار، بہرحال اصلی ہونے کے بجائے ظاہر کا پردہ تھا۔ جو بھی ہو، سہمان شریفانہ بےتکلفی پر مائل تھا اگرچہ اس میں بھی رکھ رکھاؤ سے کام لے رہا تھا۔ شروع سے ہی اس نے پرنس کے ساتھ کسی قدر انکسار اور احترام ملحوظ رکھا ٹھیک اسی طرح جیسے بعض اوقات شریفانہ بےتکلفی برتنےوالوں میں وہ خوددار لوگ پیش آتے ہیں جن کے ساتھ زیادتی کی گئی ہو۔ جنرل شفقتآمیز نرم گفتگو کرتے رہے، اگرچہ اس میں بھی دبے دبے رنج کا لہجہ پوشیدہ تھا۔

”لیجئے، آپ کی کتاب جو میں مستعار لے گیا تھا، شکر گزار ہوں،، انھوں نے میز پر ڈالی ہوئی کتاب کی طرف معنیخیز اشارہ کیا۔

”ھاں — خوب، جنرل صاحب آپ نے یہ مضمون ملاحظہ فرمایا؟ پسند آیا؟ شوق انگیز ہے نا؟،، پرنس نے کہا، اسے خوشی تھی کہ غیرمتعلق گفتگو چھڑ جانے کا امکان ذرا جلدی نکل آیا۔

''شوق انگیز تو ضرور ہے، لیکن بھدا، ناگوار اور قطعی واهیات۔ شاید ہر قدم پر جھوٹ ہی جھوٹ ہو۔ ''
جنرل بڑی خود اعتمادی کے ساتھ، بلکہ لفظ کھینچ کر، خوب شان کے ساتھ بول رہے تھے۔
''ہا، کیا سادہ سا قصہ ہے؛ ایک ایسے بوڑھے فوجی کا، جس کےلئے ماسکو میں فرانسیسیوں کا داخل ہونا چشمدید واقعہ تھا، بعض بیانات تو بڑے ہی دلکش ہیں۔ اسیلئے وہ ساری تحریریں، جن میں آنکھوں دیکھی بیان ہو، نہایت بیش‌قیمت ہوتی ہیں، چاہے چشمدید کا دعویدار غلط نکلے۔ کیوں، سچ ہے نا؟''
''اگر میں ہوتا ایڈیٹر کی جگہ تو ہرگز نہ چھاپتا۔ رہا آنکھوں دیکھی بیان کرنےوالی تحریریں عموماً، تو لوگ کسی بدتمیز جھوٹے پر، جو دل بہلا دے، آسانی سے ایمان لے آتے ہیں، لائق اور آزمودہ کار کا بیان سننے کے بجائے۔ ۱۸۱۲ء کی روسی فرانسیسی جنگ کے بارے میں بعض تحریریں میری نظر سے گزری ہیں جن کو... پرنس صاحب، میں طے کر چکا ہوں کہ یہ گھر چھوڑ دوں — مسٹر لیبیدیف کا یہ مکان۔ ''
اتنا کہہ کر جنرل نے پرنس کی صورت پر معنی‌خیز نظر ڈالی۔
''خیر، آپ کے پاس تو اپنا مکان موجود ہے، پاولوفسک میں ہی... آپ کی بیٹی کا مکان...'' پرنس کی زبان سے نکلا، اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔ یاد آیا کہ جنرل تو کسی زبردست اہمیت کے معاملے پر مشورہ لینے آئے ہیں، جس پر ان کی تقدیر منحصر ہے۔
''دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ میری بیوی کا مکان... یعنی اپنا، اپنی بیٹی کا مکان۔ ''
''معاف کیجئے، میں...''
''میں لیبیدیف کا مکان چھوڑنےوالا ہوں، وجہ یہ کہ، میرے عزیز پرنس، وجہ اس کی یہ کہ اس آدمی سے قطع تعلق ہو گیا۔ کل شام ہوا۔ افسوس یہ کہ پہلے ہی کیوں نہ ہو گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ میری عزت کی جائے، ایسے شخصوں سے بھی اس کا طلبگار ہوں جن کو، یوں کہئے کہ دل کی امانت سپرد کرتا ہوں۔

پرنس، بہت بار میں نے اپنا دل دیا اور ہر بار فریب کھایا۔ یہ شخص اس تحفے کے قابل نہ تھا۔ ،،

''اس میں بہت کچھ بے ربطی ہے،، پرنس نے ضبط کرتے ہوئے کہا ''کچھ اور بھی صفات ہیں... لیکن ان سب کے درمیان دل تو ضرور نظر آتا ہے، تیز اور کبھی کبھی پرلطف ذہانت بھی ہے۔ ،،

لطافت بیان اور لہجے میں احترام نے اثر دکھایا، جنرل پسیج گئے۔ اگرچہ اب بھی ان کی آنکھوں سے انہونی بے اعتمادی جھلک رہی تھی۔ مگر پرنس کا لہجہ اتنا قدرتی اور پرخلوص تھا کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی۔

''یہ کہ اس میں بعض اچھی صفات ہیں،، جنرل نے پرنس کی بات کی ڈور تھامی ''تو پہلے میں نے ہی ان کا ذکر کیا، جب اس شخص کو اپنی دوستی کا تحفہ بخشا تھا۔ مجھے اس شخص کے مکان کی، اس کی مہمان نوازی کی کیا محتاجی، جب اپنا ذاتی گھربار موجود ہے تو۔ اپنے عیبوں پر مجھے پردہ نہیں ڈالنا۔ احتیاط برتنا مجھے نہیں آتا۔ میں نے اس کے ساتھ شراب پی اور اب اسے روتا ہوں کہ کیوں پی۔ مگر صرف ایک پینے کی خاطر (معاف کیجئے گا پرنس، چڑے ہوئے آدمی میں صاف گوئی کی تلخی ہے نو) صرف ایک پینے کی خاطر میں نے اس شخص سے رشتہ نہیں جوڑا تھا۔ جیسا کہ ابھی آپ نے کہا، کچھ اور صفات تھیں جنھوں نے مجھے موہ لیا۔ مگر ان سب کی، یہاں تک کہ خوبیوں کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اب اگر وہ ایک دم آپ کے منہ پر اس سینہ زوری پر اتر آئے اور یقین دلانے لگے کہ ۱۸۱۲ء کی لڑائی میں، جب وہ بالکل بچہ ہوگا، اپنے بچپن میں بائیں ٹانگ دے بیٹھا اور ماسکو کے قبرستان واگانکوف میں ٹانگ دفن کی ہے تو یہ حد سے گزرنا ہوا، دوسرے کی عزت نہ کرنا ہوا، اس سے گھٹیاپن ظاہر ہوتا ہے...،،

''ممکن ہے، یہ محض مذاق ہو، ہنسی دل لگی کی خاطر۔ ،،

''خوب سمجھا، نادانی کا صاف جھوٹ، ہنسی دل‌لگی کی خاطر، چاہے بےلطف بھی ہو لیکن انسان کے دل پہ گراں نہیں گزرتا۔ کوئی آدمی من گھڑت سناتا ہے، چلئے، کوئی بات نہیں، دوستی کے جذبے میں کہہ جاتا ہے کہ ساتھ والے کو لطف آجائے۔ لیکن اگر

اس میں بےعزتی کا اشارہ مقصود ہو، اگر اس قسم کی بےعزتی کے ذریعے، ممکن ہے صرف یہ دکھانا ہو کہ قطع تعلق کرنا ہے تو ایک شریف وضعدار انسان کےلئے اس کے سوا اور کوئی راہ نہیں کہ تعلقات توڑ لے اور زیادتی کرنےوالے کو اس کی صحیح جگہ دکھا دے۔''

بات کہتے کہتے جنرل کو جلال آگیا۔

''جی ہاں، بھلا ۱۸۱۲ء کی جنگ میں لیبیدیف کیسے ہو سکتا تھا۔ اس کی اتنی عمر نہیں ہو سکتی۔ مذاق معلوم ہوتا ہے۔''

''اول تو یہی، اور پھر فرض کیا کہ تب اس کی پیدائش ہو چکی تھی تب بھی منہ پر یہ یقین دلانا کیا معنی کہ فرانسیسی توپچی نے اس کو نشانہ بنا کر ٹانگ پر توپ داغ دی ہوگی اور محض تفریح کی خاطر داغ دی۔ اس نے اپنی اڑی ہوئی ٹانگ اٹھائی، گھر لےگیا اور بعد میں لےجا کر وگانکوف قبرستان میں دفن کر آیا۔ پھر کہتا ہے کہ ٹانگ کی قبر پر لوح مزار لگائی جس پر ایک طرف لکھا تھا: 'یہاں سرکاری اہلکار لیبیدیف کی ٹانگ مدفون ہے'، اور دوسری طرف 'خاک عزیز، آسودہ باد صبح نجات تک'، اور پھر یہ کہ ہر سال اس پائے مرحوم کی برسی منائی جاتی ہے (اور یہ بدعقیدگی نہیں تو کیا؟) جس کی خاطر ہر سال اسے ماسکو جانا ہوتا ہے۔ ثبوت کے طور پر وہ ماسکو چلنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ قبر بھی دکھادے اور خاص وہ فرانسیسی توپ بھی جو لڑائی کے بعد چھینی گئی اور کریملن میں رکھی ہے۔ پھر یقین دلاتا ہے کہ کریملن کے پھاٹک سے وہ گیارھویں توپ ہے پرانی وضع کی فرانسیسی فالکونٹ توپ۔''

''مگر، اس کی تو دونوں ٹانگیں سلامت ہیں۔ آنکھ کے سامنے ہیں!''، پرنس کو ہنسی آگئی ''آپ میرا کہا مانئے، یہ محض بھولا مذاق ہے، اس کا برا نہ مانئے۔''

''اچھا ذرا میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ٹانگ کا صاف سلامت ہونا، تو مان لیتے ہیں کہ یہ پوری طرح قرین قیاس نہ سہی؛ وہ یقین دلاتا ہے کہ یہ اس نے چرنوسوی‌توف سے بنوائی تھی...''

''ہاں، واقعی، میں نے بھی سنا ہے کہ چرنوسوی‌توف کی بنائی ہوئی ٹانگ سے تو آدمی ڈانس بھی کر سکتا ہے۔''

''بالکل بجا فرمایا۔ چرنوسوی‌توف نے مصنوعی ٹانگ ایجاد کی تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ میرے پاس دوڑا ہوا آیا دکھانے کو۔ لیکن ملاحظہ ہو اول تو چرنوسوی‌توف کی ایجاد کردہ ٹانگ کافی بعد میں بنی ہے... پھر وہ اوپر سے زور دے کر کہتا ہے کہ اس کی مرحومہ بیوی کا اتنے برس ساتھ رہا اور اسے پتہ نہیں چل پایا کہ شوہر کی ایک ٹانگ اصلی نہیں، کاٹھ کی ہے۔ اور جب اس کی یہ اوٹ پٹانگ میری نظر میں آئی تو کیا کہتا ہے کہ اگر تم سنہ بارہ میں نپولین کے دربار کے حاضر باش ہو سکتے تھے تو پھر مجھے بھی اپنی ٹانگ وگانکوف قبرستان میں دفن کرنے دو۔''

''تو کیا آپ تب...'' پرنس نے کہنا چاہا اور کسمسایا۔

جنرل نے پرنس کو واقعی اکڑ کر دیکھا اور قریب تھے کہ اس کا مذاق اڑائیں۔

''اچھا، بات پوری کر لیجئے پرنس'' لفظوں کو خصوصیت سے ڈھیل دے کر بولے ''بات پوری کرلیجئے۔ میں تحمل سے کام لوں گا۔ جو کہنا ہے، کہہ لیجئے۔ ہاں اتنا مان لیجئے کہ آپ کو یہ خیال بھی مضحکہ‌خیز معلوم ہوتا ہے کہ سامنے جو شخص موجود ہے، وہ اپنی موجودہ حالت، گری ہوئی، بےمصرف حالت میں آنکھ کے سامنے ہے اور اسی کے ساتھ آپ سنتے ہیں کہ یہ شخص ذاتی گواہ رہا ہے... بڑے بڑے تاریخی واقعات کا۔ تو کیا اس نے ابھی تک کوئی بری افواہ میرے بارے میں آپ تک نہیں پہنچائی؟''

''نہیں تو، میں نے لیبیدیف کی زبانی کچھ نہیں سنا، اگر آپ کا مطلب لیبیدیف سے ہے تو...''

''ہونھ، میں نے اس کے برخلاف قیاس کیا تھا۔ سچ کہوں تو کل ہی ہمارے درمیان اس سلسلے میں... یعنی وہ جو عجیب مضمون پرانے کاغذات کے ذخیرے میں ملا ہے، اس کے بارے میں گفتگو چھڑی تھی۔ میں نے اسے اوٹ پٹانگ بتایا اور چونکہ میں خود ذاتی چشمدید گواہ موجود ہوں... کیا آپ کو تعجب ہو رہا ہے... ہنسی آرہی ہے پرنس صاحب، میری صورت دیکھ رہے ہیں؟''

''جی نہیں... میں تو...''

''میں دیکھنے میں کم ہوں، لیکن ویسے میری عمر کہیں زیادہ ہے جتنا دکھائی دیتی ہے'' انہوں نے لفظوں کو طول دیا ''سنہ بارہ

کی لڑائی کے وقت کوئی دس گیارہ سال کا تھا۔ صحیح عمر اپنی مجھے ٹھیک سے نہیں معلوم۔ سرکاری کاغذوں میں کم درج ہوئی۔ یہ کمزوری سمجھئے کہ عمر کم کرکے بتاتا رہا عمر بھر۔''

''آپ یقین کیجئے جنرل صاحب کہ اس میں مجھے تو عجیب نہیں لگتا کہ آپ سنہ‌بارہ میں ماسکو میں موجود تھے اور... یقیناً اطلاع بہم پہنچا سکتے ہیں... جیسے اس وقت کے اور سب لوگ۔ ہمارے آپ بیتی لکھنے والوں میں ایک صاحب نے اپنی کتاب یہاں سے شروع کی ہے کہ ۱۸۱۲ء میں انہیں، جب وہ ایک شیرخوار تھے، ماسکو میں فرانسیسی فوجیوں نے روٹی کھلائی۔''

''دیکھا آپ نے'' جنرل انکسار سے تائید کرتے ہوئے بولے ''میرے ساتھ جو واقعہ گزرا، معمول سے ہٹا ہوا ضرور ہے، تاہم اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو انہونی شمار کی جائے۔ اکثر و بیشتر سچ دیکھنے میں ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ دربار کا حاضر باش! یوں سننے میں ضرور عجیب ہے۔ لیکن دس سال کے بچے کو جو امر پیش آسکتا ہے، وہی ممکن ہے، خود اس کی عمر بتانے کو کافی ہو، پندرہ سال والے کو وہ پیش نہیں آسکتا۔ یقیناً ایسا ہی ہے۔ کیونکہ پندرہ سال کا ہوتا تو میں لکڑی کے اپنے اس مکان سے نہ بھاگا ہوتا، پرانے بسمان اسٹریٹ والے گھر سے، جس روز نپولین ماسکو میں داخل ہوا۔ ماں کو نکلنے میں دیر ہوگئی تھی، خوف سے وہ کانپ رہی تھیں اور میں انہیں چھوڑ کر بھاگ لیا۔ پندرہ کا ہوتا تو ڈرجاتا، دس سال کا تھا، کسی چیز سے ڈرنا کیسا، بھاگا، ہجوم میں سے راہ بناتا ہوا ٹھیک اس محل کی سیڑھیوں پر جا پہنچا جہاں نپولین ٹھیرا تھا۔ ایسے لمحے کہ نپولین گھوڑے سے اترا ہی تھا۔''

''بے‌شک، آپ نے بڑی عمدہ بات کہی کہ دس سال میں ممکن ہے کہ کسی چیز سے خوف نہ آئے...'' پرنس نے ہاں میں ہاں ملا دی، وہ اس خیال سے لجایا اور گھبرایا جا رہا تھا کہ کہیں چہرے پر سرخی نہ دوڑ جائے۔

''جی، بلاشبہ۔ سارا واقعہ ایسے ہی سیدھا سیدھا اور قدرتی گزرا جیسا کہ حقیقی زندگی میں گزر سکتا ہے۔ اسی کو ناول نگار کوئی اٹھالے تو عجائب و غرائب کا طلسم کھڑا کردے۔''

''ہاں، بالکل یہی بات!،، پرنس بےاختیار بولا ''یہی خیال مجھے بھی آیا تھا، ابھی کچھ دن پہلے۔ سچ‌مچ کے ایک ایسے قتل کا واقعہ میرے علم میں ہے جو گھڑی کی خاطر کیا گیا اور اب اخباروں میں آچکا ہے۔ کہیں کسی مصنف نے لکھا ہوتا تو قومی زندگی کے ماہرین اور تنقید نگار فوراً جان کو آجاتے کہ قیاس کے خلاف بات ہے؛ مگر جب اخباروں میں واقعے کی روداد سمجھ کر پڑھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ ہاں اسی قسم کے واقعات سے روسی زندگی کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے، جنرل صاحب، بہت خوب فرمایا!،، پرنس نے ذرا تپاک سے بات پوری کی اور دل ھی دل میں خوش تھا کہ چہرے پر جو رنگ آچلا تھا، اس پر پانی پھیرنے میں کامیاب ہوگیا۔

''صحیح ہے نا، صحیح ہے نا؟،، جنرل پکارے، ان کی آنکھیں خوشی سے دمکنے لگی تھیں ''ایک لڑکا، بالکل بچہ جسے خطرے کا احساس نہ ہو، ھجوم کو چیرتا، راہ بناتا وھاں پہنچ جاتا ہے تاکہ وہ چمک دمک، وردیاں، شان و شکوہ اور آخر اس بڑے آدمی کو اپنی آنکھوں دیکھے جس کے بارے میں ہر طرف اتنا شور ہے۔ وجہ یہ کہ تب، کئی سال سے لگاتار صرف اسی کا شہرہ تھا، زمین آسمان اس کے نام سے گونج رہے تھے۔ یوں کہئے کہ اس کا نام میری گھٹی میں پڑ چکا تھا۔ نپولین برابر سے ہوکر دو قدم بڑھا ہوگا کہ خودبخود میری نظر الگ سے دیکھی۔ اچھے گھر کے لڑکوں کا سا میرا لباس تھا ہی۔ ھمارا پہناوا عمدہ ہوتا تھا۔ اس ھجوم میں اکیلا میں ھی تھا ایسا۔ آپ مانیں گے نا...،،

''بےشک۔ وہ دیکھ کر یقیناً سٹپٹایا ہوگا اور اس پر کھلا ہوگا کہ سب کے سب ماسکو خالی نہیں کر گئے۔ ابھی منصبدار لوگ اپنے بال بچوں سمیت موجود ھیں۔،،

''بالکل یہی، بالکل۔ وہ بویار (پرانے روسی منصبدار) لوگوں کو اپنی طرف کرنا چاھتا تھا۔ جیسے ھی اس نے مجھ پر شاھینی نظر ڈالی تو لازماً میری آنکھیں بھی جواب میں چمک اٹھیں۔ پوچھتا ہے:

«Voilà un garcon bien éveillé! Qui est ton père?» * میں نے تڑ

---

* واہ کیا دلیر لڑکا ہے، کس کا بیٹا ہے تو؟

سے جواب دیا، جوش کے مارے سانس پھول رہا تھا: 'جنرل کا، جو اپنے وطن کی خاطر میدان جنگ میں مارا گیا'۔

«Le fils d'un boyard et d'un brave par-dessus le marché! I'aime les boyarbs. M'aimes-tu, petit?»*

''جیسا جھٹ پٹ سوال تھا ویسا ھی تڑاق پڑاق جواب دیا میں نے: 'روسی دل ایسا ہے کہ اپنے وطن کے دشمن میں بھی بڑے آدمی کی پہچان کرلیتا ہے!'، یعنی مجھے اب یہ تو یاد نہیں رہا کہ لفظ بلفظ یہی کہا ہوگا یا کیا، عمر ھی کیا تھی... پھر بھی جو کہا تھا، مطلب اس کا یہی ہوگا۔ نپولین حیرت‌زدہ رہ گیا۔ ذرا غور کرکے اپنے گارد والوں سے بولا: 'مجھے اس لڑکے کی اکڑ پسند آئی۔ لیکن اگر سارے روسی ایسے ھی سوچتے ھیں جیسے یہ لڑکا تو...'، وہ بات پوری کئے بغیر اندر محل میں چلا گیا۔ میں بھی جھٹ سے ان گاردوالوں میں گھس پل کر اس کے پیچھے لپکا۔ گارد نے مجھے راستہ دے دیا اور وہ مجھے پسندیدگی سے دیکھنے لگے۔ خیر، یہ سب منٹوں لمحوں میں گزر گیا... صرف اتنا یاد ہے کہ جب پہلے ہال میں قدم رکھا تو شہنشاہ چلتے چلتے ایک دم ملکہ کتھرائن کی تصویر کے سامنے رک گیا، دیر تک اسے تکتا اور سوچتا رہا، آخر اس کی زبان سے نکلا 'یہ زبردست عورت تھی!'، اور پھر آگے بڑھ گیا۔ دو دن میں محل کے اور کریملن کے سبھی لوگ مجھے پہچاننے لگے۔ 'چھوٹا بویار'، کہہ کر پکارتے تھے۔ صرف رات گزارنے گھر آیا کرتا تھا۔ اور گھر سب کے سب حواس باختہ۔ دو دن اور ہوئے ہوں گے کہ نپولین کا ایک حاضر باش باروں دے بازان‌کور مر گیا۔ سفر کی تکان نے مار ڈالا۔ نپولین کو میرا خیال آیا، بلوایا۔ حاضر کیا گیا۔ وجہ بتائے بغیر، مجھ پر مرحوم کی وردی بٹھا کر دیکھی گئی، وہ کوئی بارہ برس کا لڑکا تھا اور جب مجھے اس کی وردی پہنا کر شہنشاہ کے سامنے لائے اس نے خوشنودی میں سر ہلا دیا۔ مجھے بتایا گیا کہ سرکار نے پسند فرمایا اور اب اعلا حضرت کا حاضر باش مقرر کیا جاتا ہوں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

---

* یعنی بویار کی اولاد ہے، تبھی تو اتنا بہادر ہے۔ مجھے بویار لوگ پسند ھیں، کیوں رے لڑکے تو مجھے پسند کرتا ہے نا؟

واقعی، یوں بھی میرے دل میں نپولین کی جگہ تو بن ہی چکی تھی بہت دن سے... اور پھر آپ جانیں، شاندار وردی، جو ایک کم عمر لڑکے کےلئے بڑی چیز ہے... گہرے سبز فراک کوٹ میں گھومتا، لمبے اور تنگ دامن کے ساتھ، سنہرے بٹن، زری کا کشیدہ آستین کے کف پر، کھڑا سخت کالر، کھلا گریبان، جس پر سنہرا کام، سنہری گوٹ، چست فٹنگ سفید برجس، سفید سلک کی واسکٹ، سلک کے لمبے موزے، بکل کسے ہوئے جوتے... اور جب شہنشاہ اپنے گھوڑے پر ہواخوری کو نکلتا اور میں بھی اس کے همرکاب ہوتا تو لمبے لمبے جوتے چڑھائے جاتے۔ اگرچہ صورت حالات کچھ ایسی امیدافزا نہیں تھی اور آنےوالی زبردست مصیبت کا پہلے سے اندیشہ تھا، تاہم سارے ادب آداب کا حد درجہ خیال رکھا جاتا، جس قدر آگے کے خطرات کا اندیشہ بڑھتا اسی قدر آداب اور قاعدوں کی زیادہ پابندی کی جاتی۔،،

''ہاں، یقیناً...،، پرنس نے قریب قریب بےبس ہوکر کہا ''آپ یہ باتیں تحریر میں لے آتے تو... انتہائی دلچسپ ہوتیں۔،،

جنرل فی‌الحال پرنس کو وہی سب سنا رہےتھے جو کل لیبیدیف سے کہہ چکے تھے اور بڑے آرام سے کہتے چلے جا رہے تھے، لیکن پھر انہوں نے نظر بچا کر پرنس پر ایک شکی نظر ڈال ہی لی۔

''میری یادداشتیں،، وہ دوہرے فخر کے ساتھ پھر کہنے لگے ''یعنی میں اپنی یادداشتیں لکھ دوں؟ پرنس صاحب، اب تک تو مجھے اس کی ترغیب ہوئی نہیں۔ جاننا چاہیں تو بتادوں، میں اپنی یادیں لکھ بھی چکا... مگر کاغذ میرے ڈیسک میں پڑے ہیں۔ خیر، جب میری آنکھیں بند ہوجائیں، تب انہیں کھولا جائے، تب سامنے آئیں، دوسری زبانوں میں بھی ان کا ترجمہ بہرحال ہوکر رہےگا۔ ادبی خوبی تو کیا ہونی ہے، اس کی بدولت قدر نہیں ہوگی، البتہ زبردست حقائق سے وزنی ہونے کی بنا پر، جن کا میں چشمدید گواہ رہا ہوں۔ چاہے اس وقت میری عمر کچھ بھی نہیں تھی — یہ بھی ایک سبب ہے کہ لڑکا ہوکر اس کی سب سے پرائیویٹ زندگی، یا یوں کہئے کہ 'عظیم الشان آدمی، کی خوابگاہ تک میری رسائی تھی۔ راتوں کو اس کی کراہ سنتا، 'ایک دیو کو مصیبت کا سامنا،۔ اسے کم عمر لڑکے کے سامنے کراہنے اور رونے میں جھجک نہیں ہوتی

تھی، اگرچہ میں تب بھی سمجھنے لگا تھا کہ اس کے ذہنی کرب کا سبب کیا، زار روس الیکساندر کی خاموشی۔ ''

''جی ہاں، نپولین نے خط بھی لکھے تھے... صلح کی تجویز رکھی تھی،، پرنس نے دبے دبے ہاں میں ہاں ملائی۔

''ٹھیک ٹھیک تو نہیں معلوم کہ خطوں میں اس نے دراصل کیا تجویزیں رکھی تھیں لیکن ہر روز، ہر گھنٹے، خط پر خط لکھے جاتا تھا۔ غضب کی بےقراری لگی تھی اسے۔ ایک بار رات گئے میں اس کی خلوت میں جا گھسا، آنکھوں میں آنسو تھے (مجھے نپولین سے محبت تو تھی ہی!) 'آپ شہنشاہ روس سے، الیکساندر سے معافی مانگ لیجئے!'، میں نے فرط شوق میں اس سے کہا، یعنی دل کی لگی زبان پر لانی ضروری ہو گئی تھی 'آپ صلح کرلیجئے ہمارے شہنشاہ سے'۔ بچے کی طرح میں نے معصومیت سے اپنا خیال ظاہر کر دیا۔ 'افوہ، میرے بچے!'، اس نے جواب دیا اور کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتا جاتا تھا 'افوہ، میرے بچے'— بھلا دیکھئے تو، اس نے یہ تک نہ دیکھا کہ میں دس برس کا چھوکرا اور مجھ سے بات کرنے کو اس کا جی چاہا۔ 'افوہ، میرے بچے، میں تو شہنشاہ الیکساندر کے قدم چومنے تک کو تیار ہوں، لیکن وہ جو ہے پروشیا کا بادشاہ، اور وہ آسٹریا کا شہنشاہ، ان سے ہمیشہ کا بغض ہے، اور... آخر بات... تم ابھی سیاست بالکل نہیں سمجھتے ہو!'، بات کرتے کرتے اسے ایک دم دھیان آیا کہ ایک بچے سے ہمکلام ہے۔ فوراً خاموش۔ مگر آنکھوں سے دیر تک چنگاریاں نکلتی رہیں۔ اچھا اب اگر یہ سارے واقعات ضبط تحریر میں لائے جائیں — میں تو زبردست واقعات کا چشمدید گواہ ہوں، ان کو اب عام کردوں تو یہ سارے بال کی کھال نکالنےوالے، یہ ادبی خود ستائی کرنے والے، یہ حسد کے مارے، طرفدار — اور... نہیں نہیں صاحب... غلام فرماں‌بردار ہے!''

''طرفداری کے متعلق آپ کا فرمانا بالکل بجا ہے، میں بھی آپ سے متفق ہوں،، پرنس نے آہستہ سے جواب دیا، دم بھر کی خاموشی کے بعد ''میں نے حال میں ہی شرس (Charras) کی کتاب پڑھی واٹرلو کی جنگی مہم کے بارے میں۔ کتاب ظاہر ہے کہ سنجیدہ ہے اور ماہرین تصدیق کرتے ہیں کہ نفس مضمون کی زبردست معلومات کے

ساتھ تصنیف کی گئی، لیکن ہر ایک صفحے پر صاف نظر آتا ہے کہ نپولین کی بھد کرکے مصنف کو خوشی ہوتی ہے۔ اگر کہیں واٹرلو کے علاوہ دوسری فوجی مہمات میں بھی وہ نپولین کی نالائقی ذرہ ظہور بھی اچھال سکتا تو مصنف کا دل یقیناً اس سے بےانتہا شاد ہوجاتا۔ اس طرح کی سنجیدہ تصنیف میں یہ بڑی کمی رہ گئی ہے۔ کیونکہ اس سے طرفداری کی بو آتی ہے۔ اچھا، یہ بتائیے، آپ اپنی ڈیوٹی میں... شہنشاہ کی حاضر باشی میں ان دنوں بہت مصروف رہتے ہوں گے؟،،

جنرل لطف‌اندوز ہو رہے تھے۔ پرنس نے جو ریمارک کیا، اس نے اپنی سنجیدگی اور سادہ‌لوحی کی بدولت رہی سہی بدگمانی بھی دھو ڈالی۔

''ہاں، وہ شرس! اوہو، مجھے بھی اس کی تحریر ناگوار گزری تھی! تبھی میں نے اسے لکھا تھا... مگر اب، وہ یاد نہیں رہا اب... اچھا، آپ نے جو دریافت کیا کہ میں اپنی ڈیوٹی کے انجام دینے میں بہت مصروف رہتا تھا کیا؟ جی نہیں۔ میرا عہدہ تھا حاضر باشی کا، مگر میں نے اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ پھر یہ بھی ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں نپولین نے امید کا دامن چھوڑ دیا کہ روسیوں کو اپنے نزدیک لایا جا سکتا ہے، چنانچہ مجھے بھی بھول بھال جاتا، جسے اس نے سیاسی مصلحت سے اپنے قریب کیا تھا، اگر مان لیں... اگر مان لیں کہ مجھے ذاتی طور پر پسند نہ کیا ہو تب بھی۔ اب تو میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ مجھے اس کے نزدیک میرا دل لے گیا۔ یہ ملازمت کا تقاضا نہیں تھا۔ بس، کبھی کبھی محل میں حاضری دینی ہوتی تھی — اور یہ کہ جب شہنشاہ سوار ہو تو ہمرکاب رہوں۔ صرف اسی قدر۔ سواری میں البتہ میں پکا تھا۔ شام کے کھانے سے پہلے وہ سوار ہوا کرتا تھا اور معمول تھا کہ ہم تین آدمی، داوو، میں اور مملوک رستن ہمرکاب ہوتے۔۔۔،،

''کانستن،، اتفاقاً پرنس کی زبان پر یہ نام آ گیا۔

''کانستن، جی نہیں، تب وہ نہیں تھا۔ وہ تو شاہینہ جوزیفین کے نام خط لے کر گیا ہوا تھا۔ اس کی جگہ دو اردلی، کئی ایک پولش نیزہ بردار سوار... اور، بس یہی چلتے تھے خدمت میں، علاوہ

ان جنرلوں کے، اور ہاں، ان مارشلوں کے علاوہ جنھیں نپولین اپنے ساتھ لےلیتا تھا موقع واردات کے معائنے کےلئے، فوجوں کی صف‌بندی وغیرہ کےلئے، مشورے کی خاطر... اکثر و بیشتر داوو اس کے ساتھ رہا کرتا تھا جیسا کہ مجھے اب یاد پڑتا ہے۔ داوو بڑا بھاری بھر کم، ڈیل ڈول والا، سردمہر شخص تھا چشمہ لگائے ہوئے اور نگاہ بڑی عجیب تھی اس کی۔ شہنشاہ اکثر و بیشتر اسی سے صلاح لیا کرتا۔ اس کے خیالات کی قدر کرتا۔ یاد آیا کہ وہ دونوں کئی کئی دن صلاح مشورے میں گزار دیتے تھے۔ داوو صبح بھی آتا، شام کو بھی۔ اکثر ان دونوں میں بحث ہونے لگتی۔ آخر میں شہنشاہ نپولین اس سے اتفاق کرنے لگا تھا۔ وہ دونوں کمرے میں تنہا ہوتے اور میں تیسرا، ان کی نظر تک نہ جاتی کہ تیسرا بھی کوئی ہے۔ اتفاق وقت سے نپولین کی نظر مجھ پر پڑی۔ انھونا خیال اس کی آنکھوں میں جھلکا 'اے بچے، کیا خیال ہے تیرا؟'، وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ 'اگر میں تم لوگوں کا مسیحی دین قبول کرلوں اور قیدیوں کو آزاد کردوں تو کیا روسی میرے ساتھ آئیں گے؟'، میں بپھر گیا اور زور سے کہا 'ہرگز نہیں!'، نپولین کو سکتہ ہوا۔ 'دیکھو، اس بچے کی حب‌وطن سے جگمگاتی آنکھوں میں تمام کے تمام روسیوں کی رائے میں نے پڑھ لی۔ بس، داوو، آگے کچھ نہیں، محض ہوائی قلعہ! اب آگے کی اپنی اسکیم پیش کرو۔'،،

''مگر یہ تجویز بھی ایک زبردست خیال تھی!،، پرنس نے شوق ظاہر کرتے ہوئے کہا ''تو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ داوو کا خیال تھا؟،،

''کم از کم اتنا ضرور ہے کہ دونوں میں صلاح مشورہ ہوا تھا۔ اول خیال تو نپولین کا ہی رہا ہوگا۔ شاہیں کا سا خیال ہے لیکن دوسری تجویز بھی ایک تازہ فکر تھی... یہ داوو کا وہ مشورہ ہے جس نے نپولین کے بقول «conseil du lion» یعنی ''شیر کا مشورہ،، کے نام شہرت پائی۔ اس تجویز کا خلاصہ یہ کہ نپولین اپنی ساری فوج سمیت کریملن کے اندر قلعہ بند ہوجائے، وہیں بیرکیں بنالیں، مورچہ‌بندی کی خندقیں کھودلیں، توپیں نصب کردیں، زیادہ سے زیادہ تعداد میں گھوڑے ذبح کرکے، ان کا گوشت نمک لگا کر رکھ لیں، اناج حاصل کرکے یا چھین کر ذخیرہ کرلیں اور

بہار آنے تک تمام سردی وہیں گزاریں - بہار کی دھوپ نکلتے ہی روسیوں کا حلقہ توڑ کر باہر نکل جائیں - اس تجویز پر نپولین ریجھ گیا - روزانہ ہم سوار ہوکر کریملن کی فصیل کا چکر لگاتے، نپولین اشارے سے دکھاتا کہ کہاں توڑنا، کہاں بنانا، کہاں مورچہ جمانا، کہاں بلاک ہاؤس کی لائن کھڑی کرنی ہے - تیز نگاہ، تیز رفتاری اور فوراً ضرب - انجام کار سب کچھ طے پا گیا - داوو کو اصرار تھا کہ فیصلے پر آخری مہر لگ جانی چاہئے - پھر ان دونوں میں خلوت ہوئی - وہ دو اور میں تیسرا - نپولین اس کمرے میں ادھر سے ادھر ہاتھ سینے پر باندھے ٹہلے جا رہا تھا - میری نظر اس کے چہرے سے نہیں ہٹتی تھی اور دل دھک دھک کر رہا تھا - داوو بولا 'میں چلا' - نپولین نے پوچھا 'کہاں؟' داوو نے جواب دیا 'گھوڑوں کو نمک لگانے' - نپولین کو جھرجھری آگئی اور قسمت کا فیصلہ ہو گیا - وہ مجھ سے اچانک مخاطب ہوا 'اے بچے، بتاؤ، ہمارا ارادہ کیسا ہے؟' ظاہر بات ہے کہ اس نے مجھ سے ویسے ہی پوچھا تھا جیسے بعض اوقات بڑی عقل والا، آخری لمحے پر، قرعہ فال ڈالتا ہے کہ چت یا پٹ؟ میں نے نپولین کے بجائے داوو کی طرف منہ کرکے ایسے کہا جیسے غیبی اشارہ ملا ہو 'جنرل غنیمت ہے کہ ابھی نکل جاؤ ورنہ!' بس، وہ تجویز خاک میں مل گئی - داوو کندھے جھٹک کر نکل گیا اور نکلتے وقت زیرلب بولا : «Bah! Il devient superstitieux!» * اور دوسرے ہی دن باہر نکلنے کا حکم صادر ہوگیا - "

"بےانتہا دلچسپ" پرنس نے انتہائی آہستگی سے کہا "اگر یہ سب ایسے ہی ہوا تھا تو... یعنی، مجھے کہنا ہے کہ..." پرنس نے جلدی سے اپنا بیان سنبھالنے کی کوشش کی -

"اوھو، پرنس!" جنرل پکار اٹھے، وہ خود اپنے بیان سے اتنا ترنگ میں آ گئے تھے کہ اب حد سے گزری بےاحتیاطی برتنے میں کوئی تکلف شاید نہیں رہا "آپ کہتے ہیں کہ 'یہ سب ایسے ہوا'، ارے صاحب، مانئے گا، اس سے کہیں زیادہ، بہت کچھ زیادہ ہوا تھا! یہ تو نہایت معمولی سے، سیاسی حقائق ہیں - پھر کہتا ہوں آپ سے کہ

---

* وہمی ہوگیا وہ تو!

میں اس بڑے آدمی کے گریۂ نیم‌شبی اور آہ شبانہ کا چشمدید گواہ ہوں۔ کب کسی نے یہ دیکھا ہوگا میرے علاوہ! آخر میں البتہ اس نے آنسو بہانا بند کر دیا تھا، روتا تو نہیں، بس آہیں بھرا کرتا تھا کبھی کبھی۔ مگر ہاں، چہرے پر زیادہ سے زیادہ افسردگی، مردنی جیسی چھاتی چلی گئی۔ گویا ہمیشگی نے اپنا پرچھانواں اس پر ڈال دیا تھا۔ بعض اوقات راتوں کو ہم کئی کئی گھنٹے تنہا رہ جاتے تھے۔ مملوک رستن خراٹے لیا کرتا برابر والے کمرے میں، اس شخص کی نیند بھی غضب کی تھی۔ 'مگر وہ میرا اور میرے خاندان کا وفادار جاں‌نثار بھی تو ہے'، نپولین اس کے بارے میں کہتا۔ ایک بار مجھ پر غم کے بادل پھٹ پڑے۔ نپولین نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ چہرے پر شفقت بھری نظر ڈالی اور بولا: 'بچے مجھ پر تیرا دل دکھ رہا ہے! شاید کوئی اور بچہ بھی ہے جس کا دل دکھتا ہوگا، میرا بیٹا، le roi de Rome* باقی جو ہیں، جتنے بھی ہیں، انہیں مجھ سے نفرت ہے۔ اور بھائی ہیں جو سب سے پہلے مجھ کو مصیبت کے حوالے کر جائیں‌گے!'، میں پھوٹ پھوٹ کر رویا اور اس سے لپٹ گیا۔ وہ بھی ضبط نہ کر سکا۔ ہم ایک دوسرے سے بغل‌گیر ہوگئے اور ہمارے آنسو بھی رل مل گئے۔ 'لکھئے، آپ خط لکھئے شاہینہ جوزیفین کو!'، میں نے سبکیاں بھرتے ہوئے نپولین سے کہا۔ اسے جھرجھری آگئی، سوچا اور کہنے لگا: 'تو نے تیسرا دل یاد دلا دیا جو مجھ سے پیار کرتا ہے۔ عزیزمن، تیرا شکریہ!'، فوراً بیٹھ گیا اور وہ خط لکھ ڈالا جسے دوسرے دن کانستن لے کر روانہ ہوا۔ ''

''آپ نے بہت عمدہ کام کیا کہ بدی کے خیالات میں سے اسے اچھے جذبے کی جانب لے گئے''، پرنس نے کہا۔

''یہی بات ہے پرنس، کتنی خوبی سے آپ نے اس کی تشریح کی، آپ کا ہی دل ہے جو ان باتوں کی تہہ میں پہنچ سکتا ہے!''، جنرل مزے میں آکر بے‌اختیار بولے اور عجیب یہ کہ ان کی آنکھوں میں سچے آنسو جھلملانے لگے ''ہاں، واقعی، پرنس صاحب، زبردست منظر تھا وہ! اور آپ جانتے ہیں، میں اس کے پیچھے پیرس جاتے جاتے

---

* شاہ روم۔

رہ گیا، یوں ہوا ہوتا تو اس کے ساتھ 'مسموم جزیرے کی قید تنہائی، میں بھی شرکت رہتی، لیکن افسوس: تقدیر نے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کردیا! ہم الگ ہوئے۔ وہ اس بدبخت جزیرے گیا جہاں، ممکن ہے ، ایک دفعہ کو سہی، مگر سخت کرب کے لمحے میں اسے ایک بچارے لڑکے کے آنسوؤں کی یاد آئی ہو جس نے ماسکو میں گلے میں باہیں ڈال کر اسے معاف کیا۔ بعد میں مجھے کیڈٹ اسکول میں بھیجا گیا جہاں صرف ڈنڈے کی کارفرمائی اور ساتھیوں کی بدمزاجی سے سابقہ رہا — اور افسوس! سب کچھ خاک میں مل گیا! واپسی‌والے دن وہ کہنے لگا 'میں نہیں چاہتا کہ تجھے تیری ماں سے الگ کروں، اپنے ساتھ نہیں لےجاؤں‌گا۔ مگر یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تیرے لئے کچھ کر جاؤں۔' پھر وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ میں نے وقت رخصت کہا 'یہ میری چھوٹی بہن کا البم ہے، یاد کی خاطر اس پر کچھ اپنے ہاتھ سے لکھ دیجئے۔' میں نے سر جھکا کر کہا تھا کیونکہ وہ بہت پریشان اور افسردہ تھا اس روز۔ وہ مڑا، قلم طلب کیا، البم لیا اور پوچھا 'کتنے سال کی ہے تیری بہن؟'، قلم ہاتھ میں تھا جب یہ سوال کیا۔ 'تین سال کی، میں نے جواب دیا۔ «Petite fille alors» * اور البم میں لکھا:

«Ne mentez jamais!
Napoléon, votre ami sincère»**

ایسی نصیحت اور وہ بھی ایسے وقت میں، مانیں گے آپ!،،

''ہاں، واقعی زبردست!،،

''تو یہ کاغذ سنہرے فریم میں اور شیشے میں لگا ہوا عمر بھر میری بہن کے ہاں ملاقاتی کمرے میں، سب سے نمایاں جگہ اٹکا رہا، وہ مرتے مرگئی مگر فریم وہیں رہا۔ زچگی میں اس کی موت ہوئی تھی۔ اب نجانے کہاں ہوگا... لیکن... ہا خدایا! لیجئے، دو بج چکے ہیں۔ میں آپ کو باندھے رہا، پرنس، ناقابل معافی!،، جنرل میز سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

---

* ابھی بالکل ہی بچی ہے!

** جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ نپولین، آپ کا مخلص دوست۔

''جی نہیں، اس کے برعکس،، پرنس نے دبی زبان سے کہا ''آپ کی باتوں میں اس قدر کھو گیا تھا میں... آخر کو... باتیں ہی اتنی دلچسپ تھیں؛ میں آپ کا نہایت احسانمند ہوں!،،

''پرنس!،، پھر جنرل نے سلسلہ چھیڑا۔ پرنس کا ھاتھ تکلیف‌دہ حد تک دباتے اور چمکتی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے، گویا اچانک انھیں کوئی بات یاد آگئی ہو اور کسی ناگہانی خیال سے وھیں جم کر رہ گئے ہوں ''پرنس! آپ اس قدر نیک نفس، اس درجہ سادہ دل انسان ھیں کہ بعض اوقات مجھے آپ پر ترس آتا ھے۔ میں آپ کو دیکھتا ہوں تو دل پسیجنے لگتا ھے؛ خدا آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے! خدا کرے آپ کی زندگی میں بہار آئے... محبت کے دم سے۔ میری تو عمر تمام ہوئی۔ خیر، معاف کیجئے گا، معاف کیجئے گا!،،

وہ جلدی سے، آنکھوں پر ھاتھ رکھ کر نکل گئے۔ ان کے جذبے کے خلوص میں پرنس کو شبہ کی ذرا بھی گنجائش نہیں تھی۔ پرنس نے یہ بھی سمجھ لیا کہ بڑے میاں اپنی اس کامیابی پر جھومتے ہوئے گئے ھیں۔ تاھم قیاس غالب تھا کہ یہ شخص جھوٹوں کی اس صف سے تعلق رکھتا ھے جو ہوائی اڑانے پر آتے ھیں تو جوش بیان میں کہیں کے کہیں جا نکلتے ھیں، انھیں اپنا بھی ہوش نہیں رہتا لیکن عین اس وقت جب انتہائی موج میں ہوں، تب بھی دل میں شبہ کی پھانس چبھتی رہتی ھے کہ سامنے والے کو ان کی بات کا یقین نہیں اور یقین کرلینے کا امکان بھی نہیں۔ موجودہ حالت میں اس بزرگوار کو ہوش آسکتا تھا، انتہائی شرم بھی آسکتی تھی۔ اور پرنس پر شبہ گزرتا کہ اس نے غم‌خواری کو یا ہمدردی برتنے کو حد سے آگے ھی بڑھا دیا اور یہ سوچ کر شاید اسے اپنی ذلت کا احساس ہوا۔ ''میں نے جو یہ حرکت کی، ان کا شوق یہاں تک پہنچایا تو کہیں زیادتی تو نہیں کی؟،، پرنس اس اندیشے سے چونک پڑا۔ اور ایک دم اس کی ھنسی چھوٹ گئی۔ ھنسی آئی تو کوئی دس منٹ تک قہقہے لگاتا رہا۔ وہ خود کو ان قہقہوں کی بےلگامی پر ملامت کرنےوالا تھا، مگر فوراً سمجھ میں آگیا کہ ملامت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ واقعی جنرل پر اسے بےانتہا ترس آیا تھا۔

مگر وہ اندیشہ سچ نکلا۔ شام کو اسے ایک عجیب رقعہ

جنرل کی جانب سے ملا، مختصر سا لیکن دوٹوک۔ جنرل نے اطلاع دی تھی کہ وہ اس سے ہمیشہ کےلئے جدائی اختیار کر رہے ہیں، دل میں اس کی عزت کرتے ہیں اور شکرگزار بھی ہیں، لیکن اس کی طرف سے بھی ''وہ ہمدردی اور غم‌خواری کے آثار قبول نہیں جو انھیں اپنے مقام سے گرا دیں، انھیں، جو پہلے سے ھی بدبختی میں مبتلا ھیں،،۔ جب پرنس کو خبر ملی کہ بڑے میاں پھر اپنی بیوی کے پاس نہایت خلوت گزیں ہوگئے تو قریب قریب ادھر سے اطمینان ھوگیا۔ لیکن ہم دیکھ چکے ھیں کہ جنرل نے لیزاویتا بیگم یپان‌چین کے ھاں کیا آفت برپا کی تھی۔ یہاں تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں، البتہ مختصر طور پر اتنا بتاتے چلیں کہ اس ملاقات کا لب‌لباب صرف یہ تھا کہ جنرل نے ان بیگم صاحبہ کو ڈرا سہما دیا، اپنے بیٹے گانیا کے تعلق سے ایسے تلخ اشارے کنائے کئے کہ وہ بپھر گئیں۔ وھاں سے جنرل کو نکالا ملا۔ یہ وجہ تھی کہ ان پر ایسی رات گزری اور ایسی صبح نازل ہوئی۔ دماغ بالکل ھی پھر گیا اور وہ اس حال میں سڑک پر آئے کہ ھوش و حواس جواب دے چکے تھے۔

کولیا ابھی تک پوری طرح معاملہ سمجھ نہ پایا تھا۔ اسے امید تھی کہ سختی برت کر وہ قابو پا لےگا۔

''اب بتائیے، کہاں ٹھکانا ھے؟ کیا خیال ھے آپ کا؟،، کولیا نے باپ کو ٹوکا ''پرنس کے پاس جانا نہیں چاھتے، لیبیدیف سے آپ نے جھگڑا کرلیا، روپیہ آپ کے پاس ھے نہیں، میرے پاس تو یوں بھی نہیں ھوتا۔ لیجئے، اب ہم بیچ راستے میں کھڑے خاک پھانک رھے ھیں۔،،

''خاک پھانکنے سے، خاک میں کھڑے پھانکنا اچھا ھے،، جنرل بڑبڑائے ''یہ ضلع جگت مجھے بہت مرغوب تھا، سنہ چوالیس میں... افسروں کے میس میں ھوا کرتا تھا۔ یہ ایک ھزار آٹھ سو... چوالیس کی بات ھے۔ ھاں تبھی کی!.. مجھے یاد نہیں رھا... تب۔ یاد نہ دلاؤ، یاد نہ دلاؤ! 'کہاں گئی میری نوجوانی، کدھر گئے وہ بہار کے دن؟، جیسا کہ کوئی کہہ گیا ھے۔ بھلا، کس نے کہا ھے یہ کولیا؟،،

''یہ گوگول نے ''مردہ روحیں،، میں لکھا ھے پاپا،، کولیا نے جواب دیا اور جھجکتے ہوئے باپ کو نظر بچا کر دیکھا۔

''مردہ روحیں، ہاں، مردہ ہی تو! مجھے دفن کرےگا تو قبر پر لکھ دینا: 'یہاں مردہ روح سو رہی ہے!'

ذلت میرے پیچھے لگی ہے!

یہ کس نے کہا تھا کولیا؟''

''پاپا، مجھے نہیں معلوم۔''

''یروپیگوف تو ہوا ہی نہیں، یروشکا بروپیگوف!..'' جنرل طیش میں پکارے اور چلتے چلتے سڑک پر رک گئے ''ایجئے، یہ ہے بیٹا، سگا بیٹا! یروپیگوف وہ آدمی تھا کہ گیارہ مہینے میرے بھائی کی جگہ رہا، جس کی خاطر میں نے ڈوئیل لڑا... اسے پرنس وی گوریتسکی، ہمارا کپتان کہتا ہے، بوتل سامنے تھی: 'کیوں رے، گری‌شا، تجھے آننا * کہاں ملی؟ یہ بتا۔' وہ بولا 'وطن کے میدان جنگ میں ملی۔ سمجھے کہاں ملی؟' میں فوراً پکارا 'شاباش برخوردار!' وہیں ڈوئیل کو نوبت پہنچ گئی۔ پھر اس نے بیاہ رچایا... ماریا پتروونا سے، ماریا سو... سوتوگین سے۔ میدان جنگ میں ہی مارا گیا... گولی، میرے سینے پر جو کراس تھی اس سے اچٹ کر سیدھی اس کے ماتھے پر لگی۔ 'کبھی نہیں بھول سکتا!' نعرہ مارا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں نے... ایمانداری سے سروس کی ہے کولیا، شرافت سے ملازمت کے دن گزارے لیکن اب ذلت — 'ذلت میرے پیچھے لگی ہے!' تو اور تیری ماں نینا میری قبر پر آنا... 'بچاری نینا!' میں پہلے انھیں اسی نام سے پکارتا تھا، بہت پہلے کی بات ہے، شروع کے زمانے میں اور وہ مجھے اتنا چاہتی تھی... نینا، ہا، نینا! میں نے تیرے بھلے کو کیا کیا؟ تو کیوں مجھے چاہےگی، صابروشاکر جان! تیری ماں کی روح فرشتے کی ہے، کولیا، سنا تو نے، فرشتے کی روح پائی ہے اس نے!''

''یہ مجھے معلوم ہے پاپا۔ پاپا، اٹھئے، چلئے، اماں کے پاس چلیں! وہ ہمارے پیچھے گھر سے نکل پڑی تھیں! آپ وہاں رک کیوں گئے؟ کیا سمجھ کام نہیں کر رہی؟.. آپ رو کیوں رہے ہیں؟''

---

* ''آننا'' — آرڈر آف سینٹ آننا کےلئے عام بول چال کا لفظ۔ یہ خطاب اور منصب اول درجے کا شمار ہوتا تھا۔ (ظ ا۔)

کولیا خود بھی روتا اور باپ کے ہاتھوں کو چومتا جا رہا تھا۔

''تو میرے ہاتھ چوم رہا ہے بیٹے؟ میرے ہاتھ؟،،

''ہاں، ہاں، آپ کے ہاتھ۔ اس میں تعجب کی کیا بات؟ آپ یہ بیچ سڑک پر کیوں رو رہے ہیں؟ اور اوپر سے جنرل کہلاتے ہیں، فوجی آدمی۔ چلئے، چلتے ہیں۔ ،،

''خدا تجھے اپنی رحمت کے سائے میں رکھے پیارے لڑکے کہ تو نے ایک بےعزت آدمی کی عزت کی۔ ہاں! بےآبرو بوڑھے کھوسٹ کا، اپنے باپ کا اتنا لحاظ کیا... خدا کرے تیرے بھی ایسا ہی بیٹا ہو ....le roi de Rome... اوف، سارے گھر پر، پورے گھر پر عذاب نازل ہو!،،

''یہ سچ مچ آپ کو ہوا کیا ہے؟،، ایک دم کولیا ابل پڑا ''کیا ہو گیا یہ؟ اب آپ گھر واپس کیوں نہیں چلتے؟ کہیں دماغ تو نہیں چل گیا آپ کا؟،،

''ٹھیر، سمجھاتا ہوں، ابھی تجھے سمجھاتا ہوں... سب بتا دوں گا۔ چیخ پکار نہیں، سنا جائے گا... روم کے بادشاہ... اوف، میرا دم گھٹا جاتا ہے، دل بیٹھ رہا ہے!

دائی، کہاں ہے تیری گور؟

کولیا، یہ کون پکارا تھا؟،،

''مجھے نہیں معلوم، نہیں معلوم، کس نے پکارا تھا! گھر چلئے، ابھی چلئے! میں بھائی گانیا کی خبر لوں گا اگر ضرورت پڑی تو... کدھر چل دئے پھر آپ؟،،

جنرل نے اسے قریب کے ایک مکان کی سیڑھیوں کی طرف کھینچا۔

''آپ کہاں جا رہے ہیں، غیر کا گھر ہے یہ!،،

جنرل وہیں سیڑھی پر بیٹھ گئے اور ہاتھ بڑھا کر کولیا کو اپنے نزدیک گھسیٹ لیا۔

''سر نیچے کر، سر جھکا، میں تجھے کچھ بتائے دیتا ہوں... بےآبروئی... سر جھکا، کان میں، چپکے سے بتاؤں گا...،،

''آپ کو ہوا کیا ہے؟،، کولیا بری طرح سہم گیا، تاهم اس نے باپ کی طرف کان بڑھا دیا۔

«Le roi de Rome...» انھوں نے کھسر پھسر کی اور خود گویا تھرتھرا رہے تھے۔

''ہے کیا یہ؟ آپ کو یہ le roi de Rome کی رٹ کیا لگ گئی؟،،

''میں، میں...،، جنرل کے لب پھر ہلے اور وہ ''اپنے بچے،، کے شانے زور سے، اور زور سے دباتے، تھامتے رہے۔ ''میں کہنا چاهتا... سارا... ماریا، ماریا پترووونا سو، سو... سو...،،

کولیا نے جھٹکے سے خود کو چھڑایا، جنرل کے شانے تھام لئے۔ انھیں تکنے لگا۔ کولیا کے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ بڑے میاں کا چہرہ پھیکا پڑنے لگا۔ ہونٹ نیلے ہو چلے۔ رہ رہ کر جھٹکے آنے لگے۔ ناگہاں ہاتھ پاؤں جواب دے گئے اور وہ پھسل کر کولیا کے ہاتھوں میں بےدم ہونے لگے۔

''دل کا دورہ!،، کولیا بےتحاشا سڑک پر چیخ پڑا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ یہ کیا ہوا ہے۔

٥

صحیح ہے کہ واروارا نے بھائی سے بات کرتے وقت پرنس اور اگلایا کے رشتے کے متعلق اپنی اطلاع کو کچھ زیادہ ہی قابل اعتبار سمجھ لیا تھا۔ ممکن ہے تیز نظروالی عورت کی حیثیت سے اس نے پیش بینی کرلی ہو کہ عنقریب کیا ہونےوالا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے ارمانوں کا خون ہونے سے جو کڑواہٹ اس میں آگئی تھی (ویسے خود بھی ارمان پورا ہونے کا یقین نہیں تھا)، آخر انسان تھی، اس لطف سے اپنے آپ کو روک نہ سکی کہ بھائی کے دل میں، چہیتے بھائی کے دل میں جسے وہ جی جان سے چاہتی اور غمخواری کرتی تھی، زہر کی بوند ٹپکا کر اس کی مصیبت اور بڑھا دے۔ بہرحال یہ طے ہے کہ واروارا کو اپنی سہیلیوں یعنی پیانچین والیوں سے اتنی نپی تلی اطلاع نہیں ملی ہوگی۔ صرف اشارے، کنائے،

آدھے ادھورے لفظ، ان کہی باتیں اور پہیلیاں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگلایا کی بہنوں نے کسی خاص نیت سے یہ سوچ کر زبان کھولی ہو کہ خود واروارا سے کچھ اگلوا لیں۔ مگر بالآخر یوں بھی ہوا ہوگا کہ اپنی نسوانی خصلت کی تسکین کےلئے اس سہیلی کو ذرا کچوکا دینے کی سوجھی جو بچپن سے ساتھ کھیلی ہوئی تھی۔ یہ بھلا کیوں کر ممکن تھا کہ اتنے دنوں میں انھیں واروارا کی اصلی نیت کا بھی ذرا بھی سراغ نہ ملا ہو۔

دوسری طرف، پرنس کا لیبیدیف سے باصرار یہ کہنا کہ بتانے کو کوئی بات ہئی نہیں، کوئی خاص امر پیش ہی نہیں آیا جس سے باخبر کیا جائے، پرنس کی زبان سے سچ سہی، مگر اس میں بھی غلطی کا امکان تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سبھی کے ساتھ کچھ نہ کچھ انہونی بات ہوئی تھی: کہنے کو تو کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا، مگر اسی اثنا میں بہت کچھ ہو بھی گیا تھا۔ واروارا کی پکی نسوانی فطرت اسی ہوت کو بھانپ گئی تھی۔

قاعدے سے یہ بیان کرنا مشکل ہے، لیکن ہوا یہی کہ نجانے کیسے، پورا یپانچین خاندان ایک ساتھ اس خیال پر پہنچ گیا کہ ہو نہ ہو اگلایا کے ساتھ کوئی بڑی بات ہوئی ہے اور اب اس کی قسمت کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے۔ مگر یکبارگی اس خیال کا ابھرنا ہی تھا کہ اتنے میں سبھی لوگ، وہ بھی گویا یکبارگی اس نتیجے پر پہنچے کہ معاملے کے اس پہلو پر بہت دن سے نظر تھی، پیشتر ہی سب کو صاف طور سے دکھائی دے گیا تھا؛ جس روز وہ ''غریب سردار،، والا واقعہ ہوا، تب سے سب کھٹک گئے تھے، بلکہ اس سے بھی پہلے سمجھے ہوں گے، لیکن کوئی اس فالتو بات پر یقین کرنے کو آمادہ نہ تھا۔ بہنوں نے تو یہ مان لیا تھا۔ البتہ بیگم لیزاویتا کا ماتھا سب سے پہلے ٹھنکا تھا، وہ جان گئی تھیں، بہت دن سے ان کا ''دل دکھ رہا تھا،، مگر پتہ نہیں تب سے ہوا یا نہیں، اب جو پرنس کا خیال آتا تو انھیں گھن آنے لگتی، خاص وجہ یہ کہ پرنس کے خیال سے وہ اچھی بھلی بات میں گڑبڑا جاتی تھیں۔ ایک سوال سامنے تھا جسے حل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ صرف یہی نہیں کہ اس کا کوئی حل نہیں سوجھتا تھا، بلکہ بچاری لیزاویتا بیگم صاحبہ اس سوال کو، چاہے کتنا ہی سر پٹک

لیتیں، پوری وضاحت کے ساتھ سامنے رکھنے سے بھی عاجز تھیں۔ معاملہ کٹھن آ پڑا تھا: "اچھا ہے یا اچھا نہیں رہے گا پرنس؟ یہ سب ٹھیک ہے نا؟ یا ٹھیک نہیں؟ اچھا نہیں (اس میں کیا شک!) تو کیا خاص وجہ اچھا نہ ہونے کی؟ اور اگر، مان لو، اچھا ہے (یہ بھی تو ممکن ہے نا!) تو اچھا ہونا کس بات میں؟"، خاندان کے بزرگ ایوان فیودرووچ بھی، ظاہر ہے کہ شروع میں تو کافی حیرت میں تھے، لیکن بعد میں مان گئے کہ ہاں، "خدا گواہ، اسی قسم کی کوئی چیز ان کی نظر میں آ تو رہی تھی ضرور ان دنوں، کبھی کبھار اچانک اس طرف خیال جاتا!"، بیوی نے گھور کر دیکھا تو وہ فوراً دم سادھ گئے۔ صبح کو تو چپ ہوگئے تھے، شام کو پھر بیوی کے ساتھ تنہائی میں جب زبان کھولنے کی مجبوری ہی آپڑی تو آپ سے آپ، گویا خاص بشاشت کے ساتھ انھوں نے چند ایسے خیالات کا اظہار کیا جن کی توقع نہ تھی: "تو کیا عیب ہے اصل میں؟..." (خاموشی۔) "ہے تو واقعی۔ بڑے تعجب کی بات ہے اگر سچ ہے تو، یہ کہ وہ بحث نہیں کرتا تو یہ، مگر..." (پھر خاموشی)۔ "دوسری طرف سے دیکھا جائے، یعنی دو اور دو چار کرکے دیکھیں تو پرنس، میں جانوں، قسمیہ کہتا ہوں، بڑا ہی لاجواب نوجوان ہے اور... اور یہ کہ... مگر، نام اس کا، ہمارا خاندانی نام، اس کی بھی اپنی جگہ ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ باپ دادا کے نام کی لاج رہتی ہے، ویسے ہی یہ نام گرا جا رہا ہے، دنیا کی نظر میں، یعنی، اس نقطۂ نظر سے، تو مطلب یہ کہ... یوں، دنیا بھی ہے، سماج تو سماج ہوتا ہے... اور ویسے یہ کہ پرنس، بہت نہ سہی، جائداد وغیرہ تو ہئی کچھ نہ کچھ۔ اور اس شخص میں وہ بھی کہ... اور وہ کہ..." (لمبی خاموشی اور پھر الفاظ نے جواب دے دیا۔) بیوی اب تک تو سنتی رہی تھی، اب وہ آپے سے باہر ہوگئی۔

ان کا خیال تھا کہ اب تک جو گزری وہ "ناقابل معافی، بلکہ مجرمانہ بیہودگی تھی، خیالی پلاؤ، حماقت اور ناهنجار تماشا"۔ اول تو یہ بات کہ "یہ صاحبزادہ پرنس کا بچہ آپ ہی بیمار گاودی ہے، دوسرے یہ کہ بالکل بوڑم، دنیا کی خبر نہیں، سوسائٹی میں اس کا کوئی مقام نہیں، کسی کو کیا دکھائیں گے، کہاں ملانے لے جائیں گے؟ ڈیماکریٹ ہے کسی قماش کا، جس کی برداشت نہیں

اور نہ کوئی عہدہ، نہ منصب... اور وہ... بیلوکونسکایا مادام کیا کہیں گی بھلا؟ سوچو، کیا ہم نے اگلایا کےلئے ایسا شوہر سوچا تھا، اس کا خواب بھی دیکھا تھا؟،، آخری دلیل، ظاہر ہے کہ سب سے وزنی ٹھیری۔ ماں کا دل اس خیال سے لرز اٹھا، خون نے جوش مارا اور آنسو بھر آئے، اگرچہ یہ بھی ہے کہ عین اسی وقت میں کوئی اور چیز بھی اس دل کے اندر حرکت میں آئی جس نے ناگہاں ان سے کہا: ''کیوں جی، پرنس ویسا کیوں نہیں ہے جیسا آپ کو درکار ہے؟،، خاص اپنے دل کی یہی تو خلش تھی جو بیگم لیزاویتا کو نچلا نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔

اگلایا کی بہنوں کو یہ پرنس والا خیال نجانے کیوں بھا گیا تھا؛ اور تو اور، اس میں کوئی بہت بےتکاپن بھی انہیں نظر نہیں آتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ ایک دم اسی کے طرفداروں میں پہنچ گئی تھیں، مگر دونوں میں طے تھا کہ زبان نہ کھولی جائے۔ پورے گھرانے میں یہ ہمیشہ کے لئے طےشدہ بات ہے کہ کسی گھریلو اختلافی مسئلے یا عام سوال پر جب بھی بحث چھڑے، اور بیگم صاحبہ اپنی بات پر جس قدر اڑ جائیں، بعض اوقات اسی کی رٹ لگالیں، ان کی نکتہ‌چینی، انکار اور ضد جتنی بڑھتی چلی جائے، اتنا ہی سارے آثار ایسے ہوں گے کہ وہ من جائیں‌گی اور اسی بات کو مان جائیں‌گی۔ مگر بڑی لڑکی الیکساندرا کےلئے بالکل خاموش رہنا بس کی بات نہ تھی۔ ماں نے اسے بہت زمانے سے اپنا مشیر کار بنا رکھا تھا، اور اب تو منٹ منٹ پر اسے بلوایا جاتا اور اس کی رائے طلب کی جاتی۔ خصوصاً اس کی یادداشت سے متعلق، یعنی ''یہ سب ہوا کیسے؟ کیوں کسی کی نظر نہیں گئی؟ تبھی کیوں نہ بتایا؟ تب اس واہیات 'غریب سردار' والی حرکت کا کیا مطلب تھا؟ صرف وہی تنہا کیوں سزا بھگتا کریں کہ سب کی فکر بھی رکھیں، سب پر نظر رکھیں، پہلے سے اندازہ لگایا کریں، — اور باقی جتنے ہیں، سب بیٹھے مکھیاں مارا کریں؟،، وغیرہ وغیرہ۔ الیکساندرا شروع میں تو محتاط رہی اور صرف اتنا کہہ کر رہ جاتی کہ باپ کا یہ خیال کافی معقول نظر آتا ہے کہ پرنس میشکن ان بہنوں میں کسی کا شوہر چنا جائے تو دنیا اور سوسائٹی کی نظروں میں یہ جوڑ اطمینان بخش شمار ہوگا۔ رفتہ رفتہ یہاں تک زبان کھولنے لگی کہ

پرنس ہرگز ''بوژم،، نہیں ہے، نہ کبھی ایسا رہا ہوگا اور آگے کی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ چند سال بعد ہمارے روس میں ایک صاحب حیثیت آدمی بنتے بنتے کیا صورت ہوگی، آیا وہی کہ پہلے کی طرح لازمی سرکاری ملازمت سے ترقی ملتی جائے یا کوئی اور صورت نکلے۔ ان ساری باتوں پر ماں نے پانی پھیر دیا یہ کہہ کر کہ الیکساندرا بڑی ''آزاد خیال ہے اور یہ وہی کم بخت ہے عورتوں کا سوال،،۔ یہ کہہ کر وہ آدھ گھنٹے بعد شہر روانہ ہوگئیں، وہاں سے کامینی جزیرے پہنچیں پرنسس بیلوکونسکایا سے ملنے جو گویا ارادتاً پیترسبورگ میں رکی ہوئی تھیں اور وہاں سے نکلنے ہی والی تھیں۔ یہ بزرگ خاتون اگلایا کی مسیحی ماں بنی تھیں۔

بڑی بی بیلوکونسکایا نے بیگم لیزاویتا کے سارے ہیجانی دردانگیز بیانات آخر تک سنے، مگر حواس باختہ ماں کے آنسوؤں کا ذرا بھی اثر لئے بغیر بس صورت تکتی رہیں، ان کے چہرے پر مذاق اڑانے والا تبسم بھی تھا۔ یہ خاتون تھیں بڑی بےدرد۔ دوستی چاہے کتنی ہی پرانی کیوں نہ ہو، مساوی حیثیت انہیں برداشت نہ تھی اور بیگم لیزاویتا کو تو وہ آج پینتیس سال گزر جانے پر بھی اپنی زیرسایہ شمار کرتی تھیں، آج بھی وہ بیگم کی تیز طبیعت اور خود اعتمادی کی روادار نہیں تھیں۔ بڑی بی نے بات کرتے کرتے جتا دیا کہ ''ان کے خیال میں آپ لوگ، سب کے سب اپنی ہمیشہ کی عادت کے مطابق حد سے آگے دوڑ گئے اور مکھی کا ھاتھی بنا ڈالا۔ سننے میں چاہے انہوں نے کتنی ہی توجہ کی ہو، تاہم وہ یہ ماننے کو تیار نہ تھیں کہ یپانچین والوں کے ہاں کوئی قابل توجہ واقعہ پیش آیا ہے؛ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ابھی جلدی نہ کی جائے اور جب تک واقعی کچھ بات نہ بنے، ہوا کا رخ دیکھا جائے؛ رہا پرنس میشکن کا مسئلہ، تو پرنسس بیلوکونسکایا کی رائے تھی کہ نہایت معقول نوجوان ہے، بس اتنا ہے کہ صحت‌مند نہیں، عجیب سا ہے اور کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا۔ البتہ ایک بری بات یہ کہ کھلے عام اس نے عورت رکھی ہوئی ہے،،۔ لیزاویتا بیگم اچھی طرح جان گئیں کہ بوڑھی پرنسس کے دل میں کچھ میل ہے اس بات پر کہ ایوگینی پاولووچ کا رشتہ خود ان کی طرف سے دیا گیا تھا مگر وہ معاملہ آگے نہیں بڑھا۔ پاولوفسک سے شہر جاتے وقت

لیزاویتا بیگم اتنی جھنجھلائی ہوئی نہیں تھیں جتنی اپنی قیامگاہ پر واپسی کے وقت۔ آتے ہی سب پر برس پڑیں کہ اول تو ان کی مت ماری گئی، اور پھر یہ کہ کسی کے ہاں بھی معاملات اس طرح ہرگز نہیں چلا کرتے جیسے ہمارے ہاں۔ اور بھلا ''ایسی جلدی کیا پڑی ہے؟ ایسا کیا ہوا ہے؟ جتنا بھی دیکھتی بھالتی ہوں، میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیا ہو گیا۔ ابھی جلدی نہ کی جائے۔ ہوا کا رخ دیکھیں ذرا۔ شوہر ایوان فیودرووچ صاحب کو کچھ بھی لگتا ہو، لگا کرے۔ مکھی کا ہاتھی بنانا کیا ضرور؟،، وغیرہ وغیرہ۔

مطلب یہ کہ لے دے کے طے پایا کہ چین سے بیٹھو، اور ٹھنڈے ٹھنڈے دیکھے جاؤ۔ مگر، توبہ ہے، یہ چین سے بیٹھنا دس منٹ بھی نصیب نہ ہوا۔ پہلی ضرب اس خبر سے پڑی کہ جب بیگم لیزاویتا کامینی جزیرے گئی ہوئی تھیں تو ان کی غیرحاضری میں یہاں کیا گزری۔ (وہاں پرنسس بیلوکونسکایا سے ملنے کےلئے ان کی روانگی اس رات کی دوسری صبح کو ہوئی تھی جس رات پرنس میشکن دس بجے کا وقت سمجھ کر آدھی رات گئے وہاں جا پہنچا تھا۔) ماں کے بےصبر سوال جواب پر لڑکیوں نے تفصیل سے کام لیا۔ اول تو یہ کہا کہ ''آپ کی پیٹھ پیچھے یہاں کچھ بھی نہیں ہوا،،۔ یہ کہ پرنس آئے تھے، اگلایا ان سے ملنے دیر تک باہر ہی نہیں آئی، آدھ گھنٹے باہر بٹھا کر نکلی بھی تو کیسے کہ فوراً شطرنج کی بساط بچھا کر اس میں لگا لیا؛ پرنس کو شطرنج ٹھیک سے نہیں آتی، اگلایا نے ذرا دیر میں انھیں شکست دے دی؛ خوب تفریح لی اور پرنس کو ان کے اناڑی‌پن پر بےدردی سے بناتی رہی، بری طرح مذاق اڑاتی رہی یہاں تک کہ پرنس کی خستہ حالت قابل رحم ہو گئی تھی۔ پھر تجویز کیا کہ آئیے، تاش کی «Simpleton»* بازی ہو جائے۔ مگر اس کھیل میں پانسہ پلٹ گیا۔ پرنس نے وہ وہ ہاتھ دکھائے کہ... اس بازی کے ماہر پروفیسر نکلے۔ کمال کا کھلاڑی۔ اگلایا نے کھیل میں بےایمانی کی، پتے بدل دئے، اور

---

* یہ تاش کا روسی کھیل ہے، جس میں چند ہوشیار چالوں کے بعد کھلاڑی مقابل کو چاروں شانے چت گرالیتا ہے۔ (ظ ا۔)

آنکھوں میں دھول جھونک کر پتے غائب بھی کئے، لیکن اس کی ایک نہ چلی، ہر بار مات ہوئی، لگاتار پانچ بار ہاری۔ اگلایا پر بھوت سوار ہوگیا، بالکل آپے سے باہر ہوگئی اور حد یہ کہ پرنس کو ایسی جلی کٹی سنائی کہ وہ مسکرانا بھول گئے اور ان کے چہرے کا رنگ اڑگیا جب اگلایا نے دھمک کر کہا کہ "جب تک آپ اس کمرے میں بیٹھے رہیں گے، میری جوتی بھی ادھر نہیں آنے کی۔ آپ نے سمجھا کیا ہے، شرم نہیں آتی یہاں قدم رکھتے ہوئے، وہ بھی راتوں کو، آدھی رات گئے، اور جو کچھ ہوچکا ہے، اس پر بھی!"

یہ کہہ کر زور سے دروازہ بھیڑا اور نکل کر چل دی۔ پرنس کو ہم بہنوں نے تھپکا، دلاسا دیا، تاہم پرنس ایسے رخصت ہوئے، جیسے کسی کو دفنانے کے بعد۔ پرنس کو ان کے یہاں سے نکلے کوئی پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے کہ اگلایا بھاگی ہوئی اوپر سے برآمدے میں آئی، اسے اتنی بےصبری تھی کہ آنکھیں تک صاف نہ کیں، حالانکہ آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ دوڑ کر واپس گئی کیونکہ اتنے میں کولیا کہیں سے ساھی اٹھا لایا تھا۔ سب کی سب اسی ساھی کو دیکھنے لگیں۔ پوچھنے پر کولیا نے بتایا کہ یہ اس کا جانور نہیں ہے۔ وہ اپنے اسکول کے ایک ساتھی کوستیا لیبیدیف کے ساتھ ادھر سے گزر رہا تھا، ساتھی وہیں باہر سڑک پر رہ گیا کیونکہ اسے اندر آتے شرم آئی، اس کے ہاتھ میں پھاوڑا ہے، ابھی ابھی یہ ساھی اور پھاوڑا ان دونوں نے سامنے سے آتے ہوئے ایک دیہاتی سے خریدا۔ دیہاتی نے پچاس کاپک لے کر ساھی تو دےدیا، پھاوڑا نہیں دے رہا تھا، کہہ سن کر راضی کیا کہ یہ بھی فروخت کردے... دیکھئے، کیا عمدہ پھاوڑا ہے۔ اس پر اگلایا کو بھی ضد چڑھ گئی، بار بار کولیا سے کہنے لگی کہ تم یہ ساھی میرے ہاتھ بیچ دو۔ آپے سے باہر ہوئی جا رہی تھی؛ یہاں تک کہ کولیا کو "پیارے"، کہہ کر منانے لگی۔ وہ دیر تک تو ٹالتا رہا، آخر پسیج گیا اور اپنے ساتھی کوستیا کو بلا لایا۔ واقعی یہ لڑکا پھاوڑا لئے ہوئے تھا اور بہت جھینپ رہا تھا۔ اتنے میں پتہ یہ چلا کہ ساھی ان کی بھی نہیں، پتروف نام کے کسی تیسرے لڑکے کی ہے جس نے ان دونوں کو کسی اور لڑکے سے شلوسر کی "تاریخ"، خرید لانے کےلئے رقم دی تھی اور وہ لڑکا روپیے کی ضرورت سے تاریخ

کی یہ کتاب سستے داموں بیچ رہا تھا ۔ دونوں اصل میں تاریخ کی کتاب خریدنے نکلے تھے لیکن جی للچا گیا اور ساھی خرید لیا تو مطلب یہ کہ کانٹوں بھرا ساھی اور پھاوڑا اس تیسرے لڑکے کی ملکیت ٹھیرا جس کی رقم سے خریدا گیا اور تاریخ کی کتاب کے بدلے اسے یہ دینے جا رہے ھیں ۔ مگر اگلایا کو ایسی ضد چڑھی تھی کہ آخر ان دونوں نے ساھی اس کے ھاتھ بیچ دیا ۔ جانور خریدتے ھی اس نے کولیا کی مدد سے ایک بٹی ھوئی بید کی ٹوکری میں ڈالا، رومال سے اسے ڈھکا اور کولیا سے التجا کی کہ اب اس وقت کہیں اور جانے کے بجائے سیدھا پرنس کے ھاں یہ ٹوکری لےجائے، اور اس کی طرف سے یہ تحفہ پہنچا دے ''انتہائی احترام کی نشانی،، کے طور پر ۔ کولیا ویسے تو بڑی خوشی سے آمادہ ھوگیا، حتمی وعدہ بھی کیا کہ پہنچا آئےگا، فوراً مچلنے لگا کہ ''یہ ساھی اور اس قسم کا تحفہ بھیجنے کا آخر مطلب کیا؟،، اگلایا نے بہتیرا سمجھایا کہ یہ تمھارے سمجھنے کی بات نہیں ۔ وہ بولا کہ ھو نہ ھو، کوئی تمثیل یا اشارہ ضرور ھے اس میں ۔ اگلایا اس پر بگڑ بیٹھی اور اسے جھاڑ دیا کہ تم ابھی چھوکرے ھو، اس کے سوا کچھ نہیں ۔ کولیا بھی الجھ پڑا اور کہنے لگا کہ اگر اس کے عورت‌پن کا لحاظ آنکھ میں نہ ھوتا، بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ اگر اپنی رائے کی قدروقیمت مجھے نہ ھوتی تو میں ھاتھ کے ھاتھ دکھا دیتا کہ اس طرح کی توھین کا جواب دینا آتا ھے ۔ ساری تکرار ختم یہاں آکر ھوئی کہ کولیا، جیسے تیسے، یہ تحفے کی ٹوکری لئے ھوئے خوش خوش پرنس کی طرف روانہ ھوگیا ۔ اس کے پیچھے کوستیا لیبیدیف بھی لپکا ۔ اگلایا سے صبر نہ ھوسکا ۔ دیکھا کہ کولیا ٹوکری کو خوب ھلاتا جھلاتا ھوا جا رھا ھے تو اوپر کے برآمدے سے پکار کر ھدایت دینے لگی ''مہربانی کرنا کولیا، کہیں راستے میں گرا نہ دینا پیارے!،، گویا ان دونوں میں ابھی تو تکرار نہیں ھو چکی تھی ۔ کولیا آواز سن کر رکا اور ایسے جیسے ذرا دیر پہلے کڑوی بات نہیں کہی تھی، بڑی مستعدی سے پکار کر جواب دیا ''بےفکر رھئے اگلایا بی‌بی، ھرگز نہیں گراؤں‌گا!،، اور پھر منہ اٹھا کر دوڑ لیا ۔ وہ جا چکا تو اگلایا خوب ٹھٹھا مار کر

ہنسنے لگی۔ پھر خوب خوش خوش اپنے کمرے میں چلی آئی اور سارے دن بہت عمدہ موڈ میں رہی۔

اس طرح کی اطلاع نے بیگم لیزاویتا کو بالکل بدحواس کردیا۔ بظاہر اس میں کونسی ایسی بات تھی، کچھ نہیں۔ مگر ان پر موڈ ایسا تھا کہ آئے اوسان جاتے رہیں۔ ان کے دل کی دھڑکن بےانتہا تیز ہوگئی اور سب سے بڑی چیز تھی وہ کانٹوں بھرا ساھی۔ اس کا مطلب کیا؟ اس میں پہلو کیا رکھا گیا؟ کیا اشارہ کنایہ؟ یہ اشاروں میں بات کونسی ہے؟ بچارے ایوان پیان‌چین پر جب یوں سوالوں کی بوچھار ہوئی تو انھوں نے اپنے جواب سے سارا معاملہ ہی چوپٹ کردیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہاں اشاروں میں بات‌والا کوئی ٹیلی گرام نہیں، اس میں ہئی کیا، ''بس ایک ساھی — اس کا مطلب دوستانہ مراسم کے سوا اور کیا نکلتا ہے، شکایت یا ناگواری دور کرکے صلح صفائی کی بات، مختصر یہ کہ محض چھیڑ چھاڑ ہے، شرارت ہے، وہ بھی محض معصومانہ شرارت، قابل درگزر۔،،

یہاں قوسین میں اپنی رائے دیتے چلیں کہ جنرل ایوان پیان‌چین کا خیال بالکل درست تھا۔ پرنس ابھی اگلایا کے بنگلے سے مذاق کا نشانہ بنا اور دھتکارا ہوا اپنے یہاں آیا ہی تھا، آدھ گھنٹے سے منہ لٹکائے اداس بیٹھا تھا کہ اتنے میں کولیا وہ ساھی والی ٹوکری لئے آپہنچا۔ بادل فوراً چھٹ گئے۔ پرنس کے تن مردہ میں جان آگئی۔ اس نے کولیا سے خوب جی بھر کے پوچھ گچھ کی، ایک ایک لفظ پکڑا، تولا، دس دس بار سوال پر سوال کئے، بچوں کی طرح ہنستا رہا، دونوں لڑکوں سے، جو مسکراتی آنکھوں سے اسے تکے جا رہے تھے، باربار ھاتھ ملاتا رہا۔ غرض، مطلب یہ نکلا کہ اگلایا نے کہا سنا سب معاف کیا، پرنس کو آج شام ہی پھر اس کے پاس آنے کی اجازت ہے، اور یہ مفہوم نہ صرف اس کےلئے اصل بات تھی، بلکہ یہی تھی سب کچھ۔

''ہم بھی کیسے بچے ہیں اب تک، کولیا، ہے نا۔ اور کیا اچھی بات ہے کہ ہم بچے ہی ہیں!،، آخر سرور کے عالم میں اس کی زبان سے نکلا۔

''سیدھی سیدھی کہوں تو پرنس صاحب، اسے آپ سے پیار ہوگیا ہے اور بس!،، کولیا نے بڑے اعتماد سے زور دے کر کہا۔

پرنس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی — مگر اس بار کہا کچھ نہیں، اور کولیا ہنسنے، تالیاں بجانے لگا۔ منٹ بھر گزرا ہوگا کہ پرنس کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔ پھر شام کا اندھیرا ہونے تک ہر پانچ منٹ پر وہ گھڑی کی سوئیاں دیکھتا رہا کہ کتنا وقت گیا، شام ہونے میں کتنا وقت باقی ہے۔

لیکن وہاں تو موڈ حاوی تھا۔ لیزاویتا بیگم سے آخر صبر نہ ہو سکا، وہ خفقانی حالت میں مبتلا ہو گئیں۔ اپنے شوہر اور بیٹیوں کے روکنے ٹوکنے کو نظر انداز کرکے انھوں نے فوراً اگلایا کو بلوا بھیجا تاکہ بس، دوٹوک آخری سوال کرکے اس سے قطعی، صاف جواب حاصل کیا جائے۔ ''تاکہ یہ قصہ ایک بار ٹھکانے ہی لگا دیا جائے، دور دفع اور آئندہ اس کا کوئی مذکور نہیں!،، یا تو یوں ہو ''ورنہ میں شام تک زندہ نہیں بچوں‌گی!،، انھوں نے برملا کہہ دیا۔ تب گھر والوں کو اندازہ ہوا کہ معاملے کو بلاوجہ الجھا کر کیا انمل بےجوڑ بنا ڈالا ہے۔ بناوٹی تعجب، ناراضی، اور پرنس پر، پوچھ گچھ کرنےوالوں پر ہنسی قہقہے کے سوا اگلایا سے کوئی کچھ نہ اگلوا سکا۔ بیگم صاحبہ جاکر اپنے بستر پر دراز ہوگئیں، صرف چائے کے وقت نیچے اتر کر آئیں، جب پرنس کے آنے کا وقت ہو رہا تھا۔ انھیں پرنس کی آمد کی بےچینی لگی تھی اور جیسے ہی وہ آیا، ان خاتون پر ہسٹریا کا دورہ سا پڑ گیا۔

پرنس خود بھی دبے پاؤں آیا جیسے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہو اور عجب طرح مسکرا رہا تھا۔ وہ ہر ایک کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بڑھا گویا کوئی سوال کرتا جاتا ہو، کیونکہ اگلایا پھر کمرے سے ندارد تھی۔ اسے نہ پاکر وہ فوراً گھبرا گیا۔ اس شام باہر کا کوئی آدمی نہیں تھا، صرف گھر کے لوگ موجود تھے۔ پرنس ش۔ ابھی تک ایوگینی پاولووچ کے مرحوم چچا کے سلسلے سے پیٹرسبورگ میں الجھا ہوا تھا۔ ''اچھا تھا اگر وہ بذات‌خود یہاں ہوتا، کچھ بتاتا،، بیگم لیزاویتا کو اس کی غیر حاضری پر افسوس ہو رہا تھا۔ ایوان پیان‌چین بیٹھے کسی گہری فکر میں گرفتار تھے۔ بہنوں پر بھی سنجیدگی طاری تھی، اور جیسے انھوں نے منہ میں گھنگھنیاں بھر رکھی ہوں۔ بیگم صاحبہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ بات کہاں سے شروع کریں۔ کچھ اور نہ سوجھی تو ریلوے

پر برس پڑیں اور پرنس کو صاف صاف للکارنے کے انداز میں دیکھنے لگیں۔

افسوس! اگلایا باہر نہیں آئی اور پرنس کی شامت آگئی۔ کچھ بےربطی سے اور ذرا بےخیالی میں یونہی کہہ بیٹھا کہ ریلوے لائن کی مرمت انتہائی مفید رہےگی، اس پر ادےلائیدا کی ہنسی چھوٹ گئی اور پرنس پھر سٹپٹا کر رہ گیا۔ ٹھیک اسی لمحے اگلایا نمودار ہوئی، بہت لئے دئے، بڑے رکھ رکھاؤ سے آئی، اور پرنس کو تکلف کے ساتھ اشارے سے سلام کرکے گول میز کے پاس سب سے نمایاں جگہ شان سے بیٹھ گئی۔ اس نے پرنس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ سب سمجھ گئے کہ تمام غلط فہمیوں کے دور ہونے کا وقت آگیا ہے۔

''کہئے، آپ کو میرا وہ ساھی مل گیا؟،، خوب جما کر اور تقریباً خفگی کے لہجے میں اس نے پوچھا۔

''جی ھاں، مل گیا،، پرنس نے لجاتے اور ڈوبتے ہوئے جواب دیا۔

''فوراً صاف لفظوں میں بتائیے کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ ہماری والدہ کی اور پورے گھرانے کی تسکین کےلئے نہایت لازمی ہے۔،،

''سنو اگلایا،، جنرل صاحب نے بڑی بےچینی سے اسے ٹوکا۔

''یہ تو، یہ تو حد سے بھی گزر گئی!،، نجانے کیا سوچ کر لیزاویتا بیگم گھبرا گئیں۔

''حد سے گزرنے کی کونسی بات ہے اس میں ممی،، بیٹی نے سختی کے ساتھ تڑ سے جواب دیا ''میں نے آج پرنس کو ایک ساھی بھیجا تھا، ان کی رائے جاننا چاھتی ھوں۔ کیوں، یہی نا پرنس؟،،

''اگلایا صاحبہ، یعنی، کیسی رائے؟،،

''ساھی کے بارے میں۔،،

''یعنی، میں... یہ سمجھا کہ آپ جاننا چاھتی ھیں، میں نے ساھی... کیسے... یا یوں کہئے کہ اس پارسل کو کس نظر سے دیکھا... یعنی یہ کہ میں... اس صورت میں... میرا قیاس ہے کہ... مختصر یہ کہ...،،

اس کا سانس پھول گیا اور خاموش ھورھا۔

''پوری بات نہ کہی آپ نے،، اگلایا نے کوئی پانچ سیکنڈ انتظار کرکے کہا ''خیر، چلئے، میں نے ساھی کا سوال چھوڑا۔

لیکن خوشی ہے کہ آخر ساری غلط فہمیوں کا انبار اب اٹھ گیا۔ آخر میں اجازت ہو کہ خود آپ کی زبانی، ذاتی رائے معلوم کرلوں: بتائیے آپ مجھ سے شادی کا رشتہ دیتے ہیں یا نہیں؟،،

''افوہ، توبہ ہے میری!،، لیزاویتا پروکوفیونا پھٹ پڑیں۔

پرنس کو جھرجھری آئی اور وہ کسمسا کر رہ گیا۔ باپ کا یہ حال کہ ہاتھ پاؤں شل۔ بہنوں کا منہ چڑھ گیا۔

''جھوٹ نہ بولئےگا۔ سچ سچ کہئے پرنس۔ آپ کے کارن مجھ سے عجب قسم کا سوال جواب کیا جاتا ہے۔ کیا اس پوچھ گچھ کی کوئی بنیاد موجود ہے؟ یا نہیں؟،،

''میں نے آپ سے رشتہ تو نہیں دیا اگلایا بی‌بی،، پرنس کے منہ سے نکلا اور ایک دم اس میں جان پڑگئی ''مگر... مگر ہاں، آپ خوب جانتی ہیں کہ کتنا چاہتا ہوں آپ کو اور آپ پر ایمان رکھتا ہوں... اس وقت بھی...،،

''میں نے تو آپ سے صرف اتنا پوچھا تھا: آپ اس رشتے کے طلبگار ہیں یا نہیں؟،،

''طلبگار ہوں،، مری ہوئی آواز میں پرنس نے جواب دیا۔

ہر طرف کھلبلی مچ گئی۔

''یہ سب یوں نہیں میرے عزیز،، جنرل نے نہایت ہیجان کے عالم میں بےاختیار کہا ''یہ جو... یہ تقریباً ناممکن ہے۔ اگر یہ یوں ہے تو، اگلایا بیٹی... معاف کرنا، پرنس، معاف کرنا، مائی ڈیر! لیزاویتا پروکوفیونا،، وہ بیوی سے مدد کے طالب ہوئے ''ہونا یہ چاہئے... غور و فکر سے کام لیا جائے...،،

''مجھے انکار ہے، مجھے منظور نہیں!،، لیزاویتا بیگم دونوں ہاتھ جھٹکتے ہوئے پکاریں۔

''ممی، مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ اس قسم کے معاملے میں آخر میری بھی تو کوئی حیثیت ہے نا! میری قسمت کے فیصلے کا نہایت نازک لمحہ آ پہنچا ہے (اگلایا نے قطعی اسی طرح کہا)۔ میں بذات خود جاننا چاہتی ہوں اور پھر مجھے خوشی ہے کہ سب کی موجودگی میں... آپ سے البتہ ایک سوال کرلوں پرنس صاحب، کہ اگر 'آپ کی یہی نیت ہے، تو میری زندگی کی راحت کا کیا سروسامان ہوگا آپ کے پاس؟،،

''معلوم نہیں، سچ، اگلایا صاحبہ، معلوم نہیں اس سوال کا کیا جواب دیا جائے؛ اس میں جواب کی... جواب کی کیا گنجائش؟ ہاں... اور کیا یہ ضروری ہے؟''

''اوہو، آپ غالباً الجھن میں پڑگئے، سانس پھول رہا ہے؛ ذرا دیر آرام کیجئے۔ دم بحال کر لیجئے۔ ایک گلاس پانی پی‌لیجئے۔ ابھی آپ کےلئے چائے آتی ہے۔''

''مجھے آپ سے محبت ہے اگلایا بی‌بی، بہت بہت محبت؛ صرف آپ سے محبت کی ہے میں نے اور... آپ مذاق میں مت اڑائیے، مجھے آپ سے بےحد محبت ہے۔''

''جو بھی ہو، مگر یہ معاملہ ایسا ویسا نہیں؛ ہم لوگ بچے تو ہیں نہیں، ٹھونک بجا کر دیکھنا ہوگا... ذرا آپ وضاحت کی تکلیف اٹھائیے اور فرمائیے، آپ کی مالی حیثیت کل کتنی ہے؟''

''یہ کیا، یہ کیا، اگلایا، تمہیں ہوا کیا ہے؟ ایسے نہیں، یوں نہیں...'' گھبرا کر جنرل ایوان یپان‌چین بول پڑے۔

''شرمناک!'' بیگم لیزاویتا نے باآواز بلند مگر دبی زبان سے کہا۔

''کیا دیوانی ہوئی ہے!'' الیکساندرا نے ماں کی تقلید کی۔

''مالی حیثیت... یعنی روپیہ پیسہ؟''

''جی، بالکل۔''

''میرے پاس... فی‌الحال صرف ایک لاکھ پینتیس ہزار ہیں'' پرنس کی زبان سے نکلا، اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی تھی۔

''بس اتنا ھی؟'' اگلایا اونچی آواز اور کھلے عام تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔ اس کے چہرے پر نہ رنگ آیا نہ گیا ''خیر، کچھ برا نہیں؛ اگر ذرا کفایت‌شعاری سے کام لیا جائے... آپ کوئی ملازمت کرنے والے ہیں؟''

''جی، میں امتحان دینا چاہتا تھا پرائیویٹ ٹیوٹر کا...''

''بہت مناسب... اس سے ہماری آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔ کیا خیال ہے، آپ شاھی محل میں حاضر باش کی ملازمت چاھیں گے؟''

''حاضر باش؟ جی، یہ تو کبھی گمان بھی نہیں گزرا۔ مگر یہ کہ...''

اب دونوں بہنوں سے برداشت نہ ہوسکا، ان کے قہقہوں نے تار

توڑ دیا۔ ادےلائیدا کو بہت دیر سے نظر آرہا تھا کہ اگلایا کے چہرے کے اعصاب تھرک رہے ہیں، اس کی ہنسی اب چھوٹی، اب چھوٹی، بہت زور لگاکر وہ اسے لگام دئے ہوئے ہے۔ اگلایا نے بےاختیار ہنس پڑنےوالی بہنوں کو گھور کر دیکھا، لیکن ایک آدھ سیکنڈ بعد خود بھی قابو کھو بیٹھی؛ پھر جو قہقہہ مارا، ہنسی کے مارے، جنونی قہقہوں کے مارے لوٹ پوٹ ہوگئی۔ پیٹ میں بل پڑگئے اور کمرے سے نکل کر بھاگ لی۔

''میں پہلے سے جانتی تھی کہ صرف ہنسی ٹھٹھا ہے، اور کچھ نہیں!،، ادےلائیدا پکار کر بولی ''اب سے نہیں، ساھی بھجوانے کے وقت سے ہی۔،،

''نہیں، اس کی اجازت نہیں، اس کی بالکل اجازت نہیں دی جا سکتی!،، بیگم لیزاویتا ایک دم غصے سے ابل پڑیں اور اگلایا کے پیچھے پیچھے لپک کر گئیں۔ بہنیں بھی ان کے تعاقب میں دوڑ پڑیں۔ کمرے میں صرف دو رہ گئے، پرنس اور خاندان کے بزرگوار جنرل۔

''یہ بھی، یہ کیا... آپ خود ایسی کسی بات کا تصور کر سکیں شاید پرنس لیو نکولائیوچ؟،، جنرل تیزی سے پکار اٹھے، ظاہر تھا کہ کیا کہنا ہے، خود ان کی سمجھ میں نہیں آرہا۔ ''نہیں، سنجیدگی سے، سنجیدگی سے کہا جائے تو۔،،

''میں سمجھا، اگلایا صاحبہ مجھے چٹکیوں میں اڑا رہی تھیں،، پرنس نے رنج سے جواب دیا۔

''اچھا، ٹھیرو، برادر؛ میں جاتا ہوں اور تم ذرا ٹھیرنا... تم ہی بتاؤ مجھے پرنس، تم ہی بتاتے کہ... یہ سب ماجرا ہے کیا، اس کا مطلب کیا، یہ سارے کا سارا، یوں کہنا چاھئے کہ اس تمام سلسلے کا مطلب؟ تم یہ تو مانوگے کہ بہرحال — میں باپ ہوں۔ دیکھو، آخر باپ ہوں میں اور میری سمجھ میں تو کچھ آتا واتا نہیں۔ اب تم ہی سمجھاؤ کہ کیا معنی کہ —،،

''میں اگلایا سے محبت کرتا ہوں؛ یہ بات ان کے علم میں ہے... اور آج نہیں، غالباً ایک زمانے سے جانتی ہیں۔،،

جنرل نے بےتعلقی میں دونوں شانے ہلا دئے۔

''عجیب بات، بالکل عجیب... کیا بہت محبت کرتے ہو؟،،

''بہت زیادہ۔ ''

''عجیب، میرے لئے تو یہ سب بڑے تعجب کی بات ہے۔ یعنی انہونی اور سخت جھٹکا، یہ کہ... دیکھتے ہو نا پیارے... میں کوئی روپیے جائداد کی بات نہیں کرتا (اگرچہ امید تھی کہ تمھاری مالی حالت اس سے بہتر ہوگی)، پھر بھی... میرے لئے بیٹی کی خوشی... اچھا، آخر میں... تم بتاؤ، یوں کہوں کہ اس کے چین آرام کا تو سامان؟ اور... اور ہاں... یہ سب مذاق تھا اس کا یا سچ مچ؟ مطلب یہ کہ تمھاری طرف سے نہیں، اس کی طرف سے مذاق یا سنجیدگی؟''

دروازے کے پیچھے سے بڑی بیٹی الیکساندرا کی آواز آئی۔ باپ کو اندر بلایا جا رہا تھا۔

''ٹھیرنا برادر — ذرا تم ٹھیرے رہنا۔ ٹھیرو اور غور کرو، میں ابھی آیا...'' انھوں نے جلدی جلدی کہا اور سراسیمگی میں الیکساندرا کی پکار پر لپکے۔

اندر ان کی بیوی اور بیٹی ایک دوسرے کو گلے لگائے خوب آنسو بہا رہی تھیں۔ خوشی کے آنسو، شفقت اور صلح صفائی کے آنسو جاری تھے۔ اگلایا اپنی ماں کے ہاتھ، گال اور ہونٹ چومے جاتی تھی۔ ماں بیٹی نے ایک دوسری کو زوروں میں بھینچ رکھا تھا۔

''یہ لیجئے، دیکھ لیجئے اپنی لاڈلی کو، یہ ہے اصلی رنگ میں!'' ماں نے اپنے شوہر کو مخاطب کیا۔

اگلایا نے اپنی خوشی بھری، آنسوؤں میں لت‌پت ننھی سی صورت ماں کی چھاتی سے جدا کی، باپ کو نظر بھر کے دیکھا، زور سے بےاختیار ہنس پڑی، لپک کر انھیں دونوں بازوؤں میں لےلیا اور جی بھر کے پیار کرنے لگی۔ پھر باپ کو چھوڑ کر ماں پر جھپٹی اور اپنا چہرہ ان کے سینے میں ایسے چھپا لیا کہ اس پر کسی کی نظر نہ پڑے اور پھر فوراً رونے لگی۔ بیگم لیزاویتا نے اپنی بیٹی کو اوپر سے نیچے تک شال سے ڈھک لیا۔

''اری، یہ تو نے، یہ ہمارے ساتھ کیا تماشا کر رکھا ہے! بڑی بےدرد لڑکی ہے تو — اور کیا!'' بیگم صاحبہ کے منہ سے نکلا،

مگر ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا جیسے ایک دم سانس لینے میں آرام ملنے لگا ہو۔

''بے درد، واقعی بے درد!،، اگلایا نے ان کے منه سے لفظ توڑ لیا ''واهیات بالکل، لاڈ پیار کی بگاڑی ہوئی، پاپا سے بھی کہه دیجئے یہی — ارے، وہ تو یه رہے۔ پاپا، آپ ھیں یہاں؟ سن لیجئے!،، آنسوؤں کی جھلملی سے وہ ھنس دی۔

''پیاری میری چہیتی، میری مورتی!،، جنرل نے اس کا ھاتھ چوما۔ وہ خوشی کے مارے نہال ہوئے جا رہے تھے۔ (اگلایا نے ان پر سے ھاتھ نہیں ھٹائے۔) ''تو یه بات ھے، تجھے پیار ھے اس سے... اس نوجوان سے؟،،

''نہیں، نا، نا۔ میں تو برداشت نہیں کر سکتی... آپ کے اس نوجوان کو — برداشت نہیں کر سکتی ھوں!،، ایک دم اگلایا نے جوش میں آکر سر اوپر اٹھایا ''اب اگر آپ نے آئندہ کبھی... تو صاف جتائے دیتی ھوں، سنا آپ نے، سنجیدگی سے کہے دیتی ھوں!،،

اور واقعی وہ بڑی سنجیدگی سے کہه رہی تھی؛ چہرے پر سرخی دوڑی ہوئی تھی اور آنکھیں چمک رہی تھیں۔ پاپا سٹپٹا کر رہ گئے، لیکن ماں نے اگلایا کی پشت سے انہیں اشارہ کیا اور ان کی سمجھ میں آگیا که اب مجھے آگے ''سوال جواب نہیں کرنا چاھئے،،۔

''اچھا، اگر یوں ھے، میری معصوم بچی تو جیسی تیری مرضی؛ وہ وھاں تنہا بیٹھے ھیں، کیسا رہے جو میں لطیف سا اشارہ کردوں که چلے جائیں؟،،

اب کی بار جنرل کی باری تھی بیوی کو آنکھ مارنے کی۔

''نہیں، نہیں، اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اگر 'لطیف سا، اشارہ کرنا ھو تو کیا ضرور! آپ خود ان کے پاس چلے جائیے، میں ابھی اٹھتی ھوں، آتی ھوں۔ جا کر ان صاحب سے ... ان نوجوان سے معذرت طلب کروں گی کیونکه میں نے ان کا دل دکھایا ھے۔،،

''اور بہت دل دکھایا،، ایوان فیودرووچ نے زور دے کر کہا۔

''اچھا تو... آپ سب لوگ یہیں رہئے۔ پہلے میں جاؤں گی اکیلی، پھر آپ، لمحه بھر بعد، آپ لوگ چلے آئیے؛ یه بہتر رہے گا۔،،

وہ تیزی سے دروازے کے پاس پہنچی لیکن پھر مڑ گئی۔

''میری ھنسی نکل جائے گی! ھنسی کے مارے دم نکل جائے گا!''، افسوس کے ساتھ اگلایا نے بتایا۔

مگر پھر اسی سیکنڈ مڑ کر پرنس کے پاس جانے کو دوڑی۔

''یہ بات کیا ھوئی؟ کیا خیال ھے تمھارا؟''، جلدی سے شوھر نے بیوی کو ٹھوکا دیا۔

''ڈرتی ھوں دل کی بات زبان پر لاتے ھوئے — مگر میں جانوں، بات صاف ھے''، بیگم لیزاویتا نے بھی فوراً جلدی سے جواب دیا۔

''مجھ پر بھی روشن ھے، دن کی طرح روشن۔ محبت کرتی ھے۔''

''محبت کرنا کیا معنی، وہ جی جان سے اس کی محبت میں مبتلا ھے!''، بڑی بیٹی الیکساندرا نے لقمہ دیا ''مگر بھلا کس سے، ذرا دیکھئے تو۔''

''خدا اسے اپنی رحمت کے سائے میں رکھے، اگر یہی تقدیر کا لکھا ھے تو!''، ماں نے عقیدت کے جوش میں صلیب کا نشان پھیرا۔

''تقدیر، یہ معنی کہ تقدیر کے لکھے سے بچنا ناممکن!''، جنرل نے بھی تائید کردی۔

سب اٹھ کر مہمانوں کے کمرے میں آئے۔ یہاں کچھ اور ھی رنگ کھلا۔

اگلایا نہ صرف یہ کہ قہقہہ مارنے سے باز آئی بلکہ پرنس کے نزدیک ڈرتے سہمتے قدم بڑھاتے ھوئے، قریب قریب لجا کر کہنے لگی:

''آپ ایک نادان، احمق، لاڈپیار کی بگاڑی ھوئی لڑکی کو معاف کر دیجئے (پرنس کا ھاتھ بھی تھام لیا) اور یقین کیجئے گا کہ ھم سب لوگ آپ کی بےانتہا عزت کرتے ھیں۔ اب اگر میں نے جسارت کی کہ آپ کی لاجواب، نیک نفس سادہ دلی کا جواب ھنسی دل لگی سے دیا تو آپ میری اس حرکت کو بچکانہ شرارت سمجھ کر معاف کردیجئے۔ معاف کیجئے گا کہ میں نے خواہ مخواہ... اتنی چکلس کی، جس کا، ظاھر بات ھے کہ دور دور کوئی نتیجہ نہیں نکلنے والا...''

اگلایا نے یہ آخری الفاظ خاص زور دے کر کہے تھے۔

باپ، ماں، بہنیں، اتنے میں سبھی اس کمرے میں آچکے تھے کہ سب نے دیکھا، سب نے سن لیا اور سب دانتوں میں انگلیاں داب کر

رہ گئے اس جملے پر کہ ''خواہ مخواہ چکلس، جس کا دور دور کوئی نتیجہ نہیں نکلنےوالا،، اوپر سے وہ سنجیدگی جو اگلایا پر طاری تھی، ''خواہ مخواہ کی چکلس،، کے الفاظ ادا کرتے وقت۔ سب سوالیہ نظروں سے تکنے لگے تھے، مگر ایک پرنس، جو شاید ان الفاظ کو ذہن‌نشین کئے بغیر، بےانتہا مگن تھا۔

''آپ ایسے کیوں کہہ رہی ہیں؟،، وہ بدبدایا ''کیوں، آپ... معذرت کیوں... کر رہی ہیں آپ؟،،

وہ یہ کہنے چلا تھا کہ میں بھلا اس قابل کہاں ہوں کہ مجھ سے معذرت طلب کی جائے۔ کیا جانے، وہ مطلب بھی سمجھ گیا ہو اس خاص جملے کا کہ ''خواہ مخواہ کی چکلس، جس کا دور دور کوئی نتیجہ نہیں نکلنےوالا،، مگر، عجب بےتکا آدمی تھا کہ شاید ان لفظوں سے بھی مزا لئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے لئے بڑی سے بڑی قلبی راحت اس میں پوشیدہ تھی کہ اب آئندہ بھی بلا روک ٹوک اگلایا کے پاس آجا سکےگا، اس سے باتیں کرنے کی، ساتھ بیٹھنے کی، ساتھ گھومنے پھرنے کی سہولت حاصل رہےگی اور کسی کو کیا معلوم کہ شاید وہ اتنے ہی میں جیتے جی مگن رہا کرتا۔ (یہی، اس کا اتنے میں خوش رہنا تھا جس سے بیگم لیزاویتا پروکوفیونا اپنے جی میں ڈرتی تھیں، یہی وہ بات تھی جسے زبان پر لانا انھیں نہیں آتا تھا۔)

بیان کرنا مشکل ہے کہ پرنس اس شام کس قدر تازہ دم اور خوش و خرم رہا۔ وہ ایسے کھلا ہوا تھا کہ اس پر نظر ڈالنے سے دل کو راحت ملے۔ اگلایا کی بہنوں نے بعد میں اسی طرح خیال ظاہر کیا۔ برابر باتیں کئے جاتا تھا، اور ایسا چھ مہینے پہلے کی اس صبح کے بعد سے اب تک نہ ہوا جس صبح کو وہ پہلی بار اس خاندان سے متعارف ہوا تھا۔ پیترسبورگ واپس آنے کے ساتھ ہی پرنس سب کے سامنے اور خود ارادتاً بہت کم سخن ہوگیا تھا۔ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ اس نے سب کی موجودگی میں پرنس ش۔ سے بات کرتے کرتے جتا دیا کہ اس کےلئے اپنی زبان کو لگام دئے رہنا ضروری ہے کیونکہ نازک خیال کو لفظوں میں پیش کرکے اس کی بےعزتی کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ مگر اس شام وہ اکیلا ہی چہکتا رہا، بہت سی باتیں کہہ سنائیں، بیان میں وضاحت تھی، خوشی سے

اور اچھے موڈ میں سوالوں کا برابر جواب دئے جا رہا تھا۔ البتہ الفاظ میں کہیں بھی ہلکی پھلکی جی بہلاوے کی باتوں کی جھلک تک موجود نہ تھی۔ جو کہا، وہ سب کا سب نہایت جچاتلا، بلکہ بعض اوقات دانائی سے بھرپور خیالات کا اظہار تھا۔ پرنس نے کئی ایک تو طبع زاد نکتے پیش کئے، خاص اپنے مشاہدات کا حاصل حصول سنایا، یہاں تک کہ ان کا مذاق اڑجاتا اگر اس خوبی سے، ''سلیقے سے پیش نہ کئے گئے ہوتے''۔ سننےوالوں نے بعد میں یوں اپنا تاثر ظاہر کیا۔ جنرل کو ویسے تو سنجیدہ، قابل گفتگو موضوعات کافی پسند تھے، لیکن وہ اور ان کی بیگم دونوں نے اپنے اپنے دل میں سوچا کہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی عالمانہ کیفیت پائی گئی، جس سے صحبت کے آخر میں طبیعتیں بھاری ہونے لگیں۔ ہاں، شام کی مجلس تمام ہوتے ہوتے پرنس یہاں تک جا پہنچا کہ بعض مذاقیہ لطیفے سنانے بیٹھ گیا اور ان پر خود ہی سب سے پہلے ہنس پڑتا تھا، نتیجہ یہ کہ اوروں کو لطیفے پر ہنسنے کے بجائے زیادہ تر خود اسی کی بےتکلف ہنسی پر فرمائشی قہقہہ لگانا پڑتا۔ جہاں تک اگلایا کا تعلق ہے تو اس شام وہ قریب قریب منہ بند کئے بیٹھی تھی۔ ساتھ میں برابر پرنس کی باتیں سنے جا رہی تھی — سننا بھی کیا، اس کی صورت ہی تکے جا رہی تھی۔

''برابر دیکھے جاتی ہے، نظر نہیں ہٹاتی؛ اس کے ایک ایک لفظ پر فدا ہے، لفظ لپکتی ہے برابر، اور ذرا کہہ دو کہ اس سے محبت ہے تو آستین چڑھا کر لعنت بھیجنے کو تیار!''، بعد میں بیگم لیزاویتا پروکوفیونا نے شوہر سے کہا۔

''کیا کیا جائے — تقدیر کا ہونا!''، جنرل شوہر نے کاندھے جھٹک دئے اور بعد میں بھی اپنا یہ پسندیدہ تکیہ کلام دہراتے رہے۔ یہاں یہ بڑھاتے چلیں کہ کاروباری آدمی کی حیثیت سے جنرل کو بھی اس تمام موجودہ سلسلے میں بہت ساری باتیں سخت ناپسند تھیں، اور سب سے زیادہ معاملے کا مبہم ہونا۔ مگر طے کر چکے تھے کہ جب تک وقت آئے، خاموش رہا جائے اور دیکھا جائے... بیگم صاحبہ کی آنکھوں میں۔

خاندان کا یہ ہنسی خوشی والا موڈ بہت دن نہیں چلا۔ دوسرے ہی دن اگلایا پھر پرنس سے لڑ بیٹھی۔ اور آئندہ کئی روز

کےلئے اس لڑائی جھگڑے کا تار بندھ گیا۔ کئی کئی گھنٹے وہ پرنس کا مذاق اڑاتی، انھیں مسخرا بناکر رکھ دیتی۔ درست ھے کہ یہ لوگ بعض اوقات گھنٹے دو گھنٹے اپنے بنگلے کے پائیں باغ میں، کنج میں سر جوڑے بیٹھے رھتے، لیکن دیکھا گیا کہ اس وقت میں پرنس تقریباً ھمیشہ ھی یا تو اخبار ورنہ کوئی کتاب اگلایا کو پڑھ کر سناتا رھتا۔

''آپ کو خبر ھے؟،، ایک بار جب وہ اخبار پڑھ کر سنا رھا تھا، اگلایا نے ٹوک کر کہا ''میں نے نوٹ کیا ھے کہ آپ نپٹ ان‌پڑھ آدمی ھیں؛ آپ کو کچھ بھی نہیں آتا۔ اگر کوئی پوچھ بیٹھے تو نہ آپ کو نام کا پتہ، نہ سال کا، نہ حوالے کا، الل‌ٹپ۔ ترس آتا ھے آپ کے حال پر۔،،

''میں نے تو آپ کو بتایا تھا کہ میرا علم بہت محدود ھے،، پرنس نے جواب دیا۔

''تو پھر آپ میں کیا ھے؟ اس کے بعد میں آپ کی عزت کیا خاک کروں؟ خیر، آگے پڑھئے۔ چھوڑئے، آگے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔،،

اور پھر اسی شام اگلایا کی طرف سے کوئی ایسی حرکت ھوئی جو سبھوں کےلئے ایک معمہ تھی۔ پرنس ش۔ واپس آپہنچا۔ اگلایا نے اس کے ساتھ بڑی خصوصیت برتی، ایوگینی پاولووچ کے بارے میں تفصیل سے پوچھتی رھی۔ (تب تک پرنس میشکن نہیں آیا تھا۔) پرنس ش۔ نے جرأت کرکے اشارتاً پوچھ لیا کہ ''خاندان میں عنقریب کوئی نیا گل کھلنےوالا ھے کیا؟،، یہ سوال بیگم لیزاویتا کے منہ سے نکلے ھوئے چند اتفاقی الفاظ سے لگا ھوا تھا، جو وہ کہہ گئی تھیں کہ ممکن ھے، ادےلائیدا کی شادی پھر ملتوی کرنی پڑے کیونکہ دونوں شادیاں ایک ساتھ ھو جائیں‌گی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اگلایا ''ان تمام حماقت بھری خیالی تجویزوں،، پر اتنی آگ بگولا ھوگی؛ اتفاق وقت کہ اس کے منہ سے بےتحاشا یہ الفاظ نکل گئے: ''میں نے نیت نہیں باندھی کہ کسی کی داشتہ کی جگہ لےلوں،،۔

ان الفاظ پر سبھی کے ھوش اڑگئے، خاص کر ماں باپ کے۔ لیزاویتا پروکوفیونا نے چپکے چپکے شوھر سے صلاح مشورہ کرکے اصرار

کیا کہ کچھ بھی ہو، پرنس میشکن سے کہہ دیا جائے کہ وہ نستاسیا فلی‌پوونا کا معاملہ ٹھکانے لگا دیں۔

جنرل نے قسم کھا کے کہا کہ یہ سب محض ''بہانہ‌بازی،، ہے جو اگلایا کی ''شرما حضوری،، کے سبب منہ پر آگئی۔ اگر پرنس ش۔ نے شادی کا مسئلہ نہ کریدا ہوتا تو اس بہانہ‌بازی کی نوبت بھی نہ آتی۔ کیونکہ اگلایا کو خود معلوم ہے، اسے پورا اعتبار ہے کہ یہ محض تہمت ہے بدطینت لوگوں کی زبان سے، اور نستاسیا فلی‌پوونا تو رگوژین سے شادی کرنے‌والی ہے، پرنس میشکن سے تعلقات تو کیا ہونے تھے، ان کی ذات سے کوئی سروکار ہی نہیں اور اگر کھری، سچی کہئے تو پہلے بھی ان کے درمیان کوئی سلسلہ نہیں رہا۔

پرنس کو بہرحال کسی قسم کی کھٹک نہیں ہوئی۔ وہ اب بھی ویسے ہی مگن رہا۔ البتہ اتنا ضرور تھا کہ کبھی کبھی اگلایا کی آنکھوں میں کچھ افسردگی یا بےچینی نظر آجاتی تھی۔ لیکن اس سے زیادہ اسے کسی اور بات کا یقین تھا، دل پر غبار آتا بھی تو خودبخود دھل جاتا۔ ایک بار کسی بات کا پکا یقین آجائے، پھر تذبذب کی کوئی گنجائش نہیں رہتی تھی۔ ممکن ہے وہ آجکل کچھ زیادہ ہی پرسکون رہنے لگا ہو کیونکہ کم از کم ایپولیت کو یہی گمان گزرا جس سے اتفاقاً پارک میں گھومتے وقت ملاقات ہو گئی تھی۔

''کیوں، کیا غلط کہا تھا میں نے، کہ آپ عشق میں مبتلا ہیں،، اس نے پرنس کے پاس آکر اسے روکتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ پرنس نے اپنا ھاتھ بڑھا دیا اور مبارک‌باد دینے لگا کہ ''آجکل اچھے دکھائی دیتے ہیں،،۔ بیمار خود بھی بشاش نظر آتا تھا جیسا کہ دق کے ماروں کی خصوصیت ہے۔

وہ اس نیت سے پرنس کی طرف بڑھا تھا کہ اس کی بشاشت پر کوئی نہ کوئی چوٹ کرےگا، لیکن فوراً بات بدل دی اور اپنا حال بتانے لگا۔ اپنی تکلیفیں، بہت ساری شکایتیں، دیر تک اور بےربطی سے کہے چلا گیا۔

''آپ کو یقین نہیں آئےگا،، وہ آخر میں بولا ''وہ لوگ کس درجہ کچوکے دینے والے، گھٹیا، خودغرض، خودپسند اور معمولی

سطح کے ہیں، سب کے سب ۔ مانیں گے آپ کہ انھوں نے مجھے اپنے ہاں رکھا تو سوائے اس کے کچھ ملحوظ نہ تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو، مرجاؤں، اور جب دیکھا کہ یہ تو نہیں مرتا بلکہ اور الٹا، پہلے سے ذرا افاقہ ہی ہے تو غصے سے پاگل ہونے لگے ۔ طرفہ تماشا! شرط لگاتا ہوں کہ آپ کو میرے کہنے کا یقین نہیں آیا!،،

پرنس کو کیا پڑی تھی کہ اسے ٹوکتا۔

''کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ پھر آپ ہی کے پاس آرہوں،، ایپولیت بے تکلفی سے کہہ گیا ''خیر، آپ تو ان لوگوں کو اس طبیعت کا نہیں مانتے کہ وہ آدمی کو اپنے ہاں قبول کریں اس خیال سے کہ وہ جلد سے جلد مر جائے؟،،

''میں نے سمجھا تھا کہ ان لوگوں نے آپ کو کسی اور خیال سے اپنے ہاں رہنے کو کہا ہوگا۔ ،،

''اوہو، تو آپ اتنے سیدھے، بھولے بھالے نہیں ہیں جتنا دوسرے بتاتے ہیں۔ یہ وقت نہیں ہے، ورنہ میں اس گانیا کے بچے کی اور اس کے ارمانوں کی کچھ پول کھولتا آپ کے سامنے۔ آپ کے راستے میں گڑھا کھودا جا رہا ہے، پرنس، بے دردی سے گڑھا کھود رہے ہیں، اور آپ ہیں کہ... دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ آپ یوں بے فکر پھرتے ہیں۔ ہائے، آپ اس کے سوا اور ہو بھی نہیں سکتے!،،

''واہ، افسوس بھی کیا تو کس بات کا!،، پرنس ہنس دیا ''کیوں، آپ کا خیال ہے کہ میں زیادہ خوش نصیب ہوتا اگر زیادہ بے چین پھرتا؟،،

''بہتر ہے اگر آدمی راحت سے نہ ہو مگر جانتا ہو، بہ نسبت اس کے کہ خوش نصیب ہو اور جی رہا ہو... احمقوں کی دنیا میں۔ میں تو جانوں، آپ کو ذرا بھی یقین نہیں کہ آپ سے رقابت چل رہی ہے... اور ادھر سے رقابت کی جارہی ہے۔ ،،

''یہ جو رقابت پر آپ کے الفاظ ہیں ان سے تلخ گوئی کی بو آتی ہے ایپولیت۔ افسوس، کہ آپ کو جواب دینے کا حق مجھے نہیں پہنچتا۔ رہا مسٹر گوریلا عرف گانیا کا معاملہ تو آپ مان لیں گے کہ کیا وہ چین سے رہ سکتے ہیں جو کچھ وہ کھو چکے ہیں،

اس کے بعد بھی؟ بشرطیکہ آپ کو ان کے واقعات کا تھوڑا بہت علم ہو۔ میں جانوں کہ آپ اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھ لیں تو بہتر ہو۔ انھیں اب بھی وقت ملے گا بدل جانے کا۔ ابھی بہت جئیں گے اور زندگی مالامال ہے... اور ہاں... اور ہاں...،، پرنس کہتے کہتے بہک گیا ''وہ جو راستے میں گڑھا کھودنے والی بات... وہ میری تو سمجھ سے باہر ہے، کاہے کے بارے میں بتایا آپ نے۔ خیر، اس بات کو جانے ہی دیجئے آپ مسٹر ایپولیت۔،،

''وقتی طور پر جانے دیتے ہیں۔ آپ کی جیسی شرافت نہ ہو تو یہ ہو نہیں سکتا۔ ہاں، پرنس۔ آپ تو خود انگلیوں سے ٹٹول کر دیکھیں، اور تب بھی یقین نہ کریں، واہ! ہا، ہا، یہ تو بتائیے، کیا آپ مجھ سے اب سخت نفرت کرتے ہیں؟،،

''کیوں، کس لئے؟ کیا اس لئے کہ آپ نے ہم سب سے زیادہ دکھ بھرے اور اب بھی دکھ بھرتے ہیں؟،،

''جی نہیں، بلکہ اس لئے کہ اپنے غم اور دکھ کے قابل نہیں ہوں میں۔،،

''جو شخص بھی زیادہ دکھ اٹھا سکے، تو مطلب یہ کہ وہ زیادہ دکھ اٹھانے کے قابل ہے۔ اگلایا ایوانوونا نے جب آپ کی وہ تحریر، ''اعتراف نامہ،، پڑھی تو ان کا جی چاہا آپ کے دیکھنے کو، مگر...،،

''ٹال گئیں... ان کے لئے مناسب نہیں۔ سمجھتا ہوں، سمجھتا ہوں...،، ایپولیت نے بیچ میں ٹوکا جیسے وہ خود گفتگو کا رخ موڑ دینا چاہتا ہو ''اچھا تو، میں نے سنا ہے کہ آپ نے ہی وہ ساری اول جلول تحریر انھیں باآواز پڑھ کر سنائی تھی۔ سچ مانئے، وہ سرسامی حالت میں لکھی اور... پوری کی گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا آدمی کو کس حد تک ایسا — سنگدل نہیں کہتا (اس میں میری اپنی گراوٹ ہے) سنگدل نہیں بلکہ بچکانہ، خود پسند اور انتقامی ہونا چاہئے کہ وہ مجھے اس ''اعتراف نامے،، پر ملامت کرے اور اسے میرے ہی خلاف ہتھیار بنا کر استعمال کر جائے۔ فکر مت کیجئے، روئے سخن آپ کی طرف نہیں ہے...،،

''مگر مجھے افسوس ہے کہ آپ اس تحریر سے منکر ہوئے

جاتے ہیں ایپولیت۔ دل سے لکھی ہوئی چیز ہے۔ آپ جانتے ہیں اس میں جو سب سے مسخرےپن کی باتیں آ گئی ہیں، اور ان کی بھی کچھ کمی نہیں (ایپولیت نے اس پر ناک‌بھوں چڑھائی) دکھوں نے ان کی تلافی کردی، کیونکہ ان کا اقرار کرلینا بجائے خود دکھ سہنا ہے... اور شاید اس کےلئے بڑی مردانگی بھی چاہئے۔ وہ خیال جس نے تحریک دلائی، یقیناً نہایت شریفانہ رہا ہوگا، چاہے دیکھنے میں کچھ بھی لگتا ہو۔ جتنا وقت گزرتا جاتا ہے اتنا ہی یہ صاف نظر آتا ہے، قسم کھاکر کہتا ہوں۔ آپ کے کام کو تولنے کی خاطر نہیں، دل کی بات زبان پر لانے کو یہ کہہ رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ تب کچھ نہیں کہا تھا...،،

ایپولیت سرخ ہوگیا۔ اسے یہ خیال گزرا کہ پرنس بناوٹی باتوں سے اسے بنا رہے ہیں، لیکن جب ان کی صورت پر غور سے نظر ڈالی تو ان کے خلوص کا یقین ہوگیا۔ اس کے چہرے سے بھی شکن گئی۔

''پھر بھی مرنا تو طے ہے!،، اس کی زبان سے نکلا (وہ کہتے کہتے رہ گیا کہ ''مجھ جیسے آدمی کےلئے،،)۔ ''ذرا تصور تو کیجئے، یہ آپ کا گانیا مجھے کیسے کیسے آنچ دیتا ہے؛ بطور اعتراض وہ دور کی کوڑی لایا اور کہنے لگا کہ شاید ان لوگوں میں سے جنھوں نے میری تحریر سنی ہے، تین یا چار نفر مر جائیں‌گے، اور مجھ سے بھی پہلے مریں‌گے۔ کہئے، کیسی کہی! وہ سوچتا ہے کہ اس سے مجھے چین پڑےگا۔ ہا، ہا! اول تو یہ کہ ابھی کوئی نہیں مرا؛ اور اگر فرض کیجئے مر بھی گئے تو اس سے مجھے کیا ملا، آپ مانیں گے نا! اس نے مجھے بھی اپنے پر قیاس کیا۔ اور آگے پہنچا۔ اب صرف برا بھلا کہنے پر آگیا ہے۔ کہتا ہے کہ معقول اور بھلےمانس ایسے موقعوں پر خاموشی سے پران چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے جو کچھ کیا وہ محض خودپرستی تھی، بس! کہئے، کیسی کہی! نہیں، اس کی طرف سے کیسی خودپرستی ہے یہ! کیا لطافت ہے یا، بہتر لفظوں میں، اسی کے ساتھ ان کی اس خودپرستی کا اڑیل پن ہے، جسے وہ خود اپنے اندر دیکھنے سے قاصر ہیں!.. آپ نے پرنس، اس موت کا، وہ جو اٹھارویں صدی کے استیپان

گلےبوف * کی موت ہوئی، اس کا حال پڑھا ہے کیا؟ میں نے اتفاقاً کل ہی پڑھا...،،

''کون سا استیپان گلےبوف؟،،

''وہ جسے پیوتر اول کے دور حکومت میں میخ پر چڑھا کر مارا گیا۔ ،،

''اوف، خدایا، جانتا ہوں۔ وہ میخ پر چڑھ کر پندرہ گھنٹے زندہ رہا، پالا کٹ رہا تھا، بڑا کوٹ پہنے تھا اور پھر جان دی تو کس شان سے دی! پڑھا ہے اس کا حال... کیوں کیا؟،،

''خدا ایسی موت بھی دیتا ہے لوگوں کو، مگر ہمارے نصیب میں نہیں! آپ شاید سوچتے ہوں کہ میں اس گلےبوف کی طرح مرنے کی سکت نہیں رکھتا، ہے نا؟،،

''نہیں، نہیں، قطعی نہیں،، پرنس گڑبڑا گیا ''میں تو صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ... یعنی یہ کہ آپ... گلےبوف کی سی موت نہیں... مگر، آپ وہ ہو سکتے... یعنی اس کی طرح ہوتے جیسے وہ...،،

''سمجھ گیا میں، گلےبوف کی طرح نہیں، اوسترمان ** کی طرح مرنا۔ یہی کہنا چاہتے ہیں نا؟،،

''کون سا اوسترمان؟،، پرنس کو تعجب ہوا۔

''اوسترمان جو ڈپلومیٹ تھا، پیوتر اول کے زمانے کا اوسترمان،، اپپولیت نے کہا، وہ ایک دم کسی الجھن میں پڑ گیا۔ کسی قدر غلط فہمی پیدا ہو گئی۔

''اوہ، نہیں، نا! یہ نہیں تھا مطلب میرا،، پرنس نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اٹکتے ہوئے کہا ''میرے خیال میں... تو آپ کبھی اوسترمان ہرگز نہ ہوتے...،،

اپپولیت کا منہ چڑھ گیا۔

---

* گلےبوف، استیپان (۱۶۷۲ء — ۱۷۱۸ء) — پیوتر اول کی پہلی بیوی ایودوکیہ کا آشنا۔ ۱۷۱۸ء میں سخت اذیتوں کے ساتھ سزائے موت سنائی گئی۔ ۱۵ مارچ ۱۷۱۸ء کو لال چوک میں میخ پر چڑھایا گیا اور چودہ گھنٹے زندہ رہ کر مر گیا۔ (ایڈیٹر)

** اوسترمان (۱۶۸۶ء — ۱۷۴۷ء) — روسی سرکاری عہدہ‌دار، ڈپلومیٹ۔ (ایڈیٹر)

''اتنا بتاتا چلوں کہ اس بات پر اس قدر زور کیوں دیا تھا،،
پرنس نے بات کی ڈور تھام لی ظاہرا اس مقصد سے کہ غلطفہمی دور
کردے۔ ''وجہ یہ کہ اگلے وقتوں کے لوگ ہوبہو ویسے ہی لوگ
نہیں ہوتے تھے جیسے آج ہم آپ (قسمیہ کہتا ہوں کہ مجھے خود
اس پر ہمیشہ حیرت رہی)، اس قماش کے نہیں ہوتے تھے جیسے آجکل
ہوتے ہیں، ہمارے زمانے میں؛ یہ تو نسل ہی اور ہے... اگلے
صرف ایک آئڈیا والے ہوا کرتے تھے اور اب دیکھئے، زیادہ نروس،
زیادہ ترقی یافتہ، زیادہ حساس ہوتے ہیں؛ بیک وقت دو یا تین
خیال انھیں حرکت میں رکھتے ہیں... آج کا آدمی زیادہ وسعت رکھتا
ہے اور قسمیہ، یہی صفت اسے اول تا آخر یکرنگی سے روکتی بھی
ہے، جیسے اگلے وقتوں میں ہوا کرتی تھی۔ یہ میں نے خاص اس
سبب سے کہا تھا، نہ کہ...،،

''میں سمجھا؛ وہ آپ کی سادہلوحی تھی کہ مجھ سے اتفاق نہیں
کیا، اور اب چلے ہیں مجھے دلاسہ دینے۔ ہا، ہا! بالکل ہی بچے
ہیں آپ پرنس! تاہم نظر آتا ہے کہ آپ سب کے سب یوں مجھے
ہلکا سمجھتے ہیں جیسے... جیسے میں شیشے کی پیالی ہوں... کوئی
بات نہیں۔ اس کا کچھ رنج نہیں۔ بہرحال ہمارے درمیان بات بڑی
مضحکہخیز چل پڑی تھی۔ آپ پرنس صاحب، بالکل نادان بچے
ہوتے ہیں بعض اوقات۔ سمجھتے ہیں آپ، میں شاید اس سے بہتر
ہی ہونا چاہتا تھا جیسے وہ اوسترمان تھا، کسی بات میں اس سے بہتر
ہونے کی تمنا تھی۔ اوسترمان کےلئے کچھ ضروری نہیں تھا کہ مردے
سے زندہ ہوکر اٹھے... مگر میں، میں خود... خیر چھوڑئیے مجھے
اپنے حال پر۔ اچھا رخصت! چلئے، اچھا اتنا کیجئے کہ، خود بتائیے،
آپ کے خیال میں میرے لئے بہتر موت کس طرح کی ہونی چاہئے؟..
یعنی میرا مرنا، جہاں تک ممکن ہو، زیادہ سے زیادہ شریفانہ مرنا
ٹھیرے؟ چلئے، بتا دیجئے!،،

''ہمارے پہلو سے گزر جائیے اور ہمارے چین میں خلل
مت ڈالئے!،، پرنس نے نرم آواز سے جواب دیا۔

''ہا، ہا، ہا! میں نے یہی سوچا تھا، ہو نہ ہو، ایسے ہی
کسی جواب کی توقع تھی آپ سے! بہرحال آپ، آپ ہیں تو... کہہ
دوں، کہوں، آپ ہیں خوش بیان لوگ! اچھا، خدا حافظ، رخصت!،،

یہاں‌چین‌والوں کے بنگلے پر شام کی محفل کے بارے میں، جہاں پرنسس بیلوکونسکایا براجنےوالی تھیں، واروارا نے بھائی کو جو اطلاع بہم‌پہنچائی تھی، وہ درست ہی تھی۔ واقعی اس شام مہمان آنے والے تھے، لیکن یہاں بھی اس نے ذرا نمک مصالحہ تناسب سے زیادہ ہی ملا دیا تھا۔ یہ درست ہے کہ سارا معاملہ جھٹ پٹ قرار پایا تھا اور اس میں کسی قدر، بلکہ مفت کی ہول دلی بھی شامل تھی، وجہ اس کی وہی کہ بقول بیگم لیزاویتا اس خاندان میں ''سب کچھ ایسے چلتا ہے جیسے اوروں کے ہاں نہیں ہوتا،،۔ سب کی تہ میں ان بیگم صاحبہ کی بےصبری کارفرما تھی، جنھیں ''شک و شبہ کی حالت میں رهنا اور پسند نہیں تھا،، ' اوپر سے اپنی چہیتی بیٹی کے سکھ چین کے بارے میں والدین کے دل کا سخت خلجان بھی اپنا کام کررہا تھا۔ پھر یہ بھی تھا کہ پرنسس بیلوکونسکایا عنقریب باہر جانے کی تیاری میں تھیں۔ چونکہ ان کی سرپرستی واقعی سماج کی نظر میں بڑی وقعت رکھتی تھی اور چونکہ توقع تھی کہ پرنس میشکن کو وہ نظر کرم سے نوازیں‌گی، اس لئے والدین نے بھی جی میں سوچا کہ ''سوسائٹی،، کو اگلایا کا دولھا براہ‌راست انھی زبردست صاحب اقتدار ''بڑی بی،، کے ھاتھوں ملےگا، بس اگر کوئی بےتکاپن ہو بھی، تو اس صورت میں، ان کے دامن کے سائے میں وہ ایسا بےجوڑ نظر نہیں آئےگا۔ لےدے کے یہی معاملہ تھا کہ خود والدین کسی طرح طے نہ کر پائے، ''کیا واقعی ہے، اور اگر ہے تو اس سلسلے میں کتنا بےتکاپن ہے؟ اور اگر نہیں تو کوئی ایسی بےتکی بات ہرگز نہیں،،۔ مستند اور معتبر لوگوں کی دوستانہ، همدردانہ اور بےتکلف رائے موجودہ صورت میں کافی کارآمد تھی جب‌کہ اگلایا کی بدولت ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو پایا تھا، کچھ بھی سہی، پرنس کو جلد یا بہ‌دیر دنیا کے سامنے لانا تو تھا ہی جس کے متعلق خود پرنس میں ذرا بھی سمجھ نہیں تھی۔ مختصر یہ کہ پرنس کا ''دکھایا جانا،، مقصود تھا۔ شام کا اہتمام بہرحال سادہ سا رکھا گیا تھا: صرف ''گھر کے اکثر آنےجانے والوں،، کو کم سے کم تعداد میں دعوت دی گئی تھی۔

مادام بیلوکونسکایا کے علاوہ ایک اور محترم خاتون آنےوالی تھیں، ایک امیر کبیر اور اہم شخصیت کی بیگم۔ نوعمر لوگوں میں صرف ایوگینی پاولووچ کے آنے کی امید تھی۔ یہ صاحب پرنسس کے همراهی کی حیثیت میں شریک محفل ہوتے۔

پرنسس کی آمد کی خبر پرنس میشکن کو اس شام سے تین دن پہلے ہی مل چکی تھی۔ یہ کہ آج شام کو محفل ہے، اسے عین وقت سے پہلے بتایا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس نے گھر والوں کی صورت پر انتظامی فکروں کے آثار دیکھ لئے تھے، اور یہ بھی کہ بعض اشاروں کنایوں سے، اس سے بات چیت کرنے میں جو احتیاطیں برتی جا رہی تھیں، ان سے بھی نتیجہ نکال لیا ہوگا کہ ان لوگوں کو اندیشہ ہے کہ دیکھئے، میں وقت پر کیا رنگ دکھاتا ہوں۔ لیکن یپانچین والوں میں سے گویا ایک ایک نے بجائے خود سمجھ رکھا تھا کہ پرنس کو اپنی سادگی کے سبب کسی طرح بھی یہ گمان گزرنے والا نہیں کہ یہ ساری فکریں، پریشانیاں اسی کی خاطر ہو رہی ہیں۔ چنانچہ جو بھی اسے دیکھتا، دل ہی دل میں کڑھتا۔ مگر وہ تھا کہ آنے والے ہنگامی واقعے کو کسی قسم کی اہمیت ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسے تو بالکل دوسری فکر نے گھیر رکھا تھا۔ اگلایا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ تنک مزاج، زیادہ افسردہ ہوتی جا رہی تھی اور یہ چیز پرنس کو مارے ڈالتی تھی۔ جب سنا کہ ایوگینی پاولووچ کے آنے کی بھی امید ہے تو بہت خوش ہوا اور کہا کہ بہت دن سے ملنے کی آرزو تھی۔ نجانے کیوں اس کا یہ کہنا کسی کو بھی اچھا نہیں لگا؛ اگلایا منہ لٹکائے کمرے سے اٹھ کر چل دی، صرف جب آدھی رات ہونے آئی، گیارہ بج چکے اور پرنس کے رخصت ہونے کا وقت آیا تو اسے موقع ملا کہ باہر تک پہنچاتے وقت تنہائی میں چند لفظ اس کے کان میں ڈال دے۔

''میں چاہتی ہوں کہ کل سارے دن آپ ہمارے ہاں آنے کی تکلیف نہ کریں، بلکہ صرف شام کو آئیں جب یہ لوگ... سب سہمان آچکے ہوں۔ آپ کو خبر ہے، کل سہمان آنے والے ہیں؟''

وہ بےصبری سے اور کافی اکل کھرےپن سے بول رہی تھی؛ پہلی بار اس کی زبان پر ''شام کی دعوت'' کا لفظ آیا۔ اس کےلئے بھی سہمانوں کی آمد کا خیال برداشت سے باہر تھا۔ سبھی نے یہ

بات محسوس کی۔ شاید وہ سخت بےتاب تھی کہ اس بات پر اپنے والدین سے الجھ پڑے، لیکن خودداری نے اور شرم وحیا کے پاس نے زبان کھولنے سے روکے رکھا۔ پرنس فوراً سمجھ گیا کہ اگلایا کو اس کی طرف سے بھی اندیشہ ہے (چاہے اس خوف کو زبان سے نہ مانے)، اس پر وہ خود بھی ڈر گیا۔

''جی ہاں، مجھے دعوت تو دی گئی ہے،، پرنس نے جواب دیا۔

آگے کچھ کہنے سننے میں اگلایا کو دشواری محسوس ہوئی۔

''کبھی سنجیدگی سے بھی آپ کے ساتھ کوئی گفتگو ہو سکتی ہے؟ عمر بھر میں ایک دفعہ سہی؟،، وہ بےانتہا ناراض ہوگئی۔ نہ یہ خبر کہ کس بات پر، نہ غصے میں خود پر قابو۔

''کیوں نہیں۔ میں سن رہا ہوں۔ کہئے۔ بڑی خوشی کی بات ہے،، پرنس نے دبی آواز میں کہا۔

اگلایا کو پھر چپ لگ گئی۔ منٹ بھر کی خاموشی کے بعد وہ شروع ہوئی تو بڑی ہی ترشی سے:

''میں ان لوگوں سے اس بارے میں جھگڑنا نہیں چاہتی؛ بعض موقعے ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی سے عقل کی بات نہیں کی جا سکتی۔ مجھے ہمیشہ سے یہ قاعدے ضابطے کھلتے ہیں جو ہماری ممی برتا کرتی ہیں۔ پاپا کے بارے میں کہنا ہی بیکار ہے۔ وہ اس میں دخل نہیں رکھتے۔ ممی یوں تو بڑی نیک نفس خاتون ہیں؛ کوئی گری ہوئی بات ان کے سامنے رکھئے، پھر دیکھئے، مگر ان کے سامنے، ان... گئے گزرے لوگوں کے سامنے وہ جھک جاتی ہیں! میں صرف ایک پرنسس بیلوکونسکایا کے بارے میں نہیں کہہ رہی: بوڑھیا پھونس، بالکل ناکارہ، اور طبیعت بھی ویسی ہی پائی ہے، مگر ہاں، ہے بڑی ہوشیار، سب کو مٹھی میں رکھنا اسے آتا ہے۔ بس یہی ایک خوبی ہے ان بڑی بی کی۔ ہا، کیا رذالت ہے! مسخراپن! ہم لوگ ہمیشہ سے درمیانی حلقے کے رہے ہیں، بالکل ہی درمیانی حیثیت کے، جیسے کہ ہوا کرتے ہیں۔ بھلا ہمیں کیا پڑی ہے کہ ان اونچی سوسائٹی کے لوگوں میں گھستے پھریں؟ بہنوں کو بھی اس کی ہوا لگ گئی۔ یہ جو پرنس ش۔ ہے، اس نے سب کو نچا رکھا ہے۔ اچھا، آپ کو کاہے کی خوشی تھی کہ ایوگینی پاولووچ آنےوالا ہے؟،،

''سنئے اگلایا،، پرنس نے کہا ''مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ آپ کو میری طرف سے اندیشہ ہے کہ کل سب کھیل چوپٹ نہ کردوں... اس سوسائٹی میں — یہی نا؟،،

''آپ کی طرف سے؟ آپ کی خاطر اندیشہ؟،، اگلایا آگ بگولہ ہوگئی ''بھلا مجھے کیوں اندیشہ ہونے لگا آپ کی خاطر... چاہے آپ بالکل ہی ہونق ہو جائیں؟ مجھے کیا! آپ کو یہ لفظ استعمال کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ کیا مطلب 'کھیل چوپٹ، کرنے کا؟ یہ گرا ہوا لفظ ہے، واہیات۔ ،،

''یہ... اسکول کی بولی ہے۔ ،،

''جی، بڑے آئے اسکول کی بولی! گرا ہوا لفظ ہے! شاید کل بھی اسی قسم کے الفاظ ادا کرنے کی نیت باندھے ہوئے ہیں۔ گھر پہنچ کر ایسے الفاظ کی ساری ڈکشنری رٹ لیجئے خوب۔ بڑا عمدہ اثر پڑے گا۔ افسوس کہ آپ کو اوروں کی موجودگی میں داخل ہونے کا سلیقہ آتا ہے، یہ آپ نے سیکھا کہاں؟ آپ ایک پیالی چائے تمیز سے سنبھال سکتے ہیں، پی سکتے ہیں جب اوروں کی نظریں دانستہ آپ پر جمی ہوئی ہوں؟،،

''میں جانوں، یہ تو کر سکتا ہوں۔ ،،

''افسوس، ورنہ آپ پر میری ہنسی نکل جاتی۔ کم از کم اتنا تو کیجئے کہ ڈرائنگ روم میں چینی گلدان توڑ دیجئے! بڑا بیش قیمت ہے۔ براہ کرم، توڑ کر دکھائیے نا، تحفے کا ہے، اماں پاگل ہو جائیں گی، سب کے سامنے رو پڑیں گی، انھیں اتنا عزیز ہے وہ۔ ھاتھ پاؤں چلائیے نا، جیسے آپ کیا کرتے ہیں، ضرب لگائیے، توڑئیے۔ بالکل اس سے لگ کر بیٹھ جائیے۔ ،،

''اس کے برعکس، میں تو اس سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر بیٹھوں گا۔ اچھا کیا، شکریہ، جو پہلے سے بتادیا۔ ،،

''مطلب یہ کہ پہلے ہی سے کھٹکا لگا ہوا ہے کہ ھاتھ پاؤں خوب پھینکیں گے۔ شرط لگاتی ہوں کہ آپ کوئی ایسا 'موضوع، لے بیٹھیں گے، سنجیدہ، بھاری بھرکم، علمی، بہت اونچا۔ کہئے کیسی رہے گی؟.. معقول؟،،

''میں سمجھتا ہوں کہ یہ حماقت ہوگی... بلکہ بے محل بھی۔ ،،

''سنئے، ہمیشہ کے لئے گرہ باندھ لیجئے،، آخر اگلایا سے صبر

نہ ہو سکا ''اگر کہیں آپ نے اس قسم کی گفتگو چھیڑ دی جیسے سزائے موت یا روس کی معاشی حالت، یا وہ کہ 'حسن دنیا کو بچا لے گا، تو ... میں خوشی سے بغلیں بجاؤں گی، خوب ہنسوں گی، لیکن... ابھی سے پیشگی آپ کو جتا دوں : اس کے بعد کبھی اپنی صورت مجھے مت دکھائیے گا! سنتے ہیں، میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں! اس بار میں بالکل سنجیدہ ہوں کہنے میں !''

واقعی وہ تو سنجیدگی سے دھمکا رہی تھی اس طرح کہ اس کے الفاظ میں کوئی خلاف معمول آواز سنائی دی اور نظروں میں خلاف معمول کیفیت دکھائی دی، ایسی کہ پرنس نے پہلے کبھی نہ سنی تھی، نہ دیکھی تھی اور نہ مذاق کا رنگ تھا اس میں۔

''یہ لیجئے، آپ نے ایسا کردیا کہ اب میری زبان بے لگام ہو جائے گی، یہاں تک کہ... عین ممکن ہے... گلدان ہی توڑ دوں۔ اب تک کسی بات کا اندیشہ نہیں تھا، اور اب ہر چیز سے ڈر لگتا ہے۔ سب کھیل چوپٹ کر دوں گا۔''

''بس، چپ رہئے گا، بیٹھے رہئے، خاموش رہئے۔''

''یہ کیسے ہو سکے گا! مجھے یقین ہے کہ خوف کے مارے کچھ بول بیٹھوں یا گھبراہٹ میں گلدان توڑ دوں۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ چمکتے فرش پر ہی دھڑام سے گرجاؤں، یا کوئی اور ایسی ہی حرکت سرزد ہوجائے کیونکہ ایسا میرے ساتھ پہلے ہو چکا ہے۔ آج رات بھر خواب میں یہی دیکھتا رہوں گا۔ آپ نے یہ سب کہا ہی کیوں!''

اگلایا نے بجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

''معلوم ہے، کیا، میں جانوں، کل آؤں ہی نہیں! بیماری کا ڈھونگ رچالوں گا، قصہ ختم!'' پرنس نے واقعی قصہ تمام کردیا۔

اگلایا نے دونوں پاؤں پٹکے اور طیش میں چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

''اوہ، خدایا، کہیں ایسا بھی دیکھا گیا ہے! وہ خود ہی نہیں آنے والے، حالانکہ انہی کی خاطر یہ سب... اوف توبہ ہے! کیا مزا آیا ہے، ایسے آدمی، آپ جیسے موٹی عقل کے آدمی سے پالا پڑا ہے، واہ!''

''خیر، میں آؤں گا، آؤں گا!'' پرنس نے جلدی سے بڑھایا ''اور

آپ سے قسمیہ وعدہ کرتا ہوں کہ پوری شام زبان پر تالا ڈالے بیٹھا رہوں گا۔ ایسے ہی کرکے دکھا دوں گا۔ ،،

''بہت اچھا کریں گے آپ۔ ابھی ابھی کہا کہ 'بیماری کا ڈھونگ رچالوں گا'۔ یہ اس طرح کے الفاظ، آپ سچ مچ لاتے کہاں سے ہیں؟ مجھ سے اس قسم کی زبان بولنے میں آپ کو کیا لطف آتا ہے؟ چڑانا چاہتے ہیں یا کیا؟،،

''قصور ہوا؛ یہ بھی اسکولی بولی کا لفظ ہے۔ اب نہیں کہوں گا۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ آپ... میری خاطر ڈری ہوئی ہیں... (غصہ مت کیجئے نا!) اور مجھے اس کی بےحد خوشی ہے۔ آپ مانیں گی نہیں کہ مجھے فی‌الوقت کتنا ڈر ہے اور — کس قدر خوشی ہے آپ کے الفاظ کی۔ مگر یہ سارا خوف و اندیشہ، قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ سب نہایت معمولی اور بےحقیقت ہے۔ قسم خدا کی اگلایا! خوشی ہے جو باقی رہ جائے گی۔ مجھے انتہائی پیار ہے اس سے کہ آپ ایسی بچی ہیں، اتنی اچھی بچی! ہائے، آپ کیسی لاجواب ہوجاتی ہیں اگلایا!،،

اگلایا یقیناً ناراض ہوجاتی، ہونے ہی والی تھی کہ اتنے میں کسی جذبے نے، خود اس کے لئے انجانے جذبے نے اس کی ساری روح کو لمحہ بھر میں اپنی لپیٹ میں لےلیا۔

''میں نے جو یہ بدتمیزی کے الفاظ کہے... ان پر آپ مجھے برا بھلا تو نہیں کہیں گے، کبھی... آئندہ؟ بعد میں؟،، اس نے ایک دم سوال کیا۔

''کیا کہتی ہیں آپ، کیا کہتی ہیں! اور یہ آپ پھر سے تمتمانے لگیں کس وجہ سے؟ یہ لیجئے، پھر ویسے ہی بجھی بجھی دیکھ رہی ہیں! بعض اوقات آپ، اگلایا، ایسی دکھ بھری نظروں سے دیکھنے لگی ہیں کہ پہلے نہیں دیکھا کرتی تھیں۔ مجھے معلوم ہے اس کی وجہ کہ...،،

''چپ رہئے، چپ رہئے!،،

''نہیں، کہہ ڈالنا بہتر۔ بہت زمانے سے کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہہ بھی چکا ہوں... مگر، وہ کافی نہیں تھا، کیونکہ آپ کو میرے کہنے کا یقین ہی نہ آیا۔ ہمارے درمیان، بہرحال ایک ہستی حائل ہے...،،

''بس، خاموش،خاموش، خاموش، خاموش!،، ایک دم اس نے پرنس کی بات کاٹی، اس کا ھاتھ زور سے پکڑلیا اور سراسیمہ سی ہوکر اس کی صورت تکنے لگی۔ ٹھیک اسی لمحے اگلایا کی پکار ہوئی؛ اپنے نام بلاوا سن کر گویا خوش ہوگئی اور اسے چھوڑ کر بھاگ لی۔

پرنس کی وہ ساری رات تیز بخار میں کٹی۔ عجب یہ کہ برابر کئی راتوں سے سرسام کی سی حالت رھتی تھی۔ اس بار جب وہ تیز بخار کے سبب نیم بیہوشی کی حالت میں تھا، یہ خیال آیا کہ کیا ہوا اگر کل سب کی موجودگی میں دورہ پڑجائے؟ پہلے بھی ان حالات میں اسے دورے پڑ چکے تھے۔ اس خیال سے بدن کانپنے لگا۔ رات بھر یہی تصور بندھا رہا کہ وہ کسی عجیب قسم کی انجانی سوسائٹی میں موجود ھے جہاں عجب عجب قماش کے لوگ پائے جاتے ھیں۔ خاص بات یہ کہ ''زبان بےلگام،، کردی، حالانکہ خوب جانتا تھا کہ باتیں نہیں کرنی ھیں، مگر سارے وقت وھی باتیں کرتا رھا، نجانے ان لوگوں کو کاھے پر قائل کرنا چاھتا تھا۔ ایوگینی پاولووچ اور ایپولیت، یہ دونوں بھی مہمان تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ ان میں گاڑھی چھن رہی ھے۔

صبح کے آٹھ بج چکے تھے جب آنکھ کھلی، سر میں درد تھا، خیالات میں بےربطی، عجب عجب خیال آ رھے تھے۔ بےحد جی چاھا کہ رگوژین سے ملا جائے۔ مل کر بہت ساری باتیں کی جائیں۔ کس موضوع پر، یہ خود معلوم نہ تھا۔ پھر ایک دم آپ سے آپ طے کیا کہ کسی وجہ سے ابھی ایپولیت سے ملنے جائے۔ دل میں کوئی دھواں سا اٹھ رہا تھا، اس حد تک کہ اس روز صبح کو جو واقعات پیش آئے، اگرچہ ان کا نقش دل پر بہت گہرا پڑا تھا، پھر بھی وہ ادھورا سا رہا۔ ان واقعات میں ایک واقعہ یہ ہوا کہ لیبیدیف اس سے ملنے چلا آیا۔

لیبیدیف کافی اول وقت آیا تھا، نو بجے کے فوراً بعد — اور ذرا نشے میں تھا۔ اگرچہ ادھر کچھ روز سے پرنس کی توجہ بٹی ہوئی تھی، پھر بھی یہ نوٹ کئے بغیر نہ رہ سکا کہ جب سے جنرل ایولگین نے اس کا مکان چھوڑا تھا، تبھی یعنی تین دن سے لیبیدیف کے طور طریقے بہت بگڑے ہوئے تھے۔ حد سے زیادہ ھی میلا کچیلا رہنے لگا تھا، ٹائی مڑی تڑی اور قمیص کا کالر ادھڑا ہوا۔ گھر

میں بھی آفت برپا کئے رہتا اور اس کی چیخ پکار باہر احاطے میں سنائی دیتی۔ ایک بار ویرا آنکھوں میں آنسو بھرے آئی اور کچھ سنانے لگی۔ اب جو لیبیدیف سامنے آیا تو بہت اکھڑی باتیں کرنے لگا۔ چھاتی پیٹتا اور خود کو نجانے کاہے کا قصوروار بتاتا جا رہا تھا۔

''مل گیا... اپنے دغا فریب اور رذالت کا بدلہ مل گیا مجھے... منہ پر طمانچہ پڑا!،، آخر اس کے منہ سے افسوس کے ساتھ یہ لفظ نکلے۔

''منہ پر طمانچہ؟ کس نے مارا؟ اور اتنے صبح سویرے؟،،

''صبح سویرے؟،، لیبیدیف طنزیہ مسکرا دیا ''یہاں وقت نہیں دیکھا جاتا... جسمانی سزا بدلہ بھی ہو تو وقت کی کیا قید!.. مگر مجھے تو اخلاقی سزا... منہ پر اخلاقی طمانچہ پڑا ہے، جسمانی کا کیا ذکر!،،

وہ بن کہے سنے خود بیٹھ گیا اور بیان شروع کردیا۔ اس کا بیان بالکل بےربط تھا۔ پرنس نے ناک بھوں چڑھائی اور چاہا کہ اٹھ کر چل دے، لیکن ایک دم چند الفاظ نے اس کے ہوش و حواس گم کر دئے۔ حیرت سے اسے سکتہ سا ہو گیا... لیبیدیف کے بیان میں بعض ایسی عجیب باتیں آ گئی تھیں۔

سلسلہ چھڑا بظاہر کسی خط کے بارے میں گفتگو سے۔ اگلایا ایوانوونا کا نام بھی درمیان میں آیا۔ پھر ایک دم لیبیدیف گرم ہوکر خود پرنس کا قصور بتانے لگا، جس سے خیال گزر سکتا تھا کہ اسے پرنس سے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ اس کے متعلق یہ بتا دیا جائے کہ اول تو پرنس نے اس پر اپنے اعتبار کا، ایک خاص شخصیت (مطلب نستاسیا سے تھا) کے سلسلے میں پورے اعتبار کا وزن جتایا تھا، پھر اس سے بالکل ہی منہ پھیرلیا اور تو تو میں میں کرکے سامنے سے ہٹا دیا تھا، بلکہ یہاں تک بدسلوکی کی تھی کہ آخری بار ''گھر میں ادھر چند روز کی تبدیلیوں کے بارے میں اس کے بےضرر سے سوال،، کو سختی سے جھٹک دینے کی نوبت پہنچی۔ اب لیبیدیف کی آنکھوں میں شرابی والے آنسو تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ ''اب اس کے بعد میرے صبر کا پیمانہ چھلک گیا ہے؛ حد تو یہ ہے کہ مجھے بہت کچھ معلوم ہو گیا... رگوژین

کی زبانی، اور نستاسیا فلی‌پوونا کی زبانی، اور نستاسیا کی ایک ملنےوالی کے ذریعے، اور واروراکے ذریعے۔ اور خود ان کی... بالکل انھی کی... سیدھے سیدھے خود اگلایا بی‌بی کی زبان سے... آپ ذرا تصور تو کیجئے کہ ویرا کے وسیلے سے بات پہنچی، یعنی خود میری دختر نیک اختر ویرا سے ہوتی ہوئی مجھ تک پہنچی... اکلوتی بیٹی نے بتایا... جی ھاں... اکلوتی بھی نہیں، کیونکہ میری ایک چھوڑ تین بیٹیاں ھیں۔ کون ھو سکتا ھے بھلا جس نے بیگم لیزاویتا کو خطوں کے ذریعے اطلاع بہم پہنچائی — اطلاع بھی انتہائی رازداری کے ساتھ، ھاھا! کون تھا جو انھیں برابر لکھتا رھا سارے تعلقات کے متعلق... اور نستاسیا فلی‌پوونا کی حرکات و سکنات کے بارے میں، ھا ھا ھا! وہ کون تھا گمنام لکھنے والا، میں آپ سے دریافت کر سکتا ھوں؟،،

''آپ تو ھونے سے رھے؟،، پرنس فوراً بولا۔

''میں ھی تھا،، شرابی نے شان سے سینہ ٹھونکا ''اور آج ابھی ساڑھے آٹھ بجے، صرف آدھ گھنٹہ پہلے... جی نہیں پون گھنٹہ پہلے اس نہایت نیک نفس ماں کو خبر دی ھے کہ ایک واقعہ ھے، ایک اھم واقعہ، جو میں ان کے علم میں لانا چاھتا ھوں۔ کسی لڑکی کے ھاتھ رقعہ بھیج کر، عقبی زینے میں سے رقعہ بھیجا تھا۔ اندر بلوا لیا۔ ،،

''یعنی آپ ابھی ابھی بیگم لیزاویتا سے مل کر آرھے ھیں؟،، پرنس نے سوال کیا، اسے بمشکل اپنے کانوں پر یقین آیا۔

''جی ابھی ملا اور منہ پر طمانچہ کھایا... اخلاقی طمانچہ۔ بیگم صاحبہ نے خط میرے منہ پر مارا، لفافہ کھولا تک نہیں اور منہ پر مارا... اور گدی میں ھاتھ دے کے باھر دھکا دیا... یعنی جسمانی طور پر نہیں، صرف اخلاقی طور پر دھکا دے کے نکالا... جسمانی ھی ھوا۔ ذرا سی کسر رہ گئی!،،

''کیسا خط تھا جو کھولے بغیر ھی انھوں نے آپ کے منہ پر ماردیا؟،،

''آپ بھی کیا... ھاھاھا۔ تو کیا میں نے آپ کو بتایا نہیں؟ سوچا تھا کہ بتا چکا ھوں... مجھے ایسا ایک خط ملا تھا کسی کو پہنچانے کے لئے جی...،،

''کس کی طرف سے؟ کس کے لئے؟''

لیبیدیف نے جواباً بعض ایسی ''تشریحیں'' کیں کہ پرنس کی عقل جواب دے گئی اور کچھ بھی پلے نہیں پڑا۔ جہاں تک بن پڑ سکتا تھا، وہ صرف اتنا کرید پایا کہ ایک خط صبح سویرے نوکرانی کے ہاتھ لیبیدیف کی بیٹی ویرا کو موصول ہوا تھا تاکہ اسی ''پہلے والے پتے پر، پہلے کی طرح اسی پتے پر فلاں شخص تک پہنچا دیا جائے اور اسی پہلی والی ہستی کی طرف سے... (کیونکہ میں مکتوب الیہ کو شخص کہوں گا اور جس نے بھیجا اسے ایک ہستی، اس خیال سے کہ اس طرح بےعزتی بھی ہو اور الگ الگ پہچان بھی رہے۔ کیونکہ بہرحال بڑا فرق ہے دونوں میں، ایک طرف جنرل کی معصوم اور فرشتہ سیرت بیٹی اور دوسری طرف... رکھیل عورت ہے، صاحب) تو غرض کہ یہ خط ایک ہستی کی طرف سے تھا جس کا نام حرف الف سے شروع ہوتا ہے۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ نستاسیا فلی‌پوونا کے نام؟ بکواس!'' پرنس چیخ پڑا۔

''تھا، خط تو ضرور تھا۔ اس کے نہیں، رگوژین کے نام، ایک ہی بات ہوئی۔ رگوژین کےلئے جی... بلکہ مسٹر تیرنتئیف کے نام بھی۔ کہ انہیں پہنچا دیا جائے۔ اسی ہستی کی طرف سے، جس کا پہلا حرف ہے الف''، اتنا کہہ کر لیبیدیف نے آنکھ ماری اور مسکرانے لگا۔

چونکہ وہ ایک بات سے دوسری بات پر اچھل کر پہنچ جاتا تھا اور یہ بھی یاد نہیں رہتا تھا کہ کہاں سے شروع کیا تھا تو پرنس نے خود کو روکے رکھا کہ لیبیدیف اپنی بات پوری کرلے۔ تاہم کسی طرح کھلا نہیں کہ آیا خود اس کی معرفت خط آئے گئے یا ویرا کے ذریعے؟ اب جبکہ وہ اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ ''رگوژین کو گئے ہوں خط یا نستاسیا فلی‌پوونا کو، فرق کچھ نہیں پڑتا''، تو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر صرف خط ہی تھے تو بذات خود لیبیدیف کی معرفت نہیں گئے۔ یہ واقعہ کہ اس کے ہاتھ خط کیسے لگا، قطعی الجھا رہ گیا۔ زیادہ قرین‌قیاس تھا کہ اس نے کسی نہ کسی صورت سے یہ خط ویرا کے پاس سے اڑا لیا... چپکے سے ہاتھ صاف کردیا اور خط لئے ہوئے کسی خاص نیت سے

جنرل کے گھر بیگم لیزاویتا کے پاس پہنچا۔ آخر پرنس نے کڑی سے کڑی ملا کر یہ بات سمجھ لی۔

''آپ کا دماغ خراب ہوا ہے!،، وہ لیبیدیف پر برس پڑا۔

''قطعی نہیں جناب محترم پرنس صاحب!،، لیبیدیف کا جواب بدطینتی سے پاک نہیں تھا۔ ''سچ کہوں، میں تو آپ کے حوالے کرنا چاہتا تھا، آپ کے، خاص آپ کے ہاتھوں میں، تاکہ کوئی خدمت ادا... مگر پھر سوچ کر طے کیا کہ نہیں، خدمت کرنی ہے تو وہاں کروں اور سب کچھ اس شریف‌النفس ماں کے گوش گزار کردوں... کیونکہ پہلے بھی ایک بار انہیں تحریری اطلاع دے چکا تھا، گمنام طور پر۔ اور اب جو رقعہ لکھ کر ان سے ملاقات کا وقت چاہا آٹھ بج کر بیس منٹ پر، تو اس پر بھی دستخط کے بجائے یہی لکھ دیا تھا 'آپ کا خفیہ نامہ‌نگار'۔ فوراً اندر طلبی ہوئی، فوراً کیا، ہاتھوں ہاتھ۔ زوروں میں، پیچھے کے دروازے سے... اس شریف‌النفس ماں کے پاس۔ ،،

''پھر؟،،

''پھر آپ جانتے ہیں کیا ہوا۔ وہ خاتون مجھ پر چڑھ بیٹھیں، یعنی یہ کہ قریب قریب حملہ کردیا، ایسے کہ بالفاظ دیگر، تقریباً ہاتھ اٹھا دیا اور وہ خط میرے منہ پر مارا۔ سچ کہوں تو وہ خط اپنے پاس رکھ لینے پر آمادہ تھی، میں نے دیکھا، بھانپ لیا، مگر پھر کچھ سوچ کر خط پھینکا۔ 'اگر تم کو، تم جیسے آدمی کو خط پہنچانے کے لئے قابل اعتبار سمجھا گیا، تو جاؤ، پہنچا دو...' بگڑ ہی تو گئیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر میرے منہ پر یہ الفاظ کہتے نہ شرمائیں تو مطلب یہ کہ سخت ناراض ہو گئیں۔ ذرا دیر میں بھڑک اٹھنے والی طبیعت پائی ہے!،،

''اب وہ خط ہے کہاں؟،،

''ہوتا کہاں، میرے پاس، یہ رہا۔ ،،

اور اس نے گاوریلا (گانیا) کے نام اگلایا کا رقعہ پرنس کے حوالے کردیا جو مکتوب الیہ نے بڑی شان کے ساتھ اسی روز صبح، دو گھنٹے بعد اپنی بہن کو دکھا دیا۔

''یہ خط آپ کے پاس نہیں رہنا چاہئے۔ ،،

''آپ کے لئے، آپ کو ہی دینے، آپ کے لئے لایا ہوں،، لیبیدیف

نے گرم جوشی سے کہا ''میں اب پھر آپ ھی کا، سراسر آپ کا، سر سے دل تک آپ کا فرماں‌بردار خادم ھوں، سرسری نافرمانی کے بعد! دل کو پھانسی پر چڑھا دیجئے، ڈاڑھی کو معاف کردیجئے، جیسے کہ تھامس مور نے... انگلستان میں کہا تھا، برطانیہ عظمی میں - *Mea culpa, mea culpa جیسے رومی پاپا کہتا ھے... یعنی پاپائے روم، جسے میں 'رومی پاپا، کہتا ھوں۔ ''

''یہ خط ابھی فی‌الفور بھیجا جانا چاھئے،، پرنس کو بےچینی لگ گئی ''میں بھجوائے دیتا ھوں۔ ''

''کیا یہ بہتر نہ ھوگا، کیا یہ زیادہ مناسب نہ رھےگا، اے میرے خوش‌سلیقہ پرنس، یہ بہتر نہ ھوگا کیا کہ... آپ بہتر جانتے ھیں۔ ''

لیبیدیف نے عجیب سی، چکنی چپڑی صورت بنائی۔ اپنی جگہ پر بری طرح اچکنے اچھلنے لگا جیسے کسی نے سوئی چبھو دی ھو اور آنکھوں سے شاطرانہ اشارہ کرتے ھوئے اس نے ھاتھوں کے وسیلے سے بھی کچھ کہنا چاھا۔

''یہ کیا؟،، پرنس نے دھمک کر سوال کیا۔

''پیشگی طور پر اسے کھولا جائے!،، اس نے چکنے سے انداز میں اور کسی قدر رازدارانہ پرنس سے گویا سرگوشی کی۔

پرنس کو اس قدر طیش آیا کہ لیبیدیف کو دم دبا کر بھاگتے بنی، لیکن دروازے تک دوڑتے میں وہ پھر تھم گیا، یہ دیکھنے کو پرنس نرم پڑے یا نہیں۔

''ھا، لیبیدیف، کیا انسان کے لئے اتنا سفلہ‌پن، اس درجہ گراوٹ ممکن ھے، جس درجہ آپ پہنچ گئے؟،، پرنس نے افسوس کرتے ھوئے کہا۔ لیبیدیف کا چہرہ کھل اٹھا۔

''نیچ ھوں، گرا ھوا ھوں!،، وہ کہتے ھوئے، آنکھوں میں آنسو لئے اور سینہ پیٹتے نزدیک آنے لگا۔

''یہ کیسی ذلیل بات ھے!،،

''جی بالکل رذیل! یہی صحیح لفظ ھے جی!،،

''اور یہ آپ کو کیا مرض ھے، اس طرح عجیب حرکت کرنے

---

* میری خطا، میری خطا۔

کا؟ آپ تو ... بالکل مخبر ہیں! کیوں گمنام خط لکھا، کیوں پریشان کیا انہیں... ایسی شریف النفس اور نیک‌دل عورت کو؟ بھلا، اگلایا بی‌بی کو کیوں حق نہیں پہنچتا کہ وہ جسے چاہیں، لکھیں؟ کیا کان بھرنے، شکایت کرنے گئے تھے آج؟ اس سے آپ کو کیا ملنے والا تھا؟ ادھر کی خبر ادھر پہنچانے کی سجھائی کس نے؟''

''صرف مزیدار کرید نے۔ اور اس خیال نے کہ شریف آتما کی کچھ سیوا کردی جائے، جی ہاں!'' لیبیدیف توڑ توڑ کے بولنے لگا ''اور اب پھر میں آپ کا ہوں، آپ کا فرماں‌بردار، جی چاہے، پھانسی پر لٹکا دیجئے!''

''جیسے اب ہیں، اسی حالت میں آپ بیگم لیزاویتا کے سامنے گئے تھے؟'' پرنس نے ناگواری سے کریدا۔

''جی نہیں، بالکل تازہ دم گیا تھا، ذرا قاعدے سلیقے سے؛ یہ گت تو میں نے اپنی ذلت ہونے کے بعد بنائی ہے۔''

''خیر، میری جان چھوڑئے۔''

یہی درخواست باربار دہرانی پڑی، تب جاکے وہ مہمان بالآخر جگہ چھوڑنے پر آمادہ ہوا۔ پھر بھی جب دروازہ بھیڑ چکا تھا، الٹے قدموں واپس آیا، کمرے کے درمیان تک پنجوں کے بل بڑھتے ہوئے پھر ہاتھوں سے اشارہ کر کرکے بتانے لگا کہ خط کو کس طرح احتیاط سے کھولنا چاہئے۔ اپنے اس مشورے کو الفاظ میں ڈھالنے کی جرأت وہ نہ کرسکا۔ پھر مڑا، دبے پاؤں اور دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔

جو کان میں پڑا، اس کا سننا انتہا سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ اس تمام سے لےدے کے صرف ایک اہم اور گمبھیر حقیقت سامنے آتی تھی: یہ کہ اگلایا کسی سبب سے سخت اضطراب کے، بڑے تذبذب کے اور نہایت ذہنی کرب کے عالم میں تھی۔ (''رقابت کے مارے'' پرنس نے دل ہی دل میں سوچا۔) یہ بھی پتہ چل گیا کہ اسے بدخواہوں نے تنگ کر رکھا ہے اور یہ بھی کس قدر عجیب ہے کہ وہ ان پر اتنا اعتبار کئے ہوئے تھی۔ ہو نہ ہو، اس ناتجربہ‌کار مگر تیز مزاج اور تیکھے خوددار سر میں کوئی خاص منصوبے ضرور پکے ہوں گے جو ممکن ہے تباہ کن ہوں اور ... انوکھے تو ہوں گے ہی۔ پرنس کو طرح طرح کے خدشے ستانے لگے اور اس پریشانی

میں عقل نے کسی فیصلے پر پہنچنے سے انکار کردیا۔ صرف ایک بات محسوس ہو رہی تھی، یہ کہ کچھ بھی ہو، پیش بندی لازم ہے۔ اس نے پھر ایک بار سہربند لفافے کے پتے پر نظر ڈالی۔ یہاں شک و شبہ یا پریشانی کی کوئی گنجائش نہیں تھی، کیونکہ اس طرف سے پورا یقین تھا، لیکن اس خط میں دوسری چیز پریشان کر رہی تھی، گوریلا اردالیونچ پر اسے اعتبار نہیں تھا۔ تاہم یہ طے کرکے کہ خط اسے بذات خود جاکر پہنچا دے، گھر سے چلا بھی، مگر راستے میں ارادہ بدل دیا۔ جب پتیتسن کا گھر بالکل سامنے آگیا تو گویا دانستہ کولیا سے مڈبھیڑ ہوگئی اور پرنس نے اسے یہ فرض سونپا کہ جاکر اپنے بڑے بھائی کو یہ خط دے دے، اس طرح سے کہ اگلایا نے خود اسی کے ہاتھ بھجوایا ہے۔ کولیا نے کچھ کہے سنے بغیر خط لیا اور پہنچا دیا، چنانچہ گانیا کو گمان بھی نہ گزرا کہ خط اتنے ہاتھوں سے ہوتا ہوا اس تک پہنچا ہے۔ گھر واپس آکر پرنس نے لیبیدیف کی بیٹی ویرا کو بلا بھیجا، اسے سارا ماجرا سنایا، پریشانی دور کی کیونکہ وہ ابھی تک برابر خط ڈھونڈھے جارہی تھی اور رو رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے سنا کہ باپ نے خط اڑایا تھا، آئے اوسان خطا ہوگئے۔ (بعد میں پرنس کو اسی کی زبانی پتہ چلا کہ پہلے بھی وہ کئی بار رگوژین اور اگلایا کی یہ خدمت خفیہ طور پر انجام دیتی رہی ہے؛ اسے گمان تک نہیں تھا کہ ایسا کرنے میں پرنس کو کسی طرح کا گزند پہنچ سکتا ہے...)

انجام کار پرنس اس قدر بدحواس ہو گیا تھا کہ جب، کوئی دو گھنٹے بعد کولیا کا آدمی دوڑا ہوا اس کے پاس آیا اور کولیا کے باپ کی مہلک بیماری کی خبر دی تو وہ فوراً سمجھ ہی نہ پایا کہ یہ ہوا کیا۔ مگر بیماری کے اس واقعے نے ہی ایسا جھنجھوڑدیا کہ ہوش و حواس درست ہوگئے۔ وہ مریض کی بیوی نینا الیکساندرووونا کے پاس پہنچا (وہیں بیمار کو اٹھا لائے تھے) اور آدھی رات گئے تک وہیں رہا۔ اگرچہ پرنس کی موجودگی سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچنے والا تھا، پھر بھی ایسے لوگ دنیا میں ہوتے ہیں کہ بعض حالتوں میں مشکل کے وقت ان کا اپنے پاس دکھائی دینا بھی غنیمت ہے۔ کولیا کی حالت غیر تھی، بے تحاشا روئے جا رہا تھا،

اس پر بھی سارے وقت وھی بھاگ دوڑ کرتا رھا۔ دوڑا ھوا ڈاکٹر بلانے گیا، تین ڈاکٹر مل گئے، پھر دواخانے گیا، حجام خانے گیا۔ جنرل کی جان تو بچ گئی لیکن حواس بحال نہیں ھوئے۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ''مریض کی جان بہرحال خطرے میں ھے''۔ ماں بیٹی، نینا اور واریا مریض کے بستر سے لگی بیٹھی رھیں۔ گانیا اندر سے پریشان تھا، پیچ و تاب کھا رھا تھا لیکن اوپر نہیں آیا، بیمار کو دیکھنے سے گھبرا رھا تھا۔ صرف بیٹھا ھاتھ ملتا رھا اور پرنس سے بےربط، بےمحل گفتگو کرتے وقت وہ اتنا کہنے سے نہیں چوکا کہ یہ لیجئے، ''ایسا حادثہ اور وہ بھی جیسے دانستہ خاص اسی وقت پر!''، پرنس کو یوں لگا کہ وہ سمجھ رھا ھے یہاں اس وقت کے لفظ سے کیا مراد ھے۔ اپپولیت اس مکان میں نظر نہیں آیا۔ شام کے قریب لیبیدیف دوڑا آیا جو صبح کی ان ''تشریحات'' کے بعد سے اب تک مسلسل بےخلل سوتا رھا تھا۔ اب وہ پوری طرح ھوش میں تھا اور بیمار کے حال پر سچے آنسو بہائے جا رھا تھا جیسے جنرل اس کا سگا بھائی ھو۔ وہ سنا سنا کر خود کو قصوروار بتا رھا تھا، یہ بتائے بغیر کہ آخر اصلیت کیا ھے اور نینا الیکساندرووونا کے سر ھو گیا تھا، باربار اصرار کر رھا تھا کہ ''یہ میں ھوں، میں ھوں اصل سبب، اور کوئی نہیں ھو سکتا... کہ میں نے ٹوہ لینے کی تفریح کے چکر میں... اور 'مرحوم' (خدا جانے کیوں سانس لیتے ھوئے جنرل کو وہ مرحوم بنائے دے رھا تھا) کی ایک خوبی یہ تھی کہ بلا کے ذھین انسان تھے!''، لیبیدیف کی زبان پر پوری سنجیدگی سے جو ''بلا کی ذھانت'' والی صفت کی تکرار تھی، اس سے یہ خیال گزرنا ممکن تھا کہ کسی غیرمعمولی مصلحت کے پیش نظر یہ جتایا جا رھا ھے۔ نینا الیکساندرووونا نے اس کے سچے آنسو بہتے دیکھے تو آخر بلا طنز و ملامت، بلکہ صرف از راہ شفقت باربار سمجھانے لگیں: ''خیر، خدا مہربان ھے، روئیے نہیں، خدا معاف کرےگا!''، لیبیدیف پر ان الفاظ کا اور ان کے لہجے کا ایسا حیرت انگیز اثر ھوا کہ وہ وھیں جم کر بیٹھا رھا اور آدھی رات تک نینا کے پاس سے سرکنے کو تیار نہ تھا۔ (بعد کے دنوں میں، جنرل کی آنکھ بند ھونے تک اس کا یہ معمول رھا کہ صبح سے رات تک تمام وقت انھی کے ھاں گزار دیتا تھا۔) اس روز بیگم لیزاویتا کی طرف سے بیمار

کی خیریت پوچھنے دن میں دو بار آدمی آیا۔ شام کو نو بجے جب پرنس نے جنرل ییپان‌چین کے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا، جہاں مہمان بھرے تھے تو بیگم صاحبہ نے فوراً بیمار کی خیریت کے متعلق سوال جواب شروع کردئے۔ وہ دلچسپی اور تفصیل سے دریافت کر رہی تھیں اور جب پرنسس بیلوکونسکایا نے سوال کیا کہ ''کون ہے بیمار اور یہ نینا الیکساندرووِنا کون ہے؟،، تو بیگم لیزاویتا نے شایان شان جواب دیا۔ پرنس کو ان کی یہ بات بہت پسند آئی۔ خود پرنس جب بیگم صاحبہ کے سوالات کا جواب دے رہا تھا تو، جیسا کہ اگلایا کی بہنوں نے بعد میں رائے ظاہر کی ''لاجواب رہے،،۔ ''شائستگی کے ساتھ، آہستہ، فالتو لفظ کے بغیر، ہاتھ پاؤں پھینکے بغیر، قابلیت کے ساتھ؛ آئے بھی لاجواب طریقے سے، لباس بھی نہایت عمدہ،،۔ نہ صرف یہ کہ جیسا وقت سے پہلے اندیشہ ظاہر کیا تھا ''چکنے فرش پر دھڑام سے گرے نہیں،، بلکہ صاف صاف سبھی حاضرین پر نہایت خوشگوار اثر چھوڑا۔

پرنس کا معاملہ یہ تھا کہ وہاں بیٹھ جانے اور نظر گھمانے کے ساتھ ہی فوراً اندازہ ہو گیا کہ یہ تمام محفل جو جمی ہے، یہ ویسی بالکل نہیں جس کا ہوا دکھا کر کل اگلایا اسے گھبرائے دے رہی تھی، نہ وہ آفت ہے جو پچھلی رات خواب پریشان بن کر آئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس چیز کی ایک جھلک دیکھی جسے ''سوسائٹی،، کے خوفناک نام سے پکارا جاتا ہے۔ اپنے بعض خاص ارادوں کے باعث، جو ذاتی تصورات اور مفروضوں کی دین تھے، پرنس کو ایک زمانے سے یہ ارمان تھا کہ لوگوں کے اس جادوئی حلقے کے اندر اتر کر دیکھے، چنانچہ پہلے پہل کے تاثر سے خود بھی گہری دلچسپی تھی۔ اس کا یہ پہلا تاثر بڑا ہی دلفریب نکلا۔ ایک دم یوں محسوس ہوا گویا یہ سب کے سب لوگ اسی طرح پیدا ہوئے ہیں کہ ایک ساتھ اور یکجا ہوں، گویا ییپان‌چین گھرانے میں آج کوئی ''خاص محفل،، نہیں تھی، نہ کوئی باہر کا مہمان تھا، یہ سب وہی ہیں، ''اپنے آدمی،،' وہ خود بھی بہت زمانے سے انہی کا یار وفادار، ہم‌نوالہ، ہم پیالہ تھا اور تھوڑی مدت کی جدائی کے بعد پھر انہی میں آ ملا ہے۔ نفیس ادب آداب کی دل کشی، سادہ اور ظاہری رکھ رکھاؤ جادو کا سا اثر رکھتے تھے۔ اسے

گمان بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ یہ تمام سادہ پرکاری، یہ شریفانہ وضعداری، ظریفانہ گفتار، اور برتاؤ کا سلیقہ‌مندانہ وقار، یہ ممکن ہے کہ محض تصنع اور تکلف کی شاندار جلوہ‌فرمائی ہو — اور کچھ نہیں - مہمانوں کی اکثریت، ظاہری آن‌بان سے قطع نظر، ان لوگوں کی تھی جو کافی حد تک کھوکھلے تھے، جنھیں اپنے آپ سے مطمئن رہتے ہوئے، خود بھی علم نہ ہوگا کہ ان میں جن اچھائیوں کا شمار ہوتا ہے، ان اچھائیوں کا بہت کچھ، صرف اوپر کی پالش یا محض سلمع ہے، اور اس میں ان کا کوئی قصور نہیں کیونکہ انھیں غیرشعوری طور پر وراثت میں اوپر سے پہنچا ہے - پرنس اپنے پہلے تاثر کی دلفریبی میں کھویا ہوا یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایسا کوئی شبہ بھی دل میں جگہ پائے - پرنس نے دیکھا کہ یہ بزرگوار، یہ اہم شخصیت، جو عمر کے لحاظ سے اس کے دادا کے برابر تھے، اپنی گفتگو ناتمام چھوڑ دیتے ہیں تاکہ اس کی، جو ابھی نوعمر ہے، ناتجربہ‌کار ہے، اس کی بات کان لگاکر سنیں، نہ صرف سنیں بلکہ صاف صاف اس کی رائے کی قدر بھی کریں، اس طرح شفقت سے پیش آئیں، اتنے خلوص اور بھلمنساہت کا برتاؤ کریں، حالانکہ وہ اس کےلئے بالکل اجنبی ہیں اور صرف پہلی بار ملے ہیں - ممکن ہے اس شائستگی اور خوش‌سلیقگی کی انتہادرجہ نزاکت و نفاست نے پرنس کے اثرپذیر، ہمکتے ہوئے دل‌ودماغ پر اثر ڈال دیا ہو - ممکن ہے پہلے سے ہی طبیعت اس طرف مائل رہی ہو اور خوشگوار تاثر کی امید اس پر حاوی ہوگئی ہو -

ہاں، یہ بھی کہ، یہ حضرات جو، بہرحال، اس ''خاندان کے دوست،، اور باہم ایک دوسرے کے دوست تھے، پرنس کو پہلی ملاقات اور پہلے تعارف میں جیسے نظر آئے، ویسے، نہ وہ دور دور اس خاندان کے دوست تھے، نہ باہم ایک دوسرے کے - یہاں وہ صاحبان موجود تھے جنھوں نے یپان‌چین والوں کو کبھی، کسی صورت میں، ذرا بھی اپنے ہم رتبہ نہیں گردانا تھا - یہاں وہ صاحبان موجود تھے جن کے دلوں میں ایک دوسرے سے کینہ بھرا تھا؛ بڑی بی بیلوکونسکایا زندگی بھر ان بزرگوار منصبدار کی بیگم سے ''خار کھائے رہیں،، اور وہ جو تھیں، انھیں بیگم لیزاویتا پروکوفیونا بالکل پسند نہیں تھیں - اور پہلی والی بیگم کے ''شوہر نامدار،،' جو

کسی وجہ سے پیانچین خاندان کے شروع دنوں سے سرپرست رہے ہوں گے، یہاں بھی صدرنشین تھے، صاحب خانہ کی نظر میں ان کی اتنی بھاری بھرکم شخصیت تھی کہ ان کی موجودگی میں خیر و برکت اور خوف کے سوا کسی اور طرح کا احساس ہی نہ ہو سکتا تھا اور وہ سچ مچ اپنی نظر سے گرجاتا اگر کہیں منٹ بھر کے لئے بھی خود کو ان حضرت کا ہم رتبہ شمار کرلیتا یا انہیں اولیمپیا کے دیوتاؤں کا سردار شمار نہ کرتا۔ یہاں وہ حضرات حاضر تھے جو برسوں ایک دوسرے سے نہ ملتے اور آپس میں اگر ایک کو دوسرے سے گھن نہیں تو بے تعلقی کے سوا کوئی اور تعلق بھی نہیں تھا اور اب جو مل بیٹھے تو اس طرح، گویا ابھی کل ہی نہایت دوستانہ اور خوشگوار صحبت میں ساتھ رہے ہوں۔ ویسے یہ کوئی بڑی محفل نہ تھی۔ بیلوکونسکایا پرنسس کے اور اس ''بھاری بھرکم بزرگوار،، کی جیسی اہم شخصیتوں کے علاوہ، ان صاحب کی بیگم کے سوا، یہاں اگر کوئی وزنی ہستی تھی تو اول ایک نہایت باوقار فوجی جنرل، بیرن یا کاؤنٹ تھا جرمن نام کا — بےانتہا کم سخن آدمی، اور شہرت تھی کہ گورنمنٹ کے معاملات میں حیرت‌انگیز درک رکھتا ہے، بلکہ یہاں تک کہ بڑا ہی عالم شخص ہے۔ وہ ان زبردست انتظامی عہدہ‌داروں میں سے تھا جنہیں ہر بات کا علم ہوتا ہے ''سوائے ایک روس کے،،' وہ ان لوگوں میں سے تھا جو کہیں پانچ سال میں ایک بار ''بڑا گہرا لاجواب قول،، زبان پر لاتے ہیں، لیکن وہی ایسا ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ زباں‌زد خاص و عام ہوجاتا ہے اور جس کا ذکر اوپر سے اوپر کے حلقے میں پہنچ جاتا ہے؛ وہ ان سرکاری انتظامی افسروں میں سے تھا جو طول طویل ملازمت کا دور تمام کرنے کے بعد (اس کا طول بھی کچھ کم عجیب نہیں ہوتا) بڑے نام و نشان کے ساتھ دنیا سے سدھارتے ہیں، ایک سے ایک اعلا عہدے پر رہ چکے ہوتے ہیں، بڑی رقمیں کما چکتے ہیں، اگرچہ کبھی ان سے کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں پاتا — بلکہ سچ پوچھئے تو کوئی کارنامہ انجام دینے سے انہیں کسی قسم کا بغض ہوتا ہے۔ یہ جرمن نام کا جنرل سرکاری عہدے میں صاحب خانہ جنرل ایوان فیودرووچ کے اوپر کا افسر تھا، چنانچہ وہ اپنی شریف طبیعت کے سبب، بلکہ کسی خاص فخر کے ساتھ اسے بھی اپنا کرم‌فرما سمجھ رہے تھے، حالانکہ اسے بذات‌خود ان

کا کرم فرما ہونا بےمعنی لگ رہا تھا اور ان سے قطعی غیریت سے پیش آ رہا تھا، اگرچہ ساتھ ہی بڑی خوشی سے ان کی رنگارنگ خدمات کا فائدہ بھی اٹھائے جا رہا تھا۔ اور اگر مصلحت وقت کا تقاضا ہوتا، چاہے کوئی معمولی سی مصلحت ہوتی تو ابھی ابھی ایوان فیودرووچ کو ہٹاکر ان کی جگہ دوسرے کسی عہدہ‌دار کو لگا دیتا۔ ایک اور پکی عمر کا بڑا خاندانی رئیس تھا، جسے بیگم لیزاویتا کا کوئی رشتہ‌دار سمجھا گیا، حالانکہ یہ بات بالکل ہی بےبنیاد تھی؛ یہ شخص اچھے مرتبے منصب پر فائز تھا، مالدار، خاندانی، ہٹا کٹا، بہت اعلا درجے کی صحت، بڑا ہی باتونی اور یہ شہرت لئے ہوئے کہ حالات کی رفتار سے ناخوش رہتا ہے (اگرچہ لفظ ناخوشی کے سارے لوچ لچک کے ساتھ)، وہ طنزآمیز گفتگو والا آدمی تھا (اور یہ بھی اس کی ایک دل‌پسند صفت تھی)، انگریز رئیس زادوں کے سے طور طریقے، انگریزوں کا سا ذوق (مثلاً یہ کہ گائے کا بھنا ہوا گوشت ذرا ناپخت ہو، اصطبل رکھا جائے، مرد خدمتگار ہوں وغیرہ)۔ عالی مقام منصبدار بزرگ سے اس کی بڑی دوستی تھی، انھی کا جی بہلائے جا رہا تھا۔ نجانے کیوں بیگم لیزاویتا کے دماغ میں اچانک ایک بےتکے خیال نے جگہ بنالی کہ یہ جو پکی عمر والا صاحب ہے (جو ذرا من موجی قسم کا اور صنف نازک کا کسی قدر شوقین بھی ہے) اسے آپ سے آپ یہ سوجھنےوالی ہے کہ بڑی لڑکی الیکساندرا کو رشتہ دینے کا شرف بخش دے۔ صف اول کے اور پختہ کار حضرات کے علاوہ اس مجمع میں نسبتاً جوان مہمانوں کی صف بھی سجی تھی، اور اس میں بھی نہایت نفیس گنوں سے چمکنے دمکنے والے موجود تھے۔ پرنس ش۔ اور ایوگینی پاولووچ کے علاوہ اس صف میں نامور اور دلفریب شخصیت کا پرنس ن۔ بھی تھا جو کسی زمانے میں نسوانی دلوں کو اڑا لینے اور بےقابو کرنے میں یورپ بھر میں نام کما چکا تھا، اب اس کی عمر ہوگی کوئی پینتالیس سال، مگر اب بھی وہی روپ انوپ تھا، بیان میں وہی حیرت انگیز کمال، یہ بھی ایک صاحب حیثیت شخص تھا، کچھ خفا خفا سا اور عادتاً ملک سے اکثر باہر رہنےوالا۔ ان کے سوا یہاں وہ لوگ بھی تھے جنھیں گویا تیسری صف خاص میں شمار کیا جا سکتا ہے؛ جو بذات خود تو ''بالانشین'' حلقے کی سوسائٹی سے اتنے متعلق نہیں

ہوتے، لیکن پیان‌چین‌والوں کی طرح وہ بھی کبھی کبھار اسی ''بالانشین،، حلقے کی محفلوں میں نظر آ جاتے ہیں۔ موقع مصلحت شناسی کی بدولت، جسے انھوں نے اصول سا بنا رکھا تھا، پیان‌چین‌والے، اپنے گھر کی اتفاقی دعوتوں ضیافتوں میں یہ شوق پورا کرتے تھے کہ بڑے لوگوں کی سوسائٹی میں نیچے کی صف‌والوں کو، ''درمیانی درجے کے،، گنے چنے نمائندوں کو بھی خلط ملط کر دیا جائے۔ اس خوبی کی پیان‌چین گھرانے کو داد بھی ملتی تھی اور عموماً کہا جاتا کہ ان لوگوں کو اپنی حیثیت معلوم ہے اور بڑا سلیقہ رکھتے ہیں۔ خود اس گھرانے کو اپنے متعلق یہ رائے جان کر فخر بھی ہوا کرتا تھا۔ اسی درمیانی درجے کے لوگوں کا ایک نمائندہ جو یہاں شریک محفل تھا وہ انجینیر کور کا کرنل تھا، سنجیدہ شخص، پوری طرح پرنس ش۔ کا قریبی دوست، اسی نے پیان‌چین‌والوں سے اس کی پہچان بھی کرائی تھی۔ سوسائٹی میں خاموشی سے بوجھل یہ شخص داھنے ہاتھ کی اپنی بڑی سی کلمہ کی انگلی میں کافی بڑی اور نمایاں انگوٹھی پہنے ہوئے تھا جو قریب قریب یقینی طور سے اسے شاہی انعام میں ملی ہوگی۔ آخر میں، یہیں ایک صاحب قلم شاعر بھی موجود تھا، جرمنوں میں سے، لیکن روسی زبان کا شاعر، طرہ یہ کہ نہایت تمیزدار، سلیقہ‌مند، جسے اچھی سے اچھی سوسائٹی میں بلاخوف و خطر جگہ ملتی۔ صورت شکل سے خوش نصیب، کسی مکروہ سی بات کے باوجود چہرے مہرے کا، تقریباً اڑتیس سال کا جوان، بے‌عیب عمدہ لباس، کسی جرمن خاندان سے، جو اعلا درجے کی بورژوا فیملی تھی، اور نہایت معزز گھرانہ شمار ہوتی تھی؛ اس جرمن کو وقت اور موقع کا استعمال خوب آتا تھا اور جانتا تھا کہ بڑے بڑے لوگوں کی نظر کرم کیسے حاصل کی جائے، انھیں کس طرح خود پر مہربان رکھا جائے۔ کسی وقت میں اس نے کسی اہم جرمن شاعر کا کوئی اہم کلام ترجمہ کیا تھا اور شعروں میں اپنے ترجمے کا انتساب لکھنے اور اسی ضمن میں ایک بڑے نامور مگر مرحوم روسی شاعر سے اپنے دوستانہ مراسم کا ڈنکا پیٹنے میں بھی کامیاب ہوگیا تھا (پوری ایک صف ہے ایسے ادیبوں کی، جو بڑے بڑے مگر مرحوم ادیبوں سے اپنے دوستانہ مراسم لکھ کر چھپوانے کے شوقین ہوتے ہیں) ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ اس جرمن کو پیان‌چین والوں سے ''بزرگوار

منصبدار،، کی محترمہ بیگم صاحبہ نے متعارف کرایا تھا۔ ان معزز خاتون نے اس صفت میں شہرت پائی تھی کہ اھل قلم اور اھل علم صاحبان کی سرپرستی کرتی ھیں، بلکہ ان میں سے دو ایک ادیبوں کے لئے انھوں نے بڑے لوگوں میں اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر پنشن بھی مقرر کرادی تھی۔ اتنے قسم کا اثر و رسوخ البتہ ان صاحبہ کو ضرور حاصل تھا۔ عمر ھوگی کوئی پینتالیس سال (مطلب یہ کہ اس قدر ضعیف‌العمر شوھر کے مقابلے میں کافی کم عمر تھیں)، اپنے وقت کی حسینہ رہ چکی تھیں اور اب بھی، اپنی ھم‌عمر بیگمات کے مخصوص چونچلے، یعنی ضرورت سے زیادہ بھڑکدار لباس کی شوقین چلی آرھی تھیں۔ عقل و فہم میں ان کا دخل ذرا کم ھی تھا اور ادب کے بارے میں علم و آگاھی کافی مشکوک۔ لیکن ادیبوں کی سرپرستی کا ویسا ھی خبط تھا جیسے بھڑکیلے لباس کا۔ بہت ساری تصانیف اور تراجم نے ان صاحبہ کے نام سے انتساب پایا تھا۔ دو تین ادیبوں نے انھی کی اجازت سے ان کے نام اپنے خط بھی چھپوا دئے تھے جو نہایت اھم مسائل پر لکھے گئے تھے... یہ تھا وہ مجمع جسے پرنس نے کھرا سکہ، بےمیل سچا سونا سمجھ لیا۔ یوں بھی یہ سب کے سب لوگ اس شام گویا نیت باندھ کر بہت ھی اچھے موڈ میں تھے اور اپنے آپ سے کافی مطمئن۔ ان میں سے ایک ایک کو علم و احساس تھا کہ اپنی آمد سے انھوں نے یپان‌چین‌والوں کی عزت‌افزائی کی ھے۔ مگر افسوس، پرنس کو ان نزاکتوں کی ذرا بھی پھانس نہیں چبھی۔ مثلاً یہ شک نہ گزرا کہ یپان‌چین میاں بیوی اپنی بیٹی کی تقدیر کے فیصلے جیسا اھم قدم اٹھاتے وقت یہ جرأت نہ کر سکے کہ اسے، یعنی پرنس لیو نکولائی‌وچ میشکن کو ان بزرگوار منصبدار کے حضور میں پیش نہ کریں جو ان کے خاندان کے سرپرست مانے جاتے ھیں۔ یوں ھونے کو یہ بڑا بوڑھا بزرگ اپنی طرف سے یپان‌چین‌والوں کی بڑی سے بڑی مصیبت یا حادثے کی خبر نہایت اطمینان قلب سے پی جاتا، لیکن اگر کہیں یپان‌چین اپنی بیٹی کا رشتہ اس کے مشورے یا یوں کہئے کہ اس کے ایما کے بغیر طے کردیتے تو اسے ناگوار گزرتا۔ پرنس ن۔ جیسا پیارا، مانا ھوا بذلہ‌سنج اور اس قدر صاف دل، صاف‌گو انسان، اپنی جگہ یہ سوچے بیٹھا تھا کہ وہ ایک طرح سے سورج ھے جو اس

شام یپانچین کے ڈرائنگ روم میں روشنی پھیلانے نکل آیا۔ وہ انہیں اپنے رتبے سے بہت ہی کمتر شمار کررہا تھا۔ یہی سیدھا سادہ اور شرنا کا سا خیال تھا جس نے اس ہستی میں یہ جذبہ جگایا کہ میزبانوں کے ساتھ غیرمعمولی انکسار، بےتکلفی اور دوستانہ ادب آداب سے کام لیا جائے۔ اسے خوب معلوم تھا کہ آج کی شام اسے، سوسائٹی کا من موہنے کی خاطر، کوئی نہ کوئی قصہ ضرور کہنا سنانا ہے اور اس کی تیاری بھی جی جان سے کی تھی۔ جب قصہ بیان کیا گیا تو پرنس میشکن نے دل میں مان لیا کہ آج سے پہلے کبھی اتنی جگمگاتی ظرافت، ایسی حیرت‌انگیز دل لگی اور بھولپن کی بات سے اس کے کان آشنا نہیں ہوئے تھے، اور جب وہ پرنس ن۔ جیسے عاشق ہرجائی کی زبان سے سننے میں آئی تو دل کو چھو لینے میں بھی اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ کاش اسے خبر ہوتی کہ یہ قصہ کتنا پرانا، کس قدر فرسودہ ہے، سنتے سنتے زبانی یاد ہو چکا ہے، سارے ڈرائنگ روموں میں اس کی کتنی تکرار ہو چکی ہے کہ کان پک گئے، اور صرف یہیں، بھولے بھالے یپانچین‌والوں میں پھر ایک شاندار، تیز طرار اور لاجواب آدمی کی مخلصانہ اور شاندار یاد کی صورت میں تازہ اور انوکھا بن کر وارد ہوا ہے۔ اور تو اور، وہ بچارا معمولی سا شاعر جرمن بھی، جو خود کو بہت لئے دئے اور انکسار سے پیش آرہا تھا، وہ بھی اپنی جگہ قریب قریب یہی سمجھ بیٹھا کہ اپنی آمد سے اس گھر کو نواز رہا ہے۔ لیکن پرنس نے تصویر کا دوسرا رخ نہیں دیکھا، اسے نیچے کا استر نظر نہیں آیا۔ اگلایا کو بھی اس بدبختی کا پہلے سے کوئی اندازہ نہ تھا۔ اس شام وہ بذات خود بہت ہی سج رہی تھی۔ تینوں لڑکیوں نے بہت بھڑکیلے نہ سہی، مگر خاص لباس پہنے تھے اور اس موقع کے لئے خاص قسم کی کنگھی چوٹی کی تھی۔ اگلایا ایوگینی پاولووچ کے پاس بیٹھی، کچھ زیادہ ہی گھل مل کر باتیں اور ہنسی مذاق کئے جا رہی تھی۔ ایوگینی پاولووچ خود کو اور موقعوں کے بہ‌نسبت ذرا زیادہ باوقار، رکھے ہوئے تھا۔ ممکن ہے اس نے بڑے بااقتدار لوگوں کا لحاظ بھی کیا ہو۔ ویسے وہ سوسائٹی کا جانا پہچانا آدمی تھا، ان کا اپنا آدمی تھا اگرچہ عمر کے لحاظ سے نوجوان تھا۔ اس شام وہ یپانچین‌والوں کے ہاں فیلٹ کیپ پر کریپ لگائے ہوئے آیا اور پرنسس بیلوکونسکایا اس

کے کریپ کی بڑی داد دے رہی تھیں۔ کوئی اور بھانجا بھتیجا ہوتا اس سوسائٹی کا تو وہ ایسے چچا کے غم میں ایسا کوئی ماتمی نشان نہ لگائے ہوتا۔ بیگم لیزاویتا پروکوفیونا بھی، یوں تو اس سے مطمئن دکھائی دیتی تھیں، لیکن کچھ زیادہ ھی فکروں میں پڑی ہوئی تھیں۔ پرنس میشکن نے نوٹ کیا کہ اگلایا نے کوئی دو بار اسے خاص توجہ سے دیکھا اور اس کی طرف سے مطمئن ہوگئی۔ رفتہ رفتہ اس کا دل بھی شاد ہوتا گیا۔ آج صبح جو ''بےبنیاد،، خیالات اور خطرات اس پر ھجوم کر رہے تھے (لیبیدیف سے گفتگو کے بعد) ان کی طرف ھر بار رہ رہ کر خیال جاتا اور وہ اب اس قدر انہونے، ناممکن بلکہ مضحکہ‌خیز خواب کی سی بات نظر آنے لگے! (ویسے بھی، غیرشعوری سہی، مگر اس کی پہلی خواہش یہی تھی، آج صبح، بلکہ سارا دن یہی تمنا رہی کہ کیا جتن کرے جو اس خواب خانہ خراب کو جھٹلا دیا جائے!) پرنس نے اس محفل میں زیادہ زبان نہیں کھولی۔ صرف سوالوں پر بولا، اور آخر میں بالکل خاموش رہا۔ خاموش بیٹھا سنتا رہا اور ظاہر تھا کہ اس لطف میں بالکل مگن ہے۔ ہوتے ہوتے وہ وقت آیا کہ پرنس کی روح ایک قسم کی ترنگ میں آگئی جو موقع ملتے ھی اپنا جلوہ دکھانے کو بےتاب تھی... موقع موقع سے اس نے زبان پر سے روک ہٹائی، سوال کا جواب دیا اور دکھائی دیتا تھا کہ جواب دینے میں کوئی خاص نیت یا ارادہ شامل نہیں...

۷

ابھی پرنس اگلایا کو دیکھ دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا، اور اگلایا پرنس ن۔ اور ایوگینی پاولووچ سے باتوں میں مصروف تھی کہ اتنے میں پکی عمر کے انگلش‌زدہ رئیس‌زادے نے، جو دوسرے گوشے میں بزرگوار منصب‌دار کو گفتگو میں لگائے ہوئے ان کو بڑے جوش و خروش کے ساتھ کوئی بات سنا رہا تھا، اچانک نکولائی آندرئےوچ پاولی‌شیف کا نام لیا۔ پرنس فوراً ان کی طرف مڑا اور سننے لگا۔

بات چل رہی تھی آج‌کل کے انتظامی معاملات پر اور کسی

صوبے میں زمینداریوں کی بدانتظامی پر۔ انگلش‌زدہ رئیس‌زادے نے ضرور کوئی بڑے مزے کی بات سنائی ہوگی کیونکہ بزرگوار سنتے ہی قصہ‌گو کے کڑوے موڈ پر کھلکھلانے لگے۔ وہ اتار چڑھاؤ کے بغیر، حروف صحیح کو جھٹکے کے ساتھ کھینچ کر اور حروف‌علت پر نرمی سے زور دے کر سنا رہا تھا کہ کیوں اسے مجبور ہونا پڑا، خاص آج کل کی انتظامی حالت کے سبب، کہ اپنی ایک بڑی شاندار زمینداری، فلاں صوبے میں آدھے داموں بیچ ڈالی، حالانکہ روپیے کی ایسی کچھ ضرورت بھی نہیں تھی، اور اسی وقت میں ایک بگڑی ہوئی املاک بچائے ہوئے ہے جو نقصان کا سودا ہے اور اس پر مقدمہ بھی چل رہا ہے، اس املاک کی خاطر اسے جیب سے روپیہ بھرنا پڑتا ہے۔ ''تاکہ پاولی‌شیف کے سلسلے میں ایک اور مقدمہ‌بازی سے دامن بچالوں، میں ان سے بچتا ہوں۔ دو ایک ایسی ہی موروثی جائداد اور ہو تو میرا تیا پانچا ہوجائے۔ وہاں کوئی تین ہزار دیسیاتین* اعلا درجے کی زمین میرے ہاتھ آنے‌والی تھی!،،

''یہ لیجئے، یہ جو ایوان پترووچ ہیں نا، یہ مرحوم پاولی‌شیف کے رشتہ‌دار ہیں... تم کو تلاش تھی نا مرحوم کے عزیز رشتہ‌داروں کی؟،، صاحب‌خانہ ایوان فیودرووچ نے، جو اتفاقاً پرنس کے بالکل پاس موجود تھے، اس گفتگو کی جانب پرنس کی غیرمعمولی توجہ دیکھتے ہوئے، اس سے دھیمی آواز میں کہا۔ اب تک وہ اپنے مہمان افسر کی دلجوئی میں لگے ہوئے تھے اور دیر سے نوٹ کر رہے تھے کہ پرنس سب سے کٹا ہوا اور تنہا رہ گیا ہے۔ انہیں اس طرف سے فکر لگی تھی۔ ان کا جی چاہا کہ اسے ایک حد تک ان باتوں میں لگا دیں اور اس ترکیب سے ایک بار پھر ''بڑی ہستیوں،، کی نظر میں لے آئیں۔

''یہ لیو نکولائی‌وچ میشکن اپنے والدین کے انتقال کے بعد انھی پاولی‌شیف مرحوم کی سرپرستی میں تھے،، صاحب خانہ نے انگلش‌زدہ ایوان پترووچ سے نظر ملتے ہی لب‌کشائی کی۔

''خو... ب، بہت خوب،، اس نے کہا ''آپ بلکہ مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ ابھی ذرا دیر پہلے جب ایوان فیودرووچ نے تعارف کرایا تھا، تبھی میں آپ کو پہچان گیا تھا، صورت بھی پہچان لی۔

---

* آٹھ ہزار ایکڑ کے قریب۔ (ظ ا۔)

بہت کم تبدیلی ہوئی ہے آپ میں۔ اگرچہ میں نے آپ کو صرف بچہ سا دیکھا تھا، دس گیارہ سال کے رہے ہوں گے آپ۔ مگر ناک‌نقشے میں کوئی بات ہے یاد دلانےوالی...،،

''اچھا، آپ نے مجھے بچہ سا دیکھا تھا؟،، پرنس نے غیرمعمولی حیرت کے ساتھ سوال کیا۔

''اور زمانہ بھی بہت ہوگیا،، ایوان پتروچ نے بیان جاری رکھا ''زلاتاویرخوف میں، جہاں آپ میری چچازاد بہنوں کے پاس رہ رہے تھے۔ ان دنوں میرا اس طرف اکثر آنا جانا ہوا کرتا تھا۔ آپ کو میں یاد آیا؟ بوھت ممکن ہے آپ نہ پہچانے ہوں... آپ اس زمانے میں... شاید کوئی بیماری تھی آپ کو تب، چنانچہ ایک موقع پر تو مجھے بڑا تعجب ہوا تھا آپ پر...،،

''کچھ یاد نہیں آتا!،، پرنس نے جوش میں تائید کردی۔

دونوں طرف سے چند الفاظ تشریحی اور ہوئے، ایوان پتروچ کی طرف سے نہایت نپےتلے اور پرنس کی جانب سے جوش و اضطراب کے ساتھ، پتہ یہ چلا کہ وہ جو دو بن‌بیاھی عورتیں مرحوم پاولی‌شیف کی رشتہ‌دار تھیں، ان کی زلاتاویرخوف‌والی جاگیر پر رہتی تھیں، جنھیں پرنس کی دیکھ‌بھال اور پال‌پوس سپرد تھی، وہ دونوں اس ایوان پتروچ کی چچازاد بہنیں ہی تھیں۔ اوروں کی طرح خود ایوان پتروچ بھی کچھ سراغ نہ دے سکا کہ پاولی‌شیف کو اپنے اس لےپالک لڑکے پرنس کی اتنی فکر کیوں تھی۔ ''جی ہاں، تب بھی مجھے اس کا اتہ‌پتہ نکالنے کا خیال نہیں آیا تھا،، تاہم گفتگو سے یہ نکلا کہ مسٹر ایوان کی یادداشت لاجواب ہے کیونکہ اسے ذہن پر زور دینے سے یاد آگیا کہ دونوں میں جو بڑی تھی مارفا نکی‌تیشنا اس کم‌عمر بچے کی تربیت میں بہت سختی برتا کرتی تھی، ''یہاں تک کہ ایک بار تو میری اس سے تو تو میں میں ہوگئی آپ کی خاطر، کہ یہ کیا طریقہ ہے تربیت کا، جب دیکھو ڈنڈا، بیمار بچے پر چھڑی، ڈنڈا، دیکھئے نا، آپ مانیں‌گے کہ...،، مگر جو چھوٹی تھی نتالیا نکی‌تیشنا، وہ بڑی کے برخلاف بچارے بچے پر شفقت کرتی تھی... اس نے آگے چل‌کر بتایا کہ ''وہ دونوں اب بھی اس صوبے علاقے میں رہتی ھیں (البتہ یہ نہیں معلوم کہ حیات ھیں اب بھی) جہاں پاولی‌شیف کی طرف سے چھوٹی موٹی مگر خاصی معقول جائداد ان کے

نام ہوگئی تھی۔ بڑی بہن مارفا شاید کسی خانقاہ میں گوشہ‌نشین ہونےوالی تھی۔ مگر اس کی تصدیق نہیں کرسکتا، ممکن ہے یہ خانقاہ وغیرہ کی بات کسی اور کے بارے میں سن رکھی ہو... جی نہیں، وہ کوئی اور تھی کسی ڈاکٹر کی بیوی...،،

پرنس نے یہ سب سنا، اس کی آنکھیں جذبہٗ شوق سے چمک رہی تھیں۔ نہایت جوش میں آکر اس نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ میں خود کو اس خطا پر کبھی معاف نہیں کروں‌گا کہ ان چھ مہینے، جب اس علاقے کے اندر گھومتا، خاک پھانکتا پھرا، یہ موقع نکالنے کی فکر نہ کی کہ اپنی پرانی اتالیقوں کا اتہ‌پتہ نکالتا، ان سے جاکر ایک بار مل‌لیتا۔ ''روز خیال آتا اور ہمیشہ حالات گھیرلیتے، اس فکر سے غافل کر دیتے تھے... مگر اب عہد کرتا ہوں کہ... کچھ بھی سہی... چاہے وہاں خود جانا ہی پڑے... تو آپ نتالیا نکی‌تیشنا سے واقف ہیں؟ کیا کیا خوبیوں کی، کیسی پاکیزہ ہستی تھی وہ! مگر وہ جو مارفا تھی بڑی... معاف کیجئے، آپ غلطی پر ہیں شاید، مارفا صاحبہ کے بارے میں! وہ سخت ضرور تھی، لیکن... کوئی کہاں تک برداشت کرسکتا ہے... ایسے ایڈیٹ کو، جیسا میں تھا اس زمانے میں (ہی، ہی!)۔ آپ کو یقین نہیں آئےگا کہ میں تب کیسا عقل سے خارج لڑکا تھا (ہا، ہا!)۔ دیکھئے... دیکھئےگا، آپ نے تو مجھے اس زمانے میں دیکھا ہی تھا... مگر یہ کیسے ہوا کہ آپ مجھے یاد نہیں آرہے ہیں، ذرا فرمائیے؟ تو یہ کہ آپ... ہا... واقعی، خدایا، کیسی بات ہے، واقعی آپ پاولی‌شیف صاحب کے عزیز قریب ہیں؟،،

''یقین کیجئے میرے کہنے کا،، ایوان پترووچ پرنس کو غور سے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

''جی، یہ نہیں، یہ نہیں تھا کہنے کا مطلب، یہ کہ خدانخواستہ مجھے شبہ ہو... بھلا اس میں شبہ کی کیا گنجائش (ہی، ہی!)... ذرا بھی گنجائش نہیں۔ یعنی شبہ کی تو کوئی ہئی نہیں — گنجائش!! (ہی، ہی!) میں تو یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ وہ مرحوم پاولی‌شیف بڑے ہی لاجواب انسان تھے، کیا عالی ظرف شخص گزرے ہیں وہ، سچ کہتا ہوں، یقین کیجئےگا!،،

دوسرے دن صبح کو ادےلائیدا نے اپنے منگیتر پرنس ش۔

سے بات کرتے میں اس واقعے پر اپنا تاثر یوں ظاہر کیا کہ پرنس میشکن کا ''سانس پھولا ہی نہیں بلکہ سچ‌ہے، صاف دل کے سبب سانس سینے میں اٹک گیا تھا''۔

''افوہ، خدایا، آخر میں کیوں نہیں ہوسکتا رشتہ‌دار ایک عالی‌ظرف انسان کا؟''، ایوان پتروِوچ کو ہنسی آگئی۔

''اوف، توبہ ہے میری!''، پرنس گڑبڑا کر جلدی جلدی بولنے لگا اور زیادہ جوش میں آتا چلا گیا ''میں — میں پھر جانے کیا کا کیا کہہ گیا، خیر، مگر... یہی ہونا تھا کیونکہ میں... میں تو... جی میں... پھر بےتکی بات! اور مجھے دیکھئے، مجھ میں کیا رکھا ہے، فرمائیے، ایسی خوبیوں کے سامنے... اتنی زبردست باتوں کے سامنے میری کیا حیثیت! ایسے عالی‌ظرف دریادل آدمی سے میری کیا نسبت، کیونکہ آپ جانیں، خدا گواہ، بڑے ہی دریادل شخص تھے وہ — ہے نا؟ صحیح عرض کیا نا؟''

پرنس سرتاپا کانپ رہا تھا۔ ایک دم اسے کیوں جوش آگیا، کیوں ایسی وجد کی کیفیت طاری ہو گئی، بےموقع، بےمحل، اور موضوع گفتگو سے ذرا نکلتی ہوئی کیفیت، اس کی تہہ کو چھونا مشکل تھا۔ اس پر ایسا موڈ چھایا تھا، بلکہ اس لمحے وہ کسی شخص کا، کسی سبب سے اس قدر احسانمند ہوا جا رہا تھا، ایسا بچھا جا رہا تھا کہ بس اور تو اور، ایوان پتروِوچ تک کا شکرگزار، بلکہ جتنے مہمان موجود تھے، سبھی کے لئے شکرگزاری کے جذبے میں کچھ کسر رہی ہوگی۔ وہ حد سے زیادہ ہی ''موج میں آگیا''۔ اس پر ایوان پتروِوچ اسے اور بھی غور سے نظر جما کر دیکھنے لگا، اور وہ جو بزرگوار تھے انھوں نے بھی نہایت گہری نظر ڈالی۔ بیلوکونسکایا نے پرنس کو خفگی کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے ہونٹ بھینچے۔ پرنس ۔ن ، ایوگینی پاولووچ، پرنس ش۔ ، لڑکیاں، سب اپنی اپنی چھوڑ، اس کی سننے لگیں۔ غالباً اگلایا ڈر گئی اور بیگم لیزاویتا بچک کر رہ گئیں۔ یہ لڑکیاں اور ان کی اماں بھی عجب قماش کے لوگ تھے۔ شروع میں ان کی تجویز تھی اور طے کیا تھا کہ پرنس پوری شام، بہتر یہی ہے کہ، خاموش بیٹھا رہے۔ مگر جیسے ہی اسے ایک کونے میں، مکمل تنہائی اور ایکانت میں، اپنے حال میں مست دیکھا، فوراً انھیں بےچینی لگ گئی۔ الیکساندرا نے

ارادہ کیا کہ پرنس کے پاس پہنچے اور دیکھ بھال کر، پورے کمرے میں سے گزرکر ان کے جتھے میں شامل ہوجائے، یعنی پرنسس بیلوکونسکایا کے پہلو میں پرنس ن۔ والے گروپ میں۔ مگر ادھر پرنس کی زبان چلنی شروع ہوئی، ادھر ان کی گھبراہٹ بڑھنے لگی۔

''یہ کہ وہ ایک بڑے بےمثال آدمی تھے، درست کہا آپ نے،، ایوان پتروویچ نے اس بار مسکرائے بغیر اور تصدیق کے لہجے میں کہا ''جی ہاں، کیا شک ہے، لاجواب انسان تھے وہ، لاجواب اور لائق،، اس نے ذرا تھم کر دھرایا۔ ''یوں کہئے کہ ہر قسم کی عزت کے لائق تھے وہ،، تیسری بار توقف کرکے اس نے پھر زور دیا۔ ''اور... بڑی خوشی یہ دیکھ کر کہ آپ...،،

''یہ وہی پاولی‌شیف تو نہیں، جن کا وہ واقعہ نکلا تھا، عجیب سا... وہ ایبٹ والا؟ کون‌سا ایبٹ؟ نام ذہن سے نکل گیا۔ ایبٹ تھا کوئی۔ ان دنوں اس کا بہت چرچا تھا،، بزرگوار منصب‌دار نے یادداشت پر زور دے کر بذات خود اضافہ کیا۔

''جی ہاں وہ ایبٹ گورو تھے، یسوعی فرقے کے،، ایوان پتروویچ نے یاد دلایا ''ایسا ہی ہوتا ہے ہمارے بہترین لوگوں کے ساتھ، لائق سے لائق آدمیوں کے ساتھ! وہ تھے تو بڑے خاندانی اور رئیس، شاہی دربار کے کرسی‌نشین اور اگر... اپنے عہدے پر قائم رہتے تو... انہوں نے یکایک نوکری چھوڑی، سب کچھ ترک کیا، تاکہ کتھولک مذہب اختیار کرکے یسوعی مبلغ ہوجائیں۔ وہ بھی کھلے عام، خوب دھڑلے سے۔ اتنے میں دنیا سے اٹھ گئے... جی ہاں، تب لوگوں کی زبان پر تھا...،،

پرنس میشکن اپنے قابو میں نہیں رہا۔

''پاولی‌شیف... پاولی‌شیف نے کتھولک مذہب اختیار کرلیا تھا؟ یہ ہو نہیں سکتا!،، پرنس دھشت سے چیخ پڑا۔

''جی 'ہو نہیں سکتا،!،، ایوان پتروویچ نے طمطراق سے کہنا شروع کیا ''یہ کہنا بھی بہت ہوا اور آپ مانیں‌گے عزیز من پرنس کہ آپ... آپ تو، خیر، مرحوم کے بڑے مداح ہیں... اس میں شک نہیں، انسان وہ نہایت نیک‌نفس تھے، میں بھی اس بات سے متفق ہوں۔ بڑی صفت اس کی تھی، وہ چلتا پرزہ ایبٹ گورو۔ لیکن آپ مجھ سے پوچھئے، میں بتاؤں، کتنی پریشانی اور جھنجھٹ کرنی پڑی ہیں

بعد میں اس کے سلسلے میں، اور خاص اسی گورو کے ساتھ! آپ تصور فرمائیے،، وہ انھی بزرگوار سے مخاطب ہوا ''جناب، ان لوگوں نے تو وصیت‌نامے کو ھی نزاعی مسئلہ بنا ڈالا تھا اور اس کے باعث مجھے کیا کیا جتن نہیں کرنے پڑے، فوراً جاندار قسم کے قدم اٹھانے پڑے... تاکہ ان کا دماغ ٹھکانے لگاؤں... کیونکہ وہ لوگ ہتھکنڈوں کے استاد ھیں... بڑے کمال کے! خیر، شکر ھے خدا کا، کہ سارا معاملہ ماسکو میں تھا، میں سیدھا کاؤنٹ کے پاس پہنچا اور پھر... ہم نے ان کا دماغ ٹھکانے لگا دیا...،،

''آپ کو یقین نہیں آئےگا کہ مجھے کتنی ٹھیس لگائی، حیرت میں ڈال دیا آپ نے!،، پرنس پھر پکارکر بولا۔

''افسوس۔ لیکن اصلیت میں تو یہ جو کچھ ھے، بلاتکلف فضول، بےمعنی بات ، اور ھمیشہ کی طرح ھوا میں اڑکر قصہ پاک۔ مجھے یقین ھے۔ یہ لیجئے، گزشتہ گرمیوں میں...،، وہ پھر انھی بزرگ کو متوجہ کرتے ہوئے بولا ''نواب‌زادی ک۔ بھی، سنا ھے ملک سے باہر کسی کتھولک خانقاہ میں پہنچ گئیں۔ ھمارے لوگ، جہاں ذرا ان... چالبازوں کے ھاتھ لگے نہیں... خاص کر دوسرے ملک میں، کہ بس، پھر ھاتھ سے گئے۔ ،،

''یہ سب ھماری... میں سمجھتا ھوں... ھماری کاھلی کے سبب،، بزرگوار مستند حیثیت میں بدبدائے ''اور پھر ، ان لوگوں کی ھوشیاری، وعظ و تبلیغ کے طور طریقے... بڑے نازک، اپنا انداز... اور آدمی پر دھشت بٹھا دیتے ھیں۔ سنہ بتیس میں ایک بار ویانا شہر میں خود مجھے انھوں نے رعب میں لینے کی کوشش کی، مانئےگا۔ مگر میں دبا نہیں، نکل بھاگا، ان کی گرفت سے۔ ھا ھا!،،

''میں نے تو سنا تھا کہ تم، عزیزم، ایک حسینہ نواب‌زادی لیویتسکایا کے ساتھ ویانا سے پیرس فرار ھوگئے تھے، اپنی ڈیوٹی چھوڑکر ، اور اس میں یسوعی کا کوئی دخل نہیں تھا،، پرنسس بیلوکونسکایا نے ناگہاں ترمیم کی۔

''مگر تھا وہ یسوعی فرقے کے سبب۔ اصل وجہ وھی تھی کہ یسوعی سے فرار کیا!،، بزرگوار نے جواباً کہا اور خوشگوار یادوں کے ساتھ مسکرانے لگے ''آپ کافی مذھبی آدمی معلوم ھوتے ھیں، جو آج‌کل کے نوجوانوں میں شاذ و نادر ھی دیکھنے میں آتا ھے،،

انھوں نے پرنس لیو نکولائی‌وچ کو از راہ شفقت مخاطب کیا جو منہ کھولے حیرت سے تک رہا تھا۔ ایسا اندازہ ہوتا تھا کہ بڑے میاں اس پرنس کو ذرا نزدیک سے جاننا چاہتے ہیں، کچھ خاص وجہیں ہوں‌گی جو انھیں اس نوجوان سے خاصی دلچسپی ہو گئی تھی۔

''پاولی‌شیف بڑے ذی ہوش اور مسیحی، سچے مسیحی عقیدے کے تھے،، پرنس میشکن کی زبان سے نکلا ''بھلا یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ اس عقیدے... غیرمسیحی عقیدے کے آگے سر جھکا دیتے؟ کتھولسزم، کچھ بھی سہی، بہرحال ہے تو غیرمسیحی دین!،، اس نے گفتگو جاری رکھی۔ آنکھیں چمک رہی تھیں اور صرف اپنے سامنے دیکھے جا رہا تھا گویا سب پر ایک اڑتی سی نظر ڈال لی‌تھی۔

''حد کردی آپ نے بھی،، بزرگوار نے دبی زبان سے ریمارک کسا اور تعجب سے صاحب‌خانہ ایوان فیودرووچ کو دیکھا۔

''یہ کیسے کہ کتھولسزم غیرمسیحی دین ہے؟،، ایوان پتروچ نے اپنی کرسی پر پہلو بدلا ''تو کیا ہے وہ؟،،

''اول تو یہ کہ غیرمسیحی عقیدہ!،، پرنس ہیجان کے مارے بےقابو ہو چلا، اس نے پھر تیزی سے زبان کو چھوٹ دے دی۔ ''یہ اول بات۔ دوسرے یہ کہ رومن کتھولسزم خود لامذہبیت سے بھی بدتر ہے۔ یہ رائے رکھتا ہوں میں! جی ہاں، میری یہ رائے ہے! لامذہبیت تو صرف نفی کی تبلیغ کرتی ہے۔ اور کتھولسزم اس سے بھی آگے جاتا ہے: وہ مسخ‌شدہ مسیح کی تبلیغ کرتا ہے جسے بگاڑا اور کچھ سے کچھ کر دیا گیا ہے، جو اصل مسیح کے بالکل برعکس ہے! اینٹی کرائسٹ پھیلاتا ہے یہ دین، قسم کھاکے کہتا ہوں، یقین کیجئےگا آپ! یہ میری ذاتی رائے ہے اور آج سے نہیں، ایک زمانے سے ہے، خود مجھے اس سے اذیت پہنچتی رہی ہے... رومن کتھولسزم کا عقیدہ ہے کہ جب تک تمام روئےزمین پر اس کا ریاستی اقتدار قائم نہ ہو، تب تک کلیسا زمین پر ثابت‌قدم نہیں رہ سکتا۔ وہ پکارتا ہے: *Non possumus! میرے خیال میں رومن کتھولسزم بذات خود مذہب ہی نہیں، بلکہ وہ تسلسل ہے مغربی

---

* ہماری بس نہیں!

سلطنت روما کا۔ اس میں ہر شے، کیا عقیدہ، کیا کچھ اور، سبھی اس ایک خیال کے تحت ہے۔ پاپائے روم نے زمین پر قبضہ کیا، ارضی تخت چھینا اور تلوار اٹھالی۔ تب سے یہی سلسلہ چل رہا ہے، صرف اتنا ہے کہ تلوار کے ساتھ جھوٹ، دغافریب، جعل، کٹرپن، وھم‌پرستی، بداعمالی کو اور ملا لیا ہے۔ عام لوگوں کے سب سے پاکیزہ جذبات، سچے کھرے، سیدھے، بےریا اور بھڑکتے ہوئے جذبات سے کھیلتے رہے، ہر شے کا روپیے سے، سفلی ارضی اقتدار سے سودا کر ڈالا۔ کیا یہ اینٹی‌کرائسٹ تعلیم نہیں ہے؟ ان سے پھر لامذہبیت کے سوا اور کیا صادر ہوتا۔ لامذہبیت انھی سے، رومن کتھولسزم سے ہی نکلی ہے! خود انھی سے بےدینی کی ابتدا ہوئی — کیا وہ محض اپنے پر عقیدے کے زور سے ٹھیر سکتے تھے؟ اس نے قدم جمائے رومن کتھولسزم سے نفرت کی بدولت، انھی کے جھوٹ‌فریب نے، روحانی کھوکھلےپن نے لامذہبیت کو جنم دیا ہے! ہمارے یہاں بےعقیدگی صرف خاص حلقوں تک محدود ہے، جیسا کہ اس روز ایوگینی پاولووچ نے بڑی خوبصورتی سے بیان کیا تھا کہ وہ جن کی جڑ غائب ہے۔ اور وہاں یورپ میں عام لوگوں کی بےانتہا کثیر آبادی عقیدہ کھوتی چلی جا رہی ہے۔ پہلے وہ لاعلمی اور فریب کے سبب بےدین ہوئے جاتے تھے اور اب کٹرپن کے سبب، کلیسا اور کلیسائی نظام سے نفرت کے سبب!،،

پرنس ذرا دیر سانس لینے کو رکا۔ بہت تیزی سے بول رہا تھا۔ چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور ھانپنے لگا تھا۔ سب ایک دوسرے کو کن‌انکھوں سے دیکھ رہے تھے، آخر ان بزرگوار صدرنشین سے نہ رہا گیا، وہ کھلکھلا کر ھنس پڑے۔ پرنس ن۔ نے جیب سے دور کی عینک نکالی اور دیر تک پرنس پر فوکس کئے رہا۔ شاعری‌زدہ جرمن اپنے گوشے سے نکل کر میز کے قریب سرک آیا، لبوں پر طنزآمیز مسکراھٹ لئے ہوئے۔

’’آپ نے کافی... مو بال غے سے کام لیا،، ایوان پترووچ نے لفظ کھینچ کر تنگ آئے ہوئے لہجے میں اور کسی بات سے کھسیائے ہوئے کہا ’’دیکھئے نا، ان کے چرچ میں بھی ایسے ایسے کارکن پائے جاتے ھیں جو ہر قسم کی تعظیم کے مستحق ھیں اور نیک‌نفس لوگ ھیں...،،

''میں نے چرچ کے الگ الگ افراد کے بارے میں ہرگز کچھ نہیں کہا۔ میں نے جو رائےزنی کی وہ رومن کتھولسزم کے اصل اصول پر کی۔ روم کی بات کررہا ہوں۔ کیا کوئی چرچ بالکل ہی ناپید ہوسکتا ہے؟ نہیں۔ میں نے یہ کبھی نہیں کہا!''

''مانتا ہوں۔ سب جانتے ہیں، کہنے کی کیا ضرورت... اور اس کا تعلق ہے الٰہیات سے...''

''جی نہیں، بالکل نہیں! صرف الٰہیات سے نہیں۔ یقین کیجئے، ایسا نہیں ہے! جتنا آپ سمجھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اس کا تعلق ہے ہم سے۔ یہیں تو اصل غلطی ہے ہماری کہ ہمیں اب تک یہ نظر نہیں آتا کہ یہ مسئلہ صرف الٰہیات کے دائرے کا نہیں! خود سوشلزم کا خمیر کتھولسزم سے اور کتھولک اصل اصول سے اٹھا ہے! سوشلزم بھی اپنے بھائی لامذہبی خیالات کی طرح اس مکمل مایوسی سے نکلا، اخلاقی معنوں میں کتھولسزم کے بالکل برخلاف سمت میں، تاکہ مذہب کی اخلاقی طاقت سے جو جگہ خالی ہوئی ہے اسے خود بھر دے، اور بنی نوع انسان جو پیاس سے بلک رہی ہے، اس کی روحانی تشنگی بجھا دے — اسے نجات دے، مسیح کے بل پر نہیں، زور زبردستی کے ذریعے! یہ بھی آزادی ہے، مگر زبردستی کی راہ سے، یہ بھی باہم ملاپ ہے مگر تلوار اور خون کی راہ سے! 'خبردار، خدا پر ایمان نہ لانا، خبردار، ذاتی ملکیت نہ رکھنا، خبردار، انفرادی کچھ نہیں، fraternité ou la mort * بیس لاکھ انسانی سر!، فرمایا تھا کہ تم انہیں ان کے اعمال سے پہچانوگے! تو جناب یہ نہ سمجھئےگا کہ یونہی معصومانہ اور بےضرر سا معاملہ ہے ہمارے لئے۔ جی نہیں، اس کا توڑ لازم ہے، جلدی، جتنی جلد ہوسکے! ضرورت اس کی ہے کہ مغرب کے توڑ پر ہمارا مسیح، وہ مسیح جسے ہم نے سینت کر رکھا اور مغرب والوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی، وہ پھر نورفشاں ہو! ہم لوگ یسوعیوں کا کانٹا غلامانہ نہ نگلیں، بلکہ اپنے روسی تمدن کو لے کر قدم اٹھائیں، تبھی آج ان کے سامنے سربلند ہوسکتے ہیں۔ آئندہ ہم میں کہنے کی

---

* یا اخوت یا موت۔

نوبت نہ آئے کہ ان کی وعظ و تبلیغ کے طور طریقے بڑے نازک ہوتے ہیں، جیسا کہ ابھی کسی کی زبان سے نکلا تھا...،،

''مگر، معاف کیجئےگا، جناب، اجازت ہو تو کہوں،، ایوان پترووچ کو سخت بےچینی ہوئی۔ اس نے چاروں طرف سب پر نظر دوڑائی اور ذرا جھجکا بھی ''آپ کے یہ تمام خیالات، یقیناً قابل تعریف ہیں، ان میں حب‌وطن کوٹ کوٹ کر بھری ہے، تاہم ان میں مبالغہ بھی انتہا درجے کا ہے اور ... بلکہ... خیر، اس ذکر کو یہیں چھوڑتے ہیں...،،

''مبالغہ، جی مبالغہ کیا ہوتا، یہ تو حقیقت سے بھی کم ہے۔ جتنا کہنا تھا اسے گھٹا کر کہا، کیونکہ پوری طرح کہنا میرے بس کا نہیں تھا، مگر ...،،

''اجاز... زت ہو، جناب!،،

پرنس خاموش ہوگیا۔ کرسی پر ٹس سے مس ہوئے بغیر، سیدھا تن کر بیٹھ گیا اور آگ انگارہ آنکھوں سے ایوان پترووچ کو دیکھنے لگا۔

''مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے محسن کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس نے آپ کو بہت ہی متاثر کردیا،، اس بزرگوار نے شفقت و ہمدردی کے ساتھ تھمے ہوئے انداز میں رائےزنی کی ''آپ بھڑک اٹھے... ممکن ہے، تنہائی کی زندگی کا اثر ہو۔ اگر آپ کی لوگوں سے زیادہ صحبت رہے، سوسائٹی میں اٹھنا بیٹھنا ہو، اور مجھے امید ہے کہ لوگ آپ جیسے نہایت عمدہ نوجوان شخص سے مل کر بہرحال خوش ہوں‌گے تو یہ فوری اشتعال جاتا رہےگا اور آپ دیکھیں‌گے کہ یہ سب یوں ہی سے معمولات ہیں اور ... یہ جو اتفاقی صورت حالات پیش آجاتی ہے تو ... یہ بھی، میرے نزدیک، کچھ تو ہمارے شکم‌سیر ہونے کے سبب اور کچھ... اکتاہٹ کے باعث...،،

''بجا فرمایا، بالکل بجا فرمایا آپ نے،، پرنس پکارا ''کیا شاندار خیال ہے! واقعی 'اکتاہٹ کے، ہماری اکتاہٹ کے باعث،۔ شکم‌سیر ہونے کے سبب نہیں، بلکہ اس کے برعکس تشنگی کی وجہ سے... شکم‌سیر ہونے کے سبب نہیں، یہاں آپ نے غلطی کی! اور صرف تشنگی کی وجہ سے بھی نہیں، بلکہ سوزش کے سبب، دہکتی ہوئی تشنگی کے سبب! اور ... یہ بھی نہ سمجھ بیٹھئےگا کہ یہ ایسی کوئی معمولی سی بات

ہے جیسے مسکرا کر ٹال جائیں۔ معاف کیجئےگا، قبل از وقت اندازہ کرلینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ہمارے لوگ جہاں دریا پار کرکے کنارے پہنچے، جیسے ہی یقین آیا کہ یہ کنارہ ہے، بس فوراً نشہ چڑھا اور پھر نہیں رکنےوالے، آخری حد تک پہنچ کر رہیںگے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ آپ کو ابھی پاولی‌شیف صاحب پر تعجب ہو رہا تھا، آپ نے سوچا، یہ ان کی یا تو دیوانگی تھی یا نیک‌دلی۔ مگر ایسا نہیں ہے! اکیلے ہم کو ہی نہیں، سارے یورپ کو، ایسے واقعات میں، ہم روسیوں کا جذبۂ بےاختیار حیران کرتا ہے۔ ہمارا روسی اگر کتھولسزم میں پڑےگا تو یسوعی حد سے ادھر نہیں رکنےوالا، اور ان میں بھی خفیہ کارکنوں سے بڑھ کر یسوعی ہوگا۔ اور اگر لامذہب ہوا تو لازماً یہی تقاضہ کرےگا کہ خدا پر ایمان کو جبراً جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا جائے — یعنی بزور شمشیر! ایسا کیوں ہے؟ ایک دم ایسا جنون کیوں چڑھتا ہے؟ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کو معلوم نہ ہو؟ وجہ یہ کہ اسے وطن عزیز (Fatherland) مل گیا جو یہاں نظر سے اوجھل تھا۔ اور ملتے ہی وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ اسے کنارہ مل گیا، زمین ہاتھ آگئی، لپکا اور اس پر ماتھا ٹیک دیا! روسی لامذہب اور روسی یسوعی ایسے سرپھرے نہیں ہیں کہ صرف ناموری کی تمنا نے، گھٹیا سے خودپرستانہ جذبات نے انہیں اچھال دیا ہو، نہیں، بلکہ روحانی کرب، روحانی تشنگی، کسی بڑے فریضے کی خلش نے، ٹھوس مضبوط کنارے کے ارمان نے، خاک وطن کی لگن نے انہیں اٹھایا ہے، جس پر وہ عقیدہ و ایمان کھو چکے تھے، کیونکہ پہلے ہی اس سے ناآشنا تھے۔ لامذہب ہوجانا روسی کے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، دنیا بھر میں کسی کےلئے بھی لامذہبیت اتنی سہل نہیں جتنی روسی کے لئے! ہمارے لوگ صرف لامذہب ہی نہیں بنتے، بلکہ اس پر یوں آنکھ بند کرکے ایمان لےآتے ہیں جیسے یہ ان کا نیا دین ہو۔ انہیں نظر ہی نہیں آتا کہ یہاں نفی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ایسی ہے ہماری پیاس! 'جس کے پیروں تلے زمین نہ ہوگی، اس کے پاس خدا بھی نہ ہوگا۔'، یہ میرا قول نہیں۔ پرانے عقیدے کے ایک بیوپاری کا قول ہے جو مجھے دوران سفر میں ملا تھا۔ البتہ اس نے ٹھیک انھی لفظوں میں نہیں کہا تھا۔ اس کے الفاظ یوں تھے:

'جو اپنی جنم بھومی سے منکر ہوا وہ اپنے خدا سے منکر ہوا'۔ ذرا غور تو کیجئے، ہمارے یہاں ایک سے ایک تعلیم‌یافتہ شخص اس انتہا کو پہنچا کہ 'خلیست' فرقے* میں جا ملا... کوئی بتائے کہ اس صورت میں خلیست فرقہ کیا برا تھا منکری (Nihilism) سے، یسوعی عقیدے سے اور لامذہبیت سے؟ بلکہ ممکن ہے ان سے کچھ گہرا ہی رہا ہو! دیکھا آپ نے، اکتاہٹ کہاں تک پہنچی!.. تشنگی کے مارے، تپتے دہکتے ہوئے، کولمبس کے ہم‌سفروں کے سامنے 'نئی دنیا' کا ساحل کھولئے، روسی آدمی پر روسی 'دنیا' بےنقاب کیجئے، اس کے ہاتھ لگ جانے دیجئے یہ سونا، یہ خزانہ، جو اس کی نظر سے زیر زمین پوشیدہ ہے! ذرا اسے مستقبل کی جھلک دکھا تو دیجئے کہ تمام نسل انسانی نکھر کر نئی ہو گئی، اسے حیات تازہ مل گئی، ممکن ہے کہ صرف روسی فکر نے، روسی خدا نے اور مسیح نے یہ نئی زندگی بخشی ہو، پھر آپ دیکھئے کیسا دیو، زبردست اور حق پرست، دانا اور خاکسار دیو انگڑائی لے کر اٹھتا ہے حیرت‌زدہ دنیا کے سامنے، کیونکہ انہیں ہم سے صرف ایک ہی بات کی توقع ہے، صرف تلوار کی، تلوار اور زور زبردستی کی، وجہ یہ کہ انھوں نے ہمیں بھی اپنے پر قیاس کیا اور درندگی سے ہٹ کر ہمارا کوئی اور تصور قائم ہی نہیں کرسکتے۔ آج تک ایسا ہی ہوتا رہا اور جتنا وقت گزرے گا اور بھی ایسا ہوتا جائے گا! اور یہ کہ...''

مگر اتنے میں ایک واقعہ رونما ہوا اور مقرر کی تقریر آناً فاناً ٹوٹ گئی۔

یہ دھواں دھار خطبہ، یہ جوشیلے اور بےقرار الفاظ اور ایک کیفیت میں ڈوبے خیالات کا ملا جلا دھارا، جو ہماھمی میں ابلتے، بل کھاتے، ایک دوسرے پر سے اچھلتے پھاندتے رواں دواں تھا، یہ سب پیش‌بندی کررہا تھا کہ کوئی نہ کوئی خطرناک، کوئی خاص وجہ ضرور ہے اس نوجوان کی دماغی حالت میں جو وہ یوں بظاہر

---

* خلیست فرقہ — ۱۷ ویں صدی میں ایک مسیحی فرقے کے لوگ، جو دیوانہ‌وار اپنے بدن پر کوڑے لگایا کرتے تھے۔ ان پر شاہی افسروں نے بڑے ستم ڈھائے۔ (ایڈیٹر)

آپ ھی آپ ایک دم بھڑک اٹھا ھے۔ ڈرائنگ روم کے حاضرین میں، جو لوگ پرنس سے واقف تھے، وہ اس کے پھٹ پڑنے سے گھبرا کر (اور بعض لوگ حیا کے مارے) حیرت‌زدہ رہ گئے۔ یہ حالت اس کی ھمیشہ کی بربادی سے، بلکہ خاکسارانہ ضبط و احتیاط سے، دوسرے موقعوں پر بےمثل اور خاص موقع‌شناسی کے عمل سے اور جو اس کی فطرت میں اعلا درجے کی نزاکت احساس تھی، اس سے میل نہیں کھاتی تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اس کی تہہ میں کیا ھے۔ پاولی‌شیف کے متعلق جو اطلاع ملی وہ تو وجہ ھونے سے رھی۔ جدھر خواتین جمع تھیں، اس گوشے سے پرنس پر نظریں یوں اٹھ رھی تھیں جیسے اس کا دماغ چل گیا ھو۔ پرنسس بیلوکونسکایا نے بعد میں بتایا کہ ''ایک آدھ منٹ کی کسر رہ گئی تھی کہ میں تو جان بچا کر بھاگتی''۔ جو بوڑھے بزرگ تھے وہ پہلے ھی حیرت سے سکتے میں رہ گئے۔ صاحب خانہ کے افسر اعلا جنرل صاحب اپنی کرسی پر بیٹھے اسے ناگواری سے گھورکر دیکھتے رھے۔ انجینیر کرنل نے پہلو تک نہ بدلا۔ جرمن نوجوان کا رنگ پھیکا پڑ گیا، پھر بھی اپنی مصنوعی مسکراھٹ بکھیرتا اور دوسروں کی صورتیں تکتا رھا کہ دیکھیں اوروں پر کیا گزر رھی ھے۔ ممکن ھے یہ ''سارا ھنگامہ'' نہایت معمولی اور قدرتی طور پر، شاید ایک آدھ منٹ میں انجام کو پہنچ جاتا۔ صاحب خانہ ایوان فیودرووچ اگرچہ خود حیرت‌زدہ تھے تاھم انھی نے سب سے پہلے صورت حال کا اندازہ کیا اور کئی بار چاھا کہ پرنس کو روک دیں، مگر جب کامیابی ھوتی نہ دیکھی تو اب وہ اس نیت سے بڑھے کہ فیصلہ کن اور پختہ کارروائی کی جائے۔ ایک آدھ منٹ کی دیر تھی، اگر ضرورت پڑتی تو عین ممکن تھا کہ وہ پرنس کو بھلا پھسلا کر، اس کی بیماری کے بہانے وھاں سے اٹھا لےجاتے۔ واقعی بیماری کا بہانہ غلط بھی نہ ھوتا، خود انھیں یقین تھا کہ ساری وجہ یہی ھے... مگر وھاں تو معاملے کا رخ ھی بدل گیا۔

جب شروع میں پرنس نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا، تبھی وہ اس چینی گلدان سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر بیٹھا تھا: اگلایا نے اسے پہلے ھی کتنا ڈرا رکھا تھا۔ بھلا کون یقین کرےگا کہ کل شام اگلایا کے الفاظ سننے کے بعد سے اس کے دماغ میں یہ اندیشہ

بیٹھ گیا، ایک عجیب اور انہونا سا وھم سما گیا کہ کل وہ چاھے
کتنے ھی جتن کرلے، چاھے کتنی ھی دور بیٹھے، کتنا ھی اس آنےوالی
مصیبت کو ٹالے، مگر یہ گلدان اس کے سبب ٹوٹنے والا ھے - یہی
ھوا - شام کی محفل میں زیادہ زوردار اور جگمگاتے نقوش اس کی روح
میں اترتے چلے گئے، جن کا ذکر آچکا ھے، اور پرنس اپنے کلوالے
اندیشوں اور وھموں سے بالکل غافل ھوگیا - جیسے ھی پاولیشیف
کا نام کان میں پڑا اور صاحب خانہ نے ازسرنو اسے ایوان پترووچ
کے سامنے کیا، ملوایا، تو وہ اپنی جگہ چھوڑ کر میز کے قریب آگیا
اور وھی آرام کرسی بیٹھنے کو ملی جس کے پہلو میں بھاری بھرکم
لاجواب چینی گلدان ایک پائے پر رکھا ھوا تھا اس کی کہنی کے
قریب، ذرا پیچھے کی طرف -

آخری الفاظ ادا کرتے ھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا، بےاحتیاطی
سے ھاتھ دائیں بائیں چلائے، کاندھے کو کچھ حرکت دی اور...
اتنے میں سب کی چیخ نکل گئی - گلدان جھومنے لگا، اول تو گویا
طے نہیں کر پایا کہ کیوں نہ بڑے بوڑھوں میں سے کسی کے سر پر
جا پڑے، پھر اچانک وہ بالکل مخالف سمت میں جھکا، جرمن ھڑبڑاکر
اس کی زد سے بال بال بچ گیا، گلدان سرنگوں ھوا اور فرش پر گرتے
ھی بکھر گیا - دھماکہ، چیخ، قیمتی ٹکڑے جو قالین پر جابجا
اڑے، سہم، حیرت — اور پرنس پر کیا گزری، اس کا بیان دشوار
ھے اور غیرضروری! لیکن ٹھیک اسی لمحے ایک عجیب و غریب
جھرجھری ایسی تھی جس سے وہ خود ھکابکا رہ گیا، اس کا ذکر لازم
ھے، احساس کی جتنی بھی لہریں ایک دوسری سے الجھی ھوئی ھوںگی،
ان سب کے نرغے میں وہ ایک جھرجھری الگ سے صاف محسوس
ھوئی - شرم، افسوسناک واقعہ، خوف، اور یہ ناگہانی، کسی نے بھی
اتنا بدحواس نہیں کیا جتنا پیشبینی کے سچ ھوجانے نے کیا - اس
وھم و خیال میں ایسی کونسی گرفت تھی، وہ خود کو بھی ٹھیک
طرح سمجھا نہیں سکتا تھا - البتہ صرف اس قدر محسوس ھوا کہ دل
تک حیرت کی انی اتر گئی ھے اور وہ سہما ھوا کھڑا ھے، تقریباً
روحانی مدھوشی میں - پلک جھپکی ھوگی کہ اتنے میں گویا سارا منظر
کھل گیا - دھشت کی جگہ روشنی اور مسرت، لطف و راحت - سانس
پھنسنے لگا تھا کہ بس... وہ لمحہ کافور ھوگیا - شکر ھے خدا

کا، وہ بات نہیں تھی! اس نے تنفس درست کیا اور چاروں طرف نظر گھمائی۔

کچھ دیر تو ہوش ہی ٹھکانے نہیں تھے کہ یہ افراتفری کیا ہے، سب طرف پھیلی ہوئی۔ یعنی سب کچھ سمجھ بھی رہا تھا اور دیکھ بھی رہا تھا لیکن یوں کھڑا تھا جیسے کوئی خاص آدمی ہے جو کسی چیز میں شریک نہیں، جیسے وہ قصہ کہانی کا غیبی فرشتہ ہے جو کمرے میں، سب کی نظروں سے اوجھل، نازل ہوگیا اور غیروں کا تماشائی بنا ہوا ہے۔ اس نے دیکھا کہ گلدان کے ٹکڑے اٹھائے گئے، اس نے سنا کہ لوگ جلدی جلدی کچھ کہے جا رہے ہیں، اگلایا کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی دیکھیں، وہ اسے گھور رہی تھی، عجیب نظروں سے۔ اس کی آنکھوں میں نہ کہیں نفرت کی جھلک تھی، نہ غصے کا نام و نشان۔ وہ سہمی ہوئی دیکھ ضرور رہی تھی، لیکن اسے میٹھی نظروں سے، اوروں کو چمکتی آنکھوں سے، کہ... پرنس کے تن بدن میں لذت سما گئی۔ آخر اس نے حیرت و مسرت سے دیکھا کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے ہیں، ہنس بول رہے ہیں، گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ منٹ بھر اور گزرا کہ ہنسی قہقہہ بلند ہونے لگا۔ اسے دیکھ دیکھ کر، اس کے گم‌سم ہونے پر نظر کرکے ہنس رہے تھے، مگر اچھے دل سے، مزے لینے کے انداز میں۔ کئی ایک نے اس سے بولنا چالنا شروع کردیا، دل‌جوئی کرنے لگے، ان میں سب سے اول خود بیگم لیزاویتا پروکوفیونا تھیں۔ وہ بات کرتے میں مسکرائے جارہی تھیں اور کوئی اچھی سی بات کہہ رہی تھیں۔ اچانک اسے اپنے شانوں پر ایوان فیودرووچ کی تھپکی محسوس ہوئی۔ ایوان پترووچ بھی شفقت سے ہنستے جا رہے تھے۔ مگر ان سے بھی بڑھ کر دل‌جوئی اور التفات و عنایت کی نظر کی بزرگوار نے۔ انھوں نے پرنس کا ایک بازو تھاما، اسے آہستہ سے دبایا، دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی سے اس کا ہاتھ تھپکا، حواس بحال کرنے کی ترغیب دینے لگے، گویا وہ کوئی سہما ہوا کم‌عمر لڑکا ہے جسے تھپکا جا رہا ہے۔ پرنس کو یہ بہت ہی اچھا لگا۔ اور آخر انھوں نے اسے اپنے پہلو میں جما کر بٹھا دیا۔ پرنس بڑے ذوق و شوق سے ان کی صورت دیکھنے لگا مگر اس کی زبان سے کچھ نہ نکلا، سانس نے ساتھ نہ دیا۔ بزرگوار جنرل کا چہرہ مہرہ اسے اتنا پیارا لگ رہا تھا۔

''تو کیا؟،، آخر جیسے تیسے زبان کھلی ''آپ نے واقعی میری خطا معاف کردی؟ اور... آپ نے بھی بیگم صاحبہ؟،،

قہقہہ اور زور سے بلند ہوا۔ پرنس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اسے اپنے پر یقین نہیں آرہا تھا، مبہوت تھا۔

''گلدان تو واقعی بہت عمدہ تھا۔ مجھے یاد ہے کوئی پندرہ سال سے یہیں دیکھ رہا تھا... جی پندرہ سال...،، ایوان پترووچ نے کہا۔

''تو کیا آفت آگئی! انسان کا خاتمہ ہوجاتا ہے، یہ تو مٹی کا برتن تھا، اس کا کیا صدمہ!،، بیگم لیزاویتا باآواز بلند بولیں ''تم اتنے کیوں سہمے ہوئے ہو میاں صاحب‌زادے!،، ذرا کھٹکے ہوئے انھوں نے اضافہ کیا ''بس، ہوگیا، عزیزمن، بہت ہوا، تم تو واقعی مجھے گھبرائے دے رہے ہو۔،،

''تو آپ نے میری سب خطا معاف کی؟ گلدان کے علاوہ اور سب بھی؟،، پرنس اپنی جگہ سے اٹھنے ہی والا تھا کہ بزرگوار نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ اسے اپنے پاس سے جانے دینا نہیں چاہتے تھے۔ «C'est très curieux et c'est très sérieux!»* انھوں نے ایوان پترووچ کو میز کے دوسری طرف مخاطب کیا، زیرلب کہا تھا، تاہم اتنی اونچی آواز میں کہ خود پرنس نے بھی سن لیا ہوگا۔

''میں نے آپ کی کوئی توہین تو نہیں کی؟ آپ نہیں مانیں‌گے کہ مجھے اس خیال سے کس قدر سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہی مناسب بھی تھا۔ کیا میں نے یہاں کسی کی توہین کی ہوگی؟ ایسا سوچنا بھی گویا پھر سے آپ کی توہین کرنا ہوگا۔،،

''پریشان نہ ہوں آپ، میرے عزیز، یہ صرف مبالغہ ہے۔ آپ کو خواہ‌مخواہ شکرگزار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ جذبہ شاندار ہے، مگر تناسب سے ذرا بڑھا ہوا۔،،

''میں آپ کا شکریہ ادا نہیں... صرف اپنی پسند کا اظہار کررہا ہوں۔ آپ کو دیکھ کر طبیعت کو سرور ملتا ہے۔ ممکن ہے میں نے بات احمقانہ کہی ہو، لیکن زبان پر لانا ضروری ہے، صاف بتا دینا ضروری ہے... کوئی اور وجہ نہ ہو تو خود کی عزت‌افزائی کی خاطر سہی!،،

---

* کافی شوق‌انگیز اور نہایت دلچسپ بات ہے یہ!

اس کے معاملے میں ہر بات بھڑک اٹھنےوالی، مبہم اور ہیجانی ہو رہی تھی - عین ممکن تھا کہ جو الفاظ اس کی زبان سے نکل رہے تھے، اکثر وہ نہ ہوں جو زبان پر لانا چاہتا تھا - نظروں ہی نظروں میں اس نے جیسے سوال کیا کہ کیا کچھ کہنے کی اجازت ہے؟ نظر پرنسس بیلوکونسکایا پر جاکر ٹھیری -

''کوئی بات نہیں، صاحب زادے، کہے جاؤ، کہے جاؤ، صرف سانس قابو میں رکھو،، بڑی بی نے اظہارخیال کیا ''ابھی جو تم نے شروع کیا تو بہت تیز جارہے تھے، نتیجہ دیکھ لیا اس کا - بولنے سے مت جھجکو، ان صاحبان نے تم سے بھی زیادہ عجوبے دیکھ رکھے ہیں - تم پر تعجب نہیں کریں گے - اور تم تو، ایسے دانا ہو بھی نہیں - بس یہ ہے کہ گلدان توڑ دیا، ہمیں ڈرایا - ،،

پرنس نے مسکراتے ہوئے ان کی بات سنی -

''آپ ہی تو ہیں نا،، پرنس ایک دم ان بزرگوار میرمجلس کی طرف مخاطب ہوا ''آپ نے ہی تو ایک اسٹوڈنٹ پدکوموف اور سرکاری اہلکار شوابرن کو تین مہینے پہلے جلاوطنی سے بچایا تھا نا؟،،

بڑے میاں ذرا شرمائے اور دبی زبان سے کہنے لگے کہ دم لیجئے -

''میں نے یہ آپ کے بارے میں سنا تھا،، پرنس فوراً ایوان پتررووچ کی طرف متوجہ ہوا ''میں نے فلاں علاقے میں سنا تھا کہ آپ کی رعایا میں کچھ لوگوں کے گھر جل گئے تھے تو آپ نے انہیں عمارتی لکڑی مفت مہیا کرکے دی - حالانکہ وہ لوگ آزاد کاشتکاری ملنے سے پہلے بہت ستا چکے تھے؟،،

''ایسا بھی کیا، بس م با ل غہ ہے،، ایوان پتررووچ نے دبے لفظوں میں جواب دیا، مگر ویسے خوب سنبھل کر بیٹھ گیا - البتہ اس بار وہ بالکل برحق تھا کہ ''یہ مبالغہ ہے،، - اس کے بارے میں یہ اطلاع جو پرنس تک پہنچی، تصدیق کی محتاج تھی -

''اور آپ رانی صاحبہ،، اس نے کھلی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ پرنسس بیلوکونسکایا کو مخاطب کیا ''آپ ہی تو ہیں، چھ مہینے پہلے جب میں بیگم صاحبہ لیزاویتا کا سفارشی خط لے کر آپ سے ملنے ماسکو گیا تھا تو آپ اپنے فرزند کی طرح مجھ سے پیش آئی تھیں،

واقعی سگے بیٹے کی طرح آپ نے مجھے ایک هدایت بھی کی تھی جو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ یاد ھے آپ کو؟،،

''یہ کیا تم پیچھے ھی پڑ گئے؟،، پرنسس نے تنگ آئے ھوئے انداز میں جواب دیا ''آدمی تم اچھے دل کے ھو، لیکن ایسے کہ مذاق اڑے۔ دو کوڑی کوئی تمھیں دے دے، بس اسی کا احسان ماننے لگو، جیسے اس نے تمھاری جان بچائی ھو۔ تم سمجھتے ھوگے یہ کوئی تعریف کی بات ھے، نہیں، اس سے تو انسان اوب جائے۔،،

ظاھرا تو نظر آیا کہ روٹھ گئی ھیں، لیکن ایک‌دم ھنس‌پڑیں اور اس بار اچھے دل سے ھنسی تھیں۔ بیگم لیزاویتا کے چہرے پر بھی خوشی پھیل گئی۔ ایوان فیودرووچ نہال ھوگئے۔

''میں کہہ چکا ھوں کہ پرنس میشکن آدمی تو خیر... آدمی تو... مختصر یہ کہ بس، اپنا سانس قابو میں رکھا کریں، جیسا کہ پرنسس صاحبہ نے جتایا ھے...،، جنرل خوش‌دلی کی لہر میں بولے اور بیلوکونسکایا رانی کے الفاظ جو چبھے تھے، وھی دھرا دئے۔

صرف ایک اگلایا تھی جو افسردہ رھی۔ اس کا چہرہ اور بھی تمتمایا ھوا تھا، شاید خفگی سے۔

''واقعی، بہت پیارا آدمی ھے،، پھر بڑے میاں ایوان پترووچ سے بدبدائے۔

''میں یہاں دل پر بوجھ لئے ھوئے آیا تھا،، پرنس نے بڑھتی ھوئی بےقراری سے گفتگو جاری رکھی۔ گفتار کی تیزرفتاری بڑھتی جارھی تھی، انوکھاپن اور طبیعت کی جولانی برابر تیزتر ھوتی جارھی تھی۔ ''مجھے آپ کا خوف تھا اور اپنے آپ سے بھی اندیشہ تھا۔ بلکہ زیادہ‌تر اپنے آپ سے۔ جب میں یہاں پیترسبورگ واپس آرھا تھا تو خود سے عہد باندھا کہ یہاں پہنچ کر اپنے صف‌اول کے لوگوں سے ملوں‌گا، بزرگوں سے، پرانے خاندانی لوگوں سے، جن سے میرا رشتہ ھے، اور حسب نسب کے لحاظ سے میں خود انھی کے ایک بہت پرانے سلسلے میں آتا ھوں۔ چنانچہ فی‌الوقت میں انھی رئیس‌زادوں کے درمیان بیٹھا ھوں جیسے خود۔ یہی نا؟ میں آپ کو جاننا پہچاننا چاھتا تھا، یہ لازم تھا۔ بہت، بےحد لازم!.. میں نے آپ حضرات کے متعلق بہت ساری بری بری باتیں سن رکھی تھیں، بری زیادہ، اچھی کم۔ تنگ ظرفی اور خودغرضانہ تنگ نظری کے

بارے میں، آپ کے پسماندہ ہونے کے بارے میں، تعلیم کے اتھلے پن کے بارے میں، اور مضحکہ‌خیز عادات کے متعلق۔ اور، دیکھئے نا، کتنا کچھ آپ کے بارے میں لکھا اور کہا جاتا ہے! آج میں جب یہاں آیا تو شوق و جستجو کے ساتھ آیا، خلش تھی یہ جاننے کی، خود اپنی آنکھوں دیکھنے اور ذاتی رائے قائم کرنے کی کہ کیا واقعی روسیوں میں یہ اوپر کے لوگوں کا طبقہ بالکل ناکارہ ہے؟ اپنی عمر پوری کر چکا؟ قدیم کی زندگی سے کٹ چکا اور اب صرف موت کے قابل رہ گیا ہے؟ لیکن پھر بھی ٹٹ پونجیا نفرت و حسد کی رسہ کشی کئے جارہا ہے ان لوگوں سے... مستقبل کے لوگوں سے، ان کا راستہ کاٹ رہا ہے، یہ دیکھے بغیر کہ خود مرض‌الموت میں مبتلا ہے؟ مجھے پہلے بھی اس رائے کا پوری طرح یقین نہیں تھا، کیونکہ ہمارے یہاں اوپر کا طبقہ تھا ہی کہاں، کچھ دربارنشین تھے، کچھ سرکاری عہدوں کی وردیوں میں، یا... پھر اتفاق وقت سے بن بنا گئے تھے۔ اب وہ بھی ناپید ہو چکے ہیں۔ یہی بات ہے نا؟ یہی ہے نا؟،،

''جی، بالکل یہ نہیں،، ایوان پتروو‌چ نے زہرخند کیا۔

''لو، پھر چکر میں آئے!،، بیلوکونسکایا صاحبہ کی قوت برداشت جواب دینے لگی تو اتنا زبان سے نکلا۔

''Laissez le dire * وہ سر تا پا کانپ رہے ہیں،، بڑے میاں نے ادھ سنی آواز میں خبردار کیا۔

پرنس قطعی طور سے بےقابو ہوچلا تھا۔

''تو پھر کیا؟ میں ملا نفیس لوگوں سے، سادہ‌دل لوگوں سے، عقلمند لوگوں سے۔ میں نے دیکھا عمررسیدہ بزرگ کو، جو کم‌عمر لڑکے سے، مجھ جیسے لڑکے سے شفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں اور اس کی بات غور سے سنتے ہیں۔ وہ لوگ نظر کے سامنے ہیں جو تہہ تک پہنچنے اور معاف کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، روسی اور نیک نفس لوگ، قریب قریب ویسے ہی شریف اور صاحب‌دل جیسے وہاں ملتے تھے۔ ان سے کمتر نہیں ہیں یہ۔ آپ اندازہ کیجئے، مجھے کیسی حیرت و مسرت ہوئی ہوگی! اجازت دیجئے کہ اپنی

---

* انھیں کہہ لینے دو۔

بات کہہ ڈالوں! میں نے بہت سا سنا تھا اور خود بھی یقین کئے بیٹھا تھا کہ سوسائٹی میں دھرا ہی کیا ہے، لےدے کے ادب آداب اور پرانے فرسودہ روپ۔ اصل جوہر کبھی کا گل چکا۔ مگر اب تو اپنی آنکھوں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ہمارے ہاں ناممکن ہے۔ کہیں بھی ایسا ہوتا ہوگا، یہاں نہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ سب کے سب یسوعی اور فریبی ہوگئے ہوں؟ میں نے سنا، ابھی جو پرنس ن۔ کا ذکر چل رہا تھا۔ کیا یہ سادہ‌دلی سے اور کسی ترنگ میں کی ہوئی ظریفانہ باتیں نہیں ہیں؟ کیا یہ کھری خوش دلی نہیں ہے؟ بھلا یہ الفاظ کسی ایسے شخص کے منہ سے نکل سکتے ہیں — جو مردہ ہو، مردہ دل ہو، جس کا دماغ سوکھ چکا ہو؟ کیا مردار لوگ میرے ساتھ ویسے پیش آسکتے تھے جیسے آپ آئے ہیں؟ کیا یہ سر و سامان نہیں ہے... مستقبل کے لئے، امیدوں، امنگوں کے لئے؟ اس قسم کے لوگ سمجھ سے اور ترقی سے بےبہرہ رہ سکتے ہیں؟،،

''پھر عرض ہے، میرے عزیز کہ آپ جوش میں نہ آئیے۔ آئندہ کبھی ہم پھر ان سب کے بارے میں... اور میں تو بڑی خوشی سے...،، بزرگوار منصب‌دار نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔

ایوان پتروو‌چ غرایا اور اپنی آرام کرسی میں گھوم گیا۔ ایوان فیودروو‌چ کو جھرجھری آئی، ان کے افسر جنرل نے بزرگوار منصب‌دار کی بیگم سے گفتگو چھیڑ دی اور پرنس کی طرف سے توجہ بالکل ہٹالی۔ وہ بیگم صاحبہ صرف سنتی اور اس پر ٹھیر ٹھیر کر نظر ڈالتی رہیں۔

''جی نہیں، آپ جانتے ہیں، بہتر ہو کہ میں کہتا جاؤں!،، تازہ ہیجانی جوش سے پرنس نے کسی خاص بھروسے کے ساتھ، بلکہ رازدارانہ ان بڑے میاں کو متوجہ کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔ ''کل مجھے اگلایا بی‌بی نے بولنے سے منع کیا تھا بلکہ وہ موضوع بھی جتا دئے تھے جن سے کترانا لازم تھا۔ وہ جانتی ہیں کہ ان کے بارے میں کچھ کہا تو مذاق کا نشانہ بنوں‌گا۔ اب میرا ستائیسواں سال ہے، اور خوب واقف ہوں کہ ایک بچے میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ اپنے خیالات بیان کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا، یہ بات ایک زمانے سے کہہ رہا ہوں۔ صرف ماسکو میں رگوژین سے البتہ میں نے دل کھول کر بات کی تھی... ہم دونوں نے پوشکن

کا کلام پڑھا، پورا پڑھ ڈالا۔ اسے پوشکن کا نام تک معلوم نہیں تھا... ہمیشہ یہ خدشہ رہتا ہے کہ میری مضحکہ‌خیز صورت کہیں خیال کو، اصل خیال کو خطرے میں نہ ڈال دے۔ صحیح ادائگی بھی مجھے نہیں آتی، جو کہنا ہو، ادائگی اس کے بالکل برعکس ہوگی ہمیشہ، اس پر لوگوں کو ہنسی آتا اور نتیجہ فکر کا نظر سے گرنا لازم ہے... مجھ میں احساس تناسب بھی غائب ہے اور یہ اصل بات ہے، بلکہ سب سے اہم نکتہ یہی ہے... جانتا ہوں کہ میرے لئے خاموش بیٹھنا زیادہ مناسب ہے۔ جب بھی میں خود کو سنبھالے، خاموش ہوتا ہوں تو خوب معقول دکھائی دیتا ہوں، مزید یہ کہ غور و فکر کا موقع ملتا ہے۔ مگر اب یہی بہتر ہے کہ زبان کھولوں، اس لئے زبان کھولنی چاہئے کہ آپ مجھے اس قدر اچھی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ کا چہرہ بہت ہی عمدہ ہے! کل میں نے اگلایا ایوانوونا سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک محفل جمےگی، میں خاموش رہوں گا۔''

«Vraiment?» * بڑے میاں مسکرا دئے۔

''بعض لمحوں میں مجھے یہ خیال بھی آتا ہے کہ میرا اس طرح سوچنا حق بجانب نہیں! دیکھئے نا، خلوص ہو تو ادائگی کی کمی پوری ہوجاتی ہے۔ ہے نا یہی بات؟ ہے نا؟''

''کبھی کبھی۔''

''میں ہر بات کی تشریح کرنا، سمجھانا چاہتا ہوں، ہر بات، سب کچھ! جی جناب! آپ سوچتے ہیں کہ میں یوٹوپیائی ہوں؟ آئڈیلسٹ ہوں؟ جی نہیں، خدا کی قسم، میرے تو بڑے ہی سادہ خیالات ہیں... یقین نہیں آتا آپ کو؟ آپ ہنستے ہیں۔ جانتے ہیں، بعض اوقات میں کمینہ ہوجاتا ہوں، وجہ یہ کہ عقیدہ کھو بیٹھتا ہوں۔ ابھی جب میں یہاں آ رہا تھا تو دل میں سوچا: 'ان لوگوں سے کس طرح بات کروں، کس لفظ سے شروع کروں کہ ان کی سمجھ میں کچھ نہ کچھ آجائے؟'، کتنا مجھے ڈر لگا ہوا تھا، لیکن آپ کے سبب زیادہ ہی ڈر تھا، بہت زیادہ، بری طرح! ویسے، کیا مجھے ڈر لگ سکتا تھا، کیا ڈر جانا شرم کی بات نہیں تھی؟ اس میں کیا

---

* اچھا، یہ بات؟

حرج، اگر ایک روشن‌خیال کو اتنے ان گنت پسماندہ اور بدنفسوں سے سابقہ ہو؟ مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ اب جو دیکھا تو مان گیا کہ ایسے ان گنت بھی نہیں، بلکہ یہ کھرا مال ہے! اس پر چراغ پا ہونے کی کیا ضرورت کہ ہم پر لوگ ہنستے ہیں۔ درست کہتا ہوں؟ سچ پوچھئے تو ہے بھی یوں ہی، ہم مضحکہ‌خیز لوگ ہیں، من‌موجی ہیں، عادتیں بری ہیں، اوب جاتے ہیں، دیکھنا ہمیں آتا نہیں، سمجھنا آتا نہیں، بس ہم ایسے ہی ہیں، سب کے سب، آپ، میں اور یہ لوگ سارے! آپ کو یہ اپنی توہین نہیں معلوم ہوتی کہ منہ پر آپ کو مضحکہ‌خیز کہہ‌رہا ہوں۔ اور اگر ایسا ہے، آپ اسے سہہ گئے تو کیا آپ وہ کھرا مال نہیں ہیں؟ جانتے ہیں، میرے خیال میں تو مضحکہ‌خیز ہونا اچھا ہی ہے بعض حالتوں میں۔ بہتر ہی ہے۔ آسانی رہتی ہے ایک دوسرے کی خطا معاف کرنے میں، صلح‌صفائی کر لینے میں۔ ہر بات ہاتھ کے ہاتھ سمجھ میں آنے سے رہی، کمال سے تو شروعات ہونے سے رہی! کمال کے درجے تک پہنچنے کے لئے لازم ہے کہ پہلے بہت سی ناسمجھی رہی ہو۔ اگر بہت تیزی سے سمجھ لیا کریں تو یہ بھی ہے کہ اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے۔ یہ میں آپ سے کہہ رہا ہوں، آپ سے، جنھوں نے اب تک اتنا سارا سمجھ لیا ہے اور... اتنا سارا سمجھا بھی نہیں۔ اب مجھے آپ کی طرف سے ڈر نہیں۔ آپ کو ناگوار نہیں گزرا کہ آپ جیسے شخص کو، مجھ جیسا چھوکرا ایسے الفاظ کہے؟ آپ ہنس رہے ہیں ایوان پتروویچ۔ آپ سوچتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں کے سلسلے میں خوف ہے؟ میں ان کا وکیل ہوں، ڈیماکریٹ ہوں؟ مساوات کا نقارچی ہوں؟،، پرنس نے اینٹھی ہوئی ہنسی کے ساتھ پوچھا (رہ رہ کر وہ ذرا ہنس پڑتا اور لطف‌اندوز ہوتا جارہا تھا) ''مجھے آپ صاحبان کی طرف سے خوف ہے۔ آپ سب کی، ہم سب کی طرف سے۔ میں خود اصل نسل سے ایک پرنس ہوں اور پرنسوں کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ جو کچھ کہہ‌رہا ہوں، اس خیال سے کہہ رہا ہوں کہ ہم سبھی اس خطرے سے بچ جائیں، ہماری حیثیت خاک میں نہ مل جائے، تباہ نہ ہونے پائے، بغیر آئندہ کا اندازہ لگائے، ہر چیز کو ٹھکرا کر، ہر شے ہاتھ سے کھوکر۔ خود ملیامیٹ ہوجانا، دوسروں کو جگہ دے کر خود ہٹ جانا کیا ضرور

ہے جبکہ ہم اپنی ترقی‌یافتہ حیثیت اور بزرگی قائم رکھ سکتے ہیں؟ ترقی‌یافتہ رہیں گے تو بزرگی بھی برقرار رہے گی۔ خادم بنیں گے تا کہ مخدوم شمار کئے جائیں۔،،

اس نے جھٹکے کے ساتھ کئی بار آرام کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بڑے میاں بار بار اسے تھام لیتے تھے اور اسے دیکھ دیکھ کر ان کی فکر بڑھتی جارہی تھی۔

''سنئے صاحبان! جانتا ہوں کہ بولنا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ آدمی مثال لائے، صرف ابتدا کردے... میں نے ابتدا کر دی ہے... اور کیا واقعی بدقسمتی میں مبتلا رہنا طے ہے؟ بھلا میرے غم و الم، میری مصیبت کی حقیقت ہی کیا، اگر مجھ میں راحت و مسرت حاصل کرنے کی سکت ہے تو؟ جانتے ہیں، میری سمجھ سے باہر ہے کہ آدمی کسی درخت کے پاس سے گزرے اور اس بات کی راحت و مسرت نہ پائے کہ اسے دیکھ رہا ہے؟ آدمی سے بات کرے اور اس خیال سے راحت نہ پائے کہ اسے دل سے چاہتا ہے؟ صرف بیان ہی نہیں آتا... ورنہ دیکھئے نا، ہر قدم پر کتنی چیزیں ہیں لاجواب، جنھیں بےخبر سے بےخبر آدمی بھی لاجواب ہی پاتا ہے؟ بچے کو دیکھئے، خدائی نعمت: صبح کا نور دیکھئے، گھاس کی پتی دیکھئے، کیا خوب اگتی ہے، وہ آنکھیں ملاحظہ کیجئے جو آپ کو دیکھ رہی ہیں، آپ کو چاہتی ہیں...،،

وہ دیر سے کرسی چھوڑے کھڑا اور بولے جارہا تھا۔ بڑے میاں اندیشے سے اسے دیکھ رہے تھے۔ بیگم لیزاویتا پروکوفیونا نے آہ بھری ''اوف، خداوندا!،،' وہ سب سے پہلے صورت‌حال کو بھانپ گئیں اور دونوں ہاتھ بےبسی میں پھیلا دئے۔ اگلایا پرنس کے پاس دوڑی ہوئی آئی، اپنے بازوؤں کا سہارا دے کر اسے سنبھالنے پائی تھی کہ بدحواسی میں، ذہنی تکلیف سے اکڑے ہوئے چہرے کے ساتھ اس نے وحشی چیخ سنی ''اس روح کی جس نے بدبخت کو موڑ توڑ کر پھینک دیا،،۔ بیمار قالین پر پھیلا ہوا تھا۔ کسی نے بڑھ کر اس کے سر کے نیچے تکیے کی ٹیک لگا دی۔

کسی کو گمان تک نہ تھا کہ ایسا ہوگا۔ پندرہ بیس منٹ میں پرنس ن۔، ایوگینی پاولووچ اور بڑے میاں نے کوشش کی کہ پھر سے محفل میں جان ڈالی جائے مگر کوئی آدھ گھنٹے میں چل‌چلاؤ

لگ گیا۔ ہمدردی کے، افسوس کے بہت سے الفاظ کہے گئے، رائےزنی بھی کافی ہوئی۔ ایوان پترووچ نے، ضمناً، خیال ظاہر کیا کہ ''نوجوان کو سلاف‌پرستی کی گرمی چڑھ گئی یا ایسی ہی کوئی... مگر، خیر، کوئی خطرے کی بات نہیں،،۔ بڑے میاں نے خاموشی برقرار رکھی۔ ہاں، بعد میں البتہ دوسرے تیسرے دن سبھی کچھ نہ کچھ خفا پائے گئے۔ ایوان پترووچ کو بھی برا لگا تھا مگر زیادہ نہیں۔ صاحب‌خانہ کے افسر جنرل صاحب تھوڑی دیر ایوان فیودرووچ سے سردمہری برتتے رہے۔ خاندان کے ''سرپرست،، بزرگوار منصب‌دار صاحب نے بھی اپنے طور پر صاحب‌خانہ کو کچھ ہدایات دیں اور اگلایا کے مستقبل کے بارے میں جو بہت زیادہ توجہ فرمائی اس میں کافی ہمت‌افزائی پائی جاتی تھی۔ یوں تو کسی قدر مہربان آدمی تھے، لیکن پرنس میشکن کے سلسلے میں ان کی پوچھ گچھ اس شام ایک اور سبب بھی رکھتی تھی اور وہ سبب تھا پرنس اور نستاسیا فلی‌پوونا والا قصہ۔ اس کے متعلق کچھ ان کے کان میں بھی پڑا تھا اور اس کی زیادہ کھٹک تھی۔ چاہتے تھے کہ اس کے متعلق سوال جواب کرلیں۔

پرنسس بیلوکونسکایا محفل سے رخصت ہونے لگیں تو بیگم لیزاویتا سے بولیں:

''کیا کہا جائے۔ اچھا بھی ہے، برا بھی۔ اب اگر تم میری رائے جاننا ہی چاہو تو برا زیادہ۔ خود دیکھتی ہو، کیسا آدمی ہے، بیمار آدمی ہے!،،

آخر لیزاویتا پروکوفیونا نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ منگیتر ''ناقابل قبول،، اور رات کو اپنے آپ سے عہد کر ڈالا کہ ''جب تک اس کے دم میں دم ہے، پرنس کو اگلایا کا شوہر نہیں ہونے دینا،،۔ صبح کو اسی عہد کے ساتھ آنکھ کھلی لیکن اسی دن ناشتے کے بعد دوپہر کو وہ خود اپنی ہی کاٹ پر اتر آئیں، حیرت‌انگیز تضاد رونما ہوگیا۔

بہنوں کے ایک نازک سے سوال پر، جو بڑی احتیاط کے ساتھ کیا گیا تھا، اگلایا نے اچانک روکھے منہ، بلکہ ناک چڑھا کر جھٹکے سے جواب دیا:

''میں نے نہ کبھی ان سے کوئی وعدہ کیا، نہ زندگی میں کبھی

انہیں اپنا منگیتر سمجھا۔ وہ میرے لئے ایسے ہی بیگانے ہیں جیسے اور لوگ۔ ،،

لیزاویتا بیگم کو طیش آگیا۔

''مجھے تم سے اس کی بالکل توقع نہیں تھی،، وہ ناراض ہوکر اگلایا سے بولیں ''معلوم ہے، جانتی ہوں کہ منگیتر ہونا اس کا ناممکن، خدا کا شکر کہ ایسے پانسہ پڑا۔ لیکن تم سے ان الفاظ کی امید ہرگز نہیں تھی! میں سمجھی تھی کہ تم کچھ اور ہی کہوگی۔ میرا یہ ہے کہ کل جتنے تھے یہاں پر، ان سب کو نکال باہر کروں اور اس ایک کو رکھ لوں، ایسا آدمی ہے وہ!...،،

یہ کہتے ہی ایک دم رک گئیں۔ جو لفظ منہ سے نکلے تھے ان کا اندیشہ لگا۔ کاش انہیں خبر ہوتی کہ اس منٹ وہ اپنی بیٹی سے کیسی ناانصافی کر گئیں! البتہ اگلایا کے دماغ میں سب کچھ طے پا چکا تھا۔ وہ بھی اپنے وقت کے انتظار میں تھی جس وقت ہر بات کا دوٹوک فیصلہ ہو جائے۔ یہ آئے دن کے اشارے کنائے، بےاحتیاطی کے طعنے تشنے اس کے دل میں گہرے گھاؤ ڈالے دے رہے تھے۔

۸

یہ صبح پرنس کےلئے بھی آئندہ کے انجانے اندیشوں کا بوجھ لادے ہوئے آئی۔ ممکن ہے اس کا سبب اس کی مریضانہ حالت ہو، لیکن دل آپ سے آپ بیٹھا جارہا تھا اور سب سے بڑی اذیت اسی وجہ سے پہنچ رہی تھی۔ صحیح ہے کہ اس کے سامنے بعض ٹھوس واقعات تھے، افسوسناک اور زہرآلود، پھر بھی غم ان تمام باتوں کی حد سے، جو یاد آئیں اور ذہن میں رہ سکیں، آگے نکل گیا تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ تن‌تنہا اس مشکل کو اپنے اوپر آسان نہیں کرسکتا۔ رفتہ رفتہ یہ اندیشہ اس میں راہ پاتا گیا کہ آج کے دن کوئی نہ کوئی خاص اور قطعی امر اسے پیش آنےوالا ہے۔ کل جو دورہ پڑا تھا، ہلکے قسم کا تھا۔ طبیعت کی سخت اداسی، سر کا ذرا بھاری ہونا اور اعضا میں درد، اس کے سوا کوئی اور بگاڑ اس دورے کا باقی نہیں

تھا۔ دماغ کافی چست تھا مگر دل کسی قدر سست۔ بستر سے خاصی دیر میں اٹھا اور اٹھتے ہی صاف صاف یاد آگیا کہ کل شام کیا بیتی۔ پوری طرح واضح تو نہیں تھا، پھر بھی اتنا تو ضرور یاد آیا کہ دورہ پڑنے کے آدھ گھنٹے بعد اسے گھر پہنچا دیا گیا تھا۔ بیدار ہونے پر پتہ چلا کہ پیان‌چین والوں کا آدمی اس کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے دوسرا آدمی ادھر سے آیا۔ دو دو بار کی خیریت طلبی اسے اچھی لگی۔ سب سے پہلے آنے والوں میں ویرا لیبیدیف اسے دیکھنے اور خدمت بجا لانے کےلئے حاضر ہوئی۔ پرنس کو دیکھتے ہی پہلے تو وہ رو پڑی، مگر جب پرنس نے اسے تسلی دلاسہ دیا تو وہ بےاختیار ہنس دی۔ اپنے لئے اس بچی کی اتنی گہری غم‌خواری دیکھ کر وہ ایک دم حیرت‌زدہ رہ گیا۔ اس نے بچی کا ہاتھ پکڑا اور پیار کیا۔ ویرا کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔

''ہائیں — یہ کیا، یہ کیا!،، وہ ڈرکر چیخی اور جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا۔

کسی پریشانی میں وہ جلدی سے چل دی، مگر جاتے جاتے اتنا بتا گئی کہ میرے باپ آج صبح، دن نکلے سے بھی پہلے، بقول خود ''مرحوم،، جنرل کے ہاں دوڑے گئے ہیں، یہ معلوم کرنے کہ کہیں رات کو تو وہ نہیں چل بسے، اور سنا ہے کہ اب کوئی دم کے مہمان ہیں۔ گیارہ بجے کے بعد خود لیبیدیف اپنے مکان پر اور پرنس کے پاس آپہنچا۔ مگر پھر وہی کہ ''منٹ بھر کو آیا ہوں پرنس صاحب کی بیش‌قیمت صحت کی بابت دریافت کرنے کےلئے،، وغیرہ وغیرہ اور اس کے علاوہ اپنی ''الماری،، میں بھی جھانکنا مقصود تھا۔ اسے ہائے وائے کرنے کے سوا اور کچھ کام نہ تھا۔ پرنس نے جلدی سے اسے رخصت کیا، تاہم کل شام والے دورے کے متعلق کریدنے کی کوشش سے وہ باز نہ آیا، اگرچہ صاف نظر آرہا تھا کہ اس واقعے سے وہ تفصیل‌وار باخبر ہے۔ اس کے فوراً بعد کولیا آیا، وہ بھی منٹ بھر کےلئے۔ اسے واقعی جانے کی جلدی تھی اور نہایت پریشانی اور گھبراہٹ کا شکار تھا۔ اس نے شروع یہاں سے کیا کہ بالکل دوٹوک سوال لےکر پرنس کے پیچھے پڑگیا، کہ اب تک اس سے جو چھپایا گیا وہ کھول کر بتائے اور یہ بھی

جتا دیا کہ کل کے دن ہی مجھے تقریباً سب کچھ معلوم ہوچکا ہے۔ اس کے حواس بری طرح بکھرے ہوئے اور اوسان خطا تھے۔

ہر ممکن ہمدردی کے ساتھ، جو اس کے بس میں تھی، پرنس نے سارا معاملہ اسے کہہ سنایا۔ ذرہ ذرہ تفصیل سمیت پوری اصلیت بتا دی اور بچارے لڑکے پر گویا بجلی گر پڑی۔ زبان سے ایک لفظ نہ نکلا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پرنس نے محسوس کیا کہ یہ ایسا ایک نقش ہے جو ہمیشہ کےلئے ذہن میں محفوظ رہ جائے گا اور اس نوعمر لڑکے کی زندگی میں سالہا سال کےلئے ایک موڑ ثابت ہوگا۔ اس نے مسئلے پر اپنا نقطۂ نظر پہنچا دینے میں دیر نہیں کی اور بتا دیا کہ میری رائے میں تو ممکن ہے کہ بڑے میاں کا آخری وقت، اصل میں اس ہول کی وجہ سے آنےوالا ہو جو اپنی اس گری ہوئی حرکت کے بعد ان کے دل میں بیٹھ گیا ہے۔ یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ پرنس کی باتیں سنتے وقت کولیا کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"نابکار ہیں یہ گانیا، واریا اور پتیتسن! میں ان سے جھگڑا تو مول نہیں لوں گا، لیکن اس منٹ سے میرے ان کے راستے الگ الگ ہوتے ہیں۔ ہائے، پرنس صاحب، کل کے دن سے آج تک مجھ پر بہت سی نئی باتیں کھلی ہیں۔ سبق ملا ہے! اب میں سمجھتا ہوں کہ اماں سیدھے میری ذمہ‌داری ہیں۔ اگرچہ انہیں واریا کے مکان میں ہر طرح کی بےفکری نصیب ہے، پھر بھی وہ بات نہیں..."

وہ ایک دم چونکا، جب یاد آیا کہ اس کا انتظار ہو رہا ہوگا۔ جلدی جلدی پرنس کی صحت و سلامتی کے بارے میں سوال کئے۔ جواب پاتے ہی اتنا اور کہہ نکلا:

"اور تو کوئی بات نہیں ہے نا؟ میں نے سنا تھا کہ کل... (ویسے مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا اس کا) خیر، اگر آپ کو کسی وقت بھی، کسی سلسلے میں سچے جاں نثار کی ضرورت محسوس ہو تو وہ آپ کے حضور میں حاضر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں ہی کی تقدیر میں خوشی چین نہیں۔ ہے نا؟ مگر... مجھے کچھ نہیں پوچھنا، کچھ پوچھنا نہیں ہے..."

وہ یہ کہہ کر چل دیا اور پرنس پہلے سے زیادہ سوچ میں پڑ

گیا۔ یہ کیا کہ جسے دیکھو، بدبختی کی پیش گوئی کررہا ہے، سب کے سب نتیجے پر پہنچے ہوئے ہیں، سب کی نظر یوں اٹھتی ہے گویا انہیں علم ہے، کسی ایسی بات کا جو خود پرنس کے علم میں نہیں۔ لیبیدیف برابر پوچھے جا رہا ہے، کولیا صاف اشارہ کر رہا ہے! ویرا ٹسوے بہاتی ہے۔ آخر اس نے تنگ آکر دونوں ہاتھ جھٹک دئے ''یہ منحوس مریضانہ وسوسے،، اس نے سوچا۔ دن کو ایک بجے کے بعد جب یپان‌چین‌والوں کو اپنے گھر آتے دیکھا، جو صرف ''منٹ بھر،، کو چلے آئے تھے، تو اس کا چہرہ دمکنے لگا۔ یہ صاحبان واقعی منٹ بھر کو ہی آئے تھے۔ بیگم لیزاویتا نے ناشتے کی میز سے اٹھتے ہوئے پکار کر کہا کہ اب ہم چہل قدمی کے لئے چلتے ہیں، سب ساتھ چلیں گے۔ یہ اطلاع حکمنامے کے انداز میں دی گئی، جھٹکے سے، روکھے‌پن سے، تفصیل بتائے بغیر۔ سب لوگ نکلے، یعنی ماں، بیٹیاں، پرنس ش۔ ، بیگم صاحبہ نے نکلتے ہی اس سمت رخ کیا جو روزانہ معمول کے بالکل الٹی طرف تھی۔ سب تاڑ گئے اور سب خاموش رہے کہ کہیں مادر محترمہ کا موڈ نہ بگاڑ دیں — اور وہ تھیں کہ سب کے آگے آگے چلی جارہی تھیں، مڑ کر دیکھا تک نہیں، گویا اشاروں اور نکتہ‌چینی سے کترا کر چل رہی ہیں۔ آخر ادے‌لائیدا نے رائے‌زنی کی کہ گھومنے نکلتے ہیں تو اتنے تیز قدم نہیں اٹھاتے، اور ہم تو اماں سے پیچھے رہے جا رہے ہیں۔

''یہ لو، ہم اس کے برابر گزرے جارہے ہیں،، بیگم صاحبہ نے ایک دم مڑ کر خبر دی ''اب چاہے اگلایا کچھ بھی سوچتی رہے، بعد میں چاہے کچھ ہوتا رہے، ہمارے لئے وہ کوئی غیر تو ہے نہیں، اور پھر اوپر سے یہ کہ اس پر مشکل کا وقت ہے اور بیمار بھی ہے، میں تو اسے کم از کم دیکھنے اندر ضرور جاؤں‌گی۔ جس کا جی چاہے، میرے ساتھ آجائے، جو نہ چاہے، آگے جائے۔ کسی کا راستہ نہیں روکا۔ ،،

ظاہر ہے کہ سبھی اندر چلے آئے۔ پرنس نے، جیسا کہ ہونا چاہئے تھا، پھر ایک بار کل والے گلدان کی اور جو... ہنگامہ کھڑا کیا تھا، اس کی جلدی میں معافی مانگی۔

''خیر، یہ کچھ نہیں،، بیگم لیزاویتا نے جواب دیا ''گلدان

کا کیا ہے، رنج ہوا تمھارا۔ مطلب یہ کہ تم خود ہی جانتے ہو کہ خاصا ہنگامہ ہوگیا تھا۔ اسی کو کہتے ہیں کہ 'جب رات گئی اور صبح ہوئی'۔ اور یہ بھی کچھ نہیں، کیونکہ ہر ایک نے دیکھ ہی لیا ہے کہ تمھیں اپنی صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اچھا، اب ہم چلے۔ البتہ اگر بدن میں طاقت ہو تو ٹہلنے نکلو اور پھر آکر سو رہنا۔ میرا مشورہ تو یہی ہے۔ اگر جی میں آئے تو ہمارے ہاں آجانا پہلے کے اپنے معمول سے۔ ایک بات کہوں، ہمیشہ کےلئے گرہ باندھ لینا۔ چاہے کچھ بھی ہوجائے، چاہے کچھ گزر جائے، تم بہرحال ہمارے لئے اپنے گھر کے آدمی رہوگے — کم از کم میرے لئے تو رہوگے۔ میں اوروں کی نہیں، اپنی طرف سے تو ضرور کہہ سکتی ہوں...،،

سب کی طرف سے اس دعوے کا جواب ملا۔ سب نے محترمہ کے خیالات کی تائید کردی۔ وہ لوگ رخصت ہوئے۔ مگر پیار کے دو بول، جی خوش کرنےوالے چند لفظ کہنے کےلئے اس طرح سادگی کے ساتھ جو انھوں نے جلدی مچائی اس میں کافی سنگدلی بھی پوشیدہ تھی۔ ان خاتون کا گمان بھی ادھر نہ گیا ہوگا۔ یہ جو الفاظ تھے ''پہلے کے اپنے معمول سے،، اور ''کم از کم میرے لئے تو ضرور،، ان لفظوں کے پیچھے کوئی دور کا اندیشہ جھانک رہا تھا۔ پرنس نے اگلایا کا تصور باندھا۔ یہ صحیح ہے کہ اسے دیکھ کر، آتے اور جاتے وقت، دونوں بار اگلایا نے ہوش‌ربا مسکراہٹ بکھیری تھی، مگر زبان سے ایک لفظ نہ کہا۔ جب دوسرے لوگ اپنےپن کا اظہار کر رہے تھے، تب بھی وہ چپ رہی، اگرچہ کوئی دو بار اس نے ٹکٹکی باندھ کر دیکھا ضرور تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا، جس سے ظاہر تھا کہ رات اچھی نیند نہیں ملی۔ پرنس نے طے کرلیا کہ آج شام کو ہی ان کے ہاں جانا ہے ''اپنے معمول سے،، اور بےقراری سے بار بار گھڑی دیکھنے لگا۔ یپان‌چین والوں کو گئے ابھی ٹھیک تین منٹ گزرے تھے کہ ویرا آگئی۔

''لیو نکولائی‌وچ صاحب، مجھے اگلایا صاحبہ نے ایک پیغام دیا ہے آپ کے لئے ابھی۔،،

پرنس کانپ کر رہ گیا۔

''کوئی رقعہ ہے کیا؟''

''جی نہیں، زبانی۔ جلدی میں تھیں۔ کہا ہے کہ آپ آج سارے دن گھر پر ہی رہیں، باہر نہ جائیں، سات بجے یا شاید نو بجے شام تک۔ میں نے ٹھیک سے سنا نہیں، کتنے بجے تک۔''

''کیوں، کس لئے ایسا؟ کیا مطلب؟''

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔ ضروری کر کے کہلوایا ہے۔''

''کیا انہوں نے 'ضروری کر کے'، خود کہا تھا؟''

''جی نہیں، ٹھیک یہی لفظ تو نہیں۔ بہت جلدی میں، پیٹھ موڑتے میں کہا۔ اچھا ہوا کہ میں خود ان کے پاس لپکی تھی۔ مگر ان کی صورت سے ظاہر تھا کہ کیا چاہتی ہیں، ضروری یا نہیں۔ مجھے انہوں نے ایسے دیکھا کہ دل دھک سے رہ گیا...''

چند لفظوں کا سوال جواب اور ہوا اور اگرچہ پرنس کی اطلاع میں کچھ اضافہ نہیں ہوا تاہم اس کا اضطراب اور بڑھ گیا۔ تنہائی ملتے ہی وہ صوفے پر دراز ہوگیا اور دماغ دوڑانے لگا۔ ''ممکن ہے ان لوگوں کے ہاں کوئی آنےوالا ہو نو بجے تک اور اگلایا کو پھر میری طرف سے اندیشہ لگا ہے کہ کہیں سہمانوں کی موجودگی میں گڑبڑ نہ کردوں'' اسے خیال آیا اور پھر اسے شام کی بےچینی لگ گئی، گھڑی پر نظر جانے لگی۔ لیکن یہ معمہ شام سے بہت پہلے ہی حل ہونے لگا ایک نئی آمد کی شکل میں، البتہ یہ حل ایک تازہ اور تکلیف‌دہ پہیلی کی صورت میں وارد ہوا: ابھی پیان‌چین‌والوں کو گئے ٹھیک آدھ گھنٹا ہوا تھا کہ اس کے پاس ایپولیت آپہنچا۔ وہ اس قدر نڈھال اور بیدم تھا کہ اندر آکر، ایک لفظ کہے بغیر، ایسے گویا بےہوش ہو، آرام کرسی پر ڈھے گیا اور فوراً کھانسی کے حملے نے اسے دبوچ لیا۔ کھانستے کھانستے اسے خون آنے لگا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں اور گالوں پر لال دھبے ابھر آئے تھے۔ پرنس نے اس سے کچھ کہنا چاہا، لیکن اس نے دیر تک جواب نہیں دیا اور پھر جواب میں ہاتھ کا اشارہ کردیا جس کا مطلب تھا کہ اسے فی‌الحال نہ چھیڑا جائے۔ آخر اس کے حواس درست ہوئے۔

''چلتا ہوں!'' ایپولیت نے بہت زور لگا کر آخر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''آپ چاہیں تو میں پہنچا دوں'' پرنس نے اپنی جگہ سے اٹھتے

ہوئے کہا، لیکن پھر فوراً وہیں بیٹھنے لگا۔ اسے یاد آگیا کہ آج گھر سے باہر جانے کو منع کیا گیا ہے۔

اپپولیت ہنس پڑا۔

''میں آپ کے پاس سے نہیں جارہا ہوں،، اس نے لگاتار کھانستے ہوئے کہا، اس کی آواز گلے میں پھنس رہی تھی۔ ''بلکہ اور الٹا، آپ کے پاس آنا ضروری جانا تو آیا ہوں ــ ایک کام ہے، کام نہ ہوتا تو ہرگز پریشان نہ کرتا۔ میں ادھر جارہا ہوں اور اس بار معلوم ہوتا ہے کہ بات سنجیدہ ہے۔ میں برباد! مگر غم‌خواری کی ضرورت نہیں... یقین کیجئے... میں آج دس بجے ہی لیٹ گیا تھا اور سوچا تھا کہ وہ وقت خاص آنے تک ایسے ہی پڑا رہوں‌گا، پھر خیال ترک کردیا اور ایک بار اور اٹھ کھڑا ہوا کہ آپ کے پاس پہنچوں... مطلب یہ کہ ضروری تھا...،،

''آپ کی حالت دیکھ کر رنج ہوتا ہے۔ خود یہ تکلیف اٹھانے سے بہتر تھا کہ مجھے بلوا لیتے۔ ،،

''بس، بہت ہوا۔ رنج ہوا آپ کو۔ مطلب یہ کہ دنیاداری کا تقاضہ ہے، پورا کردیا... ہاں، پوچھنا ہی بھول گیا، کہئے، آپ کی صحت کیسی ہے؟،،

''تندرست ہوں۔ کل ذرا... طبیعت...،،

''سنا، سن لیا میں نے۔ گلدان چینی کے سر پڑی! افسوس کہ میں نہیں تھا وہاں! میں کام سے آیا ہوں۔ اول تو یہ کہ آج مسٹر گاوریلا کے دیدار نصیب ہوئے، وہ اگلایا ایوانوونا کی ملاقات کےلئے آیا تھا سبز بنچ کے پاس۔ حیرت تو مجھے اس پر ہوئی کہ انسان بھی کس درجہ احمق نظر آسکتا ہے۔ یہ بات میں نے خود انہی صاحب‌زادی سے کہی جب گانیا وہاں سے ٹل‌چکا تھا... آپ کو تو شاید کسی بات پر بھی حیرت نہ ہوتی ہوگی پرنس صاحب،، اس نے پرنس کے پرسکون چہرے کو بےاعتباری سے دیکھتے ہوئے کہا ''کسی بات پر بھی حیرت نہ ہونا، کہتے ہیں کہ، بڑی عقل کی علامت ہے۔ میرے خیال میں، اسی نسبت سے یہ بڑی حماقت کی نشانی بھی ہوسکتی ہے... معاف کیجئے، میرا اشارہ آپ کی طرف نہیں... آج میری زبان سے ہر بات بےڈھب نکل رہی ہے۔ ،،

''مجھے تو کل ہی خبر تھی کہ گاوریلا صاحب...،، پرنس

نے زبان روک لی، اس کی الجھن ظاہر تھی۔ اگرچہ ایپولیت کو یہ کھٹک رہا تھا کہ مخاطب چونکا کیوں نہیں۔

''اوھو، پہلے سے خبر تھی! یہ ھوئی انوکھی چیز! مگر ھاں آپ تفصیلات بیان کرنے سے رہے... تو آج کی اس رازدارانہ ملاقات کے گواہ نہیں تھے نا آپ؟''

''آپ نے تو دیکھا کہ میں وھاں موجود نہیں تھا، آپ تو موجود تھے۔''

''شاید آپ جھاڑی کے پیچھے کہیں چھپے ھوئے ھوں۔ خیر، کچھ بھی سہی، مجھے تو آپ کی خاطر خوشی ھی ھوئی۔ ورنہ میں سوچتا تھا کہ مسٹر گاوریلا کو — ترجیح مل گئی!''

''دیکھئے، مسٹر ایپولیت، میری درخواست ھے کہ آپ مجھ سے اس کے بارے میں کچھ نہ کہیں، اور وہ بھی اس انداز میں۔''

''خصوصاً اس لئے بھی کہ آپ کو سب کچھ معلوم ھے۔''

''آپ غلطی پر ھیں۔ مجھے تقریباً کچھ بھی نہیں معلوم اور غالباً اگلایا ایوانوونا کو علم ھے کہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ بلکہ یہ جو دونوں کی ملاقات تھی اس کے متعلق بھی ٹھیک ٹھیک علم نہیں... آپ کہتے ھیں کہ دونوں میں ملاقات ھوئی؟ خوب، اچھا ھوا۔ اب اسے مت چھیڑئے...''

''بھلا یہ کیسے، جانتے بھی تھے، نہیں بھی جانتے۔ آپ فرماتے ھیں 'اچھا ھوا، اب اسے مت چھیڑئے'؟ نہیں، نہیں، اتنا اعتبار بھی نہ کیجئے گا، خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ کو کچھ علم نہیں۔ آپ کو اعتبار اسی لئے ھے بھی کہ واقعے کا علم نہیں۔ آپ کو خبر ھے، ان دونوں میں، بھائی اور بہن میں کیا ملی بھگت ھو رھی ھے؟ یہ کانٹا تو آپ کو کھٹکتا ھوگا نا؟.. خیر، اچھا، اسے بھی چھوڑا...'' ایپولیت نے پرنس کے صبر کا پیمانہ چھلکتا دیکھا تو بات توڑ کر صرف اتنا اضافہ کیا ''میں ایک ذاتی کام سے ادھر آیا تھا اور اسی کے بارے میں... صفائی بھی دینی ھے۔ لعنت ھو کم‌بخت، مرتے مرتے بھی صفائی دینی پڑے۔ کتنی ساری صفائیاں دیتا ھوں میں۔ سنیں گے پوری بات؟''

''کہئے، سن رھا ھوں۔''

''بہرحال، میں نے اپنا ارادہ پھر بدل دیا۔ لیجئے، میں گانیا

سے بات شروع کرتا ہوں۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ مجھے بھی آج وہیں سبز بنچ پر ملنے کا وقت دیا گیا تھا۔ جھوٹ نہیں بولوں گا: میں نے خود ہی ضد کی تھی اس ملاقات کی، اور اس وعدے پر ملاقات مانگی تھی کہ ایک راز کی بات بتانی ہے۔ معلوم نہیں، میں وقت سے بہت پہلے ہی پہنچ گیا تھا یا کیا (شاید میں بہت سویرے جاپہنچا) کہ ابھی اگلایا بی‌بی کے پاس بیٹھنے ہی پایا تھا جو دیکھتا ہوں کہ مسٹر گاوریلا اور واروار، دونوں بھائی بہن ہاتھ میں ہاتھ تھامے ایسے چلے آرہے ہیں جیسے گھومنے پھرنے نکلے ہوں۔ مجھے جو دیکھا تو شاید دونوں کے ہوش اڑ گئے۔ انھیں اس کا گمان بھی نہیں تھا، گڑبڑا گئے۔ اگلایا بی‌بی تو سرخ ہوگئیں اور مانئے، نہ مانئے، ذرا حواس‌باختہ بھی ہوئیں نجانے اس سبب سے کہ میں وہاں موجود تھا یا محض گانیا کو دیکھ کر کیونکہ ہے وہ واقعی دیکھنے قابل، مگر صرف چہرے پر سرخی آئی تھی اور سارا معاملہ انھوں نے ایک سیکنڈ میں تمام کر دیا، کیا مذاق کی بات ہے! وہ اپنی جگہ سے اٹھیں، مسٹر گاوریلا کے جواب میں سر کے اشارے سے سلام کیا، اس کی بہن واروار کی میٹھی مسکراہٹ کا جواب دیا اور ایک دم جھٹکے سے کہا 'میں صرف یہ بتانے آئی ہوں کہ آپ کے مخلصانہ اور عزیزانہ جذبات سے مجھے ذاتی طور پر بڑی راحت ملی اور اگر کبھی ان کی ضرورت پیش آئی تو یقین رکھئے کہ...، بس ،اتنا کہہ کر رخصت کردیا اور وہ دونوں چل دئے۔ معلوم نہیں بےوقوف بن کر یا بغلیں بجاتے ہوئے۔ گانیا تو سچ مچ بےوقوف بنا۔ کچھ بھی اس کے پلے نہیں پڑا۔ چہرہ کیکڑے کی طرح لال ہوگیا (بعض اوقات اس کی صورت پر کیا برسنے لگتا ہے!) لیکن واروار غالباً سمجھ گئی کہ اب یہاں سے فوراً رفوچکر ہوجانا چاہئے۔ اگلایا بی‌بی کا برتاؤ ہی کافی تھا سمجھانے کو۔ چنانچہ بھائی کو کھینچ کر لے گئی۔ یہ عورت گانیا سے زیادہ ہوشیار ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب دل ہی دل میں خوش ہوگی۔ میں تو اگلایا ایوانوونا سے یہ کہنے گیا تھا کہ ملاقات کی سبیل طے کرا دوں نستاسیا فلی‌پوونا کے ساتھ۔،،

''کیا کہا؟ نستاسیا فلی‌پوونا سے؟،،

''جی جناب۔ اب آپ کی بےرخی رخصت ہونے لگی، چونکنا

شروع ہو گئے؟ بڑی خوشی ہے کہ آپ آدمی سے مشابہت چاہتے ہیں۔ چلئے، اس کا صلہ دے دوں۔ دیکھئے، کسی نوخیز اور اونچی ناک رکھنےوالی لڑکی کی خدمت سے کیا ملتا ہے! آج مجھے منہ پر ایک طمانچہ ملا!،،

''اخ لاقی؟،، پرنس کی زبان سے بےاختیار نکلا۔

''جی ہاں، جسمانی نہیں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مجھ جیسے پر اب کسی کا ہاتھ نہیں اٹھ سکتا۔ عورت بھی یہ جرأت نہیں کرےگی، گانیا تک ہاتھ نہیں اٹھائےگا۔ اگرچہ کل ایک ایسا وقت آیا تھا کہ مجھے خیال گزرا کہ اب وہ مجھ پر ٹوٹ پڑےگا... شرط لگانے کو تیار ہوں کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں کہ 'اس مرتے کو مارنے کی کیا ضرورت۔ اسے تو تکیے سے یا گیلے کپڑے سے گھونٹ کر مارا جاسکتا ہے سوتے میں۔ بلکہ مار ہی ڈالنا چاہئے،... آپ کے چہرے پر صاف لکھا ہے کہ یہی، بالکل یہی اس لمحے سوچ رہے ہیں۔ ،،

''دور دور مجھے ایسا خیال نہیں آیا!،، پرنس نے بیزاری سے جواب دیا۔

''معلوم نہیں، لیکن رات میں نے خواب میں دیکھا کہ گیلے کپڑے سے میرا گلا گھونٹ دیا... ایک آدمی نے... بتا دوں کون؟ ذرا تصور کیجئے، رگوژین! کیا خیال ہے، آدمی کو گیلے کپڑے سے گھونٹ کر مارا جاسکتا ہے؟،،

''معلوم نہیں۔ ،،

''میں نے سنا ہے کہ مارا جاسکتا ہے۔ خیر، چھوڑئے اسے... مجھے لترا یا افواہباز کیوں کہا جائے؟ اس لڑکی نے آج مجھے لترا کیوں، کس لئے کہا؟ اور ذرا ملاحظہ کیجئے، جب سارا ماجرا سن لیا آخر تک، سوال جواب بھی کر لئے، تب ایسا کہا... عورتیں ایسی ہوتی ہیں! اسی کے سبب تو میں نے اس دلچسپ آدمی رگوژین سے میل‌ملاقات کا سلسلہ کیا۔ اس کی خاطر میں نے نستاسیا فلی‌پوونا سے ذاتی ملاقات کروانے کی سبیل نکالی۔ کہیں اس لئے تو مجھے لترا نہیں کہا کہ اس کی خودپسندی کو ٹھیس لگا دی، اشارتاً یہ کہہ کر کہ تم تو نستاسیا کی 'جھوٹن' ملنے پر پھولی نہیں سما رہی ہو۔ خود اسی کے فائدے کی خاطر میں تمام وقت یہ ٹھوکے دیتا

رہا ہوں، انکار نہیں کرتا، دو خط بھی لکھے میں نے اسی مطلب کے، اور اب آج یہ تیسرا تھا، ہماری ملاقات ہو گئی... میں نے اسے سمجھانا شروع کیا کہ تم جیسی لڑکی کے شایان شان نہیں ہے یہ بات... رہا یہ لفظ 'جھوٹن'، تو یہ کوئی میری ایجاد تو ہے نہیں، دوسرے کا ہے۔ کم از کم گانیا کے ہاں تو سبھی کی زبان پر ہے یہ لفظ۔ وہ خود بھی تصدیق کر رہی تھی کہ ہاں یوں کہتے ہیں۔ تو پھر بتائیے، اس کے نزدیک میں لترا، افواہباز کیوں ٹھیرا؟ سمجھا، میں سمجھا۔ اب آپ میری صورت پر بری طرح ہنسنےوالے ہیں۔ شرط لگاتا ہوں کہ آپ مجھ پر وہ احمقانہ شعر چپکانے کی فکر میں ہیں:

کیا خبر، جب ہو میری عمر کی ڈھلتی ہوئی شام
عشق دے جائے تبسم کا کوئی آخری جام *

ہا، ہا، ہا!،، ہذیانی قہقہے کے ساتھ اسے زور کی کھانسی آئی ''دیکھتے ہیں آپ،، کھانستے میں اس نے پھنسی ہوئی آواز سے کہا ''دیکھتے ہیں اس گانیا کے بچے کو۔ کہتا ہے کہ 'بھوٹن، چاٹیں اور اب خود کیا چاٹنے کے چکر میں ہے؟،،

پرنس دیر تک چپ رہا۔ اس پر وحشت طاری تھی۔

''آپ نے نستاسیا فلیپوونا سے ملاقات کا ذکر کیا،، آخر پرنس نے دبی زبان سے کہا۔

''سچ، آپ کو خبر نہیں کہ آج وہ دونوں اگلایا اور نستاسیا ملنےوالی ہیں۔ اسی غرض سے تو نستاسیا کو پیترسبورگ سے بلوایا گیا ہے رگوژین کی معرفت، وہ اگلایا بیبی کے بلاوے پر اور میری کوششوں سے یہاں آئی ہے اور رگوژین کے ساتھ ٹھیری ہوئی ہے آپ کے گھر سے زیادہ دور نہیں، پہلےوالے مکان میں، اسی عورت داریا الیکسئیونا کے یہاں... جو اس کی خاص سہیلی ہے اور مشتبہ حیثیت رکھتی ہے۔ وہیں، آج، اس مشتبہ مکان میں اگلایا بیبی

---

* پوشکن کی نظم ''شام زندگی،، کے آخری مصرعے۔ یہ نظم شاعر نے حسب حال کہی تھی۔ ترجمہ: ظ انصاری۔

جائیں‌گی اس ارادے سے کہ نستاسیا فلی‌پوونا سے آپس کی بات‌چیت ہوجائے اور بعض گتھیاں سلجھائی جائیں - جمع تفریق کا حساب جمنے والا ہے - آپ کو نہیں معلوم؟ سچ؟،،

''یقین نہیں آتا اس کا!،،

''اچھا، ناقابل یقین ہے، پھر آپ کو پته بھی کہاں سے چلتا؟ اگرچه یہاں مکھی بھی اوپر سے اڑجائے تو سب کو خبر ہوجاتی ہے - ایسی جگه ہے یه! مگر میں آپ کو بہرحال خبردار کر چلا - میرا احسانمند ہونا چاہئے - اچھا، اب خدا حافظ - غالباً آخرت میں ملنا ہو - ہاں، ٹھیرئے، ایک بات اور : چاہے میں نے آپ سے گرا ہوا سلوک کیا، کیونکه... مجھے کیا غرض که اپنا نقصان کروں؟ براه کرم خود سوچئے - وه بھی آپ کے فائدے کی خاطر؟ سنئے، میں نے اپنے ''اعتراف‌نامے،، کا انتساب اگلایا کے نام سے کیا ہے (آپ کو نہیں معلوم تھا یه؟) اور اس نے کس خوشی سے قبول کرلیا! ہی،ہی! مگر اس کے ساتھ تو کوئی برائی نہیں کی، اس کے سامنے تو میری آنکھ نیچی نہیں ہوئی - اسی نے مجھے الزام دیا، اسی نے مجھ سے نظر پھیری... اور آپ کے ساتھ بھی میں نے کوئی قصور نہیں کیا - اور اگر وہاں 'جھوٹن، چاٹنےوالی بات یا ایسا ہی کچھ کہه دیا تھا تو لیجئے اب میں نے دن، وقت اور پته ملاقات کا آپ کے کان میں ڈال دیا - یه سارا کھیل تماشا جمایا ہے تو ظاہر بات ہے که دل پر میل آجانے کے کارن کیا، عالی‌ظرفی کی بدولت نہیں - اچھا، رخصت، میں بہت باتیں بناتا ہوں ہکلے کی یا مدقوق کی طرح سے - آنکھ کھولئے، جو بندوبست کرسکیں، کر لیجئے، اور ذرا تیزی سے، اگر آپ آدمی کہلانے کے قابل خود کو سمجھیں تو - وه ملاقات آج ہونےوالی ہے شام کو... یه پکا ہے - ،،

اپپولیت دروازے کی طرف چلا تھا مگر پرنس نے اسے آواز دی تو وہیں دروازے میں اٹک گیا -

''مطلب یه که آپ کے بقول اگلایا ایوانوونا خود نستاسیا فلی‌پوونا سے ملنے آئیں گی؟،، پرنس نے دریافت کیا - اس کے گالوں پر اور ماتھے پر لال دھبے ابھر آئے تھے -

''ٹھیک ٹھیک تو نہیں معلوم، لیکن غالباً یوں ہی ہے،، اپپولیت نے ذرا پیچھے کی طرف دیکھ کر جواب دیا ''اس کے برخلاف

نہیں ہونےوالا۔ نستاسیا ان کے گھر جانے سے رہی۔ گانیا کے ہاں بھی ممکن نہیں، اس کے ہاں قریب قریب لاش ہی رکھی ہے۔ کہئے، جنرل کیسا تھا؟،،

''ایک ہی وجہ ایسا نہ ہونے کےلئے کافی ہے!،، پرنس نے بات پکڑی ''وہاں کیسے جائیں‌گی اگر جانا بھی چاہیں تو؟ آپ کو نہیں معلوم... اس مکان کے اندر کا احوال۔ وہ اکیلی گھر سے نکل کر بھلا نستاسیا کے پاس وہاں کیسے جا سکتی ہیں۔ بالکل بکواس!،،

''دیکھا آپ نے، پرنس صاحب، کبھی کوئی کھڑکی سے چھلانگ لگاتا ہے؟ لیکن گھر میں آگ لگی ہو تو پھر دیکھئے، اول درجے کا شریف‌زادہ، اول درجے کی خاتون کھڑکی میں سے چھلانگ لگادیں‌گے۔ مجبوری کو انسان کیا کچھ نہیں کرتا۔ نستاسیا کے پاس یہ صاحب‌زادی خود جائیں‌گی۔ کیوں، کیا آپ کی ان صاحب‌زادیوں کو گھر سے نکل کر کہیں جانے کی ممانعت ہے؟،،

''نہیں تو، میں یہ نہیں...،،

''یہ نہیں تو، صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ سیڑھی سے پاؤں اتارنا اور سیدھے چل دینا، پھر چاہے تو گھر کو واپسی کی بھی ضرورت نہیں۔ ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ انسان اپنے جہاز کو آگ لگا دے اور پھر گھر کا منہ نہ دیکھے۔ زندگی صرف ناشتے، کھانے اور پرنس ش۔ جیسے لوگوں کا سلسلہ تو نہیں ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ آپ اگلایا بی‌بی کو محض ایک صاحب‌زادی یا بورڈنگ اسکول کی لڑکی سمجھے بیٹھے ہیں۔ میں نے خود انھی سے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ انھوں نے بھی تائید کردی، انتظار کیجئے سات یا آٹھ بجے کا... آپ کی جگہ میں ہوتا تو وہاں نظر رکھنے کےلئے کسی کو بھیجتا، کہ جب وہ سیڑھی سے باہر پاؤں نکالیں تو ٹھیک اسی لمحے وہ شخص موقع پر موجود ہو۔ اور نہیں تو کولیا کو ہی اس کام پر لگا دیجئے۔ وہ بڑی خوشی سے مخبری کا فرض انجام دے‌گا، یعنی یہ کہ آپ کی خاطر۔ مان لیجئے... کیونکہ یہ معاملات سب ایک دوسرے کی نسبت سے ہوتے ہیں... ہا، ہا!،،

اپپولیت چلا گیا۔ پرنس میں اگر اس کی اہلیت ہوتی، تب بھی وہ ہرگز مخبری کےلئے آدمی نہیں لگانے والا تھا۔ اب کچھ بات

صاف ہوئی کہ اگلایا نے اسے گھر میں جم کر بیٹھنے کو کیوں کہا ہوگا۔ ممکن ہے وہ اسے لینے آجائے۔ اور ہاں، اس کا بھی امکان ہے کہ وہ اس کا وہاں اتفاق سے آجانا نہ چاہتی ہو، اس لئے گھر پر ہی روک دیا... یہ بھی ہوسکتا تھا۔ سر گھومنے لگا۔ سارا کمرہ گھومتا محسوس ہوا۔ وہ صوفے پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کرلیں۔

پانسہ ادھر پڑتا یا ادھر، بہرحال پانسہ پڑنے اور قطعی فیصلہ ہونے کی صورت بن گئی تھی۔ نہیں، پرنس نے اگلایا کو محض ایک نازپروردہ صاحب‌زادی یا بورڈنگ اسکول کی لڑکی شمار نہیں کیا تھا۔ اب جاکر محسوس ہوا کہ ایک زمانے سے یہ اندیشہ اس میں پل رہا تھا، خاص اسی قسم کی کھٹک تھی۔ لیکن آخر وہ اس سے ملنا کیوں چاہتی ہے؟ سارے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی۔ پھر سرسامی حالت کا غلبہ ہوا۔

نہیں، وہ اس لڑکی کو بچہ نہیں سمجھتا تھا۔ ادھر کچھ روز سے اس کی نظروں کی کوئی کیفیت، بعضے الفاظ اسے بدحواس ضرور کر رہے تھے۔ بعض اوقات اسے یوں لگتا کہ وہ ذرا زیادہ ہی احتیاط اور ضبط سے کام لے رہی ہے۔ یاد آیا کہ ایسے موقعوں پر وہ سہم جاتا تھا۔ صحیح ہے کہ ان تمام دنوں میں اس نے اپنی سی کوشش کی کہ اس کے بارے میں سوچے ہی نہیں، تکلیف‌دہ خیالات کو دل سے نکال دے، مگر کیا ہے وہ جو اس روح میں پوشیدہ ہے؟ یہ سوال، حالانکہ وہ اس روح پر پورا ایمان رکھتا تھا، بہت دنوں سے اسے کچوکے دے رہا تھا۔ یہ سب کچھ آج ہی فیصل ہونےوالا ہے، آج ہی سامنے آجائےگا۔ خیال ہی ہولناک! لو، پھر ''وہی عورت''! اسے ہمیشہ ہی کیوں کھٹکتا رہا کہ یہ عورت سب سے آخری لمحے میں نمودار ہوگی اور اس کی تقدیر کو گلے سڑے دھاگے کی طرح ایک جھٹکے میں توڑ پھینکےگی؟ ہمیشہ ہمیش ایسا ہی محسوس ہوا، وہ قسم کھا کے کہہ سکتا تھا، اگرچہ اس پر نیم غشی کا عالم طاری تھا۔ اگر ادھر کچھ دنوں سے اس کا خیال دل سے نکالنے کی کوشش کی بھی تو صرف اس وجہ سے کہ وہ اس سے ڈرتا تھا۔ کیا بات؟ اس عورت سے اسے محبت تھی یا نفرت تھی، آج اس نے یہ سوال اپنے سامنے رکھا ہی نہیں۔ دل ہر

دغدغے سے پاک تھا، اسے معلوم تھا کہ کس سے محبت کرتا ہے... نہ اسے ان دونوں کی ملاقات کی طرف سے ایسا خطرہ تھا، نہ اس کے انہونے پن سے، نہ اس ملاقات کی اصل وجہ سے، جس کی اسے خبر نہ تھی، اور انجام اس کا چاہے کچھ بھی ہوتا، اس کی بے کلی بھی نہیں تھی — ڈر تھا خود نستاسیا فلی پوونا کی طرف سے۔ بعد میں چند روز گزر جانے پر اسے یاد آیا کہ اس سرسامی حالت کے دوران برابر اسی کی آنکھیں، اسی کی نظریں چشم تصور میں بسی تھیں اور اسی کے الفاظ سنائی دیتے تھے۔ عجب طرح کے الفاظ، جو دماغ کی گرمی اترنے اور وہ برا وقت گزر جانے کے بعد بھی تھوڑے بہت اس کی یادداشت میں محفوظ رہ گئے۔ بمشکل یاد آیا کہ ویرا دن کا کھانا لگا کر لائی اور اس نے کھایا بھی، یہ یاد نہ آیا کہ کھانے کے بعد سویا بھی یا نہیں۔ اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ اس شام ایک ایک چیز صاف طور سے ذہن میں روشن ہوئی اس منٹ سے جب اگلایا نے اچانک برآمدے میں اندر قدم رکھا اور وہ صوفے سے اچھل کر اسے لینے کمرے کے بیچوں بیچ جا پہنچا۔ شام کے سوا سات بجے ہوں گے۔ اگلایا بالکل تن تنہا آئی تھی، سادہ سے لباس میں، جو گویا رواروی میں اوپر سے ڈال لیا گیا، ہلکی سی برساتی میں تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں جیسے آج صبح۔ اور آنکھیں بے مروت تیزی سے چمک رہی تھیں۔ پہلے کبھی آنکھوں کی یہ کیفیت دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اس نے نظریں گاڑ کر پرنس کو دیکھا۔

"آپ تو بالکل تیار بیٹھے ہیں،" اگلایا نے آہستہ سے اور گویا اطمینان سے کہا "کپڑے کسے، ہاتھ میں ہیٹ لئے۔ تو مطلب یہ کہ آپ کو پہلے سے خبردار کر دیا گیا۔ میں سمجھی، کون ہوگا: ایپولیت؟"

"جی ہاں، اسی نے بتا دیا تھا..." پرنس نے جو تقریباً نیم مردہ تھا، دبی زبان میں جواب دیا۔

"تو چلئے، چلتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مجھے ساتھ لے کر چلنا ہے آپ کو۔ میں جانوں، آپ میں اتنی قوت تو ہوگی کہ باہر نکل سکیں؟"

"قوت تو ضرور ہے مگر... کیا یہ ممکن ہے؟"

آنکھ جھپکتے میں وہ ٹوٹ گیا اور قوت گویائی نے صاف جواب دے دیا۔ اس نے بس یہی ایک کوشش کی اس جنونی کو باز رکھنے کی، پھر خود اس کے پیچھے غلاموں کی طرح چل پڑا۔ خیالات میں کتنا ھی الجھاؤ سہی، پر ایک بات صاف تھی کہ اس لڑکی پر دھن سوار ہے تو وہاں اس کے بغیر ھی چلی جائےگی۔ تو مطلب یہ کہ جو بھی گزرے، چلنا ھی ہے اس کے ساتھ۔ اسے اندازہ ھو گیا کہ وہ اپنے فیصلے پر اٹل ہے اور اس وحشیانہ خبط کو دماغ سے نکالا نہیں جاسکتا۔ دونوں چپ‌چاپ چلتے گئے۔ راستے بھر کسی نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ پرنس نے البتہ یہ نوٹ کیا کہ وہ راستے سے خوب آشنا ہے۔ درمیان میں جب اس نے سوچا کہ آگے کی ایک گلی کا چکر کاٹ کر نکل جائیں کیونکہ وہاں کا راستہ سنسان ہے، اور یہ تجویز اگلایا کو جتائی بھی — تو اس نے یوں سنی، گویا بہت غور سے سن رہی ھو، پھر اکھڑ کر بولی ”کیا فرق پڑتا ہے!“، اور جب وہ داریا کے مکان کے بالکل قریب پہنچ گئے (بڑا سا، پرانی وضع کا چوبی مکان تھا) تو زینے سے ایک چمکتی دمکتی خاتون برآمد ھوئی کسی نوعمر لڑکی کو ساتھ لئے۔ دونوں اس شاندار گھوڑا گاڑی میں سوار ھو گئیں جو زینے کے پاس لگی ھوئی تھی، زور زور سے ہنستی اور باتیں کرتی ھوئی نکل گئیں۔ ایک نظر بھی پاس‌والوں پر نہیں ڈالی، گویا ان کا نوٹس ھی نہیں لیا۔ اس گاڑی کے سرکنے کی دیر تھی کہ دروازہ دوبارہ کھلا، وھیں منتظر رگوژین نے دونوں کو اندر لےکر دروازے کے پٹ بھیڑ دئے۔

”پورے مکان میں فی‌الحال ھم چار کے سوا اور کوئی نہیں ہے“، اس نے باآواز کہا اور عجب طرح پرنس پر نظر ڈالی۔

اندر پہلے ھی کمرے میں نستاسیا انتظار میں تھی۔ وہ بھی سادہ سے لباس میں اور اوپر سے نیچے تک سیاہ کپڑوں میں تھی۔ ملنے کےلئے اٹھی لیکن مسکرائی نہیں، پرنس کی طرف ھاتھ تک نہ بڑھائے۔

نستاسیا برابر ٹکٹکی باندھے اور بےقرار نظر سے اگلایا کو تکے جارھی تھی۔ دونوں ایک دوسری سے فاصلہ رکھ کر بیٹھ گئیں۔ اگلایا اس کمرے کے ایک کونے میں پڑے ھوئے صوفے پر - اور نستاسیا کھڑکی کے پاس۔ پرنس اور رگوژین نہیں بیٹھے، نہ ان سے

بیٹھنے کو کہا گیا۔ پرنس نے الجھن کے مارے اور کچھ تکلیف کے ساتھ پھر ایک نگاہ رگوژین پر ڈالی، مگر وہ اپنی پہلے کی مسکراہٹ ہی لئے ہوئے تھا۔ کئی سیکنڈ تک مکمل خاموشی برقرار رہی۔

آخر نستاسیا کے چہرے پر کوئی زہریلی سی لہر دوڑ گئی۔ اس کی سخت، کرخت اور نفرت‌آمیز نظر اپنی سہمان کی صورت پر سے منٹ بھر کو نہیں ہٹی۔ اگلایا کو اس کی چوٹ تو ضرور لگ رہی تھی لیکن وہ ذرا بھی دبی نہیں۔ اندر قدم رکھتے وقت اس نے بمشکل اپنی حریف کو نظر بھر کے دیکھا ہوگا، تب سے مسلسل آنکھیں جھکائے ایسے بیٹھی تھی گویا کسی فکر میں ڈوبی ہے۔ دو ایک بار گویا اتفاقاً اس نے نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا، چہرے پر گھن کی سی کیفیت ابھری جیسے یہاں میل کچیل لگنے سے ڈری ہوئی ہے۔ مشینی انداز سے کپڑے درست کئے، ایک مرتبہ بےچینی میں پہلو بدل کر نشست تبدیل کرلی — اور صوفے کے ایک سرے پر ہو رہی۔ شاید ہی وہ اپنی حرکات و سکنات سے باخبر ہو۔ لیکن اس بےخبری نے اور بھی ٹھیس لگائی۔ آخر اس نے نشانہ باندھ کر نستاسیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور دم کے دم میں وہ سب پڑھ لیا جو اس کی حریف کی زہریلی آنکھوں میں چمک رہا تھا۔ عورت نے عورت کو پہچان لیا۔ اگلایا کو جھرجھری آگئی۔

''آپ یقیناً جانتی ہیں کہ میں نے کس غرض سے آپ کو بلایا ہے،، آخر اس نے گفتگو چھیڑی، لیکن بہت دھیمی آواز میں، بلکہ اس چھوٹے سے جملے کو ادا کرنے میں دو بار ٹھیری بھی۔

''جی نہیں، مجھے کچھ نہیں معلوم،، نستاسیا فلی‌پوونا نے سوکھے منہ، تڑک کر جواب دیا۔

اگلایا کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ ممکن ہے اسے ایکاایکی یہ بات بری طرح کھل گئی ہو، ناقابل یقین لگی ہو کہ وہ اس عورت کے ساتھ، ''اس عورت،، کے مکان میں بیٹھی ہے اور اس کے جواب کی محتاج ہے۔ نستاسیا کے گلے سے جو پہلی ہی آواز گونجی وہ سردی کی لہر بن کر اگلایا کے بدن میں اترتی چلی گئی۔ یہ بات، ظاہر ہے کہ ''اس عورت،، نے بھی خوب بھانپ لی۔

''آپ سب کچھ سمجھتی ہیں، مگر ایسی بن رہی ہیں جیسے

کچھ نہیں معلوم،، اگلایا نے تقریباً زیر لب کہا اور اس کی افسردہ نظر زمین پر گڑی ہوئی تھی۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے اس کی؟،، یہ کہتے وقت نستاسیا کے لبوں پر خفیف سی طنزیہ مسکراہٹ آ گئی۔

''آپ میری اس پوزیشن کا فائدہ اٹھا رہی ہیں کہ... یہاں آپ کے مکان پر موجود ہوں،، اگلایا بےڈھب اور مضحکہ‌خیز انداز میں بولتی گئی۔

''یہ پوزیشن قصور ہے تو آپ کا ہے، میرا نہیں!،، نستاسیا فوراً بپھر گئی ''آپ میری بلائی ہوئی نہیں ہیں، میں آپ کی بلائی ہوئی آئی ہوں، اور معلوم نہیں کس لئے؟،،

اگلایا نے نخوت سے سر اٹھایا۔

''زبان سنبھالئے۔ میں آپ کے اس ہتھیار سے مقابلہ کرنے نہیں آئی یہاں...،،

''اوہو، تو مطلب یہ کہ 'مقابلے' کی ٹھان کر آئی ہیں؟ ذرا سوچئے تو، میں سمجھی تھی کہ آپ... کچھ اور دانا ہوں‌گی...،،

دونوں ایک دوسری کو گھور رہی تھیں، کینے کا پردہ بھی نہیں رکھا تھا۔ ان میں سے ایک وہ تھی جو ابھی کچھ عرصے پہلے دوسری کو اس قسم کے خط لکھ چکی تھی۔ لیکن سب کچھ پہلی ہی ملاقات میں، اولین لفظوں کے ساتھ ہی بہہ گیا۔ تو کیا؟ اس منٹ یوں لگتا تھا کہ ان چاروں میں سے، جو اس کمرے میں فی‌الوقت موجود ہیں، کسی ایک کو بھی یہ صورت حال عجیب نظر نہیں آتی۔ پرنس، جو ابھی کل تک اس بات کو خواب و خیال میں بھی نہ مانتا اب کھڑا دیکھ رہا تھا، سن رہا تھا اور وہ بھی ایسے گویا ایک زمانہ پہلے اس گھڑی کا نقشہ نظر آچکا تھا۔ بہت دور کا خواب تھا جو یکبارگی نہایت واضح، صاف اور کھری حقیقت میں ڈھل گیا۔ ان دونوں میں سے ایک عورت اس لمحے دوسری کےلئے ایسی نفرت و حقارت رکھتی تھی اور اسے ظاہر کرنے کےلئے اس قدر بیکل تھی (اور جیسا کہ دوسرے دن رگوژین نے کہا کہ خاص اسی غرض سے آئی بھی ہوگی) کہ یہ دوسری، چاہے اپنے پراگندہ ذہن اور بیمار آتما کے ساتھ کتنی ہی اونچی اڑتی، پہلے سے قائم کیا ہوا کوئی بھی خیال ہرگز اس کی حریف کی زہریلی خالص نسوانی نفرت و حقارت

کے مقابلے میں نہیں ٹھیر سکتا تھا۔ پرنس کو یقین تھا کہ نستاسیا اپنی زبان پر خطوں کا ذکر خود سے نہیں لائےگی۔ اس کی چمکتی آنکھوں سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فی‌الحال ان خطوں کی اس کے نزدیک کیا قدر و قیمت ہے۔ مگر وہ آدھی عمر دے ڈالتا اس خاطر کہ اگلایا کے منہ پر بھی خطوں کا ذکر نہ آنے پائے۔

لیکن اگلایا نے اتنے میں خود کو سنبھال لیا اور خود پر قابو پاکر بولی:

''آپ نے میری بات نہیں سمجھی، میں آپ سے... جھگڑنے نہیں آئی اگرچہ آپ سے مجھے پیار بھی نہیں۔ میں تو... آپ کے پاس... بھلے مانس کی طرح بات کرنے آئی تھی۔ جب آپ کو بلوایا، تبھی طے کر لیا تھا کہ کیا بات کرنی ہے۔ میں اپنے فیصلے سے نہیں ہٹوں‌گی۔ آپ نے میری بات نہیں سمجھی، نہ سہی۔ اس میں آپ کا ہی نقصان ہے، میرا نہیں۔ میں آپ کو اس سوال کا جواب دینا چاہتی تھی جو آپ نے خطوں میں لکھا تھا اور منہ در منہ، کیونکہ میرے خیال سے اسی میں زیادہ سہولت رہتی۔ اب آپ اپنے سارے خطوں کا جواب پورا سن لیں: مجھے پرنس لیو نکولائی‌وچ میشکن پر پہلی بار اسی روز ترس آگیا تھا جب ان سے تعارف ہوا اور بعد میں آپ کے یہاں شام کی محفل کا سارا ماجرا سننے میں آیا۔ مجھے ان کے حال پر ترس اس لئے آیا تھا کہ وہ بڑے بھولے آدمی ہیں اور محض اپنی سادگی میں یہ یقین کر بیٹھے کہ زندگی کی راحت نصیب ہوجائےگی... اس طبیعت کی... عورت کے ساتھ۔ جس بات کا ڈر تھا، وہی سامنے آگئی۔ آپ ان سے محبت نہ کرسکیں، انھیں تنگ کر ڈالا اور چھوڑ کر چل دیں۔ آپ جو انھیں محبت نہ دے سکیں تو وجہ یہ کہ آپ کو غرور بہت ہے... نہیں، نہیں، غرور نہیں، غلط کہا، وجہ یہ کہ نام و نمود کا بڑا خیال ہے... یہ بھی غلط۔ بلکہ وجہ یہ کہ خودپسندی ہے... جنون کی حد تک اور اس کا ثبوت ہیں آپ کے وہ خط جو میرے نام لکھے۔ آپ ان سے، ایسے سیدھے سادے آدمی سے پیار نہیں کرسکتی تھیں بلکہ عجب نہیں جو نظر سے گرا چکی ہوں، ان کا مذاق اڑاتی ہوں۔ آپ کو صرف اپنی رسوائی اور بدنامی سے پیار تھا اور اس مستقل خیال سے پیار تھا کہ دنیا نے آپ کو بدنام کیا ہے، ذلت و رسوائی

دی ہے۔ اگر رسوائی کم ہوئی ہوتی یا قطعی نہ ہوئی ہوتی تو آپ زیادہ دکھی محسوس کرتیں...،، (یہ ضرورت سے زیادہ کھنکھناتے الفاظ اگلایا بڑی شان سے ادا کر رہی تھی، جو پہلے کبھی ترتیب دے کر، سوچ کر رکھے ہوں گے، سوچے بھی تب ہوں گے جب خواب و خیال تک نہ تھا کہ یہ آج والی ملاقات پیش آسکتی ہے۔ وہ کینہ پرور نظروں سے نستاسیا کے بےقراری کے مارے اینٹھے ہوئے چہرے پر ان الفاظ کا اثر تلاش کر رہی تھی۔) ''آپ کو یاد ہوگا، تب انھوں نے مجھے ایک خط لکھا تھا؟ ان کا بیان ہے کہ وہ خط آپ کے علم میں ہے، آپ نے وہ پڑھا بھی تھا۔ اس خط سے میں سب کچھ سمجھ گئی اور ٹھیک ہی سمجھی۔ بہت دن نہیں گزرے کہ ان کی زبان سے میرے اندازے کی تصدیق بھی ہوگئی۔ یعنی وہ سب، جو میں اب آپ کو بتاتی ہوں لفظ بلفظ۔ خط ملنے کے بعد مجھے انتظار رہنے لگا۔ قیاس تھا کہ آپ ضرور یہاں پہنچیں گی، کیونکہ آپ پیٹرسبورگ کے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔ چھوٹے سے صوبائی مقام میں آپ جیسی نوجوان اور خوش شکل کی سمائی مشکل تھی... بتاتی چلوں کہ یہ میرے الفاظ نہیں ہیں،، اگلایا نے ان الفاظ کا اضافہ کیا تو چہرے پر بلا کی سرخی چھا گئی اور اس منٹ کے بعد سے تقریر کے آخر تک اتری نہیں — ''ہاں تو جب پرنس کو پھر دیکھا تو میرا دل بہت دکھا، بڑا افسوس ہوا۔ آپ ہنسئے نہیں، اگر آپ ہنسیں گی تو میری بات سمجھنے کے قابل نہیں...،،

''دیکھ تو رہی ہیں کہ میں نہیں ہنسی،، نستاسیا نے دکھے ہوئے دل سے اور کڑک کر جواب دیا۔

''خیر، میرا کیا جاتا ہے، شوق سے ہنسئے۔ جب میں نے انہیں کریدا تو وہ کہنے لگے کہ ایک زمانہ ہوا، آپ سے محبت نہیں رہی۔ بلکہ یاد بھی آجائے تو اذیت ہوتی ہے، مگر ہاں، آپ کے حال پر ترس ضرور آتا ہے اور جب کبھی آپ کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں تو دل میں ہمیشہ کےلئے زخم پڑجاتے ہیں۔ ہاں ایک بات اور کہہ دوں آپ سے کہ میں نے زندگی میں ایک بھی شخص، شریفانہ بھولپن میں اور بےپناہ خوش‌خیالی میں ان جیسا نہیں پایا۔ ان کے بیان کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ کوئی بھی ہو، جس کا جی چاہے انہیں جھانسہ دے جائے اور چاہے کوئی فریب

دے، وہ بعد میں اس سے در گزر کرنے کو تیار ۔ یہی خوبی تھی جس کے سبب مجھے ان سے محبت ہو گئی...،،

اگلایا کی زبان یک‌لخت رک گئی، جیسے سکتے میں رہ گئی ہو، جیسے اسے اپنے پر یقین نہیں آرہا کہ ایسا لفظ اس کی زبان سے نکل سکتا ہے ۔ لیکن عین اسی وقت بےپناہ نخوت اس کی نظر میں جھلک اٹھی ۔ دیکھنے سے یوں لگا کہ اب اگلایا کےلئے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ اگر ''یہ عورت،، بھی اس کے بلاارادہ زبان سے نکلے ہوئے اقرار الفت پر ہنستی ہے تو ہنسا کرے ۔

''میں آپ سے سب کچھ کہہ چکی اور آپ یقیناً سمجھ گئی ہوں‌گی کہ کاہے کی امید رکھتی ہوں ۔،،

''شاید سمجھ ہی گئی ہوں، لیکن آپ اپنی زبان سے کہئے،، نستاسیا فلی‌پوونا نے آہستہ سے جواب دیا ۔

اگلایا کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا ۔

''میں آپ کی زبان سے سننا چاہتی تھی کہ انہیں جو مجھ سے لگاؤ ہے، اس میں دخل دینے کا آپ کو کیا حق پہنچتا ہے؟،، اگلایا نے زور دے کر، دھمک کر کہنا شروع کیا ''آپ کو کیا حق تھا کہ مجھے خط لکھنے کی جرأت کی؟ آپ کو کیا حق پہنچتا ہے ان کے اور میرے سامنے بار بار یہ جتانے کا کہ آپ ان سے محبت کرتی ہیں؟ وہ بھی تب کہ خود انہیں چھوڑ کر، ایسی بےدردی کے ساتھ... ایسے شرمناک طریقے سے چھوڑ کر بھاگ گئیں؟،،

''نہ میں نے آپ کو جتایا، نہ انہیں کہ ان سے محبت کرتی ہوں،، طبیعت پر زور دے‌کر نستاسیا کی زبان سے نکلا ''اور آپ... آپ سچ کہتی ہیں کہ میں انہیں چھوڑ کر بھاگی تھی...،، یہ جملہ یوں ادا ہوا کہ بمشکل سنائی دیا ۔

''یہ کیسے، آپ نے 'نہ انہیں، نہ مجھے، جتایا کیسے نہیں،، اگلایا نے ڈپٹ کر کہا ''اور آپ کے وہ خط؟ آپ سے کس نے کہا تھا رشتہ ناطہ طے کرنے کو؟ کس نے کہا تھا مجھے ان سے شادی کرنے پر آمادہ کرنے کےلئے؟ کیا وہ کھلا اظہار نہیں ہے؟ آپ خواہ مخواہ ہمارے بیچ میں ٹانگ کیوں اڑا رہی ہیں؟ شروع میں تو مجھے خیال ہوا کہ آپ کی نیت، اس کے برخلاف، یہ ہوگی کہ مجھ میں، اسی باعث ان کی طرف سے بیزاری بھر جائے کہ آپ درمیان میں دخیل

ھیں اور میں تنگ آکر ان سے منہ پھیر لوں، پھر بعد میں کہیں حقیقت کھلی کہ یوں نہیں، بات کچھ اور ھے۔ آپ کے دماغ میں یہ سما گیا ھے کہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے رھی ھیں اپنی ان الٹی سیدھی ترکیبوں سے... آپ ان سے کیا خاک محبت کریں گی اگر خود پسندی سے اتنا پیار ھے تو؟ آپ مجھے یہ مذاق اڑانے قابل خط لکھنے کے بجائے خود یہاں سے دفع کیوں نہیں ھو گئیں؟ اب آپ شادی کیوں نہیں کرلیتی ھیں اس شریف آدمی سے جو آپ کو اس قدر چاھتا ھے اور جس نے یہ عزت بخشی کہ رشتے کا ھاتھ آپ کی طرف بڑھا دیا؟ وجہ بالکل صاف ھے: رگوژین سے شادی کرلیں تو پھر دنیا سے شکایت کس بات کی رہ جائے گی؟ بلکہ کچھ زیادہ ھی عزت‌آبرو ملے گی۔ آپ کے بارے میں ایوگینی پاولووچ کہہ رھے تھے کہ آپ بہت زیادہ شعر شاعری پڑھ چکی ھیں اور 'بہت تعلیم‌یافتہ ھیں، آپ کی جیسی... پوزیشن کی عورت کو دیکھتے ھوئے'۔ آپ کتابوں کی کیڑا ھیں، ھاتھ میلے ھوتے نہیں۔ اس پر طرہ ھے آپ کی اکڑ — بس، پھر ساری وجہ صاف...''

''آپ کے ھاتھ میلے ھوتے ھیں؟''

سارا معاملہ اتنی برق‌رفتاری سے، اتنا بےنقاب ھوکر اس حد کو پہنچ گیا جس کا سان گمان نہ تھا۔ گمان یوں نہیں تھا کہ جب نستاسیا فلی‌پوونا نے پاولوفسک کا رخ کیا تو کچھ اور ھی تصورات دماغ پر حاوی تھے، اگرچہ یہ صحیح ھے کہ بھلے کے بہ‌نسبت برے کا زیادہ اندیشہ تھا۔ اگلایا قطعی بھڑک اٹھی اور منٹ بھر میں اندر کا طوفان اسے بہا لے گیا، جیسے پہاڑی ڈھلان سے لڑھک گئی ھو اور انتقام کی ھولناک لذت میں خود کو سنبھال نہ سکی۔ نستاسیا تو بالکل حیرت میں رہ گئی اگلایا کی یہ ھیئت دیکھ کر۔ وہ اسے دیکھا کی اور اپنے اوپر اعتبار نہ آیا۔ پہلے لمحے تو اس کے اوسان خطا ھو گئے۔ چاھے وہ ایسی عورت تھی جس نے بہت شعر شاعری پی رکھی تھی بقول ایوگینی پاولووچ کے، یا صرف ایک دیوانی تھی، جیسے کہ پرنس نے اس کے متعلق مان رکھا تھا، ھر صورت میں یہ عورت، جو بعض اوقات سنکی‌پن میں بےتحاشا کچھ کا کچھ کر بیٹھتی تھی، یہ عورت اس سے کہیں زیادہ حیادار، زیادہ نرم، زیادہ سیدھے سبھاؤ کی نکلی جتنا اس کے متعلق تصور کیا جاسکتا تھا۔

درست ہے کہ اس کے اندر بہت ساری باتیں کتابی، خواب و خیال والی دنیا کی بھری ہوئی تھیں اور وہ ہوائی قلعے بنایا کرتی لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی کہ جاندار اور گہری طبیعت پائی تھی... پرنس یہ سمجھتا تھا۔ اس کے چہرے پر ذہنی تکلیف کے آثار ابھرے۔ اگلایا نے بھی یہ نوٹ کیا اور نفرت سے تھرانے لگی۔

''آپ کو مجھ سے اس طرح بات کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟،، ناقابل بیان نخوت سے اس نے نستاسیا کی چٹکی کا جواب دیا۔

''آپ نے ٹھیک سے سنا نہیں ہوگا کہ میں نے کس طرح بات کی؟،، نستاسیا نے تعجب سے کہا۔

''اگر آپ ایک شریف ایماندار عورت ہونا چاہتی تھیں تو تبھی اپنے چاہنےوالے توتسکی کو... ناٹک کا تماشا وغیرہ کئے بغیر چھوڑ کیوں نہ دیا؟،، اگلایا نے آؤ دیکھا، نہ تاؤ، تڑ سے کہہ دیا۔

''آپ کو میری صورتحال کی کیا خبر، جو یوں فتوا دینے چلی ہیں؟،، نستاسیا لرز گئی اور چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

''یہ خبر تو ہے کہ آپ محنت کے کام پر نہیں گئیں، مالدار رگوژین کے ساتھ چل دیں تاکہ خود کو گنجا فرشتہ بنالیں۔ مجھے ذرا تعجب نہیں جو توتسکی اس گنجے فرشتے کی وجہ سے خود کو گولی مارنے چلا تھا۔،،

''بس، بند کیجئے!،، نستاسیا کو گھن آگئی اور درد بھرے دل سے اس نے اگلایا کو روکا ''آپ نے مجھے ایسے ہی سمجھا جیسے... گھروالی داریا کی نوکرانی نے، جو اپنے ہونےوالے دولہا کو عدالت میں گھسیٹ لے گئی۔ وہ بھی آپ سے ذرا زیادہ ہی سمجھدار تھی...،،

''یوں ہی ہوگا، ایماندار لڑکی اپنی محنت کے بل پر جیتی ہے۔ کوئی اور ہوتا تو خیر، مگر آپ کیوں اس نوکرانی کو حقارت سے دیکھیں؟،،

''میں محنت کو حقارت سے نہیں دیکھتی، آپ کو دیکھتی ہوں جب آپ کی زبان سے محنت کا نام سنوں تو۔،،

''ایمانداری کی زندگی پسند تھی تو کہیں کپڑے دھونے کا کام لیا ہوتا۔،،

دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں، رنگ اڑے ہوئے تھے اور ایک دوسری کو دیکھ رہی تھیں۔

''اگلایا، بس کیجئے! یہ زیادتی ہے،، پرنس نے چیخ کر کہا، اس کی عقل گم تھی۔ رگوژین نے مسکرانا بند کردیا تھا لیکن دونوں کی گفتگو، لب سیے، ہاتھ باندھے سن رہا تھا۔

''ذرا دیکھنا انہیں،، نستاسیا نے طیش میں تھرتھراتے ہوئے کہا ''ان شریف‌زادی کو، اور میں انہیں ننھا فرشتہ سمجھے بیٹھی تھی! آپ، اگلایا صاحبہ، اپنی آیا کو ساتھ لئے بغیر یہاں تشریف لائی ہیں؟ چاہتی ہیں... چاہتی ہیں تو ابھی آپ کے منہ پر بتا دوں، آنا کانی کئے بغیر کہ آپ میرے پاس تشریف کیوں لائیں؟ دل میں ڈر بیٹھا تھا، اسی لئے آئی ہیں۔،،

''آپ کا ڈر؟،، اگلایا نادانی اور ناگہانی کے مارے آپے سے باہر ہو گئی کہ یہ عورت مجھ سے یوں کہنے کی جرأت کرے!

''بالکل مجھی سے! مجھ سے ڈرتی ہیں تبھی تو میرے پاس آنے کی ٹھانی۔ جس سے ڈرتے ہیں اسے گری ہوئی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ذرا سوچئے تو، آپ ہیں جس کی میرے دل میں عزت تھی اس لمحے تک! اور آپ کو خبر ہے، کیوں ڈرتی ہیں مجھ سے اور آپ کی اصل غرض کیا ہے اب؟ آپ خود ٹھونک بجا کے دیکھنا چاہتی تھیں: پرنس آپ کے مقابلے میں مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا نہیں، وجہ یہ کہ آپ میں رقابت کی آگ زبردست ہے...،،

''وہ مجھے پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ انہیں آپ سے نفرت ہو گئی ہے،، لفظ اگلایا کی زبان سے اٹک کر نکلے۔

''ممکن ہے، بالکل ممکن ہے۔ میں ان کے قابل بھی نہیں۔ صرف... صرف اتنا ہے کہ آپ جھوٹ بول گئیں میرے خیال میں! وہ اور مجھ سے نفرت، یہ ہو نہیں سکتا۔ نہ وہ ایسا کہہ سکتے ہیں۔ خیر، چلئے، معاف کئے دیتی ہوں آپ کو... موجودہ پوزیشن آپ کی دیکھتے ہوئے... بس یہ ہے کہ میں نے آپ کو اس سے بہتر تصور کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ آپ زیادہ عقلمند ہوں‌گی، بلکہ یہ بھی کہ آپ صورت شکل میں اس سے بہتر ہوں‌گی — خدا گواہ!.. اچھا، تو سنبھالئے اپنا خزانہ... یہ رہا، آپ کی صورت بھی تکے جا

رہا ہے، مدھوش ہے۔ آپ ہی لے جائیے ساتھ، مگر یاد رہے، ایک شرط ہے: ابھی، فوراً یہاں سے نکل جائیے، ایک دم، اسی منٹ!...''

وہ آرام کرسی میں دھم سے گری اور آنسو کی جھڑی لگ گئی۔ مگر اتنے میں ایکایکی اس کی آنکھوں میں کوئی نئی چمک آئی۔ اگلایا کو گھور کر، نظر جما کر دیکھتی رہی اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''چاہتی ہو، میں ابھی... ابھی حکم دوں تو، سنا تم نے؟ صرف میرے حکم کی دیر ہے اور ابھی ابھی وہ تمھیں چھوڑ چھاڑ، یہاں میرے پاس، ہمیشہ کے لئے میرے پاس رہ جائیں گے، مجھ سے شادی کرلیں گے اور تم کو اکیلے گھر بھاگنا پڑے گا؟ کیوں؟ چاہتی ہو؟ بولو!'' وہ ایسے چیخی جیسے مت ماری گئی۔ شاید اسے خود بھی یقین نہ تھا کہ اس قسم کے لفظ منہ پر آجائیں گے۔

اگلایا سہم کر دروازے کی طرف جھپٹی لیکن وہیں ڈیوڑھی میں اٹک کر رہ گئی جیسے کسی نے پاؤں جکڑ دئے ہوں۔ اور وہیں کھڑی سنتی رہی۔

''چاہتی ہو، میں ابھی رگوژین کو باہر کر دوں؟ تم نے سوچا ہوگا کہ میں نے رگوژین سے بیاہ رچا لیا تمھاری خوشنودی کی خاطر؟ ابھی تمھارے ہوتے پکارتی ہوں 'رگوژین، نکل جاؤ!'، اور پرنس سے کہوں گی 'یاد ہے تمھیں اپنا وعدہ؟'، افوہ، خدایا، میں نے ان کی نظر میں خود کو اتنا کیوں گرا لیا؟ تمھی تو تھے پرنس، جس نے زور دے دے کر مجھے بتایا تھا کہ چاہے مجھ پر کچھ بھی گزر جائے، کچھ بھی ہو، ہمیشہ میرا ساتھ دوگے، کبھی نہیں چھوڑوگے۔ تمھی تو تھے اپنی محبت کا یقین دلانے والے، اور یہ کہ سب کچھ دل سے معاف کیا اور میری عز... میری عز... تمھی نے تو کہا تھا! اور میں، تمھیں بندھن سے آزاد رکھنے کی خاطر بھاگ گئی تھی — اور اب نہیں چاہتی! یہ لڑکی مجھ سے ایسے کیوں پیش آئی جیسے کسی بیسوا سے؟ میں کوئی بیسوا ہوں کیا؟ رگوژین سے پوچھو، وہ تمھیں بتائے گا! اب جو اس نے تمھاری آنکھوں کے آگے میری اتنی ذلت کی، تم منہ پھیر کر چل دوگے، اس کا ہاتھ بغل میں لے کر چلے جاؤگے؟ میری بددعا لگے تمھیں اس کے بعد، کہ تنہا تم تھے جس پر میں نے ایمان رکھا۔ نکل جاؤ رگوژین،

تمھاری ضرورت نہیں سجھے!،، وہ یوں ڈانٹ کر بولی جیسے اپنا ہوش نہ ہو۔ لفظ بمشکل گلے سے نکلے، چہرہ بگڑ گیا، ہونٹوں پر پپڑی آگئی۔ دکھائی دے رہا تھا کہ اپنے رچپے ہوئے سوانگ کا اسے بوند برابر اعتبار نہیں لیکن ساتھ ہی وہ اس لمحے کو طول دینے کی آرزومند تھی، چاہے ایک آدھ سیکنڈ کےلئے سہی، مگر یہ لمحہ بڑھا کر خود کو فریب دینا چاہتی تھی۔ وہ اس زور سے پھٹ پڑی تھی کہ، پرنس کو لگا، ممکن ھے ابھی جان سے ھاتھ دھو لے۔ ''یہ لو، ھیں موجود، دیکھو!،، پرنس کی طرف ھاتھ کا اشارہ کیا اور اگلایا سے پکار کر بولی ''اگر ابھی، اسی وقت وہ میرے پاس نہیں آتے، مجھے نہیں اپناتے، تمھیں نہیں چھوڑتے تو انھیں لےجاؤ اپنے ساتھ، میں نے دعوا چھوڑا، مجھے ان کی ضرورت نہیں!..،،

وہ اور اگلایا، دونوں گویا انتظار میں رہ گئیں کہ دیکھئے، اب کیا ھوتا ھے اور دونوں بدحواس ھوکر پرنس کو تک رھی تھیں۔ مگر وہ شاید اس چیلنج کی پوری قوت کا اندازہ ھی نہ کر سکا، بلکہ یہی بات زیادہ قرین قیاس تھی۔ وہ اپنے سامنے صرف ایک ستم‌زدہ، دیوانہ شکل دیکھ رہا تھا، جس کے بارے میں ایک بار اگلایا سے کہہ چکا تھا کہ ''دل میں ھمیشہ کےلئے زخم،، لگا دیتی ھے۔ اب اسے سہار نہیں تھی۔ اس نے اگلایا کو التجا اور ملامت کے ساتھ مخاطب اور نستاسیا کی طرف اشارہ کیا:

''بھلا یہ ممکن ھے! ذرا سوچو... وہ کتنی دکھی ھے!،،

ابھی یہ لفظ منہ سے نکلے ھی ھوں گے کہ اگلایا کی ھیبت‌ناک نگاہ نے اس کی زبان بند کر دی۔ اس نگاہ میں کتنا غم جھلک رھا تھا اور اسی کے ساتھ بےپناہ نفرت بھی، کہ پرنس دونوں ھاتھ اٹھا کر، پکار کر اس کی طرف جھپٹا، مگر اب وقت نکل‌چکا تھا! وہ اس کے تذبذب کو ایک لمحہ بھی برداشت نہ کر سکی، ھاتھوں سے چہرہ چھپا لیا، چیخ ماری ''افوہ، خدایا!،، اور کمرے سے جھپک کر باھر نکل گئی۔ پیچھے پیچھے رگوژین گیا تاکہ باھر کے دروازے کا تالا کھول دے۔

پرنس بھی لپکا تھا لیکن چوکھٹ پر ھی اسے ھاتھوں نے پکڑلیا۔ نستاسیا کا چوٹ کھایا ھوا، اینٹھا ھوا چہرہ اسے گھور رھا تھا اور نیلے پڑے ھوئے ھونٹ پوچھ رھے تھے:

''اس کے پیچھے چلے، اس کے پیچھے؟''

وہ بےہوش ہوکر اس کے بازوؤں میں گری۔ پرنس نے اسے اٹھایا، کمرے میں لایا، آرام کرسی میں لٹا دیا اور بےآس، بےبس اسے دیکھنے لگا۔ تپائی پر پانی بھرا گلاس رکھا تھا۔ رگوژین نے واپس آتے ہی گلاس اٹھایا اور اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور منٹ بھر کو گم‌سم رہی۔ لیکن دم بھر میں نظریں گھمائیں، چونکی، چیخ ماری اور پرنس پر جھپٹی۔

''میرے ہیں، یہ میرے ہیں!'' وہ پکار رہی تھی ''مغرور صاحب‌زادی گئی؟ ہا، ہا، ہا!'' اسے دیوانی ہنسی کا دورہ پڑا ''ہا، ہا، ہا! لو، میں انہیں ان صاحب زادی کے حوالے کرنے چلی تھی! بھلا کیوں؟ کس لئے؟ پاگل ہوں میں! پاگل ہوں!.. جاؤ بھاگو رگوژین، ہا، ہا، ہا!''

رگوژین ٹکٹکی باندھے ان دونوں کو دیکھتا رہا، ایک لفظ منہ سے نہ نکلا، ہیٹ اٹھایا اور چل دیا۔ دس منٹ بعد پرنس نستاسیا فلی‌پوونا کے پہلو میں بیٹھا مسلسل اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے سر اور چہرے کو دونوں ہاتھوں سے یوں سہلا رہا تھا جیسے چھوٹے سے بچے کو۔ وہ اس کے قہقہے پر قہقہہ مارتا اور اس کے آنسوؤں کے ساتھ آنسو گراتا۔ خود وہ کچھ نہیں بولا۔ لیکن نستاسیا جو بھی بھڑک کر، مزے میں آ کر، بےربطی سے توڑ توڑ کر کہتی وہ اسے سنے جاتا، شاید ہی کچھ اس کی سمجھ میں آتا ہو لیکن آہستہ سے مسکرا دیتا، اور جیسے ہی اسے یوں لگتا کہ وہ پھر ہائے وائے کرنےوالی ہے، یا اب رو دےگی، لعنت ملامت یا شکوہ شکایت کرےگی، وہ فوراً اس کا سر تھپکنے سہلانے لگتا، دھیرے سے اس کے گالوں پر ہاتھ پھیرنے لگتا، اسے دلاسہ دیتا، بہلاتا، جیسے بچے کو تھپکتے بہلاتے ہیں۔

۹

پچھلے باب میں جو واقعہ بیان ہوا، اس کو دو ہفتے گزر گئے اور ہماری کہانی کے کرداروں کی صورت‌حال اس قدر بدل گئی کہ اب ہمیں سخت مشکل درپیش ہے کہ بعض وضاحتیں دئے بغیر

یہ کہانی آگے کیسے بڑھائیں۔ تاہم یہ سوچتے ہیں کہ جو جو پیش آیا اسے حتی‌الامکان، بغیر کسی خاص وضاحت کے سادہ طور پر چن دینے تک خود کو محدود رکھیں۔ وجہ بھی اس کی بالکل سادہ ہے: اکثر صورتوں میں ہم خود الجھ جاتے ہیں کہ واقعے کی توجیہ یا توضیح نہیں سوجھتی۔ پہلے سے ہمارا یہ جتانا پڑھنےوالے کو خاصا انوکھا، بےمحل اور مبہم نظر آئےگا۔ بھلا ایسے بھی کیا قصہ سنانا، جس کا کوئی واضح تصور نہ ہو، جس پر کوئی ذاتی رائے نہ ہو۔ پس خود کو اور زیادہ کھوٹ میں ڈالنے سے یہ بہتر ہوگا کہ ایک مثال کے ذریعے بات صاف کرنے کی کوشش کریں۔ ممکن ہے اچھے دل کا پڑھنےوالا سمجھ‌لے کہ ہمیں دراصل کیا دشواری درپیش ہے، یہ اور بھی اچھا رہےگا کیونکہ جو مثال ہم دینےوالے ہیں وہ قصے سے دور نہیں لےجاتی، بلکہ براہ راست اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

دو ہفتے ہوئے تھے، یعنی جولائی کے شروع میں اور انھی دو ہفتوں کے اثنا میں ہمارے ہیرو کا قصہ، اور خاص کر اس قصے کا آخری حادثہ ہوتے ہوتے عجیب و غریب، کافی مزیدار اور تقریباً ناقابل‌یقین رنگ اختیار کرگیا، اسی کے ساتھ وہ بڑا شوخ چٹکلا بھی تھا، جو پھیلنا شروع ہوا تو گلی گلی پھیلا، ایبیدیف کے، پتیتسن کے، داریا اور پیان‌چین کے بنگلوں کے آس پاس علاقے میں چرچا ہو گیا۔ مختصر یہ کہ پوری بستی میں، بلکہ اس حلقے کے اور مقامات پر بھی۔ تقریباً پوری سوسائٹی میں، وہاں کے مستقل باشندوں میں، بنگلہ‌نشینوں میں اور بینڈ باجے کے شوقینوں میں وہی ایک افواہ گرم تھی، جتنے منہ اتنی باتیں۔ یہ کہ کوئی پرنس ہے، جس نے ایک باعزت، شریف اور نامور گھرانے میں ہنگامہ کھڑا کر دیا، اس گھر کی بیٹی سے، جس سے منگنی ہوچکی تھی، رشتہ توڑ لیا، ایک نامی گرامی طوائف کی طرف جھک گیا، پہلے کے سارے رشتے ناطے توڑ، ہر طرف سے بےنیاز ہوکر، دھمکیوں کی، پبلک کے غصے اور تھوتھو کی پروا کئے بغیر ٹھانے ہوئے ہے کہ چند روز کے اندر، یہیں پاولوفسک میں اس گری ہوئی عورت سے برملا، سب کے سامنے، سر اٹھاکر اور لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شادی رچائےگا۔ اس مزاحیہ قصے میں ادھر ادھر کی افواہوں نے اتنا رنگ بھرا،

شہرت‌یافتہ اور اہم شخصیتوں کو اس میں اتنا جوڑ دیا گیا، طرح طرح کی خیالی اور لچھےدار گتھیاں اتنی ملا دی گئیں اور دوسری طرف اس میں اتنے ناقابل تردید اور آنکھ میں کھبنےوالے ٹھوس حقائق جھلکنے لگے کہ عام اشتیاق اور افواہ کی گرم بازاری یقیناً قرین قیاس تھی۔ سب سے باریک، چالاک اور اسی کے ساتھ سچ سے ملتی جلتی تشریح چند ایسے لوگوں کی طرف سے آئی جو افواہ پھیلانے میں بڑے چنٹ اور پکے ہوتے ہیں، ہوشمند لوگوں کے اس حلقے میں سے جو ہمیشہ، ہر سوسائٹی میں کوئی بھی واقعہ دوسروں کو سمجھانے میں سب سے آگے رہتے ہیں اور اس میں اپنا دخل ہی نہیں، بلکہ اکثر تو روحانی تسکین بھی پاتے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق ایک نوجوان شخص، خاندانی نام و نمود والا، پرنس، گانٹھ کا پورا، عقل کا کورا، ڈیماکریٹ اور جدید نہلزم (منکری عقیدہ) کے اس خبط میں مبتلا، جس کے پردے مسٹر تورگینف* نے کھولے ہیں، جسے روسی زبان میں بولنا بھی ٹھیک سے نہیں آتا، جنرل یپان‌چین کی دختر نیک اختر سے محبت کر بیٹھا۔ اور یہاں تک کامیابی ملی کہ جنرل کے گھر میں منگیتر کی حیثیت سے آؤبھگت ہونے لگی۔ لیکن اس فرانسیسی دینی مدرسے والے کی طرح جس کے متعلق حال میں ہی یہ لطیفہ شائع ہوا ہے، کہ وہ پادری کا منصب لینے کےلئے قطعی آمادہ تھا، دانستہ خود ہی اس کی درخواست کی تھی، اور وقت پر ساری رسمیں انجام دیتا گیا، ادب آداب، فرائض، حلف‌نامہ، رسم‌بوسہ وغیرہ سب ادا کرلئے تاکہ دوسرے دن اپنے بڑے پادری کے نام خط کے ذریعے علی‌الاعلان کہہ دے کہ اسے خدا کے وجود پر ایمان نہیں ہے، اس لئے عوام کو دھوکا دینا، انھی عوام کو جو اسے مفت کی روٹی کھلائیں‌گے، انھیں دھوکے میں رکھنا کھلی بےایمانی شمار کرتا ہے، لہذا کل جو منصب و اعزاز ملا، اس کے قبول کرنے سے انکاری ہے اور اپنے اس خط کو آزادخیال اخباروں میں شائع کراتا ہے۔ ٹھیک اسی فرانسیسی دھریے کی طرح پرنس نے اپنی قسم کا بہروپ بھرا۔ بیان کرنےوالے کہتے تھے کہ گویا یہ پرنس اس خاص تقریب

---

* تورگینف، ایوان (۱۸۱۸ء — ۱۸۸۳ء) — عظیم روسی مصنف۔ (ایڈیٹر)

کی شام کے انتظار میں رہا جو اس کی منگیتر کے والدین کے ہاں ہونےوالی تھی، اور جہاں اسے بہت بڑے بڑے لوگوں کے حضور میں پیش کیا جانےوالا تھا، وہ اس تاک میں رہا کہ سب کی موجودگی میں باواز بلند اپنے ڈھنگ کے خیالات سنائے، بڑے بڑے باعزت لوگوں پر زباں‌درازی کرے، سب کے ہوتے توھین کرتے ہوئے اپنی منگیتر کو قبول کرنے سے پھر جائے اور جب نوکر خدمتگار اسے نکالنے کےلئے بڑھیں تو ان کے مقابلے پر اتر آئے جس سے نہایت نفیس چینی گلدان ٹوٹ جائے۔ اس افواہ میں، ہمارے آج کل کے اخلاقی تقاضے کے مطابق اتنا اور جوڑ دیا گیا کہ نااھل نوجوان واقعی اس لڑکی، جنرل کی بیٹی کو دل سے چاہتا تھا، مگر اسے رد صرف اس لئے کیا کہ نہلزم کا تقاضا تھا اور ایک ھنگامہ کھڑا کرنے کی خاطر، تاکہ ساری دنیا کی آنکھوں کے سامنے ایک گری ہوئی عورت سے شادی کرنے کی لذت سے محروم نہ رہے اور اس عمل سے دنیا کو دکھا دے کہ اس کی نظر میں نہ کوئی گری ہوئی عورت ہوتی ہے، نہ اشراف عورت، بلکہ صرف ایک آزاد عورت ہوتی ہے۔ اور یہ کہ وہ سوسائٹی کی اور پرانی چال کی تقسیم کو نہیں مانتا، بلکہ صرف مانتا ہے ''عورتوں کا سوال،،۔ اور انجام‌کار یہ کہ وہ جسے گری ہوئی عورت کہا جائے، اس کی نظروں میں وہ نہ گری ہوئی عورت سے خاصی بلند رتبہ ہوتی ہے۔ قصے کی یہ تشریح تھی جو کافی چل گئی اور اکثر بنگلہ‌نشینوں نے اسے مان لیا، بڑی وجہ یہ کہ روزمرہ کے واقعات سے بھی بیان کی تصدیق ہوتی تھی۔ البتہ کئی ایک گتھیاں سلجھے بغیر اب بھی رہ گئی تھیں: کہنےوالے کہتے تھے کہ بچاری لڑکی اپنے منگیتر سے اتنی محبت کرتی تھی، بعضوں نے منگیتر کی جگہ ورغلانےوالا کردیا — اس سے اتنی محبت کہ جس روز وہ اسے چھوڑ کر گیا، اس کے دوسرے ہی دن بھاگی ہوئی اس کے پاس پہنچی، جب وہ اپنی داشتہ کے ہاں بیٹھا تھا۔ دوسرے زور دے دے کر کہتے تھے کہ نہیں، وہ خود اسے جان بوجھ کر وھاں اپنی داشتہ کے گھر لے گیا محض نہلزم کے تقاضے سے، یعنی ذلت و رسوائی کے ارادے سے۔ بہرحال جو بھی رہا ہو، واقعے سے دلچسپی روزبروز بڑھتی گئی، اس وجہ سے اور بھی زیادہ، کہ لوگوں کو ذرہ‌برابر شبہ نہیں تھا کہ ھنگامے والی شادی دراصل ہوکر رہےگی۔

اب اگر کوئی ہم سے تشریح طلب کرے، واقعے کے نہلسٹ پہلو سے قطع نظر، سیدھے سیدھے یہ سوال کیا جائے کہ وہ جو شادی ہونے والی ہے اس کا خود پرنس کی دلی خواہشات سے کہاں تک تار ملتا ہے، کس حد تک اس کی تسکین ہوتی ہے؟ اور فی‌الوقت ان خواہشات کا حاصل حصول کیا ہے، اس لمحے کہانی کے ہیرو کی دلی حالت کا ٹھیک ٹھیک انداز کیا ہوگا، یہ اور اسی قسم کے اور سوالات کئے جائیں تو ہمیں اعتراف ہے کہ کوئی جواب بن نہیں پڑے گا۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ شادی واقعی طے پاچکی اور خود پرنس نے لیبیدیف کو، کیلر کو اور لیبیدیف کے کسی ایسے ملنے والے کو جسے خاص اس موقع کےلئے اس نے پرنس سے ملایا تھا، اس سلسلے کی دوڑ دھوپ سپرد کر دی ہے، چرچ کے رسوم اور گھریلو انتظامات دونوں ان کے حوالے کر دئے گئے ہیں، ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ روپیے پیسے کی پروا نہ کریں، اور یہ کہ نستاسیا فلی‌پوونا کو شادی کی ضد بھی ہے اور جلدی بھی پڑی ہے۔ کیلر کے بےحد اصرار پر اسے پرنس نے بطور شہ‌بالا قبول کرلیا ہے، اور نستاسیا کے ساتھ بردوفسکی ھاتھ بٹانے کو رہےگا، جس نے یہ ذمہ‌داری بصد شوق اپنے سر لےلی۔ اور شادی کا دن جولائی کے شروع میں مقرر ہوا ہے۔ ان متعلقہ امور کے علاوہ، جو بالکل پکے ہیں، ہمیں اور بھی کئی ایسے ٹھوس واقعات کا علم ہوا جو ذہن بھٹکانے کو کافی ہیں کیونکہ وہ مذکورہ تیاریوں کی پوری کاٹ کر دیتے ہیں۔ مثلاً ہمیں یہ پکا شبہ ہوتا ہے کہ لیبیدیف اور دوسرے لوگوں کو شادی کے سارے انتظامات سونپتے وقت پرنس، عین اسی روز یہ بھول چلا تھا کہ اب اس کے پاس بندوبست کا ایک ذمہ‌دار، شہ‌بالا اور شادی کی تقریب سب کچھ تیار ہے اور اگر اس نے تمام انتظامات اوروں کے سپرد کرتے وقت تیاری میں اتنی جلدی مچائی تو صرف اس لئے کہ خود اس میں سر نہ کھپانا پڑے، یا یہ کہ جتنی جلد ہو سکے اس امر کو بھول بھال جائے۔ اس صورت میں وہ کیا بات تھی جس میں اس کا ذہن مصروف رہا، کیا تھا جو وہ یاد رکھنا چاہتا تھا، اس پر کاہے کی دھن سوار تھی؟ شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہاں کوئی اس کے سر پر سوار نہیں تھا، کوئی زبردستی نہیں کی جا رہی تھی (مثلاً نستاسیا فلی‌پوونا کی طرف سے)، واقعی نستاسیا

کو شادی کی جلدی پڑی تھی، اسی کے دماغ سے نکلی تھی یہ تجویز، پرنس کی طرف سے نہیں آئی تھی، لیکن پرنس نے اپنی مرضی سے ہاں کی تھی — اگرچہ ذرا بےخیالی میں ہاں کی تھی، کچھ اس انداز سے، جیسے کسی نے معمولی سی فرمائش کر دی ہو۔ یہ اور اس طرح کی اور بھی بہت سی حقیقتیں ہمارے سامنے ہیں، مگر ان سے اصل معاملے پر روشنی نہیں پڑتی، بلکہ ہمارے خیال میں، چاہے وہ کتنی ہی ہوں، گرہ پر گرہ پڑتی جاتی ہے۔ خیر، اس کے باوجود، ایک اور مثال پیش کریں۔

اچھا تو، ہمیں پوری اطلاع ہے کہ ان دو ہفتوں کے دوران پرنس تمام دن اور رات نستاسیا کے ساتھ رہا۔ وہ سیر کو نکلتی، بینڈ سننے جاتی تو اسے ساتھ رکھتی۔ اسی کے ساتھ روزانہ فٹن پر سوار ہوکر نکلتا۔ اگر گھنٹہ بھر بھی وہ آنکھ سے اوجھل ہوتی تو اس کی طرف سے فکرمند ہونے لگتا (یعنی سارے آثار پائے جاتے تھے اس کی سچی محبت کے)۔ چاہے وہ کچھ کہتی، پرنس ہلکی سی نرم مسکراہٹ کے ساتھ توجہ سے سنا کرتا، گھنٹوں سنتا رہتا اور خود کچھ نہ کہتا۔ مگر ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ انھی دنوں میں کئی بار بلکہ بہت بار اس نے یپان‌چین‌والوں کے مکان کے پھیرے لگائے۔ نستاسیا سے چھپایا بھی نہیں، حالانکہ اس بات سے نستاسیا کو صدمہ پہنچتا تھا۔ ہمیں خبر ہے کہ یپان‌چین والوں نے، جب تک وہ پاولوفسک میں ٹھیرے رہے، پرنس کو اندر نہیں بلایا اور اگلایا سے ملنے کا تو مستقل انکار ہی رہا۔ وہ آتا اور ایک لفظ کہے بغیر چلا جاتا۔ دوسرے دن پھر پہنچ جاتا، جیسے کل کا انکار ذہن سے محو ہوچکا ہو، ظاہر بات ہے کہ دوسرے دن بھی انکار ہی ملتا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اگلایا ایوانوونا اس عورت کے گھر سے نکل کر بھاگی اس کے گھنٹہ بھر بعد، بلکہ ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ پرنس یپان‌چین کے دروازے پر پہنچ گیا، اسے یقین ہوگا کہ وہاں اگلایا ملےگی، مگر اس کی آمد نے سارے گھر کو چراغ پا کر دیا، دہشت پھیلا دی کیونکہ اگلایا ابھی تک اپنے گھر واپس نہیں آئی تھی اور پرنس کی زبانی پہلی بار ان لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ اس کے ساتھ نستاسیا فلی‌پوونا کے گھر پہنچی تھی۔ کہتے ہیں کہ لیزاویتا پروکوفیونا،

ان کی بیٹیاں اور پرنس ش۔ ، سبھی پرنس میشکن کے ساتھ انتہائی سختی سے پیش آئے، کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی، وہیں اسی وقت آمد و رفت، ملاقات، تعلقات کے سارے رشتے توڑ ڈالے، خصوصاً اس لمحے جب واروورا یکایک ان کے ہاں وارد ہوئی اور بتانے لگی کہ اگلایا بی بی کوئی گھنٹہ بھر سے ہمارے گھر آئی ہوئی ہیں، ان کی حالت خستہ ہے اور لگتا ہے کہ اپنے گھر آنا نہیں چاہتی ہیں۔ اطلاع کا یہ آخری ٹکڑا بیگم لیزاویتا کو بہت شاق گزرا، بات بھی جائز تھی۔ نستاسیا کے یہاں سے نکل کر اگلایا کا یہ حال تھا کہ اپنے گھروالوں کو منہ دکھانے کے بجائے مرجانا پسند کرتی تھی — اسی لئے نینا الیکساندرووونا کے مکان کا رخ کیا۔ واروورا جو تھی، گانیا کی بہن، تو اس نے اپنی طرف سے فوراً لازم جانا کہ اگلایا کی ماں کو ھاتھ کے ھاتھ پوری طرح باخبر کر دے۔ خبر ملتے ہی ماں بیٹیوں سمیت نینا الیکساندرووونا کے ھاں لپکیں اور ان کے پیچھے اگلایا کے باپ جنرل ایوان فیودرووچ بھی ہو لئے جو ابھی ابھی گھر واپس آئے تھے۔ وہ چلے تو پرنس میشکن بھی ان کے تعاقب میں روانہ ھوا اور اس کا بالکل خیال نہ کیا کہ ابھی یہاں سے دھتکارا اور سخت سست کہا گیا ہے۔ واروورا کی ھدایت پر اسے وھاں بھی اگلایا کے پاس جانے نہیں دیا گیا۔ انجام کار یوں ھوا کہ جب اگلایا نے ماں اور بہنوں کو دیکھا کہ وہ اس پر آنسو بہا رھی ھیں اور ذرا بھی برا بھلا نہیں کہتیں تو وہ دوڑ کر ان سے لپٹ گئی اور کھڑے قدموں ان کے ساتھ گھر لوٹ آئی۔ یہ بھی سنا ہے، اگرچہ سنی سنائی کا کچھ ٹھیک نہیں، کہ گانیا کی بدقسمتی نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا، جب واروورا گھر سے باھر، بیگم لیزاویتا کے یہاں گئی ھوئی تھی تو موقع غنیمت جان کر اگلایا سے تنہائی میں ملا اور اپنی محبت کا واسطہ دینے لگا، اگلایا سن چکی تو خود اپنا غم اور آنسو بھول بھال کر ایک دم قہقہہ مارنے لگی اور ایک عجیب سوال سامنے رکھ دیا: کیوں، آپ اپنی محبت کے ثبوت میں کیا جلتی شمع پر ھاتھ رکھ کر اپنی انگلی جلانے کو تیار ھیں؟ لوگوں کا کہنا ہے کہ گاوریلا صاحب عرف گانیا اس تجویز پر سٹپٹا گیا، ایسا گم ھوا، چہرے پر اتنا مغالطہ طاری رہا کہ اگلایا کا ایک اور قہقہہ بلند ھو گیا، گویا اعصابی دورہ پڑا ھو، اور وہ بھاگ کر اوپر

اس کی ماں نینا کے پاس پہنچ گئی جہاں ماں باپ نے اسے آلیا۔ یہ مزاحیہ حادثہ اپپولیت کی زبانی دوسرے دن پرنس کے کان تک پہنچا۔ اپپولیت بستر سے اٹھنے قابل نہ تھا تو پرنس کو یہ خبر سنانے کےلئے بلابھیجا۔ اپپولیت کو اس واقعے کی خبر کیسے، کہاں سے مل گئی، ہمیں نہیں معلوم، مگر پرنس نے جیسے ھی شمع اور انگلی کا لفظ سنا وہ اس زور سے بےاختیار ہنس پڑا کہ خود اپپولیت منہ دیکھتا رہ گیا۔ پھر اچانک کانپنے اور آنسو بہانے لگا... ویسے بھی ان دنوں اسے سخت بےقراری لگی ہوئی تھی، غیرمعمولی پیچ و تاب، نجانے کیسی، مگر اذیت‌ناک بےقراری۔ اپپولیت نے صاف منہ پر ھی جتا دیا کہ وہ اپنے حواس میں نہیں ھے، مگر اس کے کہنے کی کوئی پکی تصدیق بھی نہیں تھی۔

یہ تمام سرگزشت بیان کرنے اور اس کی توجیہ سے انکار کرنے میں ھماری یہ غرض ھرگز نہیں کہ پڑھنےوالوں کی نظر میں اپنے ھیرو کو حق‌بجانب ٹھیرائیں۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ھم بھی اس ناگواری میں شریک ہونے کو بالکل تیار ھیں جو ھیرو کی حرکتوں سے پیدا ہوتی ھے خود اس کے دوستوں میں۔ اور تو اور، ویرا لیبیدیف تک کچھ عرصے اس پر جھنجھلاتی رھی۔ کولیا بھی برھم رھا۔ کیلر بھی خفا تھا اور جب تک پرنس نے اسے اپنا شہ‌بالا نہیں مقرر کیا، تب تک خفا رھا، لیبیدیف کا تو ذکر ھی کیا۔ وہ پرنس کے خلاف جوڑ توڑ تک کرنے پر آگیا، وہ بھی خفگی میں، سچ‌سچ کی خفگی میں۔ مگر اس تفصیل کی نوبت بعد کو آئےگی۔ ویسے ھمیں پوری طرح، تہ دل سے ھمدردی ھے ایوگینی پاولووچ کی اس رائےزنی سے جو کافی سخت تھی اور اپنی نفسیات کے لحاظ سے گہری بھی، اور جو نستاسیا فلی‌پوونا والی واردات کے چھٹے ساتویں دن پرنس سے آپس کی گفتگو میں موصوف نے تڑ سے بلاتکلف اس کے منہ پر کر دی تھی۔ یہاں اتنا کہتے چلیں کہ صرف یپان‌چین والوں نے نہیں بلکہ ان سبھوں نے، جو اس خاندان سے سیدھا یا ترچھا کوئی واسطہ رکھتے تھے، ضروری جانا کہ پرنس میشکن سے ھر قسم کا ترک تعلق کرلیں۔ پرنس ش۔ سے اگر پرنس میشکن کا سامنا ھو جاتا تو وہ منہ پھیر لیتا اور سلام دعا بھی نہیں کرتا تھا۔ لیکن ایوگینی پاولووچ ایک شخص تھا جو پرنس کے ھاں آنے جانے میں اپنی پوزیشن پر آنچ آنے

سے نہیں گھبرایا، حالانکہ پھر یپان‌چین کے گھر روز کے پھیرے شروع کردئے تھے اور وہاں اس کی دوھری آؤ بھگت ہونے لگی تھی۔ جس روز پورا یپان‌چین گھرانا پاولوفسک سے رخصت ہوا، اس کے ٹھیک دوسرے دن وہ پرنس سے ملنے آیا۔ جب وہ آیا ھے تو ان تمام افواھوں کا علم تھا جو پبلک میں پرنس کے تعلق سے پھیلی ہوئی تھیں، بلکہ تعجب نہیں جو خود اس کا بھی ہاتھ ہو ان کے پھیلوانے میں۔ پرنس اس سے مل کر بےانتہا خوش ھوا اور فوراً یپان‌چین کا ذکر چھیڑ دیا۔ ایسی صفائی، سادگی اور سامنے سے گفتگو کی شروعات نے ایوگینی پاولووچ کی الجھن بھی دور کردی اور وہ بھی فالتو چکر دئے بغیر برسر مطلب آگیا۔

پرنس کو اب تک خبر نہ تھی کہ یپان‌چین گھرانا جاچکا۔ سنا تو حیرت‌زدہ رہ گیا، رنگ اڑ گیا۔ لیکن منٹ بھر بعد الجھن اور پس و پیش میں اس کی زبان سے نکلا ''ہاں، یوں ہی ہونا تھا،، اور پھر جلدی سے دریافت کیا: ''کہاں گئے؟،،

اس اثنا میں ایوگینی پاولووچ اسے ایک ٹک غور سے دیکھے جارہا تھا۔ اس کی حالت، یعنی تابڑ توڑ سوال کرنا، سوالوں کی سادگی، الجھن اور اسی کے ساتھ عجب قسم کی بےتکلفی، بےچینی اور ھماھمی دیکھ کر اسے کچھ کم تعجب نہیں ہوا۔ اس نے دل‌جوئی اور تفصیل کے ساتھ پرنس کو ایک ایک بات سے آگاہ کیا۔ اب تک بہت کچھ اس کے علم میں نہیں آیا تھا اور ایوگینی اس گھر کا پہلا آدمی تھا جس کی زبانی آگاھی ملی۔ اسی نے تحقیق سے بتایا کہ اگلایا واقعی بیمار تھی اور تین رات بخار کے مارے اس کی آنکھ نہیں لگی۔ اب افاقہ ھے، خطرے سے تو نکل آئی لیکن اعصابی حملے کا اثر باقی ھے... ''یہ اچھا ھے کہ گھر میں پورا امن‌چین ھے۔ جو بیت گیا اس کے متعلق کوشش ھے کہ اشارے سے بھی پرھیز کیا جائے، صرف اگلایا کی موجودگی میں نہیں، بلکہ آپس میں بھی اس کی بات نہیں کرتے۔ والدین میں گفتگو ہوچکی ھے کہ ادےلائیدا کی شادی کے فوراً بعد موسم خزاں میں پردیس کا سفر کیا جائے۔ اگلایا نے اس تجویز کی ابتدائی گفتگو کو خاموشی سے سن لیا،،۔ اور ممکن ھے وہ خود، ایوگینی پاولووچ بھی غیرملکی سفر پر روانہ ہو۔ پرنس ش۔ کا بھی ارادہ ھے کہ اگر

معاملات نے اجازت دی تو ادےلائیدا کو لے کر کوئی دو مہینے کےلئے باھر جائیں گے۔ تنہا جنرل یہیں رہ جائیں گے۔ سب لوگ کولمینا اپنی جاگیر پر چلے گئے ھیں جو پیٹرسبورگ سے کوئی بیس کوس پر ھے اور وھاں ان کا بڑا کشادہ بنگلہ بھی ھے۔ پرنسس بیلوکونسکایا ابھی ماسکو روانہ نہیں ھوئی ھیں اور غالباً دانستہ اٹک گئی ھیں۔ بیگم لیزاویتا کا اصرار تھا کہ جو کچھ بیتی ھے اس کے بعد پاولوفسک میں ٹھیرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ خود یعنی ایوگینی انھیں شہر کی افواھیں روز کے روز سنا دیا کرتا تھا۔ یلاگینسکی میں جو ان کا ''داچہ،، تھا وھاں بھی رھنا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔

''جی ھاں، دیکھئے نا، آپ مانیں گے کہ یہاں ٹھیرنے کی کیا گنجائش تھی...،، ایوگینی پاولووچ نے اظہار خیال کیا ''خاص کر جب وہ تمام اطلاع پہنچتی ھو جو آپ کے ھاں، آپ کے مکان میں برابر سلسلہ چل رھا ھے، اور انکار پر انکار ھونے کے باوجود... آپ روزانہ ان کے گھر کے پھیرے کرتے ھوں...،،

''جی ھاں۔ ھاں، آپ بجا فرماتے ھیں۔ میں تو اگلایا ایوانوونا سے ملنا چاھتا تھا، بس...،، پرنس نے پھر سر ھلا ھلا کر کہا۔

''ھا، عزیزم پرنس،، ایوگینی پاولووچ نے ایک دم جوش میں اور افسوس کے ساتھ بےاختیار کہنا شروع کیا ''تو پھر آپ سے یہ ھوا کیسے... جو کچھ ھوا وھاں؟ صحیح ھے، بالکل بجا ھے کہ اس میں آپ کے ارادے کا ذرا بھی دخل نہیں تھا... مجھے پورا اتفاق ھے کہ موقع پر آپ کے اوسان خطا ھو گئے اور ... آپ اس دیوانی لڑکی کو روک نہ سکے، یہ آپ کے بس کی بات نہیں تھی اس وقت! مگر آپ کو اتنا تو ضرور سمجھنا چاھئے تھا کہ یہ لڑکی کس درجہ سنجیدہ تھی، کتنی شدید تھی... آپ کے تعلق سے۔ وہ غیر کی شرکت ذرا بھی گوارا نہ کرتی، مگر آپ... ایسے خزانے کو آپ نے ٹھکرا دیا، اس کے ٹکڑے کر دئے!،،

''جی ھاں، ھاں، آپ بجا فرماتے ھیں۔ جی، قصور میرا ھے،، پرنس کی زبان سے نکلا اور اس کا دل ٹکڑے ھوا جاتا تھا ''آپ جانتے ھیں: اکیلی اگلایا، تنہا ایک اگلایا تھی جو نستاسیا کو اس نظر

سے دیکھ رہی تھی... ورنہ اوروں میں کسی نے بھی ایسے نہیں دیکھا۔ ،،

''جی، یہی تو زیادہ تکلیف‌دہ بات ہے کہ یہاں اس معاملے میں ایسی سنجیدہ کوئی بات بھی نہیں تھی!،، ایوگینی پاولووچ اور بھی شدت اختیار کرتے ہوئے پکارا ''معاف کیجئےگا پرنس، مگر میں... میں نے... اس پر دماغ لڑایا، بہت سوچا، سمجھا۔ مجھے سب معلوم ہے، پہلے کا سارا ماجرا معلوم ہے مجھے، اس کا بھی علم ہے جو چھ مہینے پہلے ہوا، وہ سب، سارے کا سارا ایسا کچھ سنجیدہ معاملہ بھی نہیں تھا! تھا ہی کیا، سوائے اس کے کہ خیالی پلاؤ، محض ایک تصویر، ہوائی بات، دھواں، جسے صرف ایک الھڑ لڑکی کا سہما ہوا جذبۂ رقابت ہی وزنی معاملہ سمجھ سکتا تھا!،،

یہاں ایوگینی پاولووچ نے ادب آداب کا ذرا بھی لحاظ کئے بغیر اپنی تمام ناگواری و بیزاری کو کھلی چھوٹ دےدی۔ نہایت ہوشیاری سے، خوب کھول کر، ہم پھر جتا دیں کہ غیرمعمولی نفسیاتی چابکدستی سے اس شخص نے پرنس کے سامنے ساری تصویر پھیلا دی اس کے اور نستاسیا کے گزشتہ تعلقات اور معاملات کی۔ الفاظ کی اس کے پاس کبھی کمی نہیں رہی تھی، اور اب تو اس نے حسن بیان کا جوہر بھی دکھا دیا۔ وہ کہتا چلا گیا ''بالکل شروع لے لیجئے۔ ابتدا ہی آپ کے ہاں ناحق سے ہوئی، جو ناحق سے شروع ہوگا وہ اسی پر ختم بھی ہونےوالا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں، بلکہ ناگوار گزرتا ہے جب آپ کو، کہیں کوئی شخص — وہ کیا کہتے ہیں کہ 'ایڈیٹ، کہہ دیتا ہے۔ آپ جیسے دانا آدمی پر یہ پھبتی کچھ صحیح نہیں۔ مگر ایسے عجیب‌وغریب آدمی ہیں کہ اور سبھوں کی طرح نہیں، ان سے ہٹ کر ہیں۔ یہ تو مانیں‌گے آپ۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو کچھ بھی بیتا ہے اس کی جڑ بنیاد میں اول تو آپ کا پیدائشی کچاپن ہے (ملاحظہ ہو پرنس یہ لفظ 'پیدائشی')، پھر وہ آپ میں غیرمعمولی سادگی یا سادہ‌لوحی ہے۔ پھر آگے چل کر آتا ہے احساس تناسب کا سرے سے فقدان (اور آپ خود اپنی زبان سے کئی بار اس کا اقرار کر چکے ہیں) اور آخر میں، وہ جو ڈھیر سا ملغوبہ جمع ہو گیا ہے سر میں پختہ عقیدوں کا، جنھیں آپ نے نرالی ایمانداری اور راست گوئی

کی بنا پر آج کے دن تک سچے کھرے، قدرتی اور راست عقیدوں کا ذخیرہ سمجھ رکھا ہے! آپ خود اتفاق کریں‌گے پرنس صاحب، کہ نستاسیا فلی‌پوونا سے آپ کے مراسم میں شروع سے ہی کوئی جزو شامل تھا ڈیماکریٹک وضعداری کا (اختصار کی خاطر یہ لفظ چنا ہے میں نے)، یوں کہئے کہ 'عورتوں کے سوال'، کی کشش شامل تھی (لیجئے بالکل مختصر کر دیا) - مجھے اس بے‌تکے ہنگامے کا تماشا بے‌کم و بیش معلوم ہے جو نستاسیا کے مکان پر ہوا تھا، جہاں رگوژین اپنی رقم لےکر پہنچا تھا - کہئے تو انگلیوں پر آپ کی سب باتیں گنا دوں، آپ کو خود آپ کی تصویر ایسے دکھا دوں جیسے آئینے میں - میری معلومات اس قدر نپی تلی ہیں کہ سب خبر ہے اصل معاملہ کیا تھا اور اس نے یہ رخ کیوں اختیار کیا! آپ ایک نوعمر آدمی، سوئٹزرلینڈ میں وطن کی ہوک لگی تھی، روس کی تمنا ستا رہی تھی کہ آپ کےلئے وہ انجانا ملک تھا اور خوابوں کی سرزمین - روس کے بارے میں بہت ساری کتابیں پڑھ رکھی تھیں، وہ کتابیں ممکن ہے لاجواب ہوں، مگر آپ کے حق میں مضر تھیں - یہاں پہنچے تو سرگرمی کا جوش لئے ہوئے پہنچے اور یوں کہئے کہ آتے ہی کاموں میں جٹ گئے! قدم رکھنے کے پہلے ہی دن آپ سنتے ہیں ایک ستم‌زدہ عورت کا قصہ، دکھ بھرا اور دل شکن قصہ - آپ کو، یعنی ایک جانباز سچے کھرے بانکے کو کسی عورت کے بارے میں بتایا جاتا ہے! اور اسی دن آپ اس عورت کو دیکھ بھی لیتے ہیں؛ اس کے حسن سے، بے‌پناہ، خوابناک، ساحرانہ حسن سے مسحور بھی ہوجاتے ہیں - (مجھے اس سے انکار نہیں کہ وہ ہے حسینہ -) اب اس میں اعصاب کا اضافہ، پھر مرگی کی بیماری کا، پھر ہمارے پیترسبورگ کے برف پگھلنے کا اضافہ کیجئے جو یونہی اعصاب کو جھنجھوڑ ڈالتا ہے - پھر اس پر بڑھائیے وہ پورا دن جو اس اجنبی اور آپ کےلئے خوابناک شہر میں کٹا، وہ تازہ‌ترین ملاقاتوں اور منظروں کا دن، اتفاقی تعارفوں کا دن، بالکل ہی انوکھی حقیقت کا دن، یپانچین خاندان کی تینوں حسیناؤں کا دن، جن میں اگلایا بھی تھی، پھر اس میں ملائیے آپ کی تھکن، خستگی، دوران سر، پھر نستاسیا فلی‌پوونا کا ڈرائنگ روم، اس کی سج دھج کا اضافہ

کیجئے... ان تمام کیفیتوں کے ہوتے، اس لمحے آپ کو خود سے اور کیا توقع تھی، فرمائیے!،،

''جی ہاں، بالکل، جی ہاں، قریب قریب ایسا ہی ہوا،، پرنس نے گردن ہلائی۔ وہ شرم سے سرخ ہونے لگا تھا ''اور آپ کو معلوم ہے اس سے گذشتہ رات واقعی پوری رات آنکھوں میں کٹی تھی، ریل میں اور اس سے پہلے کی رات بھی ایسے ہی گئی۔ میں بہت بکھرا ہوا تھا...،،

''جی، میں اسی طرف تو آرہا ہوں،، ایوگینی پاولووچ نے جوش میں بیان جاری رکھا ''بات صاف ہوجاتی ہے۔ آپ اپنی ترنگ میں یہاں تک پہنچے کہ بھری محفل میں اس عالی ظرفی کا مظاہرہ کرنے کی ٹھان لی کہ آپ جو خاندانی پرنس ہیں، پاک صاف انسان ہیں اس عورت کو آبرو باختہ شمار نہیں کرتے، جو اپنے کرموں سے بےآبرو یا رسوا نہیں ہوئی بلکہ ایک اونچی حیثیت کے عیاش آدمی کے ہاتھوں اس نوبت کو پہنچی ہے۔ اوف، خدایا، بات سمجھ میں آتی ہے! لیکن اصل معاملہ یہ نہیں مہربان پرنس، اصل معاملہ یہ ہے کہ یہاں حقیقت کا شائبہ تھا؟ آپ کے جذبے میں کوئی ٹھوس سچائی تھی؟ وہ اصلی تھا یا محض ایک دماغی لہر؟ کیا خیال ہے آپ کا، عبادت‌گاہ میں اس عورت کی توبہ قبول ہوجاتی، اس قسم کی عورت کی توبہ، لیکن یہ تھوڑئی کہا جاتا کہ تو نے اچھا کیا، تو ہر طرح کی عزت و حرمت کی مستحق ہے؟ کیا آپ سے تین مہینے بعد ہی آپ کے ٹھنڈے دل و دماغ نے نہیں کہہ دیا کہ اصل معاملہ کیا تھا؟ چلئے، مانا کہ وہ اب بےقصور ہے، میں اصرار نہیں کرتا، لیکن کیا اس کے سارے لچھن ایسے ہیں کہ اب جو ناقابل برداشت اور شیطانی اکڑ ہے، بےحیائی اور خودغرضانہ انا اس میں سمائی ہے وہ جائز قرار دی جائے؟ معاف کیجئےگا پرنس، میں جسارت کر رہا ہوں، مگر...،،

''جی ہاں، بالکل، عین ممکن ہے کہ آپ صحیح فرماتے ہوں۔ واقعی، وہ ہے تو بہت تنک مزاج، آپ بجا فرماتے ہیں، مگر...،،

''وہ ہمدردی کی مستحق ہے، یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ مہربان؟ لیکن ہمدردی کی خاطر، اس عورت کا دل ٹھنڈا کرنے کی خاطر، جائز تھا کہ دوسری، بلند رتبہ اور پاکیزہ لڑکی کو ذلیل

کیا جائے، ان نخوت اور نفرت بھری آنکھوں میں اس کی بےحرمتی کی جائے؟ اب اس کے بعد ہمدردی و غمخواری کس نوبت کو پہنچائےگی؟ دیکھئے نا، حد سے گزر گئی بات! بھلا یہ کیا کہ ایک لڑکی سے محبت کر کے اسے سوتن کے سامنے ذلیل کیا جاتا ھے، دوسری عورت کی خاطر، اسی کی آنکھوں کے آگے اسے چھوڑ دیا جاتا ھے، اور وہ بھی کب، جبکہ آپ نے خود رشتہ دیا... آپ نے خود ھی تو شادی کی درخواست کی تھی نا، اس کے والدین اور بہنوں کی موجودگی میں آپ نے رشتہ دیا تھا! اس حرکت کے بعد کیا آپ ایک ایماندار آدمی ھیں پرنس صاحب، معاف کیجئےگا، پوچھتا ہوں؟ اور... کیا آپ نے اس پاک پاکیزہ لڑکی کو دغا نہیں دی، یہ جتانے کے بعد کہ اس سے محبت کرتے ھیں؟،،

''جی ھاں، ھاں، واقعی، آپ نے سچ کہا، مجھے محسوس ہوتا ھے کہ قصوروار ہوں!،، پرنس نے کہا۔ وہ ناقابل بیان ذھنی تکلیف میں مبتلا تھا۔

''تو کیا یہ کافی ھے؟،، ایوگینی پاولووچ ناگواری سے پکارا ''کیا، بس اتنا کہہ‌دینا کافی ھے 'ھائے، قصوروار ہوں!، قصور بھی مانتے ھیں اور اسی پر قائم بھی ھیں۔ آپ کا دل اس وقت کہاں تھا، آپ کا جو وہ 'مسیحی، دل ھے؟ آپ نے اس لمحے لڑکی کا چہرہ تو دیکھا ہوگا۔ کیا وہ کچھ کم غمزدہ تھی اس عورت کے مقابلے میں، آپ کی اس عورت کے مقابلے میں جس نے آپ دونوں کو الگ کر دیا؟ کیسے وہ صورت آپ نے دیکھی اور یہ سب ہونے دیا؟ کیسے آخر ؟،،

''جی... میں کیوں ہونے دیتا ایسا...،، بدنصیب پرنس نے دبی زبان سے کہا۔

''یہ کیسے، کہ نہیں ہونے دیا؟،،

''خدا گواہ، میں نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اب تک میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو کچھ ہوا، وہ ہوا کیسے... میں تو اگلایا کے پیچھے پیچھے دوڑا تھا مگر اتنے میں نستاسیا فلی‌پوونا غش کھاکے گری اور پھر تب سے آج تک مجھے اگلایا بی‌بی سے ملنے ھی نہیں دیا گیا۔ ،،

''کچھ بھی سہی، آپ کو اگلایا کے پیچھے دوڑ کر جانا چاہئے تھا، دوسری بےہوش پڑی تھی، پڑا رہنے دیتے!''

''جی ہاں، جانا تو چاہئے تھا... مگر وہ مرجاتی! اپنی جان لےلیتی، آپ اسے نہیں جانتے اور... کچھ بھی سہی، میں مل کر ساری بات اگلایا ایوانوونا کو بتا دیتا... اور آپ دیکھتے ہیں ایوگینی صاحب، میں جانوں، آپ کو سارا قصہ معلوم نہیں۔ بتائیے، مجھے اگلایا کے پاس جانے کیوں نہیں دیا جاتا؟ میں صاف صاف سب سنا دیتا۔ دیکھتے ہیں آپ، ان دونوں میں تب اس بارے میں بات ہی نہیں ہوئی، بات ہی کچھ اور ہوتی رہی، تبھی تو یہ انجام نکلا... آپ کو میں یہ نہیں سمجھا سکتا، ہاں، اگلایا ہوتی تو بات صاف کر لیتا... اوہ، خدایا، اوف! آپ نے ابھی اگلایا کی صورت کا ذکر کیا، اس وقت جب وہ وہاں سے نکل کر گئی... ہاں، یاد ہے مجھے وہ اس وقت کا چہرہ، اف خدایا! چلئے، چلتے ہیں، چلئے!'' پرنس نے ایوگینی پاولووچ کو آستین پکڑ کر کھینچا۔ وہ جگہ چھوڑ کر کہیں جانے کی جلدی تھی۔

''کہاں چلیں؟''

''اگلایا ایوانوونا کے پاس چلتے ہیں، ابھی، اسی وقت!..''

''وہ تو پاولوفسک سے جا بھی چکی۔ میں نے بتایا نا آپ کو اور جانا کس لئے؟''

''وہ سمجھ لیں گی، سمجھ لیں گی!'' پرنس بدبدایا اور التجا میں دونوں ہاتھ جوڑے ''وہ سمجھ لیں گی کہ یہ وہ بات نہیں، بلکہ قطعی دوسری بات ہے!''

''قطعی دوسری بات کیا؟ شادی تو آپ کی طے ہے نا؟ مطلب یہ کہ اپنی ضد پر قائم ہیں... شادی کی بات پکی ہے یا نہیں؟''

''جی، ہاں، شادی تو، خیر، شادی کرلوں گا!''

''تو پھر آپ کا یہ کہنا چہ معنی کہ قطعی دوسری؟''

''نہیں، نہیں، وہ نہیں، وہ بات نہیں! اس سے کیا ہوتا ہے کہ میں شادی کر رہا ہوں۔ یہ کچھ نہیں!''

''یہ کیا کہ کوئی بات نہیں، کچھ نہیں؟ یہ کوئی ایسی معمولی بات ہے کیا؟ آپ چلے ہیں شادی کرنے اپنی محبوبہ سے، تاکہ

اسے دل کا چین دے سکیں اور اگلایا ایوانوونا یہ دیکھ رہی ہیں، یہ جانتی ہیں، تو پھر یہ کیا کہ کوئی بات نہیں؟،،

''دل کا چین؟ جی نہیں! میں، بس، یونہی شادی کر رہا ہوں۔ اس کی خواهش ہے یہ۔ اور اس سے کیا ہوتا ہے کہ میں شادی کر رہا ہوں... میں... خیر، یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ ورنہ وہ مر ہی جاتی۔ اب مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ رگوژین سے جو شادی ہونےوالی تھی، وہ پاگل‌پن ہی تھا! اب سمجھا ہوں، جو پہلے سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور آپ دیکھئے: جب وہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑی تھیں تو میں نستاسیا فلی‌پوونا کی صورت کی تاب نہیں لا سکا تھا... آپ نہیں جانتے ایوگینی پاولووچ (پرنس نے آواز دھیمی کی جیسے راز کی بات کہتا ہو) یہ میں نے کبھی کسی کو نہیں بتایا، اگلایا تک کو نہیں بتایا مگر نستاسیا کا چہرہ سامنے ہو تو اس کی تاب نہیں لا سکتا میں... آپ نے ابھی جو کہا تھا نا نستاسیا کے مکان کی اس دعوت کے بارے میں، تو درست ہی کہا تھا۔ مگر ایک اور چیز بھی تھی جو آپ کی نظر سے رہ گئی۔ وہ یہ کہ آپ کو نہیں معلوم، میں تب اس عورت کا چہرہ دیکھ رہا تھا! بلکہ اس روز صبح کو ہی جب تصویر دیکھی تھی، تب بھی چہرے کی تاب نہ تھی... دیکھئے ویرا ہے، لیبیدیف کی بیٹی، اس کی آنکھیں بالکل مختلف ہیں۔ میں... اس عورت کے چہرے سے ڈرتا ہوں!،، پرنس نے انتہائی دہشت سے کہا۔

''ڈرتے ہیں آپ؟،،

''جی ہاں — وہ دیوانی ہے!،، سرگوشی کے انداز میں وہ بولا اور چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

''تو آپ کو اس کی خبر ہے نا؟،، ایوگینی پاولووچ نے بڑے اشتیاق سے دریافت کیا۔

''جی ہاں، تقریباً پختہ۔ اب بالکل اچھی طرح۔ آجکل، ان دنوں اچھی طرح جان گیا ہوں!،،

''تو آپ یہ اپنے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟،، ایوگینی پاولووچ سہم کر پکارا ''تو مطلب یہ ہوا کہ آپ کسی خوف سے شادی کرنے چلے ہیں؟ سمجھ میں آنے کی بات نہیں... یعنی محبت کے جوش میں نہیں شاید؟،،

''اجی نہیں — محبت تو میں دل و جان سے کرتا ہوں! وہ کیا ہے... ایک بچی۔ اب تو بچی ہی ہے، بالکل بچی! آپ کو کچھ نہیں معلوم!''

''اسی وقت میں آپ اگلایا ایوانوونا کو بھی اپنی محبت کا یقین دلاتے رہے؟''

''ہاں—یہ تو ہے!''

''یہ کیسے؟ مطلب یہ کہ بیک‌وقت دونوں سے محبت کرنا چاہتے ہیں؟''

''جی ہاں، ہاں!''

''آپ کا بھلا ہو، پرنس، کہہ کیا رہے ہیں، ہوش میں آئیے!''

''میں اگلایا کے بغیر... مجھے بہرحال ان سے ملنا چاہئے! میں... سوتے میں مرجاؤں‌گا۔ خیال آیا تھا کہ آج رات کو ہی سوتے میں میرا دم نکل جائے‌گا۔ کاش اگلایا کو معلوم ہوجاتا، انہیں سب کچھ بتا دیا جاتا... یعنی سبھی کچھ۔ کیونکہ یہاں معاملہ ایسا ہے کہ ذرہ ذرہ علم ہونا لازم ہے، یہ اولین بات! ایسا کیوں کہ ہم دوسرے کے بارے میں سب کچھ نہیں جان سکتے، جب جاننا ضروری ہے اور وہ دوسرا قصوروار گردانا جا رہا ہے!.. معلوم نہیں، کیا کا کیا کہہ گیا، الجھ گیا۔ آپ نے میرے ہوش اڑا دئے ہیں... کہیں اب بھی اس کی صورت بالکل ویسی تو نہیں ہے، جیسی وہاں سے نکل بھاگتے وقت تھی؟ ہاں، سچ، قصور میرا ہی ہے! زیادہ تر یہی قرین‌قیاس ہے کہ ساری غلطی میری ہے! معلوم نہیں، قصور کیا ہے، لیکن قصوروار ضرور ہوں میں... اس معاملے میں کوئی ایسی چیز ہے جو میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا ایوگینی پاولووچ، اس کےلئے لفظ نہیں ملتے... مگر اگلایا بی‌بی سمجھ جائیں‌گی! افوہ، مجھے ہمیشہ یقین رہا کہ وہ سمجھ جائیں‌گی۔''

''نہیں، پرنس، وہ نہیں سمجھیں‌گی! اگلایا ایوانوونا نے محبت کی تھی عورت کی طرح، انسان کی طرح، کسی... غیبی روح کی طرح نہیں۔ ایک بات کہوں میرے بچارے پرنس، گمان غالب تو یہ ہے کہ آپ کو نہ اس سے محبت تھی کبھی، نہ اس سے محبت تھی!''

''کہہ نہیں سکتا... ممکن ہے۔ عین ممکن ہے۔ آپ کے

بیان میں بہت کچھ درست تھا ایوگینی صاحب۔ آپ نہایت دانا شخص ہیں ایوگینی صاحب، ہا، میرا سر تو پھر درد کرنے لگا۔ چلئے، وہیں چلتے ہیں! خدا کےلئے، آپ کو خدا کا واسطہ، چلئے!،،

''کہہ تو چکا میں آپ سے، وہ آجکل پاولوفسک میں نہیں ہیں۔ کولمینا چلے گئے وہ لوگ۔ ،،

''تو کولمینا چلتے ہیں۔ ابھی چلتے ہیں بس!،،

''ناممکن!،، ایوگینی پاولووچ نے اٹھتے ہوئے ''ناممکن،، کا لفظ کافی کھینچ کر کہا۔

''سنئے، خط لکھتا ہوں، وہ تو پہنچا دیں گے آپ!،،

''نہیں پرنس، یہ بھی نہیں۔ مجھے یہ ذمہ‌داری مت سونپئے۔ مجھ سے نہیں ہوگا!،،

دونوں جدا ہوگئے۔ ایوگینی پاولووچ عجب طرح کی رائے لے کر رخصت ہوا۔ اس نے سوچا کہ پرنس کی عقل کا کوئی پرزہ ڈھیلا ہے۔ بھلا اس کا کیا مطلب کہ ''وہ چہرہ،،۔ اس چہرے سے وہ ڈرتا بھی ہے اور اس قدر پیار بھی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہ اگلایا کے بغیر وہ شاید واقعی جان سے ہاتھ دھولے۔ اور ممکن ہے اگلایا کو کبھی پتہ ہی نہ چل پائے کہ وہ اس کی محبت میں اتنا محو ہے! ہا، ہا! یہ کیسا رہا کہ بیک‌وقت دو دو سے محبت؟ دو قسم کی مختلف محبتیں ہیں کسی طرح کی؟ دلچسپ بات ہے... بچارا ایڈیٹ!.. اب اس کا کیا بنےگا؟

۱۰

پرنس بہرحال اپنی شادی کے وقت تک مرا نہیں، نہ جاگتے میں، نہ سوتے میں، جیساکہ ایوگینی پاولووچ سے کہا تھا۔ ممکن ہے واقعی اسے اچھی نیند نہ آئی ہو، برے برے خواب دیکھے ہوں۔ لیکن دن کے وقت جب لوگوں میں ہوتا تو بہت اچھے موڈ میں بلکہ خوش خوش نظر آتا تھا، صرف بعض اوقات سوچ میں گم ہو جاتا، وہ بھی تب جب تنہا ہو۔ شادی کی جلدی مچی ہوئی تھی۔ جس دن ایوگینی پاولووچ ہوکر گیا، اس کے کوئی ہفتہ بھر بعد کی تاریخ طے تھی۔ شادی کی ایسی جلدی تھی کہ پرنس کے بہترین

دوست، اگر تھے بھی تو، اس کم‌بخت الٹی کھوپڑی کو ''بچانے،، کی ساری کوششوں سے ھاتھ اٹھا لیتے۔ افواھیں سننے میں آئیں کہ ایوگینی پاولووچ کی آمد میں کسی حد تک جنرل ایوان فیودرووچ اور ان کی بیوی بیگم لیزاویتا کا ھاتھ بھی تھا۔ اب اگر وہ دونوں اپنے دل کی بےپناہ شرافت کے مارے اس قابل رحم دیوانے کو اندھے کنویں میں گرنے سے بچانا چاھتے بھی ھوں گے تو صرف اسی کمزور سلسلہ جنبانی کی حد تک قدم بڑھا سکتے تھے۔ اس سے آگے زوردار ترکیب کرنے کی نہ ان کی پوزیشن اجازت دیتی تھی، نہ دلی آرزو (جو قدرتی امر تھا)۔ ھم پہلے بتا چکے ھیں کہ پرنس کے حلقے کے لوگ بھی کسی قدر اس کے خلاف ھوگئے تھے۔ لیبیدیف کی بیٹی ویرا کے بس میں یہی تھا کہ اکیلے میں ٹسوے بہایا کرے اور یہ کہ زیادہ تر اپنی طرف کے مکان میں رھا کرے۔ اب وہ پرنس کو جھانکنے بھی پہلے سے کم ھی آنے لگی۔ اس درمیان کولیا نے باپ کو کفنانے دفنانے کی رسم انجام دی۔ بڑے میاں دل کے پہلے حملے کے آٹھ دن بعد دوسرے حملے سے جاں‌بحق ھو گئے۔ پرنس نے اس خاندان کی غمی میں بڑھ چڑھ کر شرکت کی اور شروع کے دنوں میں کئی کئی گھنٹے سوگوار نینا کے گھر میں گزارتا رھا۔ جنازے اور گرجا گھر کی رسموں میں بھی شریک ھوا۔ کافی لوگوں کی نظر گئی کہ جو پبلک گرجا گھر میں موجود تھی، پرنس کے آتے اور جاتے وقت آپ سے آپ کانا پھوسی کرنے لگی۔ سڑکوں پر اور باغ میں یہی ھوا۔ جب بھی وہ پیدل یا سواری پر گزرتا تو لوگ بات کرنے لگتے، اسے نام رکھتے، انگلیاں اٹھنے لگتیں اور نستاسیا فلی‌پوونا کا نام سنائی دیتا تھا۔ مرحوم کے کفن دفن کے وقت نستاسیا کی تلاش تھی، مگر کہیں نظر نہ آئی۔ کپتان کی بیوی بھی موجود نہیں تھی جسے عین وقت پر لیبیدیف نے کہہ سن کر وھاں آنے سے روک دیا تھا۔ نماز جنازہ کا پرنس پر زبردست اور تکلیف‌دہ اثر پڑا۔ لیبیدیف کے کسی سوال کے جواب میں گرجا گھر کے اندر ھی پرنس بتا چکا تھا کہ روسی عقیدے کی مسیحی نماز جنازہ پر شرکت کا یہ پہلا اتفاق ھے، البتہ بچپن میں ایک دفعہ اور کسی گاؤں کے چرچ میں ایسا موقع یاد پڑتا ھے۔

''جی جناب، کیا ٹھیک وھی آدمی تابوت میں نہیں لیٹا ھوا

ہے جسے ہم نے حال میں ہی اپنا چیرمین چنا تھا؟ یاد ہے آپ کو؟،،
لیبیدیف نے پرنس سے سرگوشی کی ''کس کی تلاش ہے؟،،
''نہیں، کسی کی نہیں - مجھے یوں لگا تھا کہ...،،
''رگوژین تو نہیں؟،،
''کیا وہ موجود ہے؟،،
''چرچ میں - ،،
''تبھی تو، مجھے اس کی آنکھیں سی نظر آئی تھیں،، پرنس نے الجھن میں پڑتے ہوئے کہا ''ہاں، تو، مگر وہ کیسے؟ کیا اسے بلایا گیا تھا؟،،
''سوچا بھی نہیں جا سکتا جی - اس سے تو کسی قسم کی جان پہچان تک نہ تھی - خیر، یہاں تو جناب، سبھی طرح کے لوگ ہیں - مگر آپ کو اتنی حیرت کاہے پر ہو رہی ہے؟ میری تو اس سے اکثر مڈبھیڑ ہو جاتی ہے - پچھلے ہفتے کوئی چار دفعہ یہیں پاولوفسک میں مل چکا ہوں اس سے - ،،
''مگر میں نے تو ایک دفعہ بھی صورت نہیں دیکھی... اس وقت سے اب تک،، پرنس نے دبے لفظوں میں کہا -
خود نستاسیا فلی پوونا نے چونکہ پرنس کو ایک دفعہ بھی نہیں بتایا تھا کہ ''اس وقت سے اب تک،، وہ رگوژین سے مل چکی ہے، تو پرنس نے یہی نتیجہ نکالا کہ رگوژین کسی سبب سے دیدہ و دانستہ آنکھیں چرا رہا ہے - وہ پورا دن اس نے سخت ادھیڑبن میں گزارا - نستاسیا جو تھی تو اس روز پورے دن اور آدھی رات گئے تک خلاف معمول بڑے مزے میں رہی -
کولیا جس نے باپ کی موت سے پہلے ہی پرنس سے صلح صفائی کرلی تھی، تجویز کیا کہ کیلر اور بردوفسکی کو شادی کے انتظام میں ساتھ رہنے کےلئے کہا جائے (کیونکہ معاملہ ٹھوس ہے اور فوری ہے) - اس نے یقین دلایا کہ کیلر ذرا سنبھل کر رہےگا، ممکن ہے ''اس کی ضرورت پڑجائے،، - اور بردوفسکی کے بارے میں کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہ تھی - وہ خود کم سخن اور خاکسار قسم کا آدمی تھا - نینا الیکساندرووونا اور لیبیدیف، دونوں نے پرنس کو ٹوکا کہ شادی کی ٹھان ہی لی ہے تو کم از کم یہاں پاولوفسک میں اس کی کیا ضرورت، وہ بھی ایسے وقت جب بنگلوں کا

سیزن ہے، پبلک میں ڈھول بجانا کیا ضرور؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ پیٹرسبورگ میں، اپنے گھر پر ہی یہ رسم انجام دے دی جائے؟ پرنس اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ سارے خدشے کاہے کی نشاندھی کر رہے ہیں، لیکن وہ ہر ایک کو ٹکا سا مختصر سا جواب دےدیتا کہ نستاسیا فلی‌پوونا کا یہی اصرار ہے۔

دوسرے دن کیلر پرنس کے پاس آپہنچا، اسے اطلاع دی گئی کہ تم پرنس کے دم قدم کے ساتھ رہوگے۔ اندر قدم رکھنے سے پہلے وہ ڈیوڑھی میں رکا اور جیسے ہی پرنس کو دیکھا، داھنے ھاتھ کی انگشت شہادت اوپر اٹھائی اور قسم کھانے کے انداز میں چیخا:

''میں نہیں پیتا!،،

پھر وہ پرنس کے پاس پہنچا، دونوں ھاتھ تھام لئے، زور سے دبائے اور اعلان کیا کہ اس میں شک نہیں کہ وہ شروع میں، جیسے ہی سنا، پرنس سے فرنٹ ہوگیا تھا، بلیرڈ ٹیبل پر لوگوں کے سامنے کہہ بھی ڈالا، اس کا کوئی اور سبب نہیں، سوائے اس کے کہ دوست کی بےصبری کے ساتھ ہر روز پرنس کےلئے ایک ہی تمنا رکھتا تھا، وہ دن دیکھنے کا آرزومند تھا کہ اس کی شادی ہو تو کسی پرنسس دی روھان سے تو ہو۔ مگر اب خود دیکھ لیا کہ پرنس نے کم سے کم بارہ گنا، ''ان سب کو جوڑ لو،، تو ان سے بارہ گنا زیادہ شریفانہ ارادہ کیا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ پرنس کو نہ چمک دمک کی حاجت، نہ دولت و حشمت کی احتیاج، اسے تو صرف کھراپن چاھئے! اوپر کے خاص خاص لوگوں کا دست شفقت اس کی نظر میں معمولی ہے، ویسے کہئے تو وہ خود اپنی علمیت کی بدولت بلند رتبہ ہے، اسے کیا ضرورت خاص ہستی بننے کی! ''مگر یہ لفنگے اور ہر قماش کے بدذات، دوسری طرح دیکھتے ہیں۔ شہر میں، گھروں میں، محفلوں میں، بنگلوں اور بینڈ اسٹینڈ پر، شراب خانوں اور بلیرڈ کی میزوں پر، جہاں دیکھو، وہی ایک رٹ ہے، ہر ایک کی زبان سے ذکر سن لو اس واقعے کا جو ہونےوالا ہے۔ سنا ہے کہ کھڑکیوں کے نیچے ہڑبونگ مچانے کی تیاری ہو رہی ہے، شادی کی پہلی رات کو ہی۔ اگر پرنس صاحب، ایک شریف ایماندار آدمی کا پستول آپ کے کام آسکے تو آدھے درجن شریفانہ شاٹ

داغنے کو تیار ہوں اس سے قبل کہ آپ بستر عروسی سے برآمد ہوں، رات گزار کر۔،، اس کا مشورہ یہ بھی تھا کہ گرجاگھر سے نکلتے وقت، بنگلے کے احاطے میں آگ بجھانےوالا پائپ بھی تیار رہے، کیونکہ پیاسوں کا ایک بڑا ریلا آنے کا خطرہ ہے۔ لیکن لیبیدیف نے اس تجویز کی مخالفت کی: کہتا ہے کہ ''اگر کہیں فائر پائپ استعمال ہوا تو لوگ اس مکان کا تنکہ تنکہ کر ڈالیں گے،،۔

''یہ جو لیبیدیف ہے نا، یہ پرنس صاحب، آپ کے خلاف جوڑ توڑ میں لگا رہتا ہے قسم خدا کی! یہ لوگ اس فکر میں ہیں کہ آپ کو سرکاری سرپرستی میں رکھوا دیں، آپ ذرا تصور تو فرمائیے۔ آپ کی آزادانہ مرضی اور مال و دولت سمیت رکھوائیں، اور یہی دو چیزیں تو ہیں جو ہم میں سے ہر ایک کو چوپایوں سے ممتاز کرتی ہیں! میں نے سنا ہے، خود اپنے کانوں سے سنا، سو فیصد سچ مانئے!،،

پرنس کو یاد آیا کہ اسی قسم کی کوئی بات وہ پہلے بھی سن‌چکا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس نے ادھر توجہ نہیں کی تھی۔ اب بھی وہ صرف ہنس دیا اور اس کان سنی، اس کان اڑا دی۔ واقعی لیبیدیف چند روز سے کسی چکر میں تھا۔ یہ شخص جو بھی حساب جماتا، وہ من کی موج میں آکر جماتا، غیرضروری جوش کے سبب اس میں الجھنیں بڑھتی جاتیں، گرھیں پڑتیں اور اصل نقطے سے ہٹ کر وہ کہیں کا کہیں بکھرتا چلا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ زندگی میں اسے کچھ خاص ھاتھ نہیں آیا۔ بعد میں جب وہ تقریباً شادی کے دن پرنس کے پاس آیا اور پشیمانی لئے ہوئے آیا (یہ اس کی پرانی عادت تھی کہ جس کے خلاف جوڑ توڑ میں لگا ہوا ہوتا تھا، اسی کے سامنے پشیمانی کے ساتھ اقرار کرنے پہنچ جاتا، خصوصاً اگر اس کی چال الٹی پڑی ہو تو) آتے ہی اس نے پرنس کو بتایا کہ پیدا تو ہوا تھا ٹالیران، لیکن نجانے کس طرح سے صرف لیبیدیف ہوکر رہ گیا۔ اس کے بعد سارے کھیل کا نقشہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا اور پرنس کو اس اطلاع سے بےانتہا دلچسپی ہو گئی۔ لیبیدیف کے الفاظ میں ہوا یوں کہ پہلے تو بڑی بڑی اہم ہستیوں کی سرپرستی حاصل کرنے کی کوشش شروع ہوئی، جن کا ضرورت پڑنے پر سہارا لیا جائے۔ اس غرض سے وہ جنرل ایوان فیودرووچ یپانچین کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ جنرل صاحب بوکھلائے ہوئے تھے، اس ''نوجوان،، پرنس کا بھلا ضرور چاہتے تھے لیکن صاف کہہ دیا کہ ''اسے مصیبت میں پڑنے سے بچانے کی جتنی بھی خواہش ہو لیکن اپنی طرف سے کچھ کرنا انھیں زیب نہیں دیتا،،۔ بیگم لیزاویتا نہ اس کی سننے پر آمادہ تھیں، نہ اس کی صورت دیکھنے کو تیار۔ ایوگینی پاولووچ اور پرنس ش۔ نے بے تعلقی سے ہاتھ جھٹک دئیے۔ اس پر بھی لیبیدیف نے ہمت نہیں ہاری، ایک بڑے پہنچے ہوئے، معزز بزرگوار قانون داں سے رجوع کیا جو لیبیدیف کے خاص ملنے والے اور تقریباً خیرخواہ ہوتے تھے۔ انھوں نے سن کر کہا کہ ہاں یہ کارروائی عین ممکن ہے بشرطیکہ ایسے معتبر گواہ مل جائیں جو پرنس کے خلل دماغ کی اور ذہن ماؤف ہونے کی پکی گواہی دے سکیں اور خاص بات یہ کہ کوئی بڑی ہستی اس قضیے کے سر پر ہاتھ بھی رکھ دے۔ لیبیدیف اس پر بھی دل‌برداشتہ نہیں ہوا اور ایک مرتبہ کسی ڈاکٹر کو پرنس کے پاس لے آیا۔ ڈاکٹر ایک معزز بزرگ تھا، جو یہیں بنگلے میں رہتا تھا، سینٹ آننا کا خطاب یافتہ تھا۔ وہ صرف اس غرض سے لایا گیا کہ خود، یوں کہئے کہ موقع کا معائنہ کرلے، پرنس کو دیکھ بھال لے اور فی‌الحال سرکاری نہیں، بلکہ یوں کہئے کہ صرف آپس کے طور پر اس کے متعلق اپنا اندازہ بتا دے۔ پرنس کو اپنے یہاں اس ڈاکٹر کا آنا یاد تھا۔ یہ بھی یاد آیا کہ لیبیدیف نے اس سے پہلے ہی پرنس کو بار بار جتانا شروع کردیا تھا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ اور جب پرنس نے دوادارو سے قطعی انکار کردیا تو ایک دم وہ ڈاکٹر کے ساتھ آپہنچا، بہانہ یہ کیا کہ دونوں سیدھے مسٹر تیرنتئیف کے یہاں سے آرہے ہیں۔ مریض کی حالت خراب ہے اور ڈاکٹر کی خواہش تھی کہ مریض کے بارے میں پرنس کو کچھ بتانا ہے۔ پرنس نے لیبیدیف کے اس عمل کو سراہا اور ڈاکٹر کی بڑی آؤبھگت کی۔ فوراً مریض ایپولیت کے بارے میں بات‌چیت ہونے لگی۔ ڈاکٹر نے اصرار سے چاہا کہ پرنس اسے خودکشی کی کوشش والا وہ واقعہ پوری تفصیل سے سنا دے، اور پرنس نے اپنے بیان سے، واقعے کی تفصیلات سے اسے بالکل پرچالیا۔ پھر پیترسبورگ کی آب و ہوا کا ذکر نکل آیا، پرنس کی بیماری کا، سوئٹزرلینڈ اور ڈاکٹر شنیڈر کا قصہ

چلا۔ ڈاکٹر شنیڈر کے طریق علاج اور پرنس کے دوسرے بیانات سے اس عمررسیدہ ڈاکٹر کو اس قدر دلچسپی ہوگئی کہ وہ دو گھنٹے یہیں بیٹھا رہا، پرنس کے نہایت قیمتی سگار پھونکے گیا۔ لیبیدیف کی طرف سے لذیذ برانڈی بھی آ گئی جو ویرا لے کر آئی تھی۔ اور حالانکہ خود شادی‌شدہ اور گھربار والا آدمی تھا، ویرا پر اس نے تعریفوں کی اتنی بوچھار کی کہ لڑکی کو ڈاکٹر سے گھن آنے لگی۔ آخر جب پرنس کے یہاں سے اچھا بھلا رخصت ہونے لگا تو لیبیدیف سے کہا کہ اگر اس طرح کے لوگوں کو عدالتی سرپرستی میں لیا جانے لگے تو کون رہ جائےگا جو سرپرست بنے؟ لیبیدیف نے توجہ دلائی کہ عنقریب کیا واقعہ پیش آنےوالا ہے تو ڈاکٹر نے شرارت بھرے چالاک انداز میں گردن ہلائی اور آخر کہہ ڈالا کہ اس میں کہنے سننے کی کیا گنجائش ''کون کس سے شادی کرتا ہے، کیا کرے،، ' اور جہاں تک اس نے سنا ہے، ''دیوانہ بنا دینےوالی ہستی غیرمعمولی حسن کے علاوہ، جو کسی بھی صاحب جائداد کو مبتلا کرسکتا ہے، خود بھی کچھ کم دولت کی مالک نہیں، توتسکی اور رگوژین سے جو مال ملا، وہ ہے، اس کے علاوہ ہیرے، موتی، شال اور فرنیچر ہے۔ لہذا جو انتخاب ہوا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ پرنس کے بارے میں، یوں کہئے کہ، کسی خاص ذہنی فتور کا پتہ نہیں دیتا، بلکہ اس کے برعکس شہادت دیتا ہے نہایت ہوشیار، زیرک دنیاداری کی سمجھ اور دور تک حساب جمانے کی، مطلب یہ کہ اگر اس سے نتیجہ نکالا جائے تو الٹا نتیجہ نکلنے کی زیادہ گنجائش ہے جو پوری طرح پرنس کے حق میں جاتا ہے،،... اس خیال نے لیبیدیف کے ہوش اڑا دئے۔ وہ یہیں اٹک کر رہ گیا اور اب پرنس سے یہ کہنا ہے کہ ''آئندہ جاں‌نثاری اور آپ کی خاطر خون بہا دینے کے علاوہ مجھ سے کوئی بات آپ نہیں دیکھیں گے۔ یہی کہنے حاضر ہوا ہوں۔،،

ادھر کے چند روز اپپولیت کی طرف بھی پرنس کی توجہ بٹی رہی۔ اکثر اس کی طرف سے بلاوے آنے لگے۔ وہ لوگ نزدیک ہی رہتے تھے ایک چھوٹے سے مکان میں۔ اپپولیت کے بھائی بہن، چھوٹے بچے کم از کم یہاں بنگلے کے ہونے سے اس بات پر خوش تھے کہ مکان کے ساتھ باغ لگا ہوا ہے جہاں وہ مریض سے جان بچا سکتے ہیں۔ غریب بیوہ کپتان پوری طرح اپنے بیمار بیٹے کی مرضی کی پابند

تھی اور اسی کی خاطر مر مٹی تھی۔ پرنس کو آئے دن ان کے ہاں جانا اور ملاپ کرانا پڑتا تھا۔ مریض اب بھی برابر اسے اپنی ''آپا،، کہے جاتا تھا اور ساتھ ہی کسی صورت آمادہ نہ تھا کہ ملاپ کرانے والے بچولئے کی حیثیت میں اس سے اپنی نفرت ترک کردے۔ اسے کولیا سے بھی سخت شکایت تھی اس بات کی کہ اس نے ادھر کا رخ کرنا ہی قریب قریب چھوڑ دیا تھا۔ پہلے تو وہ بستر مرگ پر پڑے ہوئے باپ کے پاس رہا اور پھر بیوہ ماں کی خبرگیری میں۔ آخر میں اس نے نستاسیا اور پرنس کی جوڑی کو پھبتیوں کا نشانہ بنا لیا اور انجام کار اس کی اتنی توہین کی کہ اپنے سے دور کرلیا۔ پرنس نے اس کے گھر جانا چھوڑ دیا۔ دو دن میں صبح سویرے کپتان کی بیوہ آنکھوں میں آنسو بھرے پرنس کے پاس دوڑی ہوئی اور منت سماجت کرنے لگی کہ ہمارے گھر چلئے، ورنہ وہ مجھے جیتے جی مار ڈالے گا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ایپولیت کوئی بڑی راز کی بات آپ سے کہنے کو بےقرار ہے۔ پرنس چلا گیا۔ ایپولیت اس سے صلح صفائی کرلینا چاہتا تھا۔ رونے لگا، آنسو خشک ہوئے تو، جیسا کہ ہونا تھا، اور بھی بپھر گیا، لیکن ہمت نہ پڑی کہ اپنا زہر اگل دے۔ اس کی حالت بگڑ چکی تھی اور آثار بتا رہے تھے کہ اب دنیا سے جانےوالا ہے۔ راز کی کوئی بات نہیں تھی سوائے چند تنبیہوں کے، جو یوں کہنا چاہئے کہ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ زبان تک آئیں (ممکن ہے دکھانے کی خاطر) یہ کہ ''رگوژین سے بچے رہنا،،۔ ''دیکھئے وہ ایسا آدمی ہے کہ اپنا حق ہرگز نہیں چھوڑنے کا، پرنس، آپ اور میں اس کے جوڑ کے نہیں ہیں۔ وہ جس بات کی ٹھان لے، بےدھڑک کر گزرےگا...،، وغیرہ وغیرہ۔ پرنس اس سے اور تفصیل کریدنے لگا، کچھ اور ٹھوس باتیں معلوم کرنی چاہیں، مگر وہاں ٹھوس بات کا پتہ ہی نہیں تھا سوائے اس کے کہ ذاتی احساس اور خود اپنے تاثرات۔ اپنا جی ٹھنڈا کرتے ہوئے ایپولیت نے گفتگو تمام کی ایسی بات پر کہ پرنس پر خوف طاری ہوگیا۔ شروع میں تو پرنس نے اس کے بعض دوٹوک سوالوں کا جواب ہی نہیں دیا۔ بلکہ ان مشوروں پر صرف مسکراتا رہا کہ: ''ہو سکے تو ملک سے باہر فرار کرجانا چاہئے، ہر جگہ روسی پادری موجود ہیں، وہاں بھی نکاح پڑھوایا جا سکتا ہے،،۔ کہتے کہتے وہ اس

خیال پر پہنچ کر تھا: ''مجھے تو صرف اگلایا ایوانوونا کا ڈر ہے۔ رگوژین کو معلوم ہے کہ آپ ان صاحب‌زادی سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ تو محبت کا بدلہ محبت۔ آپ نے رگوژین سے نستاسیا فلی‌پوونا چھین لی، وہ اگلایا کی جان لے لے گا۔ اگرچہ اب وہ آپ کی نہیں رہی ہیں، پھر بھی صدمہ تو آپ کو زبردست پہنچے گا، کیوں، ہے نا؟،، ایپولیت کی غرض پوری ہو گئی۔ پرنس اس کے پاس سے چلا تو بدحواس تھا۔

رگوژین کی بابت یہ اندیشے عین اس وقت ظاہر ہوئے جب شادی کا دن سر پر تھا۔ اسی شام، رسم نکاح سے پہلے آخری بار پرنس نستاسیا فلی‌پوونا سے ملا۔ مگر وہ اس عالم میں نہیں تھی کہ اسے تسکین دے سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس ان آخری دنوں میں تو اس کا اضطراب برابر بڑھتا جارہا تھا۔ پہلے، یعنی ادھر چند روز پہلے تک جب بھی پرنس سے ملتی، ہر ملاقات میں سارے جتن کیا کرتی تھی کہ اس کا موڈ بنائے، جی بہلائے، اس کی افسردہ صورت سے بہت گھبراتی تھی۔ اس کی خاطر گانے تک کو تیار ہوجاتی، ہنسی مذاق کی جتنی باتیں یاد آتیں، زیادہ‌تر وہی سناتی رہتی تھی۔ پرنس ہمیشہ ایسی شکل بنا لیتا تھا جیسے بہت ہنسی آرہی ہے اور بعض اوقات تو واقعی جی کھول کر ہنس پڑتا تھا اس تیز ذہانت اور نکھرے ہوئے ذوق پر جو کبھی لذت بیان میں محو ہوتے وقت اس پر طاری ہوجاتی تھی، اور ایسا اکثر ہوا کرتا تھا۔ پرنس کو ہنستے مسکراتے دیکھ کر، اسے متاثر پاکر، وہ جھومنے لگتی تھی اور فخر کے مارے پھولی نہ سماتی تھی۔ لیکن اب کچھ اور ہی عالم تھا، رنج اور فکرمندی ایک ایک گھڑی بڑھتی جا رہی تھی۔ نستاسیا کے بارے میں اس کے خیالات ایک جگہ ٹھیرے ہوئے تھے، ورنہ، ظاہر ہے کہ، وہ دیکھ لیتا کہ اب اس کی ہر بات ایک معمہ بنتی جارہی تھی، سمجھ سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔ مگر اسے خلوص دل سے یقین تھا کہ اب بھی وہ نئی زندگی پاسکتی ہے۔ ایوگینی پاولوویچ سے یہ کہنے میں پرنس بالکل حق‌بجانب تھا کہ دل سے اسے چاہتا ہے، بھرپور محبت کرتا ہے، نستاسیا سے اسے جو محبت ہے اس میں دراصل وہ جذبہ بھی شامل ہے جو کسی قابل رحم اور ایسے بیمار بچے کے لئے ہوتا ہے جسے اس کے حال پر نہ چھوڑا

جاسکے۔ اس نے کبھی کسی سے نستاسیا کے متعلق اپنے حقیقی جذبات کا اظہار نہ کیا تھا، بلکہ دوران گفتگو میں اگر پہلو بچائے نہ بنتی تب بھی اس کا ذکر زبان پر لانا اسے ناپسند تھا۔ وہ اور نستاسیا ساتھ بیٹھے ہوتے تو کبھی ''اس جذبے،، کے بارے میں لب کشائی نہ کرتے، گویا دونوں نے اس سے پہلوتہی کا عہد کر رکھا ہو۔ ان دونوں کی عام بات‌چیت میں، مزیدار اور جاندار بات‌چیت میں، جس کا جی چاہتا، شریک ہوسکتا تھا۔ داریا بعد میں بتاتی تھی کہ ان تمام دنوں کے دوران وہ ان لوگوں کو دیکھ دیکھ کر لطف لیتی اور خوش ہوا کرتی تھی۔

نستاسیا فلی‌پوونا کی دلی اور ذہنی حالت پر جو نظر پہنچی، اس نے پرنس کا خیال کئی ایک دوسری الجھنوں سے کسی حد تک ہٹائے رکھا۔ اب تو وہ بالکل ہی دوسری عورت تھی، وہ نہیں جسے تین مہینے پہلے جانتا تھا۔ اب اس نے دماغ پر زور ہی نہیں دیا کہ، مثلاً یہ کیوں‌کہ تب تو وہ شادی کی تجویز پر اسے چھوڑکر، روتی ہوئی، برا بھلا کہتی، کوستی ہوئی بھاگ گئی تھی اور اب خود شادی کی جلدی مچائے ہوئے ہے؟ ''مطلب یہ کہ تب کی طرح اب اسے یہ اندیشہ نہیں رہا کہ اگر شادی کی تو اس کے لئے مصیبت بن جائےگی،، پرنس نے سوچا۔ اپنی ذات پر گم‌شدہ اعتماد کا اتنی جلدی بحال ہوجانا، پرنس کے خیال میں، قدرتی امر تو ہونے سے رہا۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ صرف اگلایا سے نفرت نے اس میں اتنا اعتماد بھردیا ہو: نستاسیا میں احساس کا مادہ اس سے کہیں گہرا تھا۔ کہیں رگوژین سے شادی کے خیال سے خوفزدہ ہوجانا تو اس کی وجہ نہیں؟ مختصر یہ کہ یہاں کوئی ایک نہیں، بلکہ یہ ساری اور ان کے علاوہ اور بھی وجہیں شامل رہی ہوں‌گی، لیکن اب اس پر یہ زیادہ سے زیادہ صاف ہوچکا تھا کہ یہاں اصل بات وہ ہے جو اسے بہت زمانے سے کھٹک رہی تھی اور وہ یہ کہ بےچاری دکھی آتما اب اور نہیں سہہ سکتی۔ اگرچہ اس خیال نے دوسری الجھنوں کا بوجھ اپنے طور پر دماغ سے ہلکا کردیا، لیکن ان دنوں نہ اس سے دل کو چین نصیب ہونےوالا تھا، نہ یہ آرام ملنے کی کوئی سبیل تھی۔ کسی کسی وقت وہ کوشش کرتا کہ کوئی فکر دماغ میں راہ نہ پائے۔ شادی کو واقعی اس نے کوئی ایسی چیز سمجھ لیا

تھا جیسے یہ ایک عام سا رسمی معاملہ ہے۔ خود اپنی تقدیر کی قیمت اس نے بہت ہی کم لگائی تھی۔ رہا اس پر انگلیوں کا اٹھنا، نکتہ‌چینیاں وغیرہ، جیسے ایوگینی پاولووچ سے بات ہوئی، تو یہ طے تھا کہ اس کے پاس کوئی جواب صفائی نہیں ہے۔ وہ خود کو اس کا اہل ہی نہیں سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس قسم کی ہر گفتگو سے صاف پہلو بچا جاتا تھا۔

البتہ اس نے یہ نوٹ کرلیا کہ نستاسیا فلی‌پوونا خوب اچھی طرح جانتی اور سمجھتی ہے کہ پرنس کے لئے اگلایا کی کیا اہمیت ہے۔ ویسے تو وہ چپ رہی لیکن جب کبھی وہ شروع میں یپان‌چین‌والوں کے ہاں جانے کو تیار ہونے لگتا اور وہ اسے دیکھتی تو اس کا ''چہرہ،، نظر آجاتا تھا۔ وہ گھرانا پاواوفسک سے چلا گیا تو نستاسیا کا چہرہ کھل اٹھا۔ چاہے وہ کتنا ہی بےخیالی اور غفلت کا شکار رہا ہو لیکن یہ خیال اسے برابر چبھنے لگا تھا کہ نستاسیا اپنے جی میں ٹھان لےگی تو کوئی نہ کوئی ہنگامہ ایسا ضرور کھڑا کردےگی کہ اگلایا اس بستی سے چلی جائے۔ بنگلوں میں ہر جگہ اس شادی کا جو چرچا تھا، اس میں بھی یقیناً نستاسیا کا ہاتھ ہوگا تاکہ اپنی رقیب کو چوٹ دی جائے۔ یپان‌چین‌والوں سے چونکہ ملاقات مشکل تھی لہذا نستاسیا نے ایک بار پرنس کو اپنی فٹن میں بٹھا کر حکم دیا کہ گاڑی ٹھیک ان کے بنگلے کے پہلو سے نکالی جائے۔ پرنس کے لئے یہ بات بلائے ناگہانی تھی۔ اسے اپنے معمول کے مطابق ہوش تب آیا جب اصلاح کی گنجائش نہ رہ گئی اور گاڑی بالکل ہی کھڑکیوں کے پاس پہنچ گئی۔ اس وقت تو وہ خاموش رہا لیکن بعد میں برابر دو دن بیماری نے پکڑے رکھا۔ نستاسیا نے یہ تجربہ پھر نہیں دھرایا۔ شادی سے قبل کے آخری دنوں میں وہ فکروں میں ڈوبی رہنے لگی۔ ہمیشہ انت اس پر ہوتا کہ وہ اپنی اداسی پر قابو پا لیتی، پھر ہنسنا ہنسانا شروع کردیتی، مگر ذرا نیچے سروں میں، اتنے شور پکار کے ساتھ نہیں، اس طرح دلی خوشی کے ساتھ نہیں جیسے ابھی کچھ پہلے اس کا معمول تھا۔ پرنس نے توجہ دگنی کردی۔ اسے یہ خلش رہنے لگی کہ نستاسیا کبھی رگوژین کا ذکر ہی زبان پر نہیں لاتی۔ صرف ایک بار، شادی کے مقررہ دن سے پانچ روز پہلے بنگلے والی داریا کے یہاں سے آدمی دوڑا آیا کہ فوراً

پہنچنا ہے کیونکہ نستاسیا کی طبیعت بہت بگڑی ہوئی ہے۔ جا کر اسے ایسے عالم میں پایا جیسے دماغ بالکل ماؤف ہوچکا ہو: وہ چیخیں مار رہی تھی، لرز رہی تھی، آسمان سر پر اٹھا کر رکھا تھا کہ رگوژین یہیں بنگلے میں، کہیں پارک میں چھپا ہوا ہے، ابھی ابھی نظر پڑا ہے، وہ جان سے مار ڈالے گا رات کو... اس کے ٹکڑے کر دے گا! دن گزر گیا اور اسے قرار نہ آیا۔ لیکن اسی شام، جب پرنس کھڑے کھڑے ایپولیت کو دیکھنے گیا تو ایپولیت کی بیوہ ماں نے، جو اپنے کام دھام سے شہر گئی ہوئی تھی اور تبھی واپس آئی تھی، بیان کیا کہ پیترسبورگ میں رگوژین آج ہی اس کے گھر آیا تھا اور پاولوفسک کے احوال پوچھ رہا تھا۔ پرنس نے جب وہاں اس کی آمد کا ٹھیک ٹھیک وقت دریافت کیا تو وہی وقت نکلا جس میں نستاسیا کے کہنے کے مطابق اسے اپنے مکان کے باغیچے میں نظر پڑا تھا۔ بات صاف ہوگئی کہ یہاں رگوژین نہیں، صرف فریب نظر تھا۔ نستاسیا خود اس عورت کے گھر گئی ذرا تفصیل سے معلوم کرنے کے لئے اور اسے پوری طرح قرار آگیا۔

شادی سے پہلے کی شام پرنس نستاسیا کو بہت شاندار موڈ میں چھوڑ کر آیا تھا۔ پیترسبورگ سے ہار سنگار والوں کے یہاں سے کل کی آرائش کا سامان، شادی کا جوڑا، ڈوپٹہ ٹوپی وغیرہ آگیا تھا۔ پرنس کو گمان تک نہ تھا کہ وہ سنگار کا سامان پا کر اس قدر ناچ اٹھےگی۔ وہ خود بڑھ بڑھ کر داد دینے لگا اور اس کی داد پر وہ اور بھی شاد ہو گئی۔ آخر دل کی بات زبان پر آئی: کان میں بھنک پڑ چکی تھی کہ شہر میں ناراضی عام ہے اور واقعی کچھ لفنگے غل غپاڑا کرنے، ہنگامہ مچانے پر آمادہ ہیں۔ گاتا بجاتا کوئی ٹولہ نکلےگا، شعر گائے جائیں‌گے جو خاص اسی موقع کے لئے جوڑے گئے ہیں اور اس تماشے کے پیچھے باقی بستی والوں کی تھوڑی بہت تھپکی شامل ہے۔ اس پر وہ اور بھی بھڑک اٹھی، جی چاہا کہ اور بھی سر اٹھا کر نکلے، اپنے ذوق کی نفاست اور دولت کے جلوے سے سبھوں کے دانت کھٹے کردے۔ ”ہے ہمت تو مچائیں شور، بجائیں سیٹیاں، دیکھ لوں‌گی!،، اس تصور سے ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ایک اور اندر کا ارمان بھی تھا، مگر اس کی زبان سے سننے میں نہیں آیا۔ اس نے اپنی جگہ سوچ رکھا تھا کہ اگلایا، نہیں تو اس

کی طرف کا کوئی آدمی اس مجمع میں ضرور گمنام حیثیت سے شامل ہوگا، گرجا گھر میں بھی ہوگا، سب کچھ دیکھے دکھائےگا اور اسی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا ھے۔ جب وہ پرنس سے رخصت ہوئی تو انھی خیالات میں غرق تھی۔ اس وقت رات کے گیارہ کا عمل ہوگا۔ ابھی آدھی رات نہ گئی تھی کہ داریا کے ھاں سے آدمی دوڑا ھوا آیا کہ ''جلدی چلئے، حالت بگڑ گئی ھے،،۔ پرنس نے دلھن کو اس عالم میں پایا کہ خوابگاہ میں اندر سے بند ھے، رو رھی ھے، غمزدہ ھے، خفقان کا دورہ پڑا ھے۔ دروازے کی جھری میں سے اسے پکارا گیا مگر اس نے سنا تک نہیں۔ آخر، جیسے تیسے دروازہ کھولا، صرف پرنس کو اندر آنے دیا اور پھر دروازے کی چٹخنی چڑھالی۔ وہ پرنس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گئی۔ (بعد میں داریا نے بتایا جس نے ذرا تاک جھانک کی تھی۔)

''میں یہ کیا کر رھی ھوں؟ میں کیا کر رھی ھوں! تمھارے ساتھ یہ کیا کررھی ھوں میں!،، وہ بےاختیار چیختی رھی اور کانپتی ھوئی اس کے قدموں سے لپٹ گئی۔

پرنس پورے گھنٹہ بھر وھیں اس کے پاس بیٹھا رھا۔ ھمیں نہیں معلوم ان میں کیا بات ھوئی۔ داریا کا کہنا ھے کہ دونوں جدا ھوئے تو مطمئن اور چین سے تھے۔ پرنس نے پھر اسی رات ایک دفعہ اور خیریت معلوم کرائی لیکن تب تک نستاسیا کی آنکھ لگ چکی تھی۔ صبح سویرے، جب وہ سو کر اٹھی تو یکے بعد دیگرے دو آدمی اور پرنس کی طرف سے داریا کے گھر آئے، جب تیسرا آیا تو یہ اطلاع لے کر لوٹا کہ ''نستاسیا کے پاس اس وقت پوری ایک کھیپ ھے پیٹرسبورگ کے فیشن اور سنگار کرنےوالوں کی۔ کل جو بیتی، اس کا نام و نشان تک نہیں۔ وہ بننے سجنے میں لگی ھوئی ھے، اس طرح کے سنگار کررھی ھے جو ایسی حسینہ کو ھی زیب دیتے شادی کے لئے۔ اور یہ کہ اب، ٹھیک اسی وقت مشورتی کانگرس بیٹھی ھے یہ طے کرنے کے لئے کہ کون کون سے ھیرے موتی پہنے جائیں اور کیسے پہنے جائیں۔،، پرنس کو بالکل چین پڑ گیا۔

بعد کی پوری روداد اس شادی کی ان لوگوں کی زبانی معلوم ھوئی ھے جو موقع پر موجود تھے اور اسے درست مانا جاسکتا ھے۔

اس روز شام کے آٹھ بجے شادی کی رسم قرار پائی تھی۔ نستاسیا فلی‌پوونا سات بجے سے ہی تیار ہو گئی تھی۔ گھنٹہ بھر پہلے سے لیبیدیف کے بنگلے کے چاروں طرف تماشائیوں کا مجمع بڑھتا گیا، خاص طور سے بھیڑ لگی داریا الیکسئی‌وِنا کے مکان کے پاس۔ سات بجے سے گرجا گھر میں لوگ بھرنے لگے۔ ویرا اور کولیا، دونوں کو پرنس کی طرف سے بڑا ڈر لگا ہوا تھا۔ گھر پر بھی انھیں انتظامی بھاگ دوڑ بہت کرنی تھی۔ پرنس کے کمروں میں انھوں نے مہمانوں کے بٹھانے اور تواضع کا سامان لگا دیا۔ یہ خیال تھا کہ عقد کی رسم انجام پانے کے بعد کسی قسم کی نشست نہیں ہوگی۔ ان لوگوں کے علاوہ، جن کی موجودگی رسم عقد کے وقت ضروری ہوتی ہے، لیبیدیف کے نام سے صرف پتیتسن میاں‌بیوی کو، گانیا کو، سینٹ آنتا کے خطاب‌یافتہ ڈاکٹر کو اور داریا کو دعوت دی گئی تھی۔ جب پرنس نے لیبیدیف کو کرید کر پوچھا کہ ڈاکٹر کو مدعو کرنے کی اسے کیوں سوجھی ''جب کہ اس سے تعارف نہ ہونے کے برابر ہے،، تو اس نے مزے لے کر جواب دیا ''آدمی خطاب‌یافتہ ہے۔ معزز ہستی ہے، رونق رہے‌گی جناب!،، پرنس نے سنا تو ہنس پڑا۔ کیلر اور بردوفسکی اس روز فراک کوٹ اور دستانوں میں تھے اور خاصے سلیقے سے پیش آرہے تھے۔ کیلر نے البتہ پرنس کو اور بعض اپنے اعتماد والوں کو کسی قدر فکر میں ڈال رکھا تھا کہ اس سے آمادہ پیکار ہونے کے آثار ٹپکے پڑتے تھے اور وہ تماشائیوں کو، جو گھر کے پاس مجمع لگائے ہوئے تھے، عداوت سے گھور گھور کر دیکھے جارہا تھا۔ آخر ساڑھے سات بجے پرنس چرچ کی طرف سوار ہوا۔ یہاں یہ بتاتے چلیں کہ پرنس اپنی طرف سے تقریب کی ایک بھی رسم، ایک بھی رواج کی تعمیل میں کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ سب کچھ کھلے خزانے، برملا اور ایسے انجام پایا جیسے ''ہونا چاہئے تھا،،۔ چرچ میں، ہجوم کی دھکا پیل سے گزر کر، جہاں لگاتار کاناپھوسی اور پبلک کی ہا ہو چل رہی تھی، کیلر کی رہبری میں، جبکہ وہ دائیں بائیں غصے کی نظریں پھینکتا قدم اٹھا رہا تھا، پرنس محراب و منبر کے پاس پہنچا اور ذرا دیر کو آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ کیلر اب دلہن کو لینے روانہ ہوا۔ وہاں داریا کے مکان کے پاس دیکھا تو نہ صرف یہ کہ پرنس کے گھروالے مجمع

سے دگنا، تگنا ہجوم تھا، بلکہ بیباکی میں بھی اس سے ڈبل نظر آتا تھا۔ زینے پر قدم رکھتے وقت اس کے کان میں اس طرح کے آوازے پڑے جو برداشت سے باہر تھے اور وہ سبق سکھانے کے ارادے سے پبلک کی طرف جھپٹنے ہی والا تھا مگر خوش‌قسمتی سے بردوفسکی نے اور مکان مالکہ داریا نے جو زینے سے لپکی تھی، اسے تھام لیا۔ دونوں نے پورا زور لگاکر اسے پکڑا اور کھینچ کھانچ کر اندر کمرے میں لے گئے۔ کیلر جھنجھلایا ہوا تھا۔ اسے جلدی تھی۔ نستاسیا اٹھی، چلتے چلتے پھر آئینے میں جھانکی۔ ''ترچھی،، مسکراہٹ سے بولی کہ، بقول کیلر، ''مردے کی طرح اس کا رنگ اڑا ہوا تھا،،۔ عقیدت کے ساتھ شبیہ کے سامنے جھکی اور زینے پر نکل آئی۔ اس کے دیدار پر آوازوں کا شور بلند ہوا۔ سچ یہ ہے کہ پہلے لمحے تو ہنسی قہقہے، تالیاں، دبی دبی سیٹیاں سنائی دی تھیں، لیکن لمحہ گزرا تو دوسری آوازیں بھی آنے لگیں:

''واہ، یہ ہوئی حسینہ!،، مجمع میں سے آوازیں۔

''نہ یہ پہلی ہے، نہ یہ آخری!،،

''ابے گدھو، سہرے میں سب چھپ جاتا ہے!،،

''نہیں، ایسی حسینہ چراغ لےکے ڈھونڈھو تو نہ ملے، ہررا!،، پاس کے لوگ پکارے۔

''رانی ہے! ایسی رانی پر تو میں جان وار دوں!،، کسی دفتری کلرک نے آوازہ کسا۔ ''زندگی ایک رات کے بدلے!..،،

نستاسیا فلی‌پوونا گھر سے نکلی تو واقعی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ لیکن یہ بڑی بڑی کالی آنکھیں انگاروں کی طرح ہجوم پر دہک رہی تھیں۔ مجمع ان آنکھوں کی تاب نہ لاسکا۔ غصے اور ناگواری کی جگہ واہ‌وا کے شور نے لےلی۔ فٹن کے دروازے کھل چکے تھے، کیلر نے دلھن کو سوار کرانے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا تھا کہ اتنے میں نستاسیا دھاڑی اور زینے سے سیدھی مجمع میں ڈوب گئی۔ اس کی طرف کے باراتی حیرت کے مارے سکتے میں رہ گئے۔ مجمع نستاسیا کے سامنے سے چھنٹ گیا اور زینے سے پانچ چھ قدم کے فاصلے پر ناگہاں رگوژین نظر آیا۔ نستاسیا نے اس ہجوم کے نرغے میں اسی کی نظر پکڑی تھی — دیوانوں کی طرح دوڑ کر وہ اس کے پاس گئی اور دونوں ہاتھ تھام لئے۔

''مجھے بچا لو! لےچلو! جہاں چاہو، لےچلو، ابھی!،،

رگوژین نے قریب قریب اسے ہاتھوں میں تھام لیا اور فٹن کے پاس پہنچایا۔ پھر ایک لمحے میں بٹوے سے سو روبل کا نوٹ نکالا، کوچوان کی طرف بڑھا کر بولا :

''سیدھے ریل کو! گاڑی پکڑلیں تو سو کا ایک اور!،،

پھر اچھل کر خود سوار ہوا اور اندر سے فٹن کا دروازہ بھیڑ لیا۔ کوچوان نے ذرا بھی ھچرمچر نہیں کی اور گھوڑوں کو چابک لگا دیا۔ کیلر بعد میں صفائی یوں دیتا تھا کہ سب کچھ آناً فاناً ھوگیا۔ ''ایک سیکنڈ اور جاتا تو میں سنبھل جاتا، یوں جانے نہ دیتا!،، حادثہ بیان کرتے وقت وہ زور دکھایا کرتا تھا۔ اس نے بردوفسکی کے ساتھ وھیں کھڑی ھوئی ایک گاڑی پکڑکر پیچھا کرنا چاھا، لیکن پھر راستے میں ھی ارادہ بدل دیا کہ ''بہرحال اب دیر ھوگئی۔ زور زبردستی سے کسی کو واپس نہیں لایا جاسکتا!،،

''اور پرنس خود بھی یہ نہ چاھتے!،، بدحواس بردوفسکی نے وجہ طے کردی۔

رگوژین اور نستاسیا گھوڑے دوڑاتے ھوئے وقت سے اسٹیشن پہنچ گئے۔ گاڑی سے اترکر جیسے ھی رگوژین ٹرین میں سوار ھونے لگا، اسے اتنا موقع مل گیا کہ برابر سے گزرتی ھوئی لڑکی کو روک لیا جو ایک پرانا، مگر معقول سا گہرے رنگ کا شلوکا اور ریشمی رومال سر پر ڈالے ھوئے تھی۔

''پچاس روبل میں یہ اپنا شلوکا دیتی ھو؟،، اور پچاس کی رقم ایک دم اس لڑکی کی طرف بڑھا دی۔

ابھی وہ اپنے حواس درست نہ کرپائی تھی، سمجھنے کی کوشش میں ھی تھی کہ رگوژین نے اس کے ھاتھ میں پچاس کا نوٹ رکھ دیا، رومال سمیت شلوکا اچکا اور اس سے نستاسیا کا سر اور شانے ڈھانک دئے۔ اس کا ضرورت سے زیادہ شاندار بناؤ سنگار آنکھوں میں کھب رھا تھا، پورے ڈبے کی توجہ اسی پر ٹھیر جاتی، تب جاکے وہ لڑکی سمجھ پائی کہ ایسی میم صاحب کے لئے اس کا پرانا، مفت برابر چیتھڑا کیوں، کس غرض سے خریدا گیا ھے۔

حادثے کا غلغلہ چرچ تک غیرمعمولی تیزی کے ساتھ پہنچ گیا۔ جب کیلر پرنس کی طرف بڑھ رہا تھا، بہت سارے لوگوں نے، جو اس کے لئے بالکل اجنبی تھے، اس پر سوالوں کی بوچھار کردی۔ زور زور سے بات‌چیت، سروں کا ہلنا، یہاں تک کہ ہنسی قہقہے، پھر بھی کوئی چرچ سے گیا نہیں۔ سب کو یہ دیکھنے کا شوق تھا کہ دیکھیں دولھا میاں پر اس خبر سے کیا گزرتی ہے۔ پرنس کا رنگ اڑگیا لیکن خبر خاموشی سے سنی اور بمشکل سنائی دینےوالی آواز میں صرف اتنا زبان سے نکلا: ''مجھے ڈر تو تھا مگر یہ گمان نہ تھا کہ ایسی نوبت پہنچےگی...،، پھر ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد آگے کہا ''سچ پوچھو تو... اس عورت کی سی حالت میں... ایسا ہونا قدرتی امر ہے،،۔ یہ تاثر ایسا تھا کہ خود کیلر بعد میں کہنے لگا کہ ''بےمثال فلسفہ،، ہے۔ پرنس چرچ سے نکلا، دیکھنے میں مطمئن اور ہشاش بشاش۔ بہت سے لوگوں کی نظر اس بات پر گئی اور بعد میں کافی چرچا رہا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ پرنس گھر پہنچنے اور جلد سے جلد تنہا رہنے کے لئے سخت بےچین تھا۔ لیکن لوگوں نے یہ اسے نصیب نہ ہونے دیا۔ اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں بعض مہمان بھی آن ڈٹے، جن میں پتیتسن، گاوریلا اور ان کے ساتھ وہ خطاب‌یافتہ ڈاکٹر بھی تھا جس نے ٹلنے کا نام نہیں لیا۔ اس کے علاوہ سارا گھر فالتو لوگوں سے گھرا ہوا تھا۔ اوپر تک پرنس کو آوازیں سنائی دے رہی تھیں کہ کیلر اور لیبیدیف بعض ایسے قطعی انجانے لوگوں سے بھڑے ہوئے ہیں، جو دیکھنے میں خاصے سفیدپوش مگر کسی بھی صورت سے اوپر برآمدے میں گھس پڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔ پرنس خود ان جھگڑنےوالوں کے پاس پہنچا، معلوم کیا کہ کیا معاملہ ہے، اور خوش سلیقگی سے لیبیدیف اور کیلر کو ایک طرف ہٹاکر، ایک صاحب سے، جو کافی بھاری بھرکم اور سفید بالوں والے آدمی تھے، شرافت کی بات چیت شروع کردی۔ یہ صاحب خود برآمدے کی سیڑھیوں پر پاؤں رکھے، دوسرے شوقینوں کی سربراہی کر رہے تھے، پرنس نے انھی کو دعوت دی کہ اندر اپنی تشریف‌آوری کی عزت بخشیں۔ یہ صاحب‌اول تو چکرائے، مگر پھر چلے ہی آئے۔ ان کے پیچھے دوسرا، پھر تیسرا۔ سارے ہجوم میں سے یہی کوئی سات آٹھ آدمی نکلے جو بڑھے اور

اندر آگئے۔ اندر آتے وقت وہ ذرا بےساختگی دکھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی خواستگار نہ نکلا اور زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ مجمع میں ان لوگوں پر، جو اندر آگئے تھے، رائےزنی ہونے لگی۔ جو آگئے تھے انہیں بٹھایا گیا، گفتگو چھیڑی گئی، چائے پیش کی گئی۔ یہ سب انتہائی تمیزداری سے، ادب سے، انکسار سے، کہ آنےوالوں کو کچھ تعجب ہوا۔ کئی بار کوشش ہوئی کہ بات چیت میں ذرا بشاشت آئے، وہ موضوع ''زیربحث،، کا رخ کرے، کئی نازیبا سوالات زبان پر لائے گئے، اور ''چبھتے ہوئے،، جملے کسے گئے۔ پرنس نے ان سب کا ایسی سادگی سے، ہنستے کھیلتے، اور ساتھ میں اتنی قابلیت سے، اپنے مہمانوں کی معقولیت پر ایسے اعتماد کے ساتھ جواب دئے کہ نازیبا سوالات آپ ہی آپ ٹھنڈے پڑ گئے۔ رفتہ رفتہ گفتگو سنجیدہ رخ اختیار کرتی گئی۔ ایک صاحب، کسی بات پر بات کرتے ہوئے ایک دم طیش میں آگئے اور قسمیں کھاکے کہنے لگے کہ چاہے کچھ ہوجائے، ہرگز اپنی جائداد فروخت نہیں کریں گے، بلکہ دنیا کا رنگ دیکھیں گے، ہاتھ روکیں گے، ''جائداد بہرحال نقد رقم سے بہتر،،۔ ''اور سنئے، سرکار مہربان، معلوم ہونا چاہئے کہ اسی میں ہے میرا اقتصادی نظام۔،، چونکہ یہ صاحب خاص پرنس کو ہی مخاطب کر رہے تھے تو پرنس نے ذرا جوش سے ان کی پیٹھ ٹھونک دی، حالانکہ لیبیدیف نے کان میں پھونک دیا تھا کہ ان صاحب کے پاس نہ گھر، نہ در، جائداد کا تو کبھی کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ تقریباً گھنٹہ بھر گزر گیا، چائے نمٹ گئی، چائے کے بعد مہمانوں کو اور یہیں جمے رہنے سے شرم آنے لگی۔ ڈاکٹر اور وہ سفید بالوں والے بزرگ پرنس سے بڑے تپاک کے ساتھ رخصت ہوئے۔ اور سبھی لوگ جوش دکھاتے، شور مچاتے رخصت ہوگئے۔ خیر کے کلمات سے اسے نوازا گیا، کچھ اس قسم کی باتیں کہ ''غم کاہے کا، ممکن ہے اسی میں بھلائی چھپی ہو،، وغیرہ۔ بعضوں کی زبان پر شمپین کی فرمائش تک آگئی تھی مگر بڑوں نے چھوٹوں کو روک دیا۔ جب نووارد رخصت ہوچکے تو کیلر نے لیبیدیف کی طرف گردن جھکائی اور اظہار خیال کیا: ''ان کی جگہ ہم تم ہوتے تو آسمان سر پر اٹھا لیتے، مارپیٹ کرتے، اپنی رسوائی کرتے، پولیس بلوا لیتے۔ اور ایک

یہ ہیں کہ انھوں نے نئے دوست بنالئے، اور وہ بھی کیسے کیسے: میں ان صاحبان سے واقف ہوں۔،، لیبیدیف نے جو کافی ''پئے ہوئے،، تھا، لمبی سانس لی اور انجیل کے لفظوں میں بولا ''خداوندا، تو نے داناؤں اور ہوشمندوں سے چھپائے رکھا، گود کے بچوں پر ظاہر کردیا، یہ میں پہلے ہی بہت دنوں سے پرنس کے بارے میں کہتا آیا ہوں، مگر اب یہ بھی بڑھا دوں کہ خدایا، سب سے کمسن بچے کو بچالیا، اتھاہ غار میں گرنے سے بچالیا تو نے اور تیرے اولیائے کرام نے!،،

آخر ساڑھے دس بجے کے قریب پرنس کو لوگوں سے تنہائی نصیب ہوئی۔ اس کا سر درد کر رہا تھا۔ سب کے بعد میں کولیا گیا۔ وہ شادی کی پوشاک اتارکر گھر کے کپڑے پہننے میں پرنس کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ دونوں بڑے تپاک سے جدا ہوئے۔ کولیا نے آج کے واقعات کی تفصیل چھیڑی ہی نہیں تھی، وعدہ کرکے گیا کہ کل صبح سویرے آئے گا۔ بعد میں وہی تصدیق سے کہہ رہا تھا کہ آخری رخصت کے وقت پرنس نے اسے کسی طرح کی چیتاونی نہیں دی، مطلب یہ کہ اس سے اپنا ارادہ چھپائے رکھا۔ ذرا دیر میں گھر اوروں سے خالی ہوگیا۔ بردوفسکی ایپولیت کے ہاں چلا گیا، کیلر اور لیبیدیف کسی طرف منہ اٹھاکر چل دئے۔ صرف ویرا اور تھوڑی دیر ان کمروں میں رہی، خاص تقریب کےلئے سجے سجائے منظر کو روزمرہ کی ہیئت میں لانے کےلئے۔ جاتے وقت اس نے پرنس کی طرف جھانکا۔ وہ میز پر بیٹھا تھا دونوں کہنیاں ٹکائے اور ہاتھوں میں سر چھپائے ہوئے۔ وہ دبے پاؤں اس کے نزدیک آئی اور انگلی سے شانہ چھوکر دیکھا۔ پرنس نے بےخبری میں اسے نظر بھرکے دیکھا اور گویا کوئی بات یاد کرنے لگا۔ لیکن ہوش آیا اور دماغ نے کام کیا تو یکبارگی اس پر سخت اضطراب کا عالم طاری ہوگیا۔ اس کیفیت کا حاصل یہ کہ اس نے ویرا سے غیرمعمولی شدت کے ساتھ درخواست کی کہ کل صبح سات بجے وہ اس کا دروازہ کھٹکھٹا دے پہلی گاڑی پکڑنے کےلئے۔ ویرا نے وعدہ کرلیا۔ پرنس نے اسے تاکید سے کہا کہ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہونے پائے۔ اس نے یہ وعدہ بھی کرلیا۔ اور آخر جب وہ کمرے سے نکلنے کے لئے دروازہ کھول چکی تو پرنس نے اسے تیسری بار روکا، اس کے ہاتھ تھامے،

انہیں چوما، پھر ماتھا چوما اور کوئی ''غیر معمولی،، صورت نئے اس سے کہا ''اچھا، کل تک،،۔ ویرا نے بعد میں یہی بیان دیا۔ وہ نکلی تو اسے پرنس کی طرف سے بہت خوف تھا۔ صبح کو وہ ذرا تازہ دم تھی، جب سات بجے کے بعد، وعدے کے مطابق اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اطلاع دی کہ پیترسبورگ جانےوالی گاڑی پندرہ منٹ میں نکلنےوالی ہے۔ ویرا کو یوں نظر آیا کہ جب پرنس نے دروازہ کھولا تو وہ مزے میں تھا اور مسکرا بھی رہا تھا۔ رات کو لباس بھی نہیں اتارا، تاہم کچھ سو لیا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ شاید آج ہی واپسی ہو سکےگی۔ اس تمام قصے سے مطلب یہ نکلا کہ پرنس نے صرف ویرا کو اس قابل سمجھا، اور اس کی ضرورت سمجھی کہ اس لمحے اسی کو اطلاع دی جائے شہر پیترسبورگ کی طرف اپنی روانگی کی۔

۱۱

گھنٹہ بھر بعد وہ پیترسبورگ پہنچ گیا۔ نو بج چکے تھے جب اس نے رگوژین کے دروازے پر گھنٹی بجائی۔ وہ بڑے گیٹ سے اندر گیا تھا، دیر تک کسی نے دروازہ ہی نہیں کھولا۔ آخر رگوژین کی بوڑھی اماں کی طرف کے مکان کا دروازہ کھلا اور اس میں سے عمررسیدہ، صاف ستھری ملازمہ جھانکی۔

''رگوژین صاحب گھر پر نہیں ہیں،، دروازے میں سے ہی اس نے بتایا ''آپ کو کس کی تلاش ہے؟،،

''پرفیون سیمیونچ رگوژین کی۔ ،،

''وہ مکان پر نہیں ہیں۔ ،،

ملازمہ نے پرنس کو وحشت اور تجسس سے دیکھا۔

''کم از کم اتنا بتا دیجئے کہ رات کو یہیں مکان پر تھے؟ اور... کیا کل وہ تنہا گھر آئے تھے؟،،

ملازمہ دیکھتی رہی مگر جواب نہ دیا۔

''کیا ان کے ساتھ کل، یہاں... شام کو... نستاسیا فلی‌پوونا تو نہیں آئی تھیں؟،،

''معاف کیجئے، اتنا بتا دیجئے کہ آپ کون صاحب ہوتے ہیں؟''
''میں پرنس لیو نکولائیوِچ میشکن ہوں۔ ہم میں بہت اچھی جان پہچان ہے۔''
''وہ گھر پر نہیں ہیں۔''
ملازمہ نے آنکھیں جھکالیں۔
''اور نستاسیا؟''
''مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔''
''ذرا ٹھیرئے، ٹھیرئے، بتا سکتی ہیں کب تک واپسی ہوگی ان کی؟''
''ہمیں یہ بھی نہیں معلوم۔''
دروازے پھر بند ہو گئے۔
پرنس نے سوچا کہ گھنٹہ بھر بعد پھر آئے۔ احاطے میں نظر دوڑائی تو چوکیدار دکھائی دیا۔
''پرفیون سیمیونچ صاحب گھر پر ہیں؟''
''جی ہاں۔''
''تو پھر مجھے کیسے بتایا کہ گھر پر نہیں ہیں؟''
''ان کے ہاں سے بتایا گیا ہے؟''
''نہیں، ان کی والدہ کی ملازمہ نے کہا۔ خود ان کی طرف گھنٹی بجائی، کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔''
''ممکن ہے باہر گئے ہوں'' چوکیدار نے طے کیا ''بتاکے تھوڑئی جاتے ہیں۔ کبھی تو چابی بھی ساتھ لےجاتے ہیں۔ کمروں پر تین تین دن تالے پڑے رہتے ہیں۔''
''شاید تمھیں خبر ہو، کل تھے وہ گھر پر؟''
''تھے تو۔ بعضے وقت بڑے دروازے سے آجاتے ہیں۔ دکھائی نہیں پڑتے۔''
''کیا کل نستاسیا فلیپوونا ان کے ساتھ نہیں تھیں؟''
''یہ ہمیں کیا معلوم جی۔ بہت کرکے تو وہ ادھر آتی نہیں۔ جانوں، آتی جاتی تو ہمیں خبر بھی لگتی جی۔''
پرنس باہر آیا اور تھوڑی دیر سوچ میں ڈوبا ہوا فٹ پاتھ پر چلتا رہا۔ جن کمروں میں رگوژین کی رہائش تھی ان کی کھڑکیاں اب بھی بند تھیں۔ باقی آدھے حصے کی کھڑکیاں، جو ماں کے قبضے

میں تھا، تقریباً سبھی چوپٹ کھلی تھیں۔ مطلع صاف تھا اور موسم گرم۔ پرنس نے سڑک پار کی، سامنے کے فٹ‌پاتھ پر گیا اور پھر وہاں سے کھڑکیوں پر نظر ڈالنے کے لئے رکا۔ دیکھا کہ وہ بند ھی نہیں بلکہ قریب قریب سب پر سفید جھلملی چڑھی ہوئی تھی۔

وہ منٹ بھر کھڑا رہا اور — عجیب بات — اچانک یوں لگا کہ ایک جھلملی کا کنارہ اٹھا اور اس میں سے رگوژین کا چہرہ جھانکا۔ جھانکا اور پلک جھپکتے میں نظر سے اوجھل ھوگیا۔ ذرا دیر تو وھیں ٹھیرا، پھر سوچا کہ چل کر پھر گھنٹی بجائی جائے۔ مگر پھر ارادہ بدل گیا اور گھنٹہ بھر کےلئے یہ عمل ملتوی کیا۔ ''کون جانے، کہیں یہ محض فریب‌نظر نہ ہو...،،

اصل بات یہ تھی کہ اسماعیلوفسکی بیرکوں‌والے علاقے میں جلدی سے پہنچا جائے جہاں کچھ دن پہلے نستاسیا کا فلیٹ تھا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ جب وہ خود اس کے کہنے پر پاولوفسک چھوڑکر تین ہفتہ پہلے یہاں آگئی تھی تو اسی علاقے میں اپنی ایک پرانی خوش‌مزاج ملاقاتی کے یہاں ٹھیری تھی جو کسی ٹیچر کی بیوہ، گھربار اور عزت آبرو والی خاتون ھے، اپنی طرف سے اچھا، عمدہ فرنیچر بھی دیتی ھے اور یہی قریب قریب اس کا ذریعۂ معاش ھے۔ قیاس کہتا تھا کہ جب نستاسیا یہاں سے اٹھ‌کر پاولوفسک واپس گئی تو یہ مکان اپنے نام رکھا ھوگا۔ یقینی معلوم ھوتا ھے کہ کل جب رگوژین اسے لےکر آیا تو یہیں اس مکان پر پہنچایا ھوگا، رات کو یہیں رھی ھوگی۔ پرنس نے گھوڑا گاڑی بلائی۔ راستے میں خیال آیا کہ یہیں سے شروع کرنا چاھئے تھا۔ کیونکہ رات گئے سیدھے رگوژین کے ھاں نستاسیا کا پہنچ جانا عقل سے بعید تھا۔ اسی ضمن میں چوکیدار کے وہ الفاظ یاد آئے کہ نستاسیا فلی‌پوونا بہت کرکے تو ادھر آتی نہیں۔ اگر تب ادھر اکثر نہیں آتی تھی تو اب وہ آپ سے آپ رگوژین کے ھاں کس بنیاد پر ٹھیرنے لگی۔ خود کو ان باتوں سے تسلی دیتا ھوا آخر اسماعیلوفسکی بیرکوں والے علاقے میں پہنچا تو نیم‌جاں ھوچکا تھا۔

ماسٹرنی کے ھاں پہنچ کر وہ بالکل بھونچکا رہ گیا۔ نہ کل نستاسیا کی کوئی خیرخبر تھی، نہ آج، مگر وہ لوگ ایسے دوڑے ھوئے

اسے دیکھنے آئے جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو - وہ بہت سارے بال بچے، سات سے پندرہ سال تک کی لڑکیاں ماں کے پیچھے لین‌ڈوری لگائے گھر سے نکل پڑیں، اسے گھیر لیا اور منہ کھولے اسے تکنے لگیں - ان کے پیچھے سوکھی ماری زردرو چچی بھی سر پر کالا رومال ڈالے آئی اور پھر نانی اماں کے نکل پڑنے کی باری تھی، بوڑھی کھوسٹ آنکھوں پر عینک - بچوں کی ماں نے جب بہت کہا کہ وہ اندر آجائے، ذرا دم لے تو وہ مان گیا - اس نے فوراً بھانپ لیا کہ وہ اسے خوب پہچانتے ہیں، خاص طور سے انہیں معلوم ہے کہ کل تو اس کی شادی کا دن تھا، اب کرید کرید کر پتہ چلانے کے لئے مرے جاتے ہیں کہ شادی کا کیا ہوا اور یہ کیا طرفہ تماشا ہے کہ وہ ان سے پتہ پوچھنے آیا ہے اس عورت کا جو، کچھ بھی ہوتا، مگر اسی کے ساتھ پاولوفسک میں ہونی چاہئے تھی - پوچھتے ہوئے انہیں حجاب مانع ہو رہا تھا - اپنی شادی کے متعلق اس نے مختصر طور پر ان کے اشتیاق کو تسکین پہنچائی - سنتے وقت حیرت، ہائے وائے، آہ اور کراہ دیکھ کر اسے مجبوراً باقی داستان بھی سنانی پڑی، اگرچہ ظاہر ہے کہ موٹے موٹے واقعات ہی بیان کئے - آخر دور کی کوڑی لانے والی اور بےتاب ہوجانےوالی زنانہ کونسل نے طے کیا کہ چاہے کچھ سہی، ہر حال میں رگوژین کا دروازہ ہی پیٹنا چاہئے اور اسی کے منہ سے ٹھیک ٹھیک ماجرا جاننا چاہئے - اگر وہ گھر پر نہ ہو (جس کی پہلے ہی تحقیق لازم ہے) یا وہ بتانا نہ چاہے تو سیمیونوفسکی بیرکوں والے علاقے میں اس جرمن لیڈی کے ہاں جایا جائے جو نستاسیا کی ملنےوالی ہے اور اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہے - ممکن ہے نستاسیا اپنی بےقراری میں اور دنیا کی نظر سے بچنے کی خاطر وہاں رات گزارنے چلی گئی ہو - پرنس تھک کر ہلکان ہوچکا تھا - بعد میں ان عورتوں نے اس کے بارے میں بتایا "کاٹو تو لہو نہیں بدن میں"- واقعی اس کے گھٹنے جواب دے چکے تھے - آخر بلا کی آئیں بائیں شائیں میں سے یہ ایک بات اس نے نکالی کہ وہ آپس میں ایک دوسری کو راضی کر رہی ہیں کہ مشکل میں اس کا ہاتھ بٹائیں اور اسی لئے شہر میں اس کی قیامگاہ کا پتہ پوچھتی ہیں - پتہ کوئی مقررہ تھا نہیں - تو انہوں نے مشورہ دیا کہ کہیں ہوٹل میں ٹھیر جائے - پرنس نے دماغ پر زور دے کر

اس ہوٹل کا پتہ نکالا جہاں وہ پہلے ٹھیرچکا تھا۔ وہیں جہاں پانچ ہفتے پہلے اس پر مرگی کا دورہ پڑگیا تھا۔ یہاں سے رگوژین کے گھر کا رخ کیا۔ اس بار نہ صرف یہ کہ رگوژین کا دروازہ بند پایا بلکہ اس کی ماں کے یہاں کا دروازہ بھی کسی نے نہ کھولا۔ پرنس چوکیدار کی تلاش میں گھوما، وہ بمشکل احاطے میں ہاتھ آیا۔ اپنے کسی کام میں تھا، نہ ٹھیک سے جواب دیتا تھا، نہ نظر اٹھاکر دیکھنے کو تیار تھا، لیکن جوں توں کام کی بات بتائی کہ رگوژین صاحب ''صبح سویرے گھر سے نکلے ہیں، پاولوفسک کی طرف سوار ہوئے ہیں، آج ان کی واپسی نہیں ہوگی۔ ''

''خیر، میں انتظار کئے لیتا ہوں۔ شاید شام تک آجائیں۔ ''

''اور کیا خبر، ہفتہ بھر نہ آئیں، ان کا کیا پتہ!''

''مطلب یہ کہ رات یہیں، گھر پر گزاری؟''

''رات کی بات رات کے ساتھ...''

یہ سب مشکوک اور کھوٹی بات تھی۔ عین ممکن تھا کہ چوکیدار نے اس اثنا میں نئی ہدایات حاصل کرلی ہوں: گھنٹہ بھر پہلے تو باتیں بنا رہا تھا اور اب مڑکے نہیں دیکھتا۔ پرنس نے طے کیا کہ پھر کوئی دو گھنٹے بعد چکر لگایا جائے اور ضرورت دیکھے تو مکان پر نظر رکھے۔ ابھی اس جرمن لیڈی کے ہاں کچھ امید نظر آتی تھی اس لئے ادھر سیمیونوفسکی بیرکوں‌والے علاقے کی طرف چل پڑا۔

وہاں تو پرنس کی بات ہی کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ ادھر ادھر کی باتوں سے کسی قدر یہ جھلکا کہ اس جرمن حسینہ کا پندرہ، سترہ دن پہلے نستاسیا سے جھگڑا ہوگیا تھا۔ لہذا ان دنوں کی اسے نستاسیا کے بارے میں کوئی خیرخبر نہیں اور پورا زور لگا دیا اس نے یہ سمجھانے میں کہ اب بھی اس کی بابت کچھ سننا نہیں چاہتی، ''میری بلا سے، وہ دنیا بھر کے پرنسوں سے شادی رچاتی پھرے''۔ پرنس جلدی جلدی وہاں سے نکلا۔ اتنے میں اسے خیال آیا کہ تعجب نہیں جو وہ پہلے کی طرح پھر ماسکو روانہ ہوگئی ہو اور رگوژین یا تو اس کے تعاقب میں، یا اس کے ساتھ ساتھ

گیا ہو۔ ''اور کچھ نہیں تو کوئی سراغ ہی مل جائے!،، یاد آیا کہ کسی مسافر خانے میں ٹھکانا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ لیتےئنایا اسٹریٹ گیا۔ پہنچتے ہی کمرہ مل گیا۔ بیرے نے دریافت کیا کہ ناشتے کا سامان کیا جائے؟ بےخیالی میں اس نے ہاں کردی اور جب صورت حال پر نظر گئی تو اپنے اوپر بڑا طیش آیا کہ کھانے وغیرہ میں وہ آدھ گھنٹے خواہ مخواہ اٹک جائے گا۔ وقت گزرا تو سمجھ میں آیا کہ کھانے کے لئے ٹھیرے رہنے اور کھانا کھانے کا نہ کوئی موقع محل ہے، نہ اس کی ضرورت۔ اس غلیظ اور گھٹے ہوئے کوریڈور میں عجب سنسنی سی دوڑ گئی، ایسی کیفیت جو اذیت‌ناک طور پر کسی خیال میں ڈھلنے کو بےتاب تھی۔ مگر وہ بالکل اندازہ نہ کرسکا کہ یہ تازہ خلش‌انگیز خیال دراصل ہے کیا۔ انجام کار وہ سرائے سے نکلا تو اپنے حواس میں نہیں تھا۔ سر گھوم رہا تھا — مگر جانا کہاں؟ رگوژین کی ہی طرف منہ اٹھائے چل دیا۔

رگوژین ابھی واپس نہ آیا تھا۔ گھنٹی بجنے پر دروازہ نہ کھلا۔ ماں کی طرف والے مکان میں گھنٹی بجائی۔ وہاں دروازہ کھلا تو وہی جواب کہ صاحب نہیں ہیں۔ شاید تین دن اور نہ آئیں۔ پرنس کے لئے یہ بات تکلیف‌دہ تھی کہ پہلے کی طرح اس بار بھی اسے وحشت اور تجسس سے دیکھا گیا۔ اس بار چوکیدار بھی کہیں نہیں ملا۔ اس دفعہ بھی پھر وہاں سامنے کے فٹ‌پاتھ پر گیا، کھڑکیوں کو دیکھا اور آدھ گھنٹے یا اس سے بھی زیادہ سخت تپش میں فٹ‌پاتھ پر ہی گھومتا رہا۔ اب کے کہیں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ کھڑکیاں نہیں کھلیں، جھلملی حرکت میں نہیں آئی۔ آخر یہ خیال قائم ہوا کہ تھوڑی دیر پہلے بھی وہ فریب‌نظر رہا ہوگا کیونکہ کھڑکیاں اتنی غلیظ اور اتنے دنوں کی میل کھائی ہوئی نظر آتی تھیں کہ اگر کوئی سچ‌مچ شیشے کے پیچھے سے دیکھے بھی تو کچھ نظر نہ آئے۔ اس خیال سے دل کو راحت دے‌کر وہ پھر اسماعیلوفسکی بیرکوں‌والے علاقے میں ماسٹرنی کے ہاں چل دیا۔

وہاں اس کا انتظار ہو رہا تھا۔ ماسٹرنی تین چار جگہ ہو آئی تھی، رگوژین کے ہاں کا بھی پھیرا کرلیا تھا۔ مگر کہیں نام و نشان نہ ملا۔ پرنس چپ‌چاپ سنتا رہا، اندر گیا، صوفے پر بیٹھا

سب کی صورتیں تکتا رہا جیسے عقل کام نہ کر رہی ہو کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ عجیب بات: ابھی تو انتہائی چوکنا اور بھی اتنا خودفراموش کہ انتہا سے زیادہ۔ بعد میں پورے خاندان کی رائے یہ تھی کہ اس روز وہ عجب ''بےتکا،، سا آدمی لگ رہا تھا، یہاں تک کہ ''تبھی سارے آثار پائے جاتے تھے،، اس کے، جو پیش آیا۔ آخر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور چاہا کہ وہ کمرے دکھا دئے جائیں جن میں نستاسیا رہ گئی ہے۔ یہ دو بڑے بڑے، روشن اور اونچی‌دیواروں کے کمرے تھے، اچھے خاصے فرنیچر سے آراستہ اور معقول کرائے پر اٹھنےوالے۔ اس مکان کی خواتین بعد میں بتاتی تھیں کہ پرنس کمرے کی ایک ایک چیز بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ میز پر ایک کتاب کھلی پڑی تھی جو کرائے پر کتاب دینےوالی لائبریری سے آئی ہوگی۔ نوٹ کیا کہ یہ فرانسیسی ناول تھا ''مادام بواری،،۔ اس صفحے کو توجہ سے دیکھا جس پر کتاب کھلی رکھی تھی، اجازت چاہی کہ کتاب لےجائے، اور حالانکہ وہ لوگ روکتے رہے کہ لائبریری کی ہے، پھر بھی فوراً اپنی جیب میں ڈال لی۔ پھر کھلی کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا اور تاش کھیلنے کی چھوٹی سی میز کو دیکھ‌کر، جس پر چاک سے حساب لکھا تھا، پوچھنے لگا کہ یہاں تاش کون کھیل رہا تھا۔ بتایا گیا کہ یہاں نستاسیا فلی‌پوونا روز شام کو رگوژین کے ساتھ سمپلٹن، پری‌فرینس، وسٹ اور تاش کی دوسری بازیاں کھیلا کرتی تھی۔ تاش کا نمبر بالکل آخری دنوں میں آیا جب وہ پاولوفسک سے پیترسبورگ آئی ہوئی تھی کیونکہ نستاسیا کو ہر وقت بور ہونے کی شکایت رہنے لگی، رگوژین رات گئے تک منہ سئے بیٹھا رہتا تھا، کسی موضوع پر اس سے بولا ہی نہیں جاتا تھا، اور نستاسیا اکثر روتی رہتی۔ یہ سلسلہ چلا تو دوسرے دن رگوژین نے جیب سے تاش کی گڈی نکالی۔ اس پر نستاسیا ہنس پڑی اور دونوں تاش کھیلنے لگے۔ پرنس نے دریافت کیا کہ وہ تاش کہاں ہیں جن سے کھیلا جاتا تھا؟ مگر تاش کی تلاش ناکام رہی۔ معمول یہ رہا تھا کہ رگوژین روز اپنی جیب میں تاش لاتا، ہر روز نئی گڈی لاتا اور اٹھا لےجاتا تھا۔

ان عورتوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ پھر ایک دفعہ رگوژین کے ہاں جائے، زور زور سے دروازہ پیٹے، مگر ابھی نہیں، شام ہونے

کے بعد۔ ''ممکن ہے گھر پر ہی ملے۔،، خود ماسٹرنی نے ذمہ لیا کہ اس درمیان میں شام سے پہلے پاولوفسک جائےگی اور داریا الیکسئیونا سے معلوم کرےگی کہ کچھ اتہ‌پتہ ہے کیا؟ پرنس سے ان لوگوں نے کہا کہ آپ کوئی دس بجے ادھر ہوتے جائیے تاکہ کل کے پروگرام کی بات طے ہوجائے۔ حالانکہ ہر طرح کی تسلی دی جارہی تھی، امید دلائی جارہی تھی، پھر بھی پرنس کی روح پر بھرپور اداسی غالب آگئی۔ دل ناقابل بیان حد تک ڈوبا ہوا تھا۔ اسی حالت میں وہ پیدل چلتا چلتا مسافرخانے تک آیا۔ گرمی کے موسم کا غبار آلود اور گھٹا ہوا پیترسبورگ اسے شکنجے میں کسے دے رہا تھا۔ وہ بےرونق یا مدھوش لوگوں سے ٹکراتا، بچتا، ان کی صورتیں کھوئی ہوئی نظروں سے دیکھتا چلا جارہا تھا اور جتنا چلنا تھا، شاید اس سے بہت زیادہ چلتا رہا۔ جب وہ مسافرخانے کے کمرے میں داخل ہوا، رات ہوچلی تھی۔ سوچا کہ ان عورتوں کے مشورے کے مطابق، ذرا دم لےکر رگوژین کی طرف کا رخ کیا جائے۔ صوفے پر بیٹھا، دونوں کہنیاں میز پر ٹکالیں اور سوچ میں ڈوب گیا۔

خدا جانے وہ کتنی دیر تک اور کاہے کے بارے میں سوچتا رہا۔ بہت سی باتیں تھیں جن کا دھڑکا لگا ہوا تھا اور اس سے سخت اذیت بھی تھی کہ اس قدر خوف طاری ہے۔ دماغ میں ویرا آئی لیبیدیف کی بیٹی۔ پھر خیال آیا کہ ممکن ہے لیبیدیف کو اس سلسلے میں کچھ خبر ہو، اگر ابھی خبر نہیں تو وہ نسبتاً ذرا جلدی اور آسانی سے معلومات نکال سکتا ہے۔ پھر اسے اپپولیت یاد آیا اور یہ کہ رگوژین اپپولیت کے پاس گیا تھا۔ پھر خود رگوژین کا تصور بندھا۔ چند روز پہلے، جنازے پر رگوژین کا آنا، پھر پارک میں، اس کے بعد اچانک یہاں کوریڈور میں اس کا سامنا یاد آیا جب وہ ایک کونے میں اس کی تاک میں چاقو لئے چھپا ہوا تھا۔ اب اس کی آنکھیں یاد آرہی تھیں، جس طرح وہ آنکھیں گھپ اندھیرے میں چمکتی تھیں۔ پرنس کو جھرجھری آگئی۔ وہ خیال جو تب سے ذہن کے آس پاس کلبلا رہا تھا، وہ اب جاکر پوری طرح دماغ میں آگیا۔

وہ خیال جزوی طور پر یہ تھا کہ اگر رگوژین پیترسبورگ

میں ہے تو چاہے وہ فی‌الوقت چھپ رہا ہو، لیکن بہرحال یہ ہونےوالا ہے کہ خود اس کے پاس آئے اچھی یا بری نیت سے، خواہ اسی طرح جیسے وہ تب آیا تھا۔ اب اگر اس نے کسی بھی وجہ سے پرنس سے ملنے کی ضرورت جانی تو اور کہیں نہیں جاسکتا، یہیں آئےگا پھر اسی کوریڈور میں۔ پتہ میرا اسے معلوم نہیں۔ تو بہت ممکن ہے سوچے کہ پرنس پہلے والے مسافرخانے میں ٹھیرا ہوگا۔ کم‌ازکم یہ تو ہونا ہے کہ وہ یہاں تلاش کرنے آئے... اگر بہت ضروری سمجھا تو۔ اور کیا خبر، اس کی ضرورت پڑ ہی جائے؟

اس نے ایسے سوچا۔ اور یہی خیال اسے نجانے کیوں عین ممکن نظر آیا۔ اگر وہ اس کی گہرائی میں اور اترتا تو خود بھی دائیں بائیں جھانکنے لگتا کہ ایسا کیوں سوچا، ''بھلا ایک دم رگوژین کو اس کی ضرورت کیوں پیش آنے لگی اور آخر یوں ہونا کیوں ممکن نہیں کہ ان دونوں کا ملنا ہی نہ ہو؟،، مگر خیال تھا بڑا بوجھل: ''اگر سب ٹھیک ٹھاک رہا تو نہیں آئےگا،، اس نے سوچ لیا ''مگر فوراً دوڑا آئےگا اگر بات بگڑی تو۔ اور اس کی بات بگڑنے ہی والی ہے...،،

خیالات کے ایک رخ پر آجانے کے ساتھ پرنس کو اب یہی مناسب تھا کہ اسی جگہ اپنے کمرے میں رگوژین کی راہ دیکھے۔ مگر اپنے اس نئے خیال کی تاب لانا اس کے لئے دشوار ہوگیا تو وہ جھٹکے کے ساتھ اٹھا، ٹوپی اٹھائی اور تیزی سے نکل گیا۔ کوریڈور میں قریب قریب اندھیرا ہو گیا تھا۔ ''کیسا رہے، اگر وہ ابھی یکایک اس کونے سے نکل آئے اور مجھے زینے کے پاس پکڑلے؟،، یہ گمان بجلی کی طرح چمکا جب وہ اسی جانی پہچانی جگہ کے پاس پہنچا۔ مگر کوئی وہاں سے نہ نکلا۔ وہ گیٹ سے نکل کر باہر گیا اور فٹ‌پاتھ پر پہنچا۔ لوگوں کی دھکاپیل سے گزرتا ہوا چلا جو سرشام سڑکوں پر نکل آتے ہیں (جیسا کہ پیٹرسبورگ میں گرمی کی چھٹیوں میں عموماً ہوتا ہے) پرنس گروخوایا اسٹریٹ کی طرف جا رہا تھا۔ مسافرخانے سے ابھی کوئی پچاس قدم چلا ہوگا کہ پہلے چوراہے پر، ہجوم کے درمیان کسی نے اس کی کہنی چھوکر آدھی آواز میں، کان کے پاس منہ لاکر کہا:

''میشکن صاحب، چلے آؤ، برادر، میرے پیچھے۔ کام ہے۔''
وہ رگوژین تھا۔
عجیب بات: پرنس نے خوشی خوشی اس سے ایک دم بیان کرنا چاہا، لفظ منہ میں اٹکنے، ٹوٹنے لگے، کہ ابھی وہ مسافرخانے کے کوریڈور میں کیسے اس کی راہ تک رہا تھا۔
''میں وہیں تو تھا''، رگوژین نے ناگہاں جواب دیا ''چلتے ہیں اب۔''
پرنس اس جواب سے حیرت میں رہ گیا لیکن اسی عالم میں کم‌ازکم دو منٹ گزر گئے تب وہ اس جواب کی تہ میں اترا۔ سمجھتے ہی وہ سہم گیا اور رگوژین کو نظر گاڑ کر دیکھنے لگا۔ وہ کوئی آدھے قدم اس سے آگے آگے چل رہا تھا، اپنے سامنے دیکھتا ہوا قدم اٹھا رہا تھا، سامنے سے آنےوالوں کو دیکھے بغیر مشینی انداز میں راستہ چھوڑ دیتا تھا۔
''جب وہاں مسافرخانے میں آئے ہی تھے... تو تم نے کمرے میں کیوں نہ پوچھ لیا؟''، پرنس نے ایک دم پوچھا۔
رگوژین سن کر رکا، اسے نظر بھرکے دیکھا، کچھ سوچا اور اس طرح، جیسے سوال سمجھا نہ ہو، بولا:
''سنئے مسٹر لیو نکولائی‌وچ، تم یہاں سیدھے جاؤ، ٹھیک اس مکان تک، راستہ معلوم ہے نا؟ اور میں دوسری طرف سے آتا ہوں۔ ہاں دیکھنا، ہم دونوں کا ساتھ رہے...''
یہ کہہ کر اس نے سڑک پار کی، سامنے کے فٹ‌پاتھ پر گیا، وہاں سے دیکھا کہ پرنس آرہا ہے یا نہیں، اسے ایک جگہ تھمے ہوئے اور اپنی طرف کھلی نظروں سے دیکھتے ہوئے پایا تو ہاتھ ہلاکر گروخوایا اسٹریٹ کی طرف اشارہ کیا اور خود بڑھ گیا۔ باربار مڑکر پرنس کو دیکھتا جا رہا تھا اور اشارہ کررہا تھا کہ پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ یہ دیکھ کر وہ مطمئن ہوگیا کہ پرنس نے اشارہ سمجھ لیا اور سڑک پار کرکے اس کی طرف نہیں چل دیا۔ پرنس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ رگوژین کو کسی نہ کسی سے ملنا ہے، کہیں وہ شخص راستے میں نہ نکل جائے اس لئے سڑک پار کرکے ادھر چل رہا ہے۔ ''مگر مجھے بتایا کیوں نہیں کہ کس سے ملنا ہے؟''، اس طرح وہ دونوں کوئی پانچ سو قدم چلے ہوں گے کہ یکبارگی

پرنس کا سارا بدن کانپنے لگا۔ رگوژین اب بھی مڑمڑ کر دیکھے جا رہا تھا مگر تھوڑا وقفہ دے کر۔ پرنس سے ضبط نہ ہوسکا۔ اس نے ھاتھ اٹھا کر رگوژین کو اشارہ کردیا۔ اور وہ فوراً اس فٹ‌پاتھ پر اس کے پاس آگیا۔

''نستاسیا فلی‌پوونا کیا تمھارے یہاں ھے؟،،

''ھاں — میرے یہاں۔،،

''آج دن میں تمھی نے کھڑکی کے پردے میں سے مجھے دیکھا تھا؟،،

''میں نے...،،

''تو تم نے کیوں؟..،،

پرنس کو خبر نہ تھی کہ آگے کیا سوال کرنا ھے اور کیسے سوال مکمل کرنا ھے۔ اور پھر دل اس زور سے دھڑکنے لگا کہ بولنا مشکل ھوگیا۔ رگوژین بھی خاموش رھا اور اس کی طرف ویسے ھی دیکھتا رہ گیا، یعنی وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

''اچھا، میں چلا،، وہ ایک دم بولا اور سڑک پار کرکے اپنے فٹ‌پاتھ پر جانے کو آمادہ ھوا۔ ''اور تم اپنی طرف چلتے رھو۔ ھم سڑک پر الگ الگ چلتے جائیں... یہی بہتر ھے ھمارے لئے... الگ الگ فٹ‌پاتھوں سے... سمجھ گئے؟،،

آخر جب وہ دونوں الگ الگ فٹ‌پاتھوں سے گروخوایا اسٹریٹ کی طرف مڑے اور رگوژین کے مکان کے پاس پہنچنے کو ھوئے تو پرنس کی ٹانگیں پھر جواب دینے لگیں یہاں تک کہ قدم اٹھانا دشوار ھوگیا۔ شام کے دس بجنےوالے ھوں‌گے۔ مکان کے ماں والے حصے میں کھڑکیاں اب بھی ویسے ھی کھلی ھوئی تھیں اور رگوژین کی طرف والی ویسے ھی بند تھیں جیسے آج دن میں۔ شام کے جھٹپٹے میں ان کھڑکیوں پر پڑی ھوئی سفید جھلملی اور بھی نمایاں ھوگئی تھی۔ پرنس مکان کے پاس مخالف سمت کے فٹ‌پاتھ سے پہنچا۔ رگوژین نے اپنی طرف کے فٹ‌پاتھ سے سیڑھیوں پر قدم رکھا اور اسے ھاتھ کا اشارہ کیا۔ پرنس اس کے پاس آگیا۔

''اب چوکیدار کو میرے بارے میں معلوم نہیں کہ گھر واپس آگیا ھوں۔ اسے دن میں کہہ دیا تھا کہ پاولوفسک جارھا ھوں۔ اور ماں سے بھی یہی کہہ رکھا ھے،، اس نے چالاک اور

تقریباً اطمینان بھری مسکراہٹ کے ساتھ بتایا ''ہم اندر جائیں گے، کسی کو آہٹ نہ ہونے پائے۔''

اس کے ہاتھوں میں چابی تھی۔ زینے پر قدم رکھتے وقت وہ مڑا اور پرنس کو ڈرایا کہ خبردار آہٹ نہ ہونے پائے۔ دھیرے سے اپنی طرف کا دروازہ کھولا، پرنس کو اندر لے کر احتیاط سے دبے قدموں اس کے پیچھے آیا۔ دروازے پر اندر سے چٹخنی لگائی اور چابی جیب میں ڈال لی۔

''چلیں،'' اس نے کان میں کہا۔

لیتے ئنایا سڑک پر جب وہ فٹ‌پاتھ پر ہو لئے تھے، تب سے وہ برابر سرگوشی میں بات کررھا تھا۔ اپنے ظاھرا قرار و سکون کے باوجود اندر سے کسی گہری بےقراری میں مبتلا تھا۔ مطالعے کے کمرے سے پہلے جب بڑے ہال کمرے میں داخل ہوئے تو وہ کھڑکی کے پاس پہنچا اور پرنس کو رازدارانہ اشارے سے پاس بلایا:

''جب تم نے دن میں دروازے کی گھنٹی بجائی تھی، میں تبھی تاڑ گیا تھا کہ ہو نہ ہو، تمھی ہوگے۔ پنجوں کے بل دروازے کے پاس آیا اور کان لگائے تو تم پفنوتیونا سے بات کر رہے تھے۔ میں نے دن نکلنے سے پہلے ھی اس کو بول رکھا تھا کہ اگر تم ہوئے، یا تمھاری طرف کا کوئی اور، یا کوئی بھی ہووے میرا دروازہ ٹھونکے، مجھے پوچھے، تو کسی بھی صورت میں بتائیو نہیں، اور خاص کرکے جو تم خود آجاؤ، اور مجھے پوچھنے لگو تو تمھارا نام اسے بتا دیا تھا۔ پھر جب تم چلے گئے تو میرے دماغ میں آئی کہ سوچو، اور جو تم باھر کھڑے وے نظر گھما رہے ہو یا سڑک پر سے نگرانی کر رہے ہو تو؟ تب میں اس کھڑکی کے پاس آیا، ذرا جھلملی سرکائی، دیکھوں کیا کہ تم کھڑے ہو، اور سامنے سے مجھی کو دیکھ رہے ہو... یہ تھا سارا معاملہ۔''

''مگر نستاسیا... کہاں ہے؟'' پرنس نے سانس تھامتے ہوئے پوچھا۔

''یہیں ہے...'' رگوژین نے آہستہ جواب دیا۔ جواب دینے میں دم بھر ٹھیرا تھا۔

''کہاں؟،،

رگوژین نظر گاڑ کر پرنس کو دیکھنے لگا۔

'''چلو، چلتے ہیں...،،

وہ برابر سرگوشی میں بات کئے جا رہا تھا، دھیرے دھیرے اور دھیمے سروں میں۔ مگر پہلے جیسا اب بھی سوچ میں گم تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ کھڑکی اور جھلملی کا قصہ لے بیٹھا تو حالانکہ اسے پھیلایا بہت، پھر بھی نیت کچھ اور کہنے کی معلوم ہوتی تھی۔

مطالعے کے کمرے میں داخل ہوئے۔ جب پہلی بار پرنس یہاں آیا تھا تب سے اب تک اس کمرے میں کئی ایک تبدیلیاں ہوچکی تھیں۔ ایک سرے سے دوسرے تک سارے کمرے میں سبز رنگ کا، بھاری ریشمی پردہ کھنچا ہوا تھا جس کے دو کنارے تھے، دونوں میں سے کسی کو بھی کھینچا جا سکتا تھا اور اس طرح رگوژین کے چھپرکھٹ اور مطالعہ کی جگہ کو پردے کے ذریعے الگ کیا جا سکتا تھا۔ بھاری ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا جس سے داخلے کی راہ بند ہوگئی تھی۔ لیکن کمرے میں بہت اندھیرا تھا۔ پیترسبورگ کی گرمیوں‌والی ''سفید راتیں،، تاریک ہوچلی تھیں اور اگر پورے چاند کی رات نہ ہوتی تو رگوژین کے اس اندھیرے مکان میں، ریشم کے بھاری پردوں کے پیچھے کسی چیز کا نظر آجانا مشکل تھا۔ یہ صحیح ہے کہ چہرے پہچانے جاسکتے تھے، اگرچہ ذرا دھندلے دکھائی دیتے تھے۔ رگوژین کا چہرہ حسب معمول بےرنگ تھا، اس کی آنکھیں پرنس پر گڑی ہوئی تھیں، خوب چمک رہی تھیں، مگر اس طرح جیسے ان میں کوئی حرکت نہ ہو۔

''موم‌بتی جلا دی ہوتی،، پرنس نے کہا۔

''نہیں، ضرورت نہیں،، رگوژین نے جواب دیا اور پرنس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اسے کرسی کی طرف بڑھایا۔ خود سامنے بیٹھ گیا اور اپنی کرسی اتنی قریب کھینچ لی کہ پرنس اور اس کے گھٹنے چھونے لگے۔ ان کے درمیان، ذرا پہلو میں ایک گول تپائی پڑی تھی۔ ''بیٹھ جاؤ، ذرا دم لیں ہم،، اس نے کہا گویا وہ چین سے بیٹھنے پر راضی کر رہا ہے۔ منٹ بھر مکمل خاموشی رہی۔ ''میں تو پہلے ہی جانوں تھا کہ تم اسی والے مسافرخانے میں ٹکے ہوگے،، اس کے منہ سے نکلا، جیسے بعض اوقات برسرمطلب آتے وقت لوگ

ادھر ادھر کی فالتو تفصیلات سے شروع کرتے ھیں، جن کا اصل مدعا سے کوئی واسطہ نہیں ھوتا ''میں نے کوریڈور میں قدم رکھا ھی تھا کہ سوچا: لو، جی، اور جو وہ بیٹھا میرا راستہ دیکھتا ھو جیسے میں اس کا — ٹھیک اسی منٹ میں؟ تم وھاں ماسٹرنی کے گھر گئے تھے؟''

''گیا تھا''، دل اس زور سے دھڑ دھڑ کر رھا تھا کہ منہ سے لفظ نکالنا مشکل ھو گیا۔

''میں نے وھی سوچا۔ وھاں چرچا بہت ھوگا، میں جانوں... بعد میں پھر سوچوں کہ اسے رات کاٹنے کو یہیں بلا لاؤں کہ یہ رات ایک ساتھ...''

''رگوژین! نستاسیا فلی‌پوونا کہاں ھیں؟''، پرنس نے ایک دم زیرلب کہا اور وہ اٹھ کھڑا ھوا۔ بدن کا جوڑ جوڑ کانپ رھا تھا۔ رگوژین بھی اٹھا۔

''وھاں''، اس نے آھستہ سے کہا اور پردے کی طرف سر سے اشارہ کیا۔

''سو رھی ھیں کیا؟''

رگوژین پھر نظر گاڑ کر اسے دیکھنے لگا جیسے تھوڑی دیر پہلے دیکھ رھا تھا۔

''خیر، چلو، چلتے ھیں!.. مگر تم... چلو، چلتے ھیں!''

اس نے پردہ ھٹایا، ذرا ٹھیرا اور پھر پرنس کی طرف متوجہ ھوا۔

''جاؤ اندر!''، اس نے پردے کے پیچھے اشارہ کیا کہ تم پہلے آگے جاؤ۔ پرنس بڑھا۔

''یہاں تو اندھیرا ھے''، وہ بولا۔

''دکھائی تو دیتا ھے!''، رگوژین بڑبڑایا۔

''مجھے تو بس، پلنگ ھی...''

''ذرا نزدیک جاؤ نا''، رگوژین نے ٹھوکا دیا۔

پرنس اور نزدیک بڑھا۔ ایک قدم، دو قدم اور پھر تھم گیا۔ وہ کھڑا رھا، منٹ دو منٹ دیکھتا رھا۔ دونوں تمام وقت اسی پلنگ کے پاس کھڑے تھے۔ چپ چاپ۔ پرنس کا دل اتنے زور زور سے دھڑک رھا تھا کہ کمرے کے سناٹے میں آواز ھی سنائی دے جاتی۔ مگر اس نے سرھانے سے پائینتی تک ایک نظر ڈالی، تو اسے بستر

کا اندازہ ہو گیا - کوئی سویا ہوا تھا اور نیند میں بالکل بےحس و حرکت - نہ کہیں کوئی سرسراہٹ تھی، نہ سانس لینے کی آہٹ - نیند کا متوالا سر سے پاؤں تک سفید چادر لپیٹے پڑا تھا، اعضا الگ الگ پہچاننے میں نہیں آتے تھے - اونچ نیچ پر نظر کرنے سے صرف اتنا پتہ چلتا تھا کہ کوئی ہے جو پاؤں پھیلائے پڑا ہے - چاروں طرف بڑی بےترتیبی سے، بستر پر، پائینتی، پلنگ کے بالکل پہلو میں آرام کرسیوں پر، یہاں تک کہ فرش پر اتارا ہوا لباس پڑا تھا، نہایت قیمتی سفید سلک کا ڈریس، پھول، گوٹا کناری - سرہانے، چھوٹی سی تپائی پر بدن سے اتارے اور جھٹکے ہوئے زیورات پڑے تھے - پیروں میں فیتوں، جھالروں کے گچھے پڑے تھے، اور ان سفید جھالروں وغیرہ پر چادر کے نیچے سے برہنہ پاؤں کا ایک کونا نکلا ہوا معلوم ہوتا تھا - ایسا لگتا تھا کہ سنگ مرمر سے تراش کر رکھ دیا ہے اور بالکل ہی بےحس و حرکت ہے - پرنس نے اس پر نظر ڈالی اور محسوس کیا کہ وہ جتنا دیکھتا جاتا ہے، کمرے میں اتنا ہی مردنی اور سناٹے کی فضا گہری ہوتی جاتی ہے - اچانک ایک مکھی جاگ کر اٹھی، بھنبھنائی، بستر کے اوپر اڑی اور سرہانے جا کر بےآواز ہو گئی - پرنس لرز کر رہ گیا -

''چلو، باہر چلیں،، رگوژین نے اس کا ہاتھ چھوا -

دونوں نکلے، پھر انھی کرسیوں پر بیٹھ گئے، پھر اسی طرح آمنے سامنے - پرنس کے بدن کی تھرتھری بڑھتی جارہی تھی - اور رگوژین کے چہرے پر سے سوالیہ نظر نہیں ہٹ رہی تھی -

''تو تم، پرنس لیو نکولائی‌وچ، کانپ رہے ہو،، آخر رگوژین کی زبان سے نکلا ''ویسے ہی جیسے بدحواس ہو کے تھرتھر کانپتے ہو، یاد ہے ماسکو میں جو ہوا تھا؟ یا جب تم پر دورہ پڑنےوالا ہو، تب - سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں تمھارا کیا کروں ایسے میں...،،

پرنس نے اس کا کہا سنا، ساری قوت سمیٹی تاکہ سمجھ سکے اور آنکھوں میں سوال لئے رہا -

''یہ تمھاری حرکت؟،، آخر اس کے منہ سے نکلا اور پردے کی طرف سر سے اشارہ کیا -

''ہاں، میری...،، رگوژین نے آہستہ سے جواب دیا اور نظریں جھکا لیں۔

پانچ منٹ خاموشی رہی۔

''وجہ کرکے...،، رگوژین ایک دم بولا، اس طرح گویا اس کی گفتگو پہلے سے چل رہی ہے ''وجہ کرکے کہ جو تمہارا مرض اور تمہارا مرگی کا دورا، اور چیخ پڑی تو سمجھو لوگ چلتی سڑک سے، یا احاطے میں سے سن لیں‌گے، سمجھ جائیں‌گے کہ گھر میں رات کو ہے کوئی آدمی؛ دروازہ پیٹیں‌گے، اندر آویں‌گے... خبر ہے سب کو کہ میں تو ہوں نہیں اندر۔ موم‌بتی بھی اسی واسطے نہیں جلائی کہ سڑک چلتی ہے، کمپونڈ ہے، کوئی ادھر سے جان نہ لیوے۔ وجہ کہ جب میں گھر پر نہیں ہوتا تو چابی بھی پاکٹ میں ڈال کے نکل جاتا ہوں۔ کوئی بھی تین تین چار چار دن کمرہ صاف کرنے اندر پاؤں نہیں دھر سکتا۔ میں نے ایسا کہہ رکھا ہے۔ تو یہ اس لئے کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ ہم یہاں رات میں رہ رہے ہیں...،،

''ٹھیرو،، پرنس نے کہا ''میں نے آج دن میں چوکیدار سے اور بوڑھی نوکرانی سے پوچھا تھا کہ نستاسیا تو رات کو یہاں نہیں رہی تھی؟ مطلب یہ کہ انہیں معلوم ہوگا۔،،

''مالوم ہے مجھے، تم نے پوچھا تھا۔ میں نے بڑی بی کو بتایا تھا کہ نستاسیا کل آئی تھی اور کل ہی پاولوفسک چلی گئی۔ میرے پاس بس دس منٹ کو رہی۔ انہیں کیا معلوم کہ رات کو ادھر رہ گئی ہے۔ کسی کو نہیں مالوم۔ کل ہم دونوں ایسے ہی اندر آئے، بہت چپکے چپکے، جیسے آج آئے ہیں تمہارے ساتھ۔ میں نے راستے میں سوچا تھا کہ وہ ایسے چپکے سے اندر آنے کو تیار نہیں ہونے کی، مگر کہاں جی۔ کان میں بات کی، پنجوں کے بل، آہٹ کئے بنا، کپڑے وپڑے سمیٹ کے چلی کہ سرسراہٹ بھی نہ ہو پائے۔ ہاتھوں میں تھام لئے سب۔ زینے پر انگلی کا اشارہ کیا کہ چپ، خبردار، بس، تمہارا ہی ڈر تھا اسے۔ ریل میں تو بالکل پگلی ہوئی وی تھی ڈر کے مارے۔ خود بولی کہ یہاں میرے گھر اچھا رہےگا رات گزاریں۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ وہیں لےجاؤں ماسٹرنی‌والے مکان میں۔ مگر کہاں جی۔ بولی 'دن نکلنے سے پہلے ہی وہ وہاں

آجائے گا، دیکھنا، تم مجھے چھپا دو، کل دن نکلنے سے پہلے ماسکو چل دیں۔، پھر کہیں اوریل جانے کو کہوے تھی۔ بستر پے جانے تک وہی کہتی رہی کہ اوریل چلے جائیں گے...،،

''ٹھیرو، پرفیون، اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کیا چاہتے ہو؟،،

''ارادہ کیا، تمہاری طرف سے شک پڑتا ہے کہ تم کام بگاڑو گے۔ کانپ جو رہے ہو۔ رات ہم دونوں یہاں گزاریں گے ایک ساتھ۔ بستر تو اس کے سوا اور کوئی ہے نہیں۔ میں جانوں، ایسا کریں، دونوں صوفوں پر سے تکیے اتارلیں اور یہاں پر، ادھر، پردے کے پاس، اسی والے پلنگ کی بغل میں ڈال دیں، تم بھی، میں بھی کہ ساتھ سولیں گے۔ وجہ کرکے کہ جو اندر آئے لوگ، ادھر ادھر دیکھا، تلاش کیا، وہ نظر پڑی تو اٹھا لےجاویں گے۔ مجھ سے پوچھ گچھ ہوگی، صاف بتا دوں گا کہ میں ہوں، اور مجھے بھی فوراً باندھ لیں گے۔ تو یہی اچھا کہ وہ یہیں پڑی رہوے ابھی تو، ہمارے بازو میں، میرے تمہارے پہلو میں...،،

''ہاں، ہاں!،، پرنس نے زور میں تائید کردی۔

''مطلب یہ کہ ہمیں کچھ کہنا سننا نہیں اور لےجانے دینا نہیں۔،،

''ہرگز نہیں!،، پرنس نے بھی ٹھان لیا ''نا، نا، نا!،،

''تو میں تو، برخوردار، طے کئے بیٹھا ہوں کہ کسی کے حوالے نہیں کرنا! رات ہے، چپ چاپ ادھر نکال لیں گے۔ دن میں بس ایک گھنٹے کو باہر گیا تھا آج، صبح ہوتے، اور نہیں تو اسی کے پاس رہا۔ شام کو تمہیں دیکھنے نکلا۔ ایک بات کا ڈر اور ہے، ہوا بند ہے، کہیں بو نہ نکل جائے۔ سنتے ہو، بدبو تو نہیں؟،،

''سنتا تو ہوں۔ معلوم نہیں۔ صبح ہوتے بو تو پھیلے گی ہی۔،،

''میں نے اسے موم جامے سے لپیٹا ہے اچھا سا۔ امریکی موم جامہ ہے۔ اوپر سے چادر لپیٹی اور چار مرتبان بھر کے ژدانوف کی دوا کے پورے کھپا دئے۔ وہ دیکھو، رکھے ہیں۔،،

''ایسے، جیسے وہ ماسکو میں ہوا؟..،،

''وجہ کرکے ــ کہ برادر، بو آجاوے ہے۔ دیکھنا، لیٹی کیسے... صبح کو، ذرا اجالے ہوجاوے، تب دیکھنا۔ کیا ہوا؟

تم سے اٹھا بھی نہیں جا رہا ہے؟،، رگوژین نے دیکھا کہ پرنس اتنا لرز رہا ہے کہ اس میں اٹھنے کی بھی سکت نہیں، تو گھبرا کر تعجب سے پوچھا۔

''ٹانگیں کام نہیں کرتیں،، پرنس بڑبڑایا ''خوف کے مارے ہے ایسا، جانتا ہوں... ذرا ڈر نکل جائے، اٹھ جاؤں گا...،،

''ٹھیرنا ذرا، میں بستر ڈال دوں۔ تم تو لیٹ ہی جانا... اور میں تمھارے ساتھ... اور پھر کہیں سنیں گے... کیونکہ، برخوردار، مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا... میں، صاحب‌زادے، اب میری تو عقل کام کرتی نہیں تو میں تمھیں سب پہلے سے ہی بتا رکھوں کہ تم پہلے سے سب جان جاؤ...،،

یہ گول مول لفظ توڑ توڑ کر کہتے وقت رگوژین نے بستر تیار کیا۔ نظر آرہا تھا کہ اس طرح کے بستر اس نے صبح سے ہی اپنے دل میں سوچ رکھے ہوں گے۔ پچھلی رات وہ اکیلا صوفے پر دراز ہوا ہوگا۔ مگر چونکہ صوفے پر دو آدمی برابر نہیں لیٹ سکتے تھے تو اس نے یہ ترکیب نکالی کہ بڑا زور لگا کر دونوں صوفوں سے چھوٹے بڑے سائز کے تکیے سارے کمرے میں سے پلنگ‌والے پردے کے پاس تک کھینچ کر لایا اور لگا دئیے۔ جیسے تیسے بستر لگ گئے۔ وہ پرنس کے پاس آیا، آہستہ سے اور قاعدے قرینے سے اس کا بازو تھاما، سہارا دے کر اٹھایا اور بستر تک لے گیا۔ مگر اب پرنس خود اپنے پیروں چل سکتا تھا، یعنی ''خوف نکل گیا تھا،، تاہم اب بھی تھرتھر کانپے جا رہا تھا۔

''تو وجہ کرکے، برادر یہ کہ،، رگوژین پھر شروع ہوا۔ پرنس کو اس نے بائیں طرف ذرا بہتر تکیے پر جگہ دی اور خود داھنی طرف، وہی کپڑے پہنے اور دونوں ھاتھ سر کے نیچے رکھے لیٹ گیا۔ ''تو، گرمی ہے یہاں۔ اور سالوم کہ بو پھیلے... کھڑکی کھولنے میں ڈر ہے۔ البتہ ماں کی طرف پھولوں کے گملے رکھےوے ھیں۔ بہت سارے ھیں۔ ایسی خوشبو کہ واہوا۔ سوچا، اٹھا لاؤں، مگر وہ بوڑھیا، پفنوتیونا بھانپ جائےگی، بڑی گھاگ ہے وہ۔ ،،

''ھاں، ہے تو،، پرنس نے بھی ھاں کردی۔

''تو کیسا رہے — خرید لاویں، گلدستوں سے، پھولوں سے اسے لاد دیں؟ پر میں جانوں، دل دکھےگا یار، پھولوں میں اسے دیکھ کے!،،

''سنو...،، پرنس نے سوال کرنا چاہا۔ وہ الجھ رہا تھا، ٹٹول رہا تھا کہ اس سے کیا دریافت کرنا ہے اور اسی وقت یاد سے نکل جاتا تھا ''ہاں، سنو، یہ بتاو، تم نے کاھے سے؟ چاقو سے؟ اسی چاقو سے؟،،

''اسی چاقو سے...،،

''ذرا ٹھیرو، پرفیون، تم سے ایک بات اور بھی پوچھنی تھی، بہت سا دریافت کرنا ہے۔ ہر ایک بات کی بابت... مگر تم، براہ کرم، پہلے یہ بتاؤ کہ مجھے معلوم ہو جائے: تم میری شادی سے پہلے، شادی کی رسم سے پہلے، عین چرچ کے دروازے پر چاقو مار کے اس کا خون کرنےوالے تھے؟ ایسا تھا یا نہیں؟،،

''مالوم نائیں، ایسا تھا یا نہیں...،، رگوژین نے سوکھے منہ جواب دیا۔ ایسے کہ اسے سوال پر کسی قدر حیرت ہوئی اور ٹھیک سے سمجھ نہ پایا۔

''پاولوفسک میں کبھی چاقو لئے ہوئے آئے تھے؟،،

''کبھی نہیں۔ یہ جو چاقو ہے نا، تو اس کے بارے میں مسٹر لیو نکولائیوچ، اتنا بتا دوں تمہیں،، وہ ذرا خاموش رہا، پھر بتانے لگا ''میں نے یہ چاقو اس تالےوالی دراز سے نکالا آج صبح سویرے۔ کیونکہ سارا کام آج ہی صبح کوئی تین بجے کے بعد... چاقو کتاب میں پڑا رھوے تھا کبھی کا... اور ہاں... عجوبہ بتاؤں: چاقو اندر اتارا تو بس ڈھائی انچ یا بہت ہوا تو ساڑھے تین انچ گہرا اترا ہوگا... بائیں طرف چھاتی میں... اور خون کوئی اتنا، آدھا چمچہ سالن کا اچھل کے کپڑے پر آیا۔ خون تو اور تھا ہی نہیں...،،

''یہ، یہ، یہ وہ،، پرنس تڑپ کر اٹھنے لگا ''یہ، وہ، مجھے معلوم ہے، کہیں پڑھ چکا ہوں... اسے اندرونی رگ پھٹنا (internal haemorrhage) کہتے ہیں... ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بوند لہو نہ نکلے۔ یہ تب جب ٹھیک دل پر ہی حملہ ہو...،،

''ٹھیرو، سنتے ہو؟،، ایک دم رگوژین نے بات کاٹی اور خوفزدہ ہوکر اچھلا ''سنائی دیا؟،،

''نہیں تو!،، پرنس نے رگوژین کو دیکھ کر اسی تیزی سے اور سہم کر جواب دیا۔

''پاؤں کی آہٹ! سنا؟ ھال کمرے میں...''
دونوں نے آہٹ پر کان لگائے۔
''سنائی دیا'' پرنس نے چپکے سے تائید کی۔
''پاؤں کی چاپ؟''
''ھاں۔''
''دروازے میں تالا لگا دیں — کہ نائیں؟''
''تالا...''
دروازہ اندر سے مقفل کرکے دونوں پھر لیٹ رہے۔ دیر تک کسی نے کچھ نہ کہا۔
''ارے ھاں!'' پرنس نے پھر اسی پہلے کی سی اضطراب زدہ سرگوشی میں جلدی جلدی کہا، رشتہ‌ٔخیال ھاتھ آگیا اور خطرہ ھے کہ کہیں چھوٹ نہ جائے۔ وہ کہنے کے لئے بستر پر اٹھ گیا ''ھاں تو... دیکھنا، وہ پوچھنا تھا، تاش کے پتوں کی بابت! تاش جو... سنا ھے کہ تم اس کے ساتھ تاش کھیلا کرتے تھے؟''
''کھیلتا تو تھا'' رگوژین نے ذرا خاموش رہ کر جواب دیا۔
''کہاں ھیں... وہ تاش؟''
''یہ رھے...'' رگوژین نے اس بار اور بھی ٹھیر کر جواب دیا ''یہ رھے...''
اس نے جیب سے استعمال‌شدہ تاشوں کی گڈی نکالی جو پیکٹ میں تھی اور پرنس کی طرف بڑھا دی۔ پرنس نے لے تو لی مگر ایسے کہ گویا کچھ سمجھا نہیں۔ اس کے دل کو تازہ المناک بےروح جذبے نے جکڑ لیا تھا؛ ایک دم خیال آیا کہ فی‌الوقت اور کافی دیر سے نہ وہ باتیں کہہ رھا ھے جو اسے کہنی تھیں، نہ وہ کام کر رھا ھے جو اسے کرنے تھے۔ یہ تاش کی گڈی جو ھاتھ میں تھامے ھوئے ھے، جسے پاکر چین سا پڑگیا تھا، یہ اب اس کے کسی کام کی، کسی مطلب کی نہیں ھے۔ وہ اٹھا اور ھاتھ بےبسی میں اٹھا دئے۔ رگوژین اپنی جگہ بےحس و حرکت پڑا تھا، نہ اس کی سنتا تھا، نہ دیکھتا تھا۔ البتہ آنکھیں، اندھیرے میں تیزی سے چمکتی آنکھیں پوری طرح کھلی ھوئی تھیں اور انھیں ذرا بھی جنبش نہ تھی۔ پرنس کرسی پر بیٹھ گیا اور دھشت سے اسے دیکھتا رھا۔ یوں کوئی آدھ گھنٹہ گزرا ھوگا کہ اتنے میں رگوژین گلا پھاڑ کر

چیخا اور زور کا قہقہہ مارا، جیسے بھول بھال گیا کہ بات بھی کرنی تھی تو کان میں۔

''ارے وہ فوجی افسر، وہ جو افسر تھا... یاد ہے، وہاں بینڈ اسٹینڈ پر، کیسے نستاسیا نے اس کے ہنٹر رسید کردیا تھا، یاد ہے، ہاہاہا! اور اوپر سے ایک کیڈٹ، فوجی کیڈٹ... ایک کیڈٹ اچھل کر آیا...،،

پرنس کرسی سے اچھل کھڑا ہوا، اس پر تازہ خوف طاری تھا۔ رگوژین کی آواز بند ہوئی (ایک دم وہ خاموش ہوگیا تھا) تو پرنس آہستہ سے اس کی طرف جھکا، پاس بیٹھ گیا اور زور زور دھڑکتے ہوئے دل سے، ہانپ ہانپ کر اس کو غور سے دیکھنے لگا۔ رگوژین نے سر تک کو جنبش نہ دی اور ایسا ہوگیا جیسے اسے فراموش کرچکا ہو۔ پرنس دیکھتا رہا، تکتا رہا، وقت گزرتا رہا، اجالا پھیلنا شروع ہوا۔ رگوژین رہ رہ کر کبھی آپ ہی آپ بڑبڑانے لگتا، کبھی زور زور سے اول فول بکنے لگتا یا چیختا یا پھر ہنسنا شروع کردیتا۔ ایسے میں پرنس اس کی طرف اپنا کانپتا ہاتھ بڑھاتا، آہستہ آہستہ، نرمی سے اس کا سر سہلاتا، بالوں پر ہاتھ پھیرتا، اور گالوں کو تھپکتا سہلاتا... اس کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا! خود ہی پھر سے تھرتھرانے لگا اور ٹانگوں نے پھر جواب دے دیا۔ کوئی بالکل ہی اجنبی لرزش اس کے دل کو بے پناہ درد سے بھر گئی۔ اتنے میں دن نکل آیا۔ آخر میں اس نے تکیوں کے بستر پر خود کو ڈال دیا جیسے بالکل نڈھال ہوچکا ہو اور مایوسی نے گھیر لیا ہو۔ اپنا چہرہ رگوژین کے پھیکے اور بےحس و حرکت چہرے سے ملایا، دبایا، آنکھوں سے آنسو رگوژین کے گالوں پر ٹپ ٹپ گر رہے تھے، مگر شاید اس وقت نہ اسے اپنے آنسوؤں کی آواز سنائی دی، نہ ان کا کوئی ہوش تھا...

بہرحال، جب گھنٹوں بعد دروازہ توڑا گیا، لوگ اندر آئے تو انھوں نے قاتل کو بےہوش اور تیز بخار کی حالت میں پایا۔ پرنس اس کے پہلو میں برائے نام بستر پر چپ چاپ بیٹھا تھا۔ ہر بار جب بیمار کی چیخ یا ہوران کی پکار بلند ہوتی، وہ جلدی سے اپنا کانپتا لرزتا ہاتھ بڑھاتا، اس کے بالوں اور گالوں پر یوں پھیرنے لگتا جیسے اسے تھپک رہا ہے، سہلا رہا ہے۔ لیکن وہ اس حال کو

پہنچ چکا تھا کہ نہ پوچھنے والوں کے سوال سمجھ میں آئے، نہ اندر آنے اور گھیرنے والوں کو پہچان سکا۔ اگر خود ڈاکٹر شنیڈر بھی سوئٹزرلینڈ سے اپنے پرانے شاگرد اور مریض کو دیکھنے آتا اور اس حال میں دیکھتا تو اسے تبھی کی حالت یاد آجاتی جب وہ سوئٹزرلینڈ میں اس کے پاس علاج کے پہلے سال میں تھا۔ ڈاکٹر یہ دیکھ کر مایوسی میں ہاتھ جھٹک دیتا اور اسی طرح اب بھی کہتا: ''ایڈیٹ کہیں کا!''

۱۲

خاتمہ

ماسٹرنی دوڑی ہوئی پاولوفسک گئی تو سیدھی داریا الیکسئی‌ونا کے پاس پہنچی جو خود ہی کل سے بدحواس تھی۔ جتنا معلوم تھا، اتنا ماجرا سنایا تو وہ بالکل ہی سہم کر رہ گئی۔ دونوں عورتوں نے فوراً طے کیا کہ لیبیدیف سے رابطہ پیدا کیا جائے جو اپنے کرایہ‌دار کے دوست اور مالک مکان کی حیثیت میں پرنس کی طرف سے سخت پریشان تھا۔ لیبیدیف کی بیٹی ویرا کو جو کچھ معلوم تھا، اس نے وہ بتادیا۔ لیبیدیف کے مشورے سے قرار پایا کہ تینوں سیدھے پیترسبورگ چل پڑیں تاکہ ''جو کچھ بیت جانے کا اندیشہ ہے'' اس کی فوراً پیش‌بندی کی جاسکے۔ اس طور پر دوسرے دن صبح کو گیارہ بجے کے قریب رگوژین کے فلیٹ کا دروازہ پولیس کی موجودگی میں کھولا گیا۔ تب وہاں لیبیدیف، وہ عورتیں، رگوژین کا بھائی سیمیون، جو بغلی مکان میں رہتا تھا، سبھی موجود تھے۔ اس کام کو انجام تک پہنچانے میں چوکیدار کے اس بیان سے بہت مدد ملی کہ اس نے کل شام پرفیون سیمیونچ رگوژین کو مہمان سمیت سیڑھیوں سے اندر جاتے اور دبے پاؤں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ اس شہادت کے بعد شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ قانون کی خلاف‌ورزی کئے بغیر دروازہ توڑا جاسکتا ہے۔

رگوژین دو مہینے ورم دماغ اور بخار میں مبتلا رہا۔ طبیعت

سنبھلی تو تفتیش اور عدالتی کارروائی میں وقت گیا۔ اس نے دوٹوک، سیدھے، نپے تلے عدالتی بیان دئے جن کے نتیجے میں پرنس کو شروع میں ھی مقدمے سے بری قرار دے دیا گیا۔ مقدمے کی سماعت کے وقت رگوژین بالکل خاموش رھا۔ اس نے اپنے ھوشیار اور خوش کلام وکیل کی بات نہیں کاٹی جو منطقی دلائل سے، کھلے طور پر یہ ثابت کررھا تھا کہ جرم سرزد ھوا ورم دماغ اور بخار کی حالت میں اور یہ حالت ملزم زیر سماعت پر جرم سے بہت پہلے طاری ھوچکی تھی بہ‌سبب ذھنی اذیت کے جو اسے پہنچی۔ لیکن رگوژین نے اس دلیل کی تائید میں بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں بڑھایا اور اب بھی پہلے کی سی وضاحت اور درستی کے ساتھ اس حادثے کے تعلق سے خفیف خفیف تفصیل دھرا دی، اس کی تصدیق کردی۔ حالات متعلقہ کی رعایت مدنظر رکھتے ھوئے اسے سزا سنا دی گئی، سائبیریا میں قید بامشقت کے پندرہ سال۔ مجرم نے اپنی سزا کا فیصلہ روکھے منہ، خاموشی سے اور ''سوچ میں ڈوبے ھوئے،، سنا۔ اس کا سارا مال منال، سوائے اس تھوڑی سی رقم کے جو شروع کی عیاشی میں اڑا دی تھی اور جو تمام سرمائے کا بڑا معمولی حصہ تھی، باقی تمام اس کے بھائی سیمیون کے حصے میں آئی جس پر موصوف کا دل ٹھنڈا ھوا۔ رگوژین کی بوڑھی ماں ابھی دنیا میں ھے، کبھی کبھار اسے اپنے چہیتے بیٹے کی یاد آتی ھے مگر دھندلی سی۔ خدا نے اس کے دل و دماغ کو اس بلا کے علم سے محفوظ رکھا جو بڑی بی کے گھٹے ھوئے گھر پر نازل ھوئی تھی۔

لیبیدیف، کیلر، گانیا، پتیت‌سن اور ھماری کہانی کے دوسرے افراد حسب معمول ھیں، ان میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ھوئی — ان کے بارے میں ھمارے پاس کہنے کو بھی کچھ نہیں ھے۔ ایپولیت نے بہت تڑپ کر جان دی۔ موت کا جو دن معین کر رکھا تھا اس سے بہت پہلے، نستاسیا کے قتل کے کوئی دو ھفتے بعد۔ کولیا کو اس حادثے نے ھلا ڈالا۔ وہ آخر میں اپنی ماں کے بہت قریب ھوگیا اور ماں کو یہ اندیشہ کاٹتا رھتا ھے کہ کولیا اپنی عمر کے حساب سے کچھ زیادہ ھی سوچ بچار میں پڑگیا۔ ممکن ھے آگے چل کر وہ اچھا آدمی نکلے۔ ضمناً یہ بتا دیں کہ ایک حد تک اسی کی کوشش سے پرنس کے مستقبل کی راہ طے پائی: جتنے لوگوں

سے وہ ادھر کے دنوں میں واقف ہوا تھا، ان میں ایوگینی پاولووچ رادومسکی کو خصوصیت سے ذہن میں رکھے ہوئے تھا۔ کولیا سب سے پہلے انھی کے پاس دوڑا ہوا گیا، سارا ماجرا سنایا اور پرنس کی حالت بتائی۔ کچھ غلط بھی نہیں کیا کیونکہ ایوگینی پاولووچ ہی تھے جو بدنصیب ''ایڈیٹ،، کی آئندہ کی خبرگیری میں جی جان سے شریک ہوئے۔ ان کی کوشش اور توجہ سے پرنس کو پھر ملک سے باہر سوئٹزرلینڈ میں ڈاکٹر شنیڈر کے یہاں پہنچایا گیا۔ خود ایوگینی پاولووچ جو ملک سے باہر چلے گئے اور وہیں یورپ میں طویل عرصے قیام کا ارادہ رکھتے ہیں اور خود کو برملا ''روس میں فالتو آدمی،، بتاتے ہیں، اکثر و بیشتر، یعنی مہینوں میں ایک آدھ بار اپنے بیمار دوست کو دیکھنے شنیڈر کے یہاں جاتے رہتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر اور بھی زیادہ منہ بناتا اور سر ہلاتا رہتا ہے۔ اشارہ اس بات کا کہ ذہنی اعصاب کو سخت صدمہ پہنچ چکا ہے۔ صاف صاف یہ تو نہیں کہتا کہ مرض ناقابل علاج ہے لیکن نہایت افسوس کے اظہار میں بھی کمی نہیں کرتا۔ ایوگینی پاولووچ کے دل پر اس کا بہت بوجھ ہے۔ ان کے پاس دل بھی ہے اس کا ثبوت یوں ملا کہ اب بھی کولیا کے خط آتے ہیں اور وہ اس کا جواب دیا کرتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ ان کی ایک انوکھی صفت اور کھلی۔ چونکہ یہ قابل تعریف صفت ہے تو ہم بتا ہی ڈالیں: ہر بار جب وہ ڈاکٹر شنیڈر کے ہاں ہوکر آتے ہیں تو کولیا کو خط ڈالنے کے علاوہ ایوگینی پاولووچ ایک خط اور لکھتے ہیں پیٹرسبورگ میں کسی ہستی کو۔ اس میں وہ پرنس کی خیریت اور مرض کی موجودہ حالت کے متعلق ایک ایک تفصیل اور ہمدردانہ تجویز رکھ دیتے ہیں۔ اور عزت و احترام کے اظہار کے علاوہ ان خطوط میں بعض اوقات (بلکہ روزافزوں) کہیں کہیں بیباکانہ خیال، رائیں، نظریے، احساسات و جذبات بھی راہ پاتے ہیں، مختصر یہ کہ ان خطوط میں دوستانہ مراسم اور ذاتی جذبات کا سا رنگ آنے لگا ہے۔ ایوگینی پاولووچ کی یہ مکتوب الیہ ہستی (اگرچہ خطوں کے درمیان وقفہ کافی ہوتا ہے) جس نے ان کا خاص التفات اور احترام حاصل کیا، ویرا لیبیدیف ہے۔ ہم ٹھیک معلوم نہ کرسکے کہ ان کے درمیان تعلقات کی یہ نوعیت وجود میں آئی کیسے، البتہ ان کا سلسلہ،

پرنس پر جو بیتی، اسی سے چھڑا اور ویرا پر اس واقعے کا اتنا اثر ہوا کہ وہ غم کے مارے بیمار تک ہوگئی تھی، لیکن پھر یہ جان‌پہچان اور دوستانہ مراسم کن مرحلوں سے گزرے، ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس خط و کتابت کا تذکرہ یہاں زیادہ‌تر اس سبب سے آگیا کہ بعض خطوں میں یپان‌چین والوں کے متعلق، خصوصاً اگلایا کے بارے میں معلومات ہوا کرتی تھیں۔ ایوگینی پاولووچ کے ایک خط میں، جو ذرا بےڈھنگا تھا اور پیرس سے لکھا تھا، اگلایا کا ذکر تھا کہ اس نے پولینڈ کے ایک رئیس زادے سے جو ملک سے باہر بس گیا تھا، مختصر مگر گہری وابستگی کے بعد والدین کی مرضی کے خلاف اچانک شادی کرلی۔ آخرکار انھوں نے اس شادی کو قبول کرلیا تو صرف اس مجبوری سے کہ کسی ناگوار صورت‌حال کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا۔ اس کے بعد کوئی چھ مہینے کے وقفے سے ایوگینی پاولووچ نے اپنے مکتوب الیہ کو، پھر ایک طول طویل مفصل خط میں مطلع کیا کہ گزشتہ بار جب سوئٹزرلینڈ میں پروفیسر شنیڈر کے ہاں جانا ہوا تو وہاں پورے یپان‌چین خاندان سے ملاقات ہوگئی (ظاہر ہے کہ جنرل ایوان فیودرووچ اس میں شامل نہیں تھے، وہ اپنے کام سے پیترسبورگ میں رہ گئے تھے)، وہیں پرنس ش۔ بھی ملا۔ وہاں کی یہ ملاقات بھی نرالی تھی۔ سب لوگ بڑے تپاک سے پیش آئے۔ ادےلائیدا اور الیکساندرا، دونوں بہنیں آپ ہی آپ ان کی احسانمند ہوئی جارہی تھیں کہ وہ ''اس بدنصیب پرنس کی فکر کرنے میں فرشتہ سیرت،، ہیں۔ بیگم صاحبہ لیزاویتا نے پرنس کو اس بیمار اور خستہ حالت میں دیکھا تو رونے لگیں، دل سے آنسو بہائے۔ نظر آتا تھا کہ پرنس کو بےقصور مان لیا گیا ہے۔ پرنس ش۔ نے اس موقع پر کئی پرلطف اور دانشمندی کی باتیں سنائیں۔ ایوگینی پاولووچ کو یوں لگا کہ ادےلائیدا اور وہ ابھی تک پوری طرح ایک دوسرے کے نہیں ہوئے لیکن آئندہ کے آثار ایسے ہیں کہ منچلی ادےلائیدا خوشی خوشی اور تہ دل سے خود کو پرنس ش۔ کی ذہانت اور پختگی کے حوالے کئے بغیر نہیں رہےگی۔ پھر اس خاندان کو حال میں جو سبق ملے، انھوں نے بھی اسے بری طرح متاثر کیا ہے، خاص کر اس پولش جلاوطن رئیس‌زادے کے ساتھ اگلایا پر جو بیتی، وہ بہت اثر کرگئی۔ یہ خاندان اگلایا اپنی

بیٹی دیتے وقت جن جن اندیشوں میں مبتلا تھا، وہ چھ مہینے کے اندر ہی سچ نکلے۔ بلکہ ان میں اور بھی انہونی باتیں بڑھ گئیں، جن کا سان گمان تک نہ تھا۔ پتہ چلا کہ یہ شخص اول تو سرے سے رئیس‌زادہ ہئی نہیں، اور اگر واقعی ملک سے باہر پڑا ھے تو اس کی تہ میں کوئی داغ یا جعل فریب ھے۔ اس نے اگلایا کا دل چھین لیا تو اپنی روح کی بےپناہ شرافت کے سبب جو وطن کے درد سے زخمی تھی، اور اگلایا کو ایسا اسیر کرلیا کہ وہ شادی سے پہلے ہی کسی ایسی غیرملکی کمیٹی کی ممبر بن بیٹھی جس نے پولینڈ کی سرزمین کی بحالی کے لئے مہم چلا رکھی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ کسی مشہور پادری کے کتھولک وعظوں اور اعترافی نشستوں میں شریک ہونے لگی اور پادری نے اس کے دل و دماغ کو پوری طرح اپنی مٹھی میں لےلیا۔ پولینڈ کے اس رئیس‌زادے نے اپنے بےحساب مال و دولت کا جو سبز باغ دکھایا تھا، لڑکی کی والدہ اور پرنس ش۔ کے سامنے اٹل ثبوت رکھے تھے، وہ سب بعد میں فرضی نکلے۔ جو کمی رہ گئی تھی وہ یوں پوری ہوئی کہ شادی کے کوئی چھ مہینے بعد ہی رئیس زادے اور اس کے دوست مشہور پادری نے اگلایا اور اس کے گھروالوں میں سخت ناچاقی کرا دی۔ بات یہاں تک بڑھی کہ کئی مہینے گزر گئے تھے اور گھروالوں نے اس کی صورت تک نہیں دیکھی تھی... مختصر یہ کہ کہنے سننے کو تو بہت باتیں تھیں، مگر بیگم صاحبہ، بیٹیاں اور پرنس ش۔ ان ''ہولناکیوں،، سے ایسے بدحواس ہو چکے تھے کہ ایوگینی پاولووچ سے گفتگو کرتے وقت بعض اور چیزوں کا ذکر زبان پر لاتے ڈرتے تھے۔ اگرچہ انہیں اندازہ تھا کہ ان کے مخاطب کو اگلایا ایوانوونا کے تازہ‌ترین والہانہ واقعات بن کہے بھی ضرور معلوم ہوں‌گے۔ بیچاری لیزاویتا پروکوفیونا روس جانے کو بےقرار تھیں۔ ایوگینی پاولووچ کا کہنا تھا کہ پردیس کی ہر چیز میں انہیں کیڑے نظر آتے تھے، ہر شے میں چن‌چن کر عیب نکالتی تھیں۔ کہا کرتی تھیں : ''روٹی کو اچھی طرح سینکنا تک انہیں آتا نہیں، سردیوں میں چوہوں کی طرح تہ‌خانوں میں ٹھٹھرے جاتے ھیں۔ ارے، کچھ نہیں تو میں اس بدنصیب پر، جی بھرکے روسی میں رو تو لیتی،، وہ ہول دلی کے مارے پرنس کی طرف انگلی اٹھا اٹھا کر پکارتیں، حالانکہ

اس نے انھیں پہچانا بھی نہ تھا۔ ''بس بہت چونچلے ہولئے، اب ہوش کے ناخن لو - یہ سب کچھ، یہ پردیس، یہ تمھارا سارا یورپ، یہ سب کا سب محض خیالی اڑان ہے، ہم بھی ملک سے باہر نکل کر ایسے ہی ہو جاتے ہیں، خیالی اڑان... میری بات گرہ باندھ لو، آگے چل کے خود دیکھوگے!،، ایوگینی پاولووچ کو رخصت کرتے وقت ان کے منہ سے یہ لفظ قریب طیش میں نکلے تھے۔

پڑھنے والوں سے

دارالاشاعت ترقی آپ کا بہت شکرگذار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب، اس کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

ہمارا پتہ: زوبوفسکی بلوار، نمبر ۱۷،
ماسکو، سوویت یونین
17, Zubovsky Boulevard, Moscow, USSR

Федор Михайлович Достоевский

ИДИОТ

на языке урду

Перевод сделан по книге:

Ф. Достоевский, Полное собрание сочинений в 30-ти томах. Издательство «Наука», Ленинград, 1974 г. Том 8.